جنّ وشیاطین نظرِ بد اور جادو کی حقیقت

اور

# رُقیہ مُرّوجہ کے مُنکرات

جلد دوم

تالیف

محمّد مُقیم فیضی

صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی

جن وشیاطین، کہانت وجادو، ان کے جدید مظاہر، نفسیاتی بیماریوں، علاجی تدابیر، رقیہ مروجہ اور اس کی بدعات ومنکرات پر شرعی ہدایات وتعلیمات سے مبرہن ومدلل ایک مبسوط کتاب

# جن وشیاطین، نظر بد اور جادو کی حقیقت

اور

# رقیہ مروجہ کے منکرات

(جلد دوم)

تالیف

**محمد مقیم فیضی**

ناشر

**صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی**

حقوق طبع محفوظ ہیں

نام کتاب : جن وشیاطین، نظر بد اور جادو کی حقیقت اور رقیہ مروجہ کے منکرات

جلد : دوم

مؤلف : محمد مقیم فیضی

کمپوزنگ : محمد شعیب الرحمٰن (صوبائی جمعیت ممبئی)

صفحات : 888

ایڈیشن : اول

اشاعت : ۳/ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ - ۱/دسمبر ۲۰۱۹ء

تعداد : ایک ہزار

قیمت :

ناشر : صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

- دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی:

14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-400070۔

فون:022-26520077

- مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ:

بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گری-415709۔

فون:02356-264455

# فہرست مضامین


| | |
|---|---|
| فہرست مضامین | 3 |
| مقدمہ | 23 |
| خواص سے متعلق کچھ آداب اور ضابطے | 35 |
| خاصیت مشروع ہو | 35 |
| بلا ثبوت خاصیت کا دعویٰ نہ کیا جائے | 37 |
| قرأت کے لئے کوئی ایسی ہیئت اختیار کرنا جو حرام ہو | 44 |
| قرآن کریم کا نجس خون یا ایسی ہی کسی چیز سے لکھنا | 44 |
| خواص سے استفادہ میں کچھ اعتقادی مخالفتیں | 44 |
| ضعفِ توکل اور غیر اللہ سے وابستگی | 44 |
| اللہ کی رحمت سے مایوسی اور نا امیدی | 47 |
| قرآن کریم کی توہین | 52 |
| قرآنِ کریم کی تحریف | 55 |
| قرآن کریم سے تبرک حاصل کرنے پر اکتفا کرنا | 56 |
| تبرک کا لغوی معنیٰ | 56 |
| کچھ ممنوع تبرکات | 58 |
| تبرک کے لئے مصحف کو کسی خاص مقام پر رکھنا | 58 |
| قرآنی آیات کو دیوار وغیرہ پر لکھنے یا لٹکانے کا حکم | 60 |
| تختیوں یا دفتیوں پر مکتوب قرآنی آیات لٹکانے کا حکم | 64 |
| کچھ عملی بدعتیں | 70 |
| قرآنی آیات کو لکھ کر نگل جانے کا حکم | 70 |
| قرآنی رقیہ کو سر کے نیچے رکھنا | 71 |
| مریض کے جسم پر آیات کا لکھنا | 72 |
| نکسیر کے علاج کا نسخہ | 72 |
| تکلیف دہ بھوسی کے علاج کے لئے ابن قیم کا ارشاد | 73 |
| داڑھ کے درد کا نسخہ | 73 |
| پھوڑے پھنسیوں کا نسخہ | 73 |
| بے اصل رقیوں کی تخصیص | 76 |
| بعض آیتوں اور سورتوں کی تخصیص کی بدعتیں | 79 |
| علاج کے لئے معینہ آیات کی تخصیص کا حکم | 85 |
| اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ایک شفائی قوت اور... | 85 |
| قلق کے علاج کے لئے مخصوص طریقہ تلاوت | 93 |
| اللہ کے اسماء حسنیٰ کے بعد ''یا لطیف'' کا ورد | 94 |
| رقیہ شرعیہ | 95 |
| رقیہ شرعیہ کی تعریف | 95 |
| رقیہ شرعیہ | 95 |
| رقیہ کے ذریعہ علاج کا حکم اور اس کے دلائل | 95 |
| رقیہ کی دو قسمیں ہیں | 95 |
| قرآن اور اذکار سے رقیہ کی مشروعیت کے دلائل | 97 |
| علامہ ابن قیم کا بصیرت افروز کلام | 103 |
| راقی اور زمانوں کے اعتبار سے رقیہ کی قسمیں | 104 |

| | |
|---|---|
| راقی کے اعتبار سے رقیہ کی تین قسمیں ہیں | 104 |
| آدمی خود اپنا رقیہ کرے | 104 |
| انسان کے اپنا رقیہ خود کرنے میں متعدد فوائد ہیں | 105 |
| آدمی دوسروں کا رقیہ کرے | 105 |
| مریض اپنے لئے دوسروں سے رقیہ طلب کرے | 106 |
| استرقاء کی ایک اہم بحث | 107 |
| رقیہ طلب کرنا توکل میں قادح ہے یا نہیں ؟ | |
| زمانے کے اعتبار سے رقیہ کی اقسام | 119 |
| وقوع سے پہلے بلاؤں کو دور رکھنے کے لئے رقیہ کرنا | 119 |
| وقوع کے بعد دفع بلاء کے لئے رقیہ کرنا | 119 |
| رقیہ اور طبی علاج میں کوئی تعارض نہیں ہے | 120 |
| تلبینہ سے علاج | 121 |
| شہد سے علاج | 121 |
| امام ابن قیم کا بصیرت افروز تبصرہ | 122 |
| رقیہ کی وجہ سے نفسیاتی علاج یا دواؤں کا ترک | 124 |
| رقاۃ کے لئے مریضوں کی تشخیص کا حکم؟ | 126 |
| بیماری کی تشخیص صرف مستند طبیب کا کام ہے | 126 |
| دعووں کے باوجود تشخیص راقیوں کا کام نہیں | 127 |
| علاج سے پہلے بیماری کی معرفت واجب ہے | 127 |
| صرع کی دو قسمیں ہیں | 128 |
| ایک مظلوم دودھ والی کا واقعہ | 130 |
| جن زدگی عقلا محال نہیں | 132 |
| شیخ رشید رضا کے ذریعہ مریضوں کا شفا پانا | 133 |
| جنوں کے ایک مسکن کی کہانی | 135 |
| خلیفہ کے محل میں ظاہر ہونے والے عفریت کا قصہ | 137 |
| وہم وگمان سے مرض کی تشخیص... | 139 |
| تشخیص کے متعلق ایک راقی کا کلام | 141 |
| حالت کے متعلق حکم لگانے میں تأمل سے کام لینا | 141 |
| معالج پر چند اہم امور کا لحاظ رکھنا واجب ہے | 141 |
| تشخیص کی تعریف | 142 |
| غیر طبیب اور نا اہل شخص کے لئے تشخیص جائز نہیں | 143 |
| مریض کے سامنے بیماری کی حقیقت... | 143 |
| غیبی مسائل میں قطعیت اور جزم ممکن نہیں | 144 |
| مریض کی نفسیات پر تشخیص کا سلبی اثر پڑتا ہے | 144 |
| تشخیص نئی بیماری پیدا کر دیتی ہے اور... | 144 |
| راقیوں کی تشخیص میں تناقض پایا جاتا ہے | 144 |
| راقیوں کی جلد بازی کے مفاسد | 145 |
| ایک سچا واقعہ | 145 |
| راقی حضرات اور غیر ذمہ دارانہ تشخیص | 146 |
| بے راہ روی سے مریضوں کی شامت | 147 |
| بلا دلیل گفتگو اور بے بنیاد استنباط | 148 |
| راقی کو یہ حق نہیں کہ مریضوں کو... | 149 |
| بلا علم گفتگو پر آمادہ کرنے کے اسباب | 150 |
| غلط تشخیص کے کچھ اور نمونے | 153 |

| | |
|---|---|
| بلڈ کینسر کی مریضہ کے ساتھ راقی کا سلوک | 154 |
| شریر روح کو بھگانے کے لئے موت تک مار | 154 |
| انسان کی زبان پر جن کے بولنے کی حقیقت | 154 |
| شیخ علی بن مشرف عمری سعودی عرب... | 158 |
| جن زدگی کے دو واقعات کی تفسیریں | 158 |
| وکیل الجامعہ صاحب کی ضعیف الاعتقادی | 159 |
| وہمی طور پر جن زدہ لڑکی | 159 |
| مریض کی زبان پر جن کے بولنے کی تفسیر | 161 |
| ذاکرہ اجنبی زبان میں گفتگو کے اسباب میں... | 162 |
| انشقاق کے مریضوں کا مجہول زبان میں گفتگو کرنا | 163 |
| مجہول زبان میں گفتگو کی ایک تفسیر ہذیان بھی ہے | 165 |
| مجہول زبان میں گفتگو کی ایک اور تفسیر | 166 |
| فریب خیال اور کسی غیر موجود چیز کا تصور | 166 |
| مجہول زبان میں گفتگو کی ایک اور تفسیر | 166 |
| رقیہ کے درمیان مریض کا تخبط | 167 |
| جادو، جن زدگی، نظر بد اور نفسیاتی امراض | 169 |
| علاجوں اور معالجین سے متعلق کچھ غلط مفاہیم | 172 |
| راقیوں کے عاجلانہ فیصلے اور عوامی نقطہ نظر | 177 |
| ہسٹیر یا تحولیہ | 181 |
| نشہ خوری سے پیدا ہونے والے امراض پر... | 183 |
| منشیات کا استعمال کرنے والوں کا علاج | 184 |
| نفسیاتی جنسی تعطل | 184 |
| میں تو علامتوں سے علاج کرتا ہوں | 187 |
| تشخیص میں جنوں سے مدد لینے اور گفتگو کا شرعی حکم | 188 |
| جنوں کے ساتھ گفتگو کے نقصانات | 191 |
| پہلی خرابی: اداکاری | 191 |
| اداکار طالبہ کی کہانی | 192 |
| انجینئری اس کے بس کا روگ نہ تھی... | 192 |
| دوسری خرابی: گھبراہٹ، خوف اور قلق | 192 |
| تیسری خرابی: دہشت زدہ کرنا | 193 |
| چوتھی خرابی: فتنے پیدا کرنا اور جھگڑے لگانا | 194 |
| پانچویں خرابی: تخصصی صورت کا اضمحلال | 194 |
| چھٹی خرابی: وہ عجب جو معالج کو لاحق ہوجاتا ہے | 195 |
| کچھ اطباء کی قابل توجہ باتیں | 196 |
| تشخیص سے متعلق شیخ عبداللہ بن علی حداد کی نصیحت | 196 |
| رقیہ شرعیہ کے ضابطے | 198 |
| رقیہ میں کوئی شرک نہ شامل ہو | 198 |
| کوڑیوں، گھونگوں اور پتھر کے نگوں کا پہننا جائز نہیں | 199 |
| ایسے رقیوں سے علاج جائز نہیں جن میں... | 199 |
| رقیہ کسی سحر (جادو) پر مشتمل نہ ہو | 200 |
| رقیہ قرآن وسنت سے ہو یا ان دونوں کے موافق ہو | 202 |
| یہود ونصاریٰ کے رقیوں سے علاج جائز نہیں | 203 |
| نبی ﷺ کی ماثور دعاؤں سے رقیہ کرنا بہتر ہے | 203 |
| رقیہ عربی زبان میں ہو | 204 |

| | |
|---|---|
| رقیہ توقیفی یا اجتہادی ؟ایک خصوصی بحث | 206 |
| رقیہ کی حقیقت | 206 |
| رقیہ کا معنی | 207 |
| رقیہ کا حکم | 207 |
| رقیہ میں تین امور پائے جاتے ہیں | 209 |
| رقیہ اور مطلق دعا میں فرق | 214 |
| صرع کے علاج میں دعا کا استعمال | 217 |
| حسی امراض کے علاج میں مطلق دعا کے استعمال کی مثال | 217 |
| رقیہ توقیفی ہے اس میں اجتہاد جائز نہیں ہے | 220 |
| پہلی بحث :اسلام میں اجتہادی رقیوں کا حکم | 221 |
| دوسری بحث : اجازت طلبی کی احادیث پر گفتگو | 223 |
| تیسری بحث : : ''وَمَايُدْرِيْکَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ'' | 237 |
| چوتھی بحث: عقلی طور پر معذور شخص کا رقیہ کرنے والی حدیث پر گفتگو | 244 |
| پانچویں بحث: جواز رقیہ کی شرائط پر اجماع کا بیان | 247 |
| چھٹی بحث : جواز رقیہ کے شرائط کے بیان میں علماء کے اقوال کا تذکرہ | 251 |
| ساتویں بحث: قرآن وسنت کے علاوہ سے رقیہ حرام اور باطل ہے | 252 |
| سلف کی اصطلاح میں کراہت کا معنی | 255 |
| خلفائے راشدین اور صحابہ کرام سے ایک بھی اجتہادی رقیہ منقول نہیں ہے | 258 |
| آٹھویں بحث :رقیہ صرف قرآن کریم اور سنت کے ماثور اذکار سے ہوتا ہے | 259 |
| نویں بحث : سنت صحیحہ سے ماثور رقیوں ہی کے ذریعہ رقیہ کرنا لازم ہے | 261 |
| اس موضوع کے دوسرے فتوے | 262 |
| دسویں بحث : خود کو اور حق اور اتباع سنت کی چاہت رکھنے والوں کو نصیحت | 273 |
| بدعت کی معرفت کے اصول | 277 |
| بدعت کا لغوی معنی | 278 |
| بدعت کا شرعی معنی | 278 |
| احداث (نئی ایجاد) | 279 |
| وہ ایجاد دین کی طرف منسوب ہو | 279 |
| بدعت کی شرعی تعریف | 281 |
| بعض ان امور کا بیان جن کا پایا جانا بدعت میں شرط نہیں ہے | 282 |
| بدعت اور عبادت کے متعلق کچھ اہم قواعد | 284 |
| سنت کی دو قسمیں ہیں | 286 |
| سنت ترکیہ کی طرح بدعت ترکیہ بھی ہوتی ہے | 287 |
| بدعات کا حکم | 288 |
| کوئی بدعت بدعت حسنہ نہیں ہوتی ہے | 291 |
| عبادات میں اصل توقیف ہے | 294 |
| عبادات میں اگر کوئی نص موجود نہ ہو تو.. | 295 |

ایک اہم قاعدہ اس بابت کہ اوراد واذکار... 297
عبادتوں کی بنیاد اتباع پر ہوتی ہے نہ کہ بدعتوں پر 298
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی اتباع کیونکر ہوگی؟ 299
اہل بدعت اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے... 300
اتباع سنت باپ دادا اور ان کی آراء... 301
خالص اتباع ہی دلیل محبت ہے 302
بدعات کی مختلف تقسیمیں 303
بدعت حقیقیہ اور بدعت اضافیہ 303
خالص عادت میں مذموم بدعت کا داخلہ نہیں... 306
عادات مجردہ میں بدعتیں داخل نہیں ہوتی ہیں 309
عادات دو طرح کی ہوتی ہیں 309
وسائل حاکم نہیں محکوم ہوتے ہیں 311
باب عبادات میں موجودہ زمانے کے وسائل... 312
وسیلہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف 313
وسائل مرسلہ سے متعلق شرائط 313
عبادتیں تجربوں سے نہیں حاصل کی جاتی ہیں 314
وسائل کونیہ وشرعیہ 317
وسائل کی صحت ومشروعیت کا پتہ آپ کو کیسے چلے گا 320
ایک اہم قاعدہ : اوراد واذکار توقیفی ہوتے ہیں 324
معرفت بدعت کے قواعد اور بنیادیں 328
چھوٹی بدعتیں دھیرے دھیرے بڑی ہوجاتی ہیں 330
بدعتوں کے مذموم ہونے کی کچھ وجوہات 331
بدعتوں کے اسباب 331
اتباع ھوی (نفسانی خواہشات کی پیروی) 332
شبہات سے وابستگی 333
مجرد عقل پر اعتماد کرنا 334
تقلید وتعصب 334
اہل بدعت کے لئے ان کے اعمال بھی مزین... 335
اہل شر کی دوستی اور ہمنشینی 335
علماء کا خاموش رہنا اور علم کو چھپانا 337
کافروں کی مشابہت اور تقلید 339
ضعیف وموضوع حدیثوں پر اعتماد 341
بدعتوں کے فروغ اور ظہور کے عظیم ترین اسباب... 342
غلو کی حقیقت 342
رقیہ اور راقیوں کی شرعی مخالفتیں اور منکرات 344
علاج میں جنوں سے استعانت کا حکم
استعانت کا لغوی معنی 344
استعانت کی اصطلاحی تعریف 344
استعانت کی قسمیں 345
موجودہ صورت حال 347
جنوں سے مدد حاصل کرنے والے راقیوں... 347
جنوں سے استعانت کا حکم 348
منع وتحریم کے اہم دلائل کی ترجیح کا اظہار وبیان 349
ایک اشکال اور اس کا جواب 351

جنوں سے استعانت کے متعلق علماء کے اقوال 361
۱۔ الآداب الشرعیۃ میں ابن مفلح لکھتے ہیں 361
مسئلہ استعانت میں امام ابن تیمیہ کو ڈھال بنایا گیا 362
۲۔ صالح جن کے پتہ چلانے کا پیمانہ۔۔البانی ؟ 362
۳۔ ابن عثیمین کی رائے 362
رقیہ میں جنوں سے مدد لینا اوران کا استعمال کرنا 363
۴۔سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی کی رائے 364
۵۔کمیٹی کا دوسرا فتویٰ 365
۶۔سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ ابن باز کا فتویٰ 365
۷ فضیلۃ الشیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ کی رائے 366
۸۔ علامہ صالح الفوزان کا فتوی 367
۹۔ لجنہ دائمہ کا ایک اور فتوی 367
۱۰۔ جنوں سے مدد لینے والا کاہن ہے 369
۱۱۔ ایک راقی کا طریقۂ علاج... 369
۱۲۔ جنوں سے خدمت لینا ناجائز ہے 371
۱۳۔ علاج میں جنوں سے مدد لینے کا حکم 371
۱۴۔ جنوں سے استعانت شرک اکبر ہے 372
۱۵۔ اس عمل کی کمائی حرام ہے 373
۱۶۔ مدینہ کے ایک جج کا استفتاء اور لجنہ دائمہ 374
۱۷۔ سانپ اور بچھو نکال دینا ایمان اور تقویٰ کی علامت نہیں ہے 376
۱۸۔ علاج کا یہ طریقہ بدعتی خرافاتی اور شیطانی طریقہ ہے 377
جنوں سے استعانت حرام ہے۔وحید بالی 380
جنوں سے استعانت کرنے والے رقاۃ۔خالد حبشی 381
موخر الذکر دونوں بزرگوں کے اقتباسات کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ 381
جنوں سے استعانت کو جائز قرار دینے والوں کے کچھ دلائل کا جائزہ 384
۱۔ حدیث ابن مسعود 384
۲۔ حدیث عتبہ بن غزوان 384
۳۔ حدیث ابن عباس 385
علامہ شوکانی کا تبصرہ 385
۴۔ ابوموسیٰ اشعری کی روایت 385
۵۔ ابن عمر کی روایت 386
۶۔حضرت عمر کی روایت 387
مذکورہ دلائل کا جواب 388
راقیوں کی طرف سے مریضوں کو مارنے پیٹنے اوران کے ساتھ تشدد کرنے کا حکم 391
ایک تحقیق۔ اور مار پیٹ کے وجوھات جواز از شیخ خالد حبشی 391
اسامہ معانی صاحب کی تحریر 396
ام ابان کی روایت 397
عثمان بن ابی العاص روایت 397

اس موضوع پر وارد ایک اثر 397
کچھ علمائے امت کے منقول فرمودات 398
ابن تیمیہ 398
ابن مفلح 398
ابن باز 399
ڈاکٹر محمد بن عبداللہ صغیر 400
اسامہ معانی صاحب کا مباحثہ 401
ایک نہایت ہی تجربہ کار راقی کا فرمودہ 403
راقیوں کی طرف سے مریضوں کے علاج میں 405
الکٹرک شاک (بجلی کے جھٹکوں) کا استعمال کرنا
ایک راقی کا سچا واقعہ 406
پروفیسر علی بن یاسین کا ارشاد 407
ڈاکٹر حلمی عبدالحافظ داود کی تحقیق 407
گلا گھونٹنا 408
ڈاکٹر حسنی موذن کا بیان 408
پروفیسر علی بن محمد یاسین کی تحریر 408
اسامہ معانی صاحب کی تحریر 409
علاج میں لاتوں اور مکوں کا استعمال 410
ایک سچا واقعہ 410
راقیوں کے لئے مریض کو جسمانی اذیت پہنچانے کا 411
شرعی حکم
رقیہ کرتے وقت غیر محرم خواتین کو چھونا یا ان کے 416
ساتھ خلوت میں جانا
مریضہ کے ساتھ خلوت 417
وہ اہم امور جن کا لحاظ کرنا عورتوں کے علاج میں 422
لازم اور ضروری ہے
عورتوں کے ساتھ خلوت اور ان کے جسم کو چھونے کا 429
شرعی حکم
سعودی عرب کی افتا کمیٹی کا فتوی 430
علامہ ابن عثیمین کا فتوی 431
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے شیخ الجامعہ کا فتوی 431
سعودی عرب کے قاضی القضاۃ کا فتوی 431
مگر ایک صاحب کا خیال اس کے برعکس ہے 432
مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی سنگینی پر ابن قیم کا 438
بیان
رقیہ میں خوشبو کی دھونی کا استعمال 441
کیا عمدہ خوشبو شیطانوں کو بھگا دیتی ہے؟ 444
جن زدہ کو بھیڑیے کی کھال سنگھانے سے متعلق 445
سعودی عرب کی افتا کمیٹی کا فتوی
رقیہ شرعیہ میں جدید ٹکنالوجی کا استعمال 446
شرعی حکم 450
ریکارڈ شدہ قرأتوں سے رقیہ کا شرعی حکم 455
لاؤڈ اسپیکروں اور فون کے ذریعہ رقیہ کا شرعی حکم 458
سٹیلائٹ چینلوں سے رقیہ کے متعلق اردن کے 458

سرکاری دار الافتاء کا فتوی اور قرارداد
فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان کی نصیحت 459
اجتماعی رقیہ 462
اجتماعی رقیہ کا شرعی حکم 462
اسامہ المعانی صاحب کی پیش کردہ تفصیلات 465
اجتماعی رقیہ پر مرتب ہونے والے کچھ مفاسد 465
معالج سے مربوط ہوجانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا 467
حقوق زوجیت کی ادائیگی میں لاپرواہی 468
وسوسہ اور وہم 468
کچھ معالجین کا عورتوں کے ساتھ تعامل میں تساہل سے کام لینا 469
معصیت اور وقت کی بربادی 470
مریضوں کے اسرار کا افشا کرنا 470
نفسیاتی بیماریوں کا شائع ہونا 471
اس سلسلے کی ایک نئی بدعت 472
رقیہ کو تجارت بنالینے اور اس پر اجرت لینے کا حکم 472
ایک سعودی مولفہ کی تحریر 472
رقیہ پر اجرت کا حکم 474
رقیہ میں لی جانے والی اجرت کی فقہی حیثیت 477
جُعْل کی لغوی تعریف 477
اصطلاحی معنی 478
فقہاء کی اصطلاح میں 478
جُعَالہ کے جواز پر دلیل 478
جعالہ کچھ مسائل میں اجارہ سے مختلف ہوتا ہے 479
مگر موجودہ اندھیر کا کوئی جواز نہیں ہے 488
النوازل فی الرقیہ کی فاضل مولفہ کی تحریر 488
شیخ ابن عثیمین سے ایک سوال اور ان کا جواب 489
کمائی کا ذریعہ بنانے پر ابن عثیمین کی ناراضگی 490
ابن جبرین کی نصیحت 491
شیخ صالح آل الشیخ کا ارشاد 491
ڈاکٹر عبداللہ طیار کا نقطہ نظر 492
لجنہ دائمہ کا ایک فتوی 492
شیخ محمد صالح الجزاع کی تحریر 492
شیخ فتحی جندی صاحب کے فرمودات 493
کچھ راقیوں کے غلط تصرفات کے نمونے 497
پانی اور تیل پر قرأت اور دم کرنے کا حکم 499
برتن یا کھانے پینے کی چیز میں پھونکنے کی ممانعت 499
تبرک کی ایک حدیث اور لائق توجہ امور 500
علامہ البانی رحمہ اللہ کے فتاوے 501
علامہ البانی کا دوسرا فتویٰ 502
علامہ البانی کا تیسرا فتویٰ : پانی پر رقیہ کا حکم 503
علامہ البانی کا چوتھا فتویٰ 503
شیخ کا پانچواں فتوی 503
فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ کا کلام 504

فضیلۃ الشیخ محمد امان جامی رحمہ اللہ کا کلام 504
پانی پر قرأت سے متعلق شیخ محمد حامد فقی کا کلام 505
فضیلۃ الشیخ علی حلبی حفظہ اللہ کا فتوی 507
پانی پر دم کے جواز کے لئے پیش کئے جانے والے کچھ دلائل کا جائزہ 508
یہ جادو اتارنے کے طریقے ہیں یا بدعات ومحدثات ہیں ؟ 515
عربی نشرہ (جادو اتارنے کا عمل) اور جادو کو تحلیل کرنے کا عمل 515
علاج کے لئے بھیڑیے اور جن زدہ دوشیزہ سے مدد لینے کا حکم 518
یہاں سفید مرغ کا قضیہ بھی ہے 519
پھر سے حافظ ابن حجر کی طرف 519
علامہ شوکانی کی ایک شاندار اصولی بات 520
نشرہ کی تعریف 521
کلہاڑی والے نسخے پر صاحب فتح المنعم کا تبصرہ 521
قصیدۂ بردہ کی تلاوت اور اس کا پانی پینا 521
تجربوں کو حجت بنانے کی تردید 523
کبھی کبھی دعائیں تو قبول ہو جاتی ہیں مگر وہ ہلاکت کا سبب بھی بن جاتی ہیں 524
دعا کی قبولیت اس کی مشروعیت کی دلیل نہیں ہے 525
سبب قبولیت کے تعین میں غلط فہمی 535
اسلام میں تعویذ گنڈوں کا حکم 542
تعویذ گنڈے 542
تمائم یعنی تعویذ گنڈوں کے حقائق اور شرعی احکام 543
زمانہ جاہلیت میں پائی جانے والی تعویذوں کا بیان 545
عقرہ 546
الوجیھہ 546
الودع 546
یشب : (ایک رنگارنگ قیمتی پتھر) 546
زمرد 547
تحویطۃ : (محافظ تعویذ گنڈے) 547
حقاب : (عورت کی کمر کا پٹکا یا پٹی) 547
وَتر (تانت) 547
تولہ : (جادو ٹوٹکا، محبت کا تعویذ) 547
خرگوش کا ٹخنہ : (كعب الأرنب) 547
ڈنسے ہوئے شخص پر زیور لٹکانا 547
تمائم (تعویذوں) سے متعلق اسلام کا موقف 549
تعویذوں کے متعلق آثار سلف 553
تعویذوں کی حرمت کے متعلق علماء کے اقوال 556
اس قسم کی تعویذوں کی حرمت پر علماء کا اتفاق ہے، ذیل میں ان کے کچھ اقوال پیش خدمت ہیں 556
احناف 556
مالکیہ 556

شوافع 556

حنابلہ 557

ان تعویذوں کی اقسام جنھیں عالم اسلام میں فروغ حاصل ہے 558

وہ تعویذیں جو متفقہ طور پر حرام ہیں 558

نوع اول : وہ تعویذیں جن میں بعض اسمائے مجہولہ اور شرکیہ اشعار پائے جاتے ہیں 559

دوسری قسم : مجہول تعویذیں 561

عصر حاضر کے بدلے ہوئے انداز 564

تیسری قسم : وہ تعویذیں جن میں درحقیقت کوئی نفع نہیں ہوتا ہے 565

پتھروں اور کوڑیوں وغیرہ سے متعلق اعتقاد 565

کچھ حیوانات سے متعلق اعتقاد 566

چوتھی قسم : وہ تعویذیں جن میں کچھ قرآن بھی پایا جاتا ہے 567

مذکورہ ہمہ اقسام کی تعویذوں کا حکم 569

قرآنی تعویذیں 571

قائلین جواز اور ان کا موقف 572

پہلا قول جواز کا ہے 572

تعویذوں سے ممانعت والی احادیث کا جواب 573

قائلین جواز میں اختلاف 573

مانعین جواز اور ان کا موقف 575

دوسرا قول : تحریم کا ہے 575

قرآنی تعویذیں لٹکانے کے مانعین کے دلائل 576

اس موضوع سے متعلق درست مسلک 578

قائلین جواز کے دلائل کا جائزہ 580

تعویذوں کی دنیا آج بھی جاہلی خرافات کے قدم بہ قدم ہے 584

علم الحروف کا تعارف 585

حروف اور اعداد کے درمیان تعلق کی نوعیت 587

ابجدی ترتیب 588

اس کی تاریخ 589

اس علم کو ممنوع اور حرام قرار دینے والے علماء وائمہ 590

علم الحرف یا علم الأوفاق پر مبنی نقوش اور تعویذوں کا حکم 590

علم الأوفاق 590

قول اول 591

قول ثانی 591

تصویب وترجیح 592

خلاصہ بحث 593

رقیہ کے لئے تفرغ کی شرعی قباحتیں 595

رقیہ کے لئے خود کو فارغ کرنے اور اسے پیشہ بنانے کے مفاسد 599

اس سے لوگوں کا عقیدہ خراب ہوتا ہے اور قرآن کی اہمیت کم ہوجاتی ہے 599

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میں کوئی اس کام کے لئے فارغ نہیں ہوا 600
اگر یہ خیر کا کام ہوتا تو سابقہ بزرگ اس میدان میں بھی سبقت لے گئے ہوتے 600
قدیم بزرگوں نے اپنی دین فہمی اور فقاہت کی وجہ سے یہ پیشہ اختیار نہیں کیا تھا 601
لوگوں کا عقیدہ بگاڑنے کے لئے شیاطین لاشعوری طور پر راقیوں کی مدد کرتے ہیں 601
شیطان کی چالیں صرف بڑے علماء اور فقہاء ہی سمجھتے ہیں، اس لئے خبردار! 603
ہشیار ! خوارق سے آدمی کا درجہ گھٹ بھی جاتا ہے 604
لوگوں کی بھیڑ سے راقی فریب نفس اور عجب وخود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے 605
پیچھے پیچھے چلنے والوں اور ماننے والوں کی کثرت ایک فتنہ ہے 605
راقی حضرات بلا علم گفتگو اور اٹکل سے تشخیص کرتے ہیں 606
ایک ہی قرأت میں سوسو آدمیوں کا کلیان کر دینے کی دلیل کہاں ہے 607
اگر اہل حق اس سے باز نہ آئے تو مال وزر کے لئے دجالوں کی کثرت ہوگی 607
رقیہ کے پیشہ کو مستحب اور کار ثواب سمجھنا ایک بدعت ہے 608
کچھ لوگ قبولیت دعا کے لئے معروف تھے مگر انھوں نے خود کو رقیہ کے لئے فارغ نہیں کیا 608
جس طرح خود کو دعا کے لئے خاص نہیں کر سکتے اسی طرح رقیہ کے لئے بھی خاص نہیں کرنا چاہیے 609
اگر فائدہ اور نقصان دونوں مقابل ہوں تو نقصان سے بچنا فائدے کے حصول پر مقدم ہے 609
جب یہ نہیں کہتے کہ آؤ ہم سے دعا کرالو تو یہ کیوں کہتے ہیں کہ آؤ ہم سے رقیہ کرالو 610
رقیہ کو پیشہ بنانا لوگوں کو اللہ سے دور کر دیتا ہے 610
وہ علماء جو رقیہ کے لئے تفرغ یا رقیہ سینٹر یا کلینک کے مخالف ہیں اور انھیں غیر شرعی کام سمجھتے ہیں 611
رقیہ اور راقیوں سے متعلق ۸۳ مخالفتیں اور منکرات 615
ممبرا شہر کا ایک رقیہ سینٹر 620
حضرت رکشا ڈرائیور بھی راقی اعظم 621
موضوع سے متعلق بعض شبہات اور ان کا ازالہ 623
رقیہ کا تعلق علاج سے ہے اس لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے 623
حدیث من استطاع سے استدلال 625
اصلا مشروع چیزوں پر قیاس 626
اہل حدیث کے یہاں وسائل دعوت توقیفی ہیں 631
مصالح مرسلہ 631

فقہاء نے مصلحت کی تین قسمیں بیان کی ہیں 632
مصالح معتبرہ 632
لغو مصلحتیں (المصالح الملغاۃ) 632
مصالح مرسلہ 634
رقیہ کو پیشہ بنانا اور رقیہ سنٹر قائم کرنا مصالح مرسلہ میں داخل نہیں ہو سکتے ہیں 634
حفاظت دین کے مقصد کی خلاف ورزی 634
حفاظت عقل کے مقصد کی خلاف ورزی 635
حفاظت نسل کے مقصد کی خلاف ورزی 635
حفاظت نفس کے مقصد کی خلاف ورزی 635
حفاظت مال کے مقصد کی خلاف ورزی 635
مصلحت کے متعلق امام ابن تیمیہ کے ارشادات 636
مصالح مرسلہ کے سلسلے میں علامہ شنقیطی کا کلام 636
بدعت اور مصلحت مرسلہ کے درمیان وجوہ اجتماع 637
بدعت اور مصلحت مرسلہ کے درمیان وجوہ افتراق 637
رقیہ اور مادّی طب کا فرق 639
ممنوع پیشوں کی فہرست 641
راقی کا پیشہ شرعی طور پر اس لیے درست نہیں ہے 641
رقیہ ورقاۃ اور ان کی بدعات و منکرات پر اہل علم کے فرمودات 644
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا فتویٰ 645
رقیہ کا پیشہ اگر ثواب کی نیت سے ہو تو بدعت ہے 646
تنویم مقناطیسی اور روحوں کی حاضری کے بعد 647
علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس موضوع پر دوسرا فتوی پیشہ ور لوگوں کے پاس علاج کے لئے جانا ہرگز جائز نہیں ہے 649
علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس موضوع پر تیسرا بیان رقیہ کے موجودہ پیشے کا تعلق دجل وفریب، شیطانی وحی والہام اور کہانت سے ہے 649
علامہ البانی رحمہ اللہ کی اس موضوع پر چوتھی رہنمائی جن اتارنے کا پیشہ اختیار کرنے والوں کا شمار کاہنوں میں ہے 651
علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس موضوع پر پانچواں کلام رقیہ کا پیشہ اختیار کرنے والے لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھا کھا کر سرمایہ دار بن گئے 652
مذکورہ تبصرے اور ارشادات لائق تدبر و توجہ ہیں 653
علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کے فرمودات 656
علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کا دوسرا فتویٰ 656
علامہ جمال الدین قاسمی کی ایک چشم کشا تحریر 662
ایک بنت حوا کی آپ بیتی 665
علامہ محدث ربیع بن ھادی مدخلی کے فرمودات 667
مدینہ کے ایک راقی کو علامہ کی نصیحت 668
عقیدۂ توحید کے استحکام اور مضبوطی سے جنات اور شیطان دور بھاگتے ہیں 668

پیشہ وارانہ مقابلہ آرائی کے بعد 669
رقیہ میں بھی رسول کی اتباع ضروری ہے 669
رقیہ کے لئے خود کو فارغ کر لینے والا اپنے دین میں متہم ہے 669
خسیس راقی کی برباد حرکتیں 670
منصب افتا کی طرح منصب رقیہ پر فائز ہونا سراسر غلط ہے 671
علاج میں تکلف سے گریز اور شریعت کی پابندی لازم ہے 671
رسول کی سچی اتباع یہی ہے کہ رقیہ میں ایجادات نہ کی جائیں 671
اگر واقعی سلفی ہو تو رقیہ میں شہرت طلبی سے دور رہو اور رقیہ کے اجارہ دار نہ بنو 672
کیا رقیہ میں تجربہ کی گنجائش ہے ؟ 673
کیا مسلمان جن کو مخاطب کرنا جائز ہے ؟ 673
رقیہ طلب کرنا مکروہ ہے 673
پانی پر قرآن پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ 675
فضیلۃ الشیخ صالح السحیمی کے فرمودات وارشادات بابت رقیہ کی بدعات 676
ان خرابیوں میں سے ایک 676
اس کی ایک خرابی یہ بھی ہے 677
رقیہ کو پیشہ بنانے پر ایک خرابی یہ بھی پیدا ہوتی ہے 677
اس کے مفاسد اور خرابیوں میں سے یہ بھی ہے 678
ایک خرابی یہ بھی ہے 678
راقیوں کی ایک بدعت اجتماعی رقیہ ہے 678
راقیوں کی بدعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے 679
راقیوں کی ایک خرافات یہ بھی ہے 679
محدث یمن فضیلۃ الشیخ علامہ مقبل بن ھادی الوادعی رحمہ اللہ 680
مشہور سلفی عالم فضیلۃ الشیخ محمد علی فرکوس کا فتویٰ 680
معالی الشیخ الدکتور صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ کی رائے 681
فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر سلیم بن عید ہلالی حفظہ اللہ محدث بلاد اردن کی پیشہ ور راقیوں پر شدید نکیر 682
رقیہ کے لئے خود کو فارغ کر لینے کا حکم از فضیلۃ الشیخ احمد بن یحییٰ نجمی رحمہ اللہ 685
معالی الدکتور الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل الشیخ حفظہ اللہ کے خطاب سے چند اقتباسات 686
رقیہ کو پیشہ بنانا سب سے بڑی شرعی مخالفت ہے 687
رقیہ کا پیشہ اختیار کرنے والے ممنوع اور غیر شرعی کام کرتے ہیں 687
راقی حضرات کا جنوں سے مدد لینا سخت منکر کام ہے 687
جنوں سے مدد لینے والوں نے امت کو بڑی مصیبت میں ڈال دیا 688

راقیوں کے غیر مشروع طریقے اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کے حرام وسیلے 689
راقیوں کی شکایت سرکاری اداروں تک پہنچانا دینی ذمہ داری ہے 690
رقیہ سے متعلق مسائل سے آگاہ رہنا تمام مسلمانوں کی دینی ذمہ داری ہے 691
اپنے گھر کی خبر رکھیں غفلت تباہ کن نہ ہوجائے 691
کسی کی ظاہری شخصیت سے دھوکہ نہ کھائیں اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیں 692
خودساختہ قرآنی علاج کرنے والے امت کے لئے فتنہ بن چکے ہیں 692
نجد میں شرک خودساختہ معالجین کے ذریعہ پھیلا تھا 693
ایک بدعتی اور ممنوع رقیے کی مثال جس میں کوئی شرک نہیں پایا جاتا ہے 693
اچھا اور صحیح راقی لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی کرتا ہے نہ فتوحات گنا تا ہے... 694
سب کے شیخ عزت مآب علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا تبصرہ... 695
بہت سے راقیوں کے پاس رقیہ سے متعلق بصیرت نہیں ہوتی 695
جنوں کی باتوں پر اعتماد جائز نہیں 697
فضیلۃ الشیخ علامہ محدث عبدالمحسن العباد کا فتویٰ 698
فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی بن محمد بن ناصر الفقیہی حفظہ اللہ کی کتاب کے اقتباسات 698
رقیہ سنٹروں نے فساد عقیدہ اور فتنوں کا دروازہ کھول دیا ہے اس لئے انہیں بند کردینا چاہیے 698
رقیہ سنٹروں کی کوئی ضرورت نہیں 700
رقیہ سنٹروں پر آنے والے مریضوں کی اکثریت وہمی یا نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوتی ہے 700
حصول مال وزر کے لئے راقیوں کی مقابلہ آرائی اور سینٹروں کے لئے پروپیگنڈے 701
لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے اشتہاری وسیلے 702
سلف میں کوئی بھی رقیہ کا کام کرنے کے لئے فارغ نہیں تھا 702
کچھ عرصہ پہلے جن زدگی کے واقعات شاذونادر ہی ہوتے تھے... 703
حکام کو چاہیے کہ لوگوں کے عقیدے کی حفاظت کے لئے ان رقیہ سینٹروں کو بند کرادیں 704
رقیہ کے متعلق عوامی بیداری پیدا کرنا ائمہ مساجد کی ذمہ داری ہے 705
فضیلۃ الشیخ ناصر العقل کا اس موضوع پر ایک گرانقدر خطاب 705
لوگوں کا خیال یہی ہے کہ رقیہ صرف دوسروں سے کرایا جاتا ہے 705

راقیوں کی تلاش میں مارے مارے پھرنا 706
رقیہ کے لئے مال کی شرط رکھنا جائز نہیں 706
رقیہ کو پیشہ بنانا غلط اور بے بنیاد ہے 707
رقیہ کو پیشہ بنانا 707
جنوں سے مدد لینا اور ان کی تصدیق کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے 708
جنوں سے بات چیت صحابہ اور سلف سے ثابت نہیں ہے 709
شیاطین راقیوں سے کھیلتے ہیں اور انہیں بے وقوف بناتے ہیں 709
یہ سب دجالوں کے طریقے ہیں 711
''اجتماعی رقیہ'' 711
رقیہ کے درمیان نظر لگانے والے کو خیال میں لانا 712
نظر لگانے والے اور جادو اور جادوگر کی معرفت کے لئے جنوں سے کام لینا 713
ظنی علامتوں سے مرض کی تشخیص 715
اس میدان میں تجربے اکثر دھوکا دیتے ہیں 716
دکتور ناصر العقل صاحب نے جادوٹونے کے آثار اور مشکلات کے علاج... 716
رقیہ اور راقیوں کے انحرافات اور مخالفتوں کے متعلق فضیلۃ الشیخ عبدالرحمان بن عبداللہ السندر حفظہ اللہ کی تحقیقی اور میدانی رپورٹ 717
رقیہ میں شرعی مخالفتیں 718
رقیہ کو پیشہ بنالینا، اسکے لئے فارغ ہوجانا... 719
عورتوں کا رقیہ کرنے میں تساہل سے کام لینا 720
کچھ راقیوں کا مریض کی حالت سے متعلق بعض غیبی امور... 720
الیکٹرک شاک (بجلی کے جھٹکوں) کا استعمال 723
توجہ اور اہتمام والے رقیہ کی بدعت 723
فون یا ریکارڈنگ مشین کے ذریعہ رقیہ 724
تخیلی قرأت 724
اجتماعی رقیہ 725
مریض کو طبی دواؤں کے استعمال سے روک کر سنگین... 726
مرقی (رقیہ کرانے والے) کی شرعی مخالفتیں 726
رقیہ کرانے والے کا سارا تعلق رقیہ کرنے والے... 726
کچھ عورتوں کی بے پردگی 727
ہمیشہ دوسرے ہی سے رقیہ طلب کرنا 727
عافیت کی طلب میں جلد بازی کا مظاہرہ کرنا 728
شفا کی جستجو میں بعض عورتیں ان راقیوں کے ساتھ... 728
مرقی بہ (یعنی وسائل رقیہ) میں شرعی مخالفتیں 728
راقیوں کی نگرانی سے متعلق شعبۂ امر بالمعروف والنھی عن المنکر کے مرکزی ادارے کی کاوشیں 729
راقیوں سے متعلق مخالفتیں 729

شرکیہ مخالفتیں 729

رقیہ کی بدعتیں اور خود ساختہ طریقے 730

جو باتیں مرقیوں سے متعلق ہیں 733

جو باتیں رقیہ سے متعلق ہیں 733

فضیلۃ الشیخ ابوانس محمد بن فتحی آل عبدالعزیز اور فضیلۃ الشیخ ابوعبدالرحمان محمود بن محمد الملاح 734

معالجین کی کچھ بدعتیں اور خطائیں 734

جنوں کے ساتھ گفتگو اور ان کی تصدیق 735

جنوں سے کئے جانے والے ان مکالموں سے... 737

علاج میں جنوں سے مدد لینا 737

جنوں سے استعانت کی اصل 737

حاصل گفتگو یہ ہے کہ 739

جنوں کی رضامندی کی جستجو اور... 740

جنوں کے لئے جانور ذبح کرنا شرک باللہ ہے 741

تجربے پر اعتماد کرنا 741

رقیہ کے لئے فارغ ہو رہنا 743

رقیہ کی اجرت اور فیس میں توسع 744

خواتین کا علاج 745

علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رحمہ اللہ پر تعویذ گنڈا کرنے والوں کی یلغار 746

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر حسان الدین عفانہ رحفظہ اللہ رقیہ کے لئے تفرغ درست نہیں 749

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب کے فرمودات وارشادات 749

تعویزات وعملیات اور استخارہ کی اغلاط

اضافہ 750

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد احمد اسماعیل المقدم مصری رحفظہ اللہ کے خطاب سے چند اقتباسات 755

ایک خبیث شکار جو دین کے نام پر چل رہا ہے 755

جن جادو وغیرہ پہلے نانیوں دادیوں کا موضوع سخن... 757

علاج سے پہلے مرض کی تحقیق ضروری ہے 758

کہانت وعرافت داڑھی پگڑی اور کُرتے میں 761

جن زدگی اور جادو وغیرہ کے رواج کے اسباب... 762

غیبی امور سے متعلق آگاہی کے شدید اشتیاق... 762

جن زدگی کو فروغ دینے میں کوتاہ علم اور کم ایمان... 762

یہ تو عورتوں کا وظیفہ تھا 764

یہ راقیوں ہی کی برکت ہے کہ ہر بیمار جن زدہ لگتا ہے 765

جنوں کا حد سے بڑھا ہوا خوف اور اس میں مبالغہ آرائی 765

انسانوں نے ہی جنوں کو اپنے اوپر شیر کیا ہے 767

شیطان ایمان والوں سے ہمیشہ مغلوب اور... 767

معالجین کی دہشت گردی اور سینہ زوری 770

جناتی دوروں اور جن زدگی کے علاج میں تعمق... 770

کہاں گئی سلفیت ؟ 771

مریضوں کو پیٹنے والے راقیوں سے سوال 771
مگر جو دورے کے مریض کو پیٹتا ہے 771
قرآن کریم سے علاج کرنے والوں کی بدعتیں 772
قرآنی علاج کو پیشہ بنانا 772
جنوں سے استعانت اوران کی تصدیق 773
بے تحاشا پیٹنے اور بری طرح مارنے کا وطیرہ 774
یہ راقی ظالم، قاتل اور خونی ہیں 775
یہ جن زدہ نہیں جسمانی یا نفسیاتی مریض ہیں 775
یہ معالجین شرک کا ارتکاب کرتے ہیں 776
نیک مقصد کے لئے وسیلہ بھی جائز ہونا چاہیے 777
کچھ کتابیں بڑا دھوکہ دیتی ہیں ان سے ہوشیار رہیں 777
علم طب کے بغیر طبی جڑی بوٹیوں اور دواؤں کا استعمال 778
کچھ راقیوں کے ناجائز حیلے جو حرام ہوتے ہیں 778
جنھیں سورۂ فاتحہ بھی پڑھنا نہیں آتا وہ بھی راقی صاحب بن گئے ہیں 779
جنوں کے مطالبات پورے کرنا 779
رقیہ کے خودساختہ طریقوں میں توسع اور نت نئی بدعتیں 779
دجال کو دام کچھ نہیں لگتا صرف داڑھی، پگڑی یا ٹوپی... 780
رقیہ کی تجارت، چالیس ریال کیلو کا مال سو ریال... 781
ظنون و اوہام کے کرشمے، اداکاریاں اور راقیوں کی چاندی 782
جن زدگی اور وہم کے شکار مریضوں کے نمونے 785
ان مبینہ حکایات میں ایک راقی صاحب کی زوجۂ محترمہ کا قصہ بھی ہے 786
مخصوص اغراض کے لئے جن زدگی کے ڈرامے 787
جناب من! تجربات کی واماندگی ایک اجلی حقیقت ہے 787
قرآنی علاج کا پیشہ اختیار کرنا طریق سلف کے خلاف ہے 789
مریضوں پر پڑھنے کا پیشہ اختیار کرنا عورتوں کے فتنے سے دوچار ہونے کے اسباب میں سے ہے 791
جہالت اور سرکشی سے جان محترم کا قتل ناحق 794
بیچاری وھیبہ کا قصہ 794
جنوں سے استعانت (مدد لینے) کی حرمت 795
جن زدگی کا قرآنی علاج کرنے والوں کو نصیحت 796
فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحیم بخاری حفظہ اللہ 797
رقیہ کا طریقہ اور راقیوں کی خطائیں
رقیہ شرعیہ کو مشغلہ بنانے کا قضیہ... 797
اٹکل سے تشخیص 798
تجربے نہیں دلیلیں دیجیے 798
ایک خاص بات کی جانب آپ کی توجہ مبذول... 798
اس باب میں تجربے کے عدم صحت کی مختلف وجوہات ہیں 800
تب پھر اس تجربے کی صداقت کیونکر متحقق ہوسکے گی؟ 800
جنات غیبی دنیا کی مخلوق ہیں اور ان کے اپنے طور 801

طریقے ہیں جن کے متعلق ہمارا علم غیر یقینی ہے
کیا ان کی تصدیق کرنا جائز ہے ؟ 801
انسان کو اذیت پہنچانے والا جن کم از کم فاسق ہوتا ہے 802
راقی حضرات اپنی جہالت سے جنوں کی تصدیق کرتے ہیں اور ان سے... 803
جنوں سے مکالمہ کا حق آپ کو کس نے دیا ہے؟ اس کی دلیل کیا ہے ؟ 804
کیا وہ آپ سے پوچھ کر اندر گیا تھا کہ آپ اسے باہر آنے کا طریقہ بتاتے ہیں ؟ 804
تجربہ کار راقی صاحب بھول بھلیوں میں چکراتے پھرتے ہیں 805
یہ دورہ آپ ہی کا وارد کردہ ہے جناب راقی صاحب! 805
آخر آپ اسی جگہ کیوں دباتے ہیں ؟ 806
یہ خونخوار وحشی لوگوں کی جان بھی لے لیتے ہیں 807
میں آپ کو اس کی ایک مثال دیتا ہوں 807
دھوکہ دیتے ہیں یہ بازیگر کھلا 807
راقی کا بھیڑیا جنات خور ہوتا ہے 808
اس کام کے لئے فارغ ہونا خطا اور سلف کی روش کے خلاف ہے 809
ہوشیار! جہال بھی رقیہ کا کام کر رہے ہیں 809
نامحرم عورتوں کے ساتھ خلوت کا کیا جواز ہے ؟ 810
اس باب میں ایک بڑی خطا یہ بھی ہے 810
ادھر دست درازی اور ادھر بے غیرتی کیوں ؟ 810
بڑی غلطیوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو سابقہ خطاؤں ہی سے تعلق رکھتی ہے 810
یہ رقیہ کے تقاضے نہیں شہوتوں اور جہالتوں کے تقاضے ہیں 811
یہ جنات بھی بڑے ظریف اور شوخ ہوتے ہیں 811
جناتوں کے قاتل راقی صاحب! آخر یہ کس جرم کی سزا ہے؟ 812
یہ سارا کھڑاگ صرف اسی لئے ہے کہ لوگ صرف میرے پاس ہی آئیں 813
اصل یہی ہے کہ آدمی اپنا رقیہ خود کرے 814
رقیہ مروجہ شرک کا وسیلہ بنتا جا رہا ہے 815
میں کہتا ہوں لوگوں کی ایک خطا یہ بھی ہے 815
ابلیس راقیوں میں غرور پیدا کر دیتا ہے 815
ان مسند نشین راقیوں کے خطرات میں سے ایک 815
یہ تو عین غرور ہے، ہاں میاں عین غرور ہے 815
اس فریب خوردہ راقی کے اندر ایک غرور یوں بھی رینگ آیا تھا کہ وہ کہتا ہے 816
آغاز تو اچھا ہوتا ہے مگر انجام برا ہو جاتا ہے 817
ایک باکمال راقی کا ہوائی رقیہ! ایک زبردست ایجاد 817
اے میاں راقی صاحب! کیا تم جادوگروں سے کچھ کم ہو؟ 819

ذکر الٰہی کی اہمیت اور فوائد 821
ذکر کا لغوی معنی 821
ذکر کا اصطلاحی معنی 821
ذکر کی فضیلت 822
دلوں پر سیاہی اور زنگ دو باتوں کی وجہ سے لگتے ہیں 823
ذکر کے اقسام 824
ذکر دعا سے افضل ہے 826
قرآن کی تلاوت ذکر سے افضل ہوتی ہے 827
نماز ان سب سے افضل ہوتی ہے 828
ذکر کے فوائد 829
ذکر کی دلالتیں 840
ذکر سات طرح سے ہوتا ہے 841
ذکر کے آداب واحکام 841
دعا مومن کا ہتھیار ہے 842
دعا کا لغوی معنی 842
دعا کا اصطلاحی معنی 842
دعا کی اقسام 842
دعاء مسئلہ 843
دعاء عبادت 843
خفیہ دعا کی اہمیت اور فوائد 843
دعا سے متعلق کونسی چیزیں منع ہیں؟ 845
مطلق طور پر دعا کو ترک کر دینا 845
خوشحالی اور سہولتوں کے دور میں دعا کو چھوڑ دینے کی ممانعت 846
دعا میں عاجزی اور سستی سے ممانعت 847
دعا میں (اعتدا) زیادتی وسرکشی منع ہے 847
دعا میں تفصیل بھی اعتدا اور زیادتی ہے 848
خود پر اور اپنے بال بچوں پر بددعا کرنے کی ممانعت 849
کسی گناہ اور قطع رحمی (رشتہ داریاں توڑنے) کی دعا کرنے کی ممانعت 850
دعا کو معلق رکھنے کی ممانعت، اور یہ بھی حد سے تجاوز ہے 851
دعا میں جلد بازی کی ممانعت 851
دعا میں تھکاوٹ اور اکتاہٹ سے ممانعت 852
قلبی غفلت کے ساتھ دعا کرنے کی ممانعت 852
ماثور دعا میں وارد لفظ کو بدلنے کی ممانعت 852
دنیا میں تعجیل عقوبت (جلد سزا دے دینے) کی دعا کرنے کی ممانعت 853
دعا میں بندش لگانے یا تنگی پیدا کرنے کی ممانعت 853
ایسی چیز کے متعلق دعا کرنا جس کے بارے میں پہلے ہی فیصلہ کیا جا چکا ہے 854
دعا میں تصنع وتکلف اور مسجع عبارتوں کا استعمال بھی سرکشی اور زیادتی ہے 854
نماز میں داعی کو اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے 855

سے منع کیا گیا ہے
دعا میں آواز بلند کرنے اور جہری طور پر دعا سے روکا گیا ہے 855
دعا کی اہمیت وفضیلت 856
دعاء عبادت 859
دعاء مسئلہ وطلب 860
دعا کے آداب 864
قبولیت دعا کے لئے مناسب احوال ومقامات 866
وہ افراد جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں 870
مظلوم کی دعا 870
والد اپنی اولاد کو دعا یا بد عا دے 870
مسافر کی دعا 870
روزے دار کی دعا 871
پریشان حال کی دعا 871
والدین کی فرمانبردار اولاد کی دعا 871
وہ مقامات جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں 872
دعا کی عدم قبولیت کے اسباب 872
دعا کی عدم قبولیت کے اسباب پر ایک اہم گفتگو 875
مومن صالح اور فاسق کے درمیان دعا کی قبولیت... 885

# مقدمہ

**إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ، وَ نَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ، فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ: فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔**

**أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.**

اگر امت کے عروج وزوال کے اصولوں کو لفظوں میں محصور کیا جا سکتا ہو تو وہ یہی تین لفظ ہو سکتے ہیں :

علم ، عقیدہ اور عمل

جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی درست اور سچی معرفت حاصل ہوتی ہے، وہ ایمان کے اجزاء سے کما حقہ واقف ہوتے ہیں اور ان کے تقاضوں کو جانتے ہیں، ان میں توحید و شرک، ہدایت وضلال، رشد وغی، سنت و بدعت، حق و باطل، خیر و شر، عدل وظلم، اعتدال وغلو، معتدل روش اور افراط وتفریط کی تمیز ہوتی ہے، حقوق کی معرفت ہوتی ہے، اخلاقی قدروں اور ادب وتہذیب کی بلندیوں اور پستیوں کا علم ہوتا ہے اور ان کے دلوں میں سچا اور ٹھوس عقیدہ اور غیر متزلزل ایمان ہوتا ہے جو دلائل وبراہین کی بینات اور حجج قاطعہ کی بصیرت پر مبنی ہوتا ہے اور وہ عمل پر یقین رکھتے ہیں، محض منصوبے بنانے اور ارادے باندھنے کے بجائے عملی اقدامات کے ذریعہ اپنی جدیت کا اثبات کرتے ہوئے اپنے ثقل کا لوہا منواتے ہیں تو انہیں اپنی حیثیت کا تعین کرانے کے لئے نہ تقریروں کی ضرورت ہوتی ہے نہ تحریروں کی حاجت، تب ان کی زبان حال ومقال بیک وقت بولتی ہے کہ **الجواب ماستری لامانقول**۔ جواب ہم اپنے منہ سے نہیں دیں گے وہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھوگے۔ اور (إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرۡكُمۡ) کے وعدۂ الٰہی کے مطابق پورا معاشرہ امن، خوشحالی، غلبہ واقتدار اور خیرات وبرکات کا ایک مثالی نمونہ بن جاتا ہے، حاسدوں کا حسد، فتنہ پروروں کی شر انگیزیاں جعلسازوں اور حیلہ گروں کی ساری چالیں ان کے خلاف ناکام ہوجاتی ہیں، اور شیاطین عاجز ودرماندہ نظر آتے ہیں، کاروبار فساد کا بازار مندی کا شکار ہوجاتا ہے اور اس کے دوکاندار حسرت ویاس کا نمونہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ امت بلندیوں کی انتہا پر بیٹھی نصرت اور کامرانی کے جھنڈے گاڑ رہی ہوتی ہے۔

مگر جب معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے جہالت کی جڑیں گہرائی تک چلی جاتی ہیں، قوت تمیز وبصیرت گم ہوجاتی ہے، اپنے ہی لوگ حق کی عظمت کو اپنے پیروں تلے روندتے ہیں اور باطل کا جھنڈا اٹھائے گھومتے ہیں، عقیدہ وعمل کی مٹی پلید کرنے والوں کے حق میں زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں، کردار وعمل کی جدیت کے بجائے جھوٹی آرزوں کے ساتھ جیتے ہیں اور سنہرے مستقبل کے خواب دیکھتے ہیں، کرشموں اور چمتکاروں کے منتظر رہتے ہیں، سرابوں کے پیچھے بھاگتے ہیں، ہر آدمی اپنا فریضہ ادا کرنے کے بجائے ناکامی کا ٹھیکرا دوسروں کے سر پھوڑتا ہے، لمبے لمبے تبصروں میں دوسروں کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے، انہیں مورد الزام ٹھہراتا ہے اور خود ملت کی فلاح وبہبودی کے لئے ایک تنکا بھی ادھر سے ادھر اٹھانے کا روادار نہیں ہوتا ہے، جہالت، بدعقیدگی اور بے عملی یا بدعملی جب امت کی شناخت بن جاتی ہے تو وہ دوسروں کے ہاتھوں کا کھلونا یا دوسروں کی ٹھوکروں پر اڑائی اور لڑھکائی جانے والی گیند بن جاتی ہے۔

تاریخ اسلام میں نہ جانے کتنی مثالیں اور شہادتیں موجود ہیں کہ اس کی بربادی کی داستان بدعقیدگی اور بدعتوں سے شروع ہوئی، بنی امیہ کے زوال میں جعد بن درہم جیسے بدعتیوں کے سرغنہ کا سب سے بڑا کردار تھا، جب خلیفہ نے اسے اور اس جیسے لوگوں کو اپنا مشیر بنایا تو اپنی حکومت اور خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھا، عباسی خلافت کی بربادی کا آغاز مامون رشید کے دور میں معتزلہ اور ان کی فکری اور اعتقادی نحوستوں سے ہوا اور اس کا خاتمہ بوعلی سینا اور طوسی و علقمی جیسے ملحدین اور غالی روافض کی مبتدعانہ سرگرمیوں پر ہوا جس کے نتیجے میں تقریباً دس لاکھ سنی مسلمان بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کردئے گئے، جب مصر پر فاطمی رافضیوں کا غلبہ ہوا تو بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے چلا گیا اور متعدد شامی علاقے عیسائیوں نے مسلمانوں سے چھین لئے اور ان کے خلاف ظلم وجبر کا بازار گرم کیا، اسی سلسلے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”جب دین رسول کے مخالف نفاق بدعتوں اور فجور کا ظہور ہوا تو ان پر دشمن مسلط کردئے گئے اور رومی نصاری نے یکے بعد دیگرے شام اور جزیرہ کی طرف خروج کیا، یہاں تک کہ انھوں نے چوتھی صدی کے اواخر میں بیت المقدس لے لیا اور ایک مدت کے بعد دمشق کا محاصرہ کرلیا، اور مسلمان کفار نصاری اور ملحد منافقوں کے درمیان بڑے برے حال کو پہنچ گئے تھے، یہاں تک کہ حکومت کی باگ ڈور نور الدین شہید کے ہاتھ آئی اور انھوں نے جس قدر ممکن ہوا امور اسلام کو قائم اور ظاہر کیا اور اعدائے اسلام سے جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، پھر مصر کے عبیدی بادشاہوں نے نصاری کے خلاف ان سے فریاد کی اور مدد کے طلبگار ہوئے تو انھوں نے ان کی مدد فرمائی اور بڑے

بڑے ماجروں کے بعد بالآخر مصر بنی عبید کے ہاتھوں سے لے لیا گیا، یہ کام صلاح الدین یوسف بن سادی ① نے کیا اور وہاں بنی عباس کے نام کا خطبہ جاری کیا تب سوسال ② تک دین سے مرتد منافقوں کے ہاتھوں میں رہنے کے بعد وہاں اسلام کا ظہور ہوا۔

جی ہاں ! حقیقت یہی ہے کہ رسول پر ایمان اور ان کے دین کے لئے جہاد دنیا وآخرت کے خیر کا سبب ہے، اور اس کے برعکس بدعات والحاد اور رسول کی لائی ہوئی چیزوں کی مخالفت دنیا وآخرت کے شر کا باعث ہے، جب شام ومصر اور جزیرہ میں الحاد اور بدعتوں کا ظہور ہوا تو ان پر کفار مسلط کردئے گئے اور جب انھوں نے ممکنہ حد تک اسلامی تعلیمات کو قائم کیا اور ملحدوں اور بدعتیوں کو مغلوب کردیا تو اللہ نے کافروں کے خلاف ان کی مدد کی...

اور یہی حال اہل مشرق کا بھی تھا کہ جب تک وہ اسلام پر قائم تھے ترکی، ہندی اور چینی اور دیگر کفار ومشرکین پر غالب تھے مگر جب ان میں بدعات والحاد اور فجور کا ظہور ہوا تو کفار ان پر مسلط کردئے گئے... ③

اور بعض مشائخ فرمایا کرتے تھے کہ تاتاریوں کا بادشاہ ہلاکو جس نے عراق میں خلیفہ کو مغلوب کردیا تھا اور بغداد میں قتل عام مچایا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس نے وہاں کے دس لاکھ لوگوں کو تہہ تیغ کیا تھا، ایسے ہی دارالحکومت حلب میں بھی قتل کا بازار گرم کیا تھا اس وقت بعض مشائخ فرمایا کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے لئے ایسے ہی تھا جیسے بنی اسرائیل کے لئے بخت نصر تھا۔ ان لوگوں کے مسلم ممالک میں داخلے کا سبب الحاد ونفاق اور بدعتیں ہی تھیں، صورت حال اس حد تک جا پہنچی تھی کہ رازی نے ستاروں اور بتوں کی پرستش اور جادو کے عمل کے لئے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام انھوں نے **''السرالمکتوم فی السحر ومخاطبة النجوم''** (جادو اور ستاروں کو مخاطب کرنے کا ایک مخفی راز) رکھا تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے یہ کتاب سلطان علاء الدین محمد بن لکش بن جلال الدین خوارزم شاہ کی ماں کے لئے تصنیف کی تھی، یہ سلطان دنیا کے عظیم ترین بادشاہوں میں سے تھا اور رازی کا اس کے ساتھ بہت مضبوط رابطہ تھا یہاں تک کہ اس نے اپنی اولاد کے متعلق انہیں وصیت کی تھی، اور انھوں نے اس کے لئے ایک کتاب **''الرسالة العلائية في الاختيارات السماوية''** کے نام سے لکھی تھی جس میں اس استخارہ کی جگہ جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو سکھایا تھا اہل ضلال کے اختیارات تھے... اہل نجوم کے اپنے اختیارات ہوتے ہیں

① درست لفظ شادی ہے ۔

② یہاں بھی تسامح ہوا ہے یا تصحیف واقع ہوئی ہے کیونکہ مصر میں بنی عبید کی حکومت دوسوسال سے بھی زائد تک تھی۔

③ یہاں قرآن کی آیتیں بیان کی ہیں : (وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ سے وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا)(بنی اسرائیل: ۴-۸)) تک۔

جب ان میں سے کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو طالع سعید (خوش بختی کے تارے) کا انتخاب کرتا ہے پھر اپنے خیال کے مطابق کامیابی کے لئے اس میں اپنا عمل کرتا ہے، اور لوگوں نے ان کی تردید میں کتابیں لکھی ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ ان کے مقصود کے خلاف چیزیں کتنی کثرت سے واقع ہوتی ہیں جو ان کی خبروں اور حکموں کے برعکس ظاہر ہوتی ہیں، اور ان کی کتنی خبریں جھوٹی ہوتی ہیں، اور وہ کتنی چیزوں کے اختیار کا حکم دیتے ہیں جو باعث شر بن جاتی ہیں، رازی نے وہ اختیارات اس بادشاہ کے لئے لکھے تھے، اور اس میں شراب پینے اور ایسی ہی دوسری چیزوں کے متعلق اختیار کی بھی نشاندہی کی تھی، ایسے ہی ''السرالمکتوم'' میں بھی ستاروں کی عبادت، انہیں سجدے کرتے ہوئے پکارنے اور انہیں وسیلہ شرک بنانے کا بیان کیا ہے اور ان سے ایسے دعا مانگنے کی ترغیب دی ہے جیسے موحدین اپنے رب سے دعا مانگتے ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر باتیں پیش کی ہیں، کفر وفسوق اور عصیان میں سے جو کچھ اپنے خیال میں ان کے تقرب کے لئے مناسب اور موزوں سمجھا ہے وہ سب کچھ اس میں لے آئے ہیں، زہرہ کے تقرب کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ فواحش کا ارتکاب کرتے ہوئے شراب پی جائے اور گانے بجانے کا دور چلتا رہے اور ایسی ہی تجویزیں پیش کی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر رکھی ہیں... الغرض جب مشرق میں سلطان مذکور اور اس جیسے بادشاہوں کے سبب اور اس عالم اور اس جیسے دیگر علماء کے سبب الحاد اور بدعتوں کا ظہور اور غلبہ ہوا اسی سے اللہ نے ان پر کفار ومشرک ترکوں کو مسلط کر دیا اور انھوں نے اس بادشاہت کا وجود مٹا دیا اور اس میں ان امور کا اجرا ہو جو عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے اپنے اندر بڑی عبرت رکھتے ہیں۔ الخ [1]

غور وفکر کا یہ بھی ایک نہایت دلچسپ پہلو ہے کہ منطق وفلسفہ کے جو لوگ امام مانے جاتے ہیں فیثاغورس اور ارسطور سے لیکر بوعلی سینا، ابن عربی، غزالی، رازی اور دیگر بڑے بڑے فلاسفر صوفیاء تک ان سب کا نجوم، تعویذ گنڈوں، نقوش واوفاق اور جادو وطلسمات سے گہرا ربط رہا ہے حتی کہ یہودیوں کے بڑے بڑے دانشور اور تھینک ٹینک جو اس وقت دنیا میں شر کا منبع ومحور ہیں ان سب کا ان طلسماتی امور سے گہرا ربط ضبط نظر آتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی گمراہ گروں کی ایک بڑی تعداد تعویذ گنڈوں، جھاڑ پھونک اور منتروں سے نہایت مستحکم طور پر وابستہ نظر آتی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت کو اس شعبے سے خاص دلچسپی ہے اور تجربات شاہد ہیں کہ خلقت کی بھاری تعداد اپنی گمراہی اور انحراف میں اس شعبے سے خاص طور پر مربوط نظر آتی ہے، مسلم شریف میں ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ ایک صاحب جو مجنونوں اور جن زدوں کا جھاڑ پھونک سے علاج کیا کرتے تھے اور اپنے

---

[1] دیکھیے : مجموع فتاوی ابن تیمیہ : ۱۳/۱۷۸-۱۸۲ ومابعد۔

پیشے میں ایک کامیاب انسان تھے، جب وہ مکہ تشریف لائے تو لوگوں نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجنون ہیں تو بڑے نیک جذبے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ میں اس ہوا سے (یعنی جن زدگی کا) علاج کرتا ہوں اور میں نے سنا ہے کہ آپ کو بھی ایسا ہی کوئی عارضہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ بہت سے لوگوں کو شفا دے دی ہے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا بھی رقیہ کردوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ''ان **الحمدلله نحمده ونستعينه** ...'' پڑھکر سنادیا وہ اس ربانی اور مقدس کلام کو سن کر ایسے حیران اور ششدر ہوئے کہ بار بار اسے دہرانے کا مطالبہ کرنے لگے اور برملا اعتراف حق کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں میں سے سبھی کا کلام سنا ہے مگر آپ جیسی بیمثال باتیں تو کبھی نہیں سنی ہیں یہ تو بیچ سمندر کی گہرائیوں میں اترے ہوئے کلمات ہیں اور اسی وقت مسلمان ہو گئے اور جھاڑ پھونک کا پیشہ ترک کر کے داعی اسلام بن گئے، ایسے ہی دیگر کئی کاہن وعراف اور راقی مسلمان ہوئے مگر ان کے بارے میں یہ کہیں نہیں سنا گیا کہ انھوں نے نئے دین کے کلام کے ذریعہ اپنا پرانا پیشہ جاری رکھا ہو۔ اس لئے کہ جب توحید کی حقیقت دل کی گہرائیوں میں اتر گئی تو نہ پھر جنوں اور شیطانوں کا زور رہا نہ راقیوں اور جھاڑ پھونک کا پیشہ اپنانے کی ضرورت باقی رہی۔ دراصل اس موضوع پر میں کافی تفصیل سے لکھنا چاہتا تھا اور اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات واحکامات کے علاوہ تاریخی شواہد بھی جمع کرنا چاہتا تھا اور موجودہ دور میں امت مسلمہ میں اس شعبے کی جعلسازیوں کے مختلف نمونے اور سروے رپورٹیں اور گمراہی کے نت نئے روپ پر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتا تھا، ارادہ تھا کہ پانچ چھ جلدوں میں اس کی تکمیل ہو مگر احباب نے اس پر بڑا واویلا مچایا کہ اتنی ضخیم کتاب کون لوگ پڑھیں گے جو مجلدات پر مشتمل ہوگی، کس کے پاس اتنا وقت اور اتنی دلچسپی ہے پھر کتاب کا بجٹ بھی بہت بڑھ جائے گا۔ نیز ہمارے عزیز دوست اور مہربان محسن مولانا عبدالسلام صاحب سلفی نے بھی فرمایا کہ اب اس سلسلے میں آپ کو مزید وقت نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اس پر کافی وقت صرف ہو چکا ہے، اور طرفہ یہ ہوا کہ علالت اور صحت ہمیشہ میرے ساتھ آنکھ مچولیاں کھیلتی رہیں، علالت کے زمانے میں اپنے بھی حوصلے چھوٹنے لگتے، اور صحت کے زمانے میں امنگیں پھر سے جوان ہو جاتیں تاہم علالتوں کا پلہ ہی بھاری رہا اور ہم نے بھی احباب کا کہا مان لیا مگر جتنا کچھ وجود میں آچکا تھا اسے بھی کم کرنے کا مطالبہ ہوا تو جی کو بڑا رنج لاحق ہوا پھر کئی مجلسوں کے بعد ہماری بھی سن لی گئی اور کتاب دو جلدوں میں حاضر ہے۔ اس سلسلے میں بھی امیر محترم کی مہربانی مزید ہے کہ انھوں نے کاتب کو ہمارے محلے ہی میں بیٹھا دیا اور آمد ورفت کی مشقت جو اپنے حیطۂ استطاعت سے باہر ہو چکی تھی اس میں پوری پوری رعایت فرمادی۔ اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

رقیہ کا تعلق چونکہ خالص عبادت سے ہے اس لئے ایمانیات اور اعتقادیات سے اس کا گہرا ربط ہے اور جب تک انسان ان مسائل کو اچھی طرح سمجھ نہیں لیتا ہے تب تک اس کے لئے رقیہ سے صحیح طریقے پر استفادہ ممکن نہیں ہے اسی طرح بیماریوں کے متعلق اسلامی موقف سے آگاہی بھی اس سلسلے میں کافی اہم ہے۔ جن زدگی کا تعلق چونکہ شیطانی مشن سے ہے اس لئے اس میں انحرافات کے وسیلے بھی متعدد اور دقیق ہیں اور شیاطین اس سلسلے میں اپنے تجربات سے بہت فائدہ اٹھاتے ہیں اور انسانوں کے ساتھ کھیلنے کی طرح کھیلتے ہیں۔ چونکہ دماغی اعصابی اور جسمانی بیماریاں مختلف طرح کی ہوتی ہیں اور ان کے اسباب واعراض بھی مختلف ہوتے ہیں مگر دینی اور عوامی حلقے میں ان کی سطحی معلومات کی وجہ سے دجالوں اور شعبدہ بازوں کو استحصال کے مواقع خوب ہاتھ آتے ہیں اور وہ تمام انسانی اقدار اور اخلاقی ضابطوں سے بالا ہو کر اچھی طرح اپنا الو سیدھا کرتے ہیں اس لئے ایمانیات پر قدرے تفصیل کے ساتھ بیماریوں کے بیان اور ان میں تمیز کے سلسلے میں بھی کسی حد تک توسع سے کام لیا گیا ہے، نیز بیماریوں کی تشخیص کے متعلق ان پڑھ اور جاہل راقیوں کی بے راہ روی اور بھاری انحراف کو دیکھتے ہوئے جس کے مریضوں اور ان کے گھر والوں پر سنگین نتائج برآمد ہوتے ہیں طویل گفتگو کی گئی ہے اور کبار اہل علم، ماہر راقیوں اور مشہور ومعروف مسلم اطباء کے اقوال کی روشنی میں اس سلسلے میں درست رہنمائی فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ذہنی امراض کے متعلق لوگوں کی معلومات بہت کم ہیں، اور اس سلسلے میں نہ سرکاری طور پر کوئی مہم چلائی جاتی ہے، نہ سماجی تنظیمیں یہ کام کرتی ہیں جبکہ اس سلسلے کی زمینی حقیقت چونکا دینے والی ہے، صدر جمہوریہ ہند جناب رام ناتھ کووند صاحب نے دماغی صحت سے متعلق اکیسویں عالمی کانفرنس کے افتتاح کے موقع پر جو خطاب کیا تھا اس میں انھوں نے کہا تھا کہ :

’’عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق عالمی طور پر ہندوستان میں دماغی امراض کی موجودگی کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ ہمارے نیشنل مینٹل ہیلتھ سروے ۲۰۱۶ میں پایا گیا کہ ہندوستان کی تقریباً ۱۴ر فیصد آبادی کو دماغی صحت کے لئے سرگرم طبی مداخلت کی ضرورت ہے۔ ان میں سے تقریباً ۲ر فیصد افراد سنگین دماغی مرض کے شکار ہیں۔ تقریباً ۲ر سو ہزار ہندوستانی اپنی جان خود لے لیتے ہیں۔ اگر اس میں خودکشی کے اقدامات کو بھی شامل کرلیا جائے تو یہ تعداد اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

اعداد وشمار تشویشناک ہیں،... دماغی صحت سے متعلق مسائل کے تدارک کے راستے میں جو دوسرا بڑا خلاء ہے وہ انسانی وسائل کا ہے۔ ہندوستان کی آبادی ۱۰۲۵ء بلین ہے لیکن یہاں ڈاکٹروں کی تعداد محض سات سو ہزار یعنی ایک ملین سے بھی کم ہے۔ دماغی صحت کے شعبے میں یہ کمی اور بھی سنگین ہے، ملک میں محض پانچ ہزار دماغی معالج ہیں اور

ملک میں دو ہزار سے بھی کم کلینکل ماہرین نفسیات ہیں۔ یہ تعداد انتہائی ناکافی ہے اور ہمیں اس سلسلے میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر دماغی بیماریوں کی تشخیص کے لئے یہ مناسب ہوگا کہ ہم اس کے لئے فزیشینز، سائیکلوجسٹ جو کہ کالجوں اور تعلیمی اداروں میں تعلیم دیتے ہیں اور معاون نرسوں اور نرسوں، جو کہ ہمارے ملک کے عوامی صحت نظام میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں کا استعمال کریں‘‘۔ ①

صدر جمہوریہ صاحب نے اس سلسلے میں دو تین باتوں کی طرف مزید خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی ہے :

- یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ بڑے شہروں میں رہ رہے ہیں وہ اور وہ لوگ بھی جو جوان ہیں چاہے وہ تولیدی عمر کے گروپ میں ہوں یا بچے اور ۱۳ سے ۱۹ سال کی عمر کے ہوں انہیں دماغی بیماری کا سب سے زیادہ خطرہ لاحق ہے، ہندوستان میں یہ دونوں امور تشویش کا باعث ہیں، ہماری غالب آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے اور ہماری کل آبادی کے تقریباً ۶۵ فیصد کی عمر ۳۵ سال سے کم ہے اور ہمارے ملک میں شہر کاری تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔اس کی وجہ سے ہمیں دماغی صحت سے متعلق ممکنہ وباء کے پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہے۔
- ایک مضحکہ خیز صورت حال ہے کہ ۹۰ فیصد جن ہندوستانیوں کو دماغی مرض کے علاج کی ضرورت ہے وہ اپنا علاج ہی نہیں کراتے۔
- دماغی مریضوں کو جس دشواری کا سب سے زیادہ سامنا کرنا پڑتا ہے وہ کلنک اور اعراض ہے۔
- کچھ معاملات میں اس مرض کی تشخیص خود کی جانے لگتی ہے جو کہ غیر معقول ہے، یا یہ صورت حال کو اور ابتر کر دیتی ہے،اس کی وجہ سے کچھ دوسرے انتہائی نوعیت کے اقدامات بھی ممکن ہیں۔
- مجھے یہ جان کر خوشی ہو رہی ہے کہ نیورو سائنس کے شعبے میں ہوئی ترقی کے باوصف عالمی کانگریس یوگا۔ دھیان اور دماغی صحت کے تعلق سے روایتی نقطہ نظر پر بھی اجلاس کا اہتمام کر رہی ہے ... جب لوگ یوگا کی بات کرتے ہیں تو عام طور پر ان کی مراد اس کے جسمانی فوائد سے ہوتی ہے۔تاہم یوگا کے دماغی،نفسیاتی اور ادراکی فوائد بھی ہمارے مطالعہ کے لئے مساوی طور پر اہم ہیں۔ ②
- بی بی سی لنڈن کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں رپورٹ ہونے والے خودکشی کے مقدمات میں سے ۹۰ر فیصد کا تعلق ڈپریشن یا دیگر ذہنی امراض سے ہے، یہاں اس معاملے پر بات کم کی جاتی ہے، بطور معاشرہ ذہنی

---

① دیکھیے : pib.gov.in۔

② حوالہ مذکور۔

امراض کا شکار افراد کا ساتھ دینے کا رجحان کم اور علاج کے لئے سہولیات اور معالج دونوں ہی کا فقدان ہے...
پاکستان نوجوان آبادی والے دنیا کے سب سے بڑے ممالک میں سے ہے، لیکن غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اس نوجوان آبادی کا بھی ایک تہائی سے زیادہ ڈپریشن کا مریض ہے۔ اس کی بڑی وجوہات میں گزشتہ دو دہائیوں میں ملک کی سیکورٹی صورتحال، غربت اور بیروزگاری کو قرار دیا جاتا ہے۔

اس قدر بڑی تعداد میں ذہنی مریض ہونے کے باوجود عالمی ادارہ صحت کے مطابق پاکستان میں ذہنی امراض کے لئے صرف پانچ ہسپتال ہیں اور پورے ملک میں موجود ذہنی امراض کے لئے موجود سہولیات میں سے محض ایک فیصد بچوں اور نوجوانوں کے لئے ہیں۔

دنیا بھر میں مانے جانے والے معیار کے مطابق ہر دس ہزار کی آبادی کے لئے ایک ماہر نفسیات ہونا چاہیے تاہم پی ایم اے کے مطابق پاکستان میں ذہنی مریضوں کے علاج کے لئے صرف ۴۰۰ ماہرین نفسیات ہیں اور بچوں کے ماہرین کی تعداد اس سے بھی کم ہے۔

پاکستان مینٹل ہیلتھ ایسوسی ایشن کے مطابق ملک میں ڈیڑھ کروڑ سے زائد افراد کسی نہ کسی ذہنی مرض کا شکار ہیں۔ ذہنی امراض کا شکار ہونے والوں میں زیادہ بڑی تعداد خواتین کی ہے۔

اگر آپ کو ڈپریشن ہے تو کیا کرنا چاہیے؟ صرف ایک کام کریں، سب سے پہلے ایک قابلِ بھروسہ، سند یافتہ سائیکاٹرسٹ کے پاس جائیں، یہ مشورہ دانیکا کمال دے رہی ہیں جو قانون دان ہونے کے ساتھ ساتھ ذہنی امراض سے متعلق ایڈووکیسی کرتی ہیں۔ دانیکا دی کلر بلیو نامی ایک آن لائن پلیٹ فارم چلا رہی ہیں جو ڈپریشن سمیت دیگر ذہنی امراض کے مریضوں کو اپنے شعبے میں ماہر نفسیات کے ماہرین سے ملواتا ہے۔

نفسیات کے شعبے سے تین قسم کے ماہرین منسلک ہوتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے سائیکاٹرسٹ ہیں۔ یہ باقاعدہ میڈیکل کالج اور یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر ہوتے ہیں اور ایک ڈاکٹر کی ہی طرح پریکٹس کرتے ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ نفسیات کے شعبے میں صرف سائیکاٹرسٹ ہی آپ کو دوائی تجویز کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو کوئی ماہر نفسیات دوا دے تو وہ غیر قانونی عمل ہے۔ اس لیے جب آپ ایک ماہر نفسیات کے پاس جائیں تو آپ کو علم ہونا چاہیے کہ یہ معالج سائیکاٹرسٹ ہے یا سائیکالوجسٹ۔ سائیکالوجسٹ علم نفسیات میں ماسٹرز یا بیچلرز کی ڈگری کسی بھی تعلیمی ادارے سے حاصل کرتے ہیں۔ جس کے بعد وہ سائیکالوجیکل تھراپی کر سکتے ہیں لیکن اس کے لیے بھی بین الاقوامی قوانین کے مطابق انھیں باقاعدہ تربیت حاصل کرنا پڑتی ہے

تاہم سائیکالوجسٹ کسی بھی مریض کو کسی بھی قسم کی دوا تجویز نہیں کر سکتے۔ تیسری قسم تھیراپسٹ کی ہے اور یہی وہ قسم ہے جو اب پاکستان میں نہایت عام ہو چکی ہے اور تیزی سے پھیل رہی ہے۔

دانیکا کمال کہتی ہیں کہ 'یہاں دو سے تین مہینوں پر مشتمل کورسز کرائے جا رہے ہیں، یہ جھوٹا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ کورس کرانے والے ادارے بیرون ملک نفسیات کے اداروں سے منسلک ہیں اور مختصر کورسز کے بعد سرٹیفکیٹ دیے جاتے ہیں۔' یہ نام نہاد تھیراپسٹ جگہ جگہ موجود ہیں، یہ ادویات بھی دیتے ہیں، مشورے بھی دیتے ہیں اور یہاں تک کہ ماہر نفسیات کے لیے سب سے اہم ذمہ داری راز داری قائم رکھنا ہے، یہ نام نہاد ماہرین راز داری نہیں رکھتے اور نہ ہی مریضوں کا کوئی ریکارڈ رکھتے ہیں۔

دانیکا کمال کے خیال میں خود اپنے مرض کی تشخیص کرنا غلط اور اس کے نتائج بھیانک ثابت ہو سکتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ ان کے پاس حال ہی میں ایسے مریض بھی آئے جو ڈپریشن کے لیے مختلف ادویات استعمال کر رہے تھے تاہم جب ہم نے ان سے پوچھا کہ انہیں یہ ادویات کا نسخہ کس سائیکاٹرسٹ نے لکھ کر دیا ہے، تو انھوں خودکشی سے بچاؤ کے حوالے سے کام کرنے والی کچھ ہیلپ لائنز کا بتایا کہ یہ ادویات انہیں ہیلپ لائن پر بتائی گئی تھیں۔ ماہرین کے خیال میں یہ انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، سب سے پہلے تو ٹیلی فون پر مرض کی تشخیص نہیں کی جا سکتی۔ دوسرا آپ کو یہ علم نہیں کہ فون کی دوسری طرف بیٹھا شخص سائیکاٹرسٹ ہے یا سائیکالوجسٹ یا تھیراپی کرنے والا ہے۔ تو اس طرح ادویات استعمال نہ کریں۔

دانیکا کہتی ہیں کہ اس ضمن میں انٹرنیٹ پر موجود نسخوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے، آن لائن موجود مشوروں پر عملدرآمد کر کے آپ اپنے ڈپریشن میں صرف اضافہ کرتے ہیں۔ آپ صرف سائیکاٹرسٹ کے پاس جائیں، وہ آپ کو بتائیں گے کہ مرض کیا ہے اور آیا آپ کو کسی دوا کی ضرورت ہے یا صرف سائیکالوجسٹ یا تھراپسٹ کے پاس جانے سے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہی آگے بڑھنے کا صحیح راستہ ہے[①]۔

**ذہنی بیماریوں کے اسباب :**

**ایک اور رپورٹ کے مطابق :**

ذہنی بیماریوں میں حیاتیاتی اور موروثی اثرات بھی ہوتے ہیں۔ اگر ماں باپ ذہنی بیماری کا شکار ہوں تو ان کے

---

① دیکھیے : https://www.bbc.com/urdu/amp... ، بعنوان : ذہنی امراض کا عالمی دن: دوا گوگل نہ کریں، مستند سائیکاٹرسٹ کے پاس جائیں۔

بعض بچے بھی اس کا شکار ہو سکتے ہیں۔ شائزوفرینیا اور بائی پولر ڈس آرڈر جیسی ذہنی بیماریاں، بعض جسمانی بیماریوں کی طرح، ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہو سکتی ہیں۔ PSYCHOLOGICAL FACTORS اگر بچوں کی اپنے خاندان اور اسکول میں صحتمند طریقے سے تربیت نہ ہو تو ان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے، ان کی خود اعتمادی میں کمی آتی ہے اور وہ شخصیت میں کمزوری کی وجہ سے نفسیاتی مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ SOCIAL FACTORS وہ لوگ جو غیر صحتمند معاشروں میں رہتے ہیں جہاں انہیں تعصب اور جہالت، نفرت اور تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ ایسے ماحول سے نفسیاتی طور پر متاثر ہوتے ہیں اور سماجی مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ذہنی مریضوں میں حیاتیاتی، نفسیاتی اور سماجی وجوہات مل کر نفسیاتی مسائل پیدا کرتے ہیں اس لیے ان کا علاج بھی ان ہی خطوط پر کیا جاتا ہے۔ مریضوں کے علاج میں ان ہی عوامل پر توجہ دی جاتی ہے۔

دنیا بھر میں پینتالیس کروڑ لوگ کسی نا کسی طرح کی ذہنی بیماری کا شکار ہیں جس میں سے تقریباً ایک تہائی مریض ترقی پذیر ممالک میں ہیں۔ عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) کے مطابق ترقی پذیر ممالک میں رہنے والے ایسے دس میں سے آٹھ مریضوں کا تو علاج ہی نہیں کیا جاتا ہے۔ ذہنی طور پر بیماروں کو یہ مرض یا تو متعدی بیماری سے لگا یا پھر قدرتی آفات یا جنگ جیسے حالات سے بچنے کے بعد وہ اس میں مبتلا ہوئے۔ افغانستان جیسے ملک میں، جہاں گزشتہ تیس برس سے جنگ جاری ہے، تقریباً ہر خاندان کا ایک یا اس سے زیادہ فرد ہلاک ہو چکے ہیں۔ ایک تخمینے کے مطابق پندرہ برس سے اوپر کے تقریباً نصف افغان شہری ڈپریشن، اضطراب یا ہیجان جیسی ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہیں لیکن دارالحکومت کابل کے باہر ذہنی امراض کے علاج کے لیے کوئی بھی انتظام نہیں ہے۔ لیکن ذہنی امراض سے متاثرہ لوگوں کے لیے افغانستان اکیلا ملک نہیں اور ایسے مریضوں کی نصف آبادی ان ممالک میں ہے جہاں دو لاکھ مریضوں پر ایک نفسیاتی ماہر یا اس سے بھی کم ہے۔ ①

مذکورہ تفصیلات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں عموماً اور ہمارے ملک میں خصوصاً ذہنی مریضوں کی تعداد بہت بڑی ہے اور اس میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے ان کے اسباب اگرچہ مادی نظر آتے ہیں تاہم ان کا تعلق معنوی چیزوں سے بہت گہرا ہے جس کا اعتراف بڑے بڑے لوگوں اور ماہرین کو بھی ہے، اسلامی نقطہ نظر سے ان اسباب کا گہرا تعلق دین بیزاری، الحاد، مادہ پرستی، خود غرضی، آخرت پر عدم ایمان اور اللہ سے

---

① https://www.bbc.com/urdu/science/2012/10/121010 ذہنی امراض سے بچاؤ کے لیے عالمی کوششیں درکار ودیگر مضامین۔

دوری سے ہے جس کی وجہ سے انسان کی مایوسی اور نا امیدی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور اس کے خیالات پر منفی افکار کا غلبہ ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے قوت برداشت معدوم اور امیدوں کے چراغ بجھ جاتے ہیں اور جہاں اسلامی تعلیمات اور ہدایات کا غلبہ ہوگا ان معاشروں میں ان امراض کی شرح یقیناً بہت کم ہوگی اور ہماری اس کتاب میں ان شاء اللہ اس موضوع سے متعلق بہت کچھ پڑھنے کو ملے گا تاہم اسباب کچھ بھی ہوں جب وہ اعراض میں تبدیل ہوجائیں اور مشکل امراض کی شکل میں ظاہر ہونے لگیں تو اس وقت مریضوں کو یہ نصیحت کرنا کہ وہ گناہوں سے توبہ کریں، استغفار کریں کثرت سے اللہ کا ذکر کریں اور کسی علاج معالجے کی طرف توجہ نہ دیں ایک غیر منہجی اور غیر معیاری نصیحت ہوگی، بلکہ ایسے موقعوں پر رجوع إلی اللہ کے ساتھ ساتھ طبی علاج معالجے کی سخت حاجت ہوتی ہے، جسے نظر انداز کردینے پر حالات سنگین رخ اختیار کرسکتے ہیں جس میں مریض اپنی یا دوسروں کی جان بھی لے سکتا ہے، مگر جیسا کہ مختلف لوگوں نے بتایا کہ اس سلسلے میں اکثر لوگ اطباء سے رجوع نہیں کرتے ہیں وہ خود ہی اپنے طور پر تدبیریں کرتے رہتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ راقیوں، باباؤں اور سادھوسنتوں کے چکر میں وقت گنوا بیٹھتے ہیں اور ان کا مرض خطرناک اسٹیج میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور اگر کچھ لوگ طبی دنیا کا رخ کرتے ہیں تو یہاں بھی ان کی رسائی زیادہ تر جعلسازوں اور عطائیوں تک ہوتی ہے جو علاج کی اتھارٹی نہیں رکھتے ہیں، اس لئے اس سلسلے میں عام بیداری پیدا کرنے اور صحیح معالجین تک لوگوں کی رسائی کو آسان بنانے کے لئے حکومت اور رفاہی تنظیموں کو یا شوشل ورکروں کو سامنے آنا چاہیے، اور اہل علم کو بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

اس کتاب میں رقیہ کی شرعی حیثیت، خواص قرآن سے استفادہ کے شرعی ضابطوں اور علاج معالجے کے شرعی احکامات پر بھی مناسب گفتگو کی گئی ہے، اس شعبے میں چونکہ بدعتوں کا عمل دخل بہت بڑھتا جارہا ہے اس لئے بدعتوں کی معرفت اور ان سے متعلق کچھ اہم مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، رقیہ کے منکرات اور اس شعبے میں ہونے والی شرعی مخالفتوں کا تفصیلی بیان کیا گیا ہے، اس کے لئے مختلف اہل علم کی تحریروں اور موضوع سے متعلق ان کے ارشادات وفرمودات کو جمع کیا گیا ہے اور ان میں سے بعض بعض طویل بھی ہیں، اور کتاب کا خاتمہ ذکر ودعا کے متعلق کچھ تفصیلات پر ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ کتاب اپنے مطالعہ کرنے والوں کے لئے مفید ثابت ہوگی اور وہ انہیں مایوس نہیں کرے گی، یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ کوئی قصے کہانیوں اور افسانوں کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں تفریحی مواد کی توقع رکھی جائے اور انٹرٹینمنٹ کے ذرائع تلاش کئے جائیں، یہ ایک خالص اعتقادی اور علمی مباحث پر مشتمل کتاب ہے اس لئے اسی نقطۂ نظر سے اس کا مطالعہ کیا جائے اور صبر کے ساتھ اسے پڑھا جائے جو علمی کتابوں

سے استفادے کے لئے لازم ہے۔ جب برائیاں بڑھ جاتی ہیں اور اس میں نت نئے طریقے ایجاد کر لئے جاتے ہیں تو پھر ان کی تردید اور ان کی خرابیوں اور فسادات کو واضح کرنے کے لئے توسع بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔

آخر میں پھر ذمہ داران جمعیت کے ساتھ اپنے تمام معاونین ومحبین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس کی تکمیل اور اس کے منظر عام پر آنے تک میں کسی بھی طرح کی دلچسپی، حوصلہ افزائی، یا تعاون کا مظاہرہ کیا ہے، ہاں خوب یاد آیا آج سے برسوں پہلے ہمارے استاذ محترم شیخ مقصود الحسن صاحب فیضی نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں جن و شیاطین کے موضوع پر تحقیق کروں اور کوئی کتاب مرتب کردوں، ان دنوں اس انداز میں رقیہ کا موضوع زیر بحث تھا نہ مذکورہ عنوان پر ہی اردو زبان میں زیادہ کتابیں دستیاب تھیں۔ اسی ضمن میں انھوں نے مجھے سیوطی، شبلی اور اشقر صاحبان کی کتابیں بھی مرحمت فرمائی تھیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے اور ہمیں اور ہمارے والدین، متعلقین اور اساتذہ کو بھی ثواب سے محروم نہ رکھے اور اس کتاب کو ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین۔

# خواص سے متعلق کچھ آداب اور ضابطے

**اول : خاصیت مشروع ہو :**

یعنی قرأت ایسے طریقے پر نہ ہو جس میں شریعت کی مخالفت پائی جاتی ہو، مثلا : وہ غیر اللہ کو پکارنے اور جنوں سے استغاثہ کرنے یا ایسی ہی دیگر چیزوں پر مشتمل نہ ہو کیونکہ یہ حرام بلکہ شرک ہے۔

اور وہ معلوم ہو سمجھ میں آتی ہو، اور اگر وہ طلسمات یا جادو منتر کی جنس سے ہو تو پھر وہ جائز نہیں ہے۔

امور شرکیہ و بدعیہ سے کامل اجتناب لازم ہے، رموز و حروف اور اشکال پر مشتمل مجہول طلسمات اور جادو منتروں سے بھی پرہیز ناگزیر ہے۔ اور کتاب وسنت میں وارد تعلیمات کی پابندی، قرآنی آیات کی صحیح تلاوت اور احادیث نبویہ پر ٹھیک اسی طرح عمل واجب ہے جیسے وہ روایت کی گئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی گئی ہیں، اور جو ذکر صالح اور دعاء نافع ہو وہ بھی اسی سے ملحق ہے۔ ①

**شیخ حافظ حکمی رحمہ اللہ اس موضوع سے متعلق فرماتے ہیں :**

''کبھی سورتوں اور آیتوں کو لکھتے ہیں اور متعدد بار مختلف ہیئتوں میں انہیں دہراتے ہیں یہاں تک کہ اس کے اول کو آخر اور آخر کو اول کر دیتے ہیں اور کسی مقام پر اوسط کو اول میں اور دوسرے مقام پر اسی کو آخر میں رکھتے ہیں، کبھی انہیں حروف مقطعات کی شکل میں ہر حرف الگ الگ لکھتے ہیں، اور دعوی کرتے ہیں کہ اس ہیئت میں انہیں وہ خصوصیت حاصل ہوتی ہے جو دیگر ہیئتوں میں نہیں ہوتی، مجھے نہیں معلوم کہ یہ باتیں انھوں نے کہاں سے لی ہیں اور کن سے نقل کی ہیں، یہ سب بس شیطانی وسوسے ہیں جو انھوں نے چمکائے اور سجائے ہوئے ہیں، اور گمراہ کن خرافات ہیں جن سے انہیں انسیت اور الفت ہوگئی ہے، اور گھڑے ہوئے جھوٹ ہیں جو انہیں کے خانہ ساز ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے، نہ سنت میں ان کی کوئی اصل پائی جاتی ہے نہ قرآن میں، اور وہ کسی اہل دین وایمان سے بھی منقول نہیں ہیں، یہ سب جھوٹے، مفتری اور دروغ باف لوگ ہیں، اور جلد ہی انہیں اپنے کرتوتوں کا بدلہ مل جائے گا۔

اور کبھی یہ معروف عربی عددوں کے رموز لکھتے ہیں جو اکائیوں، دہائیوں، سیکڑوں اور ہزاریوں وغیرہ پر مشتمل

---

① دیکھیے : مجموع الفتاوی لابن تیمیه : ۲۴/۲۷۷-۲۷۸ اور القول المفید علی کتاب التوحید : ۱/۱۸۵۔

ہوتے ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ کسی آیت یا سورت یا اسم یا ہمارے پیش کردہ عربوں کے نزدیک معروف ابجدی حروف کے حساب میں سے کسی چیز کے رموز ہیں اور ایسی ہی دیگر باطل خرافات اور خود ساختہ وخانہ ساز اکاذیب کے مدعی ہوتے ہیں اور ان میں سے بیشتر امت غضبیہ سے ماخوذ ہیں جن لوگوں نے شیاطین سے جادو حاصل کیا تھا اور انہیں سے سیکھا پڑھا تھا، پھر ان لوگوں نے اسے اس شکل میں اہل اسلام میں داخل کر دیا کہ یہ قرآن یا سنت یا اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں، اور انھوں نے ان کے الفاظ کو بدل کر غیر عربی میں ان کا ترجمہ کچھ ایسے مقاصد کے تحت کر دیا ہے جو ان کے دعوے کے مطابق اس کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے، اور ان میں سے کچھ تو ملائکہ وشیاطین وغیرہ کے عبادت گزاروں میں سے ہیں، وہ انہیں کے اسماء لے لیتے ہیں اور جاہلوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے اسماء ہیں، مقصد یہی ہے کہ اس طرح ان میں شرک کو رواج دیں اور وہ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارنے لگیں، اور یہ ایسی چال ہے کہ ابلیس بھی ان گمراہ گروں کی وساطت کے بغیر اس پر قادر نہیں ہوا، جبکہ اس کا حال یہ ہے کہ :

﴿إِنَّمَا يَدْعُواْ حِزْبَهُۥ لِيَكُونُواْ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ﴾[فاطر:٦]۔

''وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾[العنکبوت:٥١]۔

''کیا انہیں یہ کافی نہیں؟ کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرما دی جو ان پر پڑھی جا رہی ہے، اس میں رحمت (بھی) ہے اور نصیحت (بھی) ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان والے ہیں''۔

اور ﴿وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورًا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ﴾[النور:٤٠]۔

''اور (بات یہ ہے کہ) جسے اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی''۔ ①

یہ بات واضح ہے کہ قرآن کریم کے خواص کتاب اللہ اور سنت مطہرہ سے ثابت ہیں اور جو کچھ ثابت ہے وہ شرعی مخالفتوں سے محفوظ ہے، اور وہ اتنا کافی ہے کہ ایک مسلمان کو مذکورہ شرعی مخالفتوں کی کوئی حاجت نہیں رہ جاتی ہے، اور وہ ان سے دور رہنے پر مامور بھی ہے۔

① دیکھیے : معارج القبول : ٢/٦٣٦-٦٣٧ ، اور دیکھیے : مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ : ١٩/٣٥۔

**شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''اللہ اور اس کے رسول نے جو مشروع کیا ہے وہ اتنا کافی ہے کہ اس سے شفاء طلبی شرک اور اہل شرک سے بے نیاز کر دیتی ہے''۔

**دوم : بلا ثبوت خاصیت کا دعویٰ نہ کیا جائے :**

**اسی سے متعلق ایک مسئلہ تجربوں سے رقیہ کی مشروعیت کا اعتقاد بھی ہے۔**

تجربات پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ کچھ معینہ عوارض کے لئے بعض مخصوص رقیے یا دعائیں یا تعویذیں خاص کر لی جائیں، اور محض تجربہ ہی ان کی تعیین کی حجت ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ مال کی حفاظت کے لئے یا زہریلے جانوروں کے ڈنک سے محفوظ رہنے کے لئے سورۂ قدر کی تلاوت کی تعیین کر لی جائے، پھر یہ کہا جائے کہ میں نے اس کا تجربہ کیا مجھے اس کا اثر بھی ملا ہے۔

اور یہ امر واقعہ ہے کہ کچھ اہل علم نے بعض مجربات کو اپنا رکھا ہے اور وہ اس کے قائل ہیں، منذری، ابن عطیہ، قرطبی، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن جزری، سیوطی اور ابن عقیلہ مکی انہیں میں سے ہیں، اور شوکانی نے حاکم، بیہقی اور واحدی سے بھی اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ کبھی کبھی مجرب کی کوئی ضعیف یا موضوع اصل ہوا کرتی ہے اور کبھی دین میں اس کی کوئی اصل ہی نہیں ہوتی ہے، مگر جس کی اصل دین میں موجود ہو مثلاً ڈنسے ہوئے پر سورۂ فاتحہ پڑھنا تو اس کا بھی اثبات اس کے نتیجے کی بنیاد پر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں وحی کی قبولیت میں تردد کا اظہار ہوتا ہے۔

تجربہ کے قائلین کی دلیل مسلم کی اس روایت کا عموم ہے جو انھوں نے اپنی صحیح میں بہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''من استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل''

''تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو اسے ایسا کرنا چاہیے''۔

**ابن حجر فرماتے ہیں :** ''اور بعض لوگوں نے اس عموم کو پکڑ لیا اور ہر اس رقیے کی اجازت دے دی جس کی منفعت کا تجربہ کر لیا گیا ہو گو اس کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو''۔

بعض علماء کے مجربات پر عمل کرنے کی ایک مثال وہ بھی ہے جو منذری نے ترغیب وترہیب میں بیان کی ہے،

انھوں نے قضائے حاجت کے متعلق ایک موضوع حدیث کا اثبات کیا ہے اور اس کی علت کا بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ : ''اس جیسی چیزوں میں اعتماد سند پر نہیں تجربوں پر ہے واللہ اعلم''، اور اس سے پہلے اس کے رواۃ میں سے کچھ کا بیان کیا ہے جنھوں نے اس کا تجربہ کیا تو اسے حق پایا۔

ایسے ہی وہ بھی ہے جو ابن عطیہ نے یحییٰ بن ابی کثیر کے قول کے متعلق بیان کیا ہے کہ : ''جو شخص رات کو سورہ یٰس پڑھے گا وہ صبح تک خوشی کی حالت میں رہے گا''، فرماتے ہیں : تجربہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔

اور ان رقیوں کے لکھنے کے سلسلے میں ابن تیمیہ اور ابن قیم کا تجربہ گزر چکا ہے جن کے متعلق نہ کوئی عمل نبوی موجود ہے نہ اقرار نبوی، مثلاً نکسیر کا رقیہ اور داڑھ کے درد اور پھوڑے پھنسیوں کا رقیہ..ابن تیمیہ فرماتے ہیں : ''میں نے اسے ایک سے زائد لوگوں کے لئے لکھا اور وہ شفایاب ہو گئے''۔

**قرطبی :** ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّى نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَآ أَمْتًا﴾ [طہ:۱۰۵-۱۰۷]۔

کے متعلق فرماتے ہیں : میں کہتا ہوں : یہ آیت رقیوں کے باب میں داخل ہے، ان سے ان مسوں کا رقیہ کیا جاتا ہے جو ہمارے یہاں (براریق) کہلاتے ہیں جس کا واحد (بروق) ہے، وہ جسم میں بالخصوص ہاتھ میں نکلتے ہیں، جو کے بھوسے کی تین لکڑیاں لو اور لکڑی کے گوشے میں ایک گانٹھ ہو، ہر گانٹھ کو مسوں پر پھیرا جائے اور آیت ایک بار پڑھی جائے، پھر وہ لکڑیاں کسی تر مقام پر دفن کر دی جائیں، وہ گلیں گی تو مسے بھی گل جائیں گے اور ان کا کوئی نشان تک باقی نہیں رہے گا، میں نے خود اپنے اوپر اور دوسروں پر بھی اس کا تجربہ کیا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اسے سودمند پایا ہے۔

- تحقیقی بات یہی ہے کہ تجربات کے ذریعہ عمل کی مشروعیت کا اثبات جائز ہے نہ شرعی اعتبار سے اس کی کوئی گنجائش ہے اور اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں :

**اول :** عمل کا استحباب یا اس کے دین بنانے کا اثبات کتاب وسنت کے نصوص کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے، اور کتاب وسنت کے دلائل سے مجرد تجربات کے نتائج کی نسبت شریعت کی طرف کرنا جائز نہیں ہے، شیخ الاسلام فرماتے ہیں :

''افعال کے استحباب اور اسے دین بنانے کا اثبات کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور سابقین اولین کے طریقے کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے، اور ان کے سوا جو نو ایجاد امور ہیں وہ مستحب نہیں ہوتے ہیں گو وہ کبھی کچھ فوائد ہی پر

مشتمل کیوں نہ ہوں؛ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ ان کے فوائد ان کے مفاسد پر راجح ہوتے ہیں۔ ①

**شوکانی فرماتے ہیں :** ''کوئی کہنے والا یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ مجرب واقع ہوا ہو اس کا اثبات شارع یا اہل شریعت سے بھی کیا جا سکتا ہے''۔ ②

اور فرمایا : ''سنت مجرد تجربے سے ثابت نہیں ہوتی ہے، اور تجربے سے کسی چیز کو سنت سمجھ کر کرنے والا اپنے بدعتی ہونے (کے وصف) سے خارج نہیں ہوسکتا ہے''۔ ③

اور جہاں تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث :

''تم میں سے جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ فائدہ پہنچادے''

کی بات ہے تو اس میں مجرب رقیوں کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ یہاں فائدہ پہنچانے کا حکم مشروع اسباب میں منحصر ہے، یعنی اس رقیہ شرعیہ سے فائدہ پہنچائے جو شرک و بدعات سے خالی ہو، ابن حجر اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''اور جن کا معنی سمجھ میں نہیں آتا -یعنی رقیوں میں سے- تو ان کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ وہ شرک کی طرف لے جانے والے ہوں''۔ ④

**دوم :** تجربے کا قائل ہونے کا مطلب شارع پر استدراک اور شریعت میں ایک ایسے طریقے پر اعتماد ہے جس کے لئے کوئی شرعی اثر موجود نہیں ہے، اور یہی تو بدعت کا حال ہے۔ اور یہ بات گزر چکی ہے کہ تجربے کو شرعی حیثیت دینے کے آثار میں سے یہ بھی ہے کہ بعض سورتوں کے فضائل کو اسی پر اعتماد کر کے تسلیم کرلیا جائے، مثلاً رات کو سورۂ یس پڑھنے سے صبح تک خوشی حاصل رہے گی، اور ایسے ہی دیگر چیزیں بھی ہیں اور ممکن ہے کہ معین تجربے سے قرآنی سورتوں کے نئے نئے فضائل سامنے آتے رہیں، حالانکہ نبی ﷺ کتاب اللہ کے فضائل وآثار کے بیان میں ہرگز کوئی کوتاہی فرمانے والے نہیں تھے :

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ﴾[المائدة:٦٧]۔

''اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ

---

① اقتضاء الصراط المستقیم : ۴۶۲۔
② تحفة الذاکرین : ۱۹۹ قدرے تصرف کے ساتھ۔
③ حوالہ مذکور : ۱۸۳۔
④ فتح الباری : ۱۰/ ۱۹۵

کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی"۔

اور آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے تو اللہ تعالیٰ کی شہادت کے مطابق دین کی تمام باتوں کی تبلیغ صاف صاف اور دوٹوک انداز میں کر دی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا﴾ [المائدۃ:۳]۔

**سوم** : تجارب اور ان کے نتائج کے روبہ عمل لانے کا مطلب یہ ہے کہ مشروع چیزوں پر عمل کو ترک کر دیا جائے، لہٰذا جو بھی رقیوں کے باب میں مجربات اور ان کی ہیئتوں اور طریقوں کا سہارا لیتا ہے وہ رقیہ شرعیہ اور اس کی ہیئتوں کو ترک کر دیتا ہے، کیونکہ انسانی نفس علاج کے آسان طریقوں کی پیروی کرتا ہے، اور محتاج مریض -جو قلت ایمان سے بھی دوچار ہو- علاج کے باب میں جو کچھ سنے گا سب کی تصدیق کرنے لگے گا، اور مسلمانوں میں جس نے بھی جادوگروں اور شعبدہ بازوں کا سہارا لیا اسی سبب سے لیا ہے۔

**چہارم** : رقیہ میں تجربے کے نتائج پر اعتماد کا قول ان نصوص میں تشکیک کا ذریعہ ہے جو رقیہ اور اس کے شفاء ہونے کے متعلق وارد ہوئے ہیں، اس لئے کہ کوئی مریض رقیہ کرے گا اور کسی ایسی حکمت کی وجہ سے جو اللہ نے مقدر کر رکھا ہو اور جسے وہی جانتا ہو اسے اپنے مرض سے شفاء نہیں ملتی ہے، تب وہ مخصوص ہیئتوں کے ساتھ مجرب رقیوں اور تعویذات کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے اور اللہ کی مشیئت سے اس کی تکلیف دور ہو جاتی ہے تو اس کا دل مشروع کے بجائے مجربات پر مطمئن ہوگا، اور تجربہ ہی رقیہ کا برہان اور اس کا اثبات کرنے والا بن جائے گا، اور اس میں غیر مشروع کے ساتھ تعلق واضح ہے۔

**پنجم** : تجربہ کے برہان ہونے کا قول بدعتوں اور شرکیات کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ قبروں سے توسل کے قائل اہل بدعت اور تربتوں اور جمادات کے پجاری اپنی شرکیات کے متعلق حصول منفعت اور دفع مضرت کا اعتقاد رکھتے ہیں یا اس بات کے معتقد ہوتے ہیں کہ ان کی تربتوں کے پاس عبادتوں اور دعاؤں کی قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے، اور ان میں سے بعض کی حجت یہی ہوتی ہے کہ ہم نے اس قبر کے پاس دعا کا تجربہ کیا تو پایا کہ وہ قبول ہو جاتی ہے، لہٰذا انھوں نے اسی تجربہ کے برہان سے اس عبادت کی انجام دہی اسی مقام پر جاری رکھی، اور یہ عمل مشروع سے پھیر کر ممنوع میں واقع ہونے کا موجب بن جاتا ہے، شیخ الاسلام فرماتے ہیں : "اسی طرح کے امور سے بت بھی پوجے جاتے تھے"[1] دیکھیے شیطان نے آغاز اس طرح کیا کہ اس مقام کی تعظیم کی وجہ سے اللہ کی عبادت وہاں کی

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم : ۳۲۰۔

جائے پھر جب وہ ان پر قابو پا گیا تو انہیں غیر اللہ کی عبادت میں لگا دیا۔

**ششم :** تجربوں پر اعتماد کا قول اس بات کی طرف بھی لے جائے گا کہ علاج معالجے کے وہ طریقے جن کا معنی معقول (یعنی سمجھ میں آنے والا) نہ ہو انہیں شریعت کی طرف منسوب کر دیا جائے، جبکہ شریعت کسی بھی طرح سے کسی باطل کی متحمل نہیں ہوسکتی ہے، جی ہاں! اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں کہ بخار دور کرنے کے لئے بسم اللہ یا تسمیہ لکھے ہوئے تین اوراق منہ میں رکھے جائیں اور انہیں پانی سے نگل لیا جائے، نہ ہی شریعت میں یہ وارد ہے کہ شفاء طلب کرنے کے لئے قرآن کو چہرے یا ہاتھوں یا پیروں پر لکھا جائے، نہ یہی وارد ہے کہ پھنسیوں یا مسوں کی بیماری کے لئے جو کے پودے کی تین لکڑیاں لی جائیں اور ہر لکڑی کے سرے پر گرہ لگی ہو اور ہر گرہ کو پھنسیوں یا مسوں پر پھیرا جائے اور آیت : ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْجِبَالِ﴾ [طہ:۱۰۵]۔

ایک بار پڑھی جائے پھر لکڑیوں کو کسی تر مقام پر دفن کر دیا جائے...الخ اور اس خودساختہ طریقہ علاج میں قرآنی آیات کو جس اہانت کا سامنا ہوتا ہے وہ مخفی نہیں ہے۔

**ہفتم :** کسی عالم یا بزرگ کے کسی مخصوص رقیہ یا معینہ آیات سے مطلوب کے پورا ہوجانے کو اس کے عمل کے استحسان کی دلیل بنالینا جائز نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے اس کا مطلوب اس کے دل میں قائم صدق توجہ اور حسن رغبت کی کیفیت کی وجہ سے پورا ہو گیا ہو گو وہ بذات خود مشروع عمل نہ بھی رہا ہو، جیسا کہ کبھی کبھی کسی قبر کے پاس دعا کرنے والے کی بھی دعا قبول ہو جاتی ہے، کیونکہ داعی اس وقت ایسا مضطر اور بے بسی کی حالت میں ہوتا ہے کہ اگر وہ اس کیفیت میں کسی بت کے پاس بھی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہو جائے جیسا کہ شیخ الاسلام نے بیان فرمایا ہے [1]

مگر ہوتا یہ ہے کہ بعض مسلمان کچھ ایسے اوراد اور رقیوں کو یاد رکھتے ہیں جو کسی بزرگ کا معمول رہے ہوں اور مشروع سے بڑھ کر ان کی پابندی کرتے ہیں اور ان میں یہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے کہ یہی مشروع ہے، کیونکہ جس نے انہیں جمع کیا تھا یا تالیف کیا تھا اسے کوئی بیماری لاحق نہیں ہوئی یا وہ اپنے مرض سے شفایاب ہو گیا تھا...

## شیخ الاسلام فرماتے ہیں :

''بہت سے لوگ یہیں سے غلطی میں پڑ جاتے ہیں کہ انہیں خبر ملتی ہے کہ کچھ بزرگ اعیان نے کوئی عبادت کی یا کوئی دعا مانگی اور انہیں اس عبادت اور اس دعا کا اثر ملا تھا، بس وہ اسی کو اس عبادت اور دعا کے استحسان

---

[1] دیکھیے : اقتضاء الصراط المستقیم. یعنی وہ دعا محض اس لئے قبول ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی بے بسی پر رحم آجاتا ہے، کسی مقام یا کسی اور چیز کا اس میں کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔

کی دلیل بنا لیتے ہیں اور اس عمل کو یوں سنت کا درجہ دے دیتے ہیں گو یا کسی نبی نے اسے انجام دیا ہو...، خصوصا جبکہ اس عمل کا اثر صدق کی اس کیفیت کی وجہ سے تھا جو اس فعل کے وقت فاعل کے دل میں پیدا ہوئی تھی، پھر جب پیروکار لوگ صدق سے خالی ہو کر محض شکلی اعتبار سے ایسا کرتے ہیں تو اس سے نقصان اٹھاتے ہیں کیونکہ وہ مشروع نہیں ہوتا ہے''۔ ①

**شوکانی صاحب تجربے کی مشروعیت کا انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''کوئی کہنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ مجرب واقع ہوا ہو اس کا ثبوت شارع یا اہل شریعت سے ہو جاتا ہے''۔

**اور معلمی صاحب فرماتے ہیں :**

''مقصود یہ ہے کہ تجربے پر اعتماد کرنا نہ حجت ہے نہ مثل حجت ہے، نہ سلف امت میں سے کسی نے کہا نہ علماء راسخین اور ائمہ میں سے کسی نے کہا کہ وہ حجت ہے''۔ ②

**البانی صاحب فرماتے ہیں :**

''تجربے کی کامیابی اس کی شرعیت کی دلالت کے لئے کافی نہیں ہے، یہ لازم ہے کہ یہاں کوئی ایسی دلیل موجود ہو جو اس کی شرعیت کی تائید کرتی ہو ورنہ نہیں''۔ ③

سابقہ تفصیلات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ رقیہ کا باب ایک شرعی باب ہے جس میں اتباع اور حکم برداری لازم ہے۔

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْ﴾ [الحشر:۷]۔

''اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ''۔

اور ﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسۡتَقِيمٗا فَٱتَّبِعُوهُۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَن سَبِيلِهِۦۚ ذَٰلِكُمۡ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾ [الانعام:۱۵۳]۔

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ

① دیکھیے : حوالہ مذکور : ۳۵۰۔ ② تحقیق البدعة : ۳۳۔
③ تنبيه الأنام ببدع وضلالات المعالجين بالقرآن لأحمد الزغبي : ۳۴۔

سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو‘‘

اب رہی یہ بات کہ تجربے پر اعتماد کا قول بعض علماء کی طرف منسوب ہے تو وہ اس بات کی دلیل ہے کمال تنہا اللہ اور اس کی شریعت کے لئے ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہر شخص کی کچھ باتیں قابل اخذ اور کچھ باتیں قابل رد ہوتی ہیں، اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عصمت کا دعوی کسی کے لئے نہیں کرتے ہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دین اور اس کی حرمتوں کی تعظیم اشخاص و اقوال کی تعظیم سے اکمل اور محبوب تر ہے۔ [1]

- **خاصیت کا دلائل سے ثبوت لازم ہے :**

جس خاصیت سے فائدہ اٹھانا مقصود ہو اس کے متعلق یہ دیکھنا اہم ہے کہ اس کا خاصیت ہونا شرعی اعتبار سے ثابت ہے؟ اور سنت مطہرہ میں اس کی خاصیت کی دلیل موجود ہے؟ پھر اگر سنت سے اس کا اثبات ہو جائے تو وہ اس باب میں خاص طور پر اس کے فائدہ مند ہونے کی دلیل ہے؟ جو دیگر کو حاصل نہیں ہے۔

مثلاً کیا یہ مناسب ہے کہ ڈنسے ہوئے شخص پر پڑھنے کے لئے یا اس شخص کے لئے جو خود سے شیطان کو دور کرنا اور بھگانا چاہتا ہے سورۂ کوثر یا سورۂ بقرہ کی آیتِ دَین: [۲۸۲] سے استفادہ کیا جائے؟

صحیح بات یہ ہے کہ ڈنسے ہوئے شخص پر پڑھنے کے لئے موزوں سورۂ فاتحہ کی قرأت ہے، کیونکہ جس ضمن میں فائدہ اٹھانا مقصود ہے اس میں اس کا خاصیت ہونا ثابت ہے، ڈنسے ہوئے شخص سے اذیت کو رفع کرنے کے لئے سورۂ فاتحہ کی قرأت احادیث میں وارد ہے، اسی طرح شیاطین کو بھگانے اور ان کے وسوسوں اور عمومی شر سے محفوظ رہنے کے لئے آیت الکرسی کی تلاوت مناسب ہے، کیونکہ اس ضمن میں آیت الکرسی کا خاصیت ہونا احایث سے ثابت ہے۔

ایسے ہی ہر چیز سے کفایت کے لئے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی خاصیت کا ثبوت ہے، اور باذن اللہ ہر شر و مکروہ سے حفاظت کے لئے معوذتین کی قرأت نفع بخش ہے، یہی معاملہ ان تمام آیات یا سورتوں کا بھی ہے جن کا کسی ضمن میں خاصیت ہونا ثابت ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ شفاء طلبی کے لئے قرآن کی کسی بھی آیت یا سورہ سے استفادہ درست ہے، مگر بلا دلیل کسی کے اندر خاصیت کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل دیگر مقامات پر پیش کی جا چکی ہے، اور جن کے اندر خاصیت کا شرعی طور پر ثبوت مل جائے اسے دیگر پر مقدم کرنا ہی اولیٰ ہے، بلکہ یوں کہہ لیں کہ متعین ہے، واللہ اعلم۔

---

[1] البدع العملية المتعلقه بالقرآن الكريم:۴۱۸-۴۲۲۔

- **خواص سے استفادہ میں حرام چیزوں سے گریز واجب ہے :**

**قرأت کے لئے کوئی ایسی ہیئت اختیار کرنا جو حرام ہو :**

مثلاً: بالقصد حالت جنابت[1] میں تلاوت کی جائے یا مقبرہ یا حمام میں قرأت کی جائے، یا نجاستوں میں لت پت ہو کر یا شرمگاہ کو کھول کر قرآن کریم کی تلاوت کی جائے یا ایسے ہی دیگر ذرائع استعمال کئے جائیں، **نسأل الله العافية والسلامة**۔

یہ سارے طریقے خلافِ شریعت ہیں اور ان میں قرآن کریم کی شرعی حرمت کی پامالی اور تذلیل وتوہین ہے، اور اس طرح قرآن کریم کے خواص سے استفادہ بھی ممکن نہیں، بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب سے دوچار ہوسکتے ہیں۔

- **قرآن کریم کا نجس خون یا ایسی ہی کسی چیز سے لکھنا :**

**ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** ''ان کا -یعنی آیاتِ قرآنیہ کا- نکسیر کے مریض کے خون سے لکھنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ جاہل لوگ کیا کرتے ہیں، کیونکہ خون نجس ہے، اس لئے اس سے کلام اللہ کا لکھنا جائز نہیں ہے''[2]۔

دیگر اہل علم بھی اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کو کسی نجس چیز سے لکھنا یا کسی نجس چیز پر لکھنا ناجائز ہے، مثلاً: مردہ جانوروں یا متنجس جانوروں کی کھالوں پر لکھنا۔

- **قرآن کریم کے خواص سے استفادہ میں کچھ اعتقادی مخالفتیں :**

**اوّل : ضعفِ توکل اور غیر اللہ سے وابستگی :**

توحید کی پائیداری اور شرک سے گریز، اور تنہا اللہ کی عبادت سے توکل علی اللہ کا گہرا تعلق ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دلی اعتماد اور بھروسہ تنہا اللہ ہی پر رہے اور انسان اپنے تمام امور کے لئے اسی کو کافی جانے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ﴾ [المائدہ: ۲۳]۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توکل کو ایمان کی شرط ٹھہرایا ہے، اسی طرح مومنون ہی کو اس کا اہل قرار دیا ہے، فرمایا: ﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ

---

[1] ذہن نشین رہے کہ یوں حالتِ جنابت میں قرآن کی تلاوت کے جواز کا مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، اور بعض اہل علم جواز کے قائل ہیں، مگر وہ ایک الگ صورت ہے۔

[2] دیکھئے: ((زاد المعاد: ۴/ ۳۵۸)) اور اس قول کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ﴾[آل عمران:۱۶۰]۔

اس لئے جو شخص بھی قرآن کریم کے خواص سے استفادہ کرنا چاہتا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر توکل میں کھرا اترے اور سچا ثابت ہو، قلبی تعلق محض اللہ تعالیٰ سے رکھے اور غیر اللہ کی وابستگی سے دور رہے اور اس منکر عمل (یعنی اللہ تعالیٰ پر عدمِ توکل اور غیر اللہ سے وابستگی) میں واقع ہونے سے کلی طور پر گریز کرے جو اسے شرک تک بھی لے جاسکتا ہے۔

اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بہت سارے لوگ قرآن کریم کی تلاوت یا اس سے رقیہ کو تجربے کے طور پر انجام دیتے ہیں کہ اگر فائدہ ہوگیا تو بہتر، ورنہ اس میں نقصان کچھ نہیں، یہ درست نہیں ہے۔ اس بات کا پختہ یقین ہونا چاہئے کہ وہ (باذن اللہ) یقیناً نفع بخش ہے اور صحیح شفاء اسی میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ وہ مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے، مگر اس کے ساتھ اس بات پر بھی پختہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ نفع اور نقصان کا اختیار صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے پاس ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِن يَمۡسَسۡكَ ٱللَّهُ بِضُرّٖ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَۖ وَإِن يَمۡسَسۡكَ بِخَيۡرٖ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ﴾[الانعام:۱۷]۔

کیونکہ بعض لوگوں کی دلی وابستگی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے زیادہ ہوجاتی ہے اور اس طرح وہ لاشعوری طور پر شرکِ خفی سے دوچار ہوجاتے ہیں۔

**حافظ حکمی رحمہ اللہ** تعویذوں اور انہیں لٹکانے، لوگوں کے دلوں کی ان سے وابستگی اور اللہ سے عدمِ تعلق - جس کے ہاتھ میں شفاء اور خیر ہے - سے متعلق گفتگو کے درمیان اسی موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے ممنوع قرار دینا (یعنی قرآنی آیات پر مشتمل تعویذوں کے لٹکانے کو ممنوع ٹھہرانا) شرعی طور پر ممنوع اعتقاد میں واقع ہونے کا وسیلہ منقطع کردینے کے زیادہ قرین ہے، بالخصوص ہمارے اس زمانے میں، کیونکہ جب اکثر صحابہ وتابعین نے ان شریف ومقدس زمانوں میں اسے مکرہ گردانا تھا جب ایمان دلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا، تو ہمارے اس فتنوں اور آزمائشوں کے وقت میں اسے مکروہ ٹھہرانا تو اولیٰ اور انسب ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ لوگ ان رخصتوں کے ذریعہ خالص محرمات تک پہونچ گئے ہیں اور ان لوگوں نے اسے ان کا حیلہ اور وسیلہ بنالیا ہے۔

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ یہ لوگ تعویذوں میں ایک آیت یا سورت یا بسم اللہ یا اسی طرح کی کوئی چیز لکھتے

ہیں پھر ان کے نیچے ایسے شیطانی طلسمات رکھ دیتے ہیں جنہیں صرف وہی جان سکتا ہے جو ان کی کتابوں سے واقفیت رکھتا ہو۔

اور اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ لوگ عوام کے دلوں کو اللہ عزوجل پر توکل سے پھیر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے دل ان کی لکھی ہوئی تعویذوں سے وابستہ ہوجاتے ہیں [1]، بلکہ ان میں اکثر تو انہیں لرزہ براندام کر دیتے ہیں، حالانکہ انہیں کوئی تکلیف لاحق نہیں ہوتی ہے۔

چنانچہ انہیں میں کا کوئی فرد جسے مال ہتھیانے کے لئے اپنی عیاریوں کا نشانا بنانا چاہتا ہے، جبکہ وہ شخص خود بھی مال کا عاشق ہوتا ہے، تو وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے: ''دیکھ جلد ہی تیرے گھر والوں پر، یا تیرے مال پر یا تیری جان پر کوئی آفت آنے والی ہے جو ایسی اور ایسی ہوگی، یا اس سے کہتا ہے کہ تیرے ساتھ کوئی ہمزاد جن لگ گیا ہے، یا اسی طرح کی کوئی اور بات کہہ دیتا ہے، اور چند اشیاء اور شیطانی وسوسوں کے مقدمات اس سے چسپاں کر دیتا ہے، اور یوں ظاہر کرتا ہے جیسے اس کے بارے میں اس کی فراست بالکل سچی ہو، اسے اس سے حد درجہ ہمدردی ہے، اور وہ دل وجان سے اس کا فائدہ چاہتا ہے، پھر جب اپنے رب سے اعراض کرنے، اپنے قلب وقالب کے ساتھ اس دجال کی طرف متوجہ ہونے، اور اللہ کو چھوڑ کر اسی کو سہارا بنانے اور اسی پر اعتماد کرنے کی وجہ سے بیان کردہ اوصاف کے باعث اس کوڑھ مغز جاہل کا دل خوف سے لبریز ہوجاتا ہے اور وہ اس سے پوچھتا ہے کہ تب آپ کی بیان کردہ مشکلات سے نجات کا راستہ کہاں ہے؟ اور انہیں دفع کرنے کی تدبیر کیا ہوسکتی ہے، گویا سارا نفع ونقصان اسی کے ہاتھ میں ہو، تو اس وقت اس کے متعلق اس کی امید بر آتی ہے، اور اس بات کا اندازہ کرنے میں اس کی لالچ بڑھ جاتی ہے کہ شکار اس کے لئے کیا کچھ نچھاور کرسکتا ہے، اور اس سے کتنا مال اینٹھا جاسکتا ہے؟ پھر وہ اس سے کہتا ہے: اگر تم مجھے اتنا اتنا دے دو تو میں تمہارے لئے ایک حفاظتی تعویذ ایسا لکھوں گا جس کا طول اتنا اور عرض اتنا ہوگا، اور اسے ایسے سبز باغ دکھاتا ہے اور چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے جس سے وہ اسے شیشے میں اتار سکے، اور اس سے کہتا ہے کہ یہ تعویذ تم اِن اِن بیماریوں کے لئے لٹکا سکتے ہو۔

اب آپ بتائیے کہ اس اعتقاد کے ساتھ کیا آپ اسے شرک اصغر کہیں گے؟ نہیں صاحب! نہیں، یہ تو صاف صاف غیر اللہ کو معبود ٹھہرانا، غیر اللہ پر توکل کرنا، ماسوا سے التجا کرنا، اور مخلوقات کے افعال کی طرف جھک پڑنا ہے۔ اور ان کے دین کو سلب کرلینا ہے، کیا انسانی شیاطین میں سے اپنے برادران کے توسط کے بغیر شیطان بھی ایسے حیلوں

---

[1] بالکل یہی بات پیشہ ور راقیوں اور پلیٹیں اور طشتریاں لکھنے والوں، اور پھونکے ہوئے پانی کے بوتل فروخت کرنے والوں کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔

اور ایسی چالوں پر کبھی قادر ہوسکا ہے؟ ﴿قُلۡ مَن يَكۡلَؤُكُم بِٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ مِنَ ٱلرَّحۡمَٰنِۚ بَلۡ هُمۡ عَن ذِكۡرِ رَبِّهِم مُّعۡرِضُونَ﴾ [الانبیاء: ۴۲]۔

''ان سے پوچھئے کہ رحمٰن سے، دن اور رات تمہاری حفاظت کون کرسکتا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے پھرے ہوئے ہیں''۔ ①

## شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسۡبُهُۥٓ﴾ [طلاق: ۳]۔

''جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا''۔

جملہ شرطیہ ہے اپنے منطوق سے یہ افادہ کرتا ہے کہ جو اللہ پر توکل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مہمات کے لئے کافی ہوجائے گا، اور اس کے قضیے کو آسان کردے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا مکمل کارساز ہوگا، اور اگر اسے تھوڑی موڑی اذیت لاحق بھی ہوگی تو چونکہ اللہ تعالیٰ اس اذیت کے ضمن میں اس کے لئے کافی ہوگا، اس لئے وہ اپنی انتہا تک نہیں جاسکے گی، یہ دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سید المتوکلین تھے مگر اس کے باوجود انہیں اذیت لاحق ہوتی تھی، مگر وہ ان کی مضرت کا باعث نہیں ہو پاتی تھی، کیونکہ اللہ ان کا مکمل کارساز تھا، بے شک انجام اس کے حق میں ہوتا ہے جو اللہ پر اعتماد کرتا ہے۔ اور آیت اپنے مفہوم سے اس بات کا افادہ کرتی ہے کہ جو غیر اللہ پر توکل کرے گا وہ بے یار و مددگار ہوگا کیونکہ غیر اللہ مکمل کارساز اور کافی نہیں ہوسکتا ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اس لئے جو بھی غیر اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس (کی مدد) سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے، وہ اسی چیز کے حوالے ہوجاتا ہے اور اس کا مقصود ہاتھ نہیں آتا ہے، اور وہ اتنا ہی اللہ سے دور ہوتا ہے جتنا غیر اللہ پر توکل کرتا ہے''②۔

## دوم : اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی :

یقیناً اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن اللہ کی تقدیر پر تمام رضا ہی کا ایک حصہ ہے، کیونکہ انسان کو اللہ کی تقدیر سے جو بھی مصیبت لاحق ہوتی ہے اس پر تسلیم و رضا جملہ احوال واقوال میں لازم ہے۔

مگر بہت سے لوگ۔ بجز ان کے جن پر اللہ رحم فرمائے۔ اپنے کلام یا افعال کے ذریعہ اللہ کی رحمت سے مایوسی

① دیکھئے : معارج القبول : ۲/ ۶۳۷-۶۳۸، قدرے تصرف کے ساتھ۔

② القول المفید علی کتاب التوحید: ۲/ ۱۹۶، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ۲/ ۱۸۵، ۱۸۹، باب قول اللہ تعالیٰ: ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔

اور نا امیدی کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں، یہ لوگ نفع کو مستبعد گرداننے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن سے دامن کش ہوجاتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے دعا کی پر وہ قبول نہ ہوئی، اسباب کو روبہ عمل لایا، مگر اللہ نے میرے لئے خیر مقدر نہ فرمایا، ایسے ہی اقوال وافعال ان سے سرزد ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بندہ اللہ کی رحمت سے نا امیدی اور مایوسی کا شکار ہوجاتا ہے، ہم اللہ سے عافیت اور سلامتی کے طلبگار ہیں۔

اور کہیں اس طرح کی صورتِ حال ان لوگوں کے ساتھ بھی پیش آتی ہے جو قرآن کریم کے خواص سے استفادہ کے لئے کوشاں ہوتے ہیں، پر مضرت سے نجات، اذیت کے خاتمے، یا حصولِ منفعت کی جو خواہش اور مراد ان کے دلوں میں ہوتی ہے وہ پوری نہیں ہوتی ہے، میں نے قرآن کریم کے ساتھ ایسا ایسا کیا مگر میری مراد پوری نہ ہوئی، تو ایسے لوگوں کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ؛

قرآن کریم مومنوں کے لئے شفاء ورحمت ہے، اور اللہ نے ہمیں یہ بات اپنی اس کتاب میں بتائی ہے: ''باطل نہ جس کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ ایک نہایت حکمت والی اور قابلِ تعریف ہستی کا کلام ہے''۔ اور یہ قرآن کریم قلبی بیماریوں کے لئے دوائے شفاء ہے، مگر اس کے باوجود کچھ لوگوں کو اپنی اعتقادی کوتاہی اور قبولیت کی صلاحیتوں میں کمی کے باعث، یا اللہ کی رحمت سے مایوسی اور نا امیدی کی وجہ سے اور ایسے ہی دیگر موانع کی وجہ سے جو حصولِ منفعت اور تکمیل مصلحت میں آڑے آتے ہیں شفاء نہیں ملتی ہے، اس لئے کہ قرآن صرف ایمان والے پاکیزہ دلوں ہی سے مناسبت رکھتا ہے، جو اللہ سے حسنِ ظن رکھتے ہیں، اور اللہ کی رحمت سے مایوس اور نا امید نہیں ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآنی آیات کی یہ صاف دلالت ہے کہ اس کا نفع اور ہدایت ورحمت مومنوں ہی کے لئے ثابت ہے۔

اس لئے اللہ کے ساتھ حسنِ ظن، اس کی تقدیر پر رضا اور اللہ کی رحمت سے مایوس اور نا امید نہ ہونا واجب ہے، اس کے ساتھ اس بات کا بھی کامل علم رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا بندہ اس کے ساتھ گمان رکھتا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**أنا عند ظن عبدي بي**''۔ میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہی ہوتا ہوں [1]۔

## ابن قیم رحمہ اللہ اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''مطلب یہ ہے کہ میں اس کے اسی گمان پر پورا اترتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ کرنے والا ہوں، اور لاریب حسنِ ظن بھلائی اور نیکیوں کے ساتھ ہی ہوتا ہے، کیونکہ نیکیاں کرنے والا اپنے

---

① صحیح بخاری: ۷۴۰۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۵، دونوں نے اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

رب کے ساتھ یہ حسنِ ظن رکھے ہوتا ہے کہ وہ اس کی نیکیوں اور بھلائیوں کا اسے بدلہ دے گا اور وعدہ خلافی نہیں کرے گا، اور اس کی توبہ قبول کرے گا''[1]۔

اسی موضوع سے متعلق مزید فرماتے ہیں :

''اکثر لوگ اپنے ساتھ مختص چیزوں کے متعلق اور دوسروں کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اس کے متعلق بھی اللہ کے بارے میں ناحق گمان رکھتے ہیں اور اس سے بدگمان رہتے ہیں، اس سے بس وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں، اس کے اسماء وصفات سے آگاہ ہیں اور جو بھی اس کی رحمت سے مایوس ہوا اور اس کی مہربانیوں سے ناامید ہوا یقیناً اس نے اس کے ساتھ بدگمانی کی''[2]۔

مزید فرماتے ہیں :

''مخلوق کی اکثریت بلکہ سب کے سب - بجز ان کے جنہیں اللہ چاہئے - اللہ کے بارے میں ناحق گمان رکھتے ہیں اور اس سے بدگمانی کرتے ہیں، اس لئے کہ بیشتر اولادِ آدم کا اعتقاد یہی ہوتا ہے کہ ان کا حق مار لیا گیا ہے، وہ کم نصیب ہیں، اور وہ اس سے زیادہ کے مستحق ہیں۔ جتنا اللہ نے انہیں دیا ہے، وہ اپنے لسانِ حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میرے رب نے مجھ پر ظلم کیا ہے، مجھے میرے استحقاق سے محروم کر دیا ہے، اور ان کا نفس اسی کی شہادت دیتا ہے، جبکہ وہ اپنی زبان سے اس کے منکر ہوتے ہیں، اور اس کی صراحت کرنے کی جسارت نہیں رکھتے ہیں، اور جو بھی شخص اپنا جائزہ لے گا اور اپنے نفس کے دفینوں اور اس کے مضمرات کی معرفت میں گہرائی تک جائے گا اسے بخوبی یہ اندازہ لگ جائے گا کہ یہ چیز اس میں ایسے ہی چھپی ہوئی ہے جیسے چقماق میں آگ چھپی ہوتی ہے، جس کے چاہو چقماق کو رگڑ کر دیکھ لو اس کا شرارہ تمہیں بتا دے گا کہ اس میں کیا چھپا ہوا ہے، جس کی چاہو تفتیش کر کے دیکھ لو خواہ وہ کوئی بھی ہو وہ تمہیں تقدیر سے نالاں ملے گا، اسے ملامت کرتا ہوگا، اس کے متعلق اس کے پاس تجاویز ہوں گی، جو اس کے اجرا کے برعکس ہوں گی، اور اس کا جی یہی بولتا ہوگا کہ ہونا تو ایسا اور ایسا چاہئے تھا۔ ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں میں یہ چیز کم ہوگی اور کچھ میں زیادہ، خود اپنا بھی جائزہ لے لو دیکھو تو کیا تم اس سے محفوظ ہو؟''[3]۔

اے اللہ کے بندے اس بات کو گرہ میں باندھ لے کہ کبھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا ہے، ازالۂ کلفت کا انتظار کر، مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے۔ ہمارا رب جل وعلا فرماتا ہے:

﴿فَإِنَّ مَعَ ٱلْعُسْرِ يُسْرًا﴾ [الشرح:۵]۔

---

① الجواب الکافی: ۳۳۔ ② دیکھئے: زادالمعاد: ۳/ ۲۲۹، ۲۳۰۔ ③ زادالمعاد: ۳/ ۲۳۵۔

**سعدی رحمہ اللہ ان آیتوں پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''یہ ایک عظیم بشارت ہے، کہ جب جب دشواری اور مشکل پائی جائے گی تب تب آسانی اس کے بعد ہی آئے گی اور اس کے ہم رکاب ہوگی، یہاں تک کہ مشکل اگر گوہ کے سوراخ میں چلی جائے تو آسانی اس کے ساتھ ساتھ وہاں بھی چلی جائے گی اور اسے نکال دے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿سَيَجۡعَلُ ٱللَّهُ بَعۡدَ عُسۡرٖ يُسۡرٗا﴾ [طلاق:۷]۔

دونوں آیتوں میں ''عُسر'' کا معرفہ لانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تنہا ہے اور ''یُسر'' کا نکرہ لانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مکرر آئے گا، اس لئے دو ''یُسر'' پر ایک ''عُسر'' ہرگز غالب نہیں آئے گا۔

استغراق اور عموم پر دلالت کرنے والے الف لام کے ذریعہ تعریف اس بات کی دلیل ہے کہ ''عُسر'' خواہ اپنی دشواری میں کسی بھی مبلغ اور انتہا کو پہونچ جائے اس کے آخر میں ''تیسیر'' ضرور آئے گی جو اس کے ساتھ لازم کی حیثیت رکھتی ہے''①۔

**آلوسی رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس قول :**

﴿لَّا يَسۡـَٔمُ ٱلۡإِنسَٰنُ مِن دُعَآءِ ٱلۡخَيۡرِ وَإِن مَّسَّهُ ٱلشَّرُّ فَيَـُٔوسٞ قَنُوطٞ﴾ [فصلت:۴۹]۔

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے بہت زیادہ مایوس اور ناامید ہوجانے والا ہے ...صیغے کی جہت سے اس کی مایوسی میں مبالغہ کا اظہار کیا گیا ہے، کیونکہ فعول مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے، اور معنوی تکرار کی جہت سے بھی مبالغہ کا استعمال کیا گیا ہے، کیونکہ قنوط (ناامیدی) یہ ہے کہ اس پر یاس کا اثر ظاہر ہوتو وہ پژمردہ ہوکر ٹوٹ جائے، اور چونکہ اس پر دلالت کرنے والا اس کا اثر اس سے جدا نہیں ہوتا اس لئے ایک دوسرے طریقہ سے دوبارہ اس کا ذکر کرنے میں زیادہ بلاغت پائی جاتی ہے، اور یاس کو اس لئے مقدم کیا ہے کہ وہ دل کی صفت ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی خیر کی امید کا دامن چھوڑ بیٹھتا ہے اور پژمردگی اور انکسار کا جو اثر اس کی صورت پر ظاہر ہوتا ہے اس میں بھی مؤثر وہی ہوتا ہے''②۔

**ابن عاشور رحمہ اللہ بھی اس آیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''اگر انسان کو شر لاحق ہوتو وہ بڑا مایوس اور ناامید ہوجانے والا ہے، اور یہ اس کے اخلاق میں قلت صبر کا مظہر

① دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمان فی تفسیر کلام المنان: ص ۸۵۹، قدرے تصرف کے ساتھ۔ ② دیکھئے: روح المعانی: ۲۵/۴۔

ہے کہ جب اس پر کوئی پر مشقت چیز وارد ہوتی ہے جو اسے تھکا دیتی ہے تو وہ شر کے لاحق ہونے سے رنجور ہوتا ہے اور اس سے پہلے جس خیر میں تھا اس کے ساتھ اس کا موازنہ کرتے ہوئے یہ نہیں کہتا ہے کہ چلو اگر آج مجھے شر لاحق ہوا ہے تو اس سے پہلے بڑے دنوں تک خیر بھی میرے ساتھ رہا ہے، اس لئے حق یہی ہے کہ جس طرح میں اپنے اوپر ہونے والے خیر سے لطف اندوز ہوتا رہا اسی طرح وارد ہونے والی مصیبتوں کا بھی متحمل بنوں، پھر وہ خود سے شر کے زائل ہونے تک انتظار نہیں کرتا ہے، اس بات کو فراموش کر دیتا ہے کہ اسے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے تکلیف کے دور کر دینے کا سوال کرنا چاہئے، بلکہ غصہ اور کبر کے مارے مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے، اور اپنے اوپر مایوسی، انکسار اور رنج وغم کے اثر کا اظہار کرنے لگتا ہے، اور خیر کی واپسی کا انتظار قطعی نہیں کرتا ہے۔ حالانکہ امت کے لئے وارد ہونے والی شریعت میں اس کی تربیت قنوط اور ناامیدی کی مذمت پر کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

﴿قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِۦٓ إِلَّا ٱلضَّآلُّونَ﴾ [الحجر:٥٦]۔ [1]

''کہا اپنے رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو صرف گمراہ اور بہکے ہوئے لوگ ہی ہوتے ہیں''۔

## شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

﴿قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِۦٓ إِلَّا ٱلضَّآلُّونَ﴾ کے تحت فرماتے ہیں :

''مَن'' اسم استفہام ہے، کیونکہ اس کے بعد آنے والا فعل مرفوع ہے، پھر اس کا کوئی جواب بھی نہیں تھا، اور ''قنوط'' سخت ترین مایوسی کو کہتے ہیں، کیونکہ انسان امیدوں اور آرزؤں سے مایوس اور دور ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اپنے مطلوب کے حصول یا اپنے کرب کے ازالے کو مستبعد ٹھہرانے لگتا ہے لہٰذا اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا جائز نہیں، کیونکہ اس میں دو وجوہات سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی پائی جاتی ہے:

**اول:** یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت پر اعتراض ہے، کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے وہ اللہ کی قدرت سے کسی چیز کو بعید نہیں ٹھہرائے گا۔

**دوم:** یہ اللہ سبحانہ کی رحمت پر اعتراض ہے؛ کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہو گا کہ اللہ رحیم ہے وہ اس بات کو بھی مستبعد نہیں ٹھہرائے گا کہ اللہ سبحانہ اس پر رحم فرمائے گا، اسی لئے اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والا گمراہ ٹھہرا ہے۔ اور جب انسان کسی تکلیف میں پڑ جائے تو ہرگز اس بات کو مستبعد نہیں ٹھہرانا چاہئے کہ اس کا مطلوب اسے حاصل ہو گا یا اس

[1] التحریر والتنویر : ۲۵/۱۰،۱۱۔

کے کرب کا اس سے ازالہ ہو جائے گا۔۔۔"[1]۔

اللہ کی رحمت سے مایوسی اور نا امیدی کے متعلق آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ بکثرت وارد ہیں اور معروف ہیں۔

## سوم : قرآن کریم کی توہین :

مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ ایسا برا تصرف کیا جائے جو اس کے عظمت وجلال اور قدسیت کے منافی ہو، کیونکہ وہ رب العالمین کا کلام ہے جو خاتم الأنبیاء والمرسلین پر نازل ہوا ہے۔

سلف وخلف کے اہل علم کا قرآن کریم کے احترام اور اس کی تعظیم وتکریم پر اجماع ہے، ایسے ہی اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ اس کی توہین حرام ہے، اور جو شخص اسے ہلکا جانتے ہوئے اور اس کی قدر ومنزلت کی تخفیف کرتے ہوئے جان بوجھ کر اسے کسی گندی جگہ پھینک دے تو ان سب نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

## ابن مفلح رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"قرآنِ عزیز کی تعظیم وتنزیہ اور حفاظت کے وجوب پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ جو اس کے ایک حرف کا بھی انکار کرے گا، یا اس میں کسی حرف کا اضافہ کرے گا جو کسی کی قرأت میں نہ ہو اور اسے اس کا علم بھی ہو تو وہ کافر ہو جائے گا"[2]۔

انہوں نے مزید نقل فرمایا ہے کہ:

"یہ جان لو کہ جس نے قرآن کا یا مصحف کا، یا اس میں سے کسی چیز کا استخفاف کیا، یا اس میں سے ایک حرف کا بھی انکار کیا، یا اس کی صراحت کردہ چیز کا انکار کیا خواہ وہ حکم ہو یا خبر، یا کسی ایسی چیز کا اثبات کیا جس کی اس نے نفی کی ہو، یا ایسی کسی چیز کی نفی کی جس کا اس نے اثبات کیا ہو، یا اس کی کسی چیز میں شک کیا تو وہ باجماع مسلمین کافر ہے۔ ایسے ہی جس نے تورات یا انجیل کا انکار کیا، یا اللہ کی نازل کردہ کتابوں کا انکار کیا، یا ان کے ساتھ کفر کیا، یا انہیں گالی دی، تو وہ کافر ہے"[3]۔

اور مصحف کی حفاظت اور اس کے احترام پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے، اور اگر۔العیاذ باللہ۔کسی مسلمان نے اسے کچروں اور کوڑوں میں ڈال دیا تو ڈالنے والا کافر ہو جائے گا، اور اسے تکیہ بنانے کی حرمت بھی نقل کی ہے، بلکہ

---

① دیکھئے : القول المفید علی کتاب التوحید : ۲/ ۲۰۳، ۲۰۴۔

② الآداب الشرعیة : ۲/ ۴۱۰، از ابوزکریا نووی رحمہ اللہ۔

③ دیکھئے حوالہ مذکور: ۲/ ۴۱۰۔ اسے قاضی عیاض رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

دیگر کتبِ علم کا تکیہ بنانا بھی حرام ہے[1]۔

مصحف کی توہین اور اس کا استخفاف ان عظیم اعتقادی امور میں سے ہے جو۔العیاذ باللہ۔کفر تک لے جاتے ہیں، اور کبھی کبھی کچھ لوگ سستی یا تساہل کی وجہ سے قرآن کریم کے ساتھ ایسا کر بیٹھتے ہیں، اور دنیا وآخرت میں ان کا عمل ضائع ہوجاتا ہے، قرآن کریم کی توہین یا استخفاف کی ایک صورت یہ ہے کہ اسے کچروں میں ڈال دیا جائے یا توہین کے قصد سے قدموں کے نیچے رکھا جائے، یا اسے پھاڑ دیا جائے، یا اس کی توہین وتخفیف کی غرض سے اس پر نجاستیں ڈال دی جائیں۔

ایسے ہی اہانت اور عدم حرمت کی غرض سے اسے پھینک دینے، یا اسے آلودہ کرنے، یا اسے پھاڑنے اور اس کے ساتھ یا اسے پڑھنے کے درمیان نجاستوں کا استعمال کرنے کا حکم بھی ہے۔

کبھی کبھی قرآن کریم کے خواص پر عمل کرنے کے درمیان بعض کمزورنفس یا جاہل لوگ ایسا کرتے ہیں، اور اس پر وہ عمل میں اسلام اور اخلاص کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، اور قرآن کریم کی حرمت اور قدسیت کے احکام سے ناواقف کچھ جاہل لوگ ان کی تصدیق بھی کرتے ہیں، اور ان کی ہدایات پر بلاچوں وچرا کاربند ہوتے ہیں، یا خود انہیں جیسا عمل کرنے لگتے ہیں، ہم اللہ سے عافیت اور سلامتی کے طلب گار ہیں۔

قرآن کریم ان سب سے بلند وبالا اور اعلیٰ واجلّ ہے، اور اس کی منفعت کا حصول اس حرام طریقے پر نہیں ہوا کرتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ تعامل حرمت وتعظیم اور قدسیت کے اعلیٰ ترین درجات پر ہونا چاہئے، جیسا کہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ شریفہ کی رہنمائی ہے۔

## شیخ حافظ حکمی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''اللہ کی قسم! اللہ کے دشمنوں میں سے کسی نے اللہ کی کتاب کی ایسی توہین نہیں کی جیسی توہین اسلام کا دعویٰ کرنے والے ان زندیقوں نے کی ہے۔ واللہ! قرآن تو اس لئے نازل ہوا تھا کہ اس کی تلاوت کی جائے، اس پر عمل کیا جائے، اس کے احکامات کی پابندی کی جائے، اس کے نواہی سے گریز کیا جائے، اس کی مثالوں سے عبرت حاصل کی جائے، اس کے قصوں سے نصیحت لی جائے اور اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے، مگر ان لوگوں نے ان ساری چیزوں کو معطل کردیا ہے، انہیں پسِ پشت ڈال دیا ہے، انہوں نے بس الفاظ کو محفوظ رکھا ہے، تاکہ دیگر ان تمام اسباب کی طرح اسے بھی کھانے کمانے کا ذریعہ بنائیں، جن سے ان کی رسائی

[1] التبیان : ۱۵۳،(فصل صيانة المصحف)،اور دیکھئے : فضائل القرآن لأبي عبيد : ۲۴۳۔

حلال کے بجائے حرام تک ہوتی ہے، حالانکہ اگر کسی بادشاہ یا امیر نے اپنے کسی ماتحت کے پاس کوئی تحریر بھیجی ہوتی کہ ایسا کرو، ایسا نہ کرو، جو لوگ تمہاری جہت میں ہیں انہیں یہ حکم دو، اور انہیں ان چیزوں سے روک دو، اور اسی طرح کی دیگر باتیں ہوتیں پھر وہ شخص اس کی تحریر کو لیتا، مگر اسے پڑھتا نہ اس کے احکامات اور نواہی پر تدبر کرتا، نہ دوسروں تک انہیں پہونچاتا جن تک پہونچانے کا اسے حکم دیا گیا، بلکہ وہ اسے اپنی گردن یا بازو پر لٹکا لیتا، اور اس کے اندر موجود کسی چیز پر قطعی کوئی توجہ نہ دیتا، تو یقیناً بادشاہ اسے شدید ترین سزاؤں سے دوچار کرتا اور بدترین عذاب میں ڈال دیتا۔

تب اس جبار ارض کی تنزیل کا کیا کہنا کہ جس کے لئے آسمان وزمین میں اعلیٰ مثالیں ہیں، اول وآخر اسی کی حمد ہے، اور سارے امور کا مرجع وہی ہے، (جس کے متعلق حکم ہے کہ) اسی کی عبادت کر، اور اسی پر توکل کر، وہی میرے لئے کافی ہے اور میرا کارساز ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا اور وہ عرشِ عظیم کا رب ہے''[1]۔

اور اسی موضوع سے متعلق **فضیلۃ الشیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ** سے ایک سوال کیا گیا جو مع جواب حسبِ ذیل ہے:

کیا کھانے اور پینے کے برتنوں پر دوا علاج کی غرض سے آیت الکرسی جیسی قرآنِ کریم کی بعض آیات کا لکھنا جائز ہے؟

**جواب** : اولاً: یہ جاننا چاہئے کہ اللہ عزوجل کی کتاب اس سے بہت معزز اور بلند وبالا ہے کہ اس حد تک اس کی توہین کی جائے، اور اس قدر اوچھی حرکت اس کے ساتھ کی جائے، کسی مومن کا دل اسے کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ اللہ عزوجل کی کتاب کو اور کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت آیت الکرسی کو پانی کے کسی برتن پر لکھے اور پینے کے بعد اس کی توہین کی جائے، اسے گھر میں پھینک دیا جائے اور بچے اسے کھلونا بنا لیں؟

یہ عمل بلاشک حرام ہے، اور جب کسی کے پاس ایسا کوئی برتن ہو اس پر واجب ہے کہ وہ اس پر لکھی ہوئی آیات کو مٹا ڈالے، کسی کاریگر کے پاس لے جا کر انہیں ختم کرا لے، اور اگر ایسا کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ کسی پاک جگہ پر گڑھا کھود کر اسے دفن کر دے، لیکن اگر اسے یونہی بے وقعت اور اہانت سے دوچار چھوڑ دیا جاتا ہے کہ بچے اس میں پانی پیئیں اور اس سے کھیلیں تو یہ جائز نہیں ہے، گو اس سے شفاء طلبی ہی کیوں نہ مقصود ہو؛ کیونکہ اس طریقے سے شفاء طلبی سلفِ صالحین سے وارد نہیں ہے''[2]۔

---

[1] دیکھئے: معارج القبول: ۲/۶۳۹، ۶۴۰، اور مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: التذكار في أفضل الأذكار: ص ۱۷۱۔

[2] دیکھئے: الفتاویٰ الذهبية: مرتبه: خالد جريسى: ۹۷۔

## چہارم : قرآنِ کریم کی تحریف :

قرآنِ کریم کی تحریف سے مراد مختلف ہیئتوں میں قرآن کی سورتوں یا آیتوں کا متعدد بار اور بتکرار لکھنا ہے، اور وہ اس طرح کہ اوّل سورت کو آخر کردیا جائے یا بالعکس کیا جائے، یا اوسط کو اول یا آخر میں کردیا جائے، اور ایسی ہی کوئی صورت اختیار کی جائے۔ یا سورتوں اور آیتوں کو حروفِ مقطعات کی شکل میں ہر حرف جدا جدا لکھا جائے۔

اور یہ حضرات اس بات کے مدعی ہیں کہ اس ہیئت میں حصولِ منفعت یا دفعِ مضرت یا رفعِ اذیت کی وہ خصوصیت پیدا ہوجاتی ہے جو اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے۔

اور اس سے بھی سنگین بات یہ ہے کہ الفاظ کے اضافے یا اس میں کمی کے ذریعہ خود قرآنی آیات یا سورتوں ہی میں تحریف کردی جائے، ہوتا یہ ہے کہ یہ حضرات قرآن کریم میں اپنی طرف سے جو چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتے ہیں حذف کردیتے ہیں۔

### ابن مفلح رحمہ اللہ اسی موضوع سے متعلق فرماتے ہیں :

''تمام دیار میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے اور مسلمانوں کے پاس موجود مصحف میں لکھا ہے جسے (الحمد للہ رب العالمین) سے (قل أعوذ برب الناس) کے آخر تک دو دفتیوں کے درمیان جمع کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کے نبی پر نازل ہونے والی وحی ہے، اس میں جو کچھ ہے سب حق ہے، جس نے بالقصد اس میں سے کسی حرف کو کم کیا یا اس کی جگہ بدل کر دوسرا حرف رکھ دیا، یا اس میں کسی ایسے حرف کا اضافہ کیا جو اس مصحف میں نہیں پایا جاتا جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے، اور لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ قرآن نہیں ہے، اور ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تو وہ ان سب سے کافر ہوجائے گا''[1]۔

کچھ جاہلوں کا یہی حال ہے کہ وہ اپنے دعوے کے مطابق قرآن کریم کے خواص سے استفادہ کے عمل کے وقت اس میں اسی طرح کی تحریفات کا ارتکاب کرتے ہیں، یا ان لوگوں کا حال ہے جو ان کی تصدیق کرتے اور انہیں کے عمل پر عمل کرتے ہیں، اور دعویٰ کرتے ہیں کہ کون وکواکب کے احوال کی رعایت کے ساتھ قرآن کریم کی تحریف کردہ ان ہیئتوں میں ایک الگ خصوصیت پائی جاتی ہے، حالانکہ ان کی اس بات میں غایت درجہ کی سفاہت اور جہالت پائی جاتی ہے، اور قرآن وسنت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل معلوم ہے نہ یہ بات کسی اہلِ دین وایمان سے

---

① دیکھئے : الآداب الشرعية : ۲/۴۱۱۔

منقول ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کے خواص سے استفادہ اور اس سے حصولِ منفعت کی طلب کا ۔علی وجہ العموم ۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں قرآن وسنت میں جو کچھ وارد ہے بعینہ اس پر کار بند رہا جائے، اور اس میں کوئی تحریف یا تبدیلی نہ کی جائے، نہ ہی ان باطل ہیئتوں، گمراہ کن طریقوں اور منحرف صورتوں کے متعلق اعتقاد رکھا جائے جو کلام اللہ کی تحریف کی طرف لے جانے والے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کی حفاظت کی وجہ سے گمراہوں کی تحریف، اور تلاعب کرنے والوں کی عبث کاری سے قطعی محفوظ ہے۔

## پنجم : قرآن کریم سے تبرک حاصل کرنے پر اکتفا کرنا :

### تبرک کا لغوی معنیٰ :

یہ مصدر ہے، تبرّک تبرکاً کا، جس کا معنیٰ ہے برکت طلب کرنا، کسی چیز سے تبرک کا مطلب اس کے واسطے سے برکت طلب کرنا ہے۔

اور تہذیب اللغۃ میں بیان کیا ہے کہ: ''تبارک اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر امر میں اس کے نام سے برکت حاصل کی جاتی ہے، اور اس میں تمجید وتعظیم کا پہلو ہے۔

جبکہ تبریک کا مطلب: انسان کے لئے برکت وغیرہ کی دعا کرنا ہے، **''برکت علیه تبریکاً''** بولا جاتا ہے اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے اسے بارک اللہ علیہ کہا یعنی اللہ اسے برکتوں سے نوازے''①۔

اور صحاح میں وارد ہے کہ: ''برکت کا معنی بڑھوتری اور اضافہ ہوتا ہے، اور تبریک کا معنی ہے برکت کی دعا دینا، اور تبرکت بہ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کے ذریعہ برکت طلب کی''②۔

اور لسان العرب میں آیا ہے کہ: ''مبارک وہ ہوتا ہے جس کی طرف سے بہت ساری بھلائیاں آتی ہیں''③۔

سابقہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تبرک کا معنی ہے: قرآن کریم کے واسطے سے برکت اور خیر طلب کرنا جو رب العالمین کا کلام ہے۔

بیشک قرآن کریم بہت سی خیرات وبرکات کا حامل ہے اور اس میں دنیا وآخرت کی بھلائی پائی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے برکت طلب کرنے کے وسائل میں ایک یہ بھی ہے کہ مشروع طریقے پر اس کے ذکر سے تبرک حاصل کیا جائے اور رب العالمین کا کلام (قرآنِ کریم) تو اشرف الذکر ہے۔

---

① تهذيب اللغة: ۲۳۱/۱۰۔ ② دیکھئے: الصحاح: ۱۵۷۵/۴۔ ③ دیکھئے: لسان العرب: ۳۹۶/۱۰۔

سورتوں اور آیتوں کی تلاوت کی برکتوں اور فضیلتوں پر متعدد مقامات پر آیاتِ قرآنیہ کی دلالتیں موجود ہیں، نیز احادیثِ نبویہ میں قرآنی آیتوں اور سورتوں کے خواص و برکات کے متعلق ایک بڑی مقدار پائی جاتی ہے، اور یہ ساری منفعتیں اور فوائد اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب ان سورتوں اور آیتوں کے خواص سے استفادہ کے وقت کتاب وسنت کی رہنمائی کے مطابق شرعی ضابطوں کی رعایت کی جائے اور سلف صالحین کے منہج پر کار بند رہا جائے۔

اور ''کتاب الھدیٰ والبیان حول برکۃ القرآن'' میں اس موضوع پر عمدہ تحریر موجود ہے جو پیش خدمت ہے:

''سارا کا سارا قرآن خیر وسعادت اور برکت کا حامل ہے، اور وہ بھی ایسی برکت جس کی کوئی انتہا نہیں ہے، جی ہاں! میرے رب کی عزت کی قسم! قرآن مجید برکت کا منبع، اس کا شفاف چشمہ، اور مصدر اصیل ہے۔ اللہ کی قسم! قرآن اپنے مشمولات کی وجہ سے جملہ میدانوں میں باعثِ ہدایت ورحمت اور برکت ہے، توحید وعبودیت، عقیدۂ اسلامیہ، حکم واحکام، امرونہی، وعدوعید، ترغیب وترھیب، اخبارات واقاصیص اور ضرب الأمثال کے میدان ہوں یا دیگر میدان ہوں اس کی برکت ان سب میں ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن کریم کے محتویات ومضامین میں معانی جلیلہ اور اسرار بدیعہ پائے جاتے ہیں، اسی لئے وہ اعجوبۂ دھر، سفینۂ نجات اور سلامتی کا قلعہ ہے...''[1]۔

اس بحث کا مقصود اس اعتقادی خرابی کی نشاندہی اور وضاحت ہے جس سے قرآن کریم کے خواص سے استفادہ کرنے والے بہت سے لوگ دوچار ہوتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ فقط قرآن کریم سے تبرک پر اکتفا کرلیا جائے، جبکہ قلب وعقل اور فہم وتدبر سے عاری ہوں، اس کی تلاوت کم اور اس پر ایمان کوتاہ ہو۔ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ قرآنی آیات اور سورتوں کو یا اذکار شرعیہ کو لٹکا لیا جاتا ہے، یا قرآن شریف کو اپنے پاس رکھ کر ساتھ ساتھ لئے گھومتے ہیں، یا اسے کسی خاص جگہ پر محض تبرک کے لئے رکھ دیتے ہیں اور اس کا کوئی خاص مقصد نہیں ہوتا ہے، اس سے ان کا مقصود ومطلوب یہی ہوتا ہے کہ مضرت دفع ہو، اذیت رفع ہو، اور حصولِ برکت کی تکمیل ہو، یہ اپنے دلوں کو توکل علی اللہ، اور اللہ کے متعلق اعتقادِ حق سے پھیر لیتے ہیں، گو اس کام کے لئے انہیں کلام اللہ کی توہین ہی کیوں نہ کرنی پڑے، یا اسے کسی نامناسب مقام پر رکھنے کی نوبت آجائے، یا ایسی دیگر صورتوں سے دوچار ہونا پڑے۔

حالانکہ انہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے خیر وبرکت کا حصول اس وقت ہوگا جب شرعی آداب اور ضابطوں کی تکمیل ہوگی، اور شرعی ممنوعات اور موانع منتفی ہوں گے، تبھی منفعتوں کا حصول کامل طور پر متحقق ہوگا، اذیت رفع اور مضرت دفع ہوگی، اور خیر وہدایت اور رحمت کا کماحقہ اثبات ہوگا، اور حمد ومنت اللہ ہی کے لئے ہے۔

---

[1] الھدیٰ والبیان في أسماء القرآن : ص۳۵۶۔

اور یہ بھی ایک معلوم حقیقت ہے کہ تبرک کے کچھ طریقے مشروع اور کچھ ممنوع ہیں۔ چنانچہ کچھ مشروع تبرکات حسبِ ذیل ہیں:

● اللہ جل وعلا کے ذکر سے تبرک (یعنی برکت حاصل کرنے کی طلب)۔ ● قرآن کریم کی تلاوت سے تبرک۔ ● قرآن کریم کے فضائل اور قرآن کریم کے خواص سے تبرک۔ ● نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی زندگی میں تبرک۔ ● آبِ زمزم پی کر تبرک۔

**اور کچھ ممنوع تبرکات حسبِ ذیل ہیں :**

● نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی وفات کے بعد تبرک۔ ● آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر سے تبرک۔ ● ان کی میلاد سے تبرک۔ ● شبِ اسراء ومعراج سے تبرک۔

اور ایسے ہی دیگر بہت سے تبرکات ہیں۔

**یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر قرآن کریم سے تبرک پر اکتفا کرنے سے متعلق بعض مسائل کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرادی جائے جو حسبِ ذیل ہیں :**

**پہلا مسئلہ : تبرک کے لئے مصحف (یعنی قرآن مجید) کو کسی خاص مقام پر رکھنا :**

بعض لوگ تبرک حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید کو کسی خاص مقام پر رکھ دیتے ہیں اور ان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے مصیبتیں دور ہوں گی، اذیتوں کا ازالہ ہوگا، یا کوئی خاص بھلائی حاصل ہوگی، مثلاً: وہ اسے گھر یا گاڑی کے اندر اس لئے رکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے حوادث سے محفوظ رہیں، یا شیطان بھاگ جائے گا، یا نظرِ بد سے راحت ملے گی، یا روزی میں برکت ہوگی، یا اس طرح کے دیگر مقاصد بھی ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر فہد رومی صاحب نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے قرآن مجید سے تبرک کے کچھ خاص نمونے بھی پیش کئے ہیں جو امت کی فکری پستی کے آئینہ دار ہیں، پہلے ان کا کلام پھر نمونے پیش خدمت ہیں:

’’ایک دوسرا گروہ وہ ہے جس نے قرآن کریم کو تبرک حاصل کرنے کا آلہ بنا لیا ہے، یہ لوگ اپنی بدعتوں اور منکرات سے عوام کی قربت حاصل کرتے ہیں، اور اگر کوئی انہیں دلیلوں سے قائل کرنے کی کوشش کرے تو وہ عوام کے سامنے چلانے لگتے ہیں کہ دیکھو دیکھو یہ قرآن کا احترام کرتا ہے نہ اس کے حقوق سے آگاہ ہے، جبکہ یہی لوگ سب سے زیادہ اس کے حقوق کو معطل کرنے والے ہیں، بالکل ایسے ہی جیسے قبر پرست حضرات انبیاء واولیاء اور

صالحین کی قبروں کے پاس کیا کرتے ہیں، پھر اگر کوئی ان پر نکیر کرے تو اس کے منہ پر شور مچاتے ہیں کہ یہ تو محمد ﷺ سے نفرت کرتا ہے، اور فلاں فلاں صالحین سے بغض رکھتا ہے۔

میں اپنی اس آپ بیتی میں تین ایسے واقعات پیش کرنے جا رہا ہوں جن میں ان کے دعوے کے مطابق قرآن سے تبرک کی صورتِ حال واضح ہوتی ہے :

**پہلی صورت :** میں نے ان میں سے ایک کے پاس اس کی مجلس کے ایک گوشے میں ایک خوبصورت منظر دیکھا، جو ایک صندوق سے عبارت تھا، جس کا ڈھکن شیشے کا تھا، اس کے اندر ایک الکٹرونک بلب روشن تھا جس کی روشنی نقش ونگار کو نمایاں کر رہی تھی، میں نے یہی سمجھا کہ وہ مصحف کی شکل کی کوئی چیز ہے، اس لئے میں نے اسے غور سے دیکھنے کے لئے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا، میں نے دیکھا کہ اس کے نقش ونگار اور سجاوٹیں نمایاں اور ابھری ہوئی ہیں، جب میں نے اسے اور غور سے دیکھا تو مجھے شک ہونے لگا کہ وہ تو واقعی قرآن مجید ہی ہے، اس لئے میں نے اس کا شیشہ اٹھایا اور کوشش کی کہ اسے اکھاڑ لوں، مگر اس پر تو مضبوط کیلیں ٹھونکی ہوئی تھیں، بالآخر میں نے اسے نکال ہی لیا، تب کیا دیکھتا ہوں، اور جو میں نے دیکھا وہ بڑا بھیانک تھا، وہ تو قرآن کریم کا اصل نسخہ تھا جو کیلوں کے گاڑنے کی وجہ سے پھٹ چکا تھا... میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، آخر یہ کون سا تبرک ہے؟ کیا قرآن پر ہتھوڑے چلا کر اور کیلیں ٹھونک کر اسے فکس کر دینے سے تبرک کی تکمیل ہوگی؟ کیا یوں قرآن کو متروک ومہجور کر کے تبرک کی رسم پوری کی جائے گی؟ آخر وہ کون ہے جو اس حال میں قرآن کی تلاوت کرے گا، کیا جو لوگ اس میں مبتلا ہیں وہ منظر کے لئے صرف غلاف سے کام نہیں چلا سکتے، اور قرآن کا حق تلاوت سے ادا کرتے؟!

**دوسری صورت :** میں ایک اسلامی ملک میں ایک رینٹل کار پر سوار ہوا، میں نے دیکھا کہ سامنے کے رف پر قرآن شریف رکھا ہے، اور دھوپ نے اس کا رنگ بدل دیا ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا مقصد کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ اسے تبرک کی طلب میں رکھ چھوڑا ہے، میں نے اس سے پوچھا: کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ تم نے اسے پڑھا ہو، اس نے میرے اس سوال کا جواب نہیں میں دیا، میں نے کہا: قرآن کو یوں چھوڑ دینے سے کون سی برکت آئے گی؟ آپ نے جو کیا ہے وہ قرآن کی توہین ہے، آخر اس سے بڑھ کر قرآن کی توہین کیا ہوگی کہ آپ اسے گاڑی کی رف پر ڈالے ہوئے ہیں، اور اس کا ایک حرف بھی نہیں پڑھتے ہیں، اور اس سے بھی سنگین بات یہ ہے کہ آپ اس کے اوپر سگریٹ کی پاکٹ رکھتے ہیں، اور اس کے نیچے ریسیور سے گانے کی آواز گونجتی رہتی ہے۔

اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تمام لوگوں نے مجھے ششدر ہو کر دیکھا، گویا میں کوئی بھیانک جرم کر بیٹھا ہوں، یہ کیسا

شخص ہے جو قرآن سے تبرک کا منکر ہے؟!

**تیسری صورت :** ایک شب میں اسلامی ملک کی کسی سڑک پر گشت کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بزنس سنٹر ہے، مگر اس کی بعض دکانوں میں شیشے کے پیچھے۔ بالخصوص جوتوں کی دکانوں میں۔ جوتوں کے پہلو میں مصحف بھی رکھا دکھائی دیتا ہے، مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں سخت حیرت زدہ رہ گیا، کیا قرآن کریم اسی لئے نازل ہوا ہے؟ مگر یہ ایک فتنہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو آزماتا ہے اور وہ ایسی بدعتیں ایجاد کرتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی ہے، اور شیطان ان کے دین میں التباس پیدا کر دیتا ہے۔

یہ حق ہے کہ قرآن کریم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ شفاء طلبی ہوتی رہے، مگر اس کے لئے یہ بھی لازم ہے اور واجب ہے کہ سب کچھ کتاب اللہ کی رہنمائی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کے مطابق ہو، اور جو اس راہ میں ادھر ادھر مائل ہوگا وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کی ہلاکت کا بھی سبب بنے گا"[1]۔

جی ہاں! صحیح بات یہی ہے کہ آج بہت سے لوگ جن مبتدعانہ طور طریقوں میں مبتلا ہیں، وہ قرآن مجید سے تبرک کا غلط راستہ ہے، اس طرح تبرک کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے صحابہ رضی اللہ عنھم اور ان کے بعد کے ائمہ کے طور طریقوں کے خلاف ہے۔

قرآن کریم سے تبرک کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے، اس پر تدبر کیا جائے، اور اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، اور اس سے شفاء طلبی اور استفادہ مشروع طریقے پر ہو، واللہ المستعان۔

## دوسرا مسئلہ : تبرک کے لئے قرآنی آیات یا اذکارِ شرعیہ کو دیوار وغیرہ پر لکھنے یا لٹکانے کا حکم :

کچھ لوگ دیواروں یا کپڑوں وغیرہ پر قرآنی آیات لکھتے ہیں، یا انہیں اوراق یا تختیوں پر یا کسی اور چیز پر لکھا جاتا ہے اور تبرک کی غرض سے انہیں دکانوں، مکانوں اور آفسوں یا کارخانوں وغیرہ میں لٹکایا جاتا ہے، اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ خیر و برکت کا حصول ہوگا، آنے والی آفتوں سے حفاظت رہے گی، اور مضرتیں دفع ہوتی رہیں گی۔

علماء کی ایک جماعت نے[2] دیواروں یا کپڑوں یا ایسی ہی کسی اور چیز پر قرآن کریم کی کتابت کے علی الاطلاق مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے؛ کیونکہ یہ عمل غیر مشروع اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اور

---

[1] خصائص القرآن الکریم : ۱۱۷ تا ۱۲۰۔

[2] دیکھئے: شرح السنة للبغوي : ۴/ ۵۲۸، ۵۲۹، التذکار للقرطبي : ۱۸۷، التبیان في آداب حملة القرآن للنووي : ۱۵۳، اور الآداب الشرعیة لابن المفلح : ۲/ ۴۰۹، ۴۱۰۔

ائمہ سلف رحمہم اللہ کے طریقے کے مخالف ہے۔

اور التذکار میں۔ان آداب کا بیان کرتے ہوئے جو حاملِ قرآن اور اس کے قاری کے لئے لازم ہیں جن کا تعلق قرآن کی تعظیم اور حرمت سے ہے۔لکھا ہے کہ:

اس (قرآن) پر سونا چڑھایا جائے نہ اسے سونے سے لکھا جائے؛ کیونکہ اس طرح وہ زینتِ دنیا سے آلودہ ہوگا، اور نہ اسے چاندی سے مزین کیا جائے، نہ زمین پر لکھا جائے، نہ دیوار پر''[1]۔

اور شرح السنۃ میں آیا ہے کہ:

''قرآن کریم اور اللہ عزوجل کے ذکر سے دیوار، لکڑی اور کپڑوں پر نقش ونگار بنانا مکروہ ہے''[2]۔

صاحبِ ''**الأحكام الفقهية الخاصة بالقرآن الكريم**'' اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے اور ان کی دو رائیں ہیں:

**قولِ اول:** دیواروں پر اور اسی جیسی دیگر چیزوں پر قرآن کی آیات کا لکھنا اور لٹکانا مکروہ ہے۔

بعض احناف اسی کے قائل ہیں[3]، اور مالکیہ کے قول سے بھی یہی ظاہر ہے[4]، اور یہی قول شافعیہ[5] اور حنابلہ[6] کا بھی ہے۔

ان لوگوں نے کتاب وسنت اور معقول کے کچھ دلائل سے استدلال کیا ہے۔

## اول: کتاب سے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٞ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [یونس:۵۸]۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلۡقُرۡءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٞ وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارٗا﴾ [الاسراء:۸۲]۔

---

① التذکار فی أفضل الأذکار:۱۸۶،۱۸۷۔

② شرح السنۃ:۴/ ۵۲۹،ذہن نشین رہے کہ سلف میں مطلق کراہت کا مطلب حرام ہوا کرتا تھا،اور وہ احتیاط کے طور پر لفظ حرام کا استعمال نہیں کرتے تھے۔

③ فتاویٰ قاضی خان:۱/ ۱۶۳،الفتاویٰ الھندیۃ:۵/ ۳۲۳۔

④ الجامع لأحکام القرآن للقرطبی:۱/ ۳۰۔التذکار:ص ۱۲۰۔

⑤ التبیان:۷ ۱۳،۱۵۰،الاتقان:۲/ ۲۱۸،حاشیہ الباجوری؛۱/ ۱۹۸۔

⑥ الفروع:۱/ ۱۹۳، الاقناع:۱/ ۴۲۔

۳۔اللہ تعالیٰ کا قول : ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ هُدًى وَشِفَآءٌ وَٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُوْلَـٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ﴾[فصلت:۴۴]۔

**مذکورہ آیات سے وجہ استدلال :**

ان سے استدلال کی توجیہ یوں کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اس نے قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے تا کہ وہ لوگوں کے لئے موعظت وعبرت بنے، ان کے دلوں میں حق سے انحراف کے جو امراض پائے جاتے ہیں ان کے لئے شفاء ثابت ہو، لوگ اپنی عبادتوں میں اس سے رہنمائی لیں، اور اپنے تمام امورِ حیات میں اس سے راہ پائیں اور روشنی حاصل کریں، اور مذکورہ امور کا حصول اس کی تلاوت اور اس کے احکام کے نفاذ سے ہوگا، اسے لکھنے اور دیواروں پر لٹکانے اور اسی جیسی چیزوں سے نہیں ہوگا۔

**دوم : سنت سے :** اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام کی دعوت اور لوگوں تک اسے پہنچانے کا حکم دیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول وفعل سے اس کی وضاحت فرمائی ہے، وہ اپنے خطبوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کیا کرتے تھے، انہیں اپنے مواعظ اور نصیحتوں سے نوازتے تھے، انہوں نے بادشاہوں اور سرداروں کو خطوط روانہ کئے، دین اسلام کی تبلیغ کے لئے کفار کی مجلسوں میں جاتے تھے، مگر آنحضرت ﷺ سے کبھی یہ بات معروف نہ ہوئی کہ انہوں نے دیواروں پر لٹکانے کے لئے، یا گزرگاہوں کی زینت یا تبرک کے لئے یا تذکیر کے وسیلے کے طور پر، پندوموعظت اور حصولِ عبرت کے لئے قرآن کی کوئی سورت یا آیت تختیوں یا پلیٹوں پر لکھی ہو، اور انہیں کے نہج اور ڈھب پر خلفائے راشدین اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین بھی چلے، اور سلف صالحین نے بھی اس ضمن میں انہیں کی پیروی کی جن کے متعلق نبی ﷺ نے خبر دی تھی کہ یہی لوگ خیر القرون ہیں۔

ہاں صاحب! ان لوگوں نے یہ کام نہیں کیا جبکہ وہ اسلام اور اس کے مقاصد کو زیادہ سمجھنے والے تھے، اور اس کی نشر واشاعت کے زیادہ حریص تھے، اس لئے یہ بات صاف ہے کہ اگر یہ کام مشروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف ضرور ہماری رہنمائی فرمائی ہوتی، اور اس پر ان کے اصحاب اور ان کے بعد سلفِ صالحین نے بھی عمل کیا ہوتا[1]۔

**سوم : معقول سے :**

۱۔قرآنی آیات کے دیواروں پر لکھنے یا لٹکانے سے انہیں مرورِ ایام اور طول عہد کی وجہ سے اہانت کے حالات

---

[1] حکم تعلیق آیات القرآن علی الجدران، من جواب للجنۃ الفتویٰ فی رئاسۃ ادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد: ۳۲۔

سے دو چار ہونا پڑے گا، یہ صورتِ حال اس وقت پیش آسکتی ہے جب ایک گھر سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا ہوگا، یا انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ہوگا، نیز اس وقت جنبی اشخاص یا حائضہ عورتیں بھی اسے اٹھا یا چھو سکتی ہیں، اس لئے بسبب مذکوران کا لکھنا یا لٹکانا مشروع نہیں ہے [1]۔

۲۔ جو قرآنی آیات کو دیواروں پر لٹکاتا ہے وہ چھ امور میں سے کسی ایک کے قصد سے خالی نہیں ہوتا ہے، جو حسبِ ذیل ہیں :

**اول :** اللہ سبحانہ تعالیٰ کی عبادت۔ **دوم :** قرآن کی تعظیم۔ **سوم :** دفع شرور۔

**چہارم :** تبرک۔ **پنجم :** قرآن کو یاد کرنا۔ **ششم :** تماشا اور منظر۔

● اگر اس سے مقصود اللہ کی عبادت ہو تو وہ ایک نو ایجاد بدعت ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے وارد ہے نہ تابعین سے۔

اور اگر اس سے مقصود خود سے شرور کو دفع کرنا ہو تو یہ اس کا وسیلہ نہیں ہے، اس کا وسیلہ تو یہ ہے کہ سنت میں جس کے متعلق وارد ہے کہ اس سے شر دفع ہوتا ہے انسان اسی کو پڑھے۔ جی ہاں! اسے اپنی زبان سے پڑھے، جیسا کہ آیت الکرسی کے بارے میں وارد ہوا ہے، مگر اسے یا دیگر آیات کو لٹکانا کچھ سودمند نہ ہوگا۔

● اور اگر مقصود تبرک ہو تو اس طریقے پر تبرک مشروع نہیں ہے، تبرک کی صورت صرف یہی ہے کہ اسے زبان سے آواز نکال کر پڑھا جائے، دل میں اس پر ایمان رکھا جائے، اور اعضاء وجوارح سے اس کی باتوں پر عمل کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ أُو۟لَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ﴾ [البقرۃ:۱۲۱]۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ ٱللَّهِ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا۟ مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾ [فاطر:۲۹-۳۰]۔

جی ہاں! مومنوں کا طریقہ یہی ہے، یعنی کتاب اللہ کی تلاوت کرنا۔

---

[1] حوالہ مذکور:۳۔

- جہاں تک اسے دیکھ کر قرآن یاد کرنے کی بات ہے تو میدانی حقیقت یہی ہے کہ اس کا کوئی اثر موجود نہیں ہے، وہاں بیٹھنے والوں میں سے کوئی بھی شخص نہیں دیکھا جاتا کہ وہ اس آیت کی تلاوت کرنے کے لئے سر اٹھاتا ہو، یا اس میں پائے جانے والے حکم واسرار پر غور وتدبر کرتا ہو۔
- جہاں تک تماشا اور منظر کی بات ہے تو قرآن کو تماشا اور سینری کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ فقط زینت اور ڈیکوریشن کا سامان بن کر رہ جائے، کیونکہ اس کی شان اس سے کہیں بلند ہے اور اس کا رتبہ اس سے کہیں عظیم ہے کہ اسے سامانِ زینت اور دیواروں کی سجاوٹ اور آرائش کا ذریعہ بنایا جائے [1]۔

۳۔ قرآنی آیات کے لٹکانے میں ایک ظاہری محظور اور منکر بھی پایا جاتا ہے کہ جن بیٹھکوں اور نشست گاہوں میں قرآن لٹکایا جاتا ہے انہیں میں لغو اور حرام کا بھی ارتکاب ہوتا ہے، بسا اوقات وہاں غیبت ہوتی ہے، جھوٹ بولا جاتا ہے، گالی گلوج سے ماحول گرم ہوتا ہے، اور فعل حرام کا ارتکاب ہوتا ہے، کبھی موسیقی کی تانیں اٹھتی ہیں، گانے گائے جاتے ہیں جو حرام ہوتے ہیں، اس طرح عملی طور پر کلام پاک کا استہزاء ہوتا ہے، کیونکہ حاضرین اس کے سامنے ہی اس کی نافرمانی کررہے ہوتے ہیں [2]۔

# تختیوں یا دفتیوں پر مکتوب قرآنی آیات لٹکانے کا حکم

### شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ :

ان کارڈوں اور تختیوں کے متعلق خواہ وہ کاغذی ہوں یا دھاگوں سے بنائی ہوئی ہوں کیا حکم ہے جن پر لفظ جلالہ (اللہ) کے ساتھ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا نام یوں ''اللہ محمد'' لکھا ہوتا ہے ؟

**جواب :** لوگوں میں متعدد طریقوں سے اس مسئلے کا چلن بکثرت ہے۔ جبکہ لفظ جلالہ (اللہ) لکھ کر اس کے پہلو میں رسول علیہ الصلاۃ والسلام کا نام لکھنا جائز نہیں ہے، جب ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ **''ماشاء الله وشئت''** جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا :

**''أجعلتني لله ندا بل ما شاء الله وحده''** ''کیا تو نے مجھے اللہ کا ساجھی بنادیا، بلکہ تنہا اللہ جو چاہے''۔ [3]

---

① یہ فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین کے ایک خطبے کا جزء ہے جو انہوں نے ۱۴۰۴ھ میں عنیزہ کی بڑی جامع مسجد میں دیا تھا، اس مسئلہ کے حکم کے بیان میں **اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد** کے فتویٰ کے ساتھ اس کے مطابع العقل سے مطبوع ہے: ص ۵، ۶، ۷۔

② حوالہ مذکور۔ ③ مسند الامام أحمد : ۱/ ۲۱۴، ۲۸۲ اور احمد شاکر نے مسند میں س کی تصحیح کی ہے : ۱۸۳۹۔

اور اگر نبی ﷺ کے نام والی تختی کے لٹکانے کا ہدف تبرک کے قبیل سے ہو تو یہ بھی ناجائز ہے، کیونکہ تبرک کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں کی پیروی کی جائے اور ان کے طور طریقوں سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

ایسی ہی گفتگو ان تختیوں کے گھروں میں لٹکانے پر بھی ہے جن پر قرآن کریم کی آیات لکھی ہوتی ہیں، اس لئے کہ یہ چیز نہ سلف صالحین رحمہم اللہ سے وارد ہے، نہ نبی ﷺ سے، نہ ان کے متبع صحابہ سے، پھر نہ جانے کہاں سے یہ بدعت چلی آئی، جی ہاں! حقیقت میں یہ ایک بدعت ہے کیونکہ قرآن تلاوت کے لئے نازل ہوا ہے دیواروں پر لٹکانے کے لئے نہیں اترا ہے۔

پھر دیواروں پر اس کے لٹکانے میں ایک مفسدہ بھی ہے، اس لئے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ممکن ہے ان میں یہ عقیدہ بھی کام کرتا ہو کہ اس سے ان کی حفاظت ہوگی، اس طرح وہ درست طریقہ حفاظت سے کنارہ کش ہو جائیں گے جو یہ ہے کہ زبان سے اس کی تلاوت کی جائے، جیسا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے آیت الکرسی کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ : ''جو اسے کسی رات میں پڑھے گا تو اس پر ایک نگہبان مقرر رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان اس کے قریب نہیں آئے گا''۔ ①

نیز غالباً یہی ہوگا کہ مجلسیں حرام باتوں سے خالی نہ رہتی ہوں گی، اور بسا اوقات وہاں لہو ولعب کے آلات بھی ہوں گے، اور یہ جائز نہیں ہے کہ ایسے مقامات پر ان کے ساتھ کلام اللہ کو بھی رکھا جائے، اسی لئے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ایسی تختیاں نہ لٹکانے کی نصیحت کرتے ہیں جن پر اللہ کی آیتیں یا اللہ کا نام لکھا ہو، یا نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا نام لکھا ہو۔ ②

## فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین صاحب مزید فرماتے ہیں کہ :

دیواروں، مسجدوں کے دروازوں اور ایسے ہی دیگر مقامات پر بھی قرآنی آیات کا لٹکانا ان نو ایجاد امور (یعنی بدعتوں) میں سے ہے جو سلف صالحین کے دور میں جو خیر القرون کے لوگ تھے معروف نہیں تھے، جیسا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ''

---

① بخاری : ۲۳۱۱۔

② فتاوی اسلامیۃ : ۴/ ۴۷۹ شیخ ابن عثیمین بحواله البدع والمحدثات و مالا اصل له: ۵۴۷۔

''سب سے اچھے لوگ میری صدی کے لوگ ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں، پھر جو ان کے بعد ہیں''۔ ①

اگر اس کا تعلق ان امور سے ہوتا جو اللہ عزوجل کو محبوب ہیں تو اس نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی اسے مشروع فرما دیا ہوتا اس لئے کہ ہر وہ چیز جو لوگوں کے دین و دنیا میں مفید ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی مشروع ہے، اور اگر یہ چیز خیر کے زمرے میں شامل ہوتی تو سلف صالحین ضرور اس ضمن میں ہم پر سبقت لے گئے ہوتے۔ اس کے باوجود ہم ان آیات کے لٹکانے والوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے اس لٹکانے کے پیچھے کون سا مقصد کارفرما ہے؟ کیا اس طرح آپ کلام اللہ عزوجل کا احترام کرنا چاہتے ہیں ؟ اگر ان کا جواب ہاں میں ہو تو ہم عرض کریں گے کہ: واللہ ہم نبی ﷺ کے صحابہ سے زیادہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام کا احترام کرنے والے نہیں ہیں، مگر اس کے باوجود انھوں نے اپنے گھروں کی دیواروں پر اور اپنی مسجدوں کی دیواروں پر اللہ کی آیات میں سے کوئی چیز نہیں لٹکائی تھی، اور اگر وہ یہ فرمائیں کہ ہم نے اسے تذکیر اور پند ونصیحت کے طور پر لٹکایا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ آیئے واقعی صورت حال کا جائزہ لے لیتے ہیں کہ جو لوگ ان لٹکائی ہوئی آیات کا مشاہدہ کرتے ہیں کیا وہ ان کے مضمون سے نصیحت حاصل کرتے ہیں، ممکن ہے ایسا ہو جاتا ہو مگر یہ بہت ہی نادر ہے، اکثر جو چیز توجہ مبذول کراتی ہے وہ اس کی خوشخطی ہوتی ہے یا پھر اس کے گرد جو باڈر اور نقش ونگار بنے ہوتے ہیں وہ لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتے ہیں اور ایسی ہی چیزیں جاذب نظر ہوتی ہیں۔

یہ حد درجہ نادر ہے کہ انسان ان کی طرف اپنا سر اس لئے اٹھاتا ہے کہ وہ انہیں پڑھ کر ان سے نصیحت حاصل کرے گا۔

اور اگر یہ اس بات کے قائل ہوں کہ ہم ان سے تبرک کا قصد رکھتے ہیں تو ان کا جواب یہ ہوگا کہ تبرک حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے، بیشک قرآن پورا کا پورا مبارک ہے مگر اس سے حصول برکت کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے، اس کے معانی کو سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، نہ یہ کہ اسے دیواروں پر لٹکا دیا جائے اور اسے میوزیم کے سامانوں کی طرح کر دیا جائے۔

اور اگر یہ کہیں کہ ہم بہ طور حمایت اور ورد انہیں لٹکاتے ہیں تو ہم عرض کریں گے کہ حمایت اور ورد کا بھی یہ طریقہ نہیں ہے، کیونکہ جو اوراد قرآن سے ہوتے ہیں وہ اسی وقت لوگوں کی حفاظت کا سبب بنتے ہیں جب انہیں پڑھا جائے جیسا کہ رسول ﷺ کا ارشاد اس شخص کے حق میں موجود ہے جو کسی شب کو آیت الکرسی پڑھتا ہو کہ :

---

① بخاری : ۳٦٥۰ ، مسلم : ۱۹٦۳۔

''اس پر ایک نگہبان مقرر رہتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب بھی نہیں آتا ہے''۔ ①

مزید برآں کچھ مجلسوں میں یا بیشتر مجلسوں میں جن میں وہ آیات لکھی ہوتی ہیں لہو ولعب کا بھی وجود ہوتا ہے، بلکہ ان میں حرام باتیں بھی ہوتی ہیں اور حرام گانے بھی گائے جاتے ہیں اور اس میں معنوی طور پر قرآن کی جو توہین ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔ ②

- **شیخ احمد بن عبداللہ بن محمد آل عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں :**

''امن کے لئے گاڑی میں مصحف (قرآن) یا بعض قرآنی آیات کا لٹکانا۔ اور آج حقیقت کی دنیا میں یہ چیز بھی مشاہدے میں ہے اور یہ بھی گزشتہ صورت ہی کی جنس سے ہے، اور دارمی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تخریج کی ہے کہ انھوں نے فرمایا :

**''اقرؤوا القرآن و لايغرنكم هذه المصاحف المعلقة ، فإن الله لن يعذب قلبا وعى القرآن''**

''قرآن پڑھا کرو اور ان لٹکائے ہوئے مصاحف (قرآن کے نسخوں) سے دھوکے میں نہ رہا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دل کو عذاب میں نہیں ڈالے گا جس نے قرآن کو محفوظ کیا ہوگا''۔ ③

مراد ان کی یہ ہے کہ قرآن کا اثر اسے ملے گا جس نے اس پر عمل کیا ہوگا اور اسے محفوظ رکھا ہوگا، اور اسے اس کا فائدہ نہیں ملے گا جس نے اسے لٹکایا ہوگا اور اسے سامان آرائش بنایا ہوگا، اور جن ائمہ نے مصحف لٹکانے کو مکروہ گردانا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے۔ ④ نیز اس لٹکانے میں حسب ذیل تین خرابیاں مزید ہیں :

**اول :** یہ عمل قرآن کو فراموش اور اس کی تلاوت کو ترک کر دینے کا سبب بنے گا، صورت حال یہ ہوگی کہ قرآن گاڑی کے اگلے حصے میں صبح وشام یوں ہی پڑا رہے گا، اسے کھولا بھی نہیں جائے گا، مزید یہ کہ کچھ لوگ قرآن کے خوبصورت ترین اور مہنگے سے مہنگے نسخے کا انتخاب اس لئے کریں گے تا کہ اسے اپنی سواری کی زینت اور آرائش کے طور پر استعمال کریں، اور یہ ایک دوسری مخالفت ہے۔

**دوم :** یہ بھی ممکن ہے کہ اسے لٹکانے یا رکھنے کے ساتھ وہاں لہو ولعب کا سامان بھی ہو یا کوئی حرام کام مثلاً

---

① بخاری : ۲۳۱۱۔

② نور على الدرب فتاوىٰ فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين ص ۲۴ حوالہ مذکورہ : ۵۴۸-۵۴۹

③ دارمی : كتاب فضائل القرآن، باب فضل من قرأ القرآن ، نمبر : ۳۱۸۵۔

④ دیکھیے : المصاحف لأبى داؤد السبحستباني وحاشية المحقق : ۶۶۶ ، تحقيق سليم بن عبدالهلالي۔ اور دیکھیے : المتحف في أحكام المصحف : ۲۳۶،۴۳۱،۴۳۱۔

تصویریں یا گانا، یا سگریٹ نوشی بھی ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے ان حرام چیزوں کو اسی پر رکھ دیا جائے یا انہیں سے ڈھانپ دیا جائے اور اس میں حرمت قرآن کی پامالی اور توہین ہے۔ ①

**سوم :** اس میں غیر اللہ سے وابستگی کا ذریعہ بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ جو شخص مصحف (قرآن) کو تعویذ بنالیتا ہے وہ حصول منفعت اور دفع مضرت میں اسی سے مربوط ہوجاتا ہے، اور اس کا یہ عقیدہ بن جاتا ہے کہ اگر وہ اپنی گاڑی میں اپنے ساتھ مصحف نہیں رکھے گا تو اسے ناپسندیدہ صورت حال کا سامنا کرنا پڑے اور اسے کوئی مکروہ لاحق ہوجائے گا، اور یہ چیز شرعی طور پر ممنوع ہے اور اللہ تعالیٰ نے تنہا خود پر توکل کا جو حکم دیا ہے اس کی خلاف ورزی ہے، اور دوا علاج کے مشروع اسباب کے لئے اہل علم نے جو شرط رکھی ہے کہ مومن ان کے متعلق یہی عقیدہ رکھے کہ وہ بذات خود نہ نفع پہنچاتے ہیں نہ نقصان، بلکہ وہ محض ایک مشروع سبب ہیں، جبکہ شفاء ان کے مشروع کرنے والے یعنی اللہ سبحانہ کے ہاتھ ہے۔

پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تو مسبب اور نافع وضار تنہا اللہ تعالیٰ ہی کو مانتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور مصحف کو محض سبب کے باب سے لٹکاتا یا رکھتا ہوں تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ اس سبب کو نہ اللہ نے مشروع کیا ہے نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلکہ صحیح طور پر ان سے اس کی ممانعت اور نہی ثابت ہے۔ ②

اس لئے بس راستہ ایک ہی ہے کہ دیگر مشروع اسباب مثلاً سوار ہونے کی دعا اور صبح وشام کے اذکار کی پابندی کے ساتھ اسباب کو مشروع کرنے والے رب پر توکل کیا جائے۔

### شیخ ابن باز صاحب فرماتے ہیں :

”تبرک کے لئے گاڑی میں مصحف کو رکھنے کی نہ کوئی اصل ہے نہ وہ مشروع ہے، ہاں اگر اسے اس لئے رکھا جائے کہ کبھی کبھی پڑھیں گے یا دیگر کچھ سوار ہونے والے پڑھیں گے تو یہ اچھی بات ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے“۔ ③

### اور شیخ محمد بن عثیمین صاحب فرماتے ہیں :

”نظر کو دفع کرنے یا خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے گاڑی میں مصحف رکھنے کا حکم یہ ہے کہ وہ بدعت

---

① دیکھیے : فتاوی ورسائل فضيلة الشيخ عبدالرزاق العفيفی : ۱/۱۶۶۔

② دیکھیے : عموم الأدلة المانعة من تعليق التمائم : ۴۲۴۔

③ البدع والمحدثات و مالا أصل له : ۲۶۰۔

ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خطرے یا نظر بد کو دفع کرنے کے لئے مصحف اٹھائے نہیں پھرا کرتے تھے، اور جب یہ بدعت ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ''

''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام دوزخ ہے''۔ ①

**قول دوم :** دیواروں پر قرآن لکھنا اور لٹکانا یا اس جیسی دیگر چیزیں لٹکانا جائز ہے۔

اس کے قائل کچھ احناف ہیں ②۔

اور ان کا استدلال شاید اس بات سے ہو کہ قرآن مبارک ہے، اس لئے اسے بطور تبرک دیواروں پر لکھنا اور لٹکانا جائز ہے، تاکہ جو شخص اسے پڑھے وہ اس سے پند و نصیحت حاصل کرے، یا اس طرح کلام اللہ کی تعظیم ہوگی، یا شرور دفع ہوں گے، یا ایسے ہی دیگر فوائد کا حصول ہوگا۔

قول اول کے ماننے والوں کے دلائل کے ضمن میں ان کے سارے احتمالات پر بحث ہو چکی ہے۔

## ترجیح :

-واللہ اعلم- اس مسئلہ میں جس کی ترجیح ظاہر ہے وہ وہی قولِ اول ہے جو دیواروں اور اسی طرح کی دیگر چیزوں پر قرآنی آیات کے لکھنے اور لٹکانے کی عدمِ مشروعیت کا قائل ہے، کیونکہ ان کے دلائل قوی ہیں، اور اسی میں کلام اللہ کی حفاظت کا پورا پورا سامان ہے، اور اسی طرح اسے ان مقامات سے دور رکھا جا سکتا ہے جہاں اس کی اہانت کا احتمال پایا جاتا ہے۔

اور اصحاب قولِ اول کے دلائل پر اعتماد کرتے ہوئے مملکتِ سعودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے افتاء اور علمی تحقیقات نے بھی اسی کا فتویٰ دیا ہے''③۔

① حوالہ مذکور : ۲۵۹ دیکھیے : البدع العملية المتعلقه بالقرآن الكريم: ۴۲۹-۴۳۰۔

② فتاویٰ قاضی خان : ۱/۱۶۳ ، الفتاویٰ الهندية : ۵/۳۲۳۔

③ مجلة البحوث الاسلامية : شمارہ : ۴۳ ، ص ۱۲۲ ، ۱۲۳ ، ۱۳۲-۱۲۹ ، دیکھئے : الأحكام الفقهية الخاصة بالقرآن الكريم: ۵۶۲،۵۶۷۔

# کچھ عملی بدعتیں

## قرآنی آیات کو لکھ کر نگل جانے کا حکم :

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کچھ قرآنی آیتیں یا شرعی تعویذات کسی کاغذ پر لکھی جاتی ہیں پھر قرآن یا شرعی تعویذ کی برکت سے شفاء کی طلب میں اسے نگل لیا جاتا ہے۔

اس مسئلے میں تحقیق یہ ہے کہ قرآنی آیات اور نبوی دعاؤں کے اثر پر ایمان رکھنے والے انسان پر واجب یہی ہے کہ وہ طلب شفاء وعافیت میں قرآن وسنت کے مقرر کردہ طور طریقوں کی پیروی کرے، اور اس طرح نگلنے کا کتاب وسنت سے کوئی مستند ہے نہ ہی یہ ہدایت یافتہ ائمہ اور خلفائے راشدین کا طریقہ رہا ہے، اس لئے اسے رقیہ شرعیہ کی طرف منسوب کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے، بلکہ یہ کلام اللہ کے ساتھ تعامل میں حسب ذیل وجوہات سے نو ایجاد چیز ہے اور اس کا شمار محدثات میں ہے :

**اول :** نبی ﷺ کے رقیوں میں ایسا کہیں بھی وارد نہیں ہے کہ انھوں نے اس طریقے کی رہنمائی فرمائی ہو یا خود یہ کام کیا ہو جبکہ آنحضرت ﷺ کلام اللہ اور اس کی تاثیر کے متعلق تمام لوگوں سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، اور آپ نے دوسروں کا بھی رقیہ کیا تھا اور خود آپ کا بھی رقیہ کیا گیا تھا۔

**دوم :** (مکتوب کا نگلنا) رقیہ شرعیہ کی کیفیات میں کہیں وارد نہیں ہے، جبکہ اس کی تعریف اور کیفیات کے بیان میں اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اس کا طریقہ قرأت، دم کرنا، یا مقام الم پر ہاتھ رکھنا، یا قرأت کے بعد جسم پر ہاتھ پھیرنا ہے ... اور صحیح اسانید کے ذریعہ نبی ﷺ کے عمل، تقریرات اور ارشادات سے یہی کیفیات ثابت ہیں، جبکہ رقیہ یا شرعی علاج کے معنی میں نگلنے کے عمل کو کسی طرح راہ نہیں دی گئی ہے۔

**سوم :** اس کیفیت میں قرآن کا بے محل اور بے موقع استعمال کیا جاتا ہے جس کا لازم یہ ہے کہ آیات کی آمیزش معدے کی آلائشوں کے ساتھ ہوگی، اس طرح ایک ناگوار اور توہین آمیز عمل سے دوچار ہونا پڑے گا، اور کلام اللہ کی عظمت وجلال کے پیش نظر اس طرح کی صورت حال سے اسے محفوظ رکھنا ناگزیر ہے۔

**چہارم :** اپنے تجربے کی بنیاد پر اس نگلنے کے ذریعہ علاج کو جائز کرنے کا نتیجہ یہی ہوگا کہ بدعتوں کا دروازہ کھل جائے گا، اس لئے کہ اس طرح رقیہ کے باب میں ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق جس چیز میں چاہے گا شفاء کا دعویٰ کردے گا پھر اس کے بعد وہ چیز مشروع ہو جائے گی؟! اس لئے رقیہ کو مشروع کے دائرے میں محصور رہنا چاہیے تا کہ اس

میں بدعتوں کا داخلہ نہ ہونے پائے، بالخصوص ہمارے اس دور میں جبکہ رقیہ کا چلن ہر ہر شہر میں خوب ہو چلا ہے!

عماد نیہی ① اور عز بن عبد السلام نے نجاست کے ساتھ آلودگی کی وجہ سے قرآن لکھے ہوئے کاغذ کو نگلنے کی حرمت کی تصریح کر رکھی ہے۔ ②

● اور مکتوب قرآنی سے باری کے لرزہ والے بخار سے شفاء طلبی کے متعلق ابن قیم نے جو نسخہ لکھا ہے کہ تین اوراق پر: (بسم اللہ مرت)، (بسم اللہ قرت)، (بسم اللہ قلت) لکھا جائے اور مریض ہر روز ایک ورق لے اور اسے پانی سے نگل جائے ③ تو اس کی بنیاد کسی دلیل شرعی پر قائم نہیں ہے، اور اس کا قائل ہونے سے ان تعویذوں کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا جن کے بنانے والے انہیں فلاں مقام پر یا سوتے وقت تکیے کے نیچے رکھ لینے کی ہدایت دیتے ہیں، یا دیگر زمانی یا مکانی مواقیت کی تعیین کرتے ہیں جن کا ثبوت نہ اللہ تعالیٰ سے ہے نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ اور (مسلم اصول تو یہی ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی کچھ باتیں قابل اخذ اور کچھ قابل رد ہوتی ہیں۔

## ● قرآنی رقیہ کو سر کے نیچے رکھنا :

کچھ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر قرآن کو تکیے کے طور پر استعمال کیا جائے یا بعض قرآنی آیات کو سر کے نیچے رکھا جائے اور انہیں بطور تعویذ استعمال کیا جائے تو بہت سی پریشانیوں اور مشکلات سے حفاظت ہوتی ہے، حالانکہ ایسا کوئی عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے قطعی کسی سے وارد نہیں ہے، بلکہ قرآن کو تکیے کے طور پر استعمال کرنے یا اسے سر کے نیچے رکھنے کی ممانعت پر اہل علم کا اتفاق ہے کیونکہ اس میں کلام اللہ کی توہین اور بے حرمتی پائی جاتی ہے، ④ ایسے ہی جو چیز کسی ذکر شرعی پر مشتمل ہو اسے سر کے نیچے رکھ کر اس کی توہین کرنا حلال نہیں ہے، اور جہاں تک ابو دجانہ کی تعویذ والی طویل روایت کی بات ہے جس میں انھوں نے اپنے گھر میں جنوں کی اذیت کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی تھی تو آپ نے دوات اور کاغذ منگایا اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم

---

① یہ ہیں : حسن بن عبد الرحمان بن حسین بن محمد بن عمر نیہی ابو عبد اللہ صاحب، ابن سمعان فرماتے ہیں : یہ حضرت ایک فاضل امام، مذہب کے عارف اور صاحب ورع شخص تھے، سجستان اور اسفرائین کے درمیان واقع ایک چھوٹے شہر نیہ (بکسر نون) کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

② البرہان فی علوم القرآن : ۴۷۵/۱-۴۷۶۔

③ دیکھیے : زاد المعاد: ۳۲۹/۴ ، الطب النبوي : ۲۷۸۔

④ دیکھیے : المجموع : ۸۳/۲ ، أسنى المطالب : ۶۲/۱ ، الغرر البهية شرح البهية الوردية : ۱۴۹/۱ ، البرهان للزركشي : ۴۷۸/۱ ، الآداب الشرعية : ۲۷۴/۲۔

دیا تھا، اور انہیں ایک تعویذ املا کرائی تھی جو بعض قرآنی آیات پر مشتمل تھی، پھر ابو دجانہ اسے لیکر اپنے گھر گئے تھے اور اسے اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گئے تھے تو انہیں شب بھر امن چین کی نیند آئی تھی اور سارے جنات جل گئے تھے... تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے، ابن الجوزی صاحب ''الموضوعات'' میں فرماتے ہیں کہ :

''بلا شک یہ ایک موضوع حدیث ہے اور اس کی اسناد مقطوع ہے... اور اس کے اکثر رجال مجاہیل اور غیر معروف ہیں''۔ ①

البتہ نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ وہ سونے سے پہلے معوذات پڑھتے اور اپنے ہاتھوں پر دم کرتے تھے اور سارے جسم پر پھیرتے تھے ② اور صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص سورۂ بقرہ کی آخری ان دو آیتوں کو کسی رات میں پڑھے گا تو وہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ ③

## ● مریض کے جسم پر آیات کا لکھنا :

اس ضمن میں علماء نے معینہ کچھ آیتیں خاص کر رکھی ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

### ۱۔ نکسیر کے علاج کا نسخہ :

مریض کی پیشانی پر آیت :

﴿وَقِيلَ يَٰٓأَرۡضُ ٱبۡلَعِي مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقۡلِعِي وَغِيضَ ٱلۡمَآءُ وَقُضِيَ ٱلۡأَمۡرُ﴾ [هود:۴۴]۔

لکھی جائے۔

اس کے لئے انھوں نے :

﴿يَمۡحُواْ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ وَيُثۡبِتُۖ وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلۡكِتَٰبِ﴾ [الرعد:۳۹]۔

کی بھی تخصیص کر رکھی ہے۔ ④

---

① الموضوعات : ۲/۳۵۱ اور انھوں نے بسند اس کی تخریج کی ہے۔

② بخاری : ۴۶۳۰۔

③ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ دیکھیے : البدع العملية المتعلقة بالقرآن الكريم : ۴۰۹-۴۱۶۔

④ دیکھیے : زاد المعاد : ۴/۳۲۸، اور : الآداب الشرعية : ۲/۴۴۲

**۲۔ سر میں پیدا ہونے والی تکلیف دہ بھوسی کے علاج کے لئے ابن قیم کا ارشاد یہ ہے کہ اس پر :**

﴿فَأَصَابَهَآ إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ﴾ [البقرۃ:۲٦٦]۔لکھا جائے۔[1]

نیز اسی کے لئے اس نسخے کی تخصیص بھی وارد ہے کہ جب آفتاب زرد ہو جائے تو آیت :

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَءَامِنُواْ بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحدید:۲۸]۔لکھی جائے۔[2]

**۳۔ داڑھ کے درد کا نسخہ :**

جہاں درد ہو اسی طرف کے رخسار پر لکھا جائے :

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : ﴿... وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [النحل:۷۸]۔

اور اگر چاہیں تو یہ لکھیں :

﴿وَلَهُۥ مَا سَكَنَ فِى ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ ۚ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ﴾ [الانعام:۱۳]۔[3]

**۴۔ پھوڑے پھنسیوں کا نسخہ :**

اس پر : ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّى نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَآ أَمْتًا﴾ [طٰہٰ:۱۰۵-۱۰۷]۔

آیتیں لکھی جائیں۔[4]

ان کے علاوہ مخصوص امراض کے لئے مزید آیات بھی مذکور ہیں۔

اس طریقے کا روبہ عمل لانا اور اس کا قائل ہونا شیخ الاسلام ابن تیمیہ[5] اور ابن قیم[6] سے منقول ہے، اور ابن مفلح نے بھی اسے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے۔[7]

ہمیں ایسی کوئی دلیل دستیاب نہیں ہو سکی جو اس کے جواز کی صراحت کرتی ہو، اور جن لوگوں نے یہ نسخے تجویز

---

① زادالمعاد : ۳۲۸/۴۔ ② زادالمعاد : ۳۲۹/۴۔ ③ زادالمعاد : ۳۲۹/۴۔

④ دیکھیے : زادالمعاد : ۳۲۹/۴، تفسیر القرطبی : ۱۶۳/۱۱

⑤ زادالمعاد : ۳۲۸/۴۔ ⑥ زادالمعاد : ۳۲۸/۴-۳۲۹۔ ⑦ دیکھیے : الآداب الشرعیة : ۴۴۲/۲

کئے ہیں انھوں نے اس کی کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی ہے، اس لئے اس کی ممانعت کا قول ہی اولی ہے جس کی حسب ذیل وجوہات ہیں :

**اول :** رقیوں کا تعلق عبادت سے ہے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع ٹھہرایا ہے اوران کا اثبات کیا ہے، مگر ان کی شریعت میں یہ عمل کہیں وارد نہیں ہے، لہٰذا اس ڈھب کے رقیوں کا کتاب یا سنت کے نصوص سے کوئی مستند موجود نہیں ہے، جبکہ آثار کی پیروی کے بغیر رقیوں کو منضبط کرنا ممکن نہیں ہے۔

**دوم :** اس میں جیسا کہ گزرا معینہ آیات کی تخصیص کی جاتی ہے، اور ہر آیت کسی خاص مرض سے متعلق ہوتی ہے، اور معین رخ پر لکھی جاتی ہے، بلکہ بعض آیات کے لئے تو وقت بھی مخصوص کیا جاتا ہے جیسا کہ ابن قیم نے سر میں پیدا ہونے والی تکلیف دہ بھوسی کا علاج تجویز کرتے وقت بتایا ہے کہ اسے آفتاب کے زرد ہونے کے وقت لکھا جائے...اور یہ بات معلوم ہے کہ اس طرح کی توقیت (وقت کا تعین) محتاج دلیل ہے، جبکہ اس مسئلے میں کوئی دلیل موجود نہیں ہے! حالانکہ یہ توقیت ایک ایسی چیز ہے جس کا معنی غیر معقول ہے!!

**سوم :** یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں قرآن کو بے محل رکھا جاتا ہے، اب دیکھیے کہ اگر اسے پیشانی پر لکھا جائے تو سجدے کے وقت پیشانی زمین سے جالگتی ہے اور آیت کو زمین سے آلودہ کرنے کی بات آجاتی ہے، اور پھوڑے پھنسیوں پر لکھنے کا مطلب صاف صاف اس مکتوب کی توہین ہے کیونکہ اول تو خود پھوڑے پھنسی کا مقام ہی اس کے لئے نامناسب ہے، پھر اگر اس سے پیپ وغیرہ نکلتی ہو یا خون بہتا ہو تب تو اس کی قباحت کے عیاں ہونے میں کیا شک ہے، بلکہ بعض لوگوں سے تو یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے خود نکسیر کے خون ہی سے مریض کی پیشانی پر آیات کے لکھنے کو جائز ٹھہرایا ہے،[1] اور ایسا کرنا کلام اللہ کے احترام اور جلال کے منافی ہے، اور شریعت میں دوا علاج کے یہ طریقے کہیں وارد نہیں ہیں، اسی لئے شیخ الاسلام نے خود فرمایا ہے کہ :

''اسے نکسیر کے مریض کے خون سے لکھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ کچھ جاہلوں کا طریقہ ہوتا ہے، کیونکہ خون نجس ہے، اس لئے یہ جائز نہیں ہے کہ کلام اللہ کو اس سے لکھا جائے''۔[2]

**چہارم :** اس عمل کے جواز میں شیخ الاسلام وغیرہ کا مستند تجربے پر ہے جیسا کہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ وہ نکسیر کا نسخہ بتانے کے بعد فرماتے ہیں کہ :

---

① ایسا کچھ احناف سے منقول ہے، دیکھیے : الفتاوی الهندية : ۳۵۶/۵۔

② زاد المعاد : ۳۲۸/۴ ، الآداب الشرعية : ۴۴۲/۲۔

''انھوں نے اسے ایک سے زائد لوگوں کے لئے لکھا اور وہ اچھے ہو گئے''۔ ①

اور اس طرح کی چیزیں دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں، اس لئے کہ شریعت تجربوں سے ماخوذ نہیں ہوتی اور اگر اس چیز کو جائز ٹھہرا دیا جائے تو پھر ایک عظیم شر کا دروازہ کھل جائے گا، قبروں کے پاس دعا کرنے جیسے مسائل بھی آئیں گے، کیونکہ ان عبادتوں کے خوگر یہی دلیل پیش کر کے اس عمل کے پابند ہیں کہ صاحب اس کے نتائج بالکل عیاں ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ اس طرح ان کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں، اور یہ ممکن ہے کہ کبھی یہ بات سچ بھی نکلتی ہو، مگر اس کے پیچھے قبر کی معنویت نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں دیگر معانی کارفرما ہوتے ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام نے بیان فرمایا ہے۔ ②

## شوکانی صاحب فرماتے ہیں :

''دعا کی قبولیت اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ قبولیت کا سبب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی سنت کے وسیلے کے بغیر بھی دعا قبول فرمالیتا ہے کیونکہ وہ ارحم الراحمین ہے اور قبولیت کبھی بطور استدراج بھی ہوتی ہے''۔ ③

مگر اس کے باوجود ان کا عمل قابل قبول ہوگا نہ ان کے تجربات پر اعتماد ہی درست ہوگا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف ہے۔

---

① زاد المعاد : ۳۲۸/۴۔

② دیکھیے : اقتضاء الصراط المستقیم : ۴۵۹-۴۶۲۔

صاحب خواص القرآن ابن قیم کے بیان کردہ کچھ نسخوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :

''قابل ملاحظہ یہ ہے کہ انھوں نے کتاب وسنت سے اس کے جواز کی کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے، صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ رحم اللہ الجمیع۔

شاید احوط یہی ہے کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ چیزوں کے ذریعہ ان جیسے امور سے مستغنی ہو جائیں، سد ذریعہ کے طور پر اور ممنوعہ چیزوں میں واقع ہونے کے خوف سے یہی کرنا چاہیے، بالخصوص کچھ جاہلوں اور دینی اور نفسیاتی اعتبار سے کمزور لوگوں سے یہ خدشہ موجود ہے۔ اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت میں وہ چیزیں موجود ہیں جو باذن اللہ تعالیٰ کافی وشافی اور بے نیاز کر دینے والی ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ صاحب تحریر بزرگوں کے تجربات سے استفادہ کے جواز کے قائل ہیں مگر میں نے اکثر دیکھا ہے کہ اس باب میں ایجادات کی گنجائش نکالنے والوں اور توقیفی چیزوں پر اکتفانہ کرنے والے کے دلوں میں کبھی کبھی ایسی ہی بے چینی اور خلش پیدا ہو جاتی ہے اور وہ قرآن وسنت کے ثابت شدہ مواد پر اکتفا کی بات کرنے لگتے ہیں حتی کہ غیر سلفی اہل علم میں بھی میں نے یہ چیز ملاحظہ کی ہے۔

③ تحفۃ الذاکرین : ۱۸۳۔

رقیوں کے باب میں انہیں امور کی پابندی لازم ہے جو قرآن وسنت میں وارد ہیں اور عمل کا مدار انہیں دونوں پر ہے، اور حصول منفعت اور دفع مضرت میں توکل فقط اللہ ہی پر ہونا چاہیے بلکہ یہ تو رقیہ کا سب سے عظیم مقصد ہے، اور رقیہ کے باب میں تجربوں پر مزید گفتگو ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں کی جائے گی اور اس ضمن میں علماء کی آراء پیش کی جائیں گی[1]۔

## • ایسے رقیوں کی تخصیص جن کی کوئی شرعی اصل نہیں ہوتی ہے :

ایک مقرر شرعی قاعدہ یہ ہے کہ شریعت کے تمام ابواب میں شرعی تخصیص کا مرجع کتاب وسنت ہیں، اس لئے جس چیز کی کوئی اصل دین میں نہ ہو اس کی تخصیص کو دین کی طرف منسوب کرنا جائز نہ ہوگا، اور یقیناً رقیوں کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض سورتوں کی تخصیص کسی ایسی خاصیت کی وجہ سے فرمائی تھی جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

مثلاً سورہ فاتحہ کہ جس کی تخصیص قبیلے کے ڈنسے ہوئے سردار کے رقیہ والی حدیث سے نمایاں ہے جس میں ایک صحابی نے سورۂ فاتحہ سے اس کا رقیہ کیا تو وہ یوں صحت یاب ہو گیا تھا جیسے اسے کسی بندھن سے آزاد کر دیا گیا ہو، اسی موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''وما يدريك أنها الرقية'' ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے''۔[2]

ایسے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معوذات سے رقیہ کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی متفق علیہ حدیث میں وارد ہے، اور آیت الکرسی کی دیگر آیتوں پر عام فضیلت ہے کیونکہ صحیح حدیث کے مطابق وہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت ہے...

اس باب میں جو منکر ہے وہ یہ ہے کہ کچھ راقی حضرات اس بات کے مدعی ہوتے ہیں کہ فلاں فلاں آیات میں مخصوص امراض کے لئے معینہ خصائص پائے جاتے ہیں، اسی لئے وہ کسی بیماری کے لئے سورۂ بقرہ کو خاص کرتے ہیں، اور بسا اوقات یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ پوری سورت ایک ہی مجلس میں پڑھی جائے، یا قرانی سورتوں کے فواتح کی تعیین کرتے ہیں، یا حوامیم کے فواتح کی تخصیص کی جاتی ہے، اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا ہے، اور بعض لوگ رقیوں کی تین تقسیم کئے رہتے ہیں: مختصر رقیہ، متوسط رقیہ اور طویل رقیہ، اور کچھ لوگ کسی معین رقیہ کے ساتھ مرض کی تخصیص کئے رہتے ہیں، مثلاً ان کا ایک نسخہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو عسر ولادت کی شکایت ہو تو اس کے لئے سفید پیالے یا کسی صاف ستھری چیز پر لکھا جائے :

---

[1] البدع العملية المتعلقة بالقرآن الكريم : ۴۰۹-۴۱۳۔ [2] بخاری : ۲۱۱۵۔

’’بسم اللہ الرحمان الرحیم، لا إلہ إلا اللہ الحلیم الکریم ، سبحان اللہ رب العرش العظیم(... ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ )(الفاتحہ:۱) ، (كَأَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَ مَا يُوعَدُونَ لَمۡ يَلۡبَثُوٓاْ إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارِۭۚ بَلَٰغٌۚ )(الاحقاف:۳۵) ، (كَأَنَّهُمۡ يَوۡمَ يَرَوۡنَهَا لَمۡ يَلۡبَثُوٓاْ إِلَّا عَشِيَّةً أَوۡ ضُحَىٰهَا )(النازعات:۴۶)‘‘۔ [1]

پھر وہ خاتون اسے پانی میں گھول کر کچھ کو پی لے اور بقیہ کو اپنے سینے پر چھڑک لے، اور بخار کے لئے اس نسخے کی تخصیص ہے کہ لکھیں :

﴿... يَٰنَارُ كُونِي بَرۡدٗا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ ۝٦٩ وَأَرَادُواْ بِهِۦ كَيۡدٗا فَجَعَلۡنَٰهُمُ ٱلۡأَخۡسَرِينَ ﴾ [الانبیاء:۶۹-۷۰]۔ [2]

ایسے ہی دیگر بہت سے رقیے ہیں جن کی تخصیص بلا دلیل کی گئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ لفظی اعتبار سے ان میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ یہ سب قرآنی آیات یا شرعی تعویذات ہیں جو شرک سے محفوظ ہیں، البتہ ان پر اعتراض ان کی تخصیص اور معینہ امراض کے لئے ان کے انتخاب کرنے پر ہے، یا اس بات پر اعتراض ہے کہ رقیہ کو چند آیات میں محصور کر دیا گیا ہے [3] جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پوری کتاب کو شفاء سے موصوف فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ :

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلۡقُرۡءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٞ وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾ [الاسراء:۸۲]۔

’’یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے‘‘۔

﴿وَشِفَآءٞ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ﴾ [یونس:۵۷]۔ ’’اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے‘‘۔

اور نبی ﷺ کے رقیوں سے یا ان رقیوں سے جن کے رقیہ ہونے کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے رقیہ کرنا زیادہ موثر اور قوی ہے جیسا کہ سورۂ فاتحہ اور معوذتین کے متعلق وارد ہے، پھر اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بعد رقیہ اپنی تاثیر میں راقی کے صدق اور اللہ کی آیات کے متعلق اس کی قوت ایمانی پر موقوف ہے۔

---

[1] یہ نسخہ امام احمد سے مذکور ہے، اسے ابن مفلح نے الآداب الشرعیۃ : ۲/۴۴۱ ، ۳/۹۸ میں بیان کیا ہے، ابن قیم نے الوابل الصیب : ۳۵۲ ، زاد المعاد : ۴/۳۲۷ اور الطب النبوي : ۱/۲۷۷ میں اس کا ذکر کیا ہے، نووی نے الأذکار : ۴۶۳ اور صدیق حسن خان نے نزل الأبرار : ۳۶ میں اسے بیان فرمایا ہے، اور اس ضمن میں نبی ﷺ سے کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔

[2] دیکھیے : الآداب الشرعیۃ : ۲/۴۴۰۔

[3] اسے کسی بھی چیز پر لکھنا یا دم کرنا اور پینا بھی قابل اعتراض ہے کیونکہ اس کی کوئی دلیل متاخرین کے تجربات کے سوا موجود نہیں ہے ۔

## ابن قیم فرماتے ہیں :

’’جس نے اس حقیقت کو سمجھنے کی طرح سمجھ لیا رقیہ کے اسرار اس پر واضح ہو جائیں گے اور وہ ان میں نافع اور غیر نافع کے درمیان تمیز کر سکے گا... اور اس پر یہ راز منکشف ہو جائے گا کہ رقیہ کی قوت اپنے راقی اور قبول محل سے ہوتی ہے جیسے کہ تلوار کی کاٹ شمشیر زن اور کٹنے کے قابل مقام سے موثر ہوتی ہے‘‘۔ ①

مزید فرمایا کہ :

’’اگر علیل اس سے -یعنی قرآن سے- اچھی طرح علاج کر سکے اور اسے صدق وایمان، قبول تام، پختہ اعتقاد اور شرائط کی تکمیل کے ساتھ اپنی بیماری پر رکھ سکے تو بیماری ہرگز اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی، بھلا بیماریاں رب ارض وسماء کے کلام کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہیں جس کا عالم یہ ہے کہ اگر اسے پہاڑوں پر نازل کر دیا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور اگر زمین پر اتارا جاتا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی‘‘۔ ②

حاصل یہ ہے کہ جن رقیوں کی کوئی اصل نہیں ہے اگر وہ شرک سے محفوظ ہونے کی وجہ سے درست بھی ہوں تو بھی ان کی تخصیص کی نسبت شریعت کی طرف کرنا درست نہیں، اور اس تخصیص کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ انہیں کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا ہے اور وہ رقیہ کے نام پر متداول ہیں، اس طرح ان لوگوں نے رقیہ کے متعلق قرآنی آیات میں فاضل ومفضول کی (بلا دلیل) تعیین کر دی ہے! اور ان رقیوں کی تقسیم اس طرح ہوئی ہے کہ یہ حاملہ خاتون کا رقیہ ہے، یہ جادو کا رقیہ ہے اور یہ جن زدہ کا رقیہ ہے...‘‘۔

اگر کچھ راقیوں کو بعض آیات میں کوئی تاثیر نظر آتی ہے تو بھی انہیں یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ اس اثر کو مذکورہ سورت کے فضائل یا آیت کے خصائص کے طور پر پیش کریں، یہ ہرگز درست نہیں ہے کہ وہ اسے دوسروں کے لئے شریعت بنا دیں، اس لئے کہ قرآنی آیات میں سے کسی آیت کی تاثیر میں دوسرے اسباب بھی ہو سکتے ہیں، مثلاً اس کے پیچھے راقی اور مرقی کا قرآنی شفا کے متعلق یقین کارفرما ہو سکتا ہے، یا وہ محل ہی زیادہ قابل ہو جہاں رقیہ کیا جارہا ہو... اور اس کے مقابل راقی اگر کچھ آیات سے رقیہ کر رہا ہو گو وہ انہیں پر اکتفا بھی کرتا ہو تو بھی یہ صحیح نہیں ہے کہ اسے اس سے منع کیا جائے بشرطیکہ وہ ان کی طرف کوئی خاص فضیلت یا خاصیت جو سنت میں وارد نہ ہو منسوب نہ کرتا ہو۔ ③

① مدارج السالکین : ۱/۵۷

② زادالمعاد : ۴/۳۲۲-۳۲۳۔

③ حوالہ مذکور : ۴۱۳-۴۱۵

# بعض آیتوں اور سورتوں کی تخصیص کی بدعتیں

شیخ احمد بن عبداللہ آل عبدالکریم صاحب نے اسی موضوع پر ''بعض آیتوں اور سورتوں کی تخصیص کی بدعتیں'' کے عنوان کے تحت ایک نہایت ہی عمدہ بحث اپنی کتاب میں تحریر فرمائی ہے، طوالت کے باوجود اس کی افادیت کے پیش نظر آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے :

**فرماتے ہیں :**

یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی بعض سورتوں اور آیتوں کی دیگر سورتوں اور آیتوں کے مقابلے میں ایک خاص فضیلت اور خاصیت ہے اور علوم قرآن کے علماء کے نزدیک یہ باب ''خواص القرآن'' کے علم کے نام سے معروف ہے[1] نیز فضائل قرآن کے ابواب میں بھی ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔[2]

قرآن کے درمیان تفضیل کے متعلق اہل علم کی دو رائیں ہیں :

**پہلی رائے :** یہ ہے کہ قرآن میں ایک جزء کو دوسرے جزء پر فضیلت دینا ممنوع ہے، اس کے قائل ابوالحسن اشعری اور قاضی ابوبکر باقلانی اور ابن حبان ہیں، اور یہی قول امام مالک سے بھی مروی ہے، اور ان کی حجت یہ ہے کہ یہ سارا کا سارا کلام اللہ ہے، اور تفضیل سے مفضل علیہ کے نقص کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

**دوسری رائے :** اس کے ماننے والے تفضیل کے قائل ہیں اور اس ضمن میں ان کا استدلال ان احادیث کے ظواہر سے ہے جو اس باب میں وارد ہیں، یہ رائے اسحاق بن راہویہ، ابوبکر بن العربی اور غزالی کی ہے، اور یہی قول حنابلہ کا بھی ہے۔[3]

اور اس قول کی تائید مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا تھا کہ :

---

① سیوطی فرماتے ہیں : ایک جماعت نے اس کے لئے مستقل کتابیں لکھی ہیں، جن میں تمیمی، حجۃ الاسلام غزالی، اور متاخرین میں یافعی بھی شامل ہیں، اور ان میں بیشتر جو باتیں بیان کی جاتی ہیں ان کا مستند بس صالحین کے تجربات ہیں۔ الإتقان : ۲/ ۱۱۵۳ ، نیز دیکھیے : الزيادة والإحسان في علوم القرآن لابن عقيله : ۲/ ۳۵۰۔

② سیوطی فرماتے ہیں : ابوبکر ابن ابی شیبہ، نسائی، ابوعبید قاسم بن سلام، ابن ضریس اور دیگر لوگوں کی اس موضوع پر مستقل تصنیفات ہیں۔

③ دیکھیے : كشاف القناع : ۱/ ۴۲۸ ، مطالب أولى النهى : ۱/ ۶۰۳ ، اور مخالف مذہب کے لئے دیکھیے : الجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ۱/ ۷۷ ، الإتقان للسيوطى : ۲/ ۱۱۳۱۔

’’يا أبى أَيُّ آيَةٍ مَعَكَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ أَعْظَمُ؟" قَالَ: قُلْتُ: اللَّهُ لا إِلَهَ إِلا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ [سورة البقرة آية ٢٥٥] ، قَالَ: فَضَرَبَ فِي صَدْرِي، وَقَالَ:" لِيَهْنَ لَكَ الْعِلْمُ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ‘‘

’’اے ابی! تمہارے پاس اللہ کی کتاب کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ تو انھوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: (اللَّهُ لا إِلَهَ إِلا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ) بیان کرتے ہیں: تب آپ نے میرے سینے پر مارا اور فرمایا: اے ابومنذر علم تمہیں مبارک ہو‘‘۔ ①

## قرطبی فرماتے ہیں :

’’ابن حصار نے کہا : مجھے ان پر تعجب ہے جو لوگ ان نصوص کے باوجود اختلاف کا ذکر کرتے ہیں‘‘۔ ②

علمائے محققین نے ذکر کیا ہے کہ قرآنی آیتوں اور سورتوں کے درمیان آیات کی تفضیل ذاتی نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن تو پورا کا پورا اللہ کی طرف سے ہے، اور وہ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے، اور اللہ کی ساری صفات میں کمال متوافر ہے اور منتہائے تمام کو پہنچا ہوا ہے، اس میں سے کسی میں بھی نقص کسی حال میں لاحق نہیں ہوسکتا ہے۔

البتہ اس کی تفضیل دو اعتبار سے ہے :

**اول :** ثواب کے اعتبار سے، جیسا کہ سورۂ اخلاص کی فضیلت میں وارد ہے کہ وہ ثلث قرآن کے برابر ہے۔

**دوم :** آیات کے تعلق کے اعتبار سے (یعنی آیات کا تعلق جن باتوں سے ہے ان کے اعتبار سے)، چنانچہ آیت الکرسی اور سورۂ اخلاص جو توحید اور اللہ کی صفات پر مشتمل ہیں ان میں جو دلالت پائی جاتی ہے وہ بطور مثال : سورہ (تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ) (لہب:۱) میں نہیں پائی جاتی ہے۔ ③

اور ابوشامہ نے الباعث میں زعفرانی سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ :

’’ابن عباس فرماتے ہیں : ...قرآن کلام اللہ ہے اس میں سے بعض کو بعض پر قرآن ہونے کی حیثیت سے کوئی فضیلت نہیں ہے البتہ مذکور کے اعتبار سے ان کے درمیان فرق ہوسکتا ہے‘‘۔ ④

---

① مسلم : ۱۳۴۳۔

② الجامع لأحكام القرآن : ۷۸/۱۔

③ دیکھیے : الجامع لأحكام القرآن : ۷۸/۱، نیز دیکھیے : الباعث لأبی شامة : ۱۷۲۔

④ الباعث : ۱۷۲۔

### عز بن عبد السلام فرماتے ہیں :

''اللہ کے متعلق اللہ کا کلام دوسروں کے متعلق اس کے کلام سے افضل ہے، چنانچہ (قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ) (الاخلاص:۱)(تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ) سے افضل ہے۔[1] وہ یہاں تعلق کے اعتبار سے افضلیت کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔

### بھوتی فرماتے ہیں :

''اس میں سے بعض'' یعنی قرآن میں سے بعض بعض سے افضل ہے، یا تو ثواب کے اعتبار سے یا اپنے متعلق کے اعتبار سے، جیسا کہ (قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ) اور فاتحہ وآیت الکرسی کے متعلق وارد فضائل اس پر دلالت کرتے ہیں۔[2]

ان دو اعتباروں پر مزید دو اعتباروں کا اضافہ بھی کیا گیا ہے :

**اول :** وقت کا اعتبار، چنانچہ بعض سورتیں وقت کے ساتھ اپنی خاصیت کی وجہ سے دوسری آیتوں سے افضل ہوتی ہیں، جیسا کہ نماز جمعہ میں ''**اعلیٰ و غاشیہ**'' یا ''**جمعه و منافقین**'' کی فضیلت ہے یا جمعہ کی فجر میں ''**سجده و انسان**'' کی اور ایسے ہی عیدین میں ''**ق و اقتربت**'' کی...اور ایسی ہی کچھ اور بھی ہیں۔

**دوم :** حالت کا اعتبار، چنانچہ اگر رقیہ میں پڑھنا ہو تو فاتحہ اور معوذتین کی قرأت افضل ہے، سوتے وقت اواخر سورۂ بقرہ کی قرأت کی فضیلت ہے، ایسی ہے وہ آیتیں ہیں جو صبح وشام کے اذکار پر مشتمل ہیں، اور گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی خاصیت ہے۔

اور ان سارے اعتبارات میں تفضیل کا مرجع کتاب وسنت ہیں، کیونکہ ان کا تعلق عبادت سے ہے، اس لئے شرعی نصوص سے اگر کسی کی کوئی فضیلت مخصوص کی گئی ہو تو اس سے تعبد اور اسے ذریعہ تقرب بنانا جائز ہوگا، اور جس کی فضیلت کی تخصیص میں کوئی دلیل وارد نہ ہو تو تلاوت قرآن میں اس کے لئے مطلق فضیلت باقی رہے گی۔

عوام اور قصہ گو واعظوں کے اجتہادات سے کلام اللہ کو محفوظ رکھنے کے لئے اہل اثر نے اس عظیم قاعدے کو بڑی مضبوطی سے تھام رکھا ہے، ورنہ ان لوگوں نے تو تلاوت قرآن کی ترغیب دینے کے لئے وضع احادیث اور مشکاۃ نبوت پر افترا پردازی کی راہ اپنائی ہے، اور دین کی طرف راغب کرنے کے لئے دین کے نام پر جھوٹ بولنے کا

---

① الاتقان للسیوطی : ۲/۱۱۳۲۔ ② کشاف القناع : ۱/۴۲۸۔

راستہ اختیار کیا ہے، اور ثواب کی نیت سے بڑا برا کام کیا ہے، ان حضرات نے پورے قرآن کا احاطہ کرتے ہوئے طویل حدیثیں وضع کر رکھی ہیں، جن میں ہر سورہ سے کوئی نہ کوئی فضیلت منسوب کی گئی ہے، اس سلسلے میں ان کی دلیل اور حجت یہ ہے کہ لوگ قرآن اور اس کی تلاوت سے اعراض کر رہے ہیں، چنانچہ ایک مشہور وضاع ابوعصمہ نوح بن ابی مریم سے لوگوں نے پوچھا کہ آخر آپ کو بواسطہ عکرمہ از ابن عباس فضائل قرآن میں ہر ہر سورت کی فضیلت کہاں سے دستیاب ہوگئی، جبکہ عکرمہ کے شاگردوں کے پاس تو یہ سب کچھ نہیں ہے؟ تو جناب نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے منہ موڑ رہے ہیں اور ابوحنیفہ کی فقہ اور ابن اسحاق کی مغازی کے پیچھے لگ گئے ہیں تو میں نے اجر وثواب کی نیت سے یہ حدیث وضع کر دی۔ ①

اور وہ حدیثیں شائع ہوگئیں، لوگوں نے انہیں یاد کرلیا اور کتابوں میں بھی محفوظ کر دیا، بلکہ بعض علماء کی تفسیریں بھی ان پر مشتمل ہیں، مگر اہل علم اور حفاظ سنت ان موضوعات اور اباطیل سے غافل نہیں رہے، انھوں نے حق کو نمایاں کیا اور باطل کی قلعی کھول کر رکھ دی اور صحیح وضعیف میں امتیاز کر دیا، اسی کے متعلق حافظ عراقی صاحب اپنی الفیہ میں فرماتے ہیں :

حدیثوں کو وضع کرنے والے بھانت بھانت کے ہیں، ان میں سب سے نقصاندہ وہ لوگ ہیں جو زہد کی طرف منسوب ہیں۔

انھوں نے ان حدیثوں کو بنیت اجر وثواب وضع کیا اور ان کی طرف لوگوں کے میلان کی وجہ سے وہ مقبول ہوگئیں اور نقل کی گئیں۔

پھر اللہ نے ان کے لئے نقاد مہیا فرما دئے، جنھوں نے اپنی تنقید کے ذریعہ ان کے کھوٹ اور فساد کو واضح کر دیا۔

مثلاً ابوعصمہ کہ جب اپنے خیال میں اس نے دیکھا کہ لوگ قرآن سے دور ہو رہے ہیں تو اس نے حدیثیں گھڑ ڈالیں۔

جو ابن عباس سے سورتوں کے فضائل میں مروی ہیں، اس شخص کی ایجاد کتنی بری ہے!

ایسے ہی حضرت ابی سے حدیث مروی ہے جس کے راوی نے اس کے وضع کرنے کا اعتراف کیا ہے، کتنا قبیح ہے اس کا یہ جرم!

اور واحدی جیسے جن لوگوں نے بھی ان خودساختہ حدیثوں کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے وہ راہ صواب سے دور

① اس کی تخریج ابن جوزی نے ''الموضوعات'' : ۱/۸۱ میں کی ہے۔

جا پڑے ہیں۔ ①

قرطبی نے اپنی تفسیر کے آغاز میں ان احادیث کی سنگینیوں پر واضح تنبیہ فرمائی ہے جن سے بعض مفسرین نے اپنی کتابوں کو پر کر رکھا ہے، اس کے بعد فرمایا : ''اگر لوگوں نے صحاح ومسانید وغیرہ مصنفات میں ثابت چیزوں پر جو علماء کے درمیان متداول ہیں اور جنھیں ائمۂ فقہاء نے روایت کیا ہے اکتفا کر لیا ہوتا تو وہ مواد ان کے لئے کافی تھا، اور وہ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث میں وارد وعید سے محفوظ ہو جاتے جس میں آپ نے فرمایا کہ :

''اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ''

''مجھ سے حدیثین بیان کرنے میں احتیاط رکھو، بس وہی حدیثیں بیان کرو جن کا تمہیں علم ہو اس لئے جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے''۔

آنحضرت ﷺ کا اپنی امت کو جھوٹ بولنے پر آگ سے ڈرانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو یہ بات معلوم تھی کہ آپ کے نام پر جھوٹ بولا جائے گا، اس لئے ترغیب وترہیب وغیرہ کے باب میں اعدائے دین اور مسلم زندیقوں کی وضع کردہ حدیثوں سے چوکنا اور ہوشیار رہیں، اور ان میں سب سے خطرناک اور نقصاندہ وہ لوگ ہیں جو زہد کی طرف منسوب ہیں اور بزرگ تسلیم کئے جاتے ہیں، انھوں نے اپنے خیال کے مطابق حدیثیں وضع کرنے کا کام بنیت اجر وثواب کیا ہے، اور لوگوں نے ان پر اعتماد اور ان کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے ان کی وضع کردہ اور گھڑی ہوئی حدیثوں کو قبول بھی کر لیا۔ یہ حضرات خود بھی گمراہ تھے اور انھوں نے اوروں کو بھی گمراہ کیا۔ ②

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان موضوعات کی وجہ سے بعض آیات اور سورتوں کے متعلق لوگوں کو اعتقاد ہو گیا اور وہ بلا دلیل غیر مشروع چیزوں سے اللہ کی عبادت کرنے لگے اور یہی چیز بدعات کی نمایاں صفتوں میں سے ہے۔

اور دوسرے کچھ لوگ کھڑے ہوئے جنھوں نے اپنے ایجاد کردہ اعمال کو عبادت بنا دیا گو انھوں نے اس ضمن میں ان موضوعات کا سہارا نہ لیا ہو، ان کی زیادہ تر حجت یہی ہے کہ انھوں نے ان کے اثرات کا تجربہ کر لیا ہے، یا پھر وہ کسی فقیہ کا معمول رہے ہیں، یا یہ کہ کسی عمل کو بلا نکیر ان کے عاملوں کے درمیان شہرت حاصل ہو گئی ہے۔

ذہن نشین رہے کہ جس پر علم کی ادنی چھاپ ہوگی وہ اس بات کو بآسانی سمجھ لے گا کہ آیات اور سورتوں کے جو فضائل یا خصائص پیش کئے جاتے ہیں ان کا خودساختہ ہونا ظاہر وباہر ہے، کیونکہ ان میں سورتوں اور آیتوں کے ساتھ ایسے تعامل کی ہدایات ہوتی ہیں کہ ان جیسے تعاملات کا اثبات شریعت میں وارد نہیں ہے، یافعی نے

---

① الفية العراقي : ٨١۔ ② الجامع لأحكام القرآن : ١/٥٧۔

’’**الدرالنظیم**‘‘ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ابن عقیلہ مکی نے انہیں ’’**الزيادة والإحسان في علوم القرآن**‘‘ میں نقل کیا ہے۔ [1] اوران کے امتیازی اوصاف حسب ذیل ہیں :

۱۔ وہ سارے کے سارے ہی کسی ایسی دلیل پر قائم نہیں ہوتے جو حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہو، بلکہ ان میں سے بہت تھوڑے ایسے ہوتے ہیں جن کا مستند ضعیف، بودی اور موضوع روایتیں ہوتی ہیں، اوران میں سے بیشتر خودساختہ اور خانہ ساز ہوتے ہیں جن پر دین میں خرافات کو فروغ دینے کا اطلاق زیادہ صحیح ہے، اور وہ سب فضائل قرآن میں تحریف کے زمرے میں آتے ہیں۔

۲۔ غالب مذکور ظاہر آیت کی مناسبت پر مبنی ہوتا ہے، چنانچہ پانی کا ذکر آتا ہے تو پانی کا چشمہ ابلنے لگتا ہے، جنوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس سے جن حاضر ہوجاتا ہے، جب کھیتی کا بیان ہوتا ہے تو کاشت آفات سے محفوظ ہوجاتی ہے، اور جب سورۂ فجر کی تلاوت ہوتی ہے تو قاری فجر ثانی تک کے لئے محفوظ و مامون ہوجاتا ہے...

۳۔ ان میں جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے اعمال کی مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ وہ ایسے مواقیت پر مشتمل ہوتے ہیں جو مشکاۃ شریعت سے غایت درجے کا بعد رکھتے ہیں، مثلاً: آیات دسمبر کے مہینے میں لکھی جائیں اور لکھنے والا لکھتے وقت ستاروں میں سے بنات نعش کبری کا رخ کئے ہو...

۴۔ ان میں سے بعض میں فرقت اور فتنوں کی نسبت خصائص قرآن کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ سورۂ نحل وغیرہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ ایک حرام اور باطل اعتقاد ہے جس کی نسبت شریعت کی طرف کرنا جائز نہیں ہے۔

۵۔ ایسے امور کا ذکر جن کا معنی کسی حال میں سمجھ میں نہیں آتا ہے، مثلاً ہرن کی جلد پر آیات کا لکھنا یا فارسی بانس کی نلکی میں انہیں رکھنا، یا بلا روشنائی کے قلم سے لکھنا وغیرہ...

علی کل حال اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تلاوت اور اس پر ایمان رکھنے کو ہمارے لئے عبادت اور بندگی کا ذریعہ ٹھہرایا ہے، اور اس کا نام شفاء رکھا ہے، مگر اس کی شرط یہ نہیں کہ قرآن کی ہر آیت یا سورت کے اندر کسی مخصوص بیماری سے شفاء یا کسی معینہ مصیبت سے حفاظت کی خاصیت پائی جاتی ہو، بلکہ اس طرح کی خودساختہ چیزیں اور افتراءات بلا علم اللہ کی طرف باتیں منسوب کرنے اور شریعت پر جھوٹ بولنے کے زمرے میں آتی ہیں۔ [2]

---

[1] دیکھیے : ۲/۳۵۲-۴۲۰۔ [2] دیکھیے : البدعات العملية المتعلقه بالقرآن الكريم : ۴۷۴-۴۸۰۔

# موضوع سے متعلق کچھ فتاوے

## مخصوص امراض کے علاج کے لئے معینہ آیات کی تخصیص کا حکم

- شیخ منجد صاحب ایک سائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں جس نے مختلف امراض کے لئے الگ الگ آیتوں کی تخصیص کے متعلق سوال کیا تھا :

''الحمدللہ

ہم معینہ امراض کے علاج کے لئے معین تعداد کے ساتھ قرآن کریم کی کچھ مخصوص آیات کی تخصیص کو کسی خاص شرعی دلیل کے بغیر مشروع نہیں سمجھتے ہیں، جیسا کہ معوذتین سے بخار کا رقیہ کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے، اور سورۂ فاتحہ سے ڈنسے ہوئے شخص کا رقیہ کرنے کے متعلق روایت آئی ہے، اور ایسی ہی دیگر کچھ روایتیں بھی ہیں، مگر یہ کہ کچھ لوگ قرآن کریم کی کچھ الگ الگ آیات کا خود ہی انتخاب کریں اور ان کی طرف معین امراض کے علاج کی نسبت یوں کردیں جیسے وہ خاص شرعی طبی نسخے ہوں اور لوگوں کے درمیان ان کی نشر واشاعت کریں جس سے یہ شبہ پیدا ہونے لگے کہ یہ نبی ﷺ کی سنت ہے، تو یہ چیز اتباع سے زیادہ ابتداع (بدعت ہونے) کے قریب ہے، اور ایک مسلمان کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اس سے گریز کرے اور اسے روبہ عمل نہ لائے۔

اور قرآن تو پورا کا پورا برکت، اجر اور خیر وشفاء ہے، مگر کسی معین آیت کے اندر کسی مخصوص اثر کا دعویٰ کرنا محتاج دلیل ہے، اور سوال میں وارد تفصیل سے ہمیں اس کے لئے کسی دلیل کا پتہ نہیں چلتا ہے۔

اور ''فتاوی اللجنة الدائمه'' (مجموعہ دوم : ۱/۷٦) میں آیا ہے کہ : ''بعض امراض کے رقیہ کے لئے بلا دلیل معینہ آیات کی تخصیص کرنا جائز نہیں ہے''۔ انتھی واللہ اعلم۔ [1]

## اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ایک شفائی قوت اور توانائی ہے؟

**سوال :** لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے اسماء سے علاج کا خوب رواج ہو چلا ہے، اور اس ضمن میں کچھ ایسے اوراق بھی تقسیم کئے گئے ہیں جن میں اسم لکھا ہوتا ہے اور اس کے پہلو میں وہ بیماری بھی درج ہوتی ہے جس کا علاج اس اسم سے ہوتا ہے۔ اور جو صاحب اس قسم کے علاج کے اکتشاف کے مدعی ہیں وہ ڈاکٹر ابراہیم کریم صاحب ہیں، اور یہی

---

[1] موقع الاسلام سؤال وجواب۔

حضرت علم ''بایوجیومیٹری'' کے بھی موجد ہیں، جناب اس بات کے مدعی ہیں کہ اسماء حسنیٰ میں امراض کی ایک بھاری تعداد کے علاج کی شفائی طاقت پائی جاتی ہے، اوران کی تحقیق جسم انسان کے اندر توانائی کے قیاس کے مختلف دقیق ترین قیاسی اسالیب کے ذریعہ اس نتیجے تک پہنچی ہے، صاحب نے اس بات کا اکتشاف کیا ہے کہ اسماء حسنیٰ میں سے ہر اسم میں ایک ایسی طاقت ہوتی ہے جو جسم انسان کے کسی عضو معین میں دفاعی آلات کو بھاری قابلیت کے ساتھ عمل کے لئے متحرک کر دیتی ہے، حضرت کو اس بات کا بھی دعویٰ ہے کہ انہیں ''آواز کی گونج'' کے قانون کے نفاذ کے واسطے سے اس اکتشاف تک رسائی میں کامیابی ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے کسی اسم کے محض ذکر کر دینے ہی سے انسانی جسم کے اندر توانائی کی سرگرم گزر گاہوں میں کوئی تحسین پیدا ہوجاتی ہے، اور اپنی تین سالہ مسلسل تحقیق کے نتیجے میں انھوں نے اپنی اس اختراع اور ایجاد کو ایک چارٹ کی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے جس میں ایک طرف مرض کا بیان ہوتا ہے اور اس کے مقابلے وہ اسم درج ہوتا ہے جو اس بیماری کے علاج میں سودمند ہوتا ہے۔

- **اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں :**

- ''السمیع'' توانائی میں توازن کے اعادہ کے کام آتا ہے۔
- ''الرزاق'' معدہ کا علاج کرتا ہے۔
- ''الجبار'' ریڑھ کی ہڈی کا معالج ہے۔
- ''النافع'' ہڈی کے علاج میں کام آتا ہے۔
- ''الحی'' سے گردے کا علاج ہوتا ہے۔
- ''البدیع'' بالوں کا معالج ہے۔
- ''جل جلالہ'' سے بالوں کی خشکی (روسی) دور ہوتی ہے۔
- ''النور'' ''البصیر'' اور ''الوہاب'' یہ تینوں آنکھوں اور بینائی کے معالج ہیں۔

- **طریقۂ علاج :**

مناسب عضو پر اسم یا متعدد اسماء کی دس منٹ تک تکرار کی جائے۔

صاحب کا ایک دعویٰ اس اکتشاف کی شکل میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تسبیح کا ذکر کرنے کے بعد اگر آیات شفاء پڑھ لی جائیں تو شفاء کی طاقت میں چند در چند اضافہ ہوجاتا ہے۔ اور وہ آیات حسب ذیل ہیں :

﴿وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ﴾ ، ﴿وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ﴾ ، ﴿فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ ، ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ﴾ ، ﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ

يَشۡفِينِ ﴾ ، ﴿ قُلۡ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ هُدٗى وَشِفَآءٞۚ ﴾

اب سوال یہ ہے کہ کیا مذکورہ کلام صحیح ہے؟

**جواب :** الحمدللہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ، أما بعد:

۱۔ علاج یا توحسی اسباب سے ہوتا ہے یا شرعی اسباب سے، پھر جو علاج مادی حسی اسباب کے ذریعہ ہوتا ہے اس کا مرجع تجربہ ہوتا ہے، اور جو علاج شرعی اسباب کے ذریعہ ہوتا ہے اس میں وسائل علاج اور اس کی کیفیت کے بیان کا مرجع شریعت ہے، اور اسماء حسنی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر امور شرعیہ میں سے ہے، اور صورت حال یہ ہے کہ صاحب تحقیق نے اپنے کلام کے لئے ایک بھی شرعی مستند پیش نہیں کیا ہے جو ان اسماء کی تعیین، علاج کی اس کیفیت اور ان سے علاج کے معینہ امراض پر دلالت کرتی ہو، اس لئے ان کے علاج کا شرعی سبب ہونے کی بات تو باطل ٹھہر گئی، اور شرعی دلائل کا تجربہ اور اس طریقے پر اس کی توہین جائز نہیں ہے۔

## شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں :

''یہ جان لیجیے کہ دوا شفاء کا سبب ہے اور مسبب اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے سبب کے سوا کوئی چیز سبب نہیں بن سکتی ہے، اور جن اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے اسباب قرار دیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

دوا شفاء کا سبب ہوتی ہے، اور اسباب یا تو شرعی ہوتے ہیں جیسے قرآن کریم اور دعا، یا حسی ہوتے ہیں جیسے وہ مادی دوائیں جو بطریق شرع معلوم ہوتی ہیں جیسے شہد، یا بطریق تجربات جن کا حال معلوم ہوتا ہے جیسے بہت سی دواؤں کا معاملہ ہے، مگر اس نوع کی تاثیر کا حال معلوم کرنے کے لئے لازم ہے کہ انہیں استعمال کے ذریعہ جانچا گیا ہو، یہ نہیں کہ وہ محض وہم وخیال پر مبنی ہوں، پھر جب راست استعمال اور محسوس طریقے پر اس کی تاثیر ثابت ہوجائے تو اسے دواء کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے جس سے باذن اللہ شفا حاصل ہوگی، مگر جب وہ محض اوہام وخیالات پر مبنی ہوں جو مریض کے ذہن میں پیدا ہوتے ہوں اور اسی وہم وخیال کی بنیاد پر اسے نفسیاتی طور پر راحت ملتی ہو، اس کا مرض ہلکا ہوجاتا ہو، ممکن ہے کہ داخلی طور پر اسے حاصل ہونے والی نفسیاتی خوشی کا اثر اس کے مرض پر ایسا پڑے کہ اس مرض کا خاتمہ ہوجائے، مگر اس پر اعتماد جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اسے دوا ثابت کرنا جائز ہے، انسان اوہام اور خیالات کے پیچھے نہیں بھاگ سکتا ہے، اسی لئے مرض کے ازالے یا اس کے خاتمے کے لئے کڑا پہننے یا دھاگہ باندھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ وہ کوئی صریح حسی سبب نہیں ہے، اور جس چیز کا شرعی یا حسی اعتبار سے سبب ہونا ثابت نہ ہوا سے سبب بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اسے سبب بنانا اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کے اختیار کی چیزوں

میں اس کے ساتھ تنازعہ کھڑا کرنے کی طرح ہے، اور اس اعتبار سے یہ ایک طرح کا شرک ہے کہ وہ مسببات کے لئے اسباب وضع کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہو رہا ہے۔ ①

۲۔ جناب نے اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے اسماء کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کے متعلق ان کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے خود کو موسوم کیا ہے جبکہ حقیقت میں بات ایسی نہیں ہے، مثلاً : ''جل جلالہ'' ، ''الرشید'' ، ''البدیع'' اور ''النافع'' وغیرہ، اور یہ چیز اس مدعی کی جہالت اور ناوقفیت پر دلالت کرتی ہے، اور مزعومہ طاقت کے بطلان پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ -جناب کے خیال کے مطابق- وہ طاقت صحیح دلائل سے ثابت شدہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کے بجائے دیگر اسماء سے پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ ہر مرض کے لئے ایک اسم کی تحدید اور کیفیت علاج کی تعیین.. اور اس اسم سے علاج جس کا صحیح طور پر اللہ کے اسمائے حسنی میں سے ہونا ثابت ہو بلا علم اللہ تعالیٰ سے کسی قول کو منسوب کر دینے کے باب میں داخل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بلا علم کسی بات کو اپنی طرف منسوب کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف:۳۳]۔

''کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔ اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں''۔

شیخ عبدالرحمان سعدی رحمہ اللہ (وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ : اس کے اسماو صفات میں اور اس کے افعال اور شریعت میں بلا علم اس کی طرف کوئی بات منسوب کرنا مراد ہے۔ ②

۴۔ اور جب فتویٰ کی دائمی کمیٹی کے علماء (علمائے لجنہ دائمہ) سے اس مسئلے میں استفسار کیا گیا تو انھوں نے اس مدعی اور اس کے دعوے کی تردید کر دی تھی۔ ان کا جواب آپ ملاحظہ فرمائیے :

دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء نے مذکورہ استفتا کی تحقیق کے بعد حسب ذیل جواب مرحمت فرمایا ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا۟ ٱلَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِىٓ أَسْمَٰٓئِهِۦ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا۟

① مجموعہ فتاوی ورسائل ابن عثیمین ۱/ ۱۱۰-۱۱۱۔ ② تفسیر سعدی : ۲۵۰۔

یَعۡمَلُوۡنَ ﴾ [الاعراف:۱۸۰]۔

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ''

''اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو انہیں شمار کرے گا[1] جنت میں جائے گا''۔

انہیں میں اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم بھی ہے کہ جو بھی اس کے واسطے سے دعا کرے گا وہ اس کی دعا قبول فرمائے گا اور جب کوئی اس کے واسطے سے اس سے کچھ مانگے گا تو وہ اس کی مراد پوری کرے گا، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ وجل وعلا کے اسماء کی تعداد کا علم خود اس کے سوا کسی کو نہیں ہے، اور وہ سارے کے سارے اسماء اسمائے حسنی ہیں، ان کا اثبات واجب ہے نیز اللہ تعالیٰ کے کمال وجلال اور عظمت کی جن باتوں پر وہ دلالت کرتے ہیں ان کا بھی اثبات واجب ہے، اور ان میں الحاد حرام ہے جس کی شکل یہ ہے کہ ان کی نفی کردی جائے یا ان میں سے کسی چیز کی نفی کی جائے، یا جس کمال پر وہ دلالت کرتے ہیں اس کی نفی کردی جائے، یا وہ اللہ تعالیٰ کی جن عظیم صفات پر مشتمل ہیں ان کی نفی کی جائے۔

اور کریم سید اور ان کے شاگرد اور صاحبزادے نے جو دعویٰ لوگوں کے درمیان تقسیم کئے جانے والے ایک پرچے میں کیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایک طرح کے الحاد کے زمرے میں شامل ہے، اس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں امراض کی بھاری بھرکم تعداد کی شفائی طاقت پائی جاتی ہے، اور ان کی یہ تحقیق انسانی جسم کے اندر توانائی کا قیاس کرنے والے مختلف دقیق قیاسی اسلوبوں کے ذریعہ اس نتیجے تک پہنچی ہے کہ اللہ کے اسمائے حسنی میں سے ہر اسم میں ایک ایسی طاقت پائی جاتی ہے جو جسم انسان کے کسی معین عضوء میں مثالی قابلیت کے ساتھ کام کرنے کے لئے دفاعی مشین کو متحرک کردیتی ہے، اور ''آواز کی گونج'' کے نفاذ کے واسطے سے ڈاکٹر ابراہیم کریم کی رسائی اس اکتشاف تک ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے کسی اسم کے مجرد ذکر ہی سے انسانی جسم کے اندر پائی جانے والی سرگرم توانائی کی گزرگاہوں میں کوئی نہ کوئی تحسین پیدا ہوجاتی ہے، جناب فرماتے ہیں

[1] سندی نے فرمایا : اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے انہیں یاد کیا اور یہی مشہور قول ہے، نیز یہ بھی کہا گیا کہ جس نے ان کے تقاضوں پر عمل کیا، کیونکہ بعض کا تقاضا امید اور بعض کا خوف ہے، ان میں سے کچھ اس پر توکل کے متقاضی ہیں، ایسے ہی دیگر اسماء کے بھی تقاضے ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جس نے ان کے معانی کا احاطہ کیا۔

کہ جسم انسانی کے اندر سرگرم توانائی کی گزرگاہوں کے قیاسات کی تحقیق اور انہیں ایجاد کرنے والے اور پہلی بار اس سے واقف ہونے والے فراعنہ تھے جنھوں نے فرعونی پنڈولم کے ذریعہ اس کا پتہ چلایا تھا، پھر انھوں نے ایک چارٹ کی شکل میں متعدد اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ کیا ہے، اور اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ ان میں سے ہر اسم کا جسم کے لئے کوئی نہ کوئی فائدہ ہے یا جسم میں پائی جانے والی کسی نہ کسی بیماری کا اس سے علاج ہوتا ہے، اور انھوں نے اس کی وضاحت انسانی جسم کی ایک ڈرائنگ کے ذریعہ پیش کی ہے اور ان میں سے ہر عضو پر اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم کو رکھا ہے۔

● یہ عمل باطل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایک طرح کا الحاد ہے، اور اس عمل میں ان اسماء کی توہین ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق مشروع یہی ہے کہ ان کے واسطے سے دعا کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (فَٱدۡعُوهُ بِهَا)، ایسے ہی یہ مشروع ہے کہ وہ اسماء اللہ تعالیٰ کی جن صفات پر مشتمل ہوں ان کا اثبات کیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر اسم اللہ جل جلالہ کی کسی نہ کسی صفت پر مشتمل ہے، کسی شرعی دلیل کے بغیر ان کا استعمال سوائے ان کے واسطے سے دعا کے اور کسی چیز میں جائز نہیں ہے۔

اور جو شخص بلا دلیل شرعی اس بات کا مدعی ہو کہ ان سے فلاں فلاں فائدہ حاصل ہوتا ہے اور اس اس چیز کا علاج ہوتا ہے تو وہ بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی قول منسوب کرنے کے زمرے میں آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلۡ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلۡإِثۡمَ وَٱلۡبَغۡيَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَأَن تُشۡرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنٗا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ﴾ [الاعراف:٣٣]۔

''آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں''۔

لہٰذا واجب یہی ہے کہ اس پرچے کو ضائع کر دیا جائے، اور یہ بھی واجب ہے کہ مذکورہ افراد اور دیگر لوگ بھی اس عمل سے باز آجائیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لیں، اور ان میں سے کسی بھی چیز کی طرف جس کا تعلق عقیدہ اور احکام شریعت سے ہے دوبارہ واپس نہ لوٹنے کا عزم کر لیں۔ وباللہ التوفیق۔ واللہ اعلم۔ [1]

---

[1] بدع المعاصرين بين التحريف والتخريف : ۹۴۱-۹۴۴ نیز دیکھیے : فتاوی اللجنة الدائمة : فتویٰ نمبر: ۲۱۸۰۲ جلد دوم۔

## اسمائے حسنی ہی سے متعلق ایک اور سوال :

اسمائے حسنی کے خواص سے ہی متعلق ایک سوال کے جواب میں شیخ محمد بن صالح المنجد صاحب فرماتے ہیں جس کا عنوان ہے :

کیا اللہ تعالیٰ کے اسم ''الباطن'' کے یومیہ تکرار سے اسرار کا کشف ہوتا ہے ؟

''اللہ تعالیٰ کا اسم ''الباطن'' قرآن وسنت سے ثابت ہے...اور جب ہم اس بات سے آگاہ ہو گئے کہ اسم ''الباطن'' کا ثبوت موجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں ہی ہے اور ہمیں اس کے عظیم ترین معانی کا بھی ادراک ہو گیا تو یہ جاننا چاہئے کہ سوال میں جو وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم ''الباطن'' کی یومیہ تین بار تکرار سے اسرار کا کشف ہوتا ہے ایک باطل قول ہے اس کی کوئی قیمت ہے نہ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے نہ ہی واقعات سے اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، اور عبث کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ کے اسمائے جلیلہ کا استعمال کرنا کسی کے لئے حلال نہیں ہے، اور سوال میں وارد چیز سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی شعبدہ بازوں اور دجالوں کے دعووں کے مطابق ان میں شریعت میں وارد باتوں کے سوا کچھ معین خواص پائے جاتے ہیں، شریعت میں بس اتنا ہی وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا شمار کیا جائے اور ان کے تقاضوں کے مطابق اللہ کی عبادت کی جائے۔

اور ہم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا ہے جنھوں نے یہ تعداد تین کے علاوہ بھی بیان کی ہے۔ان میں سے کچھ لوگ فرماتے ہیں کہ : ''جو شخص ضمائر کے علم سے آگاہی چاہتا ہو -یعنی دوسرے لوگ جو باتیں اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں ان سے آگاہ ہونا چاہتا ہو- تو اسے چالیس دن تک روزانہ ۶۲/ بار یاباطن پڑھنا چاہیے، اور جو شخص ہر روز ۹۹/ بار ''یا اول یا آخر یا ظاہر یا باطن'' پڑھے اسے بھی یہ چیز حاصل ہو جائے گی، اور اس کی تاثیر عجیب ہے!''۔

یہ سب بے اصل باتیں ہیں، اور ان نقولات میں عددوں کا کوئی ضابطہ بھی نہیں ہے، یہ ساری چیزیں اپنے بنانے والوں کی ایجادات ہیں، اور یہاں -ان کے مریدوں میں- کوئی ایسا ہے بھی نہیں جو ان سے ان کے اقوال کی صحت پر اور دوسروں کے دعووں کے بطلان پر دلیل کا مطالبہ کر سکے۔لوگوں کو گمراہ کرنے اور انہیں مکاشفات کے علم سے وابستہ کرنے کے طور طریقوں تک رسائی میں باطنی فرقوں کی آپسی مقابلہ آرائیوں کا سلسلہ جاری ہے اور ان میں سے ہر فرقہ اپنے حلقے کے مریدوں کے لئے ایک نیا راستہ ایجاد کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ اہل کشف میں شامل ہو سکتے ہیں، ان میں سے کچھ طائفے اللہ تعالیٰ کے اسم ''**المهيمين**'' کے ایک ہزار چالیس بار ورد کرنے کو ہی خلق کے باطنی احوال سے آگاہی کا راستہ قرار دیتے ہیں!

اور دوسرے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے اسم ''الحکیم'' کی تکرار کو حالت غیبوبت اور لاشعور میں داخلے کا راستہ تسلیم کرتے ہیں!

یہ سب ضلال اور گمراہی ہے، سلف امت کے عقیدے سے انحراف ہے، اور ان گمراہ فرقوں کے ساتھ شیطانی تلبیس کا ایک رخ ہے، اس طرح کی باتوں کو انھوں نے ''اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کے اسرار'' اور ''اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی کے فوائد'' جیسے عناوین کے تحت جمع کر رکھا ہے۔ [1]

## کسی معین ترتیب کے ساتھ اسماء حسنی پڑھنے کا حکم :

کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم ایسا ایسا کہو اور معین عدد کے ساتھ اتنی اتنی بار کہو تو تمھیں اتنا اتنا اجر ملے گا، یا اگر تم اللہ کے اسماء حسنی کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ پڑھو تو تمھیں فلاں فلاں چیز حاصل ہوگی۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں مجھے نصیحت فرمائیں۔

الحمدللہ

شیخ عبداللہ بن قعود [2] نے اس کا حسب ذیل جواب مرحمت فرمایا ہے :

''یہ عمل جائز نہیں ہے اور اگر اس کا اعتقاد رکھے گا تو وہ بدعت ہوگا۔ انتھی۔ اور ہر وہ ذکر جسے کسی خاص تعداد یا جگہ، یا زمانے یا خاص کیفیت سے مقید کر دیا جائے جو شریعت میں وارد نہیں ہے تو وہ بدعت ہوگا۔ اور جہاں تک بات اسماء حسنی کی ہے تو ان سے عبادت کا طریقہ یہی ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ سے دعا کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَا﴾ [الاعراف:۱۸۰]۔

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو''۔

اور کسی خاص ترتیب کے ساتھ مجرداً نہیں پڑھنا کوئی مشروع عبادت نہیں ہے، واللہ اعلم۔ [3]

---

① الاسلام سؤال وجواب للمنجد۔

② هيئة كبار العلماء (سعودی عرب کے سب سے بڑے علماء کی کمیٹی) کے ایک رکن ہیں۔ ذہن نشین رہے کہ مذکورہ کمیٹی دنیا بھر سے آنے والے دینی سوالوں کا مدلل جواب دیتی ہے۔

③ شیخ عبداللہ قعود (موقع الاسلام سؤال وجواب)۔

# قلق کے علاج کے لئے مخصوص طریقہ تلاوت

لجنہ دائمہ کے مفتیان کرام نے ایک طویل سوال کی ایک شق کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

...پھر سوال میں جو یہ آیا ہے کہ قلق کا علاج یہ ہے کہ قرآن کا ایک پارہ پڑھا جائے اور ابن کثیر سے اس کی تفسیر بھی پڑھی جائے تو حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے، مگر رقیہ تو پورے قرآن ہی سے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے نفع بھی دیتا ہے۔

اور رہی بات یہ کہ بلا دلیل بعض امراض کے رقیہ کے لئے کچھ معین آیات کی تخصیص کرنا تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن تو پورا کا پورا مومنوں کے لئے خیر اور شفاء ہے، اور اس میں رقیہ کی سب سے عظیم سورت تو سورۂ فاتحہ ہے جیسا کہ بیان کیا گیا۔

اور اس بات سے بھی آگاہ رہنا لازم ہے کہ قرآن فقط لوگوں کے بدنی امراض کی دوا بننے کے لئے نازل نہیں ہوا ہے، بلکہ ایک امر عظیم اور نہایت مہتم بالشان کام کے لئے نازل ہوا ہے، اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا والوں کو آگاہ کر دیا جائے اور وہ انہیں اللہ کے صراط مستقیم کی رہنمائی کرے، ان کے اختلافات میں فیصل بن جائے، اور کفر اور کافروں کی روش سے دور رہنے کی تلقین کرے، اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے مومن بندوں کو ان کی دینی اور بدنی بیماریوں میں بھی نفع پہنچاتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا :

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هُدًى وَشِفَآءٌ﴾ [فصلت:۴۴]۔

''آپ کہہ دیجئے! کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفا ہے''۔

اور فرمایا : ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾ [الاسراء:۸۲]۔

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔

وباللہ التوفیق، وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

اس پر حسب ذیل علماء کے دستخط ہیں : شیخ بکر ابوزید ، شیخ صالح فوزان ، شیخ عبدالعزیز آل شیخ ، شیخ عبدالعزیز عبداللہ بن باز۔ ①

① فتاوی اللجنة الدائمه جلد ۲ رفتوی نمبر : ۱۸۴۵۰۔

# اللہ کے اسماء حسنی کے بعد ''یالطیف'' کا ورد

**سؤال :** ہمارے یہاں مسجد میں ایک جماعت ہے جو اللہ کے اسماء حسنی کے بعد لفظ ''یالطیف'' کا ۱۲۲ر بار ورد کرتی ہے، کیا یہ مشروع ہے ؟

**جواب :** الحمدللہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی رسولہ وآلہ وصحبہ، وبعد : جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد نہیں ہے اور یہ ارشاد آپ سے ثابت ہے کہ فرمایا :

**''من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهورد''**

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی وہ مردود ہے''۔ ①

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں :

**''من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهورد''**

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہوتو وہ مردود ہے''۔ ②

وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد و آله وصحبه وسلم③

---

① بخاری : ۲۶۹۷ ، مسلم : ۱۷۱۸۔

② مسلم : ۱۷۱۸ ، ۱۸۔

③ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء السؤال الخامس فتوی نمبر : ۷۹۸۴ بحوالہ ، البدع والمحدثات و مالا أصل له۔

# رقیہ شرعیہ

یہ بات پہلے آچکی ہے کہ رقیہ خواص قرآن سے اخص اور اس کا ایک جزء ہے اس لئے یہاں خصوصیت کے ساتھ اس موضوع پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

## اول : رقیہ شرعیہ کی تعریف :

لغوی اعتبار سے رقیہ کا معنی عُوذَۃ ہوتا ہے جو ہر تعویز گنڈے پر بولا جاتا ہے جو پڑھ کر یا لکھ کر تیار کیا جاتا ہے، جس کا مقصد گھبراہٹ یا جنون یا سحر یا دیگر امراض کا دور کرنا اور دفع کرنا ہوتا ہے۔

### رقیہ شرعیہ :

رقیہ شرعیہ سے مراد صحت کی حفاظت یا مرض کے ازالے کے لئے قرآن کریم یا دیگر ادعیہ واذکار کے ذریعہ علاج کرنا ہے۔یعنی انہیں پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے۔

## دوم : رقیہ کے ذریعہ علاج کا حکم اور اس کے دلائل :

### رقیہ کی دو قسمیں ہیں :

### ۱۔ مشروع رقیے :

جو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ یا شرعی ضابطوں کے مطابق جائز دعاؤں کے ذریعہ ہوں۔

### ۲۔ ممنوع رقیے :

جو شرکیہ الفاظ پر مشتمل ہوں جن میں غیر اللہ سے دعا کی جاتی ہے، یا شیاطین وغیرہ سے مدد مانگی جاتی ہے، اور اسی طرح کی دیگر چیزیں جو شرک کے زمرے میں آتی ہیں۔ یا مجہول الفاظ پر مشتمل ہوں جن کا معنی معلوم نہ ہو کیونکہ ان میں کفر یا شرک کا احتمال پایا جاتا ہے۔

- **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

جب تین شرطیں اکٹھا پائی جائیں تو رقیہ کے جواز پر علماء کا اجماع ہے :

۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء وصفات کے ذریعہ ہو۔ ۲۔ عربی زبان میں ہو یا اگر دوسری زبان

میں ہوتو ان الفاظ میں ہو جن کا معنی معلوم ہو۔ ۳۔ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ رقیہ بذات خود موثر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اثر پیدا کرنے سے اس میں اثر پیدا ہوتا ہے۔

لوگوں نے ان کے شرط ہونے میں اختلاف کیا ہے مگر راجح یہی ہے کہ مذکورہ شرائط کا اعتبار لازم ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں عوف بن مالک کی حدیث ہے، بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں رقیہ (جھاڑ پھونک) کیا کرتے تھے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو آپ نے فرمایا :

''اِعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَابَأْسَ بِالرُّقَى مَالَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ''

''اپنے رقیے ہمارے سامنے پیش کرو، رقیوں میں اس وقت تک کوئی حرج نہیں ہے جب تک ان میں کوئی شرک نہ پایا جاتا ہو''۔

اور مسلم ہی کے یہاں حضرت جابر کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رقیوں سے منع فرمادیا، تو آل عمرو بن حزم ان کے پاس آئے اور انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک رقیہ تھا جسے ہم بچھو کے متعلق پڑھا کرتے تھے، فرماتے ہیں: پھر انھوں نے (وہ رقیہ) ان کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا :

''مَا أَرَى بَأسًا، مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ''

''مجھے تو (اس میں) کوئی حرج نظر نہیں آتا ہے، جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو اسے چاہیے کہ پہنچادے''۔ ①

- **علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''اس حدیث میں ان رقیوں کے ذریعہ مسلمان کا رقیہ (جھاڑ پھونک) کرنے کا استحباب پایا جاتا ہے جن میں کوئی حرج نہ ہو، مگر جن الفاظ کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو ان سے رقیہ کرنا ناجائز ہے۔ مناوی فرماتے ہیں: کچھ لوگوں نے اس عموم کو پکڑ لیا ہے اور ہر اس رقیہ کو جائز کردیا ہے جس کی منفعت کا تجربہ کیا جاچکا ہو، اگرچہ اس کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو، مگر حضرت عوف کی گزشتہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو (رقیہ) شرک کی طرف لے جانے والا ہوگا اس سے روک دیا جائے گا، اور جس کا معنی معلوم نہ ہو اس میں یہ اندیشہ لگا رہے گا کہ وہ شرک کی طرف لے جائے گا، اس لئے احتیاطاً اس سے منع کردیا جائے گا''۔ ②

---

① فتح الباری: ۱۰/ ۲۰۶۔

② السلسلة الصحيحه للألبانى (۱/ ۸۴۴) دیکھئے : فتح الرحمان فى بيان هجرالقرآن : ۲۸۹-۲۹۹۔

## قرآن کریم اور اذکار ثابتہ کے ذریعہ رقیہ کی مشروعیت کے دلائل :

۱۔ **اللہ کا ارشاد گرامی :**

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾[الاسراء:۸۲]۔

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔

- **علامہ شوکانی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :**

''اہل علم نے اس کے شفاء ہونے کے معنی میں اختلاف کیا ہے اور دو قسم کی باتیں کہی ہیں :

**اول :** جہالت اور شکوک وشبہات کا ازالہ کر کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرنے والے امور سے پردہ اٹھا کر دلوں کی شفاء ہے۔

**دوم :** رقیوں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ طلبی وغیرہ کے ذریعہ ظاہری بیماریوں سے شفاء ہے، اور شفاء کو ان دونوں معنوں پر محمول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔ ①

- **علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ ﴿مَا هُوَ شِفَآءٌ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :**

دلوں کے امراض شک ونفاق وغیرہ سے شفاء ہونے کو بھی شامل ہے، اور جب اس سے رقیہ کیا جائے تو اجسام کے لئے بھی شفاء ہونے کو شامل ہے۔ ②

۲۔ **اللہ تعالیٰ کا قول :** ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هُدًى وَشِفَآءٌ﴾[فصلت:۴۴]۔

''آپ کہہ دیجئے! کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفا ہے''۔

**اس کی تفسیر میں علامہ بغوی فرماتے ہیں :**

یعنی ضلالت سے ہدایت اور دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے، اور کہا گیا کہ ہر قسم کی تکلیف اور دکھ درد کے لئے شفاء ہے۔

- دیگر کچھ آیات میں بھی قرآن کے شفا ہونے کا ذکر آیا ہے مگر وہاں جسمانی امراض سے شفا کا معنی نہیں لیا

---

① فتح القدیر للشوکانی : ۳۰۰/۳۔ ② اضواء البیان : ۱۸۱/۳۔

جا سکتا ہے۔

۳۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے جس میں نبی ﷺ کی اہلیہ اماں عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف ہوتی تھی تو حضرت جبرئیل اس دعا سے ان کا رقیہ کرتے تھے (یعنی اسے پڑھ کر ان پر دم کرتے تھے) :

''بِسْمَ اللهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّحَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّكُلِّ ذِيْ عَيْنٍ''

''اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں وہ آپ کو شفا دے، اور ہر بیماری سے آپ کو شفا دے اور ہر حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے اور ہر نظر لگانے والے کی نظر کے شر سے آپ کو بچالے''۔ ①

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل نبی ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا: اے محمد آپ بیمار ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں۔ تو حضرت جبرئیل نے پڑھا :

''بِاسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اللَّهُ يَشْفِيكَ، بِاسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ''

''میں اللہ کے نام سے آپ کا رقیہ کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ کو اذیت دیتی ہے، ہر نفس کے شر سے یا حاسد کی آنکھ سے، اللہ آپ کو شفا دے، میں اللہ کے نام سے آپ کا رقیہ کرتا ہوں''۔ ②

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی انسان بیمار ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ اس پر پھیرتے تھے اس کے بعد پڑھتے تھے :

''اَذْهِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا''

''لوگوں کے رب بیماری کو دور کردے، اور شفا دے دے شفا دینے والا تو ہی ہے، شفا تو بس تیری ہی شفا ہے کوئی اور شفا نہیں ہے، ایسی شفا عطا فرما کہ جو بیماری کا نام ونشان نہ چھوڑے''۔ ③

۶۔ اماں عائشہ ہی سے روایت ہے کہ جب کسی انسان کو کہیں تکلیف ہوتی یا اسے کوئی پھنسی ہوتی یا زخم ہوتا تو نبی ﷺ اپنی انگلی سے اس طرح کرتے تھے، اور سفیان نے اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھی پھر اسے اٹھایا :

---

① صحیح مسلم باب الطب والمرض والرقي حدیث نمبر : ۲۱۸۵۔

② صحیح مسلم : ۲۱۸٦ باب الطب والمرض والرقى، ترمذی : ۹۷۲ ، ابن ماجہ : ۳۵۳۲ ، مسند احمد : ۱۱۲۴۔

③ بخاری كتاب الطب باب مسح الراقي الوجع بيده اليمنیٰ حدیث نمبر: ۵۴۱۸، مسلم كتاب السلام باب الطب والمرض والرقی حدیث نمبر : ۵۸۳٦۔

''بِاسْمِ اللهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفَىٰ سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا''

''اللہ کے نام سے (رقیہ کرتا ہوں) ہماری زمین کی مٹی ہے ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ تا کہ ہمارا مریض ہمارے رب کے حکم سے شفاء پائے''۔ ①

● **علامہ نووی فرماتے ہیں :**

''حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنا لعاب دہن اپنی انگشت شہادت پر لیتے تھے پھر اسے مٹی پر رکھتے تھے تو وہ مٹی کچھ نہ کچھ اس میں لگ جاتی تھی پھر زخم یا بیماری کی جگہ پر اسے پھیرتے تھے اور پھیرتے وقت یہ کلام کہا کرتے تھے''۔

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہر رات جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر پر آ جاتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر لیتے اور اس پر تھوک بھری پھونک مارتے تھے پھر ان میں :

﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ﴾ ، ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ﴾ ، اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ﴾

پڑھتے تھے، پھر جس حد تک ممکن ہوتا تھا انہیں اپنے جسم پر پھیرتے تھے، ان کی شروعات اپنے سر اور چہرے اور اپنے جسم کے سامنے والے حصے سے کرتے تھے، آپ ایسا تین بار کرتے تھے۔ ②

۸۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ :

''كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الجَانِّ وَعَيْنِ الإِنْسَانِ حَتَّى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنات سے اور انسان کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین نازل ہوگئیں، جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوگئیں تو آپ نے ان کی پابندی شروع کر دی اور باقی چیزوں کو چھوڑ دیا''۔ ③

۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن اور حسین کو اللہ کی پناہ میں دیتے ہوئے

---

① بخاری کتاب الطب باب رقیة النبی ﷺ نمبر : ۵۴۱۳ ، مسلم کتاب السلام، باب استحباب الطب باب رقیة النبی ﷺ نمبر : ۵۸۴۸۔

② بخاری کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات : ۴۷۲۹۔

③ ترمذی حدیث نمبر : ۲۰۵۸۔

دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی دعا سے تم دونوں کے باپ (ابراہیم علیہ السلام) حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل کو اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے :

''أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ''

''میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان سے، اور ہر زہریلی چیز سے، اور ہر بری نگاہ سے''۔ ①

۱۰۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا کہ اس کے چہرے پر ایک سیاہی مائل سرخ دھبہ ہے تو آپ نے فرمایا :

''اِسْتَرْقُوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ'' ''اس کا رقیہ کراؤ کیونکہ اسے نظر لگی ہے''۔ ②

۱۱۔ حضرت عثمان بن ابی عاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے جسم میں ہونے والے ایک درد کی شکایت کی جو وہ اسی وقت سے محسوس کرتے تھے جب سے وہ اسلام لائے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا :

''ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِيْ تَأَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ ، وَقُلْ بِاسْمِ اللَّهِ ثَلَاثًا ، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ'' :

''اَعُوْذُ بِاللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ''۔

اپنا ہاتھ اپنے جسم پر اس جگہ رکھو جہاں تمہیں درد محسوس ہوتا ہے اور تین بار ''بسم اللہ'' کہو اور سات بار پڑھو:

''اَعُوْذُ بِاللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ''

''میں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جو مجھے محسوس ہوتی ہے اور جس سے میں بچتا ہوں''۔ ③

۱۲۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ :

''رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ، وَالْحُمَةِ، وَالنَّمْلَةِ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر، زہریلی چیزوں اور نملہ (پہلو میں نکلنے والے پھوڑے پھنسیوں) سے رقیہ کی اجازت دی ہے''۔

---

① بخاری کتاب الانبیاء، باب (یزفون) نمبر : ۳۱۹۱۔

② بخاری کتاب الطب، باب رقیۃ العین : ۵۴۰۷ ، مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ..۵۸۵۴۔

③ مسلم کتاب السلام باب استحباب یدہ علی موضع الألم مع الدعاء نمبر : ۵۸۶۷۔

- **علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :**

نملہ کا مطلب وہ زخم اور پھوڑے ہیں جو پہلو میں نکل آتے ہیں، اور حمۃ سے مراد ہر زہریلی چیز ہے۔[1]

۱۳- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

''أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا، حَتَّى نَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ العَرَبِ، فَاسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ. فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الحَيِّ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لاَ يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلاَءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ قَدْ نَزَلُوا بِكُمْ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ، فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا: يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ، إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ، فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لاَ يَنْفَعُهُ شَيْءٌ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: نَعَمْ، وَاللَّهِ إِنِّي لَرَاقٍ، وَلَكِنْ وَاللَّهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الغَنَمِ، فَانْطَلَقَ فَجَعَلَ يَتْفُلُ وَيَقْرَأُ: الحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ العَالَمِينَ حَتَّى لَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ، فَانْطَلَقَ يَمْشِي مَا بِهِ قَلَبَةٌ، قَالَ: فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اقْسِمُوا، فَقَالَ الَّذِي رَقَى: لاَ تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ، فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا، فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ، فَقَالَ: »وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ أَصَبْتُمْ، اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ سفر میں تھے، تب انھوں نے عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلے کے پاس پڑاؤ ڈالا اور ان لوگوں سے مہمانی طلب کی مگر ان لوگوں نے ان کی مہمانی سے انکار کیا، پھر اس قبیلے کا سردار ڈنسا گیا اور انھوں نے اس کے علاج کی ہر تدبیر کر لی مگر اسے کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوا، پھر ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر تم اس جماعت کے پاس جاؤ تو بہتر ہو جو تمہارے یہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں، ممکن ہے ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہو، تو وہ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے جماعت کے لوگو! ہمارا سردار ڈنسا گیا ہے، اور ہم نے اس کے لئے سب کچھ کر کے دیکھ لیا ہے، مگر کسی چیز سے فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس کچھ ہے؟ ان میں سے ایک شخص نے کہا: ہاں اللہ کی قسم میں رقیہ کرتا ہوں۔ مگر اللہ کی قسم ہم نے تم سے مہمانی طلب کی مگر تم

[1] شرح نووی علی صحیح مسلم : ۱۴/ ۱۸۳ ، فتح الباری : ۲۰/ ۱۰۶۔

نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کر دیا، اب میں اس وقت تک تمہارے لئے رقیہ کرنے والا نہیں جب تک تم ہمارے لئے کوئی معاوضہ نہ مقرر کر دو، تب انھوں نے بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے کیا، پھر وہ شخص گیا اور تھوکنے اور الحمدللہ رب العالمین پڑھنے لگا تو ایسا ہوا گویا اس کا بندھن کھول دیا گیا ہو، اور وہ ایسے چلنے لگا کہ جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو، پھر انھوں نے طے شدہ معاہدے کے مطابق انہیں پورا پورا معاوضہ دے دیا، تب ان میں سے بعض نے کہا کہ آؤ اسے تقسیم کرلیں، اس پر رقیہ کرنے والے نے کہا کہ اس وقت تک ایسا نہ کرو جب تک ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر پورا ماجرا بیان نہ کرلیں، اور یہ دیکھ نہ لیں کہ وہ کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں، چنانچہ وہ لوگ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور ان سے پورا قصہ بیان کیا، تب آپ نے فرمایا: ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے؟ تم نے صحیح کیا ہے، اسے تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ اس میں میرے لئے بھی ایک حصہ لگاؤ''۔ ①

۱۴۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

**''كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ فَقَالَ: »اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ''۔**

''ہم جاہلیت میں رقیہ (دم) کیا کرتے تھے، لہٰذا ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: اپنے رقیے میرے سامنے پیش کرو، جب تک رقیوں میں شرک نہ ہو ان میں کوئی حرج نہیں ہے''۔ ②

۱۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

**''لَدَغَتْ رَجُلًا مِنَّا عَقْرَبٌ، وَنَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرْقِي؟ قَالَ: مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ''**

''ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈنک مار دیا تھا اور ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اسے دم کر دوں؟ فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچا دے''۔ ③

- مذکورہ شرعی نصوص ودلائل کتاب اللہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ اذکار سے رقیہ کرنے کی

---

① بخاری کتاب الطلب باب النفث فی الرقیه، نمبر : ۵۷۴۹، مسلم کتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار نمبر : ۵۸۶۳۔

② مسلم كتاب السلام باب لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك نمبر : ۵۸۶۲۔

③ مسلم كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة نمبر : ۵۸۵۷۔

مشروعیت پر دلالت کرتے ہیں، اور ان میں دلالت متعدد وجوہ سے پائی جاتی ہے جن میں نبی ﷺ کا رقیہ کا حکم دینا، خود رقیہ کرنا اور دوسروں کو رقیہ کی اجازت دینا وغیرہ ساری باتیں شامل ہیں۔

- قرآن اور مسنون دعاؤں کے ذریعہ بیماریوں سے شفاء کے لئے رقیہ اور علاج کرنے پر تمام مسالک کے علماء کا اتفاق ہے اور اس کی مشروعیت وجواز کو سبھی نے تسلیم کیا ہے۔
- حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''تین شرطوں کے اکٹھا ہو جانے پر علماء کے نزدیک رقیوں کے جواز پر اجماع ہے''۔ ①
- نووی نے بھی اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔ ②

## علامہ ابن قیم کا بصیرت افروز کلام

- **علامہ ابن قیم فرماتے ہیں :**

قرآن تو تمام قلبی وبدنی اور دنیا وآخرت کی بیماریوں کے لئے شفائے کامل ہے، مگر ہر ایک اس سے شفاء حاصل کرنے کا اہل ہے نہ اسے اس کی توفیق ملتی ہے، اور جب بیمار اس سے اچھی طرح دوا کرلے جائے اور صدق وایمان، قبول تام، پختہ اعتماد اور تمام شرطوں کی تکمیل کے ساتھ اسے اپنی بیماری پر رکھ دے تو بیماری اس کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکے گی۔ اور بیماریاں آخر رب ارض وسماء کے کلام کا مقابلہ کیسے کر پائیں گی جسے اگر پہاڑوں پر نازل کیا گیا ہوتا تو اس کے ٹکڑے ہو جاتے اور اگر زمین پر نازل ہو گیا ہوتا تو اسے کاٹ کر رکھ دیتا۔ ③

لہٰذا دلوں اور جسموں کی بیماریوں میں سے کوئی بیماری ایسی نہیں ہے کہ اس شخص کو جسے اللہ نے اپنی کتاب کی فہم عطا فرمائی ہے قرآن میں اس کی دوا اور سبب اور اس سے پرہیز کی رہنمائی نہ ملتی ہو۔ ④

- **مملکت سعودی عرب کی دائمی فتوی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء زیر صدارت شیخ عبدالعزیز بن باز کے ایک فتوی میں آیا ہے جس کی عبارت حسب ذیل ہے :**

''انسان کو جو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں ان سے حفاظت، پرہیز اور ان کے ازالے کے لئے قرآن اور نبی ﷺ سے ثابت اذکار اور دعاؤں کے ذریعہ رقیہ کرنا جائز ہے...''۔ ⑤

---

① فتح الباری: ۱۰/۱۹۷۔ ② المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج: ۱۴/۱۶۸۔ ③ زاد المعاد: ۳/۱۷۸۔

④ زاد المعاد: ۴/۳۵۲۔ ⑤فتاوى اللجنة...: ۱/۲۵۶ دیکھئے: الأحكام الفقهيه للامراض النفسية: ۲۷۱-۲۸۰۔

- **ابن قیم رحمہ اللہ سورۂ فاتحہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''وہ سورت جو ابدان وارواح ان دونوں شفاؤں پر مشتمل ہے تو اس سورت کا حق ہے کہ اس کے ذریعہ ہر مرض کی شفا طلب کی جائے۔ اور میرے سامنے تو اس کے متعلق خود اپنے بارے میں اور دوسروں کے بارے میں بھی عجیب وغریب امور کے تجربات آئے ہیں، بالخصوص اس اثناء میں جب میں مکہ میں تھا مجھے پریشان کن درد لاحق ہوا کرتے تھے اور وہ ایسے ہوتے تھے کہ مجھے طواف میں حرکت سے تقریباً روک دیتے تھے، لہٰذا میں فوراً سورۂ فاتحہ پڑھنے لگتا تھا، اور اس سے اپنے درد کے مقام پر ہاتھ پھیرتا تھا، تو گویا کوئی پتھری ہوتی تھی جو گر جاتی تھی، اور میں نے اس کا تجربہ کئی بار کیا ہے''۔ [1]

# راقی اور زمانوں کے اعتبار سے رقیہ کی قسمیں

## اول : راقی کے اعتبار سے رقیہ کی تین قسمیں ہیں :

### ۱۔ آدمی خود اپنا رقیہ کرے :

یہ سب سے اعلیٰ رتبہ اور افضل مقام ہے اور قبولیت کے زیادہ قرین ہے۔ کیونکہ مریض مضطر اور پریشان حال ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [النمل:٦٢]۔

''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو''۔

اور رقیہ بالکل دعا ہی کی طرح ہے، مگر وہ خاص طلب شفاء کی دعا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ انسان خود اپنے لئے دعا کرے، اور اپنا رقیہ خود ہی کرے۔

- **اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :**

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ

---

[1] الداء والدواء ص : ۹ طبع دار المنار۔

فَلْيَسْتَجِيبُواْ لِى وَلْيُؤْمِنُواْ بِى لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾ [البقرة:١٨٦]۔

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے''۔

● مزید فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِى سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ [غافر:٦٠]۔

''اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے''۔

## انسان کے اپنا رقیہ خود کرنے میں متعدد فوائد ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اتباع کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیمار پڑتے یا ان کے گھر کا کوئی فرد بیمار ہوتا تھا تو اس پر معوذات پڑھ کر دم کرتے تھے۔ ۲۔ کمال توکل اور قلب کے تعلق باللہ کا ذریعہ ہے۔ ۳۔ قبولیت دعا کے قریب تر ہے کیونکہ اس میں دعا کرنے والا بندہ ہی مضطر ہوتا ہے۔ ۴۔ اس میں دجالوں کے فریب سے محفوظ رہنے کی زیادہ ضمانت پائی جاتی ہے۔ ۵۔ عورتوں کی حفاظت زیادہ ہے اور انہیں اجنبی مردوں کا سامنا کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی ہے۔ ۶۔ اس بات کی امید ہوتی ہے کہ وہ شخص ان ستر ہزار لوگوں میں شامل ہو سکتا ہے جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔

### ۲۔ آدمی دوسروں کا رقیہ کرے:

جب کوئی آدمی کسی کو مریض پائے اور اس کے طلب کے بغیر خود ہی اس کا رقیہ کر دے تو یہ مشروع ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ''

''تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے پہنچا دے''۔[1]

اور جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ہی رقیہ کر دیا تھا:

''عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ جِبْرِيلَ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ

---

[1] مسلم: ٢١٩٩۔

اشْتَكَيْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ قَالَ: بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ، مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اللهُ يَشْفِيكَ بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ''۔

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا : اے محمد! آپ بیمار ہوگئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا : ہاں (تب) انھوں نے پڑھا: میں اللہ کے نام سے آپ کا رقیہ کرتا ہوں، اللہ آپ کو ہر اس چیز سے شفا دے جو آپ کو تکلیف دیتی ہے، ہر نفس یا ہر حاسد کی آنکھ کے شر سے محفوظ رکھے، اللہ آپ کو شفا دے، میں اللہ کے نام سے آپ کا رقیہ کرتا ہوں''۔ ①

- نبی ﷺ نے مریض کے گھر والوں کو اس کے لئے رقیہ طلب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے :

''عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمَرَ أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ العَيْنِ''۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا۔ یا حکم دیا کہ نظر کا رقیہ کرائیں''۔ ②

- جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر ایک لڑکی کے چہرے پر دھبہ دیکھا تو فرمایا :

''اسْتَرْقُوا لَهَا، فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ'' ''اس کا رقیہ کرالو کیونکہ اسے نظر لگی ہے''۔ ③

- **علامہ البانی اس کا رقیہ کرالو کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے رقیہ طلب کرو یہ نہیں کہ اپنے لئے طلب کرو''۔ ④

## ۳۔ مریض اپنے لئے دوسروں سے رقیہ طلب کرے :

- رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو دوسروں سے رقیہ طلب نہیں کرتے ہیں، کیونکہ اس میں اللہ عزوجل پر کمال توکل پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان ستر ہزار لوگوں کے وصف میں فرمایا جو بلا حساب وعذاب جنت میں جائیں گے :

''أَنَّهُمْ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ''

''وہ نہ رقیہ طلب کرتے ہیں، نہ داغتے ہیں بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں''۔ ⑤

① مسلم : ۲۱۸۶۔ ② بخاری : ۵۷۳۸۔ ③ بخاری : ۵۷۳۹۔

④ كيف يعالج المصروع علامہ البانی کا محاضرہ تسجیلات القدس جدہ۔

⑤ بخاری : ۵۷۳۹ ، مسلم : ۲۱۹۷ لايرقون رقیہ نہیں کرتے ہیں کا لفظ شاذ ہے ، دیکھئے : السلسلة الصحيحة للالبانی: ۲۴۴۔

استرقاء کا مطلب دوسروں سے رقیہ طلب کرنا ہوتا ہے، اور راقی (رقیہ کرنے والے اور مسترقی (رقیہ طلب کرنے والے) میں فرق یہ ہے کہ مسترقی سائل اور طلبگار ہوتا ہے، اپنے دل کی توجہ غیر اللہ کی طرف لگائے ہوتا ہے، جبکہ راقی محسن ہوتا ہے۔ ①

- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَنِ اكْتَوٰى أَوِ اسْتَرْقٰى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ''

''جس نے آگ سے دغوایا یا رقیہ طلب کیا وہ توکل سے بری ہو گیا''۔ ②

- **علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں داغنے اور دوسروں سے رقیہ طلب کرنے کی کراہت پائی جاتی ہے۔ پہلے کی کراہت تو اس لئے ہے کہ اس میں آگ سے تعذیب (تکلیف دینے) کا عمل پایا جاتا ہے، اور دوسرے (یعنی رقیہ طلب کرنے) کی کراہت اس لئے ہے کہ اس میں آدمی ایک ایسے امر میں دوسروں کا محتاج بنتا ہے جس میں فائدہ مظنون (یعنی غیر یقینی) اور غیر اراجح ہے، اسی لئے جو لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے ان کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ نہ تو دوسروں سے رقیہ طلب کرتے ہیں، نہ دغواتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ ③

## استرقاء کی ایک اہم بحث
## دوسروں سے رقیہ طلب کرنا توکل میں قادح ہے یا نہیں؟

استرقاء (دوسروں سے رقیہ طلب کرنا) توکل ④ میں قادح ہے یا نہیں؟ کسی دوسرے سے یہ کہنا کہ میرا رقیہ کر دیجئے مجھے دم کر دیجئے توکل میں کمی اور نقص کا باعث ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے اور ان کی

---

① فتح المجيد ص ۸۴ طبع موسسة قرطبه۔

② صحیح ہے، ترمذی، ابن حبان، ابن ماجہ اور حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔ اور علامہ البانی نے السلسلة الصحيحة (۲۴۴) میں اسے صحیح کہا ہے۔

③ سلسلة صحيحة نمبر: ۲۴۴۔

④ توکل کا مطلب: دنیا اور آخرت کے امور میں فوائد کے حصول اور نقصانات کے دور کرنے میں دلی اعتماد اور بھروسہ فقط اللہ عزوجل ہی پر رکھنا، اور اس بات کا یقین رکھنا کہ اللہ کا فیصلہ نافذ ہے، اور کھانے پینے اور دشمن سے بچنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق کوشش کرنا اور اسباب کو بروئے کار لانا مگر اسباب پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرنا اور انہیں محض سبب ہی جاننا اور نفع ونقصان کا مالک اللہ کو سمجھنا۔

دو رائیں ہیں :

## قول اول (پہلی رائے) :

امام احمد، خطابی، قاضی عیاض، نووی، ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ علماء کرام اس بات کے قائل ہیں کہ استرقاء (دوسروں سے رقیہ طلب کرنا یعنی یہ کہنا کہ مجھے دم کر دیجئے) تمامِ توکل میں قادح ہے (یعنی اس سے توکل میں کمی آجاتی ہے)۔ ①

## قول دوم (دوسری رائے) :

طبری، مازری، ابن قتیبہ، ابن عبدالبر، داوودی اور قرطبی اس بات کے قائل ہیں کہ استرقاء (دوسروں سے رقیہ طلب کرنا) تمامِ توکل میں قادح نہیں ہے۔ ②

## فریقین کے دلائل :

فریق اول -یعنی وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ استرقاء (دوسروں سے رقیہ طلب کرنا) تمامِ توکل میں قادح ہے- کے دلائل حسب ذیل ہیں :

۱۔ ''عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ، " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ، قَالُوا: مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: هُمُ الَّذِينَ، لَا يَسْتَرْقُونَ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ، وَلَا يَكْتَوُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ''۔

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میری امت کے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، لوگوں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا : یہ وہ لوگ ہوں گے جو دوسروں سے رقیہ طلب نہیں کرتے، نہ شگون لیتے ہیں، نہ دغواتے ہیں، اور اپنے

---

① دیکھیے: جامع العلوم والحکم لابن رجب:۴۱۱، اعلام السنن للخطابی:(خ) نمبر:۲۸۹۴، لوحة:۳۹۶، میکروفلم، و إكمال المعلم بفوائد مسلم للقاضی عیاض ح:۲۷۱۴، لوحة:۶۲، وشرح النووی لصحیح مسلم:۹۱/۳، ومجموع الفتاوىٰ لابن تیمیه:۱۸۲/۱، و مفتاح دارالسعادة لابن القیم:۲۳۴/۲۔

② المعلم بفوائد مسلم للمازری (خ) نمبر:۳۱۴۱، لوحة:۱۵، تأویل مختلف الحدیث لابن قتیبة:۳۳۵، التمهید لابن عبدالبر:۲۷۸/۵، شرح البخاری لابن بطال (خ) نمبر:۱۱۱۰، لوحة:۱۸۱، المفهم للقرطبی (خ) لوحة:۱۷۷، وفتح الباری لابن حجر:۲۱۱/۱۰۔

رب پر توکل کرتے ہیں''۔ ①

۲۔ ''عَنِ الْعَقَّارِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيْ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : مَنِ اكْتَوَى أَوِ اسْتَرْقَى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ''۔

''عقار بن مغیرہ بن شعبہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : جس نے دغوایا، یا دوسروں سے رقیہ طلب کیا وہ توکل سے نکل گیا''۔ ②

- **وجہ دلالت :**

یہ دونوں حدیثیں استرقاء (دوسروں سے رقیہ طلب کرنے) کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں، اسی لئے ان ستر ہزار لوگوں کے حسنات (خوبیوں اور نیکیوں) میں جو لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے استرقاء (دوسروں سے رقیہ کی طلب) کو اللہ عزوجل وحدہ لاشریک لہ پر توکل کرتے ہوئے ترک کر دینا بھی ہے۔

**خطابی فرماتے ہیں :**

''اس سے مراد توکل علی اللہ کی جہت سے اس کے قضاء وبلاء پر رضا کے طور پر استرقاء (غیروں سے رقیہ کی طلب) کو ترک کر دینا ہے، اور یہ ایمان کی تحقیق وتکمیل کرنے والوں کے بلند ترین درجات میں سے ہے''۔ ③

**اور قاضی عیاض فرماتے ہیں :**

''ظاہر حدیث یہی ہے، کیا آپ ان کے قول ''علی ربھم یتوکلون'' (اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں) کو نہیں دیکھتے ہیں؟''۔ ④

---

① دیکھیے: صحيح البخارى مع فتح البارى -كتاب الرقاق- باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب (۴۰۵/۱۱) رقم (۶۵۴۱) برواية ابن عباس و صحيح مسلم واللفظ له -كتاب الايمان- باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب (۱۹۷/۱) رقم (۲۱۸)۔

② دیکھیے: مسند الإمام أحمد واللفظ له (۲۴۹/۴) وسنن ابن ماجة كتاب الطب -باب الكي (۱۱۵۴/۲) رقم (۳۴۸۹) والجامع للترمذي مع تحفة الأحوذي -كتاب الطب- باب ماجاء في كراهية الرقية (۲۱۴/۶) رقم (۲۱۳۱) وقال حسن صحيح، والمستدرك للحاكم -كتاب الرقى والتمائم (۴۱۵/۴) وقال حديث صحيح الإسناد ووافقه الذهبي، قال الألباني وهو كما قالوا۔

③ أعلام السنن للخطابي (خ) لوحة (۳۹۶)۔

④ إكمال المعلم (خ) لوحة (۶۲)۔

## نووی فرماتے ہیں :

''معنی حدیث کا ظاہر یہی ہے کہ اللہ عز وجل کے تئیں ان کی تفویض اور سپردگی کمال کو پہنچ گئی چنانچہ وہ اس چیز کے دفع کرنے میں سبب نہیں بنے جو اس نے ان پر واقع کیا ہے، اور اس حالت کی فضیلت اور صاحب حال کے رجحان میں کوئی شک نہیں ہے''۔ [1]

## اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

''مسترقی (دوسروں سے رقیہ طلب کرنے والا) اپنے علاوہ سے سوال کرتا ہے اور اس کے نفع کی امید رکھتا ہے، اور یہ تمام توکل کے منافی ہے، اور مراد ستر ہزار کو تمام توکل سے موصوف کرنا ہے کہ وہ دوسروں سے سوال نہیں کرتے کہ وہ ان کا رقیہ کردیں، اور نہ یہ کہ انہیں (آگ سے) داغ دیں اور نہ وہ کسی چیز سے بدشگونی لیتے ہیں''۔ [2]

## فریق ثانی کے دلائل :

### اس رائے کے قائل کہ استرقاء توکل میں قادح نہیں ہے حسب ذیل دلائل پیش کرتے ہیں :

۱- وہ تمام حدیثیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دواؤں کے فوائد بیان کئے ہیں اور دوا کرنے کی ترغیب دی ہے، اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بکثرت دوا کرنا۔

۲- خبروں میں جو یہ وارد ہوا کہ انھوں نے خود رقیہ کے ذریعہ شفا طلب کیا ہے، اور جبریل کے رقیہ سے بھی جو انھوں نے آنحضرت کا کیا تھا اور آپ نے خود اپنا اور اپنے صحابہ کا بھی رقیہ کیا، اور ڈنسے ہوئے سردار کے قصے میں اس کا اثبات فرمایا۔ اگر یہ توکل میں قادح ہوتا تو خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توکل میں بھی قادح ہوتا اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے توکل میں بھی۔

۳- اللہ تعالیٰ کے اسماء سے رقیہ کرنا تو توکل علی اللہ کی انتہا ہے، کیونکہ مرقی اسی سے التجا کرتا ہے اور اسی کا سہارا لیتا ہے اور اس میں اس کے لئے اس کی رغبت بھی شامل ہے اور بلاء و تکلیف کے دور کرنے میں اسماء الٰہی سے تبرک

---

[1] شرح النووي لصحيح مسلم : ۳/۹۱۔

[2] دیکھیے: مجموع الفتاوي :۱/۱۸۲-۳۲۸، ومفتاح دار السعادة لابن القيم :۲/۲۳۴، وفتح الباري لابن حجر : ۱۱/۴۰۸-۴۰۹۔

اور اسی پر اعتماد بھی اس میں موجود ہے، لہٰذا اگر یہ توکل میں قادح ہے تو دعا اور اذکار کو بھی توکل میں قادح ہونا چاہیے مگر اس کا قائل کوئی نہیں ہے۔ [1]

۴۔ اور جن احادیث سے پہلی رائے کے قائلین نے استدلال کیا ہے وہ ان کے استدلال کے خلاف پر محمول ہیں، اور وہ جن باتوں پر محمول ہیں ان میں ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور متعدد اقوال پیش کئے ہیں جو کچھ اس طرح ہیں :

### أ۔ طبری ومازری اور ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ :

استرقاء کا ترک ان پر محمول ہے جو اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ دوائیں خود اپنی طبیعت ہی سے نافع ہوتی ہیں اور وہ اپنے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد نہیں کرتے ہیں جیسا کہ اہل جاہلیت اعتقاد رکھا کرتے تھے۔ [2]

### ب۔ ابن قتیبہ اور ابن عبدالبر وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ :

وہ رقیے جن کا ترک قابل تعریف ہے وہ ہیں جن کا تعلق کلام جاہلیت سے ہے، یا ان سے جن کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو کیونکہ ان میں کفر کا احتمال پایا جاتا ہے۔ [3]

### ج۔ اور داودی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ :

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیماری میں واقع ہونے کے خوف سے حالت صحت ہی میں ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ [4]

### د ۔ قرطبی صاحب فرماتے ہیں :

ان سے مراد ان رقیوں سے اجتناب کرنا ہے جو جائز وممنوع رقیوں سے خارج ہوں۔ چنانچہ جائز رقیے تو مثلاً وہ

---

① دیکھیے: المفهم للقرطبي (خ) لوحة (١٧٧) وشرح النووي لصحيح مسلم (٣/٩٠) وجامع العلوم والحكم لا بن رجب (٤١١)۔

② دیکھیے: شرح البخاري لابن بطال (خ) (١١١٠) لوحة (١٨١) والمعلم بفوائد مسلم للمازري (خ) لوحة (١٥) وفتح الباري لابن حجر (١٠/٢١١)۔

③ دیکھیے: تأويل مختلف الحديث لابن قتيبة (٣٣٥) والتمهيد لابن عبدالبر (٥/٢٧٨) وفتح الباري لابن حجر (١٠/٢١١)۔

④ دیکھیے: شرح النووي لمسلم (٣/٩٠) وفتح الباري لابن حجر (١٠/٢١١)۔

ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء سے کئے جائیں، اور ممنوع رقیے مثلاً وہ ہیں جن میں شرک پایا جاتا ہے، اور ان دونوں قسموں سے خارج رقیوں سے مراد مثلاً وہ رقیے ہیں جو فرشتوں، انبیاء وصالحین، یا عرش وکرسی، آسمان، جنت ونار اور انہیں جیسی چیزوں سے ہوں جن کی تعظیم کی جاتی ہے، تو یہ نوع ان چیزوں کے ساتھ ملحق ہے جن کا کرنا جائز ہے مگر ان کا ترک اولیٰ ہے، مجھے تو یہی بات سمجھ میں آئی ہے، لہٰذا جسے بھی یہی بات سمجھ میں آجائے وہ شکر گزاری کے ساتھ اسے قبول کرلے ورنہ معذور سمجھ کے ترک کردے۔ ①

- **قول ثانی کے قائلین کا جو جواب دیا گیا ہے وہ پیش خدمت ہے :**

**اولا :** دواؤں کے فوائد اور دوا کرنے کی ترغیب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بکثرت دوا کرنے کے متعلق وارد بہت سی خبروں کو جو دلیل میں پیش کیا گیا ہے تو عرض ہے کہ یہ دلیل ہمارے اس مسئلے کے مخالف ہے کیونکہ استرقاء تداوی (علاج کرنے) کی ایک خاص قسم سے متعلق ہے اور اس کے ترک کردینے والے کی فضیلت وارد ہے جیسا کہ ستر ہزار والی گزشتہ حدیث میں بتایا گیا ہے۔ البتہ ایسے طریقے پر علاج کرنا جس میں کراہت نہ پائی جاتی ہو توکل میں قادح نہیں ہے کیونکہ جائز اسباب کو بروئے کار لانا تمام توکل کے منافی نہیں ہے۔ ②

**ثانیا :** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے رقیہ سے اور اپنے لئے جبرئیل کے رقیہ سے شفاء طلبی اور خود اپنا رقیہ کرنے اور اپنے صحابہ کا رقیہ اور ان کے لئے اس کا اثبات کرنے سے استدلال کرتے ہوئے جو یہ کہا گیا ہے کہ اگر یہ چیز توکل میں قادح ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے توکل میں بھی قادح ہوتی۔

**تو اس دلیل کا جواب حسب ذیل ہے :**

مکروہ اور تمامِ توکل کے منافی استرقاء (یعنی دوسروں سے رقیہ طلب کرنا) ہے، مگر انسان کا کسی غیر کا رقیہ کردینا یا خود اپنا رقیہ کرنا توکل میں قادح نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسا حضرت جبریل اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقع ہوا ہے، اور مسلم کی وہ روایت جس میں ''**لایرقون**'' ③ رقیہ نہیں کرتے ہیں وارد ہوا ہے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کا حسب ذیل جواب دیا ہے :

---

① دیکھیے: المفهم للقرطبي (خ) لوحة : ۱۷۷۔

② دیکھیے : تيسير العزيز الحميد للشيخ سليمان بن عبدالله : ۱۱۱۔

③ صحيح مسلم -كتاب الإيمان- باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ولا عذاب (۱/ ۲۰۰) رقم (۲۲۰) البانی فرماتے ہیں: یہ روایت شاذ ہے مسلم کے شیخ سعید بن منصور اس میں منفرد ہیں۔

یہ روایت ضعیف ہے غلط ہے، کیونکہ ان کا غیر کا رقیہ کردینا اور اپنا رقیہ کرنا ایک نیک کام ہے تو پھر اس کا ترک کیونکر مطلوب ہوسکتا ہے؟ اور جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رقیہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کا اور انہیں رقیوں کی اجازت بھی دی اور فرمایا: ''تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو وہ ضرور ایسا کرے۔ [1] اور نفع مطلوب ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور دوسروں کا بھی رقیہ کرتے تھے مگر کسی سے رقیہ طلب نہیں کرتے تھے (کہ بھائی مجھے دم کردو)؛ کیونکہ مسترقی (رقیہ طلب کرنے والا) غیر سے سوال کرتا ہے اور اس کے نفع کا امیدوار ہوتا ہے اور تمام توکل اس کے منافی ہے۔ [2]

اور استرقاء (دوسروں سے رقیہ طلب کرنے) کو ترک کردینا ابوبکر صدیق، ابودرداء اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے بہت سے صحابہ کا مسلک ہے۔ [3]

## اور شیخ الاسلام کے گزشتہ جواب پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ:

لفظ کی تصحیح کے امکان کے باوجود راوی کی تغلیط کو اختیار نہیں کیا جاتا ہے، اور وہ معنی جس نے انہیں تغلیط پر آمادہ کیا ہے رقیوں میں موجود ہے، کیونکہ یہ جو تعلیل کی گئی ہے کہ جو دوسروں سے رقیہ طلب نہیں کرتا وہ تام التوکل ہے تو۔

ایسی ہی بات اس کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے جس کا رقیہ کیا جاتا ہے کہ اسے راقی کو یہ موقع دینا ہی نہیں چاہیے کہ وہ اس کا رقیہ کرسکے تاکہ وہ تام التوکل رہے، اور جبرئیل کے نبی کا اور نبی کے دیگر کا رقیہ کرنے میں مدعا کی دلیل نہیں فراہم ہوتی ہے کیونکہ وہ تو مقام تشریع اور تبیین احکام کا موقع تھا۔ [4]

## مذکورہ اعتراض کا جواب دیتے ہوئے شیخ سلیمان بن عبداللہ فرماتے ہیں:

## یہ قول متعدد وجوہ سے غلط ہے:

۱۔ یہ ایک ایسی زیادتی (اضافہ) ہے جس کی تصحیح سوائے اس صورت کے ممکن نہیں کہ اسے ایسے وجوہ پر محمول کیا جائے جن پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ:

''مراد یہ ہے کہ وہ شرکیہ رقیوں یا شرک کا احتمال رکھنے والے رقیوں سے رقیہ نہیں کرتے ہیں''

---

① اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

② دیکھیے: مجموع الفتاوي (۱/۱۸۲-۳۲۸) ومفتاح دار السعادة لابن القيم (۲/۲۳۴) وفتح الباري لابن حجر: ۱۱/۴۰۸-۴۰۹۔

③ اعلام السنن للخطابی (خ) لوحة: ۳۹۶۔

④ فتح الباری لابن حجر: ۱۱/۴۰۹۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں سرے سے ایسی کوئی بات پائی ہی نہیں جاتی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو، چنانچہ اس بنیاد پر تو ستر کی دوسروں پر کوئی مزیت ہو ہی نہیں سکتی ہے کیونکہ سارے ہی ایمان والے شرکیہ چیزوں سے رقیہ نہیں کرتے ہیں۔

۲۔ اور ان کا یہ کہنا کہ جس معنی کی وجہ سے راوی کی تغلیط کی گئی ہے وہ تو مرقی میں موجود ہی ہے تو یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ فاسد ترین قیاسوں میں سے ہے، بھلا سوال اور طلب کرنے والے کو نہ سوال کرنے والے پر قیاس کیا جاسکتا ہے؟ نیز یہ قیاس مع وجود الفارق ہے اس لئے فاسد الاعتبار ہے، کیونکہ یہ ان امور میں تسویہ (دونوں کو برابر کردینا ہے) جن میں شارع نے تفریق کی ہے اور وہ حسب ذیل ہے :

''مَنِ اكْتَوَى أَوِاسْتَرْقَى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ''

''جس نے دغوایا یا رقیہ طلب کیا وہ توکل سے بری ہو گیا (یعنی نکل گیا)''۔

نیز :

''مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ''

''جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو تو اسے ضرور ایسا کرنا چاہیے''۔

درحقیقت رقیہ طلب کرنے والا سائل ہوتا ہے، شفقت اور مہربانی کا طلبگار ہوتا ہے، اپنے دل سے غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور راقی محسن ہوتا ہے نافع ہوتا ہے۔ تو آخر مخلوق پر احسان کو ترک کردینا جنتوں کی طرف سبقت کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟ جبکہ ترک استرقاء (دوسروں سے رقیہ طلب کرنے کو چھوڑ دینا) اللہ پر توکل، غیر اللہ کے سوال سے بے رغبتی اور منہ موڑ لینا اور قضائے الٰہی پر اظہار رضا کا عمل ہے۔

۳۔ اور اس کا یہ کہنا کہ : جبرئیل علیہ السلام کے نبی کا اور نبی کے دوسروں کا رقیہ کرنے میں مدعا کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے... الخ

تو یہ کلام صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ دونوں تو توکل کرنے والوں کے سردار ہیں، اس لئے جب یہ عمل ان دونوں سے واقع ہوا تو وہ اس بات کی دلیل بن گیا کہ ایسا کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔ ①

**ثالثًا :** ان کی یہ دلیل کہ : اللہ تعالیٰ کے اسماء سے رقیہ کرنا تو توکل علی اللہ کی انتہا ہے اس لئے اگر یہ توکل میں قادح ہے تو دعاء اور اذکار کو بھی توکل میں قادح ہونا چاہیے تو۔

① دیکھیے: تیسیر الحمید (۹۰۱) اور مفتاح دارالسعادة لابن القیم: ۲/ ۲۳۴۔

**اس کا جواب یہ ہے کہ :**

بیشک اللہ تعالیٰ کے اسماء سے رقیہ کرنا غایت توکل ہے خواہ انسان اپنا رقیہ کرے یا دوسروں کا کیونکہ وہ اپنے اور دوسروں کے لئے دعا کرنے کی جنس سے ہے اور اس کا تو حکم دیا گیا ہے۔ ①

مگر یہ مسئلہ جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ رقیہ کرنے کا نہیں رقیہ طلب کرنے کا ہے۔

**رابعا :** ان کی یہ دلیل کہ حدیث صحیح استرقاء کے ترک پر محمول نہیں ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ :

ترک استرقاء ان لوگوں پر محمول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ دوائیں اپنی طبیعت ہی سے نافع ہوا کرتی ہیں، یا مراد جاہلیت کے رقیوں کا یا ایسے رقیوں کا ترک ہے جن کا معنی معلوم نہ ہو۔ ②

**تو اس کا جواب یہ ہے کہ :**

حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اپنے ساتھ اصل فضل اور دین میں شریک لوگوں پر ان ستر ہزار کی ایک خاص مزیت وفضیلت ہے، اور جو شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ دوائیں اپنی طبیعت ہی سے موثر ہیں، یا جاہلیت کے رقیوں کا استعمال کرتا ہو یا اسی جیسے رقیوں کا استعمال کرتا ہو تو وہ تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ ③

- **اور رہا داودی کا قول کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بحالت صحت بیماری کے واقع ہونے کے خوف سے ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔**

تو عرض ہے کہ : اگر اس سے مراد دغوانا ہو تو یہ ممنوع ہے کیونکہ یہ جاہلیت کے اعتقادات میں سے ہے کہ وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ :

"کي" (دغوانے)

کا عمل ان کی صحت کا محافظ ہے اور ان سے بیماریوں کو دور کر دے گا تو اس کے ترک سے انہیں کوئی مزیت حاصل نہیں ہوگی۔ ④

---

① دیکھیے : مجموع الفتاویٰ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ : ۱۲۸/۱۔

② یہ عبارت اس وقت درست ہوگی جب اس قول کی توجیہ ان لوگوں سے کی جائے جو دواؤں کے مستقل طور پر بذاتہ موثر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوں اور ان کی پر اثر طبیعت کا اس میں کوئی دخل تسلیم نہ کرتے ہوں، اس لئے کہ اشیاء کے طبائع کا انکار کوتاہ عقلی ہے۔

③ دیکھیے : إكمال العلم للقاضي عياض (خ) لوحة (٦٢) وفتح الباري لابن حجر : ۲۱۱/۱۰۔

④ دیکھیے : تأویل مختلف الحدیث : ۳۳۱ ، اور زاد المعاد : ۶۵/۴۔

● اور اگر مراد یہ ہو کہ بیماری کے واقع ہونے سے پہلے رقیہ نہیں کرتے تو حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی ہے، کیونکہ حدیث کا لفظ عام ہے اس میں بیماری سے قبل اور بیماری کے بعد بھی دونوں حالتوں میں رقیہ طلب کرنے والے شامل ہیں بخلاف انسان کے اپنے یا غیر کا مرض سے پہلے رقیہ کرنے کے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات جب اپنے بستر پر جاتے تھے تو اپنی ہتھیلیوں کو جمع کر کے ان پر دم کرتے تھے اور ان پر ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ﴾، ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ﴾ (تینوں سورتیں) پڑھا کرتے تھے، پھر انہیں اپنے پورے بدن پر جس حد تک ممکن ہو پھیرا کرتے تھے، ان کی ابتدا اپنے سر اور چہرے اور بدن کے اگلے حصے سے کرتے تھے، ایسا تین بار کیا کرتے تھے۔ ①

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کسی منزل پر پڑاؤ ڈالے تو پڑھے:

''أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ''

تو اسے وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی بھی چیز نقصان نہ پہنچائے گی۔ ②

اور آپ حسن اور حسین کی تعویذ (اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دینے کے عمل) میں پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: تمہارے باپ (ابراہیم علیہ السلام) بھی انہیں سے اسماعیل واسحاق کی تعویذ کیا کرتے تھے:

''أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ'' ③

## اور قرطبی کا یہ فرمانا کہ:

'' ان سے مراد ان رقیوں سے اجتناب کرنا ہے جو جائز وممنوع رقیوں سے خارج ہوں۔ چنانچہ جائز رقیے تو مثلاً وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء سے کئے جائیں، اور ممنوع رقیے مثلاً وہ ہیں جن میں شرک پایا جاتا ہے، اور ان دونوں قسموں سے خارج رقیوں سے مراد مثلاً وہ رقیے ہیں جو فرشتوں، انبیاء وصالحین، یا عرش وکرسی، آسمان، جنت ونار اور انہیں جیسی چیزوں سے ہوں جن کی تعظیم کی جاتی ہے، تو یہ نوع ان چیزوں کے ساتھ ملحق ہے جن کا کرنا جائز ہے مگر ان کا ترک اولیٰ ہے، مجھے تو یہی بات سمجھ میں آئی ہے، لہٰذا جسے بھی یہی بات سمجھ میں آجائے وہ شکر گزاری کے ساتھ اسے قبول کرلے ورنہ معذور سمجھ کے ترک کردے ''۔

---

① دیکھیے: صحيح البخاري مع فتح الباري -كتاب فضائل القرآن- باب فضل المعوذات(۹/۶۲)رقم(۵۰۱۷)۔

② صحيح مسلم -كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار- باب التعوذ(۴/۲۰۸۱)رقم(۲۸۰۸)۔

③ صحيح البخاري مع فتح الباري -كتاب الأنبياء- (۶/۴۰۸)رقم(۳۳۷۱)۔

تو میں قرطبی رحمہ اللہ کو معذور گردانتا ہوں کہ انھوں نے اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد میں خطا کی اور ان شاء اللہ انہیں اپنے اجتہاد پر ثواب ملے گا۔

اور حق تو یہی ہے کہ قرطبی نے جس نوع کی بات کی ہے وہ ممنوع رقیوں میں سے ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ سے ایسی چیز مانگی جاتی ہے جسے دینے پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں ہے، کیونکہ رقیے دراصل حصول خیر اور دفع مضرت کے لئے ہوتے ہیں، اور اس پر تنہا اللہ کے سوا کوئی اور قادر نہیں ہے، اور ملائکہ وانبیاء کے اسماء سے رقیہ کرنا استغاثہ کے باب سے ہے، اور مخلوق سے ایسے امور میں استغاثہ واستعاذہ جائز نہیں ہے جن پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہ ہو، اور ایسا عمل شرک باللہ ہے۔ ①

اس مسئلے میں میں جسے راجح سمجھتا ہوں وہ وہی قول اول ہے کیونکہ اس مسلک کے دلائل واضح ہیں اور وہ ہے استرقاء (دوسروں سے رقیہ طلب کرنے) کی کراہت اور اس کا تمام توکل کے منافی ہونا، مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پورے طور پر اسباب کو ترک کردینا توکل ہے بلکہ اس میں تفصیل لازم ہے۔

اس لئے کہ امور واجبہ میں اسباب کو بروئے کار لانا واجب ہے، مثلاً وہ طاعتیں اور اعمال صالحہ جن کا اللہ نے بندوں کو حکم دیا ہے، اور انہیں جہنم سے نجات اور جنت میں داخلے کا سبب بنایا ہے تو اللہ پر توکل اور ان پر اس کی استعانت کے ساتھ ان پر عمل کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [هود: ١٢٣]۔

''پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں''۔

اور رہی وہ چیزیں جن کا تعلق اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی جاری کردہ عادات سے ہے جنہیں بروئے کار لانے کا اس نے حکم دیا ہے مثلاً بھوک کے وقت کھانا کھانا، پیاس کے وقت پانی پینا تو ان اسباب کو استعمال کرنا بندے پر واجب ہے، اور جس نے ان کے متعلق اس حد تک کوتاہی سے کام لیا کہ باوجود قدرت کے ان کے ترک سے اسے ضرر لاحق ہونے لگا تو وہ افراط کا شکار اور سزا کا مستحق ہے۔

اور جو امور مباح ہیں مثلاً ان چیزوں سے دوا علاج کرنا جن میں کوئی کراہت نہیں ہے تو وہ تمام توکل کے منافی نہیں، اور جس نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسے ترک کردیا تو یہاں اسباب کو بروئے کار نہ لانے پر اس کی کوئی گرفت نہیں ہے کیونکہ دوا علاج واجب نہیں ہے۔ اور اسی کے متعلق ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : علاج کرنا

① دیکھیے : تیسیر العزیز الحمید : ١٦٥۔

واجب نہیں ہے اور جو اس سلسلے میں نزاع کرے تو وہ سنت سے مغلوب ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کالی عورت کو بلاء پر صبر کرنے اور دخول جنت میں اور عافیت کی دعا میں اختیار دیا تھا اور اس نے بلاء اور جنت کو منتخب کرلیا تھا۔ ① اس لئے اگر مرض کا رفع کرنا واجب ہوتا تو تخییر کا کوئی مقام نہ ہوتا، اور یہی حال آزمائش میں مبتلا صبر کرنے والے انبیاء کا بھی تھا جنھوں نے اس کو دور کرنے والے اسباب کا استعمال نہیں کیا تھا، جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا، اور یہی حال سلف کا بھی تھا، چنانچہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ :

''أَلَا نَدْعُوْ لَکَ الطَّبِيْبَ؟ قَالَ قَدْ رَآنِيْ ، قَالُوْا: فَمَا قَالَ لَکَ؟ قَالَ : إِنِّيْ فَعَّالٌ لِمَا أُرِيْدُ''

''کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو نہ بلائیں؟ تو انھوں نے فرمایا : اس نے مجھے دیکھ لیا ہے، لوگوں نے پوچھا : تب اس نے آپ سے کیا کہا؟ فرمایا : اس نے کہا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں''۔

اور بہت سے اہل فضل ومعرفت اس کے ترک کو بطور ترجیح اور اللہ تعالیٰ کی اختیار کردہ چیز کے اختیار کرنے، اس پر راضی رہنے اور اسکے فیصلے پر سر تسلیم خم کردینے کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ ②

البتہ جو امور محرم ومکروہ ہوں ان کے اسباب کو بروئے کار لانا توکل واجب میں قادح ہے، اور ہر ایک کا اپنا اپنا اعتبار ہے۔ واللہ اعلم۔ ③

---

① اور صحیح بخاری کے مطابق نص حدیث حسب ذیل ہے : عن عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ : " أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: هَذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: إِنِّي أُصْرَعُ وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللَّهَ لِي، قَالَ: إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكِ. قَالَتْ: أَصْبِرُ، قَالَتْ: فَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ. فَدَعَا لَهَا

''عطا بن ابی رباح سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ تو میں نے عرض کیا: ضرور دکھائیں، انھوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے دورہ پڑتا ہے اور میرا کپڑا کھل جاتا ہے، لہٰذا آپ میرے لئے اللہ سے دعا کردیجئے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہیں جنت ملے اور اگر چاہو تو میں دعا کردوں کہ اللہ تمہیں عافیت دے دے''۔ تب اس نے کہا: میں صبر کروں گی۔ پھر کہا: میں بے پردہ ہوجاتی ہوں، اس لئے اللہ سے یہ دعا کردیجئے کہ میں بے پردہ نہ ہونے پاؤں، تو آپ نے اس کے لئے دعا کردی''۔ دیکھیے: صحيح البخاري مع فتح الباري -كتاب المرضى- باب فضل من يصرع من الريح (۱۰/۱۱۴) رقم (۵۲۵۲)۔

② دیکھیے : مجموع الفتاویٰ لشیخ الاسلام (۲۱/ ۵۶۳-۵۶۴)۔

③ دیکھیے: مجموع الفتاوي لشيخ الإسلام (۱۸/۱۷۹) وجامع العلوم والحكم لابن رجب (۴۱۰-۴۱۲) بتصرف، تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے: احكام الرقى والتمائم: ۴۲-۵۳، تالیف دکتور فهد بن ضويان بن عوض السحيمي۔

## دوم : زمانے کے اعتبار سے رقیہ کی اقسام :

زمانے کے اعتبار سے رقیہ کی دو قسمیں ہیں :

### أ- وقوع سے پہلے بلاؤں کو دور رکھنے کے لئے رقیہ کرنا :

- **دلائل :**

۱- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین کو اللہ کی پناہ میں دیتے ہوئے دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی دعا سے تم دونوں کے باپ (ابراہیم علیہ السلام) حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل کو اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے :

''أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ''

''میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان سے، اور ہر زہریلی چیز سے، اور ہر بری نگاہ سے''۔ ①

۲- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے دن کے شروع میں یا رات کے شروع میں تین بار کہے گا :

''بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ''

''اس اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ زمین کی کوئی چیز نقصان پہنچا سکتی ہے نہ آسمان کی اور وہ بڑا سننے والا جاننے والا ہے۔ تو اس دن یا اس رات میں کوئی چیز اسے نقصان نہیں پہنچائے گی''۔ ②

### ب - وقوع کے بعد دفع بلاء کے لئے رقیہ کرنا :

- **دلائل :**

۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ :

''كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرِضَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا مَرِضَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، جَعَلْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُهُ بِيَدِ نَفْسِهِ، لِأَنَّهَا كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْ يَدِي''۔

---

① بخاری کتاب الانبیاء، حدیث نمبر: ۳۳۷۱۔

② صحیح ہے، احمد اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے، اور علامہ البانی نے صحیح ابن ماجہ میں اسے صحیح کہا ہے: ۳۱۲۰۔

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا کوئی فرد بیمار ہوتا تھا تو آپ اس پر معوذتین سے دم کرتے تھے پھر جب آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کا انتقال ہوا تو میں ان پر پھونکتی تھی اور انہیں کا دست (مبارک) ان کے بدن پر پھیرتی تھی کیونکہ اس کی برکت میرے ہاتھ سے زیادہ تھی''۔ ①

۲۔ حضرت عثمان بن ابی عاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم میں ہونے والے ایک درد کی شکایت کی جو وہ اسی وقت سے محسوس کرتے تھے جب سے وہ اسلام لائے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا :

''ضَعْ يَدَكَ عَلٰى الَّذِيْ تَأَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ ، وَقُلْ بِاسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا ، وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ'' :

''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ''۔

اپنا ہاتھ اپنے جسم پر اس جگہ رکھو جہاں تمہیں درد محسوس ہوتا ہے اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار پڑھو :

''اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ''

''میں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں اس چیز کے شر سے جو مجھے محسوس ہوتی ہے اور جس سے میں بچتا ہوں''۔ ②

## رقیہ اور طبی علاج میں کوئی تعارض نہیں ہے

ایک بات ذہن نشین رہے کہ رقیہ اور طبی علاج میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ اگر ایک کو ذریعۂ علاج بنایا گیا ہو تو دوسرے سے رک جانا ضروری ہو بلکہ شریعت سے اس بات کی رہنمائی ملتی ہے کہ دونوں کام ایک ساتھ ہونا چاہیے اور اس سلسلے میں رقیہ کا پہلو بہت اہم ہے بالخصوص جبکہ آدمی اپنا رقیہ خود کر رہا ہوں کیونکہ اس میں قلب کا تعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے جڑ جاتا ہے اور بندہ اپنے مالک کے سامنے اپنی محتاجی کا اظہار کرتا ہے جو اصل شفا دینے والا ہے اور اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ جس نے بیماری دی ہے شفا بھی اسی کے ہاتھ ہے اس لئے رقیہ اور قرآن کے ذریعہ شفا کے پہلو کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، اور اس کے فوائد اتنے عجیب وغریب ہیں کہ آدمی بسا اوقات بالکل حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے ہو گیا مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی اس کی وجہ سے مناسب غذا یا علاج کو ترک کر دے بلکہ شرعی اعتبار سے ظاہری اسباب کو بروئے کار لانا مشروع ہے جس کے دلائل حسب ذیل ہیں :

① مسلم : ۲۱۹۲۔ ② مسلم کتاب السلام باب استحباب یدہ علی موضع الألم مع الدعاء نمبر : ۵۸۶۷۔

- **تلبینہ سے علاج :**

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت ہے کہ :

''أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الهَالِكِ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »إِنَّ التَّلْبِينَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ المَرِيضِ، وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الحُزْنِ''

''وہ مریض یا کسی کی موت سے غمزدہ شخص کے لئے تلبینہ ( بھوسی یا چھنے ہوئے آٹے میں دودھ اور شہد ملا کر بنائے ہوئے حریرہ ) کا حکم دیا کرتی تھیں، اور بیان کیا کرتی تھیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تلبینہ مریض کے دل میں تازگی پیدا کر دیتا ہے اور اس کے کچھ غموں کا مداوا بن جاتا ہے'' :

''إِنَّ التَّلْبِيْنَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيْضِ، وَتُذْهِبُ بِبَعْضُ الْحُزْنِ''

''یقیناً تلبینہ مریض کے دل کو مضبوط کرتا ہے اور کچھ غموں کا ازالہ کر دیتا ہے''۔ ①

**فائدہ :** تلبینہ ایک کھانے کی چیز ہے اور بعض دوسری غذاؤں کی طرف مفرحات میں سے ہے جو اپنی خاصیت کی وجہ سے کچھ غموں کا مداوا بن جاتا ہے اسی طرح بہت سی دوائیں بھی ایسی ہوتی ہیں جن کے اندر غم وحزن کو دور کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ②

- **شہد سے علاج :**

امام مسلم نے (۲۶/۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »اسْقِهِ عَسَلًا« فَسَقَاهُ، ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ: إِنِّي سَقَيْتُهُ عَسَلًا فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا. فَقَالَ لَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ جَاءَ الرَّابِعَةَ فَقَالَ: »اسْقِهِ عَسَلًا« فَقَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »صَدَقَ اللهُ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ« فَسَقَاهُ فَبَرَأَ''

''ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ چلنے لگا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اسے شہد پلاؤ، لہٰذا اس نے اسے شہد پلایا، پھر وہ آیا اور اس نے عرض کیا: میں نے اسے شہد پلایا

① بخاری : ۵۶۸۹ ، مسلم : ۲۲۱۶۔ ② دیکھئے : احکام المریض النفسی في الفقه الاسلامی ص ۴۳۱۔

مگر اس کے پیٹ چلنے میں کچھ اور اضافہ ہی ہو گیا ہے، آپ نے اس سے تین بار (وہی) فرمایا، پھر جب وہ چوتھی بار آیا تو آپ نے فرمایا: اسے شہد پلاؤ، تو اس نے عرض کیا : میں نے تو اسے پلایا مگر اس کے پیٹ چلنے میں اضافہ ہی ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''اللہ نے سچ فرمایا مگر تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے''۔ پھر اس نے اسے پلایا تو وہ اچھا ہو گیا۔ اس کی تخریج بخاری نے قدرے اختصار کے ساتھ کی ہے''۔ (۱۰/۱۱۵/۷۔۱۳۷۔۱۳۸)

اور حاکم نے شیخین پر اس کا استدراک کیا ہے اور ذہبی نے بھی اس کا اثبات فرمایا ہے۔ (۴/۴۰۲)۔!!

## امام ابن قیم رحمہ اللہ کا اس حدیث پر بصیرت افروز تبصرہ

**ابن قیم نے زاد المعاد (۳/۹۷۔۹۸) میں شہد کے بہت سارے فوائد ذکر کرنے کے بعد فرمایا :**

''اس کا پیٹ چلنا ایک طرح کی بدہضمی کی وجہ سے تھا جو امتلاء کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھی، تو آپ نے اس کے معدے اور آنتوں میں جمع فضلات کو دور کرنے کے لئے شہد پینے کا حکم دیا، کیونکہ شہد میں شفافیت اور فضلات کو دور کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے، اس شخص کے معدے میں لیس دار اخلاط پیدا ہو گئے تھے جو اپنی چپچپاہٹ کی وجہ سے اس میں غذا کے استقرار سے مانع تھے، کیونکہ تولیے کی جھالروں کی طرح معدے کے اوپر بھی ریشے ہوتے ہیں پھر جب لیسدار اخلاط ان سے چپک جاتے ہیں تو اسے فاسد کر دیتے ہیں اور غذا کو بھی فاسد کر دیتے ہیں، لہٰذا اس کی دوا وہی چیز ہو سکتی ہے جو اسے ان اخلاط سے پاک کر دے، اور اس بیماری کے علاج کے لئے شہد بہترین چیز ہے، بالخصوص جبکہ اسے گرم پانی کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے۔ اور شہد پلانے کے تکرار میں ایک انوکھا طبی معنی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیماری کے حسب حال دوا کی مقدار اور کمیت کا تعین واجب ہے، اگر اس مقدار میں کمی ہوئی تو وہ بیماری کا کلی خاتمہ نہیں کرے گی، اور اگر اس میں اضافہ ہو جائے تو وہ قوی کو کمزور کر دے گی اور اس کی وجہ سے دوسرا نقصان پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا جب آپ نے اسے شہد پلانے کا حکم دیا تو اس نے اس مقدار میں اسے پلایا جو بیماری کو مغلوب کرنے کے لئے کافی نہیں تھی اور اس سے مطلوب حاصل ہونے والا نہیں تھا، پھر جب اس نے آپ کو بتایا تو آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ ابھی حاجت کی مقدار پوری نہیں ہوئی ہے، پھر جب وہ بار بار آپ کے پاس آیا تو آپ نے واپس اسے وہی حکم دیا تا کہ وہ اس مقدار تک پہنچ جائے جس سے بیماری کو مغلوب اور دفع کیا

جا سکے، پھر جب وہ شہد بیماری کے مادے کے مطابق مکرر پیا گیا تو اسے اللہ کے حکم سے صحت مل گئی۔ اور دواؤں کی مقدار اور ان کی کیفیات اور مرض اور مریض کی قوت کا اندازہ طب کے بڑے قواعد اور اصولوں میں سے ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ ''اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے'' تو اس میں اس دوا کے نفع بخش ہونے کی طرف اشارہ تھا، اور یہ بتانا مقصود تھا کہ فی نفسہ قصور دوا میں نہیں ہے بلکہ پیٹ ہی جھوٹا ہے اور اس میں فاسد مادے کی کثرت ہوگئی ہے، لہٰذا کثرت مادہ کی وجہ سے اسے بار بار پینے کا حکم دیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طب اطباء کے طب کی طرح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طب میں تیقن پایا جاتا ہے، وہ قطعی ہے الٰہی ہے، وحی ومشکاۃ نبوت اور کمال عقل سے صادر ہے، جب کہ دوسروں کا طب ظن وتخمین اور تجربوں پر قائم ہے۔ اور بہت سے مریضوں کے طب نبوت سے فائدہ نہ اٹھانے میں کوئی تعجب نہیں ہے، کیونکہ اس سے فائدہ تو اسی کو ملتا ہے جو دل سے اس کو قبول کر لیتا ہے، اس سے شفاء کا اعتقاد رکھتا ہے، اور اسے کامل ایمان ویقین کے ساتھ لیتا ہے، یہ قرآن تو وہ ہے جو دلوں کے اندر کی خرابیوں اور بیماریوں کے لئے شفاء ہے، مگر جب کوئی اسے اہتمام کے ساتھ نہ لے تو اسے دل کی بیماریوں سے بھی شفا نہیں ملتی ہے، بلکہ منافقوں کی گندگی میں اس سے اور اضافہ ہو جاتا ہے اور انہیں بیماری پر بیماری لاحق ہو جاتی ہے اور ان کا مرض بڑھ جاتا ہے، تو پھر طب ابدان کی اس کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے، لہٰذا طب نبوت بھی ایسے ہی پاکیزہ ابدان کے مناسب ہے۔ جیسے قرآن سے شفا صرف پاکیزہ روحوں اور زندہ دلوں ہی سے مناسبت رکھتی ہے۔ اس لئے طب نبوت سے لوگوں کا اعراض قرآن سے شفا طلب کرنے سے منہ موڑ لینے ہی کی طرح ہے جو یقیناً ایک نفع بخش شفا ہے۔ اور قصور دوا کا نہیں ہے بلکہ قصور طبیعت کی خباثت، فساد محل، اور عدم قبولیت کا ہے۔ اور توفیق اللہ ہی سے ملتی ہے''۔ [1]

- آپ دیکھ رہے ہیں کہ مذکورہ احادیث میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف رقیہ پر اکتفا کرنے کے بجائے جائز غذا اور دوا کی رہنمائی فرما رہے ہیں، کیونکہ رقیہ ہی تنہا باعث شفاء نہیں ہے بلکہ وہ بھی منجملہ وسائل میں سے ایک ہے اور جس نے قرآن نازل فرمایا ہے اسی نے دوا بھی نازل کی ہے۔

---

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة للألبانی : ۱/۴۸۸ حدیث نمبر : ۲۴۳۔

# رقیہ کی وجہ سے نفسیاتی علاج یا دواؤں کا ترک

کچھ رقیہ کرنے والے حضرات ان لوگوں کا رقیہ نہیں کرتے ہیں جو نفسیاتی دوائیں استعمال کرتے ہیں اور رقیہ کی تاثیر اور فعالیت کے لئے ان دواؤں کے روک دینے کی شرط لگاتے ہیں؛ کیونکہ وہ دوائیں ان کے خیال کے مطابق دماغ کو خشک کردیتی ہیں اور جن کو رگوں میں جامد کردیتی ہیں؛ کیا معالج کے لئے اس طرح کی شرط رکھنا جائز ہے؟

ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ کسی نفسیاتی مریض کے سلسلے میں سب سے خطرناک فیصلہ جو لیا جاتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ علاج کرنے والے طبیب کے مشورے کے بغیر علاج بند کردیا جائے، کیونکہ بیشتر تحقیقات اس بات کی جانب اشارہ کرتی ہیں کہ بیماری کے واپس آجانے کا سب سے پہلا اور مرکزی سبب علاج کا موقوف کردینا ہوا کرتا ہے، حتی کہ اگر مریض پھر سے وہی دوا کھانے لگے جو وہ کھاتا تھا اور ڈوز بھی اتنا ہی لے جتنا لیتا تھا تو بھی اس مطلوبہ معیار پر اسے فائدہ نہیں ملتا ہے جو علاج کو موقوف کرنے سے پیشتر ملتا رہا ہے۔

اس لئے طبیب کے مشورے کے بغیر رقیہ کے ذریعہ علاج کرنے والے کے لئے نفسیاتی دواؤں کے استعمال کو روک دینے کی شرط لگانا حرام ہے، اور اگر اس نے ایسا کیا تو اسے اس نقصان کا تاوان دینا ہوگا جو دوا کو روک دینے کی شرط کی وجہ سے مریض کو لاحق ہوگا۔ اور اس کی دلیل حسب ذیل ہے:

۱۔ طبیب کے مشورے کے بغیر مریض کو دوا کھانے سے روک دینا اس کے لئے خطرناک ہے، اور اس کے اردگرد رہنے والوں کے لئے بھی خطرناک ہے، کیونکہ وہ اچانک پیدا ہوجانے والے بحرانوں کا شکار ہوسکتا ہے جن کی وجہ سے وہ خود کو یا دوسروں کو قتل کی اذیت سے دوچار کرسکتا ہے، یا اس سے کمتر کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے، جبکہ ایک مسلمان اس بات کے لئے مامور ہے کہ وہ اپنی جان کو بقدر امکان ہلاکت سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ﴾ [النساء:۲۹]۔ ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو''۔

۲۔ نفسیاتی دواؤں کا استعمال موقوف کردینے میں مریض کو ضرر لاحق ہوتا ہے جبکہ ضرر حرام ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ'' ''نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ دوسرے کو نقصان پہنچاؤ''۔ ①

① حاکم: ۲۳۴۵، ابن ماجہ: ۲۳۴۰، البانی نے صحیح الجامع میں تصحیح کی ہے: ۷۵۱۷۔

۳۔ رقیہ شرعیہ اور جائز نفسیاتی علاج میں کوئی تعارض نہیں ہے، اور کچھ راقیوں کی طرف سے جو یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ رقیہ اس وقت تک موثر نہیں ہوتا ہے جب تک نفسیاتی دواؤں کو موقوف نہ کر دیا جائے تو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، نہ شریعت اور عقل سے اسکی تائید ہوتی ہے؛ کیونکہ مباح اسباب میں باہمی طور پر کوئی تعارض نہیں پایا جاتا ہے۔

- اب رہی یہ بات کہ دواؤں کے ترک سے جو نقصان لاحق ہوگا اس کی بھرپائی راقی پر عائد ہوگی تو اس کی دلیل حسب ذیل ہے :

**۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :**

**''مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْرَفْ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَضَامِنٌ''**

''جو شخص طبابت کرے مگر طبابت سے معروف نہ ہو تو وہ ضامن ہوگا''۔ ①

**وجہ دلالت :**

یہ ہے کہ رقیہ سے علاج کرنے والے (راقی) کو ان طبی مسائل میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے جن کے متعلق اسے مہارت نہیں حاصل ہے اور نہ ہی اس کا تعلق راقی کے عمل سے ہے؛ مثلاً طبی تجزیوں کا طلب کرنا، ایکسرے کی تصویریں مانگنا، طبی رپورٹیں دیکھنا، یا مریض کو کسی قسم کی طبی دوا دینا یا مریض کو نفسیاتی دواؤں یا دیگر دواؤں سے روک دینا اس کا کام نہیں ہے، اس لئے طبی عمل میں غلط اور برے تصرف کی وجہ سے نقصان کی بھرپائی اس پر واجب ہوگی خواہ وہ عمل جہالت کی وجہ سے ہو یا غلطی کی وجہ سے، کیونکہ جاہل کے لئے طب کی پریکٹس حرام ہے اور یہ طب سے ناواقف ہر طرح کے جاہل کو شامل ہے جیسا کہ عام طور پر اور بیشتر معاملات میں رقیہ سے علاج کرنے والے راقیوں کا حال ہے، یا پھر وہ شخص بھی اس میں شامل ہے جو اختصاصی شعبوں میں دخل اندازی کرتا ہے جبکہ اسے ان کے متعلق نہ کوئی علم ہوتا ہے نہ تجربہ۔

**۲۔ فقہی قاعدہ ہے کہ :**

**''اَلْجَوَازُ الشَّرَعِیْ يُنَافِیْ الضَّمَانَ''** ''شرعی جواز ضمانت کے منافی ہے''۔ ②

---

① ابوداود : ۴۵۸۶ ، نسائی : ۴۸۳۴ ، ابن ماجہ : ۳۴۶۶ ، البانی نے السلسلة الصحيحة میں صحیح کہا ہے نمبر : ۶۳۵۔

② دیکھئے : قواعد الفقه : ۷۵/۱ ، شرح قواعد الفقه : ۴۴۹/۱ اور درء الاحكام : ۳۳۱/۲۔

● (مطلب صاف ہے کہ جس شخص کے لئے علاج کا کام کرنا جائز ہو اس کام میں اگر اس کی کوتاہی کے بغیر کوئی نقصان ہوجائے تو اسے تاوان نہیں دینا ہوگا، ہاں جس شخص کے لئے وہ کام کرنا جائز نہ ہو اور وہ اس کام کا بیڑا اٹھالے، پھر اس سے کوئی نقصان ہوجائے تو اسے پورے طور پر اس نقصان کا تاوان دینا ہوگا۔)

اور رقیہ سے علاج کرنے والے راقی نے اپنی جہالت سے اس چیز پر دھاوا بول دیا ہے جس کا اسے علم نہیں ہے، اس طرح وہ مریض کے ساتھ فریب اور دھوکہ دہی کا مرتکب ہوجاتا ہے، اس لئے اس پر تاوان لازم ہوجاتا ہے۔ ①

لہٰذا رقیہ سے علاج کرنے والے معالج (راقی) کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی کو رقیہ سے شفاء حاصل کرنے کی کوشش کے ساتھ نفسیاتی دواؤں کے استعمال سے روک دے، اور دونوں ذرائع کا ایک ساتھ استعمال کرنے کی صورت میں شفاء کے شرعی اور جائز حسی اسباب دونوں جمع ہوجاتے ہیں۔ اور اس میں ان شاء اللہ مریض کے لئے بڑا خیر ہوگا، اور یہی سب سے عمدہ علاجی طریقہ اور اسلوب ہے جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ② آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مریض کا علاج تین طرح سے کیا کرتے تھے :

**اول :** طبعی اور قدرتی دواؤں کے ذریعہ۔

**دوم :** الٰہی دواؤں کے ذریعہ۔

**سوم :** دونوں کی آمیزش کے ساتھ۔ ③

## رقاۃ (رقیہ سے علاج کرنے والے راقیوں) کے لئے مریضوں کی تشخیص کا حکم؟

### ● بیماری کی تشخیص صرف مستند طبیب کا کام ہے :

کسی بھی بیماری کے علاج کے لئے تشخیص بہت اہم ہوتی ہے، اس لئے کہ جب تک یہی معلوم نہیں ہوگا کہ مریض کو بیماری کون سی لاحق ہے اس وقت تک اس کا علاج بھی صحیح طریقے سے نہیں ہوسکتا ہے، مگر بیماری کی تشخیص کا کام درست طریقے پر ایک مستند طبیب ہی کرسکتا ہے جس کے پاس مقررہ اصول اور پیمانے اور ذرائع ہوتے ہیں اور اگر کوئی شخص محض اٹکل اور وہم وگمان کے ذریعہ کسی مریض کی تشخیص کرتا ہے اور اس کی بیماری پر کوئی حکم لگاتا ہے تو اس کا

① دیکھئے : الطب النبوی ص ۱۲۶۔ ② زاد المعاد : ۴/۲۴۔

③ دیکھئے: احکام المریض النفسی فی الفقه الاسلامی مولفه خلود بنت عبدالرحمان المهیزع: ۴۳۳-۴۳۵۔

نتیجہ سنگین بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ عام طور پر تجربات میں یہ بات سامنے آچکی ہے۔

- **بلند بانگ دعووں کے باوجود تشخیص راقیوں کا کام نہیں :**

جو لوگ جھاڑ پھونک اور رقیہ کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں وہ عام طور پر طبابت اور ڈاکٹری کے اصولوں سے بالکل کورے ہوتے ہیں، انہیں امراض کے متعلق کوئی علم نہیں ہوتا ہے اور ان کا زیادہ تر سابقہ نفسیاتی مریضوں اور دماغی دوروں کا شکار افراد، نیز پیچیدہ قسم کی مشکلات کا شکار لوگوں سے پڑتا ہے، اور وہ اپنی لاعلمی اور جہالت کے باوجود بلا تامل مرض کی تشخیص کرنے لگتے ہیں اور یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ روحانی بیماریوں کا شعبہ الگ ہوتا ہے اور وہ اس کے اسپشلسٹ اور متخصص ہوتے ہیں اور اس طرح کی بیماریوں اور مریضوں کا ان کے پاس لمبا تجربہ ہے پھر وہ ان کے اندر جادو، جن، یا نظر بد کی تشخیص سے مریضوں کی جیب خالی کرتے ہیں، یا اگر ان کا مقصود بظاہر پیسہ نہیں ہوتا تو بھی وہ اپنی لاعلمی اور جہالت اور فن طب سے ناواقفیت کی وجہ سے مریضوں پر طرح طرح کے ستم ڈھاتے ہیں، حالانکہ کسی بھی بڑے سے بڑے راقی کے پاس یقینی تشخیص کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا ہے، وہ سالہا سال کے تجربے اور علم کی فراوانی کے باوجود محض گمان غالب تک ہی پہنچ سکتا ہے جس میں خطا کا احتمال صواب کے برابر ہی ہوتا ہے۔

ذیل میں اسی موضوع پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے تمام پہلوؤں کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ کوئی شخص اپنے اخلاص کے باوجود محض اپنی سادگی کی وجہ سے کسی کو دھوکہ دینے کے سنگین عمل کا مرتکب ہو نہ کوئی سادہ لوح محض اپنی لاعلمی اور نادانی کی وجہ سے دھوکہ کھا جائے۔

- **علاج سے پہلے بیماری کی معرفت واجب ہے :**

**النذير العريان لتحذير المرضى بالرقى والقرآن کے مولفین لکھتے ہیں :**

**تیسری بحث دوا سے پہلے بیماری کی معرفت کے وجوب کے بیان میں۔**

**اور اس پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں :**

''ممکن ہے کوئی کہنے والا یہ کہے کہ آپ وجوب کی بات کس طرح کہتے ہیں جبکہ خود علاج کرانا ہی فقط جائز ہے واجب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ترک علاج مباح ہے، مگر جو شخص علاج کرانا چاہتا ہے اس پر واجب ہے کہ وہ پہلے بیماری کی تعیین کرلے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ جہاں سے وہ نفع چاہتا ہے وہیں سے اسے نقصان ہوجائے، مثلاً وہ لوگ بھی ہیں جو ہر مرض کو جن یا نظر بد یا جادو سے جوڑ دیتے ہیں اور مبینہ جن کو

نکالنے کے نام پر کبھی کبھی مریض کی جان ہی لے کر چھوڑتے ہیں، اسی لئے ہم نے وجوب کی بات کہی ہے۔
اور اصل مضمون میں لکھتے ہیں: علاج کے ضمن میں ہماری گفتگو کے درمیان یہ بات گزر چکی ہے کہ بیماری کی معرفت اور اس کی تحدید واجب ہے، پھر اس کے بعد دوا کی تحدید کی جائے کیونکہ اگر بیماری کی قسم کی تحدید میں ہی خلط واقع ہو جائے گا تو پھر مناسب دوا تجویز کرنے کا راستہ کہاں سے ملے گا؟
اور صرع (دماغی دورے) کی دونوں قسموں صرع ارواح اور صرع اخلاط کے متعلق حافظ ابن حجر کا کلام پیش کیا جا چکا ہے، اور اسی کے متعلق ابن قیم رحمہ اللہ بھی صرع کی شکار کالی عورت کی حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

**" میں کہتا ہوں:**

**صرع کی دو قسمیں ہیں:**

- **زمینی خبیث روحوں کا صرع**
- **اور ردی اخلاط کا صرع**

اور اطباء حضرات دوسری قسم کے متعلق ہی گفتگو کرتے ہیں اور اسی کے سبب اور علاج کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ اور جہاں تک صرع ارواح کی بات ہے تو ان کے ائمہ اور عقلاء اس کے معترف ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے ہیں، وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس کا علاج اس طرح ہوتا ہے کہ ان شریر وخبیث روحوں کے مقابلے پر منتخب شریف علوی روحیں آجائیں اور وہ ان کے آثار کو دفع کر دیں اور ان کے افعال کا مقابلہ کر کے انہیں باطل کر دیں، اور بقراط نے اپنی بعض کتابوں میں صاف صاف اسے لکھا ہے، چنانچہ اس نے صرع کے کچھ علاجوں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اس صرع کے متعلق مفید اور نافع ہے جس کا تعلق اخلاط اور مادہ سے ہے.. مگر وہ صرع جو ارواح کی طرف سے ہوتا ہے، اس میں یہ علاج نفع نہیں دیتا ہے۔
اب رہے جاہل و پست اور گرے پڑے اور نیچ قسم کے اطباء اور وہ لوگ جو زندیقیت کو فضیلت مانتے ہیں، تو ایسے لوگ صرع ارواح کے منکر ہیں، اور اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ وہ مصروع (جن زدہ) کے جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں، حالانکہ ان کا سرمایہ بس جہالت ہی ہے، حالانکہ طبی حرفت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اسے رد کرتی ہو، جبکہ حس اور وجود بھی اس کے شاہد ہیں، اور ان کا اسے بعض اخلاط کے غلبے کی طرف

منسوب کر دینا اس کے بعض اقسام میں تو سچ ہے مگر سب میں نہیں۔ اور قدیم اطباء اس صرع کو مرض الٰہی کہا کرتے تھے، اور یہ مانتے تھے کہ اس کا تعلق ارواح سے ہے، مگر جالینوس وغیرہ نے ان کے اس تسمیہ کی تاویل کی ہے، اور کہا ہے کہ وہ لوگ اسے مرض الٰہی اس لئے کہا کرتے تھے کیونکہ یہ علت سر میں پیدا ہوتی ہے، اور پاک الٰہی جزء کو نقصان پہنچاتی ہے جس کا مسکن دماغ ہے"۔ ①

**میں کہتا ہوں :**

"یہ معرکہ آج تک قائم ہے کہ کیا صرع کا تعلق ارواح و اخلاط دونوں سے ہے، یا اس کا تعلق فقط اخلاط سے ہے! افسوس کہ لوگ ابھی تک اس سلسلے میں منقسم ہیں، حتی کہ ان میں بعض وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کسی نہ کسی طرح علم کی طرف منسوب ہیں، اور یہ حد سے تجاوز اور سینہ زوری ہے، مگر بعض لوگوں کی طرف سے صرع ارواح اور جنات کے انسان کے بدن میں داخل ہونے کے منکرین کا رد مزید سینہ زوری، تجاوز اور عناد کے زمرے میں آسکتا ہے، اور وہ اس طرح کہ بیشتر امراض اور علتوں کو جنوں کی طرف منسوب کر دیا جائے، کیونکہ یہاں بہت سے جسمانی اور عضوی بیماری کے حالات ہیں جن کے متعلق یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ جنوں کی وجہ سے ہوئے ہیں، اور کبھی کبھی رقیہ شرعیہ اور قرآن سے اس کا علاج مفید بھی ثابت ہو جاتا ہے بس پھر کیا! نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ راقی صاحب یا دیکھنے والے یا سننے والے جنوں سے متعلق گفتگو اور جن زدگی سے متعلق باتوں میں مبالغہ آرائی شروع کر دیتے ہیں، اور یہ جو واقعہ سامنے آجاتا ہے اسے اس بات کی دلیل بنا لیتے ہیں کہ جو کچھ ہوا وہ جنوں ہی کی وجہ سے ہوا ہے، جبکہ ممکن ہے کہ جن اس سے بالکل بری ہو"۔

- **شیخ محمد رشید رضا مصری کے تجربات وفرمودات :**

شیخ محمد رشید رضا صاحب ② بعض ان باتوں کی وضاحت کے لئے فرماتے ہیں جو جنوں سے متعلق کہی جاتی ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ دجالوں کی طرف سے بولا جانے والا خالص جھوٹ ہوں، اور مریض کو جو تکلیف ہو وہ کسی عام قسم کے مرض کا نتیجہ ہو، بالخصوص دماغی بیماریوں کا نتیجہ ہو، اور یہاں کچھ حالات ایسے بھی ہوتے

---

① الطب النبوي ص ٦٦-٦٧۔

② شیخ محمد رشید رضا رحمہ اللہ شروع میں منہ زور عقلی رجحان کے حامل تھے جس نے انہیں پر تکلف اور بیجا تاویلات کا شکار بنا دیا تھا، جیسا کہ بہت سے ان لوگوں کا حال ہے جو شیخ محمد عبدہ کے مکتب فکر سے معروف ہیں۔ مگر ان کا یہ کلام یہاں اس نوعیت کا نہیں ہے۔ دیکھئے: **منهج المدرسة العقلية الحديثة في التفسير** ص ٦٤٠۔

ہیں جو مشتبہ ہوتے ہیں مگر ان میں یقینی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ جنوں کی وجہ سے ہیں یا عام بیماریوں کا نتیجہ ہیں۔

## فرماتے ہیں :

''ان ملکوں میں (زار)[1] کے مفاسد بہت سارے ہیں اور مشہور ہیں، اور اس سے قبل ہم ''المنار'' میں ان کا بیان کر چکے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عام بیماریوں کا شکار۔ بالخصوص ذہنی بیماریوں میں مبتلا خواتین۔ یہ سمجھتی ہیں کہ شیاطین ان کے جسموں میں گھس گئے ہیں اور ''زار'' کا نظم کرنے والیاں انہیں راضی کر کے اور چڑھاووں وغیرہ کے ذریعہ ان کا تقرب حاصل کر کے انہیں نکال دیتی ہیں۔ یہ ایک طرح سے جن کی عبادت ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھی اور اسلام نے اپنی اصلاحات کے ذریعہ اس کا ازالہ کر دیا تھا، اور جب بہت سے ملکوں میں اور بدوی قبائل میں اسلام سے ناواقفیت پیدا ہوئی تو یہ چیز پھر سے وہاں کے باشندوں میں لوٹ آئی۔ اور نجد میں مجدد اسلام شیخ محمد بن عبدالوہاب کے نیک اثرات میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ وہاں جنوں یا غیر جنوں کی عبادت کا خاتمہ ہو گیا، اور اب وہاں خالص توحید اور تنہا اللہ ہی کی عبادت کرنے والے رہ گئے ہیں، مگر یہاں علمائے ازہر میں ان بدعات وخرافات اور اس طرح کی چیزوں کے خاتمے کا ذرا اہتمام نہیں پایا جاتا ہے، نہ ان ملکوں میں پھیلی ہوئی معصیتوں کی انہیں کوئی پرواہ ہے۔

# ایک مظلوم دودھ والی کا واقعہ جو کسی دجال کے پھندے میں پھنس گئی تھی

## شیخ رشید رضا صاحب فرماتے ہیں :

''ہم اسی سلسلے کا ایک واقعہ پیش کرنے جا رہے ہیں جس کی ہمیں یوں آگاہی ہے کہ وہ ایک ایسی خاتون کا ہے جو ہمارے یہاں ہر صبح دودھ لے کر آیا کرتی تھی، جس کا تعلق الجیزہ کے دیہات سے تھا۔ اس کا قصہ یہ

---

[1] زار ایک شیطانی ڈرامہ ہوتا ہے جسے دجالوں کا ایک گروہ انجام دیتا ہے اور بسا اوقات اس کو انجام دینے والی زیادہ تر عورتیں ہوتی ہیں جس میں گایا بجایا جاتا ہے حال کھیلا جاتا ہے اور جنوں کی حاضری ہوتی ہے جو مختلف قسم کی فرمائشیں کرتے ہیں اور مریض کے گھر والے انہیں پورا کرتے ہیں جن میں زر کثیر صرف ہوتا ہے، حتی کہ بعض اوقات وہ کنگال ہو جاتے ہیں اور یہ مجلسیں کئی کئی بار ہوتی ہیں، یقیناً یہ ایک جاہلی عمل ہے جس میں کفر وشرک اور بدعتوں پر مشتمل حرکتوں کی بھرمار ہوتی ہے، ہندوستان میں بھی غیر مسلموں کے یہاں بعض دیویوں کی سواری کے نام پر اس طرح کی مجلسیں معروف ہیں۔

تھا کہ اس کا لڑکا دریائے نیل میں غرق ہو گیا تھا، تو اس نے اس بچے کے متعلق کسی دجال سے پوچھ لیا، بس پھر کیا تھا اس نے اسے بتا دیا کہ سادات (یعنی عفریتوں) کے ایک سرکش جن نے اسے بچا لیا ہے اور اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے اور وہ اس کے پاس بڑی تنگی اور تکلیف بھری زندگی گزار رہا ہے اور اس (جعلساز) کے لئے اگر اس کی والدہ کچھ دے تو اس (لڑکے) تک اسے پہنچا دینا ممکن ہے، لہٰذا وہ جو کچھ کھانا مرغی اور پکا ہوا کبوتر وغیرہ دے سکتی تھی اسے دے دیا کرتی تھی اور ساتھ میں اسے پہنچانے کی اجرت کے طور پر کچھ نقد پیسے بھی دیا کرتی تھی، اور یہ سمجھتی تھی کہ یہ سب کچھ اس کے بیٹے کے پاس پہنچ جاتا ہے جسے عفریت نے پکڑ رکھا ہے، اور اس طرح وہ بھی اس کے ساتھ کچھ اچھا سلوک کرے گا، اور ممکن ہے بعد میں اسے چھوڑ ہی دے، ہمارے گھر والے مسلسل اسے اس افترا پرداز جعلساز دجال سے پیچھا چھڑا لینے کی نصیحت کئے جا رہے تھے اور بالآخر وہ اسے اس بات کا قائل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، مگر اس وقت تک وہ اپنی ساری پونجی جو اس نے دودھ بیچ کر جمع کر رکھی تھی گنوا چکی تھی۔

- پھر اگر یہ کہا جائے کہ انجیلوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ شیاطین لوگوں کے جسموں میں داخل ہو کر انہیں دیوانہ بنا دیتے ہیں اور مسیح علیہ السلام اللہ کے حکم سے ان شیاطین کو ان کے اندر سے نکال دیا کرتے تھے، اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اس کی جانب اشارہ موجود ہے کہ :

﴿كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ﴾ [بقرہ:۲۷۵]۔

''اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے''۔

اگرچہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ یہ تو ایک تمثیل ہے جس کے ذریعہ اس چیز کی حکایت بیان کی گئی ہے جو عربوں کے یہاں مالوف تھی، اور خرافاتیوں کی بات تو الگ رہی بعض علمائے محققین کے متعلق بھی اسی طرح کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں جو انجیل میں بیان کئے گئے ہیں، انہیں میں سے وہ واقعات بھی ہیں جو ابن القیم نے اپنے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے متعلق بیان کئے ہیں، تو کیا آپ ان سب کے منکر ہیں یا پھر ان کے متعلق کیا کہتے ہیں ؟

- اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ہمیں ان انجیلوں کی صحیح متصل اسانید کا پتہ نہیں ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جن امور میں ہماری کتاب میں نہ ان کی تائید کی دلیل ملتی ہو نہ ان کے خلاف تو ان میں ہم اہل کتاب کی تصدیق کریں نہ تکذیب۔ اور اگرچہ دونوں شیخ الاسلام ہمارے نزدیک ان امور میں جو وہ جزم کے ساتھ

بیان فرماتے ہیں عظیم ترین ثقات میں سے ہیں۔مگر اس کے باوجود ہم عرض کرتے ہیں کہ اس مقام میں جو احوال واقعی ہیں ان میں اجمال پایا جاتا ہے، اوران میں مختلف قسم کے احتمالوں کا امکان پایا جاتا ہے، تاہم ان کے ظاہر سے جو لیا جاتا ہے ان میں بھی ان دجالوں کے اعمال کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی جو شرع وعقل دونوں اعتبار سے منکر ہیں، اور جعلساز فاسقوں کے دجل وفریب کا کسی معجزہ یا کرامت سے کیا تعلق ہے جس سے اللہ تعالیٰ کسی نبی مرسل یا ولی صالح کو نوازتا ہے اوراس کے ہاتھوں کسی دماغی دورے کے شکار شخص کو شفا دے دیتا ہے جسے شیطان لاحق ہوجاتا ہے یا نہیں لاحق ہوتا ہے؟

- **جن زدگی عقلا محال نہیں اور دلائل سے معلوم ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے :**

اور کچھ لوگوں کو شیطان کا لاحق ہوجانا عقلاً کوئی ایسی محال چیز بھی نہیں ہے کہ ہم اہل کتاب یا ہمارے یہاں پائی جانے والی اس قسم کی نادر روایات کے سلسلے میں حیرت زدہ ہوجائیں، بلکہ یہ تو تمام امتوں کے یہاں پائی جاتی ہیں اور بعض ذہنی امراض کے شکار افراد جنھیں دورے پڑتے ہیں انہیں شیطان لاحق ہو یا نہ ہو یقیناً انہیں اعتقاد کی تاثیر سے یا ان قوی روحوں کے ارادے کی تاثیر سے شفا مل جاتی ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہوکر شفا کی دعا کرتی ہیں، اور ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو ان مادہ پرستوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں یا جو چیزیں حس سے ثابت نہ ہوں ان کا انکار کردینے والوں کی پرواہ کرتے ہیں، بلکہ ہمارا ماننا تو یہی ہے کہ جو کچھ انبیاء وعلماء سے روایت کیا گیا اور ہر امت کے یہاں جو مشہور ہے ان سب کے مجموعے سے ایک ایسا معنوی تواتر حاصل ہوجاتا ہے جو اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اس مسئلے کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے۔

- **اس سلسلے میں شیخ کی آپ بیتی :**

اور ہم یہ کیوں نہ بیان کردیں کہ خود ہمارے ساتھ اس سلسلے میں ایسے واقعات پیش آچکے ہیں جنھیں بہت سے لوگ بہت بڑی بات سمجھیں گے، اوران کا نادر اتفاقات اور اتفاقیہ پیش آجانے والے واقعات میں شمار ان کے نزدیک مستبعد ہوگا‘‘۔

# شیخ رشید رضا کے ذریعہ دماغی دوروں کے مریضوں کا شفا پانا

ان میں سے ایک تو یہی تھا کہ سیریا میں ہمارے شہر (قلمون) میں ایک شکاری (مچھیرا) تھا جس کا نام (عمر کسن) تھا، اس نے ایک رات اپنا جال سمندر میں پھینکا تو اسے ایک غیر مانوس آواز سنائی دی، پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے دماغی دورے پڑنے لگے، اسے ایسا لگتا تھا جیسے جنوں کا ایک گروہ اس پر حملہ آور ہے اور وہ سب یہ الزام لگا کر اسے مار رہے ہیں کہ اس نے ان میں سے ایک لڑکی کو زخمی کر دیا ہے، اور اس وقت جب وہ اپنے حواس سے عاری تھا اس نے مجھے اس حال میں دیکھا جس میں میں اس وقت ہوا کرتا تھا جب میں ایک خاص حجرے میں خلوت اختیار کئے ہوئے عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا تھا، اور میرے ہاتھ میں چھوٹی سی آبنوسی چھڑی تھی جس پر ٹیک لگا کر میں چلا کرتا تھا۔ جبکہ اس نے مجھے کبھی بھی دیکھا نہیں تھا۔ اسے نظر آیا کہ میں اسی چھڑی سے جنوں کو اس سے دور بھگا رہا ہوں، اس کے گھر والوں نے اس کا یہ معاملہ مجھ سے بیان کیا تھا، پھر مجھے بلایا کہ میں آ کر اسے دیکھ لوں اور رقیہ اور دعا کر دوں، لہٰذا میں گیا تو دیکھا وہ بیہوش پڑا ہے، اپنے اردگرد نہ دیکھتا ہے نہ کچھ سنتا ہے مگر یہ کہتا جاتا ہے کہ سیدنا شیخ رشید آ گئے...
جب میں نے اسے اس حال میں دیکھا تو میں نے خشوع اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی اور اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا اور پڑھا:

﴿بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ - فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

یہ پڑھتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں اور یوں کھڑا ہوا جیسے کسی بندھن سے آزاد کر دیا گیا ہو۔ پھر ایک لمبے زمانے کے بعد جو مجھے یاد نہیں اس کے ساتھ دوبارہ ایسا ہی ہوا اور اس بار بھی وہ اسی طرح ٹھیک ہوا تھا جس طرح پہلی بار ہوا تھا۔ مگر میں نے ان جنوں کو نہیں دیکھا جن کے متعلق وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے مجھے ان کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتے اور اس سے انہیں دور بھگاتے ہوئے دیکھا ہے۔

یہ واقعہ میرے نزدیک تاویل کا احتمال رکھتا ہے، اور میں اسے اس بات کی قطعی دلیل نہیں سمجھتا کہ اس کا دماغی عارضہ جنوں ہی کی وجہ سے تھا، ٹھیک اسی طرح میرے نزدیک اس میں بھی کوئی مانع نہیں کہ وہ انہیں کی وجہ سے رہا ہو، یہ واقعہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ وہ ہمارے شہر میں مشہور ہے اور وہ لوگ بڑی تعداد

میں ہیں جن کے سامنے یہ پیش آیا تھا، اور ممکن ہے کہ یہ کوئی نادر اتفاق ہو کہ ان دماغی دوروں میں مبتلا بعض اشخاص کے ساتھ میں موجود ہوا کرتا تھا، مگر میری موجودگی میں کبھی ان پر دورہ نہیں پڑتا تھا۔

- **ایک اور واقعہ :**

اور ایسے ہی لوگوں میں ہمارے شیخ امام [1] کے بھائی حمودہ بیگ صاحب بھی ہیں، ان لوگوں کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا سب سے زیادہ تھا، اور جو لوگ بھی ان کے یہاں آمد و رفت زیادہ رکھتے تھے ان سب نے حمودہ بیگ کو اس دورے کی حالت میں ضرور پایا تھا، بالخصوص شیخ کی بیماری کے درمیان۔ اور ان کے بعد تو ان کے دوروں میں کافی شدت پیدا ہوگئی تھی، یہاں تک کہ ایک ہی دن میں کئی کئی بار ان پر دورے پڑا کرتے تھے، مگر میں ان کے یہاں اسکندریہ میں کئی شب و روز گزارتا تھا پھر بھی میرے سامنے ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا، یہی حال اس سلسلے میں ہمارے دوست محمد شریف فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی تھا، میں اس بات کو مستبعد نہیں سمجھتا کہ کچھ روحوں کی اللہ کے حکم سے کچھ پر تاثیر ہوتی ہو، اسی طرح میں قطعی طور پر اس بات کی نفی بھی نہیں کرتا کہ ممکن ہے یہ نوادر اتفاق میں سے ہو، ہمارے شہر کے بزرگ حضرات اس سلسلے میں میرے تیسرے دادا کے متعلق عجیب وغریب باتیں سنایا کرتے تھے۔

- **میں نے یہ باتیں صرف دو وجوہات سے بیان کی ہیں :**

ایک تو یہ کہ کوئی سمجھنے والا یہ نہ سمجھ لے کہ میں سختی کے ساتھ دجالوں کی فریب دہی کا پردہ فاش کرنے میں مادہ پرستوں کے آراء کی طرف مائل ہوں۔

- **شیخ الاسلام کے واقعات کو دجالوں کے دجل کے لئے وجہ جواز نہیں بنایا جاسکتا ہے :**

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام جیسے لوگوں سے جو یہ منقول ہے کہ وہ جن زدہ کے پاس کوئی پیغامبر روانہ کردیتے تھے کہ وہ جا کر شیطان کو اس کے اندر سے نکال دے تو اس طرح کے واقعات کو کوئی ان لوگوں کے خلاف حجت نہ بنالے جو شیطان کی عبادت کرنے والے یا اس کی عبادت کی دعوت دینے والے گمراہ لوگوں کے دجل وفریب پر نکیر کرتے ہیں، جو لوگوں کو ایسی چیزوں سے ڈراتے ہیں جن سے ڈرانہیں

---

[1] مراد شیخ محمد عبدہ ہیں، اس شخص کا مالہ وماعلیہ جو کچھ ہے وہ اپنی جگہ پر ہے، مگر آدمی اتنا مشہور ہے کہ اسے تعارف کی احتیاج نہیں ہے، اور اس مقام پر ہمیں اس کے متعلق گفتگو کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

جاتا ہے، یا ان چیزوں سے ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں جن کا شمار ان کی عبادت میں ہوتا ہے، جیسے کہ یزیدیہ علانیہ طور پر ابلیس کی عبادت اس دعوے کے ساتھ کرتے ہیں کہ اس طرح وہ اس کے شر سے بچتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور اسی طرح کے دجالوں اور ان کے پیروکاروں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا ٱلشَّيَٰطِينَ أَوْلِيَآءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [الاعراف: ۲۷]۔

''ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے''۔ ①

# جنوں کے ایک مسکن کی کہانی

اسی طرح کی ایک دلچسپ حکایت جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اپنے دنیوی اغراض اور مفادات کے لئے کس طرح جھوٹی افواہیں پھیلایا کرتے ہیں، وہ واقعہ بھی ہے جسے صاحب وقایۃ الانسان نے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

''شیخ یاسین احمد عید نے بتایا کہ ماضی قریب میں شہر کے ایک شخص کا انتقال ہوا جس نے ایک ایسا خوبصورت گھر چھوڑا جو اور گھروں سے الگ تھلگ تھا، وہ گھر کافی کشادہ تھا اور اس میں بہت سارے کمرے بنے ہوئے تھے جو نادر اور خوش منظر نقش و نگار سے مزین تھے، گھر کے آنگن میں ایک انوکھی طرز کا مرمریں فوارہ بنا ہوا تھا اور اس کے دائرے پر مختلف شکلوں اور رنگوں کے مجسمے نصب تھے جن کے منہ سے پانی ابلا کرتا تھا۔ اس شخص کی کوئی اولاد نہیں تھی جو اس کی وارث بنتی اس لئے وہ اس کی وفات کے بعد خالی ہو گیا اور وہاں کوئی انسان نہیں رہ گیا، پھر اس کے رشتے داروں نے اسے فروخت کرنے کا ارادہ کر لیا انہیں بڑی امید تھی کہ اس گھر کی قیمت اچھی خاصی رقم کی صورت میں ملے گی، مگر جیسے ہی انھوں نے اس کے بیچنے کا اعلان کیا ویسے ہی یہ خبر بھی گردش کرنے لگی کہ یہ گھر جنوں کا مسکن ہے اور اس کے اندر عفریت رہا کرتا ہے، یہ بات مشہور ہو گئی یہاں تک کہ وہ ان کی شبینہ گپ شپ کا موضوع بحث ہو گئی تھی اور راتوں میں جو مجلسیں لگتی تھیں وہاں اس کی بات ضرور ہوتی تھی، اور جو کوئی اس اعتقاد کی مخالفت کرتا اور رات کے وقت اس گھر کا رخ کرتا تو واپسی میں وہ بھی اس بات کا قائل ہو کر لوٹتا تھا کہ واقعی اس گھر میں شیاطین بستے ہیں۔

① ا.ھ. تفسیر المنار: ۸/۳۲۹-۳۷۱۔

نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ اس کی خریداری سے دور بھاگنے لگے، اور اس شخص کے وارثوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب انجام اچھا ہونے والا نہیں ہے، بالخصوص جبکہ ایک شخص آیا تھا جس نے اس گھر کا دام بس اتنا ہی لگایا جو اس کی قیمت کا چوتھائی ہی بنتا تھا، مگر ورثاء کے رقم وصول کرنے سے پہلے ہی ایک بہادر نوجوان ان کے پاس آیا جس نے اس گھر کی خبر سن لی تھی اور وہ سب باتیں بھی اس کے علم میں تھیں جو لوگ اس سلسلے میں کیا کرتے تھے، وہ ان لوگوں میں سے تھا جو جنوں کو خاطر میں نہیں لایا کرتے تھے نہ انہیں عفریت سے کوئی ڈر محسوس ہوتا ہے، وہ ان وارثوں کے پاس گیا اور اس ضمانت کے ساتھ ان سے کچھ مخصوص رقم کا مطالبہ کیا کہ وہ جنوں کو بھگا دے گا اور عفریت کو یا تو پکڑ لے گا یا بھگا دے گا، ان لوگوں نے اس کی یہ بات مان لی اور اس کی آدھی اجرت بھی پیشگی اس کے حوالے کر دی۔ شام کو وہ نوجوان ادھر گیا اور اپنے ساتھ ایک پستول بھی لیتا گیا کہ وقت ضرورت اس سے کام لے گا، جب وہ اس گھر میں پہنچا تو تھوڑی دیر تو اس نے آرام کیا پھر اس کے بعد شمع بجھا کر سو گیا، اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے محسوس کیا کہ کوئی ہاتھ اس کا لحاف کھینچ رہا ہے۔ بس اس نے پوری قوت کے ساتھ اسے پکڑ لیا اور کہا: کون ہے جو لحاف کھینچ رہا ہے؟ اس نے کہا: میں عفریت ہوں، اور یہ لازم ہے کہ لحاف لے لوں ورنہ پھر میں تم پر سوار ہو جاؤں گا، چنانچہ نوجوان نے لحاف کو چھوڑ دیا اور اس کی وجہ سے وہ عفریت اپنی گدی کے بل گر پڑا، پھر وہ نوجوان اٹھ کھڑا ہوا اور اس عفریت کے سینے پر سوار ہو گیا اور اس کے سر پر پستول رکھ کر کہنے لگا: مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ اس صورت حال سے وہ سخت خوف زدہ ہو گیا، اور اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تمہیں حقیقت حال بتا دیتا ہوں۔

اس نوجوان نے کہا: ہاں عفریت صاحب بولیے، اس نے کہا: میں کوئی عفریت ہوں نہ جن میں تو تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں، بس مجھ میں اور تم میں فرق اتنا ہی ہے کہ میرا رنگ کالا ہے اور منظر قبیح ہے، پھر اس نے اسے چھوڑ دیا اور شمع روشن کر لی تا کہ دیکھے کہ وہ کون ہے، اس نے دیکھا کہ وہ ایک کالا غلام ہے جو کپڑوں سے عاری ہے۔ نوجوان نے کہا: اے غلام! اس جگہ پر اپنے وجود کا سبب مجھے بتاؤ؟ اس نے کہا: مجھے تو ضرورت ہی نے مجبور کیا ہے، میں ایک غریب آدمی ہوں، میرے پاس کمائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، میرے پاس ایک بڑا خاندان ہے جس کی کفالت میرے سوا اور کوئی نہیں کرتا ہے، اس لئے میں نے ایک ایسے شخص کو تلاش کیا جو میرے لئے کوئی ایسا کام نکال دے جس سے میری گزر بسر ہو سکے، تو اس نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر رات اس گھر میں رہنے کے لئے آ جایا کروں، اور مجھے یہ ہدایت دی کہ جب مجھے محسوس ہو کہ

کوئی شخص اس گھر سے قریب ہورہا ہے تو میں تالیاں بجانے لگوں اور لوہے کی ایک گھنٹی پر ضرب لگاؤں جو میں نے اس غرض کے لئے تیار کی تھی، اور جب میں دیکھوں کہ وہ جری ہے اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا ہے تو اچانک پانی چھوڑ دوں جوان مجسموں کے منہ سے نکلتا ہے اور فوارے پر چڑھ کر مختلف آوازوں میں چیخنے لگوں جس کی وجہ سے وہ خوف زدہ ہوجائے، پھر اس نے مجھے اس راز کو چھپائے رکھنے کی ترغیب دی، پھر جب اس نوجوان نے یہ بات سنی تو اسے اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا لے گیا اور وارثوں کے حوالے کرکے اس کا قصہ ان سے بیان کردیا۔ تب یہ حقیقت ان پر منکشف ہوئی کہ جس آدمی نے اسے اجرت پر رکھا تھا وہ وہی شخص تھا جو انتہائی کم قیمت پر اس گھر کو خریدنے آیا تھا۔ اھ بہ اختصار۔ ①

## خلیفہ معتضد باللہ کے شاہی محل میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہونے والے عفریت کا قصہ

● ایک پر لطف قصہ وہ بھی ہے جو ابوبکر جصاص حنفی نے اس شخص کے متعلق بیان کیا ہے جو دار الخلافہ (شاہی محل) میں ظاہر ہوتا تھا اور اس کے بارے میں خیال یہی تھا کہ وہ جنوں میں سے ہے۔ بیان کرتے ہیں:

''جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈا کرنے والوں کا ضرر اور فتنہ لوگوں پر غیر معمولی ہے، اور وہ یوں کہ یہ حضرات لوگوں کے پاس اس دروازے سے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء پر مشتمل رقیوں کی وجہ سے جنات ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں، اس طرح وہ جسے چاہیں بلالیتے ہیں، اور جس کا چاہتے ہیں جن نکال دیتے ہیں، اور لوگ اس بھرّے میں آکر ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ حضرات ان کے سامنے ظاہر یہی کرتے ہیں کہ جنات اللہ تعالیٰ کے انہیں اسماء کے ذریعہ ان کے قابو میں ہیں جن سے وہ سلیمان بن داود علیہ السلام کے فرمانبردار رہا کرتے تھے، یہ انہیں چھپی ہوئی چیزوں اور سرقوں سے آگاہ کرتے ہیں، اور معتضد باللہ اپنی جلالت وشہامت اور وفور عقل کے باوجود ان لوگوں کی باتوں میں آکر دھوکہ کھا گیا تھا، جس کا تذکرہ اصحاب تاریخ نے کیا ہے۔

بات یہ تھی اس گھر میں جہاں وہ اپنی عورتوں اور گھر والوں کے ساتھ خلوت میں ہوا کرتا تھا ایک شخص اپنے ہاتھ میں تلوار سونتے مختلف اوقات میں ظاہر ہوتا تھا، اکثر ظہر کے وقت ایسا ہوا کرتا تھا، مگر جب اس کی تلاش شروع

---

① وقایۃ الانسان من الجن والشیطان ص۴۸-۴۹ بواسطہ: العرافون والدجالون ص۸۴۔

ہوتی تو وہ گم ہوجایا کرتا تھا اور کوئی اسے پکڑ نہیں پاتا تھا، اس کا کچھ نام ونشان تک نہیں ملتا تھا، چند در چند کوشش کے باوجود ناکامی ہی ہاتھ آتی تھی، جب کہ خود اس نے اپنی آنکھوں سے اسے بارہا دیکھا تھا، اس لئے اسے بڑی فکر لاحق ہوگئی تھی، اس نے جھاڑ پھونک کرنے والوں کو بلایا تو وہ لوگ آئے اور اپنے ساتھ بہت سے مردوں اور عورتوں کو بھی لئے آئے تھے، ان کا دعوی یہ تھا کہ ان میں کچھ دیوانے ہیں، کچھ صحت مند، پھر اس نے ان کے کچھ سرداروں سے جھاڑ پھونک کرنے کو کہا، تو اس نے ان میں سے ایک شخص پر دم کیا جس کے متعلق دعویٰ یہی تھا کہ وہ صحت مند ہے مگر وہ شخص دم کرنے پر اس کی آنکھوں کے سامنے دیوانہ اور خبطی ہوگیا، ان لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ اس فن کی انتہائی مہارت اور کمال ہے؛ اس لئے کہ جنات صحت مند انسان کو دیوانہ بنادینے میں اس کی اطاعت کرتے ہیں، حالانکہ یہ معمول کے ساتھ پہلے سے ساز باز کا نتیجہ تھا۔ یہ طے شدہ بات تھی کہ جب وہ اس پر دم کرے تو وہ خود کو پاگل اور خبطی بنالے، الغرض یہ جعلسازی معتضد پر بھی چل گئی مگر اس کا جی کھٹا ہوگیا اور اسے یہ سب اچھا نہیں لگا، البتہ اس نے ان لوگوں سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اس کے گھر میں ظاہر ہوا کرتا تھا، تو انھوں نے اسے کچھ ایسی چیزوں کے چکر میں پھنسا دیا کہ اس کے دل میں وہی باتیں بیٹھ گئیں، حالانکہ جس مقصد کے تحت انہیں بلایا گیا تھا وہ لاحاصل ہی رہا تھا، پھر اس نے انہیں واپس کردیا اور ہر ایک کو پانچ پانچ درہم دے کر رخصت کیا گیا۔ پھر معتضد نے امکانی حد تک حفاظت کا پورا پورا سامان کیا، فصیلوں کو مضبوط کرنے اور انہیں ایسا بنادینے کا حکم دیا کہ اوپر سے آنے کے لئے کسی کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہوسکے۔ اوپر سے فصیل کو ایسا پھسلواں موڑ دیا گیا کہ چوروں وغیرہ کو کمند ڈالنے کی کوئی راہ نہ مل سکے، مگر پھر بھی اس شخص کی حقیقت کا پتہ نہیں لگایا جاسکا جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہتا تھا، یہاں تک کہ معتضد اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اور وہ پھسلواں منڈیریں فصیلوں پر باقی تھیں، میں نے انہیں ثریا کی فصیلوں پر دیکھا تھا جسے معتضد نے بنوایا تھا۔

پھر میں نے اپنے ایک دوست سے اس شخص کے بارے میں پوچھا تھا جو معتضد کی دربانی کرچکا تھا، میں نے اس سے کہا: کیا اس شخص کی حقیقت ظاہر ہوسکی تھی؟ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ اس کی حقیقت مقتدر کے دور میں جاکر معلوم ہوئی تھی، وہ یقق نامی ایک گورا خادم تھا، شاہی حرم کے اندر رہنے والی کسی باندی پر اس کا دل آگیا تھا، اس نے مختلف رنگ کی داڑھیاں بنارکھی تھیں، ان میں سے کوئی داڑھی جب وہ اپنے چہرے پر لگالیتا تھا تو دیکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ اس کی اپنی ہی داڑھی ہے، وہ جب چاہتا تھا ان میں سے کوئی داڑھی

لگا لیتا تھا، اور اسی جگہ پر تلوار سونتے ظاہر ہوتا تھا، یا کوئی اور اسلحہ لئے آتا تھا، وہ جگہ ایسی تھی جہاں معتضد کی نگاہ ضرور پڑتی تھی، پھر جب اس کی تلاش شروع ہوتی تو جھٹ باغ میں لگے درختوں میں گھس جاتا، یا کسی گزرگاہ یا موڑ پر ہو لیتا، اور جیسے ہی اپنے طلبگاروں کی نگاہوں سے اوجھل ہوتا جھٹ داڑھی نکال لیتا تھا اور اسے اپنی آستین یا کمر بند میں چھپا دیتا تھا، اور اسلحہ اس کے ہاتھ میں یوں رہ جاتا تھا جیسے وہ بھی شخص مذکور کو ڈھونڈنے نکلا ہو، اس طرح کوئی اس پر شک نہیں کرتا تھا۔ بلکہ لوگ اسی سے پوچھتے تھے کہ کیا تم نے اس گوشے میں کسی کو دیکھا ہے، میں نے دیکھا کہ وہ اس سمت آیا تھا، تو وہ کہہ دیتا: میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔ اور جب گھر میں اس طرح افراتفری مچتی تو لونڈیاں گھروں سے نکل کر اس جگہ پر آجایا کرتی تھیں اور وہ اس (مطلوبہ) لونڈی کو دیکھتا تھا اور اپنی چاہت کے مطابق اس سے باتیں کر لیتا تھا۔ اس کا مقصد صرف اسی لونڈی سے ملنا اور باتیں کیا کرنا ہوا کرتا تھا۔ مقتدر کے زمانے تک مسلسل اس کا یہی حال رہا، پھر وہ دیگر ملکوں کی طرف نکل گیا اور طرسوس میں جا بسا اور اپنی موت تک وہیں رہا، اس لونڈی نے جب بعد میں اس کی کہانی سنائی تب جا کر اس کی چال کا پتا چلا۔

اب دیکھئے یہ ایک خادم تھا جس نے ایسا لطیف حیلہ اختیار کیا جس کے متعلق کوئی پتا نہیں چلا سکا، حالانکہ معتضد کو اس کی حد درجہ فکر تھی مگر وہ اس کی معرفت اور آگاہی سے عاجز ہی رہا، جبکہ جعل سازی اور شعبدے بازیاں اس بندے کی حرفت اور فن نہیں تھیں، پھر بھلا جو شخص اسی کو اپنا فن اور پیشہ بنا لے تو اس کا حال کیا ہوگا؟[1]

# وہم وگمان سے مرض کی تشخیص واقعتاً خطرناک اور شرعاً ممنوع ہے

## صاحب ''الاحکام الفقهية للأمراض النفسية'' لکھتے ہیں:

''**پانچویں مخالفت:**

بلا علم گفتگو کرنا ہے، کچھ رقاۃ مریضوں کے احوال کی تشخیص، ان کے اسباب وعلل، اور ان کے اقسام کے تجزیے کے متعلق ذرا جھجک محسوس نہیں کرتے ہیں اور ورع کے تقاضوں کو پامال کر دیتے ہیں، گو ان کا تعلق جسمانی اور عضوی

---

① احکام القرآن للجصا ص ۱/۴۶-۴۷، دیکھیے: النذیر العریان: ۵۱۔

بیماری ہی سے کیوں نہ ہو، جبکہ انہیں اس کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہوتی ہے، بس وہ مریض کے سامنے آتے ہی جھٹ اِس حالت یا اُس حالت کی یہی تشخیص کر دیتے ہیں کہ یہ جن زدگی، یا نظر بد، یا کھائے یا پئے ہوئے جادو وغیرہ کی حالت ہے، اور بغیر کسی قوی دلیل کے اس کا فیصلہ سنا دیتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس تشخیص کا کوئی معتبر ذریعہ نہیں ہوتا ہے۔ کبھی تو راقی یقین کے ساتھ یہ کہہ دیتا ہے کہ اِس یا اُس مریض پر دس یا بیس یا بسا اوقات سو جن سوار ہیں، یا فلاں شخص بیک وقت جن زدہ بھی ہے، اور نظر بد اور حسد کا بھی شکار ہے، اور ہر ایک کو الگ الگ نکالنے کے لئے وقت کی تعیین کے ساتھ ایک شیڈول بنا کر پیش کر دیتا ہے۔ اور اس کی جرأت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ تشخیص اور علاج کے نت نئے وسائل ایجاد کرتا ہے جو کسی صحیح وسلیم علمی منہج پر مبنی نہیں ہوتے ہیں۔

اس طرح یہ راقی حضرات بدعتوں کے مرتکب ہوتے ہیں، مثلاً کچھ لوگ جن زدگی اور جنوں کا پتہ لگانے کے لئے گلا گھوٹنے کا وسیلہ اپناتے ہیں، کچھ لوگ رقیہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک تشخیصی رقیہ اور دوسرے کو علاجی رقیہ کا نام دیتے ہیں، پھر جب مریض کچھ خاص آیتوں سے متاثر ہو جاتا ہے تو اس کی تشخیص یہ ہوتی ہے کہ وہ سحر زدہ ہے، اور جب کچھ دوسری آیتوں کے پڑھنے پر اس کے اندر اضطراب ظاہر ہو جن میں آنکھ کا ذکر آتا ہے [1] تو کہہ دیتے ہیں یہ نظر بد کا شکار ہے، اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا ہے، اور اس کے نتیجے میں ممکن ہے کہ ہر نشست میں تشخیص بدلتی جائے اور ہوسکتا ہے کہ ایک ہی وقت میں مریض کی متعدد تشخیصیں کی جائیں، اور رقیہ کے ذریعہ مریض کی تشخیص کے سلسلے میں راقیوں کے پاس کوئی بھی صحیح دلیل مطلق طور پر موجود نہیں ہے، پھر ہر تشخیص کے لئے متعین آیات پر اعتماد کی دلیل ان کے پاس کہاں سے آئے گی، یہاں بلا علم باتیں کہنے کی بہت ساری مثالیں ہیں مگر اس مقام پر ان کے حصر کی گنجائش نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علم کے بغیر گفتگو کرنا بڑی سنگین اور خطرناک بات ہے، اور غیبی امور میں گمان - بلکہ کبھی کبھی وہم - کی بنیاد پر کوئی بات کہنا ظاہری اور کھلی ہوئی مخالفت ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجۡتَنِبُواْ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعۡضَ ٱلظَّنِّ إِثۡمٞ﴾ [الحجرات:١٢]۔

”اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں“۔

---

[1] اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آیت میں آنکھ کا ذکر ان کی مراد کے مخالف سیاق اور معنی میں آیا ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ﴿أَلَمۡ نَجۡعَل لَّهُۥ عَيۡنَيۡنِ﴾ [البلد:٨]۔ یا یہ قول ﴿فِيهَا عَيۡنٞ جَارِيَةٞ﴾ [الغاشیۃ:١٢]۔ میں نے دیکھا کہ ایک راقی بچھوؤں اور سانپوں کے ڈسنے پر اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿فَمَنَّ ٱللَّهُ عَلَيۡنَا وَوَقَىٰنَا عَذَابَ ٱلسَّمُومِ﴾ [الطور:٢٧]۔ سے رقیہ کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہاں سموم سے مراد وہی ہے (یعنی زہر مراد ہے)۔

اور فرماتا ہے :

﴿وَمَا لَهُم بِهِۦ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ ۖ وَإِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغْنِى مِنَ ٱلْحَقِّ شَيْـًٔا﴾ [النجم:٢٨]۔

''حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہم (وگمان) حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا''۔ ①

## تشخیص کے متعلق ایک صاحب تالیفات راقی کا کلام

- مشہور راقی ابوالبراء اسامہ بن یاسین معانی صاحب جنھوں نے رقیہ پر متعدد کتابیں تالیف کی ہیں اور بارہ جلدوں میں اسی موضوع پر ان کا ایک انسائیکلوپیڈیا بھی ہے، انھوں نے اس کی ۱۱رویں جلد **الاصول الندية في علاقة الطب بمعالجي الصرع والسحر والعين بالرقيه** (ص۲۵۱-۲۶۱) میں تشخیص سے متعلق حسب ذیل باتیں لکھی ہیں :

### بیماری کی حالت کے متعلق حکم لگانے میں تأمل سے کام لینا :

تکلیف کے مسببات اور اس کا مزاج بتانے اور اس پر حکم لگانے میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے، حالت کا دقیق علمی جائزہ لینے اور اس کے متعلق تیقن وتثبت کے بعد ہی کوئی بات کہنی چاہیے، تشخیص کے درمیان بھی اور تشخیص کے بعد بھی اس معاملے کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے حوالے رکھنا چاہیے، اور جو کچھ کہا جائے اس میں گمان غالب کا پہلو راجح رکھا جائے کوئی یقینی، قطعی اور تاکیدی بات نہ کہی جائے کہ اس حالت میں سحر کی یا حسد کی یا نظر بد کی یا اسی طرح کی کوئی اور تکلیف ہے، مثلاً یوں کہے کہ: ''میرا غالب گمان یہ ہے کہ اس میں جادو کا اثر پایا جاتا ہے، اگر میری بات درست ہے تو وہ تنہا اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر خطا ہوئی ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے''۔

### اور تشخیص سے پہلے معالج پر چند اہم امور کا لحاظ رکھنا واجب ہے، اور وہ حسب ذیل ہیں :

**اول :** مرض کی اچھی طرح تحقیق کر لی جائے، یہ دیکھا جائے کہ ابتدائی علامات کیا تھیں اور موجودہ حالت تک پہنچتے پہنچتے کیا صورت حال بنی ہے، جدید طب میں اس عمل کو ''بیماری کی حالت کا تاریخی مطالعہ'' (HISTORICAL CASE SCIENCE) کہا جاتا ہے۔

---

① الاحكام الفقهية : ۲۹۳-۲۹۴۔

**دوم :** رقیہ شرعیہ کے درمیان مرض کی حالت پر اور اس کی وجہ سے مرتب ہونے والی علامتوں پر نگاہ رکھنا۔

**سوم :** علاج اور اس کی کارروائیوں اور ان کے نتیجے میں سامنے آنے والے اعراض وآثار پر علاج کے بعد بھی نگاہ رکھنا۔

## • تشخیص کی تعریف :

**احساء کے جامعۃ الملک فیصل کے کلیۃ التربیۃ کے دراسات اسلامیہ کے شعبے میں استاد فقہ وعقیدہ اسلامیہ ڈاکٹر قیس بن محمد مبارک صاحب لکھتے ہیں کہ :**

''ڈاکٹر اسامہ قاید نے تشخیص کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ :

''وہ اس مرض کی نوعیت کے متعلق بحث وتحقیق کا عمل ہے جس میں مریض مبتلا ہوتا ہے، اور اس کی تشخیص طبیب کرتا ہے خواہ وہ عام پریکٹشنر ہو یا اسپیشلسٹ ہو''۔ ①

## اس تعریف میں دو باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

**اول :** تشخیص کا مرحلہ بیماری کے وجود کے متعلق بحث وتحقیق پر مبنی ہوتا ہے جس میں ایک ڈاکٹر اپنے پاس چیک اپ کے تمام نتائج کو جمع کرتا ہے اور ان کی روشنی میں مرض کے متعلق کسی یقینی فیصلے تک پہنچتا ہے۔

لہٰذا تشخیص کا مرحلہ چیک اپ کے مرحلے سے مختلف ہوتا ہے جس میں مریض کے جسم میں اترنے والے اعراض کی موجودگی کی تحقیق اور جستجو کی جاتی ہے، اور اس کے متعلق ڈاکٹر اسامہ قاید صاحب لکھتے ہیں: ''... تشخیص سے کسی متعین بیماری کے وجود کا پتہ چل جاتا ہے، مگر جہاں تک چیک اپ کی بات ہے تو ممکن ہے کہ وہ کسی معین نتیجے تک نہ پہنچائے، کیونکہ وہ کچھ معین ظواہر اور دلائل کے اثبات یا تحقق سے عبارت ہے، اور ان دلائل کا ترجمہ کرکے نتائج اخذ کرنے کا نام تشخیص ہے''۔ ②

## میں کہتا ہوں :

عام طور پر یہ کلام طب کے قواعد میں سے ایک قاعدے کی ضابطہ بندی کرتا ہے جس کا مدار ریسرچ اور بحث وتحقیق پر ہے، اور معالج (یعنی رقیہ والا معالج) ایک خاص قسم کا طبیب ہوتا ہے جیسا کہ میں نے دوسرے مقام پر

① بحواله المسئولية الجنائية للأطباء ص٦٢۔ ② حوالہ مذکور۔

اشارہ کیا ہے، اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ اس پہلو کا غایت درجہ اہتمام کرے، اطباء اور قرآنی معالجین میں یہ فرق ممکن ہے کہ اطباء کو بحث وتحقیق اور چیک اپ کے بعد قطعی طور پر مرض کا پتہ چل جائے مگر قرآنی معالجین کا عمل اور طریقۂ بحث وتحقیق ظن اور گمان کے تابع ہے اور یہ کسی بھی حال میں ممکن نہیں ہے کہ وہ روحانی امراض سے متعلق بیماریوں میں یقین کے مرحلے تک پہنچ سکیں کیونکہ یہ ایسے امور ہوتے ہیں جو مسائل غیب سے زیادہ قریب ہیں اور بسا اوقات انسان سے ان کی بہت سی تفصیلات اور جزئیات اوجھل ہی رہتی ہیں، اور (رقیہ والا) معالج اپنے طریقۂ علاج میں جس قدر علمی بحث وتحقیق پر اعتماد کرے گا جن میں بیماری کی حالت کا احاطہ کرنے والے تمام ظروف اور واقعات کا جائزہ شامل ہوگا تو وہ حقیقی صورت حال، اور درد وتکلیف سے زیادہ قریب ہوگا۔ ①

### اس کے بعد ڈاکٹر قیس بن محمد مبارک صاحب لکھتے ہیں :

”اس لئے میں طبی لحاظ سے چیک اپ اور تشخیص دونوں کو الگ الگ اور مستقل طبی فن سمجھتا ہوں جس کا اپنا ایک مخصوص معنی ہوتا ہے“۔

### • غیر طبیب اور نا اہل شخص کے لئے تشخیص جائز نہیں :

**دوم :** جو شخص عمل تشخیص کی ذمہ داری نبھاتا ہو اس کے لئے بالیاقت طبیب ہونا واجب ہے، لہٰذا اس بنیاد پر کسی بھی ایسے شخص کے لئے تشخیص کے کام کا بیڑا اٹھانا جائز نہیں ہوگا جس کے اندر وہ شرطیں نہ پائی جاتی ہوں جو اسے اس کام کا اہل ٹھہراتی ہوں۔ ②

### • مریض کے سامنے اس کی بیماری کی حقیقت نہیں ظاہر کرنا چاہیے :

مذکورہ وضاحتوں کی روشنی میں، دقیق ترین علمی وموضوعی تحقیق اور بیماری کی حالت کے متعلق تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے بعد ایک معالج عمل تشخیص کے قریب ہوسکتا ہے، مگر اولی اور بہتر یہی ہے کہ اسے ترک کردیا جائے اور اس سے دور ہی رہا جائے (یعنی کوئی راقی بیماری کی تشخیص نہ کرے یہی بہتر ہے) کیونکہ اس کا تعامل غیبی امور اور غیبی پہلوؤں کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ قضیے ظنی ہی مانے جاتے ہیں جن میں قطعیت اور جزم ممکن نہیں ہے جیسا کہ میں

---

① یہ محض ایک نظریاتی تجویز ہے اور عملی دنیا میں اس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ اکثر رقیہ کا پیشہ اختیار کرنے والے حضرات عصری اور شرعی دونوں علوم میں جاہل ہوتے ہیں نیز انہیں معالج یا طبیب کہنا بھی ایک طرح کا تجاوز یا فریب نفس ہی ہے، اور شرعی اعتبار سے بھی کسی راقی کا معالج یا طبیب کی طرح خود کو اس کام کے لئے فارغ کرلینا درست نہیں ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اس کتاب میں دوسری جگہ موجود ہے۔

② التداوي والمسؤولية الطبية : ٦٥-٦٦۔

نے ابھی اشارہ کیا ہے، ان میں خطا وصواب کا احتمال رہتا ہی رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ صورت حال، تجربہ اور مہارت یہ سب اسی بات کا یقین دلاتے ہیں کہ مریض کی مشکلات کے متعلق اظہار نہ کرنا ہی اولیٰ ہے۔ اور اس کے حسب ذیل اسباب ہیں :

**اول : غیبی مسائل میں قطعیت اور جزم ممکن نہیں :**

یہ اعراض مسائل غیب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور ان کے متعلق کسی بھی حال میں قطعیت اور جزم ویقین ممکن نہیں ہے، معالج کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ وہ بیماری کا اندازہ کرے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے کتاب وسنت میں ثابت شدہ نفع بخش دوا تجویز کردے۔

**دوم : مریض کی نفسیات پر تشخیص کا سلبی اثر پڑتا ہے :**

تشخیص کبھی کبھی بیماری کی حالت کے متعلق سلبی اور جانبی آثار چھوڑ جاتی ہے جس کا اثر مریض کی نفسیات اور اس کے سلوک وتصرف پر پڑتا ہے۔

**سوم : تشخیص نئی بیماری پیدا کردیتی ہے اور مریض وہمی ہوجاتا ہے :**

تشخیص کے معاملات میں بعض معالجین [1] کے اٹکلوں کی وجہ سے مریضوں کے اندر اصلی بیماری کے علاوہ دیگر نفسیاتی مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں، اور وہ مسلسل ایک چکر اور تصادم میں زندگی گزارنے لگتے ہیں، وہ یہ فیصلہ نہیں کرپاتے کہ کس کی تصدیق کریں اور کس کی نہ کریں، یہاں تک کہ کچھ لوگوں کا معاملہ تو وسوسہ اور وہم کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

- **راقیوں کی تشخیص میں تناقض پایا جاتا ہے کیونکہ وہ اٹکل سے کام لیتے ہیں :**

اور ان معاملات کی غیبیت اور ان کے متعلق قطعیت اور جزم کے عدم امکان کے باعث آپ دیکھیں گے کہ کتاب وسنت کے کچھ معالجین (یعنی رقیہ کرنے والے) ان حصولیابیوں میں سے کچھ کے ذریعہ تشخیص کرتے ہیں جو رقیہ شرعیہ کے درمیان اور اس کے بعد سامنے آتی ہیں، اور اقوال میں تناقض پیدا ہوجاتا ہے، چنانچہ کبھی سحر کی حالت تشخیص کی جاتی ہے، اور کبھی نظر بد کی یا اسی طرح کی صورت پیدا ہوتی ہے، حالانکہ معالج کے لئے بہتر یہی تھا کہ وہ ذہن میں صحیح عقیدے بیٹھانے کی کوشش کرتا، اور حالت کی صرف اخلاقی اور تربیتی توجیہ کرتا اور غلط مفاہیم کی تصحیح کا

---

[1] ذہن نشین رہے کہ یہ حضرت معالجین کی اصطلاح راقیوں اور جھاڑ پھونک کرنے والوں کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

کام کرتا، جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس منہجیت کے ذریعہ لوگوں کو ان کے خالق سے جوڑ دے، اور وہ اسی کے ساتھ وابستہ ہو جائیں، اسی سے التجا کریں اور شفاء وعافیت مانگیں۔

- **راقیوں کی جلد بازی کے مفاسد :**

مجھے کچھ معالجین کے سلسلے میں سخت تعجب ہوتا ہے جو تشخیص کے معاملات میں بڑی جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کوئی حساب کتاب کئے بغیر یا شریعت کی میزان میں تولے بغیر عبارتوں اور لفظوں کا استعمال کرتے ہیں، جبکہ بسا اوقات مریضوں کی نفسیات اور ان کے احساسات اور جذبوں پر ان الفاظ کا گہرا اثر پڑتا ہے، بلکہ میں نے تو کچھ ایسے لوگوں کے متعلق بھی سنا ہے کہ جو ٹیلیفون پر یا سامنے آتے ہی رقیہ پڑھے بغیر اور بحث وتحقیق اور جائزے کے بغیر ہی تشخیص کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ ایک اساسی ضرورت ہے جس کی معالج کو احتیاج رہتی ہے، حقیقت اور امر واقع سے قریب ہونے کے لئے ایسا ضروری ہوتا ہے، اس لئے ان حضرات کے مذکورہ تصرفات کھل کر ان کی جہالت، افترا پردازی اور بلا علم گفتگو پر دلالت کرتے ہیں، اس طرح کی حرکتوں اور علاجی طور طریقوں سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن پر ایسے شرعی ممنوعات کے احکام چسپاں ہوتے ہیں جن کی قباحت اور نقصان کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے۔

**ایک سچا واقعہ :**

مجھ سے ایک ثقہ نے بیان کیا کہ وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک معالج سے ملنے گیا، اس دوست کا ایک دو ماہ کا بچہ تھا جس کے دماغ میں زچگی کے عمل کے درمیان آکسیجن کی وافر مقدار مہیا نہ ہونے کی وجہ سے کمزوری پیدا ہو گئی تھی، پھر اس بچے کو ایک رقیہ کرنے والے معالج کے سامنے پیش کیا گیا تو اس برادر کے بقول :

میری حیرت اور تعجب میں کیسی شدت پیدا ہو گئی تھی جب اس معالج نے اس بچے کو دیکھتے ہی کہا تھا :

''لاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم..'' اس بچے کو ایک جنیہ کی نظر لگ گئی ہے''۔

بس میں نے جھٹ اپنے دوست کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس جاہل کو ترک کر دے کیونکہ اس کی باتیں بڑی سنگین تھیں، بالخصوص جبکہ یہ قول دو ہی احتمالوں پر مبنی تھا اور اس سلسلے میں تیسرا کوئی احتمال موجود نہیں تھا، پہلا تو یہ تھا کہ یہ شخص جنوں اور شیطانوں سے مدد لیتا ہے۔

اور دوسرا احتمال جو زیادہ قریب تھا وہ یہ تھا کہ یہ امور غیب سے تعلق رکھنے والے مسئلے میں قول بلا علم ہے، اور اس تصرف کا مقصد محض عوام کے ذہن میں یہ بات بیٹھانا تھا کہ یہ شخص اپنے پیشے میں بڑا حاذق، اپنی صنعت میں ماہر،

صائب نگاہ اور صاحب رائے ہے، جب کہ اس جہالت سے بڑی کوئی جہالت نہیں ہوسکتی ہے۔

- **راقی حضرات غیر ذمہ دارانہ طور پر بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں :**

**منظم کتاب فتح الحق المبین کے مولفین لکھتے ہیں :**

''ہر مرض کی کچھ نہ کچھ علامتیں ہوتی ہیں جو عام طور سے اس پر دلالت کرتی ہے، اور عام طور سے ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ یہاں کچھ علامتیں ایسی ہیں جو ایک سے زائد بیماریوں میں پائی جاتی ہیں، اس لئے معالج پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے سامنے آنے والی بیماری کی حالت کی اچھی طرح تحقیق کرلے، اور یہ کام اللہ سبحانہ کی توفیق کے بغیر نہیں ہوسکتا ہے، اس کے بعد مہارت، تجربہ اور امانت کی ضرورت ہوتی ہے، اور چونکہ جن زدگی ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو لاحق ہوجایا کرتا ہے، اس لئے یہ بات بھی مدنظر ہونی چاہیے کہ اس مرض (جن زدگی) کی علامتوں میں دیگر امراض کی علامتوں کے ساتھ اشتراک بھی پایا جاتا ہے، اور اللہ سے ڈرنے والا تجربے کار شخص جو کچھ کہتا ہے وہ عام طور پر اسے جانتا ہے مگر کچھ رقیہ پڑھنے والوں کے متعلق یہ بات قابل گرفت ہے کہ وہ اپنے سامنے آنے والی حالت کے متعلق عقلی گھوڑے دوڑاتے رہتے ہیں اور اٹکلیں لگاتے ہوئے تشخیص کرتے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک اس بیماری کی تشخیص کرتے ہوئے کہتا ہے: تمہیں جن لاحق ہے، دوسرا اس سے کہتا ہے: تم پر جادو کیا گیا ہے، تیسرا فرماتا ہے: تمہیں نظر بد لگی ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔

جبکہ (رقیہ) پڑھنے والے پر واجب یہی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش نگاہ رکھے :

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا﴾ [الاسراء:۳۶]۔

''جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے''۔

اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس طرح کے امور میں بلا علم حکم لگانے کے آثار بعض لوگوں پر بہت برے مرتب ہوئے ہیں اس لئے ہم ہر (رقیہ) پڑھنے والے کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ بلا سوچے سمجھے اٹکل سے حکم نہ لگائے''۔

---

① فتح الحق المبین۔ باختصار۔ ص ۶۲۔ ۶۳۔

- **چارہ گروں کی بے راہ روی سے مریضوں کی شامت :**

**شیخ عبداللہ بن سدحان صاحب فرماتے ہیں :**

''ظنون واوہام ہی وہ ہوتے ہیں جو لوگوں کو متزلزل کر دیتے ہیں اور انہیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں اور اگر آپ حق کی جستجو کریں تو اس کی طلب آپ کو تھکا دیگی!

اسی لئے اللہ عزوجل نے گمان کی مذمت بیان فرمائی ہے :

﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ﴾[یونس:٣٦]۔

''اور ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان پر چل رہے ہیں۔ یقیناً گمان، حق (کی معرفت) میں کچھ بھی کام نہیں دے سکتا یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ نے اوہام اور اندازوں کے پیچھے بھاگنے سے منع فرمایا ہے :

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾[الاسراء:٣٦]۔

''جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے''۔

اس لئے راقی کو چاہیے کہ گمانوں اور اٹکلوں سے دور ہو کر اپنی فکر اور تجربے کا استعمال کرے اور اس مریض کے متعلق حقائق کو کشید کرنے کی سعی کرے، پھر بصیرت کی بنیاد پر ان حقائق کا تجزیہ کرے، پھر اپنی عقل اور فکر کو کام میں لائے اور اس کے بعد کوئی مضبوط فیصلہ کرے جو علم وبصیرت پر مبنی ہو۔ ①

- **مزید فرماتے ہیں :**

'' کچھ معالجین کسی رائج عرف یا سابق وہم کی وجہ سے حقیقت تشخیص سے دور ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں انہیں اس مریض کی مشکل کو حل کرنے کی توفیق نہیں ملتی ہے، اور یہ اس لئے کہ جب راقی حقائق کشید کرتا ہے تو وہ اس میں سے اسی چیز کو دبوچ لیتا ہے جو اس کے اس خیال کو تقویت پہنچانے والی ہوتی ہے جو اس کے ذہن میں پہلے ہی راسخ ہو چکا ہوتا ہے، اور وہ ان چیزوں کو خاطر میں نہیں لاتا جو اس کے خیال کو توڑ

① قواعد الرقية الشرعية - ص ٢٣۔

دینے والی ہوتی ہیں، اس طرح اس کے حلول سطحی اور فوری اقدام کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمارے جذبات اور تفکیر میں فرق ہونا چاہیے تاکہ مطلوبہ حقائق مجرد طور پر سامنے آئیں اور ان میں جذباتی اوہام کا شائبہ نہ ہو، اس لئے راقی کے پاس ایک نوٹ بک ہونا چاہیے جو اس بات کی تعیین کرے کہ مریض کی مشکل کیا ہے؟ ممکن ہے راقی اور مرقی علیہ (مریض) کے درمیان بے فائدہ گرما گرم بحث شروع ہوجائے جبکہ اصل مشکل کا پتہ ہی نہ ہو! اس طرح معاملے میں غموض پیدا ہوجائے اور بانجھ قسم کی آراء اور تشخیص کے درمیان ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جائیں، جبکہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے سے نکلنے کا راستہ یہی ہے کہ مشکل واضح ہوجائے، اور اس سے مراد مرض کی علامتیں ہیں، اس کے بعد یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ مرض کی ابتدا کب ہوئی ہے، اور اسی کو ہم ـ تاریخ مرض ـ سے تعبیر کرتے ہیں، اس سے مراد وہ اسباب ہیں جو اس مشکل کے ظہور کا باعث ہوئے ہیں، اس میں مریض کی یادداشت کو اس مشکل کی تاریخ کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ اس کی علامات متعین ہوجائیں پھر اس کے بعد ممکنہ حلول پر غور کیا جاتا ہے جن سے مریض نارمل ہوسکتا ہے: کیا یہ کوئی نفسیاتی (وسواسی) بیماری ہے؟ یا کوئی جسمانی عضوی مرض ہے جس کے ساتھ شیطانی تسلط بھی ہے؟ اور اسی طرح... تاکہ تجویزوں کی کثرت کے درمیان یہ بیچارہ راقیوں کے جھنڈ کے جھنڈ میں سرگرداں اور حیران نہ پھرتا رہے کہ ان میں سے ہر شخص اس کے مرض کی (اپنی اپنی) تشخیص پیش کرے، کوئی کہے: نظر بد ہے، دوسرا بولے: جادو ہے، تیسرے کا ارشاد ہو کہ عشق ہے، اور یوں ہی چلتا رہے.. اور سب سے بہتر حل اس مرض کا احاطہ کرنے والے حقائق سے کشید ہوتا ہے۔ ①

- **بلا دلیل گفتگو اور بے بنیاد استنباط :**

- **الامل ہاسپٹل جدہ کے ذہنی امراض کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر محمد مہدی اپنی کتاب :**

"العلاج النفسي في ضوء الإسلام" میں کچھ معالجین کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"کسی قائل کرنے والی اطمینان بخش دلیل کے بغیر خطرناک نتائج نکالنا اور استنباط پیش کرنا :

مثلاً کچھ معالجین آپ سے کہیں گے: اس شخص پر جن سوار ہے، یا نظر بد لگی ہے!! یا جادو ہے!! حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی بھی واضح دلیل نہیں ہوتی ہے، یا ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن کا سامنا عام لوگوں کو ہوتا ہے، مثلاً:

① قواعد الرقية الشرعية - ص ۲۴-۲۵۔

پریشان کن خواب، سر درد، تنگی وغیرہ، یا پھران کا اعتماد اس بات پر ہوتا ہے کہ اس شخص کو ایسی عجیب وغریب حالت کا سامنا ہے جس کے متعلق طب حیران ہے! حالانکہ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ موجودہ دور کے تمام امراض کے متعلق کسی نہ کسی مرحلے میں طب حیران رہ چکا ہے، اور بعد ہی میں جا کر ان کے اسباب وعلاج کا پتہ چلا ہے''۔ ①

- **راقی کو یہ حق نہیں کہ مریضوں کو اپنے تجربات کا مشق ستم بنائے :**

**...کاتب عبدالحق بشیر عباس عقبی صاحب لکھتے ہیں :**

''رقیہ شرعیہ سے علاج کا واضح وصریح منہج یہی ہے کہ اپنی توجہ کا رخ سچائی، اخلاص نیت اور اس دعا کے ساتھ مسبب الاسباب کی طرف پھیر دینا چاہیے کہ جو بھی سبب (اس بیماری کا ہو) وہ اسے دور فرما دے، سبب میں نہ کوئی قید ہے نہ شرط، اور راقی سے یہ مطلوب نہیں ہے کہ وہ تشخیص کرے، بیماری کا پتہ چلائے اور تاویلیں کرے! اور خطا کرے یا درست نتیجے تک پہنچ جائے اور تجربے کرتا پھرے! کیونکہ رقیہ کی آیات معروف وماثور ہیں، اور اہم بات صدق توجہ، دعا اور اللہ تعالیٰ کے مقررہ فیصلہ پر راضی ہونا ہے، اس لئے کہ جو تمہیں (تحریر میں) لاحق ہو چکا ہے وہ خطا کرنے والا نہیں ہے اور جو تمہیں چھوڑ کر گزر گیا ہے وہ تمہیں لاحق ہونے والا نہیں ہے، اور قرآن کریم وسنت ماثورہ سے رقیہ تو بس اللہ مسبب الاسباب کے تقرب کے ایک وسیلے کے طور پر مشروع کیا گیا ہے، اور اس لئے بھی کہ وہ بھی ایک دعا ہی ہے، اور اگر قبولیت مطلوب ہو تو دعا کے لئے داعی پر کچھ شرطوں کی پابندی لازم ہوتی ہے، ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف صدق توجہ ہے کہ داعی قبولیت کے یقین کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو۔ اس کا کھانا پینا حلال وطیب ہو، قبولیت کے اوقات کا انتخاب کرے جن میں سے ایک وقت آخری تہائی رات کا ہوتا ہے، مسجدوں میں دعا کرے، دو اذانوں (اذان اور اقامت کے بیچ) دعا کرے۔ اور ان کے علاوہ بھی جو اوقات اذکار کی کتابوں میں متداول ومعروف ہیں اختیار کئے جائیں۔

میری مراد یہ نہیں ہے کہ رقیہ کی طلب میں دوسروں کی طرف رخ کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ مشروع ہے، اور اس سلسلے میں احادیث ماثور ومتوفر ہیں، اور قبولیت کے اسباب میں صالحین اور تقویٰ وورع سے معروف ومشہور لوگوں کی جستجو بھی ہے، اور وہ قبولیت دعا میں جلدی کے اسباب میں سے ہے''۔ ②

---

① المعالجون بالقرآن - ص١٦٨-١٦٩۔

② المعالجون بالقرآن - باختصار - ص١٨٧-١٨٨۔

# بیماری کی تشخیص کے متعلق

# بلا علم گفتگو پر آمادہ کرنے کے اسباب

**فتح الحق المبین فی علاج الصرع والسحر والعین** کے مولفین ڈاکٹر عبداللہ بن محمد بن احمد طیار **(وکیل وزارة الشؤون الاسلامیة والأوقاف والدعوة والارشاد لشؤون المساجد)** اور شیخ سامی بن سلمان مبارک (امام وخطیب جامع الانصار دمام) فرماتے ہیں جنھیں رقیہ کا عملی تجربہ بھی ہے :

**''مکمل غور وخوص اور تثبت وتحقیق کے بغیر حالات کی تشخیص کے بہت سے اسباب ہیں جن میں کچھ اہم اسباب حسب ذیل ہیں :**

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تقویٰ کا فقدان، اور یہ چیز ہر شئ میں بلا علم وتحقیق اور اٹکل کے ذریعہ اقدام کا سبب ہوتی ہے۔

۲۔ لوگوں کی طرف سے حرج میں پڑ جانے کا خدشہ: ممکن ہے جو حالت اس کے سامنے آئی ہے وہ اس پر واضح نہیں ہے مگر مریض یا اس کے گھر والے مرض کا حال جاننا چاہتے ہیں اور اسے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے مگر یہ کہنے سے شرماتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم ہے لہٰذا کوئی بھی جواب دے دیتا ہے، اس کا سبب اللہ رب العالمین کے تقویٰ کا فقدان ہی ہوتا ہے۔

۳۔ لوگ خود ہی شیخ یا راقی کے سر پر سوار ہو جاتے ہیں اور حالت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے اس قدر اصرار کرتے ہیں کہ وہ کوئی نہ کوئی ایسا جواب دے کر اپنی جان چھڑا لیتا ہے جس سے وہ لوگ مطمئن اور راضی ہو جائیں، یہ چیز راقی کے لئے جائز نہیں ہے، ہم مریضوں اور اس کے گھر والوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ اگر راقی کو مرض کا حال معلوم نہ ہو سکے تو وہ اصرار نہ کریں۔

۴۔ بیماری کی حالت اور اس کے اعراض دوسرے حالات کے ساتھ مشتبہ ہو جاتے ہیں اور یہ صورت حال کچھ راقیوں کو بھی پیش آتی ہے اور کچھ اطباء کو بھی۔

چنانچہ راقیوں کے یہاں تو حالت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً ان میں سے کوئی کسی جن زدہ پر پڑھ رہا ہوتا ہے اور اگر کسی بھی سبب سے جن نے اس کی زبان پر گفتگو نہیں کی تو کہہ دیتا ہے کہ تمہیں جو تکلیف ہے وہ نظر بد کی ہے، جبکہ یہ غلط

ہے، کیونکہ جن کا نہ بولنا اس کے عدم وجود یا اس کے سوار نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ کبھی کبھی قرأت کے درمیان یا قرأت سے پہلے ہی جن بھاگ جاتا ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ جن گونگا ہو یا پھر ایسی ہی کوئی اور بات بھی ہوسکتی ہے۔

جبکہ دوسرے مریض کو نظر بد کی شکایت ہوتی ہے جس کا معاملہ بہت سنگین ہوتا ہے جیسا کہ آئے گا مگر راقی مریض سے یہ کہتا ہے کہ تمہیں جن لاحق ہے حالانکہ اسے جن کی کوئی شکایت نہیں ہوتی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ (جن زدگی، جادو اور نظر بد) کے کچھ اعراض کا بعض ذہنی یا عضوی امراض کی حالتوں کے ساتھ اشتراک ہوتا ہے، مثلاً جن زدگی کے اعراض میں سے ایک علامت قلق کی ہے مگر کیا قلق میں مبتلا ہر شخص جن زدہ ہوتا ہے؟ کیونکہ نفسیاتی بیماری بہت سے موقعوں پر قلق کا سبب ہوتی ہے، اور رحمان سے اعراض بھی قلق کا باعث ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ﴾ [طٰہٰ:۱۲۴]۔

''اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے''۔

اور سر درد کا سبب بھی کبھی کبھی جن زدگی ہوتا ہے اور کبھی اس کا سبب عضوی امراض ہوا کرتے ہیں۔

- **ابن حجر فرماتے ہیں:**

''سر درد کے اسباب بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ کا سبب تو معدے یا اس کی رگوں کا ورم ہوتا ہے، یا پر ہوجانے کی وجہ سے غلیظ ریاح اس کا سبب بن جاتی ہے، جماع اور قئی وغیرہ کی شدید حرکت بھی اس کا ایک سبب ہوتی ہے، استفراغ، شب بیداری یا کثرت کلام کی وجہ سے بھی ایسا ہوجاتا ہے، نفسیاتی بیماریاں فکر وغم اور بھوک اور بخار بھی اس کا سبب ہوا کرتے ہیں، کسی حادثے کے نتیجے میں سر پر لگنے والی چوٹ بھی اس کا باعث ہوتی ہے، دماغ کی جھلی میں پائے جانے والے ورم سے بھی ایسا ہوتا ہے یا کوئی بھاری چیز اٹھانے سے بھی سر درد ہوتا ہے کیونکہ اس سے سر پر دباؤ پڑتا ہے، یا اعتدال سے خارج کسی چیز کے بہنے سے جو گرمی ہوتی ہے یا ٹھنڈی ہوا یا سردی میں پانی کے لگنے کی وجہ سے بھی جو ٹھنڈک لاحق ہوجاتی ہے وہ بھی اس کا سبب ہوتی ہے''۔[1]

تو کیا ہر سر درد کے متعلق ہم یہ کہیں گے کہ اس کا سبب جن زدگی ہے؟

---

[1] فتح الباری: ۱۰/۱۶۲ ط دارالریان۔

یہی معاملہ شقیقہ (آدھے سر کے درد) کا بھی ہے، جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ یہ دردسر کے ایک جانب یا اس کے آگے کے حصے میں ہوتا ہے، اہل طب بیان کرتے ہیں کہ مزمن امراض میں سے ہے، جس کا سبب بلند ہونے والے بخار یا گرم یا سرد ردی اخلاط ہوتے ہیں جو دماغ کی طرف جاتے ہیں اور اگر انہیں منفذ نہیں ملتا ہے تو وہ سر درد کا باعث ہوتے ہیں، پھر اگر سر کا کوئی حصہ مائل ہوجاتا ہے تو درد شقیقہ کی بیماری ہوجاتی ہے، اور شقیقہ خصوصیت کے ساتھ تنہا دماغ کی شریانوں میں لاحق ہوتا ہے، اور سر کے سب سے کمزور حصے کو نشانا بناتا ہے، اس کا علاج پٹی باندھ کر کیا جاتا ہے۔ ①

۵۔ کچھ اطباء بالخصوص ذہنی امراض کے اطباء جن زدگی کے قائل نہیں ہیں اس وجہ سے وہ بیماری کی تشخیص میں جن زدگی کو مدنظر نہیں رکھتے ہیں۔

۶۔ قلت معرفت وتجربہ ہر چیز میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کا سبب ہے۔

## ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

طبیب حاذق وہ ہوتا ہے جو اپنے علاج میں بیس چیزوں کا لحاظ رکھتا ہے: ہم ان میں سے چند کا تذکرہ یہاں کرتے ہیں :

۱۔ مرض کی نوعیت پر غور کرنا کہ اس کا تعلق کس طرح کی بیماریوں سے ہے؟

۲۔ اس کے سبب پر غور کرنا کہ وہ کس وجہ سے پیدا ہوا ہے، اور کون سی علت فاعلہ ہے جو اس کے وجود کا سبب بنی ہے؟

۳۔ مریض کی عادت۔

۴۔ اس کا مقصد صرف اس (مرض) کا ازالہ کرنا ہی نہ ہو بلکہ ایسے طور پر اس کا ازالہ کرے کہ ساتھ میں کوئی ایسی مشکل نہ پیدا ہوجائے جو اس سے بھی سنگین ہو۔

۵۔ علت پر غور کرے کہ آیا اس کا علاج ممکن ہے یا نہیں؟ اگر اس کا علاج ممکن نہ ہو تو اپنے پیشے اور اس کی حرمت کو محفوظ رکھے اور لالچ کے باعث ایسے علاج پر آمادہ نہ ہوجائے جو بے فائدہ ہو۔

۶۔ اسے دلوں اور روحوں کی بیماریوں اور ان کی دواؤں کی بھی معلومات رہے۔

۷۔ مریض کے ساتھ ایسے لطف وشفقت سے پیش آئے جیسے بچوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں۔

---

① فتح الباری : ۱۰/ ۱۶۲۔

۸۔ مختلف قسم کے طبعی اور الٰہی علاجوں کو کام میں لائے۔ ①

• **اور بلا علم حکم لگانے کے برے اثرات کی ایک واقعی مثال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :**

''ہم اپنی باتوں کی شہادت میں ایک سچا واقعہ پیش کرتے ہیں جو خود ہمارے ساتھ پیش آیا تھا، ہم میں سے کسی نے ایک نوجوان لڑکی پر (رقیہ) پڑھا تو وہ گر پڑی اور چیخیں مارنے لگی، مگر پڑھنے والا پڑھتا ہی رہا، اثنائے قرأت اس لڑکی نے کہا: کیا مجھے جن لاحق ہے؟ قاری نے جواب دیا: تمہارا حال ایکدم ٹھیک ٹھاک ہے کچھ خرابی نہیں ہے، اس نے اسے اچھی طرح مطمئن کیا اور اس کا خوف نکال دیا، جس کے نتیجے میں اسے کافی راحت محسوس ہوئی، اس کے بعد قاری نے اس لڑکی کے بھائیوں سے اس کی تکلیف کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ ایک راقی آیا تھا جس نے یہ بتایا تھا کہ اسے جن لاحق ہے، بس اسی وقت سے اس پر یہ نفسیاتی کیفیت طاری ہوگئی اور جیسے ہی کوئی اس پر پڑھتا ہے وہ گر جاتی ہے، اور جب اس کی یہ نفسیاتی کیفیت ختم ہوگئی تو وہ ویسے ہی نارمل ہوگئی جیسے پہلے تھی، اس لئے ہم ہر (رقیہ) پڑھنے والے کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اٹکل سے کوئی فیصلہ نہ سنائے''۔ ②

## غلط تشخیص کے کچھ اور نمونے

• مہاراشٹر کے شہر اورنگ آباد کی ضلعی جمعیت اہل حدیث کے امیر صاحب نے بیان کیا کہ ایک نوجوان لڑکے کو پیلیا کا مرض لاحق ہوا اور مرض نے ایسی شدت اختیار کی کہ اس کا اثر اس کے دماغ پر ہوگیا اور اس کے تصرفات معمول سے ہٹ کر ہونے لگے، گھر والوں نے معاشرے کے رواج کے مطابق کسی دماغی اسپیشلسٹ کے بجائے ایک راقی سے رجوع کیا، پیشہ ور راقی نے اسے جن زدہ بتایا، اور موہوم جن کو بھگانے کے لئے گھر والوں کے سامنے اس نوجوان کی زبردست پٹائی کی اور خاص طور سے اس کے تلووں پر اپنی چھڑی سے سنگین ضربیں لگائیں جن کی وجہ سے وہ نوجوان چلنے پھرنے میں ایک عرصے تک مشکلات کا سامنا کرتا رہا، مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ جب مرض دور نہیں ہوا تو گھر والوں کو عقل آگئی اور انھوں نے وہاں ایک دماغی امراض کے ماہر ڈاکٹر سے رجوع کرلیا اور اللہ کے فضل سے اس کا علاج کارگر رہا اور وہ نوجوان صحت مند ہوگیا۔ پھر وہ راقی کی تلاش میں رہا کہ اگر وہ مل جاتا تو میں اس کی اچھی طرح خبر لیتا مگر اللہ نے دونوں کو ایک دوسرے کے شر سے بچا لیا۔

① دیکھئے : فتح المبین : ۶۶-۶۹۔

② حوالہ مذکور ص ۶۴-۶۵۔

## بلڈ کینسر کی مریضہ کے ساتھ راقی کا سلوک

مذکورہ راوی نے بتایا کہ ایک نوجوان لڑکی اچانک ایک دن غش کھا کر گر پڑی طبی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اسے بلڈ کینسر کی شکایت ہے جو بالکل ابتدائی اسٹیج میں ہے، اگر اس کا صحیح علاج کیا گیا تو مرض میں افاقہ ہوسکتا ہے، مگر اس لڑکی کے والد کو ایک راقی صاحب دستیاب ہوگئے اور انھوں نے فرمایا: وہ میڈیکل سائنس کی تحقیق ہے مگر نبوی سائنس یہ کہتی ہے کہ شیطان انسان کے اندر اس کے خون کی رگوں میں دوڑتا ہے، اس کے اوپر آسیبی اثرات ہیں جس کا علاج رقیہ شرعیہ ہی ہے، میں اس کا علاج کردوں گا، لہٰذا یہ راقی صاحب طبی علاج میں سدراہ ہوگئے، اسے ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جانے دیا اور جھاڑ پھونک کرتے رہے، جبکہ اندر اندر مرض اپنا کام کرتا رہا جو بالآخر اس لڑکی کے لئے جان لیوا ثابت ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک دن وہ چپ چاپ اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

## شریر روح کو بھگانے کے لئے موت تک مار

واقعہ مصر کا ہے، ایک خاندان کے سربراہ کو ڈپریشن کی نفسیاتی بیماری لاحق ہوئی، ڈاکٹروں کے ساتھ ایک لمبے سفر کے بعد جب گھر والے شفا سے مایوس ہوگئے تو بڑا بیٹا اپنے باپ کو پانچ عدد ڈھونگی راقیوں کی ایک ٹیم کے پاس لے گیا جن کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کے پاس ہر مرض کی دوا ہے اور وہ لاعلاج بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔

ان شعبدے بازوں نے یہ فیصلہ سنایا کہ بیماری کا سبب ایک شریر روح ہے جس نے اس آدمی کے اندر بسیرا کر رکھا ہے، اور وہ نرمی کے ساتھ باہر جانے پر آمادہ نہیں ہے، لہٰذا اس کا علاج پٹائی کے سوا اور کچھ نہیں ہے، پھر وہ پانچوں واقعتاً ڈنڈے لے کر اس کی دھنائی کرنے لگے اور لاٹھیوں اور مکوں سے اسے اس قدر مارا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور بیٹا باپ کی مردہ لاش لے کر گھر گیا۔

## انسان کی زبان پر جن کے بولنے کی حقیقت

کیا کسی انسان کا اجنبی آواز یا اجنبی زبان میں گفتگو کرنے لگنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر جن سوار ہے؟
عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی ذہنی یا نفسیاتی مریض اجنبی آواز یا اجنبی زبان میں گفتگو کرنے لگتا ہے تو راقی

---

① صحیفة الیوم، الجمعة ۱۴/ ذوالحجة ۱۴۱۳ھ شمارہ (۷۲۹۴) ، دیکھئے : فتح المبین. ص ۱۴۴۔

حضرات یہ بات فائنل کر دیتے ہیں کہ اس پر جن سوار ہے اور اسی بنیاد پر اس کا علاج ہوتا رہتا ہے مگر یہ ضروری نہیں ہوتا کہ مریض اچھا ہو جائے اور اس کی بیماری رقیہ سے دور ہو جائے بلکہ ایسے مریضوں کے ساتھ بھی بارہا ایسا ہوا ہے کہ طبی علاج سے انہیں شفا ملی ہے اس لئے اس مسئلے کا جائزہ بڑی سنجیدگی کے ساتھ لینے کی ضرورت ہے۔

**سب سے پہلے تو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ شرعی اعتبار سے اس بات کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے کہ جن انسانوں کی زبان پر بولتا ہے۔**

- **علامہ البانی کے معروف شاگرد شیخ مشہور بن حسن آل سلمان صاحب فرماتے ہیں :**

''یہ بات علم میں رہے کہ جنوں میں جھوٹ بہت زیادہ پایا جاتا ہے، بلکہ یہی غالب ہے، اس لئے ان کے ساتھ گفتگو میں دور تک جانا اور ان کی تمام باتوں کی اس طرح تصدیق کرنا نامناسب ہے گویا وہ قطعی ہوں اور ان میں شک کی گنجائش نہ ہو، کیونکہ یہ عمل بنی انسان پر شیطان اور اس کی فوجوں کے داخلوں کا ایک عظیم باب ہے، واللہ المستعان۔

**اور جن دو باتوں کی طرف توجہ مبذول کرانا مناسب ہے وہ حسب ذیل ہیں :**

**اول :** کوئی بھی صحیح صریح دلیل ایسی ثابت نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ جن انسان کی زبان پر بولتا ہے۔

**دوم :** کوئی بھی صحیح صریح دلیل ایسی نہیں ہے جو انسان کے جن (یا جن زدہ) کو مخاطب کرنے پر دلالت کرتی ہو، اس سلسلے میں صرف اتنا ثابت ہے کہ اسے نکل جانے کا حکم دیا جائے، اور یہ چیز سابقہ احادیث (ص ۴۰۴-۴۱۴) میں پائی جاتی ہے۔

لہٰذا جن پر حجت قائم کرنے اور اس کے انسان پر ظلم کرنے کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام کا کوئی مستند نقلی (یعنی قرآن وسنت کی دلیل) موجود نہیں ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شریعت ثقلین (انس وجن) دونوں کے لئے عام ہے اور اس کے ساتھ تجربات وغیرہ کو بھی ملا دیا جائے، مگر اس بات کی بھی تحقیق ہونی چاہیے کہ اس طرح کے معاملات میں تجربے پر اعتماد کی مشروعیت کس حد تک ہے؟'' **واللہ الموفق للصواب۔**[1]

[1] فتح المنان في جمع كلام شيخ الاسلام ابن تيمية عن الجان ص ۴۸۱-۴۸۲۔

- **علامہ البانی رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد شیخ علی بن حسن حلبی اثری صاحب اپنی کتاب:**

**''برهان الشرع في اثبات المس والشرع''میں لکھتے ہیں :**

''مجھے کوئی شرعی دلیل ایسی نہیں معلوم ہے جو اس بات کو ثابت کرتی ہو کہ انسان کی زبان پر جن بولتا ہے۔اور یہی ہمارے شیخ البانی حفظہ اللہ کا بھی فرمانا ہے۔اگر اس میں سے کچھ ثابت بھی ہو۔اور ہم اس کے منکر نہیں ہیں۔تو وہ توسع،تفصیل طلبی اور مکالموں کے بغیر ہوگی۔

- ...پھر میں نے اخبار (المسلمون) (نمبر:۵۵۰) میں جامعہ ام القری مکہ کے مدرس ڈاکٹر حُسنی مؤذن کا مضمون دیکھا جس کا عنوان تھا:''جن زدہ کے اندر جن کو بلوانے کی کوئی اصل نہیں ہے''۔(دیکھئے:ص۵۱)

- اسی کتاب میں شیخ علی مشرف عُمری کی بعض آراء پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

میں نے شیخ علی مُشرِف عمری کے ان تمام (جدید) اقوال کا احاطہ نہیں کیا ہے جو اخبارات نے ان کی طرف سے اس بارے میں شائع کیا ہے کہ وہ انسان پر جن کے سوار ہونے کا انکار کرتے ہیں!! مگر مجھے اس کا حاصل اور خلاصہ معلوم ہوا ہے،اور مجھے ان میں سے چند کے متعلق آگاہی ہے..

اور تا کہ میں اپنی اس کتاب کو ان کے ساتھ ان کی آراء کے متعلق۔اللہ انہیں توفیق دے۔ایک مختصر سی مفید بحث سے خالی نہ رکھوں،میں نے چاہا کہ ان کے کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات بیان کر دوں۔

اور اس سے قبل میں کہتا ہوں:...انھوں نے اپنے اس انٹرویو میں جو باتیں کہیں تھیں انہیں کے ضمن میں یہ بھی کہا تھا کہ :

**''جب میں نے نفسیاتی طب کی کتابیں پڑھیں،اور چند امراض پر نفسیاتی علامتوں کی تطبیق کی تو میں نے پایا کہ ان میں سے اکثر حالات نفسیاتی بیماریوں کے ہیں..''**

- **پھر اس کے بعد فرمایا :**

**''میں نے نفسیاتی طب کی کتابیں پڑھیں اور ان تمام چیزوں کو جمع کیا جو نفسیاتی امراض کے متعلق لکھی گئی تھیں،تو میں نے پایا کہ اکثر وہ حالات جن سے مجھے سابقہ پڑتا ہے نفسیاتی بیماریوں کے حالات ہیں..''۔**

- **اس کے بعد انھوں نے کہا :**

**''مجھے معلوم ہوا کہ وہ تمام امراض جن کے متعلق مجھ سے رجوع کیا جاتا تھا ان میں جن نہیں ہوا کرتے تھے جیسا**

**کہ میرا تصور تھا، اور جیسا کہ آج بھی لوگوں کا تصور ہوتا ہے، یہ سب کے سب مکمل طور پر محض نفسیاتی امراض تھے، اور جنوں کا معاملہ نادر ہوتا تھا بلکہ نادر سے بھی زیادہ حد درجہ نادر تھا''۔** ①

- **اس کے بعد انھوں نے اپنا انٹرویو لینے والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :**

''آپ جو یہ کہتے ہیں کہ میں انسان پر جنات کے سوار ہونے کا منکر ہوں تو یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ -شیطان جو جنوں میں سے ہے- انسان کو لاحق ہوتا ہے اور اس پر دلالت کرنے والے چار نصوص وارد ہوئے ہیں..''۔

اور شیخ عمری سے یہ جو تفصیلات گزریں وہ صاحب ''الاسطورۃ'' (ص ۱۰۶) کی نقل کردہ باتوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں -جن میں وہ کہتے ہیں- حالانکہ وہ تو ان کی کتاب کو سرے سے ڈائنا میٹ کر دیتی ہیں -بعض معالجین سے جو ان کے نزدیک ثقہ ہیں نقل کیا ہے کہ :

**''ان حالات میں سے ۹۵% بلکہ ۹۹% میں جن میں جنات انسان کی زبان پر بولتا ہے نفسیاتی بیماریوں کے حالات ہوا کرتے ہیں، جن کا دور یا نزدیک کسی طرح سے بھی جنوں سے تعلق نہیں ہوتا ہے''**

- **شیخ علی حسن فرماتے ہیں :**

**میں کہتا ہوں :**

یہ سب قریب ہے محتمل ہے، تصور کے اعتبار سے بھی علمی ہے، حال کے اعتبار سے بھی علمی ہے کیونکہ اس سے حسب ذیل چند امور کا اثبات ہوتا ہے :

**اول :** جنوں کے سوار ہونے اور جن زدگی کا ثبوت۔

**دوم :** لوگوں کے بہت سے حالات نفسیاتی بیماریوں کے ہوا کرتے ہیں۔

**سوم :** ان میں سے بہت ہی کم حالات حقیقی جن زدگی کے ہوتے ہیں۔

یہ ایک ایسی بات ہے جس پر ہم زیادہ گفتگو یا بحث مباحثہ نہیں کریں گے، کیونکہ اس میں کوئی بات علمی قاعدے سے باہر نہیں گئی ہے، نہ اس میں اہل سنت کے منہج سے تجاوز پایا جاتا ہے''۔ ②

① اسی طرح کی بات انھوں نے ''جریدۃ المسلمون'' شمارہ ۶۰۴ میں بھی کہی ہے۔

② دیکھئے : حوالہ مذکور : ۱۸۵-۱۸۸۔

# شیخ علی بن مشرف عمری سعودی عرب کے سب سے قدیم اور بڑے راقی رہے ہیں

- شیخ علی مشرف عمری صاحب سعودی عرب کے سب سے پرانے پیشہ ور راقیوں میں سے ہیں جنھوں نے ایک لمبا عرصہ اس طرح کے مریضوں پر صرف کیا جن کی تعداد کا علم اللہ ہی کو معلوم ہے۔ جب انھوں نے اس طرح کے کیسوں کے متعلق رائے عامہ سے ہٹ کر اظہار خیال کیا تو بہت سے علماء نے ان کی تردید کی جن میں شیخ ابن باز رحمہ اللہ بھی تھے ان کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا کہ وہ جن زدگی ہی کے منکر ہو چکے ہیں مگر جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا انھوں نے اس بات کا انکار کیا اور اپنی طرف منسوب اس قول کی تردید کی مگر یہ حقیقت ہے کہ ان کی بہت سی آراء پر لوگوں نے گرفت کی تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عمری صاحب ایک صاحب علم شخصیت ہیں، اس میدان میں ان کا تجربہ وسیع اور لمبا ہے، اور انھوں نے جو یہ فرمایا ہے کہ اس طرح کے مریضوں میں اکثریت ذہنی اور نفسیاتی مریضوں کی ہوتی ہے اور انسانوں کی زبانوں پر اجنبی آوازوں یا اجنبی گفتگو کی وجہ سے جن زدگی کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تو اس بات کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے اہل علم ان کی اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں۔

اور دماغی امراض کے ماہر ڈاکٹروں کے تجربات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر راقیوں کے تجربوں سے اس بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ جن انسان کی زبان پر بولتا ہے تو اس بات کو بھی تجربے سے تسلیم کرنے میں کوئی مانع نہیں ہونا چاہیے کہ کسی انسان کی زبان پر اجنبی نطق کا مطلب اس کا جن زدہ ہونا نہیں ہوتا ہے۔

# جن زدگی کے دو واقعات کی تفسیریں

## از ڈاکٹر عبدالرزاق الحمد

ڈاکٹر عبدالرزاق حمد صاحب ذہنی اور نفسیاتی امراض کے ماہر ڈاکٹر ہیں اور سعودی عرب کے مختلف میڈیکل کالجوں اور ہسپتالوں میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے ہیں ان کا ایک ویڈیو یوٹیوب پر موجود ہے جس کا عنوان ہے تلبس الجن فی رأی استشاری الطب النفسی د.عبدالرزاق الحمد۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ وسواسی طبیعت کے مالک ہوتے ہیں اور ان کے اندر وسوسوں اور خارجی اثرات

کو قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے، وہ اپنے اردگرد کے ان حالات سے بہت جلد متاثر ہو جاتے ہیں جو ان کے اندر وہمی قسم کے سنگین نتائج پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔

## وکیل الجامعہ صاحب کی ضعیف الاعتقادی

بیان کرتے ہیں کہ مشہور راقی عمری صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ریاض کی مشہور یونیورسٹی کے ایک ڈین (وکیل الجامعہ) صاحب میرے پاس ایک مریضہ کو لے آئے جوان کی کوئی عزیزہ تھی، جس کے بارے میں خیال یہی تھا کہ وہ جن زدہ ہے، میں نے اس پر رقیہ پڑھنا شروع کیا اور اثنائے رقیہ بطور مذاق ڈین صاحب سے میں نے کہا: دیکھئے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا جن نکل کر آپ کے اندر گھس جائے۔ یہ صاحب درحقیقت کچھ زیادہ ہی وہمی ٹائپ کے انسان نکلے انھوں نے اسے حقیقت سمجھ لیا اور اسی وقت سے سوچ میں پڑ گئے جب گھر گئے تو رات بھر انہیں نیند نہیں آئی اور صبح انہیں یقین ہو گیا کہ وہ جن ان کے اندر گھس گیا ہے، وہ گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے: جن مجھ پر سوار ہو گیا ہے، میں نے انہیں دھر دبوچا اور لگا ان کا گلا دبانے جس کے نتیجے میں ان کی سانس رکنے لگی، پھر میں نے انہیں دے مارا اور ان کے سینے پر سوار ہو کر ان کا گلا دبانے لگا جس سے ان کا دم گھٹنے لگا اور شدت تکلیف میں بالآخر انہیں احساس ہوا کہ وہ گیا، لہٰذا اب ان کی زبان پر یہ جملہ آرہا تھا کہ نکل گیا نکل گیا۔ اس طرح بیچارے کا جن بھگایا گیا، مگر وہ ایک وقتی بات تھی۔

پھر ان کا نفسیاتی علاج میں نے کیا تب جا کر جناب صحت یاب ہوئے۔

## وہمی طور پر جن زدہ لڑکی

دوسرا واقعہ ایک لڑکی کا ہے جو جامعۃ الامام کے اصول دین کالج کی ریسرچ اسکالر تھی اور ادیان و مذاہب پر تحقیق کر رہی تھی جس میں ایک موضوع بدھ دھرم کا بھی تھا، اس کے متعلق پڑھتے پڑھتے اچانک اس پر وسوسوں اور اوہام کا ہجوم ہوا جن کے قبول کرنے کی استعداد اس کے اندر کچھ زیادہ ہی معلوم ہوتی تھی، وہ کچھ وسواسی طبیعت ہی کی واقع ہوئی تھی، شدہ شدہ یہ خیال اس کے ذہن میں جڑ پکڑ گیا کہ اس کے اوپر جن سوار ہے اور وہ بدھسٹ ہے، قصیم سے لیکر ریاض تک تمام راقیوں کا چکر شروع ہوا مگر کوئی راقی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوا کہ اس پر جن ہے، سب اسے یہی باور کراتے رہے کہ اس پر جن نہیں ہے مگر وہ اس بات پر مصر تھی کہ اس پر جن سوار ہے، لہٰذا وہ ریاض میں عمری

نام کے راقی کے پاس گئی جوان مشہور راقی عمری کے علاوہ ہیں، وہ کچھ معذور ہیں اور ان کا بڑا سا استراحہ (ریسٹ ہاؤس) ہے، لڑکی جب ان کے پاس پہنچی تو انھوں نے رقیہ پڑھا اور فیصلہ سنا دیا کہ تمہیں کچھ نہیں ہوا ہے، مگر اپنی ذخیرہ شدہ معلومات میں سے لڑکی نے یہ کشید کیا کہ جنوں کی حاضری راقیوں کے گلا گھونٹنے سے ہوتی ہے، بس پھر کیا تھا یہ تجویز اس نے عمری صاحب کے سامنے رکھ دی: او شیخ میرا گھلا گھونٹو، جب شیخ نے گلا گھونٹا تو جن حاضر ہو گیا لڑکی کی آواز بدل گئی، کہنے لگا میں بدھسٹ جن ہوں، اس وقت تک ہرگز باہر نہ جاؤں گا جب تک شیخ ابن باز مجھے باہر جانے کو نہ کہیں، شیخ ابن باز کا نام سن کر عمری کی باچھیں کھل گئیں کہ یہ اچھی مناسبت شیخ ابن باز کے پاس جانے کی ہاتھ آ گئی، لہٰذا عمری صاحب اپنا قافلہ لے کر شیخ ابن باز کے پاس پہنچ گئے، شیخ نے دم کیا تو جن حاضر ہو گیا، گفتگو کے بعد بدھسٹ جن مسلمان ہو گیا اور اس لڑکی کے جسم سے نکل گیا، خبر اخبارات میں شائع ہوئی۔ مگر لڑکی کی حالت کچھ دنوں کے بعد پھر ویسی ہی ہو گئی اور وہ جن اس کے پیچھے لگا رہا۔

کیس میرے پاس آیا تو میں نے اس بیماری کی کیس ہسٹری بنائی اور تحقیق کے بعد وہ قضیہ مجھ پر واضح ہو گیا۔ شیخ ابن باز کو اس کی ہسٹری نہیں معلوم تھی انھوں نے اپنے علم و تجربے کے مطابق اس واقعے کی تفسیر کی اور اسی کے مطابق عمل فرمایا اور میں نے ایک دوسرے انداز میں اس واقعے کی تفسیر کی اور اپنی پیشہ وارانہ مہارت اور تجربوں کو روبہ عمل لا کر اس کا علاج کیا تو وہ ٹھیک ہو گئی۔ اس کی تفصیلات آج بھی میرے پاس ہاسپٹل کی فائلوں میں موجود ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ قصے کسی نظریے کی دلیل نہیں بن سکتے ہیں اس کے لئے ٹھوس علمی دلائل اور علمی اصولوں پر مبنی تجربوں کی ضرورت ہوتی ہے، میں جن زدگی کا منکر نہیں ہوں مگر اس کے واقعات انتہائی نادر ہوتے ہیں، بیشتر واقعات نفسیاتی امراض کے ہوا کرتے ہیں۔ لڑکی کی آواز کے بھاری ہو جانے اور تبدیل ہو جانے کے متعلق انھوں نے بتایا کہ اس کی مختلف توجیہات پیش کی جا سکتی ہیں کہ اس نے اداکاری کی ہو، اس کے لاشعور میں بیٹھی ہوئی کوئی چیز اس کا سبب بنی ہو، یا اپنی ثقافت کے متعلق اس نے اپنے اوپر ایک شخصیت طاری کر لی ہو یہ سب ممکن ہے۔ انتھیٰ

# نفسیاتی طب کے نقطہ نظر سے
# مریض کی زبان پر جن کے بولنے کی تفسیر

از استاذ محمد حامق

رقیہ سے علاج کے عمل میں پیش آنے والے عجیب وغریب حالات میں سے ایک حالت جس کے متعلق عرب معاشرے میں لوگوں کے درمیان کثرت کے ساتھ خبریں نقل کی جاتی ہیں ان مریضوں کی بھی ہے جو اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ ہوجاتے ہیں اور ان کے اندر بسنے والا کوئی جن ان کی زبان پر گفتگو کرنے لگتا ہے..!، باتیں تو وہی کر رہے ہوتے ہیں مگر ان کا لب ولہجہ، اسلوب کلام اور بسا اوقات زبان بھی پورے طور پر بدلی ہوتی ہے، ان کی گفتگو ان کے معتاد طریقے سے یکسر مختلف ہوتی ہے، اب سبھی اس جگہ یقین کے ساتھ یہ کہنے لگتے ہیں کہ اس شخص کے اندر بولنے والی ہستی ایک اجنبی مخلوق کی ہے، بسا اوقات یہ گفتگو کرنے والا اپنا نام، مذہب اور وہ جگہ بھی بتاتا ہے جہاں سے وہ آیا ہوتا ہے، پھر ان میں کوئی یہودی جن ہوتا ہے، کوئی چھوٹا شیطان ہوتا ہے، کوئی دوشیزہ بھی ہوسکتی ہے جو اس مریض سے شادی کی خواہشمند ہوتی ہے جس کے جسم میں اس نے بسیرا کر رکھا ہوتا ہے، وہ کوئی مرد بھی ہوسکتا ہے جو عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے جس کے اندر سمایا ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کا عاشق زار ہوتا ہے، جی ہاں لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح کے سیکڑوں قصے سناتے ہیں جو رقیہ سے علاج کے درمیان پیش آتے ہیں، لوگ یہ خبریں سن سن کر حیران وششدر رہوتے ہیں، یہ سب ان شیاطین کے نمونے ہیں جو مریض کے اردگرد رہنے والوں سے گفتگو کرتے ہیں، اور ایسا بھی بہت ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی فرد اس مریض کا پیچھا چھوڑنے اور اسے اپنی سرگرمیوں سے مکت کرنے کے لئے معالج کے سامنے کچھ مطالبات بھی رکھتا ہے، اور بات یہاں پکی ہے، آپ اسے بہت سے ذرائع سے سنتے ہیں، اس حد تک کہ کچھ راقی حضرات تو آپ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے پاس ان واقعات کی ریکارڈنگ موجود ہے جس میں جنات صاحب بنفس نفیس گفتگو فرما رہے ہوتے ہیں، ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ سب کو یقین آجائے۔

اب آپ یہاں حسب ذیل سوال کرسکتے ہیں کہ : نفسیاتی طب کے نقطۂ نظر سے اس کی تفسیر کیا ہے؟!

اس کا جواب یہ ہے کہ : نفسیاتی طب میں یہ صورت حال معروف ہے اور اس کی تعبیر لفظ : (Xenoglossie) سے کی جاتی ہے، اور اس کا مطلب ہوتا ہے : کسی مجہول زبان میں گفتگو کرنا، اس لفظ کو

بایولوجی کے طبیب ''ریشے'' نے ایجاد کیا تھا، یہاں دسیوں بلکہ سیکڑوں اشخاص ہیں جو پیشتر بھی اجنبی زبانوں میں یا مجہول زبان میں گفتگو کر چکے ہیں، اور اگر ان میں کوئی ذہین وطباع شخص ہو تو اس کے لئے کسی نئی زبان کا ایجاد کر لینا بھی جائز ہے جو اس سے پہلے سنی ہی نہ گئی، ایسے ہی اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ ایسی اجنبی زبانیں سمجھنے لگے جو اس نے پہلے نہ سیکھی ہوں، کچھ علمائے لاہوت نے اس کی تفسیر شیطانی تلبس سے کرنے کی کوشش کی ہے، یہی حال مسلمانوں کا بھی ہے، مگر دینی نصوص میں کوئی ایک بھی شرعی دلیل ایسی نہیں ہے جو اس مسئلے کا اثبات کر سکے، اور بعض لوگوں نے اس کی شرح تقمص (دوسری شخصیت اپنے اوپر طاری کرنے) سے کی ہے، دوسرے کچھ لوگ اسے روحوں کی حاضری سے مربوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر سائنس کی ترقی سے علمائے طب نفسی کے لئے اس مسئلے کی تفسیر ممکن ہو چکی ہے جو بظاہر فہم کے لئے پیچیدہ نظر آتی ہے۔ ہم ذیل میں اس کی کچھ تفسیریں پیش کر رہے ہیں :

- **ذاکرہ (قوت یادداشت) اجنبی زبان میں گفتگو کے اسباب میں سے ایک ہے :**

ایک شخص کے لئے کسی اجنبی زبان میں جسے اس نے یکسر سیکھا ہی نہ ہو گفتگو کرنا ممکن ہے، اور ایسا تنویمی عمل کے درمیان ہوتا ہے، جب تجزیہ کرنے والا نفسیاتی طبیب کسی مریض کو تنویم کے عمل سے گزار رہا ہوتا ہے اور وہ اپنی نفسیاتی حالت میں حد درجہ بحرانی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے تو بہت ممکن ہوتا ہے کہ وہ کسی مجہول زبان میں گفتگو کرنے لگے، یقیناً یہ سب کچھ لاشعور میں ہی واقع ہوتا ہے اور تنویم کے معمول کو بعد میں اس کا احساس تک نہیں ہوتا ہے کہ اس نے کسی مجہول زبان میں گفتگو کی ہے، تنویم کا معمول بننے والا شخص جسے القاء کے ذریعے اس عمل سے گزارا جاتا ہے اس کی یادداشت لاشعوری کیفیت میں ہوتی ہے، یعنی وہ سطوت لاشعور کے تحت ہوتا ہے، پھر جو صورت حال بنتی ہے وہ کچھ اس طرح کی ہوتی ہے کہ وہاں جو دبے کچلے احساسات کا ڈھیر ہوتا ہے جو مریض کی حیات میں ایک لمبے عرصے سے اس کے ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں اور بسا اوقات ان کی ابتدا انتہائی آغاز طفولیت ہی سے ہو گئی ہوتی ہے، پھر یہ دبے کچلے احساسات نئے سرے سے ظہور کے لئے مستعد ہوتے ہیں، اور عمل تنویم کے ایک فیصلہ کن مرحلے میں لاشعور کی تاثیر کے تحت ایک دوسرے میں گھسے ہوئے دبے احساسات کو ان سے مربوط قدیم تفصیلات باہمی طور پر بلانے اور پکارنے لگتی ہیں اور لاشعور میں ہونے والی اتھل پتھل کے نتیجے میں مریض ایک اجنبی زبان بولنے لگتا ہے، اور یہ سب کچھ یادداشت میں جمع ان قدیم دبے کچلے احساسات کے بھاری ڈھیر کے متحرک ہونے کے نتیجے میں رونما ہوتا ہے جو ایک دوسرے میں گھسے اور پیوست ہوتے ہیں، اسی وجہ سے مریض کی زبان میں خلط پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اجنبی لہجے میں بات کرنے لگتا ہے۔

پھر جب وہ کسی چھوٹے بچے کی آواز میں بات کرتا ہے تو یہ اس کے لاشعور میں دبے کچلے وہ احساسات وجذبات ہوتے ہیں جو طفولیت کے بڑے ابتدائی مرحلے ہی میں اس کے اندر جمع ہونے لگے ہوتے ہیں اور اب وہ ایک دوسرے کو آوازیں دیتے ہیں تو یہ شخص ایک چھوٹے بچے کی آواز میں بات کرنے لگتا ہے، کیونکہ وہ عمل تنویم کے درمیان اپنی اس حالت اور زندگی کے اس مرحلے کی طرف لوٹ جاتا ہے جو اس کی بیماری کا اور اس کی نفسیاتی پیچیدگی کا سبب بنا ہوتا ہے۔

- مگر جب کسی مریض کے اندر عورت بولنے لگتی ہے یا وہ کوئی عورت ہو اور اس کے اندر مرد بولنے لگے، تو اس کی تفسیر خیالی طور پر جنسی خواہشات کی ناآسودگی سے کی جاتی ہے۔

اگر کوئی مرد کسی عورت سے اپنی زندگی میں پیار کرتا رہا ہو تو وہ اسی کی زبان میں بولنے لگتا ہے، ایسے ہی اگر کوئی عورت اپنی زندگی میں کسی مرد کی عاشق رہی ہو تو وہ اسی کی زبان میں بولتی ہے یہ سب عاشقانہ جنسی آسودگی کی چاہت کی تجسیم ہے جو نفس کی گہرائی سے ابلتی ہے مگر حالات وظروف یا سماجی پیمانے حقیقی شکل میں اس کی تکمیل کا موقع فراہم نہیں ہونے دیتے اور وہ لاشعور میں دبی کچلی رہ گئی ہوتی ہے، تب نفسیاتی تجزیہ کرنے والے یا نفسیاتی طبیب کو جو نفسیاتی تجزیوں کے ذریعہ علاج کرتا ہے ایسے مریض کے کسی مجہول زبان میں گفتگو کرنے پر حیرانی نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کے برعکس اس کے سامنے مریض کی بیماری اور علت کا وہ سبب واضح ہو جاتا ہے جو مریض کو اپنی موجودہ نفسیاتی حالت تک پہنچانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

- **انشقاق ذہنی (شیزوفیرینیا) کے مریضوں کا کسی مجہول زبان میں گفتگو کرنا :**

انشقاق ذہنی کے مریضوں کے اعراضی ممیزات میں وظائف لغویہ کا اختلال ایک اہم علامت ہے، جی ہاں شیزوفیرینیا کے مریضوں کی زبانوں میں حد درجہ غرابت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اکثر حالات میں ناقابل فہم ہو جاتی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ انشقاق ذہنی کا ایک مریض ایک جملے میں ایک ایسے لفظ کو رکھ دیتا ہے جو قطعی غیر متعلق اور غیر مربوط ہوتا ہے، یا وہ اپنے سیاق کلام میں ایک ایسی پیچیدہ عبارت استعمال کرتا ہے جس کا موضوع زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، یا یکسر مجہول الفاظ استعمال کرنے لگتا ہے جن کی نہ کوئی دلالت ہوتی ہے نہ کوئی معنی ہوتا ہے۔ درحقیقت انشقاق ذہنی کے مریض عام طور پر لوگوں کے ساتھ فکری تواصل وترابط گم کر بیٹھتے ہیں، اگر آپ شیزوفیرینیا کے مریضوں کے یہاں لغوی استجابت کا دقیق جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ بیشتر حالات میں ان کے جوابوں میں ترابط یا درست تفاعل بگڑا ہوا ہوتا ہے، جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے جوابوں

میں باہمی تفاہم کے درست اسلوب کو اپناتے ہیں وہیں انشقاق ذہنی کے اکثر مریض اس سے عاجز رہ جاتے ہیں، اس لئے ان کے یہاں گفتگو کا درست ردعمل اور تفاعل کا ربط فاسد ہوجاتا ہے یا منتشر ہوجاتا ہے، ہمارے لئے اس صورت حال کی وضاحت نفسیاتی طبیب جوزف چرچ (Joseph Church) نے کی ہے جو انشقاق ذہنی کے مریضوں کی مریضانہ زبان کی تحقیق اور ریسرچ کے اسپشلسٹ ہیں۔ یہ صاحب تحقیق نفسیاتی طبیب ہمیں انشقاق ذہنی کے مریض کے متعلق جس کی طرف متعدد غیر معمولی قوتیں منسوب ہوتی ہیں بتاتے ہیں کہ کس طرح ان کا نام اس مریض کے دور دراز کے متکلمانہ ردعمل کے ارتباطات کو تحریک دیتا ہے، اور اسی سے اس اسکالر نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ الفاظ اور اس کی دلالتوں کے متعلق انشقاق ذہنی کے مریض کے یہاں ایک خاص تاویل ہوتی ہے، غور کیجئے کہ ان کا لقب جس کی تعبیر لفظ (Church) سے ہوتی ہے اس کی ابتدا بھی دو حرفوں (Ch) سے ہوتی ہے اور انتہا بھی جن کا نمبر ابجدی حروف میں تیسرا اور آٹھواں ہے (C=3)، (H=8)، اور اس لقب کو یوں لکھنا (38UR38) ممکن ہے، اب یہ لفظ (UR) سے عبارت ہے جو دو نمبروں (38) کے درمیان محصور ہے، تب اس اسم کو اس طرح (UR238) لکھنا ممکن ہے اور یہ عبارت لفظ (یورانیم) کے علمی رمز سے بہت قریب ہے، اور اسی سے اس طبیب کے لئے یہ تفسیر آسان ہوگئی کہ مریض علاجی نشستوں کے درمیان اس کے متعلق یہ تبصرہ کرتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ ایٹمی قوت سے آراستہ ہے، پھر لفظ (CHURCH) دو حرف (H) پر مشتمل ہے، یعنی وہ (H2) پر مشتمل ہے، مطلب یہ ہے کہ ہائڈروجن کا جزئیہ ہے، اور ایسے ہی اس کا تقاضا ہائڈروجن بم بنانا ہے، اسی لئے ڈاکٹر (Joseph Church) نے یہ انکشاف کیا کہ انشقاق ذہنی کے مریضوں کی زبان پورے طور پر دلالت اشیاء و الفاظ کی اسی رمزی تاویل پر مبنی ہوتی ہے، اور عام طور پر جو زبان ہم انہیں بولتا ہوا پاتے ہیں اور اسے سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں وہ اسی طریقے سے تشکیل پاتی ہے۔

اسی طرح کے دور کے کلامی ردعمل کے ارتباطات جن کے ساتھ ہذیان گوئی اور بے ربط گفتگو کے سلسلے بھی لگے ہوتے ہیں، جب ہم انشقاق ذہنی کے مریضوں کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے حال سے بیگانہ ہوچکے ہیں تو اس سے یہی کیفیت مراد لیتے ہیں۔ اور عام طور پر بعینہ یہی صورت حال راقیوں کے ساتھ پیش آتی ہے کہ ان کے پاس آنے والے کیسوں میں زیادہ تر انشقاق ذہنی (فصام) کے مریض ہوتے ہیں، مگر انہیں ان کی اس بیماری کا پتہ نہیں ہوتا ہے، اس لئے انہیں اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ یہ مریض جن زدگی یا شیطانی تلبس کا شکار ہیں، اور ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ سائنٹفک طریقے پر ان مریضانہ حالات کی تفسیر نہیں کر پاتے ہیں۔

## • کسی مجہول زبان میں گفتگو کی ایک تفسیر ہذیان بھی ہے :

بلاشبہ ذہنی مریضوں کے بنیادی اعراض میں ایک اہم علامت ہذیان بھی ہے بالخصوص جب کہ وہ انشقاق ذہنی (فصام) کا کیس ہو، صورت حال یہ ہے کہ ہمیں نفسیاتی طب اور دماغی امراض کے اسپتالوں میں انشقاق ذہنی کے بہت سے حالات نظر آتے ہیں جن میں مریضوں پر مظلومیت یا عظمت یا بیک وقت دونوں کے واہموں کا غلبہ ہوتا ہے، اور ان حالات کو پیرانائڈ شیزوفیرینیا (Paranoid Schizophrenia) کہا جاتا ہے، جس میں مریض مثلاً اپنے نبی یا إله یا مشہور لیڈر ہونے کا مدعی ہوتا ہے.. الخ اور آپ دیکھیں گے کہ اپنے اوپر مسلط اسی نامعقول اور بے سروپا اعتقاد کے مطابق اس مریض کے تصرفات ایسے ہی اوٹ پٹانگ قسم کے ہوجاتے ہیں، اکثر ان مریضوں کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ ان کے اندر غیر معمولی قسم کی مہارتیں اور خارق قوتیں پائی جاتی ہے، یہ عام طور پر انشقاق ذہنی (فصام) کے ان مریضوں کا حال ہوتا ہے جو عظمت کے واہمے میں مبتلا ہوتے ہیں، جبکہ مظلومیت کے واہمے کا شکار مریضوں کے خیالات ان افکار پر مشتمل ہوتے ہیں جن میں نقصان اور ضرر پہنچانے کے اندیشے پائے جاتے ہیں، ان مریضوں کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ انہیں قتل کردینا چاہتے ہیں، انہیں اذیت سے دوچار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، انٹلی جنس والے اور جاسوس ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں.. الخ مظلومیت کے یہی واہمے عام طور پر فصامیوں (انشقاق ذہنی کے مریضوں) کی زبان میں مجسم ہوجاتے ہیں، اس بنیاد پر سارے ہی ذہنی مریضوں اور فصامیوں کی سب باتیں وضاحت تعبیر میں یکساں نہیں ہوتی ہیں، اس لئے کہ مظلومیت کے واہموں میں مبتلا اشخاص کی زیادہ تر باتیں مبہم اور غامض زبان میں ہوتی ہیں جن کا ادراک حد درجہ دشوار ہوتا ہے، ایسے ہی ان میں مراد لوگوں کی تحدید وتعیین بھی ناممکن ہی ہوتی ہے، چنانچہ اگر آپ ان مریضوں سے دریافت کریں کہ آخر کون انہیں اذیت پہنچانا چاہتا ہے تو وہ نہایت سادگی سے جواب دیں گے : ''وہی لوگ''۔

بسا اوقات انہیں بے ربط خیالات اور واہموں سے مریضوں کی لغت تشکیل پاتی ہے، اور کبھی اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ان کے دماغ میں ہارمونی تغیرات واقع ہوتے ہیں یا بایوکیمک اختلال رونما ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں ان کے اندر نامعقول افکار پیدا ہوجاتے ہیں، جیسا کہ بخار کی شدت میں ہوتا ہے کہ مریض ایسی کسی مجہول زبان میں گفتگو کرنے لگتا ہے جو اس کے یہاں پہلے سے معتاد نہیں ہوتی ہے۔

# مجہول زبان میں گفتگو کی ایک اور تفسیر

**کسی مجہول زبان میں گفتگو کے طور پر فریب خیال اور وہمی تصورات کی بیماری کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :**

- **فریب خیال اور کسی غیر موجود چیز کا تصور (Hallucinations) :**

اس بیماری میں مریض کے دماغ میں تصور آتا ہے کہ کچھ دھندلی سی شخصیتیں نظر آرہی ہیں، یا اسے کچھ آوازیں سنائی دیتی ہیں جو اس کے ساتھ گفتگو کرتی ہیں یا اسے دھمکیاں دیتی ہیں، یا اسے کوئی معین کام کرنے کا حکم دیتی ہیں، بعض لوگ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ جنات وشیاطین ہوتے ہیں جو ایسا کرتے ہیں، مگر نفسیاتی طب کے نقطۂ نظر سے ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ مریض کے دماغ میں جو آلۂ استقبال ہوتا ہے اس میں خلل واقع ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے مریض ایسے چہروں اور آوازوں کا استقبال کرتا ہے جن کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا ہے، اور جدید نفسیاتی دواؤں کے استعمال سے اس طرح کے حالات میں تحسن اور سدھار پیدا ہوتا ہے، اور اس طرح کے دماغی نفسیاتی اعراض میں جو فصام (انشقاق ذہنی) کے مریضوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں کسی بھی طرح کی خفیہ مخلوقات کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا ہے، کیونکہ جب حسی ادراک کے سسٹم میں خلل پیدا ہوجاتا ہے تو وہ جعلی اور بے حقیقت استقبالات پیش کرنے لگتا ہے جو فریب خیال اور وہمی شکل میں ظاہر ہونے لگتے ہیں خواہ وہ سمعی یا بصری ہوں یا ان کا تعلق شم ولمس (سونگھنے اور چھونے) سے ہو اور اسی طرح کی وہمی کیفیات کے زیر اثر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے فصامی مریض غریب چیزیں اپنی زبان سے نکالتے ہیں جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے بہت سے لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہ مریض شیطانی تلبس یا جن زدگی کا شکار ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔

- **ہسٹیریائی انفعال مجہول زبان میں گفتگو کی ایک تفسیر :**

مرض ہسٹیریا کے وہ اعراض جو ایک ڈرامائی شکل اختیار کرلیتے ہیں، اس میں کبھی کبھی مریض اداکارانہ طور پر اپنی معتاد زبان سے یکسر مختلف زبان بولنے لگتا ہے اور وہ اپنی اس ادائیگی میں پورا ماہر نکلتا ہے، اس کیس کو طب نفسی کی اصطلاح میں ہسٹیریائی تحول کا عمل (Hysterical Conversion) کہا جاتا ہے جس میں مریض وقتی طور پر اپنے شعور سے بیگانہ ہوجاتا ہے، اور مختلف زبان بولنے لگتا ہے، یہاں لوگوں کے خیال کے مطابق کوئی جنی تلبس

نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ بولنے والا خود مریض ہی ہوتا ہے، اس طرح کی صورت حال زیادہ تر عورتوں کو پیش آتی ہے، اور ان حالات میں جن کو نکالنے کے لئے رقیہ اور معوذتین [1] کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، اس میں کل کام یہی ہے کہ مریض کی نفسیاتی حالت کی جانچ کر لی جائے اور اسے اچھی طرح سمجھ لیا جائے پھر ان پریشروں کے ساتھ جن کا اسے سامنا ہوتا ہے سائنٹفک اور منظم شکل میں تعامل کیا جائے۔

- **رقیہ کے درمیان مریض کا تخبط (الٹی سیدھی حرکتیں کرنا) :**

کبھی ہمیں نفسیاتی طب میں معروف امراض کے اعراض میں اور جن، جادو اور نظر بد کے سبب پیدا ہونے والے امراض کی علامتوں میں کامل تطابق دیکھنے میں آتا ہے، اور بہت سے راقی حضرات اعراض کے اس تشابہ سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں، اگر ہم مریضوں پر ایحاء (القاء) اور اس کی تاثیر کو نظر انداز کردیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ دینی تاثر رقیہ کے وقت مریضوں کے اتھل پتھل اور جھٹکوں اور ان کے انفعال اور چیخ پکار کی اپنی تفسیر کرتا ہے، حاضرین سمجھتے ہیں یہ سب جنوں کے افعال ہیں، اور متاثرہ شخصیت کی اس میں اپنی کوئی مسئولیت اور عمل دخل نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ جن مریضانہ حالات کی تشخیص یہ راقی حضرات اور شعبدہ باز لوگ جن زدگی یا سحر زدگی سے کرتے ہیں وہ بڑی حد تک نفسیاتی طب میں معروف ڈپریشن، انشقاق ذہنی اور ہسٹیریا جیسے امراض کے مشابہ ہوتے ہیں، اور آپ دیکھیں گے کہ کچھ عیار اور شعبدہ باز معالجین مریض کو دوا کھانے سے روک دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں اس کا کیس بگڑ جاتا ہے، اور ان میں سے اکثر لوگ تو نفسیاتی طب کی پرواہ ہی نہیں کرتے ہیں، بلکہ ان میں سے کچھ لوگ تو اس زعم میں اطباء کا مضحکہ اڑاتے ہیں کہ وہ خود تمام مشکل اور پیچیدہ امراض کا علاج کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور چونکہ مریض ان کی بات مان کر اپنی صحت کے لئے لازم دوائیں ترک کر چکا ہوتا ہے اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ جب وہ رقیہ کے زیر عمل آتا ہے تو چیخ پکار اور الٹنا پلٹنا شروع کر دیتا ہے اور دیوانگی کی حرکتیں کرتا ہے، یہ سب اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ جب وہ دوائیں ترک کر دیتا ہے تو اس کے اعراض عود کر آتے ہیں، (بس پھر کیا ادھر معالج صاحب کی رگ وحشت پھڑک جاتی ہے) اور وہ لگتے ہیں مریض کی دھنائی کرنے، اور کبھی کبھی اسے جن زدہ سمجھتے ہوئے اس کے گلے پر بھی زور آزمائی فرماتے ہیں، جبکہ حقیقت یکسر مختلف ہوتی ہے، اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ مریض خود ہی (شامت کا مارا) نفسیاتی طور پر پہلے ہی سے اس کے لئے مستعد ہوتا ہے اور اس کے دماغ میں یہ خیال جما

---

[1] رقیہ اور معوذتین ہمیشہ مفید ہوتے ہیں، مگر طبی علاج سے دعاؤں کا کوئی تعارض نہیں ہے، البتہ اس کے لئے کسی راقی کی ضرورت نہیں ہے، ہر آدمی طبی علاج کے ساتھ ساتھ اپنا رقیہ خود کر سکتا ہے۔

بیٹھا ہوتا ہے کہ اس کے جسم میں کوئی جن صاحب پر امارے براجمان ہیں، اس لئے جیسے ہی وہ رقیہ سنتا ہے لگتا ہے حال کھیلنے اور (دمادم مست قلندر کا پوز بنا کر) چیخنے چلانے، حالانکہ اسے ذرا بھی ایسا کچھ نہیں ہوتا ہے، بس یہ سب اس کے اسی یقین کا کرشمہ ہوتا ہے کہ وہ جن زدہ یا مسحور ہے یا کسی نظر بد کا مارا ہوا ہے۔

اور بہت سے وہ حالات جن کے متعلق راقی حضرات جن زدگی یا سحر کی بات کرتے ہیں جب نفسیاتی طب کے میدان میں بڑے پیمانے پر ان کی جانچ ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اگلے لوگ جن نفسیاتی کیسوں کو جن اور جادو کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے اب وہ طبی طور پر قابل فہم ہو چکے ہیں مثلاً ہسٹیر یا، فصام (انشقاق ذہنی) یا عضوی نفسیاتی امراض (Organic Psychosis) وغیرہ۔

یہ ہسٹیر یائی حالات انفعالی اعتبار سے ناپختہ اور القاء کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھنے والے اشخاص کو پیش آتے ہیں [1] اور یہ حالت ان میں ایسا تصرف کرتی ہے گویا وہ کوئی دوسری شخصیت ہوں، ان کی آوازیں بھی بدل جاتی ہیں اور اب اس حالت میں وہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو وہ عام حالات میں نہیں کہہ سکتے تھے، تب دیہاتی معالج ایک طرح کی غامض فضا میں ان کی طرف کچھ باتوں کا القاء کرتا ہے، یا لاتوں سے بھوت بھگانے کی کوشش کرتا ہے اور پیٹ پیٹ کر دماغ ٹھکانے لگا تا ہے، اور اس مار سے فراری انشقاق بڑی تیزی سے رفو چکر ہو جا تا ہے اور مریض ہوش میں آ جاتے ہیں، اب عوام بیچارے حیرت زدہ اور ششدرہ جاتے ہیں، اور معالج صاحب سے ان کی عقیدت میں اضافہ ہو جاتا ہے (کہ ضرور صاحب کچھ پہنچے ہوئے ہیں) مگر پہلے ہی نفسیاتی یا سماجی پریشر اور دباؤ پر وہی اعراض پھر عود کر آتے ہیں، پھر بھی ان معالجین میں سے بڑی تعداد درازنفسی سے کام لیتی ہے، جبکہ یہ لوگ اس معاملے میں علم سے بالکل کورے ہوتے ہیں، اور سارے ہی امراض کو جن زدگی، جادو یا نظر بد کا شاخسانہ تسلیم

---

① اس وقت انہیں اپنے شعور کے مرکز میں انشقاق کا سامنا ہوتا ہے اور ان پر ایک طرح کی بیہوشی یا ہسٹیر یائی دورے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

دیکھیے: **التشخيص والعلاج عند المعالجين بالرقية از محمد حامق**: ص ۱۱۵-۱۱۹، یہ کتاب جزائر یونیورسٹی کے علم النفس کے شعبے سے ایم اے کی ڈگری لینے کے لئے ایک رسالے کی طور پر لکھی گئی ہے، فاضل صاحب رسالہ نے مختلف انگریزی اور عربی کتابوں کے حوالے سے اپنی اس تحریر کو مبرہن کیا ہے جن کا تذکرہ ہم نے طوالت کے خوف سے نہیں کیا ہے، آپ ان کے لئے اصل کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، یہاں ہم اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ جس طرح اس تحریر میں رقیوں کے علاج کے بعد نفسیاتی علاج سے مریضوں کے صحتیاب ہو جانے کی باتیں لکھی گئی ہیں ویسے ہی یہ بھی عین ممکن ہے کہ کبھی کہیں کسی کو نفسیاتی اسپتالوں یا ڈاکٹروں کے علاج سے فائدہ نہ ملا ہو اور وہ رقیہ سے اچھا ہو گیا ہو۔ اس سے قطع نظر ہم یہی کہتے ہیں کہ اس ضمن میں اصل یہی ہے کہ جب نفسیاتی یا دماغی بیماریوں کے اعراض ظاہر ہوں تو فوری طور پر راقیوں کے بجائے نفسیاتی اطباء کی طرف رجوع کیا جائے اور ساتھ ہی آدمی اپنا رقیہ بھی کرتا رہے اور دونوں میں سے کسی پہلو کو نظر انداز نہ کرے۔

کرتے ہیں، اور ان کا کامیاب ترین علاجی وسیلہ جسے وہ تریاق سمجھتے ہیں مریض کی زبردست پٹائی، گلا گھوٹنا اور آگ سے داغنا ہوتا ہے، دلیل یہ ہوتی کہ صاحب اذیت تو اس (بدمعاش) جن کو ہوتی ہے جو مریض پر سوار ہوتا ہے، اس سے بڑی ٹریجڈیاں وجود میں آچکی ہیں اور ایسے جنم لے چکے ہیں، بہت سے کیسوں میں ایسا ہوا کہ جب مریض رقیہ اور دیگر تقلیدی علاجوں سے مایوس ہوگئے تو انھوں نے نفسیاتی اطباء کا رخ کیا، مگر ان خیالی توہمات کی وجہ سے ان کی وضع بڑی خراب ہوچکی ہوتی ہے اور ان میں مزید ایک اور نفسیاتی اضطراب پیدا ہوجاتا ہے جو ان خفیہ قوتوں سے ڈرنے کے نتیجے میں سامنے آتا ہے جو ان کے اندر بسی ہوتی ہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج بہت سے لوگوں کے حواس پر خفیہ قوتیں اور ان کی خفیہ تاثیر چھائی ہوئی ہے اس لئے وہ ہر نفسیاتی اور عضوی بیماری کو انہیں کی طرف منسوب کردیتے ہیں، اور ان کے خلاف ایسے لوگوں سے مدد کے طلبگار ہوتے ہیں جو خود اپنی بھی مشکلات کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں، اور اسی سے لوگوں کے درمیان جادوئی فکر کی نشر واشاعت ہوگئی ہے۔

**ڈاکٹر محمد بن عبداللہ الصغیر کنسلٹنٹ (Consultant) واسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ نفسیاتی طب (Psychiatry) کنگ سعود یونیورسٹی ریاض کی موضوع زیر بحث سے متعلق ایک اہم تحریر جس کا عنوان ہے :**

## جادو، جن زدگی، نظر بد اور نفسیاتی امراض

**فرماتے ہیں :** اس موضوع پر مختلف وجہات نظر اور آراء کی کثرت ہے، اور اس کے متعلق نفسیاتی امراض کے متعدد متخصصین، رقیہ کے مختلف معالجین اور دیگر علماء، طلاب علم، تعلیم یافتہ افراد، اور مرد وخواتین رائٹروں نے بہت کچھ گفتگو کی ہے، ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پیش کی ہے اور اپنے خیال کے مطابق درست موقف کی وضاحت کی ہے، اور کچھ ذرائع ابلاغ نے اسے ابلاغی اور میڈیائی مصالحے کے طور پر سنسنی خیز انداز میں پیش کیا ہے، جبکہ اس میں علمی پہلو کو نظر انداز کردیا گیا ہے، جس کی وجہ سے کچھ غلط مفاہیم ذہنوں میں راسخ ہوچکے ہیں۔

- انسانی صحت پر جادو، جن زدگی، اور نظر بد کے اثرات کے متعلق دلائل نصوص شریعت میں موجود ہیں :

- جہاں تک جادو کی بات ہے تو قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان جادوگروں کے جادو کے اثر کا بیان فرمایا ہے جنھیں فرعون نے جمع کیا تھا، اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ انھوں نے اس طرح لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کردیا تھا کہ انہیں رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتے ہوئے سانپوں کی شکل میں دکھائی دیتی تھیں۔ ایسے ہی

اللہ سبحانہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ایک قسم کا جادو وہ بھی ہوتا ہے جو میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔

- اور جہاں تک جن زدگی کی بات ہے تو سورۂ بقرہ کی آیت (۲۷۵) اس پر دلالت کرتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ ٱلَّذِينَ يَأۡكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِي يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مِنَ ٱلۡمَسِّ ﴾

''سود خور لوگ نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے''۔

اس آیت نے اس بات کا اثبات کیا ہے کہ شیطان انسان کو لاحق ہوتا ہے اور اسے خبطی بنا دیتا ہے۔

- اور نظر لگنے کا اثبات بھی ایک سے زائد صحیح احادیث میں کیا گیا ہے جس میں سے ایک مسلم کی حسب ذیل روایت بھی ہے :

''العين حق ولو كان شئ سابق القدر لسبقته العين، واذا استغسلتم فاغسلوا''

نظر لگنا حق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے جا سکتی تو نظر چلی جاتی، اور جب تم سے غسل کرنے کو کہا جائے تو غسل کر دیا کرو۔[1]

- جادو، جن زدگی اور نظر لگنے کی کیفیت اور اس کی تاثیر کی حد کے متعلق وسیع تفصیلات نصوص شریعت میں وارد نہیں ہوئی ہیں، البتہ رقیہ کے معالجین نے اس میں بڑا توسع پیدا کر لیا ہے، اور اس ضمن میں یہ حضرات بڑی مخالفتیں اور مبالغے لے آئے ہیں، جو بہت سے لوگوں میں رائج بھی ہو گئے ہیں اور انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ سب کچھ شریعت کا حصہ ہے اور شرعی دلائل سے ثابت ہے جبکہ یہ سب فقط ان لوگوں کی رائیں اور تجربے ہیں۔

ان کی مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ :

تخبط (دیوانگی اور خبط) کو جناتی دوروں اور جن زدگی میں محصور کر لیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہوتا یہ ہے کہ جس کسی کو بھی ایسی کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے اس کے متعلق یہ حضرات جھٹ یہی تشخیص کرتے ہیں کہ وہ جن زدہ ہے، قلق، رنجیدگی اور اضطراب کو نظر بد میں محصور کر دیا جاتا ہے، دماغی توازن یا سماعت وبصارت کے خلل کو جادو سے جوڑ دیا جاتا ہے۔

- جادو، جن زدگی اور نظر بد یہ سب کے سب غیبی اسباب سے مربوط ہیں، نہ ہم ان کی حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں نہ بالجزم ہمیں ان سے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں، ہم تو صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کچھ نصوص

---

[1] صحیح مسلم : ۱۷۱۹/۴، كتاب السلام باب الطب والمرض والرقى ۔ نمبر ۲۱۸۸۔

شریعت میں وارد ہوا ہے، اور اثبات اور نفی کسی بھی اعتبار سے ہم ان اسباب کو تجربہ اور حس کے تابع نہیں کر سکتے ہیں کہ انہیں کی بنیاد پر کچھ فیصلہ کر دیا جائے۔

● ان اسباب اور عقلی ونفسیاتی صحت پر ان کے اثر کے متعلق وجہات نظر کے اختلاف وتباین کے اہم ترین اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نفسیاتی امراض کی تصنیف وتقسیم ان علامات واعراض پر قائم وصف کے اعتبار سے ہوتی ہے جن کی مریض کو شکایت ہوتی ہے، ان کی تصنیف (گروپنگ یا کیٹگرائزیشن) اسباب اور ان کی تحدید کے اعتبار سے نہیں کی جاتی ہے، اسی لئے اطباء (ڈاکٹر حضرات) مرض کی تشخیص معین اعراض کے وجود کی روشنی میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں : یہ انشقاق ذہنی (شیزو فیرینیا) ہے، یہ ڈپریشن ہے، یہ ذہنی اضطراب (Anxiety) ہے اور یہ سارے فیصلے وہ اعراض کے اختلاف کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

اور اسباب سے بحث کرتے وقت اطباء سائنٹفک تجرباتی نتائج کو بیان کرتے ہیں جہاں تک نفسیاتی امراض کے مسببات کے متعلق وہ پہنچتے ہیں (خواہ ان کا تعلق موروثی عوامل سے ہو، یا فعال کیمیاوی عوامل یا اجتماعی، یا نفسیاتی، یا ان کے علاوہ دیگر عوامل سے، چنانچہ وہ کہتے ہیں : انشقاق ذہنی (Schizophrenia) کے اعراض کا سبب دماغ کے بعض مراکز میں ''ڈوپامین'' نامی مادے کی زیادتی ہے۔

اور ڈپریشن کے اعراض کا سبب ''سیروٹونین'' اور ''نوراڈرینالین'' (Noradrenaline) نامی مادوں کا نقص ہے جو دماغ میں شعور وجذبات کے ذمہ دار مراکز میں ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا ہے، اور یہ ان امراض کا علاج دواؤں سے کرتے ہیں (غیر دوائی علاج ان کے علاوہ ہوتے ہیں) اور یہ دوائیں اور معالجات اعراض کے ازالے اور مریض کی حالت کے سدھارنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اور اس کے مقابل رقیہ کے معالجین ان عقلی اور نفسیاتی اضطرابات کو مسببات کے زاویے سے دیکھتے ہیں، اسی لئے وہ مریضوں پر مختلف رقیے پڑھتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان اسباب تک پہنچ جائیں جو اس کیس کے پیچھے کارفرما ہوتے ہیں اور کیس کے مزاج اور اس کی تشخیص کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ بعض حالات میں راقی حضرات یہ فیصلہ سنا چکے ہوتے ہیں کہ یہ جن زدگی، یا جادو یا نظر بد کا کیس ہے مگر اطباء اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان کیسوں کا تعلق انشقاق ذہنی، یا ڈپریشن، یا دماغی اضطراب سے ہے، اور اس کے نتیجے میں ایسا اختلاف اور جدال کھڑا ہو جاتا ہے جس میں عقل وفہم حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

اور زیادہ تر اس میں مصیبت مریض اور اس کے گھر والوں کی آجاتی ہے، جو یہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ اس طرح کے

مواقف اور حالات میں انہیں کرنا کیا چاہیے؟ ان میں سے بہت سارے لوگ تو یہی کرتے ہیں کہ فقط رقیہ سے علاج پر ہی منحصر رہ جاتے ہیں اور طبی علاج کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، بہت سے لوگ شرعی اسباب (رقیہ) اور محسوس مادی اسباب (دواء) کے درمیان جمع کرنے کی اہمیت سے غافل ہیں۔

## نفسیاتی امراض، ان کے علاجوں اور نفسیاتی معالجین سے متعلق کچھ غلط مفاہیم

۱۔ نفسیاتی امراض سے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ محض رنج وغم اور خوف وقلق پر مبنی مزاج وشعور میں پیدا ہونے والے ہلکے اور معمولی سے تقلبات ہیں، اور یہ ایسے امور ہیں کہ ان کے لئے نفسیاتی طب کی خدمات لینے، اسکی دہلیزوں پر حاضری دینے اور اس کی دواؤں کے چکر میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان سب کے بغیر ان پر قابو پالینا اور ان سے پورے طور پر چھٹکارا پالینا ممکن ہے۔ اور بعض لوگ (اس شعبے میں) امراض نفوس اور قلبی بیماریوں : کبر؛ عجب اور فخر ومباہات وغیرہ کو بھی داخل کر دیتے ہیں جو علم اخلاق وسلوک میں متعارف ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ نفسیاتی امراض سے بس یہی چیزیں مقصود ہیں، اور اطباء انہیں کے متعلق گفتگو کرتے ہیں، اور انہیں کے علاج کے لئے تگ ودو کرتے ہیں۔

۲۔ نفسیاتی بیماری کو کسی شخصیت کے لئے کلنک کا ٹیکہ اور ایک قسم کا عیب جانتے ہیں، جو اس کے دین اور اخلاق وسلوک میں کسی خلل کی علامت ہوتا ہے، یا پھر وہ کسی قسم کی آسمانی عقوبت ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اس شخص پر اس کی دینی کوتاہی کی وجہ سے مسلط کر دیتا ہے، اور اگر وہ شخص نیک اور صاحب استقامت ہوتا تو ہرگز یہ نفسیاتی بیماری اسے لاحق نہ ہوتی، کیونکہ مومن تو ان اضطرابات اور بیماریوں سے پورے طور پر دور اور محفوظ ہوتا ہے۔

یہ غلط مفہوم محض جذباتی تصورات اور کچھ ظالمانہ قسم کے سماجی اور اجتماعی مفاہیم پر مبنی ہے، ورنہ نفسیاتی اور عقلی بیماریوں کا معاملہ بھی دیگر امراض وعلل اور مصیبتوں ہی کی طرح ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ مطیع وفرمانبردار اور کوتاہ عمل ومعصیت کیش بندوں سبھی کو - بلکہ گمراہ کافر تک کو- آزماتا ہے، اور یہی چیز مشاہدے میں ہے اور امر واقعہ ہے، جی ہاں! نہ جانے کتنے منتخب روزگار (نیک وصالح) بندے ہیں جو اس طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں، اور (اندازہ لگائیے کہ) اس وقت ان کی تکلیف اور مشقت کتنی شدید ہو جاتی ہے جب لوگ غلط قسم کے تصورات کی

وجہ سے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔

یقیناً نفس کی قوت، اس کے صبر وتحمل، اور لاحق ہونے والی بہت سی بیماریوں سے اسے محفوظ رکھنے، اور لاحق ہونے کے بعد اس کے ازالے اور تخفیف میں ایمان اور اللہ تعالیٰ سے مضبوط رابطے کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کو قلق وغم (ڈپریشن یا ذہنی اضطراب کی کوئی تکلیف) لاحق ہو جائے -اور آج ان بیماریوں کی کثرت بھی کتنی ہے!- تو اسے اس شخص کی دینی کوتاہی یا اسی طرح کی چیزوں کی طرف منسوب کر دیا جائے۔

۳- نفسیاتی بیماری کو جنون اور دیوانگی ہی شمار کرنا (خواہ وہ کتنی ہی معمولی اور عارضی کیوں نہ ہو) اور اسی نقطہ نظر سے کہ (وہ مجنون -عقلی خلل کا شکار ہے) مریض کے ساتھ تعامل کرنا۔ جس کے نتیجے میں اسے اچھوت بنا کر معاشرے سے الگ تھلگ کر دیا جاتا ہے، اس سے چوکنا اور خوفزدہ رہا جاتا ہے، اس کی عقل کو شک وشبہے کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے سماجی اور مادی حقوق وغیرہ سے بھی محروم کر دیا جائے۔

۴- اس ڈر سے کہ کہیں جنون سے نہ متہم ہو جائیں، کوئی کلنک اور عیب نہ لگ جائے نفسیاتی اطباء (اور دماغی امراض کے ماہرین) سے رجوع نہ کرنا، اور نفسیاتی دواؤں سے دور رہنا جن کے متعلق اکثر تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ سب بس نشہ آور اور حواس سے بیگانا کر دینے والی دوائیں ہوتی ہیں۔

اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ نفسیاتی تکلیف ایک لمبے زمانے تک جاری رہتی ہے اور آئے دن اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ نفسیاتی بیماری مریض کے نفس، اس کی شخصیت اور اس کی عقل میں گہرائی تک پہنچ جاتی ہے، اور اس کے اثر کا سلسلہ اس کے گھر والوں، اس کے اردگرد کے لوگوں اور اس کے کام تک دراز ہو جاتا ہے، اور مریض بار بار راقیوں کا چکر لگا کر اور ایک سے دوسرے کی طرف جا جا کر خود کو یہ دھوکہ دیتا رہتا ہے کہ ممکن ہے یہ لوگ اس کے اندر کسی جادو، یا نظربد یا جن زدگی کا انکشاف کر ہی ڈالیں -اور وہ لوگ بھی اس سلسلے میں ذرا نچلے نہیں بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ اندر سے وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے اور پوری طرح اس پر مطمئن بھی ہوتا ہے کہ اسے ایسی کوئی شکایت نہیں ہے، مگر وہ سماجی رجحان، ضمیر کی ملامت اور نفسیاتی طب کا سامنا کرنے سے راہ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے۔

۵- ہر نفسیاتی اور عقلی بیماری پر سحر، جن زدگی اور نظر کی تعمیم (یعنی عام طور پر انہیں کا حکم لگا دینا) اور دیگر عوامل کو خواہ وہ سماجی ہوں، تربیتی ہوں، نفسیاتی یا موروثی ہوں یکسر نظر انداز کر دینا۔

اور کبھی کبھی مریض کو اس کا شعور وادراک بھی ہوتا ہے، مگر نفسیاتی بیماری کے اعتراف کی صعوبت اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات اور مشکلات کے پیش نظر آدمی اپنی مصیبت دوسرے پر ڈال دیتا ہے، اور اسے لے جا کر سحر،

جن زدگی یا نظر پر گرا دیتا ہے، کیونکہ معاشرہ ان اعذار کو بڑی آسانی سے قبول کر لیتا ہے اس لئے کہ ان کا شائع شدہ دینی وسماجی ذخیرہ پہلے سے موجود ہوتا ہے۔

ان لوگوں کی تعداد کتنی زیادہ ہے جو اس بات کے مدعی ہوتے ہیں کہ جادو کے ذریعہ ان کی بیویوں سے ان کی بندش کر دی گئی ہے، یا انہیں نظر بد لگ گئی ہے جس نے انہیں بیٹھا دیا ہے اور معذور کر دیا ہے، اور جب ان کے نفسیاتی اور معاشرتی احوال واوضاع کی تحیص وتدقیق کی جاتی ہے تو ڈھیر سارے اور مضبوط قرائن ایسے جمع ہو جاتے ہیں جو نفسیاتی بیماریوں، حقائق سے فرار، اور حقیقت ذات کا سامنا کرنے سے گریز کی کہانی سناتے ہیں۔

یقینا میں نے بھی -اور میرے ہم پیشہ دیگر افراد نے بھی- ایسی بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے۔

٦- نفسیاتی اور عقلی بیماریوں کو محدود دو قسموں میں تقسیم کرنا۔ ایک قسم تو وہ ہے جس کا سبب جادو، جن زدگی یا نظر ہوتی ہے اور اس کا علاج فقط رقیہ سے کیا جاتا ہے۔ اور دوسری قسم کا جادو، جن زدگی یا نظر بد سے کوئی ارتباط اور تعلق نہیں ہوتا ہے اور اس کا علاج فقط نفسیاتی ٹریٹمنٹس سے کیا جاتا ہے۔ میں نے یہ کوشش رقیہ کے متعدد معالجین اور اس کا اہتمام کرنے والوں سے محسوس کی ہے، ان لوگوں کے ذہنوں سے یہ بات اوجھل اور غائب ہو جاتی ہے کہ نفسیاتی امراض اسباب پر نہیں اعراض پر مبنی ہوتے ہیں، اور رقیہ جن زدگی، جادو اور نظر بد ہی میں محصور نہیں ہے، اور اگر اعراض نظر بد وغیرہ جیسی چیزوں سے پیدا ہوئے ہوں تو بھی نفسیاتی علاج ان میں مفید ہوا کرتے ہیں۔

٧- نفسیاتی بیماریوں کے علاج میں فقط رقیہ پر اکتفا کرنا اور علاج کے مباح ذرائع دواؤں وغیرہ کے استعمال کو سرے سے نظر انداز کر دینا۔

یہ چیز زیادہ تر راقیوں اور بعض دیندار مریضوں میں پائی جاتی ہے، جبکہ ایسا کرنا مقاصد شریعت کے خلاف ہے جس نے مباح چیزوں سے علاج کو جائز ٹھہرایا ہے، خواہ اس کا تعلق جسمانی بیماریوں سے ہو یا نفسیاتی بیماریوں سے۔ اس کی شہادت حدیث رسول سے بھی ملتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

"التلبينة مجمة لفؤاد المريض تذهب ببعض الحزن"

"تلبینہ مریض کے دل کو تقویت دیتا ہے اور غموں کا کچھ مداوا ہو جاتا ہے"۔ ①

٨- دوائی علاجوں (انجیکشن، گولیوں اور ڈراپس) اور رقیہ کے درمیان تعارض کا وہم۔ اور یہ سمجھنا کہ رقیہ اپنا کردار اسی وقت ادا کر سکتا ہے جب نفسیاتی دواؤں کو ترک کر دیا جائے۔

---

① اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور تلبینہ کھانے کی ایک چیز ہوتی ہے۔

ایسا اکثر رقیہ کے معالجین کی طرف سے ہوتا ہے، اس کے پیچھے یا تو جہالت کارفرما ہوتی ہے، یا مریضوں کو اپنی طرف کھینچنے اور ان کا استحصال کرنے کے لئے مکاری اور خباثت روبہ عمل ہوتی ہے۔

۹۔ سارے لوگوں میں سے رقیہ شرعیہ سے استفادہ کو کچھ متعین لوگوں میں منحصر کر دینا (یعنی راقیوں کے ساتھ خاص کر دینا) اور انہیں کی طرف بھاگ کر جانا خواہ وہ دور دراز کے کسی ملک یا شہر میں ہوں اور کم علم اور کم ورع ہی کیوں نہ ہوں، اور یہ تصور کرنا کہ ان لوگوں سے رقیہ کرانے کی بات ہی الگ ہے کیونکہ ان کے اندر کچھ خصوصی صلاحیتیں اور ممیزات پائے جاتے ہیں۔

ایسا اکثر عوام (بالخصوص عورتوں) کی طرف سے ہوتا ہے، آپ انہیں یہ کہتا ہوا پائیں گے کہ : ''ہم مریض کا رقیہ کرانے فلاں شیخ کے پاس گئے یا فلاں شیخ کو بلایا'' اور اگر آپ اس شیخ کے متعلق پوچھیں تو معلوم ہوگا کہ وہ تو رقیہ کی تجارت کرنے والے پیشہ ور لوگوں میں سے ہے ۔کئی کئی گنا دام لیکر پانی اور تیل بیچنے والوں میں سے ہے۔ اور اگر آپ اس سے کچھ زیادہ ہی حسن ظن رکھیں تو پھر یہ ایک کم عمر نوجوان چھوکرا ہوگا جو کسی مسجد میں اذان دیتے دیتے رقیہ کے پیشے میں آ گیا اور ان لوگوں میں رقیہ کی پریکٹس کرنے لگا ہے، ممکن ہے فتویٰ بھی دیتا ہو، تعالم کا مظاہرہ کرتا ہوا اور خود کو لوگوں سے بلند دکھاتا ہو۔

اور یہ لوگ خود قرآن سے شفا طلب کرنے کو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور اوراد واذکار کو نظر انداز کر دیتے ہیں، بالکل ان کا ورد نہیں کرتے ہیں، خود انہیں کبھی نہیں پڑھتے ہیں، بس بھاگ بھاگ کر انہیں کے پاس دعا کرانے جاتے ہیں جن کے متعلق کچھ لوگوں کا تصور یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں اور شفاء بس انہیں کی دعاؤں اور رقیوں سے ملے گی۔

اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بھائی کا رقیہ کر کے اسے فائدہ پہنچا دے، یا کوئی شخص کسی ایسے آدمی کے پاس چلا جائے جس کے اندر اسے صلاح وتقویٰ نظر آتا ہو۔مگر اولیٰ اور بہتر یہی ہے کہ ایک مسلمان خود ہی اپنا رقیہ کرلے اور براہ راست اللہ تعالیٰ سے شفاء مانگے، یہ طریقہ قبولیت اور استجابت کے زیادہ قرین ہے، اور سلف بھی اسی روش پر قائم تھے، اور قدیم وہمعصر علماء بھی اسی کی تاکید کرتے چلے آئے ہیں۔

۱۰۔ یہ تصور کرنا کہ نفسیاتی اضطرابات اور بیماریوں میں تخصص مرور زمانہ کے ساتھ اور نفسیاتی بیماریوں سے تعامل کرتے ہوئے اور عقل ونفس سے متعلق امور پر گہرائی کے ساتھ تحقیق وریسرچ کا عمل خود متخصص کو بھی نفسیاتی اور عقلی اضطراب وخلل میں مبتلا کر دیتا ہے۔

یہ تصور سراسر غلط ہے اس کی نہ کوئی بنیاد ہے نہ واقعات سے اس کے لئے کافی شواہد ہی فراہم کئے جاسکتے ہیں، ہاں یہ ہوسکتا ہے ایک دو یا اس سے زائد کچھ اشخاص کو مثال میں پیش کیا جائے جو نفسیاتی صحت کے میدان میں کام کرتے ہوں اور وہ خود بھی نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوں، اور تصور کیا جائے کہ ان کی بیماریوں کا سبب یہی تخصص ہے! تو اس کا جواب یہ ہے کہ کیا آپ نے ان کے اس میدان کے تخصص اختیار کرنے سے پہلے کے حالات کا جائزہ لیا ہے؟ اگر جائزہ لینے کے بعد یہ پتہ چلے کہ یہ حضرات تو ان تخصصات کو منتخب کرنے سے پہلے ہی سے ان بیماریوں سے جوجھ رہے تھے تو پھر آپ کا رویہ کیا ہوگا؟ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے خود کو سمجھنے اور اپنے نفس کی اصلاح کرنے ہی کے لئے اس میدان کو منتخب کیا ہو، مگر اس کے باوجود بھی ان کے اندر ان کی کچھ بیماریاں اور کچھ اضطرابات باقی رہ گئے ہوں۔

یہ ایک امر معلوم ہے اور اس کے شواہد بھی موجود ہیں، خواہ وہ ان اشخاص کے حالات سے متعلق ہوں جو فیکلٹی آف ایجوکیشن (كلية التربية) میں علم النفس کا انتخاب کرتے ہوں -اور میں نے دونوں جنسوں میں سے متعدد کیسوں کا مشاہدہ کیا ہے- یا پھر ان اشخاص سے متعلق جو میڈیکل کی جنرل تعلیم کے بعد نفسیاتی طب کا انتخاب کرتے ہوں، ان میں ایسے اشخاص موجود ہوتے ہیں جنھیں نفسیاتی پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اب وہ کمزوری خواہ ان کی شخصیت ہی میں ہو -اور عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے- یا پھر وہ کوئی بیماری ہو جس کا دورہ ان پر وقتاً فوقتاً پڑتا رہتا ہو، یا کوئی ایسی بیماری ہو جو سدا ان کے ساتھ لگی رہتی ہو، اور یہ چیز محسوس ہے مشاہدے میں ہے، اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کا علم دوسروں کے علاج سے پہلے خود اپنے علاج میں مفید ثابت ہوتا ہے۔

اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن پر کسی کہنے والے کا یہ قول صادق آتا ہے کہ :

''طَبِيْبٌ يُدَاوِي النَّاسَ وَهُوَ عَلِيْلٌ'' ''ایک ایسا بھی ڈاکٹر ہے جو لوگوں کا علاج کرتا ہے مگر وہ خود ہی مریض ہے''۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ (ایسے کسی آدمی کو) نیک توفیق مل جاتی ہے اور وہ لوگوں کا کامیاب علاج کرتا ہے، گو اس کی اپنی علت باقی ہی ہو (اور وہ اس کے اندر اس میدان میں آنے سے پہلے ہی سے موجود ہوتی ہے، یہ نہیں کہ اس کے اندر اس تخصص میں آنے اور اسے منتخب کرنے کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر اس کے تخصص کا اثر پڑا ہو)۔

نفسیاتی طب کا اختصاص رکھنے والا (خواہ طبیب ہو خواہ اس بیماری کا اسپشلسٹ ہو) اگر متوازن شخصیت کا مالک ہو تو اپنے تخصص میں اس کے تجربات اس کے اندر ایک ایسی نفسیاتی مہارت اور صلاحیت پیدا کردیتے ہیں کہ وہ سماجی ومعاشرتی اور نفسیاتی مشکلات کا سامنا کرتے وقت حالات سے ہم آہنگ ہوجانے اور نہایت مضبوطی اور مستحکم ثبات قدمی کے ساتھ ان سے عہدہ برآ ہونے کا دوسروں سے زیادہ اہل ثابت ہوتا ہے۔

۱۱۔ نفسیاتی دواؤں کو مدہوش کر دینے والی اور شرعی، عقلی اور عرفی اعتبار سے ممنوع منشیات کے قبیل سے جاننا، اور سمجھنا کہ آدمی ان کا عادی ہو جاتا ہے اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن ہوتا ہے، اور اگر کسی وقت انہیں ترک کر دیا جائے تو کیس پہلے سے بھی زیادہ بگڑ جاتا ہے۔

یہ تصور بہت شائع اور عام ہے یہاں تک کہ بعض (غیر نفسیاتی) اطباء بھی یہی سمجھتے ہیں، جو نفسیاتی دواؤں کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں یا انہیں صرف قدیم انواع کا پتہ ہوتا ہے جن کا استعمال ماضی میں کیا جاتا تھا اور ان کے مضر اثرات اتنے زیادہ ہوتے تھے جو ان کے محاسن سے بڑھ جاتے تھے، اور ان میں سے کچھ عادی بنانے کا سبب بھی بن جایا کرتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سی نفسیاتی دوائیں -بالخصوص ان میں سے نئی دوائیں- بہت سی منتشر دواؤں مثلاً مانع حمل گولیوں اور بلڈ پریشر وغیرہ کی گولیوں اور ایسی ہی دیگر دواؤں سے بہت کم نقصان دہ ہوتی ہیں۔

۱۲۔ الیکٹرک شاک سے علاج کی نشستوں کو خطرناک قسم کے بجلی کے جھٹکے شمار کرنا جن سے دماغ تلف اور برباد ہو جاتا ہے، مریض درد والم کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کے نتائج نہایت ہی خطرناک برآمد ہوتے ہیں۔

یہ غلط مفہوم اس قسم کے علاج کی طبیعت سے ناواقفیت اور اپنے فہم کو فقط اس کے نام پر مرکوز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ بجلی کا لفظ سنتے ہی ذہن (مثلاً ۲۲۰ /وولٹ اور اس کے خطرناک اثرات) کی حامل برقی رو کی طرف چلا جاتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سب سے ہلکے قسم کا علاج یہی ہے، نفسیاتی معالجوں میں آسان ترین علاج یہی ہے اور اس کے نقصانات اور جانبی اثرات (سائڈ ایفیکٹس) بھی سب سے کم ہوتے ہیں، اور اس کی نفع بخش تاثیر بھی سب سے زیادہ ہوتی ہے، بالخصوص شدید ڈپریشن اور انشقاق ذہنی کے بعض حالات میں۔ سیکڑوں کیسز اس کی واقعیت کی گواہی دیتے ہیں جن میں دنیا کے مختلف گوشوں میں اس علاج سے مریض کے اندر نمایاں تحسن پیدا ہوا ہے۔ ①

## مختلف بیماریوں کے متعلق راقیوں کے عاجلانہ فیصلے اور عوامی نقطہ نظر

مختلف قسم کی نفسیاتی بیماریوں کی تفصیل اس کتاب میں پیش کی جا چکی ہے اس لئے یہاں ان کے تعارف کی ضرورت نہیں، البتہ ڈاکٹر صغیر صاحب نے مختلف نفسیاتی بیماریوں کے بارے میں راقیوں اور عوام کے نقطہ نظر اور فیصلوں کے متعلق جو روشنی ڈالی ہے وہ پیش خدمت ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ بہت سے لوگ کس طرح زندگی کے

① توعية المرضى بأمور التداوي والرقى : ۴۲-۵۲۔

مختلف مسائل میں غلط مفہوموں اور غلط فیصلوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں اور طرح طرح کے مفاسد اور نقصانات سے دوچار ہوتے ہیں۔

**ڈاکٹر صاحب انشقاق ذہنی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :**

- ''بہت سے لوگ (مریض، ان کے رشتے دار، راقی حضرات یا دیگر لوگ) اس بات کا قطعی فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ انشقاق ذہنی کے اعراض کا سبب جادو یا جن زدگی ہے (اور ایسا یہ لوگ مریض کے تصرفات میں غرابت اور اس کے باطل تخیلات کی کثرت کی وجہ سے کرتے ہیں) حالانکہ یہ فیصلہ اور جزم محل نظر ہے، اگرچہ بعض حالات میں ایسا ہوا بھی ہو کہ ان کے متعلق اطباء نے انشقاق ذہنی کا مرض تشخیص کیا ہو پھر یہ واضح ہوا ہو کہ یہ معاملہ تو جادو یا جن زدگی کا تھا تو بھی اس کا مطلب تعمیم نہیں ہوسکتا ہے کہ جب بھی اس طرح کے اعراض سامنے آئیں ان میں جادو یا جن زدگی ہی کارفرما ہوگی اور جس کے اندر بھی مذکورہ اعراض پائے جائیں گے وہ مسحور یا جن زدہ ہی ہوگا۔ اور نفسیاتی امراض کی کلینکوں میں یہ چیز بکثرت مشاہدے میں ہے کہ مریض کئی کئی سال راقیوں کے درمیان چکرا تا پھرتا ہے مگر اس کی حالت میں کوئی سدھار نہیں آتا ہے پھر وہ اطباء کا مراجعہ کرتا ہے اور انشقاق ذہنی کا توڑ کرنے والی دوائیں اسے دی جاتی ہیں تو ان سے اسے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

اس لئے یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر انشقاق ذہنی کا سبب سحر یا مس (جن زدگی) ہی نہیں ہوتا ہے، مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آدمی مشروع رقیوں سے علاج ترک کردے حتی کہ انشقاق ذہنی کی بیماری میں بھی اس سے استفادہ کرنا چاہیے''۔[1]

- فصام (انشقاق ذہنی) ایک مزمن مرض ہوتا ہے اور اس سے کامل شفاء تو کم ہی ملتی ہے مگر اس کے باوجود اس کے علاج میں اور تحسن کے ایک مقررہ معیار کو برقرار رکھنے میں (جو مریضوں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے) دواؤں کا بڑا کردار ہوتا ہے، اسی لئے نفسیاتی شفاخانوں میں یہ چیز مشاہدے میں ہے کہ جو لوگ دواؤں کی پابندی نہیں کرتے ہیں ان کی حالت خراب ہوجاتی ہے اور وہ کامل وشامل جنون میں مبتلا ہوجاتے ہیں، جبکہ ان لوگوں کا معاملہ برعکس ہوتا ہے جو دواؤں کی پابندی کرتے ہیں اس لئے کہ ان میں سے اکثریت کی حالت اس حد تک سدھر جاتی ہے کہ وہ اپنے امور کی تدبیر خود کر لیتے ہیں اور عام طور پر انہیں دوسروں کی مدد کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے، گو انہیں پہلی جیسی صحت نہیں حاصل ہو پاتی ہے۔

---

[1] توعية المرضى : ٥٥-٥٦۔

● انشقاق ذہنی (فصام) کے مریض کے حالات میں بہتری اور تحسن لانے میں فیملی کا بھی بڑا کردار ہوتا ہے، اگر گھر کے افراد متحد ہو کر مریض کے مفاد کا خیال رکھیں تو بڑا فرق پڑتا ہے۔

● **ڈپریشن کی بیماری پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :**

''بہت سے لوگ -بالخصوص راقی حضرات- ڈپریشن کے اعراض کو (حسد) نظر لگنے میں محصور کر دیتے ہیں، اور اس حصر کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہاں کوئی طبی عضوی سبب ایسا نہیں ہے جو ڈپریشن کے اعراض تک لے جانے والا ہو، کیونکہ آدمی جسمانی اعتبار سے صحت مند ہے، اور اس کے کیس کے علاج میں اطباء کا کوئی کردار نہیں ہے، احساسات اور ان کا اضطراب -عام طور پر- قلت ایمان اور اللہ سے کمزور تعلق کی وجہ سے یا شرعی اوراد کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدمی نظر بد کا شکار ہو جاتا ہے، اور ایسے لوگوں کو دواؤں سے فائدہ نہیں ہوتا ہے، ان کا علاج فقط رقیہ ہی سے ہوتا ہے، اس سلسلے میں ان کا استدلال ڈپریشن کے بہت سے مریضوں کے تجربے اور مشاہدے سے ہوتا ہے جو ان کی زندگی میں آتے رہے ہیں اور وہ فقط رقیہ ہی سے اچھے ہو گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تصور غلط ہے، اور اس کا مرجع نفسیاتی طب سے متعلق قصور نظر اور کم بینی ہے، اس کی وجہ سے ڈپریشن کے مریض بڑی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور اپنے اردگرد رہنے والے قرابتداروں اور دوستوں کے متعلق ان کے اندر شدید اوہام اور بھیانک بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ڈپریشن کے بہت سے مریض فقط رقیہ ہی سے اچھے ہو گئے تو یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہر وہ کیس جس کی وضع یہی ہو اس کا سبب نظر ہی ہوا کرتی ہے، کیونکہ فقط رقیہ ہی -باذن اللہ تعالیٰ- نظر اور دیگر بیماریوں میں بھی نفع بخش ہوتا رہتا ہے، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ڈپریشن کبھی علاج کے بغیر بھی زائل ہو جاتا ہے، اور ایسے میں اتفاقاً اس کا زوال رقیہ کے عمل کے ساتھ ہو جاتا ہے، نیز مریض کو کبھی یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اسے نظر بد کی شکایت ہے اور اس کا ازالہ رقیہ کے ذریعہ ہوا ہے، اس طرح اس کا نفس بتدریج اسے قبول کرتا ہے اور نفسیاتی طور پر وہ اچھا ہو جاتا ہے۔

اور ان سب کا مطلب یہ نہیں کہ نظر سے اس طرح کے اعراض کا پیدا ہونا ناممکن ہے، مگر شریعت میں اس کی تحدید وارد نہیں ہے، اور بہت سے راقیوں میں آج جو بات معروف ہے اور اسے انھوں نے لوگوں میں پھیلا رکھا ہے اس کا استناد دلائل شرعیہ پر نہیں ہے، بلکہ وہ ان کے تجربات ومشاہدات اور عملی مہارتوں پر مبنی ہے جن کا تجربہ انھوں نے

اپنی فہم اور اپنے تصورات کے مطابق لوگوں پر کیا ہے جو اکثر غلط ثابت ہوتے رہتے ہیں کیونکہ نفسیاتی بیماریوں اور اضطرابات اور ان کے متنوع اسباب کے متعلق ان کی معلومات بہت ہی کم ہوتی ہے۔

انکے تجربوں میں سے ایک تجربہ یہ بھی ہے کہ جب مریض رقیہ کے درمیان رو پڑے تو وہ نظر بد کا شکار ہوتا ہے (اور بعض اسے سحر کی علامت قرار دیتے ہیں) جبکہ یہ لوگ ڈپریشن اور احساسات کے اضطراب کے عمل وکردار سے غافل ہوتے ہیں اور اس بات سے بھی کہ رقیہ عام طور پر احساسات میں تحریک پیدا کردیتا ہے۔ [1]

- **وسواس قہری پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ :**

''یہ مرض قابل علاج ہوتا ہے اگر جلد ہی اس کا اکتشاف کرلیا جائے اور مریض لازمی علاج کے لئے فوری طور پر ماہرین سے رجوع کرلے، مگر بہت سے مریضوں کی مشکل یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک لمبی مدت تک وسواس کو چھپائے رہتے ہیں اور اپنی انفرادی کاوشوں سے اس پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو زیادہ تر ناکام ثابت ہوتی ہیں، کیونکہ مرض بڑا قاہر اور دشوار ہو چکا ہوتا ہے، وہ پیچھا نہیں چھوڑتا ہے بلکہ مزمن ہوجاتا ہے۔ بہت سے مریض وسواس قہری کا سامنا کرنے کے لئے اہل علم سے سوال کرنے پر اکتفا کرلیتے ہیں اور وہ انہیں شیطان اور اس کے وسوسوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کی رہنمائی کردیتے ہیں، اور یہ ہدایت دیتے ہیں کہ وہ اپنے ذہن کو وسوسوں سے موڑ کر دوسری چیزوں پر لگادیں۔ یہ رہنمائی یقیناً اچھی اور مفید ہے تاہم وسواس قہری پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے اتنا کافی نہیں ہے کیونکہ وہ فقط اس طرح کے عارضی وسوسوں جیسا نہیں ہوتا ہے جن کا سامنا ہم میں سے ہر ایک کو اپنی نمازوں میں کرنا ہوتا ہے اور ان کا مقابلہ کرنا بھی ممکن ہوتا ہے، بلکہ یہ ایک مرض ہے (جس کا باقاعدہ علاج ضروری ہے)۔

- بیشتر تو یہی ہوتا ہے کہ وسوسے میں مبتلا شخص کو لوگوں کی طرف سے ملامت اور زجر وتوبیخ کا سامنا ہوتا ہے، بالخصوص ان لوگوں کی طرف سے جو وسوسے کو ضعف ایمان سے جوڑ دیتے ہیں اور وسواس قہری کی بیماری کو ضعف ایمان کی دلیل ٹھہراتے ہیں، اور بسا اوقات مریض بھی اس سلسلے میں ان کی تصدیق کربیٹھتا ہے جس کی وجہ سے اس کے وسوسے اور قلق میں اضافہ ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کے ضمیر کے کچوکے بڑھ جاتے ہیں، جبکہ بہتر یہی ہے کہ ایک مسلمان اس ابتلاء پر صبر کرے، اس کے علاج کے مشروع اسباب کو خواہ طبی ہوں یا شرعی بروئے کار لائے، اور اپنے اردگرد رہنے والے لوگوں کی باتوں پر توجہ نہ دے جو وسواس قہری اور اس کی شدت کی حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ [2]

- قلق (anxiety) کے ضمن میں ایک بیماری گھبراہٹ، خوف اور فوبیا کی ہوتی ہے۔ درحقیقت دماغ

---

① حوالہ مذکورہ : ۵۹-۶۰۔

② توعية المرضى : ٦٣۔

میں کچھ ایسے اعصابی مراکز پائے جاتے ہیں جو خطرے کا ادراک کرنے اور اس کے متعلق لازمی استعداد کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ان کا کام پورے جسم میں منتشر پیچیدہ اعصابی نیٹ ورک کے ذریعہ مناسب تفاعل بھی ہوتا ہے، یہ سسٹم آلات احساس کے ذریعہ اکسانے والی کیفیات اور حالات کا استقبال کرتا ہے پھر ان خارجی محرکات کو وظیفی عملیات میں منتقل کر دیتا ہے (جو شعوری، فکری اور جسمانی ہوتے ہیں) اور حالت یہ بنتی ہے کہ آدمی کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ سامنے کوئی خطرہ موجود ہے جو پیش آنے والا ہے اور وہ اس کے لئے تیاری کی کوششوں میں لگ جاتا ہے۔

- کبھی کبھی -مختلف اسباب کی بنا پر- اس وظیفے میں خلل پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کے اندر خود کار طور پر اکساہٹ اور اشتعال کا عمل ہونے لگتا ہے (اس کے لئے کوئی خارجی محرک نہیں پایا جاتا ہے) چنانچہ اچانک قلق کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں، ان میں یہ کیفیت نمایاں ہوتی ہے کہ آدمی کے اندر شدید دہشت پیدا ہو جاتی ہے، اسے اچانک موت یا جنون یا فقدان تصرف کا خوف دامنگیر ہو جاتا ہے، ساتھ ہی دل میں ڈھڑکن اور تنفس میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے، اطراف میں کپکپی اور رعشہ طاری ہو جاتا ہے، پیٹ میں درد اٹھتا ہے، متلی آتی ہے، اور اسی طرح کے دیگر اعراض بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو تقریباً دس منٹ تک بڑھتے ہی جاتے ہیں پھر زائل ہوتے ہیں، اس کیفیت کے بعد آدمی کافی وقت تک مضمحل اور ناکارہ سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر وہ دھیرے دھیرے پرسکون اور مطمئن ہوتا ہے، مگر اس کے بعد بھی خائف رہتا ہے اور اسے ایک نئے دورے کا خدشہ اور انتظار رہتا ہے، جو کسی پیشگی چیتاؤنی کے بغیر اچانک آجاتا ہے (گھر میں، کام پر، گاڑی میں، حالت بیداری میں یا سوتے وقت بھی)۔

- اس صورت حال کا سامنا معاشرے کے مرد وخواتین میں سے تقریباً ۱-۳% لوگوں کو ہوتا ہے، مگر بہت کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس کا علاج کرانے نفسیاتی امراض کے ماہرین کے پاس جاتے ہوں گے، اکثریت رقیہ ہی سے علاج پر اکتفا کرتی ہے اور یہ فیصلہ کئے ہوتی ہے کہ یہ مشکل نظر بد یا جادو یا جن زدگی ہی کے سبب سے وجود میں آئی ہے۔

- **ہسٹیر یا تحولیہ (Conversion Hysteria)۔**

یہ ایک غیر عضوی تعطل ہوتا ہے جو آلات احساس (حواس خمسہ) میں پیدا ہوتا ہے، یا حرکت میں یا پھر ان دونوں ہی میں، اور بہت تیز رفتاری کے ساتھ واقع ہوتا ہے، جس سے پیشتر کسی نفسیاتی پریشر کی حالت کسی مشکل کے سبب رونما ہو چکی ہوتی ہے (خواہ وہ دباؤ اور پریشر خالص نفسیاتی ہو، یا سماجی ہو یا ایسا ہی کچھ اور ہو)۔

زیادہ تر یہ صورت حال عورتوں میں پیدا ہوتی ہے (بالخصوص نوجوانی کے مرحلے میں)

## اس کی کچھ مثالیں :

- گفتگو یا چلنے کی قوت کا فقدان یا بعض اطراف کو حرکت دینے کی قدرت کھو دینا۔
- بیہوشی کے دورے جو صرع کے دوروں کے مشابہ ہوتے ہیں مگر وہ صرع کے دورے نہیں ہوتے ہیں۔

ھسٹیر یا کے دورے ان لوگوں پر پڑتے ہیں جو واضح اور مناسب طور پر اپنے جذبات واحساسات اور افکار کی تعبیر کی کافی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں، یہ لوگ اپنے اردگرد رہنے والے لوگوں کا اہتمام اور ان کی شفقت وتوجہ اپنی طرف مائل کرنے کے لئے راست اقدام کے بجائے جذباتی طریقہ اپناتے ہیں۔

اس طریقے پر ھسٹیر یا تحولیہ کے اعراض کے رونما ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ مریضہ (یا مریض) عمداً ایسا کرتے ہیں اور اس کے لئے پیشگی منصوبہ بندی کئے رکھتے ہیں، بلکہ ایسا (لاشعوری) لاارادی طور پر واقع ہوتا ہے، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ان کے احساسات اور جذبات میں شدید تحریک پیدا ہوجاتی ہے جو داخلی قلق کا سبب بن جاتی ہے جسے مریضہ مناسب ومقبول طریقے پر باہر نکالنے اور دور کرنے پر قادر نہیں ہوتی ہے (اور اس کے متعدد اسباب ہوتے ہیں) پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دماغ میں پیدا ہونے والی یہ لہر ایک دوسری شکل اختیار کرلیتی ہے جو احساس یا حرکت (یا بیک وقت دونوں) کے ذمہ دار دماغی اعصاب کے مراکز پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس تحول کی ایک نفسیاتی دلالت ہوتی ہے جو مریض کی داخلی نفسیاتی چاہت کی تحقیق وتکمیل کرتی ہے۔

## اس کی ایک مثال :

ایک عورت ہے جو اپنے شوہر سے ایک خادمہ لانے پر اصرار کرتی ہے اور وہ اسے مسترد کردیتا ہے، وہ اصرار کرتی ہے وہ بار بار مسترد کردیتا ہے، حالانکہ وہ بیچاری گھریلو کاموں میں حد سے زیادہ تھک جاتی ہے، پھر اس کی داخلی تحریک سے قلق ورنج، کچلے دبائے جذبات اور غیظ وغضب کا ایک ڈھیر جمع ہوجاتا ہے جن کے اخراج کی اس کے اندر استطاعت نہیں ہوتی ہے، تب پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نیم بیہوشی کی سی حالت میں زمین پر گرجاتی ہے، اس کا ہاتھ حرکت کرنا بند کردیتا ہے کیونکہ اس کی نفسیاتی روعضوی صحت پر اثر انداز ہونے والے ایک موثر میں تبدیل ہوجاتی ہے (اس کا اثر حرکت کرنے والے سسٹم پر پڑتا ہے) اور یہ کیفیت اس کی داخلی تکلیف (داخلی قلق) میں تخفیف کی، بعض گھریلو کاموں سے چھٹکارے کی چاہت کی تکمیل کی اور اس کی مدد کے لئے خادمہ لانے کی ضامن بن جاتی ہے، اور بہت سی دوشیزاؤں کے ساتھ امتحان گاہ میں یا شادی کی رات بھی ایسا ہوتا ہے۔

عام طور پر (حرکت یا احساس کے آلات اور سسٹم) میں یہ تعطل زیادہ دیر تک نہیں رہتا ہے، بس تھوڑی دیر

(تقریباً ایک سے تین گھنٹے تک) رہتا ہے پھر (کسی طبی علاج کی ضرورت کے بغیر) پورے طور پر زائل ہو جاتا ہے، جب داخلی نفسیاتی قلق اور تحریک زائل ہو جاتی ہے تو وہ شکایت بھی زائل ہو جاتی ہے۔

- جب آلات احساس متاثر ہو جاتے ہیں تو ایسا ہوتا ہے کہ مریضہ کو سخت مار لگائی جاتی ہے مگر اس کے باوجود اس مدت میں کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا ہے کیونکہ دماغ کے اندر مرکز احساس معطل ہو چکا ہوتا ہے (یہ تعطل وقتی ہوتا ہے) لہٰذا جن اعضاء پر ضرب واقع ہوتی ہے ان میں اعصاب طرفیہ کی طرف سے وارد ہونے والے اعصابی نبضات میں استجابت اور قبولیت باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ اور کچھ وقت کے بعد یہ تعطل ختم ہو جاتا ہے اور احساس واپس آجاتا ہے۔

اس طرح کا کیس ایمرجنسی وارڈ میں بکثرت مشاہدے میں آتا رہتا ہے، اور اس کے علاج کے لئے یہاں دوائیں بھی موجود ہیں جو تھوڑے ہی وقت میں جسمانی وظائف کو دوبارہ کارگر کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ راقی حضرات اس حالت کو جن زدگی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، اور مریض یا مریضہ کی پٹائی میں جٹ جاتے ہیں اور اسے طرح طرح کی جسمانی اذیتوں (گلا گھونٹنے، جلانے اور الیکٹرک شاک لگانے جیسی اذیتوں) سے دوچار کر دیتے ہیں، اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جب بعد میں مریض ہوش میں آتا ہے تو اسے ان چیزوں میں سے کسی کا بھی احساس نہیں ہوتا ہے (اور اس کا سبب واضح طور پر بیان کیا جا چکا ہے) بس یہ لوگ یہ فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ مریض جن زدہ تھا اور اس کی جن زدگی ختم اور زائل ہو چکی ہے جبکہ فی الواقع ایسا ہوتا نہیں ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ جب بھی اس شخص کو مذکورہ صورت حال سے دوچار کرنے والے نفسیاتی اسباب دوبارہ اس کے سامنے آتے ہیں وہ مرض بھی پھر سے عود کر آتا ہے۔

یہ حالت معاشرے میں بکثرت موجود ہے اور گھریلو اختلافات میں اضافے کے ساتھ اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، اور اس کا علاج مریض اور اس کے گھر والوں سے فہم، تعاون اور معالجانہ رہنمائی کا طالب ہے جس میں ڈاکٹر مریض کو مناسب طور پر اپنے احساسات اور نفسیاتی محرکات کی تعبیر کرنے، اور ان کے طریقۂ تحمل اور ان کے ساتھ مقبول صورت میں تعامل کی ہدایات دیتا ہے۔

- **نشہ خوری سے پیدا ہونے والے امراض پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

''بہت سے نوجوان جو نشہ آور اور نشاط آور مواد کا استعمال کرتے ہیں انہیں مختلف قسم کے نفسیاتی اضطرابات سے دوچار ہونا پڑتا ہے کیونکہ وہ مواد دماغ اور اس کے وظائف پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کی

تفکیر میں اضطراب اور خطرناک قسم کے توہمات پیدا کرنے کا سبب بن جاتے ہیں، کچھ لوگوں کے حواس میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہے اور انہیں کچھ ایسی چیزیں دکھائی اور سنائی دینے لگتی ہیں جن کا وجود ہی نہیں ہوتا ہے، اور ان کی وجہ سے کچھ لوگوں کے تصرف اور سلوک میں بھی اضطراب پیدا ہوجاتا ہے۔

- بہت سے والدین کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ان کے بیٹے نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتے ہیں، پھر جب لڑکا نفسیاتی اور عقلی اضطرابات اور بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے تو وہ اسے راقیوں کے پاس لے جاتے ہیں اور وہ لوگ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھا دیتے ہیں کہ ان کا بیٹا جن زدہ یا مسحور یا نظر بد کا شکار ہے، اور صاحبزادے کا نشے والا شغل حسب معمول جاری رہتا ہے اور ابا جان کو حقیقت حال کا پتہ نہیں چل پاتا ہے، اور اکثر راقیوں کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ جن اعراض کا وہ ان نوجوانوں میں مشاہدہ کررہے ہیں ان کا سبب نشہ خوری اور منشیات کا استعمال ہے۔

**منشیات کا استعمال کرنے والوں کا علاج :**

علاج کے طبی، معاشرتی اور نفسیاتی متعدد پہلو ہیں اس کے لئے اس آدمی کے کیس کا مکمل جائزہ اور ان مواد کی معرفت ضروری ہے جن کا استعمال وہ کرتا ہے، یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کتنے ڈوز لیتا ہے، اس کے دوافع اور اسباب کیا ہیں، اس پر ان کے آثار کیا مرتب ہوتے ہیں، ایسی ہی کچھ اور چیزوں کی معلومات بھی ضروری ہے۔ یہ ایک زبردست جدوجہد کا متقاضی ہے جس میں ایک پوری ٹیم کو کام کرنا پڑتا ہے جو ڈاکٹر، نفسیاتی ماہر اور معاشرتی امور کے ماہر پر مشتمل ہوتی ہے، اور اس میں دینی توجیہ وارشاد اور رہنمائی ونصیحت بھی داخل ہے۔ ①

# نفسیاتی جنسی تعطل

جنسی تقاضوں کے پیچھے ایک فطری غریزہ کارفرما ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر -مرد اور عورت دونوں میں- رکھا ہے، اور اس کی آسودگی کے لئے مناسب طریقہ مشروع فرمایا ہے، اور اسے ذریت کے وجود میں آنے اور بقائے نسل کا ذریعہ بنایا ہے۔

کتاب وسنت میں بہت سے نصوص وارد ہیں جو اس غریزے کے متعلق گفتگو کرتے ہیں، اور اس کے لئے بڑی لطیف ودقیق، حد درجہ مہذب اور باوقار زبان اور تعبیرات استعمال کی گئی ہیں، جو اس کی حقیقت، اس کے تقاضوں کی تکمیل، اور مشروع ومباح طریقوں پر نفس کی راحت رسانی پر گفتگو کرتی ہیں۔

---

① حوالہ مذکور : ۷۴-۷۵۔

● اس غریزے کا نفسیاتی اور اعصابی عوامل سے بڑا مضبوط ارتباط ہے اور یہ چیز بہت سے لوگوں کے مشاہدے اور معلومات میں ہے، اور متنوع طبی علوم اور تحقیقات (علم اجنہ و پیدائش انسان)، اعضاء کے وظائف و اعمال کا علم اور علم امراض نفسیہ وغیرہ سے اس کی تاکید ہوتی ہے۔

● بہت سے لوگ اس غریزے اور اس کے کردار سے متعلق معلومات اور حقائق سے نابلد ہوتے ہیں، ایسے ہی کچھ لوگوں کے یہاں اس کے متعلق غلط مفاہیم پائے جاتے ہیں، جو اس کے ساتھ طریقۂ تعامل میں بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

(مرد و خواتین دونوں میں سے) بہت سے لوگ مختلف و متنوع جنسی اضطرابات اور علتوں کا شکار ہوتے ہیں (خواہ ان کا تعلق رغبت سے ہو یا ادائیگی سے)، اور ان کا کوئی عضوی سبب بھی نہیں پایا جاتا (اور یہ فیصلہ ماہرین کی نگرانی میں تمام لازمی میڈیکل چیک اپ کے مراحل سے گزرنے کے بعد کیا گیا ہوتا ہے)۔

ان اضطرابات میں مردوں کے یہاں اکثر (ضعف استادگی اور سرعت انزال کا مسئلہ ہوتا ہے) اور عورتوں کے یہاں (ملاقات کے وقت جانگوں اور فرج کے عضلات کے سکڑ جانے کا مسئلہ ہوتا ہے) یہ اضطرابات زیادہ تر نوجوانی کے مرحلے میں لاحق ہوتے ہیں، بالخصوص شادی کے بعد ابتدائی ایام میں، اور ان لوگوں کے یہاں نمایاں طور پر ظاہر ہوتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ شرمیلے ہوتے ہیں، جن کے یہاں جرأت اور خود اعتمادی کا فقدان ہوتا ہے، اور وہ خوف و قلق اور اضطراب کی طرف مائل ہوتے ہیں [1] بالخصوص جبکہ کوئی شخص اس غریزے اور اس کے متعلقہ امور کے بارے میں زیادہ ہی حساس واقع ہوا ہو۔

● ان اضطرابات کے نتیجے میں ازدواجی تعلقات کے جاری رکھنے میں ناکامی پیش آتی ہے اور انجام یہ ہوتا کہ نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے یا زوجین کے درمیان سخت قسم کی نزاع اور اختلاف کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور ان میں سے بہت لوگوں کو جادو (بندش) یا نظر بد یا جن زدگی کا وہم لاحق ہو جاتا ہے (اگر مرد ہو تو اس پر جنیہ عاشق ہے، اور اگر عورت ہو تو اس پر کوئی جن عاشق ہے) اور اس کی تاکید ان بھائیوں اور بہنوں کے احوال سے ہو جاتی ہے جو ان مشکلات اور اس طرح کی دیگر مشکلات میں علاج کرانے راقیوں کے پاس چلے جاتے ہیں۔ اور ان کی مشکلات میں مزید پیچیدگی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب یہ معالجین ان توہمات کو پختہ کر دیتے ہیں، اور انہیں ان کے دل کی

---

[1] جب نفسیاتی اور اعصابی اضطراب اپنی حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اعضائے جنسیہ کے وظائف میں وقتی طور پر تعطل پیدا ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ تعطل وقتی اور وظیفی ہوتا ہے، عضوی اور دائمی نہیں ہوتا ہے، اس لئے میڈیکل چیک اپ کے نتائج عام طور پر سلبی (نگیٹیو) آتے ہیں۔

گہرائیوں میں راسخ کر دیتے ہیں اور بلا علم وبصیرت ان کا اثبات کرتے ہیں، بس ان کے یہ فیصلے کوتاہ شخصی تجربوں اور اٹکلوں پر قائم ہوتے ہیں، ان کے سامنے بعض کتابوں اور مراجع میں پڑھا ہوا ایک نظریہ ہوتا ہے جن میں جادو، جن زدگی اور نظر بد کے موضوعات پر بحث کی جاتی ہے اور ان کے مولفین بہت سے طبی حقائق کے متعلق ناواقفیت اور جہالت کا شکار ہوتے ہیں۔ ①

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی ان حالات میں جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے، وہ یہی سمجھتا ہے کہ اس کی مشکل کا تعلق اس کی بیوی سے ہے (اس کی بندش بس اسی سے متعلق ہے یا اسی کے سلسلے میں اسے نظر لگی ہوئی ہے یا اسی طرح کی کوئی بات ہے) پھر اس کے جی میں کچھ ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے، اس کے قلق کا ازالہ اور اس کے اضطراب میں سکون پیدا ہو جاتا ہے، اور وہ دوسری شادی رچا لیتا ہے، مگر وہی حالت براہ راست دوبارہ عود کر آتی ہے (ممکن ہے پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ) تب اس کا اضطراب وقلق اور حزن

① وہ باتیں بھی اسی قبیل کی ہیں جن کا بیان وحید عبدالسلام بالی نے اپنی کتاب : ''الصارم البتار في التصدي للسحرة الاشرار'' میں بندش سے متعلق گفتگو کرتے وقت کیا ہے، جناب نے یقین کے ساتھ یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ ملاقات کے وقت ضعف استادگی بندش ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، یہ ایک کوتاہ مفہوم (اور کج فہمی) ہے، اس سے آدمی کی ذات کے متعلق بڑے شکوک پیدا ہو جاتے ہیں جو ایسے انجام سے دوچار کر سکتے ہیں جو کسی طرح قابل تعریف نہیں کہے جا سکتے، اگر مولف کے پاس نفسیاتی طب کے متعلق پیشگی معلومات ہوتی اور اس نے گہرائی کے ساتھ اس معاملے میں تدبر سے کام لیا ہوتا تو ہرگز اس جزم اور فیصلے کی طرف مائل نہ ہوتا۔ اور ایسی ہی بات بہت سے ان اعراض کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے جن کا تذکرہ اس نے اپنی تالیفات میں کیا ہے اور ان پر دوسرے لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی ہے، اور لوگوں میں انہیں رواج مل گیا اور وہ ان میں چل پڑے ہیں، اور انھوں نے بہت سے مریضوں کو مناسب علاج سے محروم کر دیا ہے اور بڑی بڑی خاندانی اور عائلاتی مشکلات کا سبب بن گئے ہیں۔ انتھی
شیخ مذکور کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی باتیں ختم ہو گئیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس شخص کی مذکورہ کتاب اور ایک دوسری کتاب ''وقاية الانسان من الجن والشيطان'' بہت سے لوگوں کے لئے فتنے کا باعث ہوئی ہیں اور انھوں نے بہت سے نوجوانوں کو رقیہ کے بازار میں اپنی دکانیں لگانے کا بیجا حوصلہ دیا ہے اور سلفیت کے نام پر بدعات وخرافات کا دروازہ چوپٹ کھول دیا ہے۔ یہ شخص شدید تناقضات کا شکار ہے، جن باتوں کو شرک کہتا ہے اور بدعات وخرافات کا وسیلہ اور ذریعہ بتاتا ہے انہیں باتوں کو اپنی فتوحات کے طور پر پیش کرتا ہے اور اپنی بزرگی وبڑائی کے اشتہار کے طور پر سامنے لاتا ہے، اور ایسے ایسے واقعات بیان کرتا ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح جنوں پر اس کی بھی حکمرانی چلتی ہے۔ حالانکہ خود ہی اس بات کا معترف ہے کہ جن بلا عوض کسی کی خدمت نہیں کرتے ہیں۔ اس کی کتابوں کا علمی وتحقیقی جائزہ لینے کی سخت ضرورت ہے جن کے مشتملات اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ یہ شخص شیطانی تلاعب کا شکار ہے۔ اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ یہ شخص جو علاج بالقرآن کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیتا تھا انبیاء ورسل کا کام بتاتا تھا اب اس میدان سے باہر ہو گیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کام تو کوئی بھی کر سکتا ہے، میری کتاب اس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے اور میں اس سے اہم کام یعنی دعوت الی اللہ کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں۔
یہ ہیں فضیلۃ الشیخ وحید عبدالسلام بالی صاحب جو خود کو سلفی ظاہر کرتے رہے ہیں اور اب کھل کر خارجی فکر رکھنے والے تحریکیوں کی حمایت میں بیان دیتے ہیں، خروج کے لئے دلائل فراہم کرتے ہیں اور مشہور سلفی علماء پر تنقیدیں کرتے ہیں بلکہ ان کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔

وملال اور بڑھ جاتا ہے۔

اور کچھ راقی حضرات مریض کے لئے اس بات کو پختہ کردیتے ہیں کہ یقیناً اس کے اندر ایک عاشق جنیہ بیٹھی ہوئی ہے یا ایسی ہی کوئی بات ہے، اور اس کی وجہ سے یہ مشکل اور پیچیدہ ہوجاتی ہے اور مراجعہ کرنے والے مریض کی حسرت اور اندرونی سوزش میں اضافہ ہوجاتا ہے، بالخصوص جبکہ پہلی -مطلقہ- بیوی سے اس کے تعلقات محبت ومودت کے تعلقات رہے ہوں، یا ان کے درمیان کوئی اولاد بھی رہی ہو۔ اور ایسا ہی معاملہ عورت کا بھی ہوتا ہے، اور یہ چیز معاشرے میں اتنی تعداد میں موجود ہے جس کا فیصد کچھ کم نہیں ہے۔

- جنسی اضطرابات کا علاج مریض کی طرف سے مختلف مراحل (جائزے علاج اور پیروی) میں بڑے تعاون کا متقاضی ہے، اور اس میں سلوکی ومعرفی اور اسی جیسے دیگر امور بھی شامل ہیں، اور کبھی کبھی وقتی طور پر بعض معاون دواؤں کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اور ان اضطرابات کے علاجی اسالیب دنیا کے مختلف گوشوں میں آزمائے گئے اور ان کے نتائج ایجابی اور حوصلہ افزا تھے اور ان سے (مرد وخواتین دونوں میں سے) ہزاروں لوگوں نے استفادہ کیا ہے، بالخصوص جب کوئی شخص کیس کے بگڑنے اور مرض کے غلبہ پانے سے پیشتر جلد علاج کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو اسے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ اور عالمی پیمانے پر ہونے والی علمی ابحاث اور تحقیقات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ ①

## میں تو علامتوں سے علاج کرتا ہوں

ڈاکٹر طارق حبیب بھی سعودی عرب کے ایک بڑے نفسیاتی ڈاکٹر ہیں اور متعدد کتابوں کے مولف ہیں انھوں نے اپنے ایک انٹرویو میں بڑی اہم بات کہی ہے کہ میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ جن کسی مریض کے اندر داخل ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا ہے البتہ میں اس بات کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں کہ جن وشیاطین انسانوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اب اس کی کیفیت خواہ کچھ بھی ہو۔ اور میں بیماری کے اسباب کی زیادہ کرید کرنے کے بجائے اس کی علامتوں پر غور کرتا ہوں اور نفسیاتی طب کے اصولوں کے مطابق جس مرض کی علامتیں مریض کے اندر پائی جاتی ہیں اسے اسی کی دوائیں دیتا ہوں، مثلاً ڈپریشن کی علامتوں میں ڈپریشن کی، انشقاق ذہنی کی علامتوں میں انشقاق ذہنی کی دوائیں دیتا ہوں۔

---

① دیکھیے : توعیة المرضی...: ۷۵-۷۸۔

- کاش کہ راقی حضرات بھی اس تجربے سے فائدہ اٹھاتے اور خود کو صرف رقیہ پڑھنے تک محدود کر لیتے تو بہت بہتر ہوتا اور ان کے ذریعہ جو بہت سی مشکلات جنم لیتی ہیں اس طرح ان کا خاتمہ ہوسکتا تھا۔

# تشخیص میں جنوں سے مدد لینے یا جنوں کے ساتھ تعامل اور گفتگو کا شرعی حکم

**علامہ البانی رحمہ اللہ سے سوال ہوا: جنوں کے ساتھ تعامل کا کیا حکم ہے ؟**

**شیخ : میں کہتا ہوں :**

جنوں کے ساتھ تعامل موجودہ زمانے کی گمراہی ہے، اس زمانے سے قبل ہم جنوں کے ساتھ انسانوں کے تعامل کے متعلق کچھ نہیں سنا کرتے تھے، یہ ایک فطری بات ہے کہ طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے انسانوں اور جنوں کے درمیان تعامل نہ ہو، قرآن میں وارد :

﴿وَخَلَقَ ٱلْجَآنَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ﴾ [الرحمان:۱۵] ''اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا''۔

کی تاکید اور اضافے کے طور پر رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا :

''خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ''

''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، جنوں کو آگ سے اور آدم کو اس چیز سے جو تم سے بیان کردی گئی ہے''۔

لہٰذا بشر مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور جنات آگ سے، اس لئے میرا ماننا یہی ہے کہ جو اصل خلقت میں اس تفاوت کے باوجود جنوں کے ساتھ تعامل کی بات کرتا ہے اس کی مثال میرے نزدیک اس شخص کی طرح ہے جو فرشتوں کے ساتھ انسانوں کے تعامل کی بات کرتا ہو-حالانکہ ابھی تک تو ہم نے یہ بات کہتے ہوئے کسی کو نہیں سنا ہے-،کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانوں کے لئے فرشتوں کے ساتھ تعامل ممکن ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے، مگر کیوں ممکن نہیں ہے؟ جواب وہی ہے کہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، اور آدم کو اس چیز سے جو تم سے بیان کردی گئی ہے یعنی مٹی سے، لہٰذا یہ جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اس مخلوق کے ساتھ تعامل کرے جسے نور سے پیدا کیا گیا ہے، اسی طرح میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس معنی میں جو ہم انسانوں کے درمیان معروف ہے جنوں کے ساتھ انسانوں کا تعامل ممکن نہیں ہے، بلکہ یہ بہت بہت ہی نادر نادر ہے، اور اس

ندرت کے باوجود یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک فرشتہ خود نہ چاہے اور جنات خود نہ چاہے، مگر یہ کہ انسان کسی فرشتے کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا چاہے تو یہ محال ہے، اور کوئی انسان جن کی چاہت کے برعکس اس کے ساتھ تعامل کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہے، کیونکہ یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا... اس لئے اس زمانے میں جس بات کو شہرت مل رہی ہے کہ انسان جنوں کے ساتھ گفتگو کرتا ہے، یا اس پیشے کا اسپیشلسٹ انسان - جو اپنے دعوے کے مطابق - جنوں کو مخاطب کرتا ہے، اور اس سے اس مبتلا یا اس مریض کی بیماری کے متعلق اور اس کے علاج کے متعلق سوال کرتا ہے تو معین حدود میں یہ چیز ممکن ہے، مگر یہ امکان واقعی ہے شرعی نہیں ہے؛ کیونکہ ہر وہ چیز جو واقعتاً ممکن ہوتی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شرعاً بھی جائز ہو، ایک مسلمان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ حرام کے ذریعہ رزق حاصل کرے - جیسا کہ آج بہت سارے معاملات میں سود کی مصیبت عام ہے - مگر یہ شرعا ممکن نہیں ہے، شرعا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کا واقعتاً وجود میں آنا جائز ہو وہ شرعاً بھی جائز ہو ایسا نہیں ہوتا ہے - اس لئے ہم ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں جو جن زدہ انسانوں کا رقیہ کرنے میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ وہ اس جن زدہ انسان کو سوار ہونے والے جن سے نجات دلانے کے لئے راستے سے نہ ہٹیں یا یہ کہ وہ قرآن پڑھنے سے زیادہ کچھ نہ کریں... بس انہیں حدود میں یہ کام جائز ہے اور باقی اس کے سوا جو کچھ ہوتا ہے تو قرآنی تنبیہ کی روشنی میں جو ہمیں کی گئی ہے ان جنوں کی شہادت کے مطابق جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تھے جائز نہیں ہے، جن کی بات ہمارے رب عزوجل نے اپنے قرآن میں بیان فرمائی ہے:

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

یہ استعانت مختلف طرح سے ہوا کرتی تھی جس کی تفصیل میں جانے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے، اہم بات یہ ہے کہ جنوں سے استعانت (مدد لینا) انسانوں کی گمراہی کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، کیونکہ جنات اللہ کے لئے کسی انسان کی خدمت نہیں کرتا ہے، بلکہ یہ کام وہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنی مراد پانے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے کرتا ہے۔ پھر تنویم مقناطیسی اور روحوں کی حاضری کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں کام دین کے نام پر نہیں ہوتے تھے مگر اب: کچھ مسلمان دین کے نام پر جنوں سے مدد لینے کی گمراہی کا شکار ہو گئے ہیں، رسول علیہ الصلاۃ والسلام سے یہ تو ثابت ہے کہ انھوں نے کچھ ایسے لوگوں پر جو جن زدہ تھے کچھ آیتیں پڑھی تھیں اور وہ شفایاب ہو گئے تھے، مگر ان لوگوں نے ابتدا تو اسی نقطے سے کی مگر پھر اس کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے

کلام تک لے گئے :

کیا تو مسلمان ہے؟ نہیں میں مسلمان نہیں ہوں، تیرا دین کیا ہے؟ کرسچین، یہودی، بدھسٹ؟۔

اس کے بعد اس کے ساتھ مکالمہ شروع ہوتا ہے: اسلام قبول کرلو، سلامتی پا جاؤ گے، اور باتیں.. اھ.

وہ کہتا ہے : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ.

انسان جن کی باتوں پر ایمان لاتا ہے (یعنی اسے صد فیصد سچ مان لیتا ہے) حالانکہ نہ وہ اسے دیکھتا ہے نہ مطلق طور پر اسے محسوس کرتا ہے، ہم یہاں سالہا سال سے اپنے ہم جنس لوگوں کے ساتھ تعامل کرتے چلے آتے ہیں، انسان انسان کے ساتھ سالوں تعامل کرتا ہے، مگر سالوں تعامل کرنے کے بعد آپ کو معلوم ہوتا کہ واللہ یہ آپ کو دھوکا دیتا رہا ہے، پھر آپ جنات کے کسی فرد کے ساتھ تعامل کی خواہش کس طرح کرسکتے ہیں جس کی حقیقت کا آپ کو کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔

وہ آپ سے کہتا ہے: میں مسلمان ہوگیا، یا پہلے ہی سے کہنے لگتا ہے کہ میں مومن ہوں، دیکھئے میں آپ کی خدمت کے لئے مستعد ہوں، آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں، میں حاضر ہوں؟ یہ باتیں ہم کثرت سے سن رہے ہیں، سبحان اللہ! یہیں سے گمراہی مسلمانوں پر آتی ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے :

"**وَمَا مُعْظَمُ النَّارِ إِلَّا مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ**" "آگ کے بھاری شعلے تو چھوٹی چنگاریوں ہی سے وجود میں آتے ہیں"۔

ہم نے انسانوں سے جنوں کے نکالنے کا پیشہ اپنانا شروع کردیا ہے اور اس میں اتنا توسع اختیار کرلیا کہ تعلقات بنانے لگے، اخیر میں یہ سوال آیا ہے کہ کیا جنوں کے ساتھ تعامل جائز ہے؟

**جواب ہے :** یہ ناممکن ہے، مگر بس اسی تفصیل کے ساتھ جو میں نے ابھی بیان کی ہے، نصیحت یہی ہے جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ جن زدہ انسان کے علاج کے لئے رقیہ سے زیادہ کچھ کرے، جتنا چاہے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح دعاؤں میں سے پڑھے، بس یہی کافی ہے، مگر اس پر کچھ اضافہ کرنا: بعض لوگ بخور (دھونی والی خوشبوئیں) استعمال کرتے ہیں، بعض لوگ تیل کا استعمال کرتے ہیں، مجھے نہیں معلوم عجیب عجیب چیزیں ہوتی ہیں، یہ سب لوگوں کے ساتھ فریب ہے، اور سب انسانوں سے الگ ہوکر اس پیشے پر قبضہ جمانے کی ایک کوشش ہے، اس لئے اگر بات صرف چند آیتوں کی قرأت تک ہی رہے تو ہر آدمی چند آیتوں کی اچھی قرأت کرسکتا ہے، اور جنات نکل بھاگتا ہے، اس لئے لازم ہے کہ کچھ فریب اور سرّیت کا کھیل چلتا رہے۔ ان کے خیال میں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے تاکہ کچھ کو چھوڑ کر کچھ کی اجارہ داری اس پر باقی رہے۔

**میں اللہ تعالیٰ کا قول یاددلاتا ہوں :**

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں جنوں کی طرف استعانت کے لئے پھرنے سے محفوظ رکھے۔ ①

## جنوں کے ساتھ گفتگو اور بحث مباحثے کے نقصانات

**الدليل والبرهان على بطلان أعراض المس ومحاورة الجان** نامی کتاب تالیف مدحت عاطف کے (ص ۴۴-۴۸) پر انسان کو لاحق جن کے ساتھ ہونے والے جدلیاتی مکالموں کے مفاسد پر ایک اچھی بحث موجود ہے جو حسب ذیل ہے، لکھتے ہیں :

''کسی ذی شعور اور بیدار ضمیر انسان پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ان مکالموں کا انجام متعدد برائیوں اور مفاسد کی شکل میں سامنے آیا ہے اس لئے ان کا دروازہ بند کر دینا واجب ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ شرعی ہوں تو بھی یہ کام کر لینا چاہیے، کیونکہ اس کا مقصد مفاسد کا خاتمہ اور شر کے ان ذرائع کا مسدود کر دینا ہے جو کتابوں اور کیسٹوں کے توسط سے ان مکالموں کے منظر عام پر آنے کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔

اے لکھنے والے اور علاج کرنے والے حضرات یہ رہیں وہ خرابیاں جو جنوں کے ساتھ آپ کے مکالموں کی وجہ سے ظاہر ہوئی ہیں :

- **پہلی خرابی: اداکاری :**

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ زندگی کی وہ پیچیدہ مشکلات جن کا سامنا کرنے اور انہیں حل کرنے سے بیشتر لوگ عاجز رہ گئے، اور انہیں ان سے پیچھا چھڑانے کا کوئی داخلی اور خارجی راستہ فراہم نہیں ہو سکا تو ان کے سامنے صرف یہی ایک راہ بچ گئی کہ وہ اپنے اس دردناک سانحے سے منہ چرانے کے لئے راہ فرار اختیار کر لیں اور جو مکالمے انھوں نے سنے یا پڑھے ہیں انہیں کا سہارا لے لیں، لہٰذا انھوں نے معالج اور جن کے سوال جواب یاد کر لئے۔

اور انہیں اپنی اس دکھوں بھری زندگی میں کوئی اور جائے پناہ اور راہ نجات اس کے سوا نظر نہ آئی کہ وہ جھوٹ کا

① الهدى والنور ۱۷،۶۷۸/۵۲ : ..، دیکھئے : موسوعۃ الالبانی مسئلہ نمبر ۳۹۵-۳/۱۰۵۵-۱۰۵۹۔

سہارا لیں اور اپنا سارا الزام جنوں پر ڈال دیں، اب وہ اداکاری کے ذریعہ اپنے اردگرد کے لوگوں کے اندر یہ احساس پیدا کرنے لگے کہ جس چیز نے ان کی زندگی کا ڈھرا بدل دیا اور ان کے خوابوں کو منتشر کر دیا وہ ہے جنات۔

پھر تیزی کے ساتھ انہیں کسی معالج (یعنی راقی) کے پاس لے جایا جاتا ہے، وہ ان پر (رقیہ) پڑھتا ہے، اور مشکلات کا مارا وہ شخص ایک جن کا کردار نبھانے لگتا ہے، اور سارا جرم جنوں کے سر ڈال دیتا ہے، معالج پوچھتا ہے اور اداکار جواب دیتا ہے، کاربیکاری، فضول کاری اور ضیاع حق ووقت کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے۔ ①

- **دوسری خرابی : گھبراہٹ، خوف اور قلق :**

کبھی کبھی یہ جدلیاتی نشست مسلم گھرانوں میں سے کسی گھر میں ایک ایسے خاندان کے سامنے شروع ہوتی ہے جس میں چھوٹے بڑے سب ہوتے ہیں.. تھڑدلے اور کم فہم بھی ہوتے ہیں.. ایسے ماحول میں معالج ② صاحب

---

① • **اداکار طالبہ کی کہانی :**

ایک ثقہ راوی نے بیان کیا کہ ایک مشہور جامعہ کی سابق طالبہ جو آج ایک معزز خاتون اور کئی عدد شریف زادوں اور شریف زادیوں کی ام محترم ہو چکی ہے، آج پچھلے دنوں کو یاد کر کے ہنستے ہوئے بیان کرتی ہے کہ جب گھر اور رشتے داروں سے الگ تھلگ پردیس کے ایام اس پر بھاری پڑنے لگے، اوپر سے پڑھائی کا بوجھ اٹھانا دشوار لگا تو اس نے اپنی بعض رفیقات جامعہ کی طرز پر اپنے اوپر آسیب اور اوپری بلائیں طاری کر لی تھیں اور اپنی جناتی اداکاری سے گھر والوں کو خوب بے وقوف بنایا تھا اور جب ہر طرح کے جھاڑ پھونک اور تمام تدبیروں کے باوجود جنات صاحب نے ٹلنے کا نام نہ لیا اور وقتاً فوقتاً قدم رنجہ فرماتے ہی رہ گئے تو بالآخر پڑھائی، ہاسٹل، پھیکی دال، کچے بھات اور بے نمک ترکاریوں سے جان چھوٹ گئی۔ مگر جب متعدد اداکاراؤں نے یہی حربہ آزمایا تو یہ بات مشہور ہو گئی کہ جامعہ کا ہاسٹل آسیب زدہ ہے، اور یہاں حضرت جنات کی نظر عنایت ہے۔

- **انجینئری اس کے بس کا روگ نہ تھی اس لئے اپنے اوپر ایک عدد جنات سوار کر لیا :**

روایت مذکورہ راوی ہی کی ہے۔ داستان ایک ایسے لڑکے کی ہے جس کا بڑا بھائی بیحد ذہن اور ہونہار تھا اور پڑھائی میں سدا امتیازی نمبرات سے پاس ہوتا تھا، محنتی بھی تھا اس لئے کامیابی اس کے قدمبوس ہوتی تھی وہ کافی آگے نکل گیا تھا، گھر والوں نے اسی حوصلے میں ان چھوٹے حضرت کا داخلہ بھی انجینئرنگ کالج میں کرا دیا، ادھر حال یہ تھا کہ ذہن کہیں اور ہی چلتا تھا، کالے اچھروں کے ساتھ دماغ پاشی ان کے بس کا روگ نہیں تھی، نت نئی شکایتیں آنے لگیں، گھر والوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا، نصیحتیں پلائی جاتی تھیں، ڈانٹ پھٹکار سے آئے دن سابقہ پڑتا تھا، کیونکہ ان کی توقعات جناب کی حیثیت سے بہت زیادہ تھیں پھر جب انہیں راہ فرار کی اور کوئی تدبیر سجھائی نہ دی تو دماغ میں ایک زبردست آئیڈیا آ گیا اور وہ خوشی سے اچھل پڑے اور اس پر فوری عمل بھی شروع کر دیا۔ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے آسیب زدگی کا ڈرامہ شروع کیا اور اپنی کامیاب اداکاری سے یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ جنات ہی ہے جو مجھے پڑھنے نہیں دیتا ہے اور پیشہ ور راقیوں نے میری جن زدگی پر مہر تصدیق ثبت کر دی، اور میں نے نہایت شکر گزاری کے ساتھ راحت کی سانس لی کہ جیتے رہو اے پیشہ ور راقیو تمہارا بڑا احسان ہے۔ اس طرح پڑھائی اور اس کی جناتی اذیتوں سے میری جان چھوٹ گئی۔ بہر کیف اب میں ایک کامیاب تاجر ہوں۔

(مؤخر الذکر دونوں واقعات فیضی کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں اصل اقتباس کا حصہ نہیں ہیں)

② راقیوں کے لئے معالج کا لفظ بھی غیر مناسب ہے اور بہت سی غلط فہمیاں پیدا کرنے والا ہے۔

حضرت جن سے اپنی بحث کا آغاز فرماتے ہیں اور گفتگو کا سلسلہ چل پڑتا ہے، اور معالج صاحب اپنے سوالوں کے ساتھ رواں دواں رہتے ہیں، جنوں میں جھوٹ اور من گھڑنت کی کثرت ہوتی ہے۔

بطور مثال بطور حصر نہیں، کیونکہ حصر خون کے آنسو رلائے گا۔

معالج پوچھتا ہے: جناب کا تعلق کس قسم سے ہے ؟

جنات صاحب جواب دیتے ہیں: میں سرخ جنوں کا بادشاہ ہوں!! اور ہلچل پیدا کرنے والی یہ نشست یوں اختتام کو پہنچتی ہے کہ معالج صاحب علاج کے بغیر (بے نیل مرام) چلے جاتے ہیں، اور حضرت قبلہ جن صاحب مریض کے بدن پر براجمان رہ جاتے ہیں۔

اللہ واسطے بتانا.. بھلا یہ خاندان سو کیسے سکتا ہے؟ بلکہ اس خاندان کے وہ چھوٹے میاں کیسے سو سکتے ہیں جنھوں نے ساری بحث اپنے سامنے دیکھی اور سنی ہو اور اس ٹریجڈی والے مکالمے کا منظر ان کی نگاہوں کے سامنے گھوم رہا ہو، اور انہیں یہ علم ہو کہ سرخ جنوں کے شاہ ابھی تک ان کے بھائی، بہن یا ماں، باپ کے بدن میں آلتی پالتی مارے بیٹھے ہیں؟

اے دہشت پیشہ لوگو!

سرخ جنوں کے شاہ[1] !!

کون سی راحت.. کہاں کا سکون.. کیسا اطمینان.. کون سی نیند پلکوں یا آنکھوں پر کھیلنے کی جرأت کرے گی!!

میں سمجھتا ہوں خود نیند بھی سرخ جنوں کے شاہ کی موجودگی میں اس گھر کے اندر آنے سے ڈرے گی، پھر گھر والوں کا کیا پوچھنا!! سب شکوہ اللہ ہی کے حضور پیش کیا جاتا ہے۔

## • تیسری خرابی : دہشت زدہ کرنا :

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ مکالمے لوگوں میں عام ہوتے ہیں جن میں مولفین اور معالجین (رقیہ کرنے والوں) نے لوگوں کے سامنے جنوں کا تصور آسیب اور جادو کے ساتھ ہی پیش کیا ہوتا ہے گویا جنوں کی تخلیق ایک ہی پیشے اور ایک ہی عمل کے لئے ہوئی ہے جو لاثانی ہے، اور وہ ہے جادو اور لوگوں پر سوار ہونا، انہیں ضرر پہنچانا اور اذیت میں مبتلا کرنا۔

---

① تنبیہ: یہاں کوئی سرخ یا زرد جنات نہیں ہوا کرتے ہیں! بلکہ جنات تین طرح کے ہوتے ہیں: جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جن تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ ہیں جن کے پر ہوتے ہیں جو ہوا میں اڑتے ہیں، دوسرے سانپ اور بچھو ہوتے ہیں، اور ایک قسم وہ ہے جو کوچ کرتے رہتے ہیں اور پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ (صحیح الجامع: ۳/ ۸۵)۔

• **چوتھی خرابی : فتنے پیدا کرنا اور لوگوں کے درمیان جھگڑے لگانا :**

یہ بہت بڑی خرابی ہے جس میں کینہ، بغض اور دشمنی میں نوبت قتل اور رشتہ داریاں توڑنے تک جا پہنچتی ہے، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب شیر دل وسخی - معالج صاحب (!) حضرت جن سے یوں گویا ہوتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ جناب والا اس آسیب زدہ خاتون بنی آدم پر جادو کس نے کیا ہے؟ تو عالیجاہ سرعت کے پروں پر سوار جواب دیتے ہیں۔ گویا اس جاہل معالج نے اپنی جہالت سے جن کو سنہرا موقع فراہم کر دیا ہو۔ کہ فلاں بن فلاں نے [1] اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ سب لوگ بیچارے فلاں کی تلاش میں جٹ جاتے ہیں گویا وہ فیصلہ آسمان سے آیا ہو، اور یہ فلاں مریض کا بھائی، بہن، پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں، پڑوسی کوئی بھی ہوسکتا ہے، اور پھر وہ اختلافات، کینے اور قطع تعلقات شروع ہوجاتے ہیں جو شرعی اعتبار سے ممنوع ہیں۔

دیکھا آپ نے پیوستہ رشتوں کی ردا کیسے چاک ہوئی.. استوار محبتوں کے سلسلے کیسے تباہ ہو گئے.. امن وامان پر کیسی ضرب لگی اور ہم آہنگی اور سکون کیسے مجروح ہو گئے۔

دیکھا تم نے کہ تمہارے زندہ درگور کئے ہوئے مردہ مکالموں نے فتنوں کی جڑوں میں کیسے آگ بھر دی اور لوگوں کے درمیان فرقت کی آگ کیسے بھڑکا دی. تمہارے مکالمے ہمیں تاریک رات کی مانند فتنوں کی طرف کھینچ لے گئے !! واللہ المستعان.

• **پانچویں خرابی : علم جن [2] کی تخصصی صورت کا اضمحلال :**

لہٰذا ہرا یرا غیرا جس نے جنوں کے متعلق کوئی کتاب پڑھ لی، یا جنوں کے ساتھ کسی مکالمے کو حفظ کرلیا وہ اپنے اندر جن زدگی کے علاج کی قدرت محسوس کرنے لگا، اور جلد ہی اپنی ذات اور اپنی قدرت کا اعلان کرنے لگتا ہے! اور آفت پر آفت یہ ہوتی ہے کہ یہ معالج صاحب اپنے اور جن کے درمیان ہونے والے مکالموں کے متعلق کتاب بھی تالیف کر بیٹھتے ہیں.. جس کی وجہ سے یہ مرض عجیب حیرت انگیز اور مشکوک طریقے سے پھیلنے لگتا ہے۔

---

[1] یہ شگاف ہم پر مخفی نہ رہے جس سے انھوں نے سرکشی کرنے والے جن کو یہ راستہ فراہم کر دیا ہے کہ وہ اس مظلوم خاندان کے ساتھ مزید سرکشی کا مظاہرہ کرے، اور یہ ہے وہ جھوٹ جسے وہ جن ملنے والا وہ سنہرا موقع سمجھتا ہے جس سے پورے خاندان ہی کا صفایا کر دے۔

[2] مولف نے ص (۷۲) پر کہا: میری مراد علم جن میں تخصص ہے علاج جن میں تخصص نہیں ہے؛ کیونکہ علاج جن میں تخصص سے بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے ہیں جن کے متعلق ہم پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں۔

مگر علم جن میں تخصص معالجین اور مریضوں کے لئے ایک احاطے جیسا ہے اور عام وخاص لوگوں کے لئے بیداری کا ذریعہ ہے۔

### • چھٹی خرابی : وہ عجب جو حضرت معالج کو لاحق ہو جاتا ہے :

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جن کی چالبازیوں اور مکر کے باعث معالج صاحب عجب کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بطور مثال پیش خدمت ہے کہ ایک معالج صاحب نے عنوان لگایا :

(ایک جن شیخ صاحب کے اندر گھسنا چاہتا ہے)

اور اس کے تحت فرمایا: اور شیخ صاحب اور جناب جن کے درمیان مکالمہ کے بعد شیخ صاحب نے جن سے پوچھا: کیا تم باہر نکل رہے ہو؟

اس جن نے کہا: ہاں نکلوں گا مگر ایک شرط پر۔

فرمایا : شرط کیا ہے؟

اس نے کہا : میں اس کے اندر سے نکل کر آپ کے اندر داخل ہو جاؤں گا!!

شیخ نے فرمایا : کوئی بات نہیں اس کے اندر سے نکلو اور اگر آسکو تو میرے اندر آجاؤ۔

اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا، پھر رو پڑا۔

شیخ نے پوچھا : بات کیا ہے تم تو رونے لگے؟

اس نے کہا : آج آپ نے صبح کے اذکار پڑھے ہیں، میں آپ کے اندر نہیں آسکتا۔اھ.

ہم پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ جن کے اندر بڑی خباثت اور مکر چھپا ہوتا ہے، وہ معالج کو رفتہ رفتہ اپنی راہ پر لاتا ہے اور آفات قلوب کی بھول بھلیوں اور ریا، نفاق اور کبر جیسی بربادیٔ اعمال کی کھائیوں میں ڈھکیل دیتا ہے، پناہ اللہ کی'' اھ۔ ①

### بندہ عرض کرتا ہے کہ :

یہاں ایک ساتویں خرابی بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ لاحق جن کو لمبی مدت تک جن زدہ کے جسم میں رہنے کا موقع فراہم ہوتا ہے، کیونکہ جن سے گفتگو کرنے والا اپنے ردوکد کے درمیان قرأت قرآن سے رک جاتا ہے۔ جو اسے تکلیف پہنچاتی ہے، اذیت اور قلق سے دوچار کرتی ہے۔جس کی وجہ سے جن کو زیادہ استقرار نصیب ہوتا ہے اور اس

---

① غالباً یہ مثال شیخ وحید عبدالسلام بالی کی ہے جنھوں نے اپنی کتاب **الصارم البتار للسحرة الأشرار** (ص ۱۳۷) میں اسی سے ملتا جلتا واقعہ بیان کیا ہے۔ شیخ وحید صاحب اور ان کی کتابوں پر نیز ان کے اس کام کے لئے تفرغ پر بہت سے اہل علم نے تنقیدیں کی ہیں، میں نے خود جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاد شیخ عبداللہ بخاری صاحب کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ شخص بڑا جھوٹا ہے۔

کی شدت میں زیادہ تخفیف ہو جاتی ہے..

بلکہ جن قول باطل میں اضافہ کر دیتا ہے [1] اور کثرت سے جھوٹ بولنے لگتا ہے، تا کہ راقی کو دھوکے میں ڈال کر رقیہ کے سلسلے میں اپنا صحیح کردار ادا کرنے سے باز رکھ سکے، اور اسے مزید گفتگو اور بحث مباحثے میں الجھائے رکھے۔ [2]

## جنوں سے گفتگو یا جن زدگی سے متعلق کچھ اطباء کی قابل توجہ باتیں

- **ڈاکٹر عبدالرزاق الحمد کہتے ہیں :**

جو جن مریض کی زبان پر بولنے لگتا ہے ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ وہ مریض کی ثقافت کے باہر کی باتیں کرتا ہو اور جو زبان مریض بالکل نہیں سنتا اور جانتا ہے اس زبان میں گفتگو کرتا ہو۔ مثلاً کسی عربی کی زبان پر چینی یا جاپانی زبان میں گفتگو نہیں کرتا ہے، زیادہ سے زیادہ اس کی گفتگو عربی زبان کے بجائے انگریزی میں ہوتی ہے جن میں کچھ غیر مربوط جملے ہوتے ہیں اور یہ زبان اس کی ثقافت سے باہر نہیں ہوتی ہے۔

- اگر اس کے اندر بولنے والا واقعی جن ہے تو اس سے کہا جائے کہ وہ مریض کو چند انچ زمین سے اوپر اٹھا کر بتائے۔

- ایک صاحب فرماتے ہیں: اس جن سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ کسی بھی دوسری شکل میں مجسم ہو کر الگ سے سامنے آئے۔

## تشخیص سے متعلق شیخ عبداللہ بن علی حداد کی نصیحت

شیخ عبداللہ بن علی حداد صاحب مریض کے اندر پائی جانے والی جسمانی بیماری اور شیطانی اثرات کے درمیان فرق کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''جو لوگ قرآن سے علاج کرانے آتے ہیں ان کے ساتھ پہلا قدم یہی ہونا چاہیے کہ مریض سے پوچھا جائے: کیا ڈاکٹر کی طرف سے تمہاری تشخیص ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر طبی طور پر اس کی تشخیص نہ ہوئی ہو تو یہ لازم ہے کہ اسے سب سے پہلے طبیب سے رجوع کرنے کو کہا جائے؛ کیونکہ طب کے پاس ایسی تیزی اور

---

① یعنی یہ چیز جن کی گفتگو کرنے کو تسلیم کر لینے کی صورت میں ہے جیسا کہ بارہا گزرا۔

② دیکھئے برھان الشرع.. للحلبي ص ۲۱۳-۲۱۸۔

امکانیت کے ساتھ اس کے امراض کی تشخیص کے لئے ایسے مخصوص وسائل مہیا ہیں جو قرآنی معالجین کے امکان سے باہر ہیں کیونکہ یہ لوگ کچھ متعین چیزوں پر ہی اعتماد کرتے ہیں جبکہ اہل طب کا اعتماد مادی چیزوں اور جدید ٹکنالوجی پر ہوتا ہے، اس لئے یہ لازم ہے کہ اس شخص کو اہل طب کے پاس لے جایا جائے۔
اور جب طب اس مرض کی ظاہری علامتوں یا سبب کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس کی تشخیص سے عاجز رہ جائے تب مریض کے استقبال کے لئے اہل قرآن کی باری آتی ہے، ممکن ہے یہاں اسے کچھ تاثیر مل سکے۔
اور اہل قرآن اس مریض سے جس کا علاج مقصود ہو کچھ سوال کریں مثلاً: اسے کیا تکلیف ہے؟ کب سے شروع ہوئی ہے؟ لوگوں کے ساتھ اور اپنے آس پاس رہنے والے گھر والوں کے ساتھ اس کا رویہ کیا ہے؟ کیا اسے سر درد اور گرانی کی تکلیف ہے، تنگی محسوس ہوتی ہے؟ نماز تلاوت قرآن اور دعاؤں وغیرہ عبادتوں اور طاعتوں کے پہلو سے اس کے احوال کیا ہیں؟ ان سوالوں کے مجموعہ سے اجتہادی طور پر ممکن ہے یہ اندازہ لگ سکے کہ اس شخص پر کچھ اثرات ہیں یا نہیں ہیں"۔ [1]

- **خلاصہ بحث :**

تشخیص کی اہمیت ونزاکت، مطلوبہ مہارت کے لزوم، اس پر مرتب ہونے والے اثرات اور ان کی سنگینی اور اس سلسلے میں ہونے والی کوتاہی اور غیر معیاری طرز عمل کی وجہ سے مجبوراً طوالت سے کام لیا گیا ہے مگر ہمیں امید ہے کہ مذکورہ تفصیلات سے یقیناً یہ حقیقت سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ :

- تشخیص اطباء کا کام ہے اور میڈیکل سائنس کی ترقی اور اپنے تخصص کی وجہ سے انہیں اس سلسلے میں ایسی سہولتیں مہیا ہیں کہ وہ بیشتر حالات میں کسی حتمی نتیجے تک پہنچ سکتے ہیں۔
- راقیوں کے پاس چونکہ ایسا کوئی پیمانہ یا ذریعہ نہیں ہوتا ہے جس سے وہ مرض کی تشخیص میں کسی یقینی اور حتمی نتیجے تک پہنچ سکیں اس لئے انہیں اپنی حد کو پہچان کر یقینی تشخیص سے گریز کرنا چاہئے۔ ورنہ اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔
- راقیوں کا کام صرف رقیہ پڑھنا ہے اس لئے انہیں اپنے حدود کو تجاوز کرتے ہوئے علاج معالجے کے کام میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اکثر حالات میں یہ تصرف راقی اور مرقی دونوں کے حق میں اچھے نتائج کا حامل نہیں ہوتا ہے۔

---

[1] برهان الشرع .. للحلبي ص٢٠٤-٢٠٥۔

- جنوں سے مکالمے کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے، یہ ایک امر مستحدث ہے، اور اس سے لاتعداد مفاسد پیدا ہوتے ہیں جو راقی، مرقی اور اس کے متعلقین سب کے لئے ضرر رساں ہیں اس لئے اس سے گریز لازم ہے اور اس باب میں جو توسع پیدا ہو چکا ہے وہ سراسر غیر مشروع ہے۔
- جن زدہ یا مریض کی زبان پر جن کے بولنے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے، تاہم اس کے امکان سے انکار بھی نہیں ہے، مگر اس یقین کے حاصل کرنے کا کوئی پیمانہ نہیں ہے کہ آیا وہ مریض خود ہی اپنی بیماری یا اداکاری سے بول رہا ہے یا واقعی وہاں کوئی جن موجود ہے، اس سلسلے میں اکثر دھوکا ہوتا ہے اور بڑے بڑے راقیوں کو بھی حقائق کا انکشاف ہونے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم بیشتر فریب ہی کھاتے رہے ہیں۔
- یہیں ہم اس بات کی طرف بھی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ جنوں اور شیطانوں کو مریض کے ذریعہ اسلام کی دعوت دینا یا انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا یا ان سے عہد معاہدے لینا صحابہ اور سلف کا طریقہ نہیں رہا ہے، نہ ان سے یہ بات کہیں منقول ہے، اگر اس میں کوئی خیر ہوتا تو وہ ضرور اس باب میں ہم پر سبقت لے گئے ہوتے اور جن زدوں کو پکڑ پکڑ کر ان میں دعوت إلی اللہ کا فریضہ انجام دیتے اور جنوں کے قبیلوں کے قبیلے ان کے ہاتھوں بھی مسلمان ہو گئے ہوتے مگر جب انھوں نے یہ کام نہیں کیا تو واضح ہو گیا کہ یہ کوئی مطلوب چیز نہیں ہے، نہ اس میں کوئی فضیلت ہے، بلکہ تجربات شاہد ہیں کہ جنوں کی اصلاح تو ایک وہمی اور تخیلاتی چیز ہے البتہ خود داعی حضرات ہی اس سے جنوں اور شیطانوں کی چالوں کا شکار ہو کر چاروں شانے چت ہو گئے۔ **فاعتبروا یا اولی الأبصار۔**

## رقیہ شرعیہ کے ضابطے

رقیہ کے کچھ ضابطے اور کچھ شرطیں ہیں جن کی پابندی ہر رقیہ کرنے والے اور رقیہ کرانے والے پر لازم ہے تا کہ اس کا رقیہ درست اور مشروع ہو، اور کچھ اہم ترین ضابطے حسب ذیل ہیں :

### اول : رقیہ میں کوئی شرک نہ شامل ہو :

یہ لازم ہے کہ رقیہ ہر طرح کے شرک سے خالی ہو، مثلاً: غیر اللہ سے دعا، استغاثہ (فریاد کرنے) استعانت (مدد طلب کرنے) اور استعاذہ (پناہ مانگنے) کی کوئی چیز اس کے اندر نہ پائی جائے، وہ غیر اللہ خواہ کوئی جن ہو، شیاطین ہوں، ملائکہ ہوں، یا انبیاء وصالحین ہوں، اس ضابطے کی دلیل عوف بن مالک اشجعی کی حدیث ہے، بیان کرتے ہیں: ہم جاہلیت میں رقیہ کیا کرتے تھے، تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اس سلسلے میں کیا فرماتے

ہیں؟ تو آپ نے حکم دیا: اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو۔ رقیوں میں اس وقت تک کوئی حرج نہیں ہے جب تک ان میں کوئی شرک نہ پایا جاتا ہو۔ ①

- اور شرک کی ایک قسم شرک اسباب بھی ہوتا ہے: اور وہ یہ ہوتا ہے کہ تاثیر کو عادی اسباب کی طرف منسوب کیا جائے، جیسے فلاسفہ اور نیچریوں اور انہیں کی راہ چلنے والوں کا شرک ہوا کرتا ہے، اس لئے جس نے عادی اسباب کے متعلق یہ عقیدہ رکھا کہ وہ بذات خود موثر ہوتے ہیں تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ ② اس لئے رقیہ کو اس نوع سے خالی ہونا چاہیے، یعنی یہ اعتقاد نہ رکھے کہ رقیہ بذات خود موثر ہوتا ہے بلکہ اس میں تاثیر اللہ کے پیدا کرنے سے ہوتی ہے، اور رقیہ اور راقی دونوں ہی بس ایک سبب ہوتے ہیں۔ ③

## علاج کے لئے کوڑیوں، گھونگوں اور پتھر کے نگوں کا پہننا جائز نہیں :

- اور تکلیف کے خاتمے اور مریضوں کے علاج کے لئے کوڑیوں، گھونگوں اور پتھر کے نگوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنْ أَرَادَنِىَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَـٰشِفَـٰتُ ضُرِّهِۦٓ﴾ [الزمر: ۳۸]۔

''آپ ان سے کہئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالی مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟''۔

## ایسے رقیوں سے علاج جائز نہیں جن میں مردوں سے فریاد کی جاتی ہو :

- اور ایسے رقیوں سے علاج کرنا جائز نہیں ہے جن میں ان مردوں سے استغاثہ (فریاد کی جاتی) ہو جن کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہو اور جو خود اپنی ذات کے لئے بھی نفع نقصان کے مالک نہیں ہوتے ہیں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا :

**''إذا سألت فاسأل الله، وإذا استعنت فاستعن بالله''**

''جب تم سوال کرو تو اللہ ہی سے سوال کرو اور جب مدد مانگو تو اسی سے مانگو''۔ ④

---

① مسلم ۷/۱۹ حدیث نمبر ۵۸۶۲۔ ② الکلیات لأبی البقاء ایوب بن موسی حسینی کفوی ص(۵۳۳)۔

③ دیکھئے : فتح الباری (۱۰/۱۹۵) اور شرح النووی (۱۴/۱۶۸) اور شرح الزرقانی (۴/۴۱۱)۔

④ احمد حدیث نمبر (۲۶۶۹) ترمذی (۲۵۱۶) البانی نے صحیح کہا ہے مشکاۃ المصابیح (۵۳۰۲)۔

**دوم : رقیہ کسی سحر (جادو) پر مشتمل نہ ہو :**

- سحر کا لغوی معنی: سَحَرَ يَسْحَرُ سَحْراً کسی چیز کو اس کے رخ سے پھیر دینا ہے۔

اصطلاح میں سحر کا اطلاق متعدد معانی پر ہوتا ہے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

دھوکا دینا، ایسی تخیلات جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ قول اسی معنی میں ہے :

﴿سَحَرُوٓاْ أَعْيُنَ ٱلنَّاسِ وَٱسْتَرْهَبُوهُمْ﴾ [الاعراف:١١٦]۔

''لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی''۔

**اور یہ قول بھی :** ﴿يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ [طٰہ:٦٦]۔

''خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں''۔

- **سحر کا اطلاق ایک طرح کے تقرب کے ذریعہ شیطانی معاونت کے حصول پر بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :**

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾ [الشعراء:٢٢١-٢٢٢]۔

''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں، وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں''۔

**اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :**

﴿وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ﴾ [البقرة:١٠٢]۔

''بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔

- **علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان رقیوں سے علاج ممنوع ہے جو جادو پر مشتمل ہوں۔**

مثلاً : گرہیں اور وہ تعویذیں اور طلسمات جو مخصوص ناموں پر مشتمل ہوتے ہیں جن کے متعلق جادوگروں کا دعوی یہ ہوتا ہے کہ یہ سب وہ فرشتے ہیں جنھیں سلیمان علیہ السلام نے جنوں کے قبیلوں کا ذمہ دار بنا رکھا تھا، اس لئے جب اس نام کے حامل شخص کو قسم دلائی جاتی ہے تو وہ جن کو اس کی مراد پوری کرنے پر لگا دیتا ہے۔

- اور ان میں سے کچھ لوگ بعض مخصوص ناموں پر قسمیں کھاتے ہیں ان کا دعوی یہ ہوتا ہے کہ ان کا تعلق ستاروں سے قائم ہے، انہیں معدنوں وغیرہ کے قالب میں رکھا جاتا ہے، ان کا دعوی یہ ہوتا ہے کہ وہ خاص آثار پیدا کرتے ہیں۔

## اس ضابطے کی دلیل :

-یعنی جادو پر مشتمل رقیوں کی حرمت کی دلیل- ہر وہ نص ہے جس سے جادو کی حرمت اور اس کے کفر ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ قول :

﴿وَٱتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ ٱلشَّيَٰطِينُ عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَٰنَ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَٰنُ وَلَٰكِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ ٱلنَّاسَ ٱلسِّحْرَ﴾ [البقرہ:۱۰۲]۔

''اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''۔

**جادوگروں کے اعمال اور ان رقیوں کے ممنوع ہونے کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے :**

﴿وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوٓاْ ۖ إِنَّمَا صَنَعُواْ كَيْدُ سَٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾ [طٰہٰ:۶۹]۔

''اور تیرے دائیں ہاتھ میں جو ہے اسے ڈال دے کہ ان کی تمام کاریگری کو وہ نگل جائے، انہوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف جادوگروں کے کرتب ہیں اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا''۔

**اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی :**

**''اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا هُنَّ ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ''**

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اس جان کا ناحق قتل جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، معرکے کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ لینا اور پاک دامن، بے خبر مومنہ عورتوں پر تہمت لگانا۔ ①

- **حافظ ابن حجر ان رقیوں کی ممانعت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''وہ اپنے لئے جنوں کی تسخیر کا دعویدار ہوتا ہے، اس لئے حق و باطل سے مرکب مشتبہ امور انجام دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اسماء کے ساتھ انہیں آلودہ کرنے والی چیزوں شیطانوں وغیرہ کا ذکر بھی کرتا ہے اور ان

---

① بخاری حدیث نمبر : ۲۶۱۵ ، مسلم : ۲۷۲۔

سے استعانت کرتا ہے اور ان کے سرکشوں کی پناہ مانگتا ہے''۔ ①

### سوم : رقیہ قرآن وسنت سے ہو یا ان دونوں کے موافق ہو :

رقیہ کے لئے اس شرط پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ قرآن سے لیا گیا ہو یا سنت سے یا ان دونوں کے موافق ہو۔ ابن حجر فرماتے ہیں: ''تین شرطوں کے پائے جانے پر رقیہ کے جواز پر علماء کا اجماع ہے :

- وہ اللہ تعالیٰ کے کلام یا اسماء وصفات سے ہو۔ چنانچہ کتاب اللہ کی آیت یا آیات سے، یا اس کے اسماء میں سے کسی اسم سے یا اس کی صفات میں سے کسی صفت سے، یا اللہ تعالیٰ کے ذکر یا ان دعاؤں سے جو قرآن وسنت میں وارد ہوئی ہیں، اور اسی طرح کی چیزوں سے رقیہ جائز ہے۔

- **اس ضابطے کی دلیل جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔**

بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیوں سے منع کیا، تو آل عمرو بن حزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک رقیہ تھا جس سے ہم بچھو (کے ڈنک مارنے) پر رقیہ کیا کرتے تھے اور آپ نے رقیوں سے منع فرما دیا۔ بیان کرتے ہیں! پھر انھوں نے وہ رقیہ آپ پر پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا: مجھے کوئی حرج نہیں لگتا ہے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچا دے۔ ②

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آل عمرو بن حزم کو حکم دیا کہ وہ اپنا رقیہ ان کے سامنے پیش کریں تاکہ یہ دیکھ لیا جائے کہ وہ قرآنی تعلیم کے موافق ہے یا نہیں، پھر آپ نے اس کا اثبات فرمایا کیونکہ وہ موافق نکلا تھا۔ چنانچہ آپ نے ان سے کہا: ''مجھے اس میں کوئی حرج نہیں لگتا ہے''۔

اور ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگا کرتے تھے اور پڑھا کرتے تھے : **''أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الْجَانِّ وَمِنْ عَيْنِ الْاِنْسَانِ، فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَاسِوَاهُمَا''** میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جنوں سے اور انسان کی نظر سے، پھر جب معوذتین (**قل أعوذ برب الفلق** اور **قل أعوذ برب الناس**) نازل ہوئیں تو انھوں نے ان کے علاوہ چیزوں کو ترک کر دیا۔ ③

---

① فتح الباری لابن حجر : ۱۰/۱۹۶۔ ② مسلم : ۵۸۵۷۔

③ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر سنت سے کسی رقیہ کی تعیین ہوجائے تو وہی اولی اور افضل ہے اور اس کی جگہ جو رقیے رائج ہوں ان کو ترک کر دینا چاہیے۔

ترمذی : ۴/۳۹۵ (۲۰۵۸) صحیح الجامع : ۴۹۰۲۔

رقیہ کو اس شرط سے مشروط کرنے میں تمام علماء کے الفاظ متحد ہیں، اس کی ایک مثال امام شافعی کے کلام سے پیش کی جاسکتی ہے کہ جب ان سے رقیوں کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا :

''لَا بَأْسَ إِنْ رَقِىْ بِكِتَابِ اللهِ، أَوْ بِمَا يُعْرَفُ مِنْ ذِكْرِ اللهِ''

''اگر اللہ کی کتاب سے یا اللہ کے معروف ذکر سے رقیہ کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں''۔ ①

## یہود ونصاریٰ کے رقیوں سے علاج جائز نہیں :

● اگر رقیہ کی اصل قرآن وسنت میں نہ ہو یا وہ ان دونوں کے موافق نہ ہو تو اس سے علاج حرام ہے؛ لہٰذا یہودی یا نصرانی رقیے جو قرآن وسنت کے مخالف ہوں ان سے علاج جائز نہیں ہے۔ اور قرآن پورا کا پورا شفا ہے، اس کی کسی بھی سورت یا آیت سے علاج درست ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الاسراء:٨٢]۔

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے''۔

یہاں آیت میں من بیان کے لئے ہے تبعیض کا نہیں ہے کیونکہ اگر اسے تبعیض کا مانا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ کچھ قرآن میں شفاء نہیں ہے، جبکہ یہ خلاف حقیقت ہے۔ ② مگر ان آیتوں اور سورتوں کا انتخاب بہتر ہے جن کا استعمال رقیوں اور ماثور تعوذات میں وارد ہوا ہے، مثلا: فاتحۃ الکتاب، سورۂ اخلاص، فلق، ناس، اور آیت الکرسی وغیرہ۔

## نبی ﷺ کی ماثور دعاؤں سے ہی رقیہ کرنا بہتر ہے :

دعاؤں میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کے متعلق یہ ثابت ہو کہ نبی ﷺ نے یہ دعائیں کی ہیں، یا لوگوں کو سکھائی ہیں کہ وہ یہ دعائیں کیا کریں۔ بطور مثال یہ دعائیں :

● أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقْماً۔

''اے لوگوں کے رب بیماری کو دور کردے، اور شفا دے دے، شفا دینے والا تو ہی ہے، نہیں ہے کوئی شفاء مگر بس تیری ہی شفاء، ایسی شفاء دے کہ جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے''۔ ③

---

① فتح الباری : ۱۰/۱۹۸۔

② الجامع لأحكام القرآن للقرطبی (۱۰/۳۱۵)۔ اس موضوع پر ان شاء اللہ قدرے تفصیلی بحث آنے والی ہے۔

③ بخاری : ۵۴۱۸ ، مسلم : ۵۸۳۶۔

- بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيْكَ، مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُؤْذِيْكَ، مِنْ شَرِّكُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ، بِاسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ۔

''میں اللہ کے نام سے تمہیں دم کرتا ہوں، ہر چیز سے جو تمہیں اذیت پہنچاتی ہے، ہر نفس کے شر سے یا حاسد کی نظر سے اللہ تمہیں شفا دے، میں اللہ کے نام سے تمہیں دم کرتا ہوں''۔ [1]

- أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ۔

''میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر شیطان سے اور زہریلے جانور سے، اور ہر لگ جانے والی نظر سے''۔ [2]

- أَعُوْذُ بِاللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّمَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ۔

''میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس کا مجھے ڈر ہے''۔ [3]

## چہارم : رقیہ عربی زبان میں ہو :

اس شرط پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ وہ ایسی زبان میں ہو جو سمجھ میں آتی ہو [4] لہٰذا کسی عربی کو عربی زبان ہی میں رقیہ کیا جائے۔ اسی لئے رقیہ عجمی زبان میں ان کے لئے درست نہیں ہے، عبرانی یا سریانی یا دیگر کسی زبان میں ان کا رقیہ صحیح نہیں ہے، اس قاعدے سے وہ شخص مستثنیٰ ہے جسے عربی نہیں آتی ہے، اس لئے اگر وہ شرعی شرطوں کی پابندی کے ساتھ اپنی زبان میں رقیہ کرتا ہے اور اس کا رقیہ شرک یا شرعی مخالفت سے مامون ومحفوظ ہو تو اسے اجازت دی جائے گی اور اس سے روکا نہیں جائے گا، اور اس کا معاملہ دعا کی طرح ہوگا جو کسی بھی زبان میں جائز ہے، اور مجہول دعاؤں سے جن کی اصل اور حقیقت معلوم نہیں ہو پاتی ہے رقیہ کرنا صحیح نہیں ہوگا، خواہ اس کے پیش کرنے اور اپنانے والوں کا دعویٰ یہی ہو کہ وہ مقبول دعاؤں میں سے ہے (یا مجرب ہے)۔

- ان رقیوں سے علاج کی ممانعت کی دلیل نبی ﷺ کا وہ ارشاد گرامی ہے جو انھوں نے اسلام کے پہلے کے رقیوں کے متعلق فرمایا تھا کہ: تم اپنے رقیے ہم پر پیش کرو، رقیوں میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک ان میں شرک نہ پایا جاتا ہو۔ [5]

- **ابن حجر فرماتے ہیں :**

''حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو رقیے شرک کی طرف لے جانے والے ہوں وہ ممنوع ہوں گے،

---

[1] مسلم : ۵۸۲۹، ترمذی : ۹۷۲، ابن ماجہ : ۳۵۳۲، احمد : ۱۱۲۴۱۔
[2] بخاری : ۳۱۹۱۔
[3] مسلم : ۵۸۶۷۔
[4] فتح الباری لابن حجر : ۱۰/۱۹۵۔
[5] مسلم : ۵۸۶۲، ابوداود : ۳۸۸۶۔

اور جس کا معنی معلوم نہ ہو اس کے سلسلے میں یہ ضمانت نہیں ہو سکتی کہ وہ شرک کی طرف لے جانے والا نہیں ہے، اس لئے احتیاطا اس سے روک دیا جائے گا''۔ ①

- **ابن عابدین فرماتے ہیں :**

''رقیہ غیر عربی زبان میں جس کے متعلق یہ پتہ نہ ہو کہ وہ کیا ہے مکروہ ہے کیونکہ ممکن ہے اس میں جادو یا کفر یا اور کوئی چیز داخل ہو جائے''۔ ②

- **ابن تیمیہ فرماتے ہیں :**

''عام طور پر وہ تعویذیں، طلسمات اور رقیے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جن کا معنی عربی میں سمجھ میں نہیں آتا ہے ان میں کچھ تو جنوں کا شرک ہوتا ہے، اسی لئے مسلم علماء نے ان رقیوں سے منع فرمایا ہے جن کا معنی سمجھ میں نہیں آتا ہے کیونکہ ان میں شرک کا احتمال پایا جاتا ہے اگر چہ راقی کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ شرک ہے''۔ ③

- **اور نووی اپنی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں :**

''مازری فرماتے ہیں کہ وہ تمام رقیے جائز ہیں جو اللہ کے کلام یا اس کے ذکر سے ہوں، اور اس وقت وہ ممنوع ہیں جب وہ اجنبی زبان میں ہوں یا ایسے ہوں جن کا معنی معلوم نہ ہوتا ہو کیونکہ ممکن ہے ان میں کفر پایا جاتا ہو''۔ ④

اجنبی زبانوں یا ایسے رقیوں سے ممانعت کا سبب جن کا معنی معلوم نہ ہو یہ ہے کہ ان میں شرک اور جادو کا احتمال ہوتا ہے، اس لئے ان رقیوں کو ممنوع قرار دیا جائے گا گو راقی کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں شرک یا سحر پایا جاتا ہے، نہ مریض کے لئے ان کا استعمال اور ان سے علاج جائز ہے۔ ⑤

---

① فتح الباری لابن حجر : ۱۰/ ۱۹۵۔

② حاشية رد المختار على الدرالمختار شرح تنوير الأبصار لابن عابدين ۶/ ۳۶۳۔

③ مجموع الفتاوی لابن تیمیه : ۱۹/ ۱۳۔

④ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووی : ۱۴/ ۱۶۸۔

⑤ دیکھئے : الاحكام الفقهية... : ۲۸۰-۲۸۷۔

# رقیہ توقیفی یا اجتہادی ؟

# ایک خصوصی بحث

## رقیہ کی حقیقت :

- امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"الرُّقْيَةُ وَجَمْعُهَا الرُّقَى ، وَهِيَ أَلْفَاظٌ خَاصَّةٌ يَحْدُثُ عِنْدَ قَوْلِهَا الشِّفَاءُ مِنَ الْمَرَضِ"

''رقیہ جس کی جمع رقی ہے، وہ ایسے خاص الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے جن کے کہنے پر مرض سے شفا حاصل ہوتی ہے''۔ ①

- ابن درستویہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

" كُلُّ كَلَامٍ اسْتُشْفِيَ بِهِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ خَوْفٍ أَوْ شَيْطَانٍ أَوْ سَحْرٍ فَهُوَ رُقْيَةٌ ."

''ہر وہ کلام جس سے کسی بیماری یا خوف یا شیطان یا جادو سے شفا طلب کی جائے وہ رقیہ ہے''۔ ②

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"وَالرُّقْيَةُ كَلَامٌ يُسْتَشْفَى بِهِ مِنْ كُلِّ عَارِضٍ "

''رقیہ ایک ایسا کلام ہوتا ہے جس سے ہر عارضے پر شفاء طلب کی جاتی ہے''۔ ③

- قرافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''وَالرُّقَى أَلْفَاظٌ خَاصَّةٌ يَحْدُثُ عِنْدَهَا الشِّفَاءُ مِنَ الْأَسْقَامِ وَ الْأَدْوَاءِ وَالْأَسْبَابِ الْمُهْلِكَةِ''

''رقیے وہ خاص الفاظ ہوتے ہیں جن کے کہنے پر امراض، بیماریوں اور مہلک اسباب سے شفاء ملتی ہے''۔ ④

- سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

" رَقَيَ يَرْقِيْ مِنَ الرُّقْيَةِ وَهِيَ مَا يُسْتَشْفَى بِهِ لِلْمَرِيْضِ مِنَ الْكَلَامِ الْمُعَدِّ لِذَلِكَ"

''رقی یرقی رقیہ سے ہے، اور یہ اس کلام کو کہتے ہیں جو مریض کے لئے شفاء طلب کرنے کی غرض سے تیار کیا گیا ہو''۔ ⑤

---

① الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان - (ج ١/ ص ١٥)۔

② عمدة القاري ج ١٢/ص ٩٥ ۔

③ فتح الباري ج ٤/ص ٤٥٣ ۔

④ عون المعبود ج ١٠/ص ٢٦٤۔

⑤ تفسير البحر المحيط ج ٨/ص ٣٧٤۔

● **حاصل یہ ہے کہ رقیہ ایک ایسے خاص کلام کو کہتے ہیں جو عام امراض سے شفاء مانگنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے خواہ ان کا تعلق روحانی بیماریوں سے ہو خواہ حسی۔**

**رقیہ کا معنی :**

● **ابن منظور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''عوذہ، معاذہ اور تعویذ یہ سب رقیہ کے معنی میں ہیں جن سے انسان گھبراہٹ یا جنوں کی وجہ سے رقیہ کرتا ہے کیونکہ ان کے ذریعہ اسے پناہ ملتی ہے، ''قد عوذہ'' کا استعمال یوں ہوتا ہے کہ کہا جاتا ہے میں نے اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء کی پناہ میں دیا اور معوذتین سے اس کی پناہ کا سامان کیا، جب آپ یہ کہیں کہ میں تجھے ہر شر، ہر بیماری اور حاسد اور وقت کے شر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب ان پر جادو کر دیا گیا تو وہ معوذتین سے اپنے لئے استعاذہ کیا کرتے تھے اور اپنی دختر بتول کے صاحبزادگان علیہم السلام کے لئے بھی انہیں سے استعاذہ فرماتے تھے، مُعَوِّذتان واوَ کے کسرہ کے ساتھ سورۃ فلق اور اس کے بعد والی سورہ کو کہتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی ابتدا ''قُلْ أَعُوْذُ'' سے ہوتی ہے''۔ ①

● **ابن اثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''رقیہ ہر اس دعا کو کہتے ہیں جس سے کسی بخار یا مرگی اور دورے وغیرہ کی آفتوں میں مبتلا شخص کو دم کیا جاتا ہے''۔ ②

● **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''استرقی کا مطلب ہے رقیہ طلب کیا جس کا معنی ہے پناہ طلب کرنا''۔ ③

● **شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''یہ باب ہے رقیوں کے بیان میں :

مصباح میں فرمایا : رمی کے باب سے رقیتہ أرقیه رقیا ہے جس کا معنی ہے میں نے اسے اللہ کی پناہ میں دیا''۔ ④

رقیہ عوذہ کے معنی میں بھی آتا ہے جس کے ذریعہ شر سے پناہ مانگی جاتی ہے اور یہاں شر سے مراد بیماری ہے۔

**رقیہ کا حکم :** رقیہ قول، فعل، تقریر بہر اعتبار نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی ثابت شدہ سنت ہے، اور رقیہ ایک عبادت

---

① لسان العرب ج۳/ص۴۹۹۔
② النهاية في غريب الأثر ج۲/ص۲۵۴۔
③ فتح الباري ج۱۰/ص۱۹۵۔
④ عون المعبود ج۱۰/ص۲۶۴۔

ہے کیونکہ وہ دعا کی جنس سے ہے، مگر وہ دعائے مقید کے قبیل سے ہے۔

جس طرح کچھ دعائیں وقت یا جگہ وغیرہ کے ساتھ مقید ہوتی ہیں اسی طرح کچھ دعائیں ایسی بھی ہیں جو کسی معین علت کے ساتھ مقید ہوتی ہیں۔

لہٰذا جب جب وہ علت پائی جائے گی وہ دعا مستحب ہوگی۔

مثلاً : ہوا کی شدت، کتے کے بھونکنے کے وقت، مرغ کے بانگ دینے کے وقت، اور دشمن کے خوف یا نیند میں گھبرا اٹھنے کے وقت کی مخصوص دعائیں وغیرہ۔

لہٰذا رقیہ ایک خاص ہیئت کی دعا ہے جو علت مرض کی موجودگی کے ساتھ مقید ہوتی ہے۔

اس لئے جب بھی مرض کی علت پائی جائے گی اس مقید دعا کا پڑھنا مستحب ہوگا جسے رقیہ کہا جاتا ہے۔

- **نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''رہے وہ رقیے جو آیات قرآنی اور معروف اذکار سے ہوتے ہیں ان کی کوئی ممانعت نہیں ہے بلکہ وہ سنت ہیں''۔ ①

- **شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :**

" الرقى بمعنى التعويذ و الاسترقاء لطلب الرقية هو من أنواع الدعاء"

''الرقی پناہ طلبی کے معنی میں آتا ہے اور استرقاء طلب رقیہ کو کہتے ہیں اور وہ دعا کی قسموں میں سے ہے''۔ ②

- **ابو عبد اللہ محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ جو ابن حاج سے معروف ہیں فرماتے ہیں :**

''اگر آپ کا رب چاہے تو بلا سبب شفاء پیدا کردے مگر چونکہ دنیا دار الاسباب ہے اس لئے بتقاضائے حکمت سنت اسی پر جاری ہے کہ احکام کو اسباب سے جوڑ دیا گیا ہے، اور اسی معنی کی طرف جبریل صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا اور اپنے اس قول سے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر واضح فرمایا کہ: ''میں اللہ کے نام سے آپ کا رقیہ کرتا ہوں اور اللہ آپ کو شفا دے گا'' یہاں کھل کر وضاحت فرمادی کہ رقیہ ان کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کے فعل کا ایک سبب ہے اور وہ ہے شفاء، اور یہی چوتھی حالت ہے یعنی کتاب اللہ اور وارد شدہ اذکار سے رقیہ کرنا اور یہ سنت ہے''۔ ③

- **علامہ حافظ حکمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''اگر وہ (یعنی رقیہ) خالص طور پر دونوں وحی (کتاب وسنت) کے ذریعہ ہو، اور خالص وحی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں

---

① شرح النووي على صحيح مسلم ج۱۴/ص۱۶۸۔ ② مجموع الفتاوي (۱/۱۸۲/۱۸۳)۔

③ المدخل ج۴/ص۱۲۱۔

شعبدہ بازوں کی شعبدہ بازی اور جادوگری کی کوئی اور چیز داخل نہ ہو۔

اور غیر عربی زبان میں نہ ہو بلکہ درست طریقے پر آیات کی تلاوت کرتا ہو اور حسب روایت جیسا کہ نبی ﷺ سے حاصل کی گئی تھیں احادیث بلا کسی آمیزش اور رمز کے پڑھتا ہو۔ تو وہ (یعنی کتاب وسنت سے رقیہ کرنا) نبی ﷺ، ان کے صحابہ اور بہتر طور پر ان کی راہ چلنے والے تابعین کا طریقہ رہا ہے جس کا تعلق اس شریعت سے ہے جس کی آپ اللہ عزوجل کی طرف سے ادائیگی فرمایا کرتے تھے۔ اس کی سنیت میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنا نبی ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے ثابت ہے، چنانچہ جبریل علیہ السلام نے ان کا رقیہ کیا اور خود آنحضرت ﷺ نے بھی اپنے اصحاب کا رقیہ کیا اور اس کے کرنے پر صاد فرمایا''۔ ①

- **ذہن نشین رہے کہ رقیہ میں تین امور پائے جاتے ہیں :**

■ پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی کلام میں کچھ ایسے اسرار کا پایا جانا جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے، اسی لئے اس کلام کو وسیلہ اور پناہ طلب کرنے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، اور وہ ایسا سبب بن جاتا ہے جس کا اللہ کے حکم سے مختلف قسم کے امراض سے شفا حاصل کرنے کے لئے سہارا لیا جاتا ہے جو اس دعا، بیماریوں اور شفاء سب کا مسبب ہے۔

■ اور ٹھیک اسی وقت میں وہ ایک عبادت اور سنت نبوی بھی ہے کیونکہ اس کا تعلق دعائے مقید کی جنس سے ہے۔

- **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''ان کے اس قول کہ ''وہ اپنے مرض الموت میں معوذات کے ذریعہ خود پر دم کرتے تھے'' کی دلالت ترجمہ (باب کے عنوان) میں معطوف پر تو ظاہر ہے مگر معطوف علیہ پر اس کی دلالت محل نظر ہے کیونکہ معوذات سے رقیہ کی مشروعیت سے قرآن کے دیگر اجزاء سے بھی رقیہ کی مشروعیت لازم نہیں آتی ہے کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ممکن ہے معوذات میں کوئی ایسا سر پایا جاتا ہو جو ان کے علاوہ میں نہ پایا جاتا ہو''۔

**اس کے بعد لکھتے ہیں :**

''ابن بطال فرماتے ہیں کہ معوذات میں ایک ایسا سر ہے جو قرآن میں ان کے علاوہ کہیں اور نہیں ہے کیوں کہ وہ دعا کے ایسے جوامع پر مشتمل ہیں جو جادو، حسد، شیطان اور اس کے وسوسے کے شر اور دیگر تمام مکروہات کا احاطہ کرتے ہیں، اسی لئے نبی ﷺ انہیں پر اکتفا کیا کرتے تھے''۔ ②

---

① معارج القبول ج۲رص۵۰۳۔ ② فتح الباري ج۱۰رص۱۹۷۔

● یہاں ایک سوال ناگزیر طور پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ آخر ہمیں یہ کیسے پتہ چلے گا کہ معین الفاظ پر مشتمل فلاں کلام میں کچھ ایسے اسرار پائے جاتے ہیں جو انسانی بدن پر یوں اثر انداز ہوتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں مختلف قسم کے امراض سے شفا مل جاتی ہے؟

(ظاہری بات ہے کہ وحی الٰہی (کتاب وسنت) کے سوا اس کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے)

اس سوال کے جواب سے ہی ہمیں اس قول کے امکان کا پتہ چل سکتا ہے کہ رقیے اجتہادی ہوتے ہیں اور ہر انسان کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ شرک سے خالی کچھ الفاظ کو مرتب کر کے انہیں رقیہ ٹھہرا دے اور یہ کہنے لگے کہ صاحب یہ الفاظ امراض میں موثر ہوتے ہیں اور ان سے شفاء ملتی ہے۔

یہ ایک پہلو ہوا۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ رقیہ بمعنی عوذہ ہوتا ہے جس کا معنی پناہ طلب کرنا ہوتا ہے جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ دفع شر کے لئے کسی سبب کا سہارا لیا جائے۔

● **حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:**

"اَلْاسْتِعَاذَةُ هِيَ الْإِلْتِجَاءُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْالْتِصَاقُ بِجَنَابِهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ"

''استعاذہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر شر والے کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا سہارا لیا جائے اور اسی کی جناب سے چپک لیا جائے''۔ ①

● **قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:**

''کلام عرب میں استعاذہ کا معنی پناہ طلب کرنا اور مکروہ سے بچنے کے طور پر کسی چیز کی طرف جھک پڑنا ہے، کہا جاتا ہے ''عذت بفلان واستعذت به'' میں نے فلاں کی پناہ لی اور وہ میرا سہارا اور جائے پناہ ہے''۔ ②

● لہٰذا رقیہ کا مطلب یہ ہوا کہ کسی ایسے معین کلام کا سہارا لیا جائے جس میں کچھ ایسے اسرار پائے جاتے ہوں جو مختلف بیماریوں سے جسمانی شفاء کا سبب ہوں اور ان بیماریوں سے شفاء حاصل کرنے کے لئے اسی سے استعاذہ کیا جائے۔

● چنانچہ کلام ہی وہ سبب ہوا جس کا سہارا لیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ شفاء طلب کی جاتی ہے۔

---

① تفسیر ابن کثیر ۱/۲۰۔ ② ج ۱/ص ۸۹۔

● اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ کسی فائدے کے حصول یا کسی مضرت اور نقصان کے دفع کرنے کے لئے کسی سبب کا سہارا لینے سے پیشتر اس بات کا علم ہونا چاہے کہ یہ سبب یقینی طور پر شرعی یا حسی ہے محض وہمی نہیں ہے۔

● اور یہ بات بھی واضح ہے کہ کلام کوئی حسی سبب نہیں ہوتا ہے جو بدن میں داخل ہونے والی حسی دواؤں کی طرح مرض کی جگہ پر پہنچ کر ایسی تبدیلیاں پیدا کرتا ہو جن کے نتیجے میں شفاء حاصل ہو جاتی ہے جن کے اسباب کا علم متخصص اطباء (اسپیشلسٹ ڈاکٹروں) کو اپنے حسی تجربات اور معلومات کی روشنی میں ہوا کرتا ہے کہ وہ کس طرح ان حسی دواؤں میں پائے جاتے ہیں اور ان کی تاثیر اور نفع کسی خاص جسمانی بیماری میں ثابت شدہ ہے خواہ اس کا اندازہ ظن راجح ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو۔

● ہاں وحی کے سوا کوئی اور طریقہ ایسا نہیں ہے جس کے ذریعہ ہم یہ معلوم کرسکیں کہ فلاں کلام کے اندر کچھ اسرار پائے جاتے ہیں اور یہ اسرار حسی بیماریوں یا معنوی روحانی بیماریوں کے دفع کرنے کا سبب ہوتے ہیں۔

● **اس سلسلے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تجربے سے ایسا معلوم کرنا ممکن ہے۔**

مگر حقیقت یہ ہے کہ تجربے کی گنجائش صرف امور حسیہ میں ہوتی ہے، غیبی امور اور مخفی اسباب والے امور اس کے دائرۂ عمل سے باہر ہوتے ہیں۔

● **علامہ شنقیطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

’’جب قرآن عظیم نے یہ بتادیا کہ اللہ کے سوا غیب کا علم کسی کو نہیں ہے تو وحی کے علاوہ وہ تمام طریقے جن سے علم غیب سے متعلق کسی شئ تک پہنچنا مقصود ہو ضلال مبین (کھلی ہوئی گمراہی) ہیں، اور ان میں سے بعض کفر ہوتے ہیں‘‘۔ ①

● **علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

**"وأن كل ما نطق به رسول الله ﷺ مما له صلة بالدين والأمور الغيبية التي لا تعرف بالعقل ولا بالتجربة فهو وحي من الله إليه. لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه ".**

’’ہر وہ بات جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان سے فرمائی ہے جس کا تعلق دین سے اور ان امور غیبیہ سے ہے جو عقل اور تجربے سے نہیں معلوم کئے جاسکتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ان کی جانب آنے والی وحی ہوا کرتے ہیں، باطل نہ جن کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے‘‘۔ ②

---

① أضواء البيان ج۱/ص۴۸۱۔ ② الحديث حجة بنفسه ص۳۳۔

- **شیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ آنے والے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :**

**سوال :** کیا رقیہ میں تجربے کی گنجائش ہے ؟

**شیخ نے فرمایا :** ''تجربہ رقیہ میں نہیں طب میں ہوتا ہے، طب ہی تجربات پر قائم ہے، رقیہ میں یہی بہتر ہے کہ مسلمان شرعی رقیہ پر اکتفا کرے، جہاں تک تجربات کی بات ہے تو اولا آپ کو کیسے پتہ چلے گا، آخر یہ خیال آپ کے پاس آیا کہاں سے؟''۔ ①

- حاصل یہ ہے کہ اس طرح کے امور میں تجربے کا استعمال مذموم اٹکل اور اندازے کے باب سے ہے۔

اور یہ ایک معلوم قاعدہ ہے کہ شرعی یا حقیقی حسی اسباب پر استناد کے بغیر اتباع ظن ( گمان کی پیروی ) حرام ومذموم اور اہل ضلال ( گمراہ لوگوں ) کے افعال میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿قُلۡ هَلۡ عِندَكُم مِّنۡ عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوهُ لَنَآۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنۡ أَنتُمۡ إِلَّا تَخۡرُصُونَ﴾ [الانعام:١٤٨]۔

''آپ کہیے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو''۔

- **مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

**وحقيقة الخرص أن كل قول عن ظن وتخمين يسمى خرصا هبه طابق أو خالف من حيث أن صاحبه لم يقله عن علم ولا غلبة ظن ."**

''خرص (اٹکل ) کی حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ قول جس کی بنیاد ظن وتخمین پر ہو اسے خرص (اٹکل ) کہا جاتا ہے، اب وہ چاہے مطابق نکلے یا مخالف کیونکہ اٹکل لگانے والے نے وہ بات علم یا ظن غالب کی بنیاد پر نہیں کہی ہے''۔ ②

معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام علم کا دین ہے، ظنون واوہام اور ایسے اسباب سے جوڑنے والا دین نہیں ہے جن کی اجازت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت میں نہ دی ہو۔ اس لئے کہ کسی کلام میں اسرار کی موجودگی کے اثبات کے لئے اس تجربے کے دروازے کو کھول دینا ہمیں ایسی برائیوں اور فتنوں کی طرف

---

① فتوى رقم ١٦٢ من موقع الشيخ الرسمي على الشبكة ۔

② التعاريف ج١/ص٣١١۔

لے جائے گا جو غیر محصور اور لامتناہی ہوں گے۔

- کیونکہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ صاحب میں نے دشمن سے حفاظت کے لئے فلاں کلام کا تجربہ کیا اور اس سے مجھے فائدہ ہوا، اس لئے آپ لوگ بھی اسے استعمال میں لائیں تو ہم اس سے کیا کہیں گے؟
- اور فلاں کلام حصول اولاد کے لئے ہے، اسے بھی آزمائیے۔
- اور فلاں کلام حصول رزق کے لئے، فلاں کلام بارش کے لئے، اور یہ اسے روکنے کے لئے اور وہ شیاطین سے گھر کی حفاظت کے لئے اور، اور، اور۔ آخر ان کا جواب کیا ہوگا؟

اس لئے اب طے شدہ اصول یہی ہے کہ وہ کلام ایک شرعی سبب ہو، اور اس حالت میں اس کے معلوم کرنے کا واحد راستہ شریعت ہی ہے کہ وہ بتادے کہ فلاں کلام ایک سببِ شرعی ہے، اس کا راستہ عقل اور تجربے نہیں ہیں۔

- **امام البانی التوسل وانواعہ (توسل اور اس کی قسمیں) میں فرماتے ہیں :**

''تکوینی اور شرعی وسائل کی مشروعیت کے جاننے کا صحیح راستہ بس کتاب وسنت کی طرف رجوع اور ان دونوں میں وارد چیزوں کا تثبت اور ان کے نصوص کی دلالتوں پر غور وتدبر ہی ہے، اس کے سوا اس کا کوئی اور راستہ ہرگز نہیں ہے۔

**کسی بھی تکوینی سبب کے استعمال کی یہاں دو شرطیں ہیں :**

- پہلی تو یہ ہے کہ وہ شریعت میں مباح ہو۔
- اور دوسری یہ ہے کہ اس کا مطلوب کو پورا کرنا ثابت ہو یا کم ازکم اس کا غالب گمان ہو۔
- مگر شرعی وسیلے میں اس کے سوا کوئی شرط نہیں ہے کہ وہ شریعت میں ثابت ہو۔

- **شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''ہر وہ انسان جو شریعت کی اجازت کے بغیر کسی امر کو دوسرے امر کا سبب قرار دیتا ہے تو اس کا یہ عمل ایک قسم کا شرک شمار کیا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک ایسے سبب کا اثبات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سبب نہیں بنایا ہے''۔ [1]

- حاصل گفتگو یہ ہے کہ شریعت کے ذریعہ تو ہمیں معلوم ہوگیا کہ قرآن شفاء کے لئے ایک شرعی سبب ہے [2]!

---

[1] فتاوی ۱۱۳۹ج ۱/ص ۱۱۱/ص ۱۱۳۔

[2] آگے ایک بحث یہ بھی ہے کہ آیا پورا قرآن رقیہ ہے یا اس کی بعض سورتیں اور آیتیں ہی رقیہ ہیں۔

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾ [الاسراء:۸۲]۔

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ومنقول وہ رقیے جو بطریق صحیح ہم تک پہنچے ہیں وہ بھی بیماریوں سے شفا کے شرعی اسباب میں سے ہیں۔

مگر ان دونوں اسباب کے سوا دیگر چیزوں کے متعلق ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے ہم یہ تیقن یا گمان غالب حاصل کر سکیں کہ فلاں شرک سے خالی معین کلام کسی ایسے سر کا حامل ہے جو دوسرے کلام میں نہیں پایا جاتا ہے، اور ہم اسے حصول شفاء کا سبب خاص قرار دے لیں۔

اور کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ علاج کا کوئی وہمی سبب اختیار کرے۔

کیونکہ یہ شرک باللہ کے وسائل میں سے ہے۔

## ■ رقیہ اور مطلق دعا میں فرق :

کسی شخص کو یہ التباس ہوسکتا ہے کہ مطلق دعا ہی رقیہ ہے مثلا: اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ :

''اَللّٰهُمَّ اشْفِنِيْ'' ''اے اللہ مجھے شفا دے دے''۔

یا یہ کہے کہ : ''يَا رَحِيْمُ ارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ مِنْ مَرَضِيْ''

''اے رحیم مجھ پر رحم فرما اور مجھے میری بیماری سے عافیت دے دے''۔

تو وہ یہ سمجھے کہ یہ کلام ایک رقیہ ہے اور اس کا تعلق رقیہ کی اسی جنس سے ہے جس کے ذریعہ شفاء طلب کی جاتی ہے تو یہ خطا ہے، کیونکہ یہاں کچھ اذکار ایسے ہیں جنھیں کسی علت کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور وہ اسی وقت پڑھے جاتے ہیں جب وہ علت پائی جاتی ہے جیسا کہ اس کا بیان کیا جا چکا ہے۔

مگر کسی مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ (شرک اور ممنوع چیزوں سے خالی) کسی مطلق دعا سے جو سنت میں وارد نہ ہو شفاء طلب کرے اور اسے کسی فائدے کے حصول یا کسی نقصان کے دفع کرنے کا سبب بنائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اسے شریعت کی طرف منسوب کیا جائے، نہ اس میں کچھ مخصوص اسرار کا عقیدہ رکھا جائے، نہ مسلمانوں کے درمیان عمل کے لئے اسے نشر کیا جائے، نہ اسے دفع مضرت یا حصول نفع کا سبب شرعی مان کر اس کا سہارا لیا جائے اور اس کی پابندی کی جائے، نہ کسی خاص علت سے جوڑ کر اس پر

مداومت کی جائے کہ جب بھی وہ علت پائی جائے وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلے۔

اور سابق میں جو تقییدات پیش کی جاچکی ہیں انہیں کے ذریعہ رقیہ اور اس دعاء مطلق کے درمیان فرق کیا جاسکتا ہے جو بندہ اپنی بیماری سے شفاء کے لئے مانگا کرتا ہے۔

- **یہ دونوں ایک چیز میں تو مشترک ہیں مگر متعدد چیزوں میں ان میں افتراق ہے :**

اس بات میں یہ دونوں متحد ہیں کہ رقیہ اور شرک سے خالی دعاء مطلق دونوں کا مقصود شفاء طلب کرنا ہی ہوتا ہے۔

مگر ان میں فرق یہ ہے کہ رقیہ ایک مخصوص ہیئت کا خاص کلام ہوتا ہے جس میں کچھ ایسے اسرار کے پائے جانے کا اعتقاد ہوتا ہے جو بیماریوں میں موثر ہوا کرتے ہیں اس لئے ایک یقینی شرعی سبب اور شرعی وسیلے کے بطور اس کا سہارا لیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ پناہ طلب کی جاتی ہے۔

- **اور امراض میں موثر ہونے میں اس کے شرعی سبب ہونے کا پتہ ہمیں شریعت سے ہی چلتا ہے۔**

اسی طرح شریعت سے ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فلاں دعا شیاطین سے حفاظت کی ہے، فلاں حصول رزق کی اور فلاں دشمن سے حفاظت کی اور دیگر بھی۔

**بطور مثال :**

یوں سمجھئے کہ سنت میں نیند میں گھبرا اٹھنے پر کچھ اذکار اور دعائیں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے بتائی ہیں :

''جب تم میں کا کوئی شخص نیند میں گھبرا اٹھے تو پڑھے :

''أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ أَنْ يَّحْضُرُوْنِ''

''میں اللہ کے غضب وعقاب، اس کے بندوں کے شر، شیطانوں کے وسوسوں اور اپنے پاس ان کی حاضری سے اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں''۔

تب اسے اس کا نقصان نہیں ہوگا۔ بواسطہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما۔ [1]

مگر ہوتا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو یہ ذکر یا دعا یاد نہیں ہوتی ہے اور اسے گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ تو وہ اس کے بجائے یہ کہتا ہے کہ :

---

[1] عن ابن عمرو. المشكاة ٢٤٧٧، الكلم ٤٨ [ الألباني "حسن".]۔

''يَا حَافِظُ احْفَظْنِيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ'' ''اے حفاظت کرنے والے ہر شر سے میری حفاظت فرما''۔

تو یہ کلام دعاء مطلق ہے جس سے کوئی بھی مسلمان نیند سے گھبراہٹ کی حالت میں یا بیداری کی حالت میں یا کسی زمان ومکان میں حفاظت کی ضرورت کا احساس کر کے دعا مانگ سکتا ہے، چاہے یہی الفاظ استعمال کرے یا اللہ تعالیٰ سے استعانت واستعاذہ پر مشتمل کسی بھی کلام سے دعا مانگ لے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر :

- اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اسے شریعت کی طرف منسوب کر کے یہ نہیں کہے کہ یہ سنت ہے۔
- نہ یہ کہے کہ ان الفاظ میں اسرار پائے جاتے ہیں کیونکہ جب جب میں انہیں پڑھتا ہوں مجھے فائدہ ہوجاتا ہے۔
- کسی خاص علت، وقت اور مخصوص جگہ پر اس کی پابندی کو اپنا شعار نہ بنالے۔

کیونکہ یہ دین میں بدعت سازی ہے۔

- **امام شاطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''جس کا ترک مطلوب ہے اس کا ترک صرف اس لئے مطلوب ہوا ہے کیونکہ وہ ان آخری دونوں قسموں کے مخالف ہے، مگر اس کی دو قسمیں ہیں: ایک تو یہ کہ اس کا ترک اس لئے مطلوب اور اس کا عمل میں لانا ممنوع ہے کیونکہ دیگر چیزوں پر نظر ڈالے بغیر وہ بذات خود مخصوص مخالفت کا حامل ہے، اور اگر وہ حرام ہو تو اسے کار معصیت اور گناہ ٹھہرایا جاتا ہے اور اس کے مرتکب کو عاصی اور گنہگار کہا جاتا ہے۔ اور دوسرے کا ترک اس لئے مطلوب اور اس کا عمل میں لانا ممنوع ہے کیونکہ وہ حدود کی تخصیص، کیفیات کی تعیین، مداومت کے ساتھ مخصوص ہیئتوں اور معین زمانوں کی پابندی اور اسی طرح کی چیزوں کی وجہ سے ظاہر تشریع کے مخالف ہے''۔ [①]

اسی طرح ہر وہ دعا جو کسی علت کے ساتھ یا دیگر قیود کے ساتھ مقید ہو اسے ایجاد کرنا جائز نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اسے ایجاد کر کے شریعت کی طرف منسوب کر دے، اس کے اندر اسرار کے پائے جانے کا اعتقاد رکھے، یا اس پر یوں مداومت برتے جیسے وہ کوئی عبادت ہو۔

- رقیہ بھی اسی قاعدے کے تحت آتا ہے کیونکہ وہ بھی ایک مقید دعا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

رقیہ اور دعائے مطلق کے درمیان فرق اور اسرار کے سبب ہیئت کلام کی تقیید اور شریعت کی طرف نسبت کے اعتبار سے ان دونوں کے درمیان اختلاف کی دلیل سنت سے حسب ذیل ہے :

---

① في الاعتصام ج ۱/ص ۳۶ ۔ ۳۷۔

**نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ان خاص الفاظ پر رقیہ کا اطلاق فرمایا ہے جو امراض کے علاج کے لئے مستعمل تھے۔ اور سنت سے روحانی اور بدنی حسی امراض کے علاج میں دعا کے استعمال کی دلیل حسب ذیل ہے :**

- **صرع (دماغی دورے) کے علاج میں دعا کا استعمال :**

''حضرت عطا بن ابی رباح سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا: ضرور دکھایئے، انھوں نے فرمایا: یہ رہی وہ کالی والی عورت، یہ نبی ﷺ کے پاس آئی تھی اور عرض گزار ہوئی تھی کہ مجھ پر دورے پڑتے ہیں، اور میں بے پردہ ہوجاتی ہوں، اس لئے آپ میرے لئے اللہ سے دعا کر دیجئے، آپ نے فرمایا :

''اگر تم چاہو تو صبر کرلو اور تمہیں جنت مل جائے، اور چاہو تو میں اللہ سے دعا کردوں کہ وہ تمہیں عافیت دے دے'' اس نے کہا: میں صبر کروں گی، البتہ میں جو بے پردہ ہوجاتی ہوں اس کے لئے آپ اللہ سے دعا کردیں کہ میں بے پردہ نہ ہوؤں، چنانچہ آپ نے اس کے لئے دعا فرمادی''۔ [1]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی جسے جنون لاحق تھا، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اللہ سے دعا کیجئے وہ مجھے شفا دے دے، آپ نے فرمایا: (پھر وہی واقعہ بیان کیا ہے)، اس نے کہا: میں صبر کروں گی، اور مجھ پر کوئی حساب نہ ہوگا''۔ [2]

- **حسی امراض کے علاج میں مطلق دعا کے استعمال کی مثال :**

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ بخار نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: آپ مجھے اپنے سب سے قریبی اور محبوب لوگوں کے پاس بھیج دیجئے، تو آپ نے اسے انصار کے پاس بھیج دیا اور وہ ان کے پاس چھ دنوں تک مع ان کی راتوں کے رہا، پھر یہ حالت ان پر شاق گزری، تب آپ ان کے محلوں میں تشریف لے گئے، اور انھوں نے آپ سے اس کی شکایت کی، چنانچہ پھر ہوا یہ کہ نبی ﷺ ان کے ایک ایک محلے اور ایک ایک گھر میں جاتے اور ان کے لئے عافیت کی دعا کرتے تھے۔ پھر جب واپس ہوئے تو ایک عورت ان کے پیچھے لگ گئی اور اس نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے؛ میں بھی انصاریوں ہی میں سے ہوں، اور میرے ابا بھی انصاری ہیں، اس لئے آپ میرے لئے بھی ویسی ہی دعا کیجئے جیسی آپ نے انصار کے لئے دعا کی تھی، آپ نے فرمایا: جیسا تم چاہو،

---

[1] متفق علیہ۔ [2] رواه أحمد ، وإسناده حسن في السلسلة الصحيحة ٢٥٠٢۔

اگر چاہو تو میں تمہارے لئے عافیت کی دعا کر دوں، اور اگر چاہو تو صبر کر لو اور تمہیں جنت ملے۔ اس نے کہا: نہیں میں تو صبر کروں گی اور جنت کو خطرے میں نہیں ڈالوں گی'' ۔ ①

اب الحمد للہ یہ بات واضح ہوگئی کہ روحانی اور حسی تمام قسم کے امراض کا علاج رقیہ سے بھی ہوتا ہے جس کی حقیقت ہمیں معلوم ہو چکی ہے اور دعاء مطلق سے بھی ہوتا ہے۔

## اسی لئے شیخ محمد ناصر الدین البانی نے رقیہ سے متعلق فرمایا :

" رُقًى -هِيَ مَا يُقْرَأُ مِنَ الدُّعَاءِ لِطَلَبِ الشِّفَاءِ مِنَ الْقُرْآنِ ، وَمِمَّا صَحَّ مِنَ السُّنَّةِ "

''رقیے ان دعاؤں کو کہتے ہیں جو طلب شفاء کے لئے قرآن اور سنت صحیحہ سے پڑھی جاتی ہیں'' ۔ ②

● آنجناب رحمہ اللہ نے رقیہ اس دعا کو ٹھہرایا ہے جس کا سبب اور علت کوئی بیماری ہو اور اسے کتاب اور سنت صحیحہ میں وارد دعاؤں کے ساتھ مقید کیا ہے، اور اسی کو رقیہ کی تعریف بتایا ہے، یعنی انھوں نے رقیہ کو ایک خاص علت (بیماری) کے ساتھ اور خاص الفاظ (فقط قرآنی آیات کریمہ اور سنت میں وارد دعاؤں) کے ساتھ مقید کیا ہے۔

نیز اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ جب علمائے کرام امراض کے علاج کا ذکر کرتے ہیں تو وہ دعاء مطلق اور رقیوں کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ ذیل میں اس سلسلے کے کچھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

## ● امام ابو العباس قرطبی فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: ﴿وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ (الفلق:۵) اس بات کی دلیل ہے کہ حسد محسود پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ اسے نقصان سے دوچار کر دیتا ہے، یہ مضرت خواہ اس کے جسم میں لاحق ہونے والے مرض کی صورت میں ہو، خواہ اس کے مال اور اس کے ساتھ مختص دیگر چیزوں میں، اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور مشیئت کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ اس نے اپنی عادت کا اجرا فرمایا ہے اور اپنے ارادے کی تکمیل کی ہے، اسی لئے اس نے اسباب کو مسببات سے جوڑ دیا ہے، اور اسی پر عادتوں کا اجرا کیا گیا ہے۔

پھر اس نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم اسے دور کرنے کے لئے اس سے التجا اور دعا کریں، اور ہمیں دعاؤں اور رقیوں سے مدد لینے کی رہنمائی فرمائی ہے'' ۔ ③

---

① قال الألباني : أخرجه البخاري في الأدب المفرد وإسناده صحيح۔

② ضعيف سنن الترمذي ص۲۳۱-۲۳۲۔ ③ المفهم على شرح صحيح مسلم ج ۴۔

● **اور امام البانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

**" الرقية لها جانب ثاني . الرقية عبادة سواء نفعت أو ما نفعت هي عبادة هي دعاء ..الرجل يدعو الله عز وجل فقد يستجاب له وقد لا يستجاب له فكون مشكوك الإستجابة ما بنقول نحن نلحقها كطلب الرقية لا ..لأنه طلب الرقية طلب من العبد من العبد .**

**لكن أنت لما تدعو الله برقية أو بدعاء مطلق مثلا هذه عبودية كما قال الرسول عليه الصلاة والسلام " الدعاء هو العبادة ". الرقية هي العبادة فسواء تحقق أثرها أو لم يتحقق فهما سواء لأنها عبادة .**

**السائل : الرقية هي العبادة عطفتها على الدعاء ولا في حديث ثاني أن الرقية هي العبادة.**

**الشيخ : لا ما في حديث بس كبيان ."[1]**

''رقیہ کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ رقیہ عبادت ہے۔ خواہ وہ فائدہ دے یا نہ دے عبادت ہے''۔

وہ ایک دعا ہے..آدمی دعا کرتا ہے، کبھی دعا قبول ہو جاتی ہے، کبھی نہیں ہوتی ہے، اب اس کی قبولیت کے مشکوک ہونے کی وجہ سے ایسا نہیں ہے کہ ہم اسے (غیر سے) طلب دعا کے زمرے میں شامل کر دیں، نہیں ایسا نہیں ہے..کیونکہ رقیہ کا طلب کرنا بندے کا بندے سے طلب کرنا ہے۔

مگر جب آپ کسی رقیہ سے یا مثلاً دعاء مطلق کے سہارے کوئی دعا کرتے ہیں تو یہ عبودیت ہے جیسا کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: **''اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ''** ''دعا ہی عبادت ہے''۔

رقیہ عبادت ہے خواہ وہ اثر انداز ہو یا نہ ہو، بات یکساں ہے کیونکہ وہ عبادت ہے۔

**سائل :** رقیہ عبادت ہے، آپ نے اسے دعا پر عطف کیا ہے یا کسی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رقیہ عبادت ہے؟

**شیخ :** نہیں یہ کسی حدیث میں نہیں آیا ہے، میں نے بس وضاحت کے طور پر یہ بات کہی ہے۔(کیسیٹ نمبر ٦٢٨)

● آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان دونوں اماموں قرطبی والبانی رحمہا اللہ تعالیٰ نے رقیہ اور دعائے مطلق کے درمیان فرق کیا ہے اور اس حقیقت کی معرفت وفہم لائق توجہ ہے۔

---

[1] الشريط رقم ٨٦٢ ۔

## ■ گزشتہ تفصیلات کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

● رقیہ ایک ایسا مخصوص کلام ہے جس کے ذریعہ بیماریوں سے شفاء طلب کرنے کے لئے استعاذہ کیا جاتا ہے۔

● کسی بھی کلام سے استعاذہ کی علت یہ ہوتی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ کچھ اسرار پائے جاتے ہیں۔

● اور کسی بھی کلام میں اسرار کے وجود کا پتہ خود سے نہیں لگایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ایک غیر محسوس غیبی چیز ہے، لہٰذا اسی کلام کی پابندی لازم ہے جسے شارع نے امراض سے شفاء کا سبب قرار دیا ہے، اس میں نہ کوئی کمی زیادتی کی جائے گی، نہ اس کی ہیئت میں کوئی تبدیلی کی جائے گی اور یہ وہی کلام ہوتا ہے جو بطریق کتاب وسنت وارد ہوتا ہے۔ یعنی رقیہ صرف اللہ کے کلام سے ہوگا جو قرآن کی شکل میں ہے یا سنت میں وارد ثابت شدہ دعاؤں سے ہوگا۔

● قرآن وسنت سے جو رقیہ کیا جاتا ہے وہ ایک عبادت ہے اور آنحضرت ﷺ کے قول وفعل اور تقریر سے ثابت شدہ ایک سنت نبوی ہے، اور وہ کسی علت کے ساتھ مقید دعا کی جنس سے ہے۔

● دعاء مطلق بھی تمام قسم کے امراض سے شفاء حاصل کرنے کے اسباب میں سے ہے۔

● دعاء مطلق اور رقیہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ دعاء مطلق میں کسی طرح کے اسرار کا اعتقاد نہیں رکھا جاتا جو اسے دیگر دعاؤں سے ممتاز کر دیتے ہوں، نہ اسے شریعت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، نہ کسی معین ہیئت کے ساتھ اس کی پابندی کی جاتی ہے۔ جبکہ رقیہ کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

# ■ رقیہ توقیفی ہے اس میں اجتہاد جائز نہیں ہے

ان شاء اللہ اس موضوع پر حسب ذیل نقاط کے تحت گزارشات پیش کی جائیں گی :

۱۔ اسلام میں جاہلیت کے (اجتہادی) رقیوں کا حکم۔

۲۔ صحابہ کے اپنے زمانہ جاہلیت کے رقیوں کے متعلق نبی ﷺ سے اجازت طلب کرنے اور آپ کے انہیں اپنے حضور پیش کرنے کے حکم پر مشتمل احادیث پر بحث۔

۳۔ صحابی کے ڈنسے ہوئے شخص کا سورۂ فاتحہ سے رقیہ کرنے اور نبی ﷺ کے یہ فرمانے کہ ’’تمہیں کیسے معلوم ہوا یہ رقیہ ہے‘‘ والی حدیث پر بحث۔

۴۔ اس حدیث پر بحث جس میں صحابی نے ایک دماغی مریض کا سورۂ فاتحہ سے رقیہ کیا اور نبی ﷺ نے ان

کے رقیہ کے متعلق فرمایا کہ ''یہ رقیہ حق ہے''۔

۵- جواز رقیہ کے شرائط پر اجماع کا بیان۔

۶- شرائط جواز رقیہ کی وضاحت میں علماء کے اقوال کا بیان۔

۷- اس بابت علماء کے اقوال کا بیان کہ قرآن وسنت کے علاوہ سے رقیہ حرام ہے، اور عام علمائے امت غیر قرآن سے رقیہ کی کراہت کے قائل ہیں۔

اور یہ چیز ان بعض لوگوں کے دعوے کے برعکس ہے (جن میں اس زمانے کے پیشہ ور راقی حضرات بھی ہیں) کہ اکثر علمائے امت اس بات کے قائل ہیں کہ رقیہ اجتہادی ہے بشرطیکہ وہ شرک پر مشتمل نہ ہو۔

۸- اس بابت علماء کے اقوال کا بیان کہ رقیہ اسی کو کہتے ہیں کہ قرآن پڑھا جائے یا سنت سے ماثور اذکار پڑھے جائیں۔

۹- اس بابت علماء کے اقوال کا بیان کہ رقیہ کے لئے سنت صحیحہ سے ماثور رقیوں کا پڑھنا ہی لازم ہے۔

۱۰- ایک عظیم نبوی وعظ۔

تفصیل حسب ذیل ہے :

## پہلی بحث

# اسلام میں اجتہادی رقیوں کا حکم

- جو رقیے قرآن وسنت سے نہیں تھے ان کے متعلق شارع حکیم کا سب سے پہلا حکم شرعی جو صادر ہوا وہ منع وتحریم کا تھا۔

- اس موضوع سے متعلق وارد احادیث :

■ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ :

''ایک انصاری خاندان والے جنھیں آل عمرو بن حزم کہا جاتا تھا زہریلے جانور کے کاٹے کا رقیہ کیا کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے رقیوں سے منع کر دیا تھا، لہٰذا وہ ان کے پاس آئے اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! آپ نے رقیوں سے منع فرمادیا جبکہ ہم لوگ زہریلے جانوروں کے کاٹے کا رقیہ کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: (اپنا رقیہ) میرے سامنے پیش کرو، چنانچہ انھوں نے وہ (رقیہ) پیش کر دیا تو آپ نے فرمایا: ان میں کوئی حرج

نہیں، یہ عہد معاہدے ہیں۔

شیخ البانی نے فرمایا: روایت صحیح ہے (ابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رقیہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری گھرانے کو ہر زہریلے جانور کے کاٹے کا رقیہ کرنے کی اجازت دی تھی''۔ (مسلم)

- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان فرماتے ہیں کہ :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر، زہریلے جانور کے کاٹے، اور پھوڑے پھنسی سے رقیہ کی اجازت دی ہے''۔ (مسلم)

- ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ ''المفھم فی شرح صحیح مسلم ج ۴'' میں فرماتے ہیں :

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زہریلے جانور سے کاٹے کے رقیہ کی اجازت دی تھی'' اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر، زہریلے جانور کے کاٹے اور پھوڑے پھنسی سے رقیہ کی اجازت دی تھی''

اس بات کی دلیل ہے کہ رقیوں میں اصل یہی تھی کہ وہ ممنوع تھے، جیسا کہ یہ کہہ کر انھوں نے صراحت کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقیوں سے منع فرمایا'' انتھی۔

''اور مسلم اور احمد کی ایک روایت (۳۱۵-۳۰۲/۳) میں بطریق ابوسفیان بواسطہ جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ :

''میرے ایک ماموں بچھو کا رقیہ کرتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقیوں سے منع فرمادیا، بیان کرتے ہیں کہ تب وہ ان کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے رقیوں سے منع کردیا ہے، جبکہ میں بچھو کا رقیہ کرتا ہوں، تو آپ نے فرمایا :

''مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ''

''تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو پہنچا دے''۔

بلکہ یہ اپنی دوسری روایت میں جو بطریق سفیان وارد ہے ان رقیوں کی ممانعت میں نص ہے جو غیر معروف ہوں، کیونکہ اول امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام نھی فرمادی تھی، پھر ان رقیوں کی اجازت دے دی تھی جن کے متعلق یہ واضح ہوگیا تھا کہ وہ کسی قابل مواخذہ چیز سے خالی ہیں''۔ [1]

[1] علامہ البانی کی ''السلسلة الصحيحة ۱/۷۶۴''۔

## دوسری بحث

## ان احادیث کے متعلق جن میں صحابہ نے اپنے زمانہ جاہلیت کے رقیوں کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تھی اور انھوں نے حکم دیا تھا کہ وہ رقیے ان کے حضور پیش کئے جائیں

بابرکت برادران وخواہران کرام!

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ان رقیوں کے ساتھ کیا تعامل فرمایا جو بعض صحابہ کے پاس تھے اور وہ اسلام سے پہلے ان سے رقیہ کیا کرتے تھے۔ اور اس سلسلے میں صحابہ کی فہم کیا تھی، اور انھوں نے اس ضمن میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی شرائط کے ساتھ کیا تعامل فرمایا؟

۱۔ جیسا کہ سابقہ احادیث کے ثابت شدہ مضمون سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام رقیوں سے منع فرما دیا تھا۔ اور ہر قسم کے رقیوں سے نہی (ممانعت) دیگر کسی بھی نہی (ممانعت) کی طرح تھی کہ ان کی ممانعت محض اس لئے ہوتی ہے کہ ان ممنوعہ اشیاء میں کچھ شرعی مخالفتیں پائی جاتی ہیں، ہم ان شرائط کے ذریعہ ان مخالفتوں کو جان سکتے ہیں جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے صحابہ کے اپنے جاہلی رقیوں کی اجازت طلب کرنے پر رقیہ کے لئے مقرر فرمائی تھیں۔

۲۔ جب بعض صحابہ نے اپنے مجرب رقیوں کو جن سے وہ جاہلیت میں فائدہ اٹھا چکے تھے استعمال میں لانا چاہا تو انھوں نے اس وقت تک انہیں استعمال نہیں کیا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور انہیں پیش کر کے ان سے رقیہ کرنے کی اجازت نہ لے لی، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ جن رقیوں کا تعلق اسلام سے نہیں ہے وہ سب کے سب ممنوع وحرام ہیں، اب سوال یہ ہے کہ آخر اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر کیا شرط رکھی تھی؟

کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ تنہا علت اور محذور شرعی جس کی وجہ سے ان رقیوں کو ممنوع ٹھہرایا گیا تھا وہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں ان میں شرک نہ پایا جاتا ہو؟

اس کا جواب وہی جواب ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت طلبی کے وقت دیا تھا، چنانچہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ:

''كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ فَقَالَ: »اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ''

''ہم زمانۂ جاہلیت میں رقیہ کیا کرتے تھے، تب ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے

ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اپنے رقیوں کو میرے حضور پیش کرو، جن رقیوں میں شرک نہ پایا جاتا ہو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔ (مسلم)

- **اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :**

" كَانَ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمْ، آلُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ يَرْقُونَ مِنَ الْحُمَةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهى عَنِ الرُّقَى، فَأَتَوْهُ فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ قَدْ نَهَيْتَ عَنِ الرُّقَى، وَإِنَّا نَرْقِي مِنَ الْحُمَةِ، فَقَالَ لَهُمْ: "اعْرِضُوا عَلَيَّ". فَعَرَضُوهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: "لَا بَأْسَ بِهَذِهِ هَذِهِ مَوَاثِيقُ"

''ایک انصاری گھرانے کے لوگ جنھیں آل عمرو بن حزم کہا جاتا تھا زہریلے جانور (کے کاٹے) کا رقیہ کیا کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے رقیوں سے منع کر دیا تھا، اس لئے وہ لوگ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے رقیوں سے منع کر دیا ہے جبکہ ہم لوگ زہریلے جانور (کے کاٹے) کا رقیہ کرتے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا: (اپنا رقیہ) میرے سامنے پیش کرو، لہٰذا انھوں نے اسے آپ کے سامنے پیش کیا، تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ تو عہد معاہدے ہیں''۔ [1]

- **ان احادیث میں دو قیود ہیں :**

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ رقیہ کو آنحضرت ﷺ پر پیش کیا جائے تا کہ آپ اسے پرکھ کر اس کی اجازت دے دیں، کیونکہ اصل یہی ہے کہ وہ سارے کے سارے رقیے ممنوع ہیں۔

۲۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ جو رقیہ آپ پر پیش کیا جا رہا ہے وہ شرک سے خالی ہو۔

ذہن نشین رہے کہ پہلی حدیث میں صحابہ کا سوال اپنے زمانۂ جاہلیت کے تمام رقیوں کے متعلق عام تھا اس لئے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے انہیں ایک حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی رقیہ ہو اس سے مطلوب یہی ہے کہ وہ اپنے رقیہ کو آنحضرت صلوات ربی علیہ وسلامہ پر پیش کرے، اور یہ حکم آپ کے اس ارشاد مبارک میں موجود ہے کہ ''اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو، ان رقیوں میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جن میں کوئی شرک نہ پایا جاتا ہو''۔

آپ کے ارشاد میں ان تمام رقیوں کے پیش کرنے کا حکم پایا جاتا ہے جو ان کے پاس زمانہ جاہلیت سے موجود چلے آتے تھے۔

---

[1] شیخ البانی نے فرمایا: صحیح ہے، (ابن ماجہ)۔

لہٰذا صحابہ نے اس ارشاد نبوی کی تعمیل شروع کردی۔

اور دوسری حدیث میں آل عمرو بن حزم کے ایک معین رقیے کے متعلق سوال کیا گیا جس سے وہ ایک معین مرض زہریلے جانوروں کے کاٹے کا علاج کیا کرتے تھے۔

اس وقت بھی نبی ﷺ کا جواب وہی تھا جو عام سوال کا جواب تھا کہ :

''وہ رقیہ مجھ پر پیش کرو''

چنانچہ صحابہ نے اس رقیے کو ان پر پیش کیا، جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ ''انھوں نے وہ رقیہ آپ پر پیش کیا''۔

تب آپ نے فرمایا:

''اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہ تو عہد معاہدے ہیں''۔

- **اسی لئے امام البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الصحیحة ج ۴ ص: ۵۶۵ (صحیح) میں فرمایا :**

[''مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ'']

''جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو پہنچا دے''۔

مجھے ابوزبیر نے خبر دی کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ :

''نبی ﷺ نے بنی عمرو کو سانپ کے کاٹے کا رقیہ کرنے کی اجازت دی تھی''۔

ابوزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈنک مار دیا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں رقیہ کردوں تو آپ نے (مذکورہ بات) فرمائی اور کتاب میں رقیہ سے متعلق دیگر متعدد روایتیں ہیں، اور نبی ﷺ نے رقیہ کی صفت سے آگاہی اور اس میں کسی حرج والی بات کی عدم موجودگی کو ملاحظہ کئے بغیر آل عمرو بن حزم کو رقیہ کی اجازت نہیں دی تھی۔

## مبارک احباب :

نبی ﷺ نے ایک سے زائد واقعات میں صحابہ کو اپنے حضور اپنے جاہلیت کے رقیوں کو پیش کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور بتکرار ایسے واقعات پیش آئے تھے۔

اسی طرح کے ایک واقعے میں رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابیہ کو بھی اپنا رقیہ اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا

تھا جو آنے والا ہے۔

لہٰذا یہ مسئلہ صرف ایک ہی حدیث پر منحصر نہیں کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ''اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو'' اور اس کے بعد فرما دیا ہو کہ ''جب رقیوں میں کوئی شرک نہ پایا جائے تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔

اور معاملہ ختم ہو گیا ہو اور صحابہ نے یہ جان لیا ہو کہ نہی (ممانعت) یا آپ کے سامنے پیش کرنے کی علت صرف کسی شرک کی موجودگی کا اندیشہ ہی ہے اور دوسری کوئی بات نہیں ہے۔ لہٰذا رقیہ اگر شرک سے خالی ہو تو وہ جائز ہے۔

یہ احادیث اور اس ضمن میں منقول بہت سے وہ واقعات جو ہمارے سامنے ہیں وہ سب اس بات پر قطعی دلالت کرتے ہیں کہ علت فقط رقیہ کا شرک سے خالی ہونا ہی نہیں ہے، بلکہ شرک سے خالی ہونے کے ساتھ اس کے جواز کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کر کے اس کی اجازت بھی حاصل کر لی جائے اور آپ اسے منظوری دے دیں۔

یہ رہا وہ دوسرا واقعہ جس میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام صحابیہ شفاء بنت عبداللہ کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنا رقیہ ان کے سامنے پیش کریں اور اس پیشی سے پہلے آپ اسے جائز نہیں ٹھہراتے ہیں۔

چنانچہ حاکم نے اپنی کتاب ''**المستدرک علی الصحیحین**'' (۵٦/۴-۵۷) میں روایت کیا ہے کہ :

''ایک انصاری آدمی کو کوئی پھنسی نکل آئی تو اس کی رہنمائی کی گئی کہ شفاء بنت عبداللہ پھوڑے پھنسیوں کا رقیہ کرتی ہیں، چنانچہ وہ شخص ان کے پاس آیا اور ان سے گزارش کی کہ وہ اس کا رقیہ کر دیں، تو انھوں نے فرمایا: اللہ کی قسم جب سے میں مسلمان ہوئی میں نے رقیہ نہیں کیا ہے، لہٰذا وہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور وہ بات ان سے بتائی جو شفاء نے ان سے کہی تھی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شفاء کو بلایا۔ اور ان سے فرمایا کہ: ''(اپنا رقیہ) میرے سامنے پیش کرو''۔ ①

تو انھوں نے اپنا رقیہ ان کے سامنے پیش کیا۔

تب آپ نے فرمایا: ''اس سے رقیہ کرو اور اسے حفصہ کو بھی ویسے ہی سکھا دو جیسے تم نے انہیں کتابت سکھائی ہے''۔

[علامہ البانی نے ''**السلسلة الصحيحة**'' ۲۸۹/۱ میں اسے صحیح کہا ہے اور فرمایا ہے کہ: حاکم نے کہا: ''یہ روایت شیخین کی شرط پر صحیح ہے''۔ اور ذہبی نے اس پر ان کی موافقت کی ہے۔]

---

① صححه الألباني في "السلسلة الصحيحة" ۲۸۹/۱ وقال : قال الحاكم : صحيح على شرط الشيخين ". ووافقه الذهبي۔

معلوم ہوا کہ اگر جاہلی رقیہ کے جواز کی شرط فقط شرک کی عدم موجودگی ہوتی، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف یہی بات انصاری کو بتا دینا کافی سمجھتے، بس اس سے آپ یہی کہتے کہ دیکھو تمہارے رقیے میں کوئی شرک تو نہیں پایا جاتا؟ اگر تمہارا رقیہ شرک سے خالی ہو تو اسے استعمال میں لاؤ۔

اسی طرح جب بلانے پر حضرت شفاء ان کے پاس آئیں تو ان سے بھی آپ نے یہی کہا کہ وہ اپنا رقیہ آپ کے سامنے پیش کریں۔ آخر ان سب کا مطلب کیا ہے؟!!!

جو شخص ان احادیث صحیحہ کا تتبع اور استقراء کرے گا جو صحابہ کے خارج از کتاب وسنت رقیوں کے متعلق گفتگو کرتی ہیں تو اس کے علم میں یہی بات آئے گی کہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے رقیے نبی معصوم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم پر پیش کیا کرتے تھے۔

اور یہ پیشی متعدد اوقات اور مختلف واقعات میں بار بار اور مکرر ہوتی رہی ہے۔

اب ہم دو واقعات اور ان واقعات کے علاوہ پیش کر رہے ہیں جن میں آپ نے عام طور پر یا خصوصی طور پر رقیوں کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا تھا جیسا کہ ابھی عمومی پیشی کے متعلق حدیثیں گزریں اور خصوصی پیشی کے متعلق آل عمرو بن حزم اور اسی طرح شفاء رضی اللہ عنہم کی حدیثیں گزریں۔

**دوسرے واقعات حسب ذیل ہیں :**

**پہلا واقعہ :**

**عَنْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِىَ الله عَنْهُ، يَقُولُ : " رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِآلِ حَزْمٍ فِي رُقْيَةِ الْحَيَّةِ.**

**وَقَالَ لِأَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رَضِي الله عَنْهَا: " مَا لِي أَرَى أَجْسَامَ بَنِي أَخِي ضَارِعَةً تُصِيبُهُمُ الْحَاجَةُ ؟ ، قَالَتْ : لَا ، وَلَكِنْ الْعَيْنُ تُسْرِعُ إِلَيْهِمْ ، قَالَ : " ارْقِيهِمْ " ، قَالَتْ : فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ : " ارْقِيهِمْ " .**

- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سانپ کے رقیہ کے متعلق آل حزم کو اجازت دی تھی، اور اسماء بنت عمیس سے کہا تھا: ''کیا بات ہے میں اپنے بھتیجوں کو لاغر اور نحیف دیکھ رہا ہوں، انہیں کچھ کھانے پینے کی دشواری لاحق ہے، انھوں نے جواب دیا: نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ مگر بڑی تیزی سے انہیں نظر لگ جاتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ان کا رقیہ کرو، بیان کرتی ہیں کہ تب میں نے (اپنا رقیہ)

ان پر پیش کیا، توانھوں نے فرمایا: ان کا رقیہ کرو۔ (یعنی اپنے پیش کردہ رقیے سے رقیہ کرسکتی ہو)۔ ①

**فائدہ :**

یہ بات معلوم ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہجرت حبشہ کے قبل ہی شادی کی تھی پھر اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت کرگئی تھیں، اور وہ دونوں ساتویں ہجری تک وہیں رہے تھے۔

اسماء سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچے حبشہ ہی میں ہوئے تھے۔

پھر وہ دونوں سن سات ہجری میں مدینہ آئے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد جعفر کے متعلق اسماء کے ساتھ اپنی یہ گفتگو اقل ترین اندازے کے مطابق سن سات ہجری یا اس کے بعد ہی کی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

- **ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

''اسماء بنت عمیس اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے تھیں، پھر وہاں ان سے حضرت جعفر کے بیٹے: محمد یا عبداللہ اور عون پیدا ہوئے، پھر انھوں نے مدینہ ہجرت کی''۔ ②

اب یہاں ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ :

جب یہ نھی (ممانعت) ہجرت مدینہ کی ابتدا ہی میں کردی گئی تھی تو پھر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا رقیہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر کیوں پیش کیا تھا!

(ان کے لئے بس یہی کافی تھا کہ ان کا رقیہ شرک سے خالی ہے اور اتنی سوجھ بوجھ تو یقینا تمام صحابہ کے اندر موجود تھی کہ وہ شرک کا پتہ چلاسکیں)

- **ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) الاستذکار ج ۸ ص ۴۰۶ پر فرماتے ہیں :**

''ابن وہب نے یونس سے روایت کیا ہے، وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: کچھ اہل علم سے مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اسی وقت رقیوں سے منع کردیا تھا، اور اس زمانے میں رقیوں میں شرک پر مشتمل بہت سا کلام پایا جاتا تھا، لہذا جب رسول علیہ السلام نے لوگوں کو منع کردیا تو وہ اس سے رک گئے...''۔

- مطلب یہ ہوا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنا رقیہ سن سات ہجری یا اس کے بھی بعد جب صحابہ کرام

---

① مسلم: ۲۱۹۸۔ ② الاستیعاب ج ۴ ص ۱۷۸۴۔

مدینے میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے تھے پیش کیا تھا۔

اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ رقیہ کے جواز کے لئے صرف شرک سے اس کا خالی ہونا کافی ہے، اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرنا شرط نہیں ہے۔ اور وہ اس چیز سے استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ کے ان رقیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی تھی جو شرک سے خالی تھے۔

تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اسماء رضی اللہ عنہا نے صرف اس بات پر اکتفا کیوں نہ کر لیا کہ ان کا رقیہ شرک سے خالی ہے؟

پھر انھوں نے ہجرت نبوی کے اتنے متاخر سالوں میں اپنا رقیہ نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے سامنے کیوں پیش کیا؟!

**دوسرا واقعہ :**

ایک دوسری حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہجرت نبوی کے متاخر زمانے یعنی سات ہجرت میں بھی اور بالخصوص معرکۂ خیبر کے بعد بھی اپنے رقیے رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔

● **چنانچہ حضرت عمیر مولی ابو لحم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ :**

”شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي، فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَلَّمُوهُ أَنِّي مَمْلُوكٌ، قَالَ: فَأَمَرَ بِي، فَقُلِّدْتُ السَّيْفَ، فَإِذَا أَنَا أَجُرُّهُ، فَأَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ، وَعَرَضْتُ عَلَيْهِ رُقْيَةً كُنْتُ أَرْقِي بِهَا الْمَجَانِينَ، فَأَمَرَنِي بِطَرْحِ بَعْضِهَا وَحَبْسِ بَعْضِهَا“

”میں نے اپنے بڑوں کے ساتھ خیبر میں شرکت کی تھی، تب انھوں نے میرے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی اور ان سے بتایا کہ میں غلام ہوں تو آپ نے مجھے حکم دیا اور میں نے تلوار لٹکالی جسے میں گھسیٹتا چلتا تھا، پھر آپ نے مجھے کچھ معمولی قسم کے گھریلو سامان دینے کا حکم دیا۔ اور میں نے ان پر ایک رقیہ پیش کیا جس سے میں پاگلوں کو دم کیا کرتا تھا، اس پر انھوں نے مجھے اس میں سے کچھ کے چھوڑ دینے کا اور کچھ کے استعمال کرنے کا حکم دیا“۔ ①

● بات بالکل واضح ہے کہ اگر صحابہ نے حدیث سے یہی سمجھا ہوتا کہ رقیہ میں ممنوع صرف وہی ہے جس میں شرک پایا جاتا ہو، اور اگر رقیوں میں کوئی شرک موجود نہ ہو تو پھر انہیں اپنے رقیے آنحضرت علیہ صلوات ربی وسلامہ کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تو پھر اس زمانے تک یعنی سات ہجری یا اس کے بھی بعد تک جبکہ مدینے میں ان کی سکونت مستقل ہو چکی تھی اور توحید کی بنیادیں مستحکم اور مضبوط ہو چکی تھیں وہ اپنے رقیوں کی آنحضرت

① ترمذی فرماتے ہیں حسن صحیح ہے۔[۱۵۵۷]، علامہ البانی فرماتے ہیں صحیح ہے۔[صحیح ابوداود ۳۴۴۰]۔

ﷺ کے سامنے پیشی کا عمل بالاستمرار جاری نہ رکھتے۔

- **ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۵۷۸ھ-۶۵۶) المفهم في شرح صحيح مسلم ج۴ میں فرماتے ہیں :**

''آپ نے اس سے مطلق طور پر منع کر دیا تھا؛ کیونکہ وہ جاہلیت میں ایسے رقیوں سے دم کیا کرتے تھے جن میں شرک پایا جاتا تھا، اوران میں کچھ ایسے بھی ہوتے تھے جو نا قابل فہم ہوتے تھے، اوران کا اعتقاد یہ ہوتا تھا کہ وہ رقیے موثر ہیں۔

پھر جب وہ اسلام لائے اور وہ چیز ان سے زائل ہوگئی تو نبی ﷺ نے انہیں عمومی طور پر اس سے روک دیا۔ تاکہ یہ ممانعت میں زیادہ بلیغ اور سد ذریعہ میں زیادہ موثر ہو۔ پھر جب انھوں نے آپ سے سوال کیا، اور آپ کو یہ بتایا کہ ان رقیوں سے انہیں فائدہ پہنچتا تھا، تو آپ نے ان میں سے کچھ کی اجازت دی، اور فرمایا کہ اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو، اگر رقیوں میں کوئی شرک نہ پایا جاتا ہوں تو پھر ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔

- امام ابو العباس قرطبی کا کلام بالکل واضح ہے کہ نبی ﷺ کی اجازت کے لئے پیشی شرط تھی، اور وہی معین رقیے ان کے لئے جائز ٹھہرتے تھے جن کی آپ باقاعدہ اجازت دے دیتے تھے، اور انھوں نے جاہلیت کے تمام رقیوں کی اجازت نہیں دی تھی، بلکہ جو رقیے آپ پر پیش کئے جاتے تھے ان میں سے آپ بعض ہی کی اجازت دیتے تھے اور انہیں جائز ٹھہراتے تھے۔ اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوا کرتا ہے، اس لئے وہ لغو اور حشو وزوائد سے پاک صاف ہوتا ہے۔

اس لئے آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی کہ :

''اِعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ'' ''اپنے رقیوں کو مجھ پر پیش کرو''۔

تمام صحابہ کے لئے حکم ہے کہ ان کے پاس جو بھی رقیے ہوں وہ سب رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کریں، جیسا کہ عوف بن مالک اشجعی کی حدیث میں آیا ہے، بیان کرتے ہیں کہ :

**كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ فَقَالَ: "اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ"**

''ہم لوگ جاہلیت میں رقیہ کیا کرتے تھے، اس لئے ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو، اگر رقیوں میں کوئی شرک نہ پایا جاتا ہو تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں

ہے''۔[مسلم]

- اور اصول فقہ کے قواعد کے مطابق امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔اس لئے حدیث میں اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم صحابہ کے تمام رقیوں کے متعلق ہے نہ کہ اس کا تعلق محض آل عمرو یا شفا رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ کے رقیے سے ہے۔

اب جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ رقیہ کا محض شرک سے خالی ہونا ہی جواز کے لئے کافی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی پیشی کا کوئی اعتبار نہیں ہے تو پھر ان سے ایک سوال یہ ہے کہ :

آخر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد ''اعرضوا'' پیش کرو کا کیا کریں جو متعدد واقعات میں بتکرار صادر ہوتا رہا ہے ؟! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد :

''لَا بَأسَ بِالرُّقیٰ مَالَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ'' ''اگر رقیوں میں کوئی شرک نہ ہوتو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔

ان کے اس حکم کہ :

''اِعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ'' ''تم اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو''۔

کا ناسخ ہوتا تو پھر آنحضرت صلاۃ ربی وسلامہ علیہ متعدد واقعات میں بتکرار اپنے سامنے پیشی کا حکم کیوں صادر فرماتے رہے؟! اور کیوں صحابہ کرام ہجرت نبوی کے متأخر اوقات تک ان کے سامنے اپنے رقیے پیش کرتے رہے؟! جبکہ بعض واقعات میں جیسا کہ ظاہر ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے ابتدا میں اس کا مطالبہ بھی نہیں کیا تھا، مثلا اسماء بنت عمیس اور عمیر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یہ حقیقت واضح ہے۔

## ایک سوال

برادران کرام ! کچھ لوگ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے رقیے جن کا تعلق اسلام سے نہیں تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا تھا تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشی والا یہی حکم اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ انھوں نے اجتہادی رقیوں کو تسلیم کر لیا تھا۔؟

اور جن رقیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسلیم کر لیا تھا اور ان کا اثبات فرمایا تھا ان کا تعلق کتاب وسنت سے نہیں تھا، البتہ وہ سب شرک سے خالی تھے۔

لہٰذا جو بھی رقیہ شرک سے خالی ہو وہ جائز ہے گو اس کا تعلق کتاب وسنت سے نہ ہو۔(نیز رقیے میں اجتہاد کی

گنجائش مسلم ہے)

**جواب :** ۱۔ اگر جاہلیت کے رقیوں کی ممانعت کا سبب محض شرک ہوتا تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام انہیں رقیوں میں شرک سے اجتناب کا حکم دینے پر اکتفا کرتے اور صرف یہ فرما دیتے کہ: ''اگر رقیوں میں شرک نہ پایا جاتا ہو تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔ اور بار بار انہیں اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم نہ دیتے۔

۲۔ جن رقیوں کا تعلق کتاب وسنت سے نہیں تھا جب انہیں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے پیش کر دیا گیا اور آپ نے ان میں سے کل کی یا بعض کی منظوری اور اجازت دے دی، تو آنحضرت ﷺ کی قولی توثیق اور منظوری سے اس کی حیثیت سنت قولیہ کی ہوگئی۔ اور اس حکم کو اصول فقہ پڑھنے والا ہر طالب علم جانتا ہے۔

## اگر نبی ﷺ صحابہ کے کسی وقتی یا ہنگامی اجتہاد کی توثیق فرما دیں اور اس پر صاد کریں تو اسے سنت قولیہ کا درجہ مل جاتا ہے، مگر اس طرح کے معاملات میں عام اجتہاد کی اجازت نہیں ہوتی ہے

اور صرف رقیہ ہی نہیں بلکہ اہم ترین عملی عبادت نماز وغیرہ میں صحابہ کے اس طرح کے اجتہاد اور نبی ﷺ کے ان کے توثیق کر دینے اور انہیں تسلیم کر لینے کے دلائل احادیث میں موجود ہیں۔

- چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح کی **کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقرأة**، حدیث: ۶۰۱ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھ رہے تھے کہ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا:

**''اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَ اَصِيْلًا''**

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسی ایسی بات کس نے کہی ہے؟'' تو لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ میں ہوں، تو آپ نے فرمایا:

'' مجھے ان پر تعجب ہوا، ان کے لئے تو آسمان کے دروازے کھول دئے گئے'' ابن عمر فرماتے ہیں: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا فرماتے ہوئے سنا، میں نے انہیں کبھی ترک نہیں کیا ''۔

- اور ایک دوسری روایت میں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

**''أَنَّ رَجُلًا، جَاءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ، وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ، فَقَالَ: " الْحَمْدُ لِلَّهِ، حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا، مُبَارَكًا فِيهِ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: أَيُّكُمْ**

الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ؟ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، فَقَالَ: " أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا، فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا. " فَقَالَ رَجُلٌ: جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِي النَّفَسُ، فَقُلْتُهَا. فَقَالَ: "لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا، أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا "

''ایک شخص آیا اور صف میں داخل ہوگیا اور اس کی سانس چڑھی ہوئی تھی' پھر اس نے کہا: ''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ'' پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو فرمایا: وہ الفاظ تم میں سے کس نے کہے ہیں؟ تو سب لوگ چپ رہے، آپ نے فرمایا: انہیں کہنے والا کون ہے، اس نے کوئی قابل اعتراض بات نہیں کہی ہے۔'' تب ایک شخص نے کہا: میں آیا تو میری سانس چڑھی ہوئی تھی تب میں نے ایسا کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا: میں نے بارہ فرشتوں کو ان کی طرف لپکتے ہوئے دیکھا کہ کون انہیں اوپر لے جائے گا''۔[مسلم]

- **خطابی فرماتے ہیں :**

اس کی سانس چڑھی ہوئی تھی کا مطلب یہ ہے کہ سانس لینے میں مشقت ہو رہی تھی اور نماز کے لئے تیز چلنے کی وجہ سے اس کی رفتار بڑھ گئی تھی۔ ①

- **حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر غور فرمایئے کہ :**

''جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا فرماتے ہوئے سنا تب سے میں نے انہیں کبھی نہیں چھوڑا''۔

کیونکہ اس ذکر پر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی موافقت سے جو صحابہ کے اپنے اجتہاد کا نتیجہ تھا اور جس کا تعلق کتاب وسنت سے بالکل نہیں تھا اسے سنت نبویہ کا درجہ مل گیا تھا جس پر صحابہ نے عمل کیا اور ان کے بعد قیامت تک امت اسے اپناتی رہے گی اور اس کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرتی رہے گی۔

اسی لئے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صفۃ صلاۃ النبی میں ''بَابُ اَدْعِيَةِ الْاِسْتِفْتَاحِ فِي الصَّلَاةِ'' نماز کی افتتاحی دعاؤں کے تحت فرمایا :

''۷۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَ اَصِيْلًا''

ایک صحابی نے ان سے اپنی نماز شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے ان پر تعجب ہے! ان کے لئے تو آسمان کے دروازے کھل گئے۔

---

① عون المعبود ج۲/ص ۳۳۲۔

''۸۔ ''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ''

ایک دوسرے شخص نے اس سے نماز شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

میں نے دیکھا کہ بارہ فرشتے اس کی طرف لپک رہے ہیں کہ کون اسے پہلے اٹھا لے جائے۔ ①

■ **اس بات کی دوسری دلیل کہ صحابہ نے اذکار مقیدہ میں اجتہاد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد سے ان کی توثیق فرما دی اور اس طرح کے اجتہادات کو سنت نبوی کی حیثیت مل گئی۔**

● **حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں :**

''ایک دن ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، پھر جب آپ نے رکوع سے اپنا سر اٹھا کر ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه'' کہا تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے سے کہا: ''رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكاً فِيْهِ'' پھر جب وہ پلٹے تو آپ نے فرمایا: وہ بولنے والا کون تھا؟ اس نے کہا: میں تھا، آپ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ تیس سے زائد فرشتے اس کی طرف لپک رہے ہیں کہ کون پہلے انہیں لکھے گا''۔ [بخاری]

● اور ایک دوسری روایت جس کی تخریج اصل صفۃ صلاۃ النبی میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے کی ہے۔

**حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ وہ بیان کرتے ہیں کہ :**

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو مجھے چھینک آ گئی، تب میں نے کہا :

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ، حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكاً فِيْهِ، مُبَارَكاً عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ يَرْضٰى۔

پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ کے پلٹے تو فرمایا: ''نماز میں بولنے والا کون ہے'' تب کسی نے جواب نہیں دیا، پھر آپ نے دوبارہ پوچھا کہ: ''نماز میں بولنے والا کون ہے؟ مگر کسی نے اس کا جواب نہیں دیا، پھر آپ نے تیسری بار کہا کہ: ''نماز میں بولنے والا کون ہے؟ تب رفاعہ بن رافع بن عبداللہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ میں ہوں...الحدیث۔ اور باقی واقعہ سابقہ حدیث ہی کی طرح ہے۔

## امام ترمذی فرماتے ہیں :

''حدیث حسن ہے'' اور وہ ایسی ہی ہے جیسی کہ انھوں نے فرمایا ہے، اور اس میں کچھ زائد باتیں ایسی ہیں جو اس میں نہیں ہیں، اسی طرح اس میں یہ خبر ہے کہ مذکورہ کلمات چھینک آنے پر کہے گئے تھے، اور اس

① دیکھئے: كتاب صفة صلاة النبي للألباني۔

میں ہے کہ وہ رکوع کے بعد کہے گئے تھے، اور حافظ ابن حجر نے ان دونوں میں جمع کی یہ صورت بتائی ہے کہ وہ چھینک رکوع سے اٹھنے کے بعد آئی تھی''۔

- **زرقانی اپنی شرح موطا امام مالک ج ۲ رص ۴۳ میں فرماتے ہیں :**

''اس بارے میں ایک اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ آخر حضرت رفاعہ نے جواب میں اتنی تاخیر کیوں کی کہ تین بار سوال کی نوبت آئی، حالانکہ ان کا جواب دینا واجب تھا، بلکہ ان سب پر واجب تھا جس جس نے رفاعہ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا، کیونکہ آپ کا سوال تنہا متکلم ہی سے نہیں تھا ؟

**اس کا جواب یہ دیا ہے کہ :**

آپ نے ان میں سے کسی شخص کی تعیین نہیں فرمائی تھی کہ اس پر جواب متعین ہوجاتا کہ وہ بتادے کہ متکلم کون ہے، چونکہ کوئی ایک شخص بعینہ مخاطب نہیں تھا، اس لئے ممکن ہے کہ ہر شخص یہی سمجھتا رہا کہ ابھی کوئی اس کا جواب دے ہی دے گا۔

اور ایسا انھوں نے اس ڈر سے کیا کہ کہیں اس کے حق میں کوئی خفگی نہ ظاہر کی جائے، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ شاید اپنے اس عمل سے وہ کوئی غلطی کر بیٹھا ہے، انہیں امید تھی کہ اسے معافی مل جائے گی، اسی لئے وہ لوگ خاموش رہے تھے۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چیز بھانپ لی اور آپ نے فرمایا: کس نے یہ بات کہی ہے، ارے بھائی اس نے کوئی غلط بات نہیں کہی ہے۔

تب حضرت رفاعہ نے کہا: وہ بات میں نے ہی کہی ہے اور میں نے تو اسے بھلی ہی بات سمجھ کر کہی ہے، جیسا کہ ابوداود میں عامر بن ربیعہ سے یہ روایت آئی ہے۔

**اور ابن قانع کی روایت میں حضرت رفاعہ فرماتے ہیں :**

''میری خواہش یہ ہونے لگی کہ میری سب دولت چلی گئی ہوتی مگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس نماز میں شامل نہ ہوا ہوتا''۔

**اور طبرانی نے حضرت ابوایوب سے روایت کیا ہے کہ :**

''وہ شخص چپ ہوگیا، اور یہ سمجھنے لگا کہ اس نے جلدی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی ایسی حرکت کردی

ہے جو انہیں نا گوار لگی ہے۔

تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا : اے بھائی وہ کون ہے؟ اس نے تو درست بات ہی کہی ہے۔

اس آدمی نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! وہ بات تو میں نے کہی ہے، اور اس سے میری چاہت بس بھلائیوں ہی کی تھی''۔

اور جیسا کہ معلوم ہے کہ مذکورہ اذکار نماز کے اندر کے ہیں جو ایک عظیم ترین عملی عبادت ہے جسے ایک مسلمان ہمارے دین میں انجام دیتا ہے۔

تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ چونکہ بعض صحابہ نے نماز کے بعض اذکار میں اجتہاد کیا تھا اور نبی ﷺ نے یہ کہہ کر اس کی توثیق فرمادی تھی کہ اس نے کوئی غلط بات نہیں کہی ہے، اس لئے نبی ﷺ کی وفات کے بعد ہر مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ اذکار صلاۃ میں اجتہاد کرلیا کرے، بس شرط یہی کہ اس میں کوئی اچھی اور بھلائی والی بات ہو اور کوئی غلط بات نہ ہو۔

اور اس میں نبی ﷺ کی موافقت اور توثیق کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ اعتبار صرف اس بات کا ہے کہ اس میں کوئی غلط چیز نہ ہو۔!!

اس لئے کہ نبی ﷺ نے حضرت رفاعہ سے فرمایا تھا کہ : ''انھوں نے کوئی غلط بات نہیں کہی ہے''۔

- آپ دیکھ رہے ہیں کہ صحابۂ کرام نماز میں اپنے اجتہاد پر کس قدر خائف ہیں کہ کہیں ان کا وہ عمل غیر مشروع نہ ہو، کیا ان کا یہ خوف ان کے اس خوف سے مختلف ہے جب انھوں نے ڈنسے ہوئے شخص، یا بندھن میں جکڑے ہوئے دماغی مریض کا علاج فاتحۃ الکتاب سے کردیا تھا؟

- ذہن نشین رہے کہ نماز میں انھوں نے جو بات کہی تھی اس کے متعلق یہ واضح طور پر معلوم تھا کہ اس میں کچھ بھی غلط نہیں ہے کیونکہ وہ تکبیر وتحمید پر مشتمل تھی، اس میں نہ کوئی شرک تھا نہ کوئی حرام چیز تھی، بس ایک اجتہاد ہی اس میں استثنائی عمل تھا کہ اس کے ذریعہ شارع حکیم کی اجازت کے بغیر نماز میں ایک مخصوص ومعین جگہ پر وہ بات کہی گئی تھی۔ یہ بات بفضلہ تعالیٰ بالکل واضح ہے۔

## ▪ تیسری بحث

**اس حدیث پر گفتگو جس میں صحابی نے ڈنسے ہوئے شخص کا رقیہ سورۂ فاتحہ سے کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا : ''وَمَايُدْرِيکَ أَنَّها رُقْيَةٌ'' آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے ؟**

- **حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :**

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ سفر میں تھے اسی ضمن میں ان کا گزر عرب کے ایک قبیلے سے ہوا، جن سے انھوں نے اپنی میزبانی کرنے کا مطالبہ کیا مگر انھوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا، پھر انھوں (قبیلے والوں) نے ان (صحابہ) سے پوچھا: کیا تم میں کوئی رقیہ کرنے والا ہے؟ کیونکہ قبیلے کا سردار ڈنسا ہوا یا بیمار ہے، تو ان میں سے ایک صاحب نے کہا: ہاں ہے، پھر وہ اس کے پاس گئے اور فاتحۃ الکتاب (سورۂ فاتحہ) سے اس کا رقیہ کر دیا، جس کے نتیجے میں وہ آدمی اچھا ہو گیا، اور انہیں بکریوں کا ایک ریوڑ عطا کیا، مگر انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ (رکو) پہلے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا تذکرہ کر لینے دو، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہیں ماجرا سنایا، اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! قسم اللہ کی، میں نے صرف فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۂ فاتحہ) سے اس کا رقیہ کیا ہے، تو آپ مسکرا اٹھے اور فرمایا: ''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ رقیہ ہے؟ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ان کا دیا قبول کر لو، اور اپنے ساتھ اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ''۔

**اور ایک روایت میں ہے کہ :**

**" فَجَعَلَ يَقْرَأُ أُمَّ الْقُرْآنِ ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ فَبَرَأَ الرَّجُلُ "**

''وہ ام القران (سورۂ فاتحہ) پڑھنے لگے، اور اپنا لعاب جمع کر کے تھوکتے جاتے تھے، جس سے وہ شخص شفایاب ہو گیا''۔

**اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے :**

**... "فَأَتَاهُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ أُمَّ الْكِتَابِ وَيَتْفُلُ حَتَّى بَرَأَ كَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ ... فَغَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ عَلِمْتُمْ أَنَّهَا رُقْيَةٌ أَحْسَنْتُمْ وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ"**

''...پھر وہ ان کے پاس گئے اور ان پر ام الکتاب پڑھ کے تھوکا تو وہ یوں اچھا ہو گیا جیسے اس کا بندھن کھول دیا گیا ہو...''

پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور ان سے ماجرا بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ وہ رقیہ ہے، تم نے اچھا کیا، اب اپنے ساتھ میرا بھی حصہ لگاؤ''۔ ①

- **شیخ بدرالدین عینی ''عمدۃ القاری'' ج ۱۲/ص ۱۰۰/ پر فرماتے ہیں :**

''یہ کلمہ: یعنی ''وَمَا اَدْرَاکَ'' اور ''وَمَا یُدْرِیکَ'' کسی چیز پر تعجب اور اسے بڑا سمجھنے پر بولا جاتا ہے''۔

''عمدۃ القاری'' ہی کی ج ۲۱/ص ۲۷۱/ پر مزید فرمایا کہ:

''آپ کے ارشاد ''وَمَا یُدْرِیکَ'' کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں کس ذریعہ سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا رقیہ ہے''۔

- **اور علامہ شوکانی نیل الاوطار ج ۶/ص ۳۱/ پر فرماتے ہیں :**

اور ایک روایت میں آپ کے ارشاد: ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے'' کے بعد جواب دیا ہے کہ:

''اُلْقِيَ فِيْ رُوْعِيْ'' ''یہ بات میرے دل میں ڈال دی گئی تھی''۔

اور دارقطنی میں ہے کہ : "قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَيْءٌ اُلْقِيَ فِيْ رُوْعِيْ "

''میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ تو وہ بات تھی جو میرے دل میں ڈال دی گئی تھی''۔

اس سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ صحابی کے پاس سورۂ فاتحہ سے رقیہ کرنے کی مشروعیت کا علم پہلے سے نہیں تھا''۔ انتھیٰ۔

**اور عمدۃ القاری ج ۲/ص ۱۰۰/ پر ہے کہ :**

"قوله " قد أصبتم "أي في الرقية"

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد: ''تم نے صحیح کیا'' کا مطلب یہ ہے کہ رقیہ کے متعلق تمہارا اندازہ درست تھا''۔

**محبانِ گرامی قدر !**

**اس حدیث میں موضوعِ گفتگو دو ہی باتیں ہیں :**

**اول :** صحابی کا نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے یہ کہنا ہے کہ ''اے اللہ کے رسول! میں نے تو صرف فاتحۃ الکتاب (سورۂ فاتحہ) ہی سے رقیہ کیا ہے''۔

---

① شیخ البانی فرماتے ہیں : روایت صحیح ہے۔

اس جملے میں قابل توجہ یہ بات ہے کہ اگر رقیہ اجتہادی ہوتا اور ہر صحابی کو یہ حق ہوتا کہ جن رقیوں میں شرک نہ پایا جاتا ہو وہ ان سے دم کرلیا کریں تو پھر یہاں صحابی کو اس بات کا اندیشہ اور خوف کیوں تھا کہ ممکن ہے وہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے یہاں نامقبول ٹھہر جائے، جس کی وجہ سے نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ انھوں نے اللہ کی قسم کھا کر بتایا کہ انھوں نے صرف سورۂ فاتحہ ہی سے رقیہ کیا تھا، جبکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سے اس بات پر قسم کھانے کا مطالبہ بھی نہیں کیا تھا۔

کیا اس صحابی کا یہ قول حضرت رفاعہ صحابی کے اس قول کی طرح نہیں ہے کہ :

''میں نے تو انہیں بھلا جان کر ہی کہا تھا''

اگر شرک سے خالی زمانۂ جاہلیت کا رقیہ جائز تھا تو پھر صحابی کو سورۂ فاتحہ سے رقیہ کرکے خوف کیوں دامن گیر ہوا؟!!

**دوم :** بحث کا دوسرا نقطہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ: ''آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے؟'' اور ''آپ کو کیسے پتہ چلا'' اور ''آپ کو کہاں سے علم ہوا کہ یہ رقیہ ہے''۔

یہ عبارتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صحابی کے اس عمل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعجب ہوا کہ انھوں نے علاج کے لئے سورۂ فاتحہ کو بطور رقیہ استعمال کیا جبکہ انہیں پہلے سے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ یہ ایک مشروع رقیہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آخر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ تعجب کس بات پر دلالت کرتا ہے؟

کیا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ :

**''لَابَأْسَ بِالرُّقیٰ مَالَمْ یَکُنْ فِیْهِ شِرْکٌ''**

کہہ کے شرک سے خالی رقیوں کی عام اجازت دے دی تھی اس لئے شرک سے خالی رقیہ جائز ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ تو اللہ کا کلام ہے اور یقینی طور پر شرک سے خالی ہے؟!

تب پھر تعجب کس بات پر ہوا تھا؟!

یا پھر اس کی دلالت اس بات پر ہے کہ ہر مسلم کو یہ حق ہے کہ وہ کتاب اللہ کی کسی بھی سورت یا آیت کو رقیہ قرار دے دے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾ [الاسراء:۸۲]۔

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور

کوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔

- کیا یہ ممکن ہے کہ ہم ہر آیت یا ہر سورہ کو علاج کے لئے رقیہ قرار دے دیں؟!
- پھر یہ تعجب آخر کیوں ہے جبکہ سورۂ فاتحہ بھی قرآن ہی کی ایک سورہ ہے؟!
- نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کے سورۂ فاتحہ سے رقیہ کرنے پر تعجب کیوں ہوا؟ جبکہ وہ خود ہی اس بات کے قائل تھے کہ: ''رقیوں میں اگر شرک نہ پایا جائے تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔
- کیا نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو تعجب اس لئے ہوا کہ صحابی کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ سورۂ فاتحہ میں کوئی شرک نہیں پایا جاتا ہے، اور اسی لئے انھوں نے اس سے رقیہ کر دیا تھا؟!!!
- یا پھر انہیں تعجب اس لئے ہوا کہ انھوں نے اجتہاد کیا اور قرآن کی سورتوں میں سے ایک سورہ سے رقیہ کر دیا، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ ٱلظَّـٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾[الاسراء:۸۲]۔؟

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔

ان تمام پیش کردہ سوالوں کا جواب غیر جانبدارانہ تدبر اور غور وخوض کا متقاضی ہے۔

## ■ پہلا احتمال :

اگر کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کو تعجب اس بات پر ہوا کہ صحابی نے جائز رقیہ کی قید پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے اجتہاد سے سورۂ فاتحہ کو بطور رقیہ منتخب کر لیا تھا کیونکہ وہ شرک سے خالی تھی۔

تو کیا کسی مسلمان کو اس بات میں بھی شک ہو سکتا ہے کہ سورۂ فاتحہ اور قرآن کی ساری سورتیں اور آیتیں شرک سے خالی ہیں؟

کیا اس میں بھی کسی کو شک ہو سکتا ہے؟

اس لئے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا تعجب اس بات پر ہرگز نہیں تھا کہ صحابی نے ایک ایسا کلام منتخب کیا تھا جو شرک سے خالی تھا۔

■ **دوسرا احتمال :**

کیا نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو صحابی کے فعل پر اس لئے تعجب ہوا کہ انھوں نے اجتہاد کیا اور قرآن کی سورتوں میں سے ایک سورہ سے رقیہ کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾ [الاسراء:۸۲]۔

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی''۔

**جواب :** بالکل واضح ہے، اور نص سے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام صریح سے واضح ہے: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ رقیہ ہے''، تمھیں کیسے پتہ چلا کہ وہ رقیہ ہے''، تمہارے علم میں یہ بات کہاں سے آئی کہ وہ رقیہ ہے''، یہ بھی اس بات کے ظاہری دلائل میں سے ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول :

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا﴾ [الاسراء:۸۲]۔

میں ''مِن''، تبعیض کے لئے ہے۔

ان شاء اللہ اس مسئلے پر بحث اس کے مقام پر آئے گی۔

● **علامہ ابوالعباس قرطبی ''المفهم في شرح صحيح مسلم'' ج ۴ میں فرماتے ہیں :**

''کہا گیا کہ اس میں رقیہ کا مقام'' ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ہے جبکہ مجھے تو ظاہر یہی لگتا ہے کہ پوری سورہ ہی رقیہ کا مقام ہے اور اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں، اور اس کی ایک وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ: ''وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ''، تمھیں کیسے پتہ چلا کہ یہ رقیہ ہے؟۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ تمھیں کیسے پتہ چلا کہ اس میں کوئی رقیہ ہے''۔

لہٰذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا تعجب اس بات پر تھا کہ صحابی نے قرآن سے بالذات اسی سورہ کے انتخاب میں اجتہاد کیا اور اسے علاج کے لئے بطور رقیہ استعمال کیا۔

**اور صحابی نے اپنے اجتہاد کا سبب ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ :**

''میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ وہ چیز ہے جو میرے دل میں ڈال دی گئی تھی'' جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں پایا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت بیان کرنے والے کی جانب سے۔ جو نبی علیہ الصلاۃ

والسلام ہیں۔ اس کی تصویب ہوگئی بلکہ مبالغے کے ساتھ ہوگئی، چنانچہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے قولی طور پر صحابی کے اس اجتہاد کی توثیق فرمادی جس میں انھوں نے سورۂ فاتحہ کا انتخاب کیا تھا، جس کے نتیجے میں فاتحہ سے رقیہ کی سنیت اور استحباب کا قیامت تک کے لئے اثبات ہوگیا۔

- لہٰذا سورۂ فاتحہ سے رقیہ کو سنت نبوی کی حیثیت سے اس لئے اعتبار حاصل ہوا کیونکہ نبی علیہ الصلاۃ نے اس کے انتخاب میں صحابی کے اجتہاد کی تصویب فرمادی تھی۔
- اس کا معاملہ بھی صحابہ کے انہیں اجتہادی اذکار کی طرح ہے جو انھوں نے نماز میں پڑھنے کے لئے اختیار کر لئے تھے حالانکہ ان کا تعلق اس وقت تک اسلام سے نہیں تھا، مگر جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کی تصویب فرمادی تو انہیں استحباب اور سنیت کا درجہ مل گیا۔
- بالکل یہی معاملہ علاج کے لئے سورۂ فاتحہ سے رقیہ کا بھی ہے کہ صحابی کے استعمال سے پہلے اس کا تعلق نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت سے نہیں تھا مگر جب نبی ﷺ نے اس کی تصویب فرمادی تو اس کا اعتبار سنت نبوی میں ہونے لگا۔
- اگر صحابی کے اپنے اجتہاد سے سورۂ فاتحہ کے بطور رقیہ منتخب کرنے سے یہ استدلال کیا جائے کہ رقیہ ایک اجتہادی چیز ہے تو اس استدلال کی تردید بہت سے ان واقعات سے ہوتی ہے جن میں صحابہ کے کچھ اقوال یا افعال، یا اختیارات اجتہادی تھے مگر بعد میں شرعی حکم ان کی موافقت میں آجانے کی وجہ سے اجتہادی ہونے کے باوجود انہیں مشروعیت حاصل ہوگئی۔
- گزشتہ سطور میں پیش کردہ اذکار صلاۃ کے علاوہ مزید دو مثالیں میں اور پیش کر رہا ہوں جن میں صحابہ کرام نے شرعی احکام میں اجتہاد کیا تھا مگر بعد میں شریعت نے ان کے اجتہاد کی توثیق کردی تھی اور انہیں تسلیم کرلیا گیا تھا۔

**۱۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :**

''جب عبداللہ بن ابی کی وفات ہوگئی تو اس کے بیٹے نبی ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اپنی قمیص مجھے عنایت فرمادیں تاکہ میں اس میں اپنے باپ کو کفنادوں، اور آپ ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں، اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں، تو نبی ﷺ نے انہیں اپنی قمیص دے دی تھی، اور فرمایا تھا کہ مجھے خبر دینا میں ان کی نماز جنازہ پڑھادوں گا، چنانچہ انھوں نے خبر دی۔

پھر جب نبی ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کھینچ لیا، اور عرض کیا

کہ کیا اللہ نے آپ کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمادیا ہے؟

اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دو اختیاروں کے درمیان رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ :

﴿ ٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ ٱللَّهُ لَهُمْ ﴾ [توبہ:٨٠]۔

''ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر۔ اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہر گز نہ بخشے گا''۔

یہ کہہ کر آپ نے اس کی نماز پڑھا دی۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ :

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ ﴾ [توبہ:٨٤]۔

''ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں''۔

اس میں شارع حکیم نے منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تائید فرمائی ہے۔

**٢۔ بخاری ومسلم کی بیان کردہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :**

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج (مطہرات) قضائے حاجت کے لئے رات کے وقت میدان کی طرف نکلا کرتی تھیں، جو بالکل چٹیل جگہ ہوا کرتی تھی، اس پر حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ: آپ اپنی خواتین کو پردہ کرائیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا نہیں کیا کرتے تھے''

پھر ایک رات عشاء کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) باہر نکلیں، جو ایک لمبی خاتون تھیں، بس حضرت عمر نے (اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے) انہیں پکار کر کہا کہ اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے، اس کے پیچھے یہی خواہش کام کر رہی تھی کہ پردے کا حکم نازل ہو جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمادی۔

- اور بھی بہت سے واقعات ایسے ہیں جن میں احکام شریعت صحابہ کرام کے اجتہادات کے موافق نازل ہوجایا کرتے تھے اور ان کی توثیق کر دی جاتی تھی۔

تو کیا ہمارے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ احکام شریعت اجتہادی ہوا کرتے ہیں؟!!!

کیونکہ شریعت اسلامیہ بعض احکام شرعیہ میں صحابہ کے اجتہادات کی توثیق کرتی ہے۔

- تب یہ بتائیے کہ بطور رقیہ سورہ فاتحہ کے منتخب کرنے پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کے اجتہاد کی

توثیق فرمادی تو کیا صرف اسی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ رقیہ ایک اجتہادی چیز ہے ؟

- یا جب آپ نے آل عمرو اور شفاء کے رقیوں کی توثیق کردی تو اس کی وجہ سے رقیوں کو اجتہادی مسئلہ قرار دیا جائے گا؟

حقیقت یہ ہے کہ اول امر میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا رقیوں کی عام ممانعت کردینا پھر اجازت طلب کرنے پر ان رقیوں کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دینا۔ پھر اپنے سامنے پیش کئے جانے والے بعض رقیوں کی توثیق کرنا اور بعض رقیوں کو مسترد کردینا، اور ان کی اجازت نہ دینا۔ خود ہی اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ رقیہ کا مسئلہ سراسر توقیفی ہے، اور جس رقیے کا تعلق اسلام سے نہ ہو وہ اصلاً جائز نہیں ہے مگر جب رسول اللہ ﷺ اس کی توثیق فرمادیں اور اسے جائز ٹھہرادیں تو آپ کے اقرار کے بعد جن صحابہ کو اس کے الفاظ معلوم ہوں ان کے لئے وہ رقیہ سنت قولیہ کا درجہ حاصل کرلیتا ہے، جیسا کہ نماز کے ان اذکار کا معاملہ ہے جن میں صحابہ نے اجتہاد کیا تھا یا ان دیگر احکام شرعیہ کا مسئلہ ہے جو اصلاً صحابہ کے اجتہاد کے نتیجے میں سامنے آئے تھے مگر جب حکم شرعی سے ان کی موافقت اور توثیق ہوگئی تو شریعت کی توثیق کی وجہ سے انہیں ایک ایسے اسلامی شرعی حکم کا درجہ مل گیا جن کے ذریعہ مسلمان قیامت تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں گے۔ تب یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی کہ: ''ومایدریک أنها رقية''، تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے؟ اس بات کی دلیل ہے کہ رقیے اجتہاد سے نہیں معلوم کئے جاتے بلکہ ان کے لئے وحی لازم ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

## چوتھی بحث :

## پیروں میں بیڑیاں ڈالے ہوئے عقلی طور پر معذور شخص کا سورہ فاتحہ سے رقیہ کرنے والی حدیث پر گفتگو

### پہلی روایت کے الفاظ :

**حضرت خارجہ بن صلت اپنے چچا رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ :**

''أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ فَأَتَوْهُ ، فَقَالُوا : إِنَّكَ جِئْتَ مِنْ عِنْدِ هَذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ ، فَارْقِ لَنَا هَذَا الرَّجُلَ ، فَأَتَوْهُ بِرَجُلٍ مَعْتُوهٍ فِي الْقُيُودِ ، فَرَقَاهُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً ،

وَكُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ، ثُمَّ تَفَلَ، فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَذَكَرَهُ لَهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُلْ فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ ، لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ''۔

''ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا تو لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ : آپ اس شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے پاس سے بھلائی لئے چلے آتے ہیں، تو آپ ہماری خاطر اس شخص کا رقیہ کردیں، پھر وہ لوگ ان کے پاس ایک ایسے عقلی طور پر معذور شخص کو لائے جس کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، انھوں نے تین دنوں تک صبح وشام ام القرآن (سورۂ فاتحہ) سے اس کا رقیہ کیا، جب جب سورہ کو ختم کرتے اپنا لعاب جمع کرکے اس پر تھوک دیتے تھے، پھر تو ایسا ہوا جیسے وہ شخص کسی بندھن سے آزاد کردیا گیا ہو، اس پر ان لوگوں نے انہیں کچھ عطا کیا۔ تب وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے وہ ماجرا بیان کیا، نبی ﷺ نے فرمایا: اسے کھاؤ، یقینا کچھ لوگ تو ایسے بھی ہیں جو باطل رقیے سے کھاتے ہیں، تم نے توصحیح رقیے سے کھایا ہے''۔ ①

## • ملاعلی قاری صاحب ''مرقاۃ المفاتیح'' ج۱/ص۲۷۶/ پر فرماتے ہیں :

''النہایۃ میں لکھا ہے کہ بعض احادیث میں رقیہ کا جواز آیا ہے، مثلاً آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ:

''اِسْتَرْقُوْالَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ'' ''اس کا رقیہ کراؤ کیونکہ اسے نظر لگی ہے''۔

یعنی اس کے لئے کسی ایسے شخص کی جستجو کرو جو اس کا رقیہ کردے، اور بعض احادیث میں اس کی ممانعت کی گئی ہے، مثلاً آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا توکل کے باب میں یہ ارشاد کہ :

''اَلَّذِيْنَ لَايَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ'' ''جولوگ نہ رقیہ کراتے ہیں نہ دغواتے ہیں''۔

اور دونوں قسموں کے متعلق حدیثیں بہت ساری ہیں۔

مگران میں جمع کی صورت حسب ذیل ہے :

جو رقیہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، اس کی کتابوں میں نازل اس کے کلام کے علاوہ سے یا غیر عربی زبان میں ہو، اوران میں سے جن کے یقینی طور پر نفع بخش ہونے کا اعتقاد ہو اوران پر بھروسہ کرلیا جاتا ہو تو وہ سب ممنوع ہیں۔

اور آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے ارشاد :

''مَاتَوَكَّلَ مَنِ اسْتَرْقَى'' ''جس نے رقیہ کرایا اس نے توکل نہیں کیا''۔

① ابوداود:۳۴۲۰،حکم الألبانی: صحیح۔

سے انہیں کو مراد لیا ہے۔

**اور جو اس کے برخلاف ہو :**

مثلاً قرآن سے، اللہ تعالیٰ کے اسماء سے اور مروی رقیوں سے علاج کرنا تو یہ ممنوع نہیں ہے۔

اسی لئے آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے اس شخص سے جس نے قرآن سے رقیہ کر کے اجرت لے لی تھی فرمایا تھا کہ: جس نے باطل رقیے پر (اجرت) لی ہو لی ہو مگر تم نے تو صحیح رقیے پر (اجرت) لی ہے۔

دیکھئے جناب! اللہ آپ کو برکت دے، شیخ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر کیسے استدلال کیا ہے کہ قرآن اور مروی رقیوں کے سوا دیگر تمام رقیے ممنوع ہیں، اور سب کے سب باطل ہیں، اور یہ استدلال اسی حدیث سے ہے جس میں صحابی نے سورۂ فاتحہ سے رقیہ کرنے کے سلسلے میں استدلال کیا تھا، مگر انھوں نے صرف اسی اجتہاد پر اکتفا نہیں کر لیا تھا بلکہ اس مسئلے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا، اور اس پر اللہ کی طرف سے شریعت بیان کرنے والے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کی تصویب فرما دی تھی۔

- اسی طرح اس صحابی کے عقلی طور پر معذور شخص کا رقیہ کرنے کے لئے جس کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں سورۂ فاتحہ کے اجتہادی انتخاب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (رسول کی زبانی) یہ حکم آیا کہ وہ رقیۂ حق ہے۔
- لہٰذا جس کسی نے قرآن وسنت کے سوا دیگر کسی چیز سے رقیہ کیا تو اس کا رقیہ باطل ہے۔

■ **یہی روایت دیگر لفظوں میں :**

**حضرت خارجہ تمیمی اپنے چچا رضی اللہ عنہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ :**

''وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے، پھر وہ ان کے پاس سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے یہاں ایک دیوانہ پابند سلاسل تھا، اس کے گھر والوں نے عرض کیا کہ ہمیں یہ خبر لگی ہے کہ آپ کے یہ حضرت خیر کے ساتھ تشریف لائے ہیں تو کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے آپ اس کا علاج کر دیں؟ تب میں نے فاتحۃ الکتاب (سورۂ فاتحہ) سے اس کا رقیہ کر دیا اور وہ ٹھیک ہو گیا، اس پر انھوں نے مجھے سو بکریاں عطا کیں، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور ان سے ماجرا بیان کیا، تب آپ نے فرمایا: بس ایسا ہی کیا تھا نا؟

ایک دوسرے مقام پر مسدد روایت کرتے ہیں کہ: کیا تم نے اس کے سوا کوئی اور بات کہی تھی؟ میں نے

عرض کیا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: بالیقین کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو باطل رقیے سے کھاتے ہیں، تم نے تو رقیۂ حق (یعنی صحیح رقیے) سے کھایا ہے۔ علامہ البانی کی تحقیق میں: صحیح ہے۔[1]

■ **حدیث: ''مجھ پر اپنے رقیے پیش کرو، رقیوں میں اگر شرک نہ پایا جاتا ہو تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔**

**اور حدیث: ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے''**

پر بحث کے اختتام پر ہم عرض کرتے ہیں کہ: انبیاء ورسل کے بعد اللہ کے دین، عقیدہ، اور احکام شریعت سے متعلق شارع حکیم کی مراد کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ جاننے والے صحابۂ کرام تھے۔ کہا جاتا ہے کہ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد تھی، مگر کسی بھی صحیح سند سے ان کا کوئی بھی اجتہادی رقیہ ہم تک نہیں پہنچا ہے، جبکہ ان کی تعداد اتنی بڑی تھی۔ بیماریوں کے علاج کی حاجت اس زمانے میں بھی موجود تھی۔ اور رقیہ کا داعیہ بھی پوری طرح قائم تھا۔ یہ حقیقت اس چیز کی ظاہری دلیل ہے کہ وہ رقیہ میں اجتہاد نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ وہ لوگ صرف انہیں نبوی رقیوں پر اکتفا کرتے تھے جو ان کے علم میں تھے اور وہ سراسر انہیں کے پابند تھے۔ معلوم ہوا کہ رقیہ میں اجتہاد اگر کوئی کارِ خیر ہوتا تو وہ اس سلسلے میں بھی ہم پر سبقت لے گئے ہوتے۔

## پانچویں بحث

# جوازِ رقیہ کی شرائط پر اجماع کا بیان

رقیہ کے توقیفی ہونے کی ایک دلیل وہ اجماع (غیر قطعی) بھی ہے جسے ائمہ اسلام نے جوازِ رقیہ کی شرائط کے متعلق نقل فرمایا ہے۔

کیونکہ علماء کا محض اپنے اجتہاد سے بلا دلیل کسی عبادت یا معاملہ کی شرطیں وضع کرنا ناممکن ہے۔

بلکہ علمائے کرام عبادات ومعاملات کی جو شرطیں بیان فرماتے ہیں وہ سب کتاب وسنت کے دلائل سے ماخوذ ہوتی ہیں۔ لہٰذا نماز، روزہ، خرید وفروخت، شادی بیاہ اور ان جیسی دیگر عبادات ومعاملات کی شرطیں بھی دلائل شرعیہ

[1] ابوداود: ۳۸۹۶۔

ہی سے مستنبط ہیں۔

- اصول فقہ میں شیخ سعدی رحمہ اللہ کے ایک رسالے کی شرح میں شیخ عبداللہ فوزان صاحب لکھتے ہیں :

''تب ہم فقہ کی کتابوں میں جو نماز کی شرطیں یا اس کے ارکان یا واجبات یا بیع وشراء وغیرہ کی شرطیں دیکھتے ہیں تو یہ سب کہاں سے آئی ہیں؟

تب یہ فقہاء۔رحمہم اللہ۔کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں، انھوں نے کہاں سے حاصل کیا؟

جیسا کہ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے فرمایا :

انھوں نے بطریق تتبع واستقراء سب دلائل کو جمع کیا اور ان سے شرطیں اخذ کیں۔

مثلاً : جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی :

''لَاصَلَاةَ إِلَّا بِطُهُوْرٍ'' [پاکی کے بغیر نماز نہیں]

کو دیکھا تو فرمایا کہ نماز کی شرطوں میں سے پہلی شرط طہارت ہے۔

- **شرط کی تعریف :**

**مناوی فرماتے ہیں :**

''اَلشَّرْطُ تَعْلِيْقُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ بِحَيْثُ إِذَا وُجِدَ الْأَوَّلُ وُجِدَ الثَّانِيْ كَذَا عَبَّرَ ابْنُ الْكَمَالِ''

''شرط کسی چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ اس طرح معلق ومربوط کرنے کو کہتے ہیں کہ جب اول پائی جائے تبھی دوسری پائی جائے۔ابن کمال نے اس کی تعبیر اسی طرح فرمائی ہے''۔

**اور راغب فرماتے ہیں :**

''كُلُّ حُكْمٍ مُتَعَلِقٍ بِأَمْرٍ يَقَعُ لِوُقُوْعِهِ وَ ذٰلِكَ الْأَمْرُ كَالْعَلَامَةِ لَهُ''

''ہر وہ حکم جو کسی ایسی چیز پر موقوف ہو کہ وہ اس کے واقع ہونے پر واقع ہوتا ہو، اور وہ چیز اس کے لئے علامت جیسی ہو''۔

**اور ان دونوں کے سوا اوروں نے فرمایا :**

''مَا يَلْزَمُ مِنْ عَدْمِهِ الْعَدْمُ وَ لَا يَلْزَمُ مِنْ وُجُوْدِهِ الْوُجُوْدُ وَ لَا عَدْمٌ لِذَاتِهِ''

''جس کے عدم سے اس کا عدم لازم آتا ہو، مگر اس کے وجود سے اس کا وجود لازم ہو نہ بذاتہ اس کا معدوم ہونا''۔ ①

---

① التعاريف للمناوي ج۱ ص ۴۲۷۔۴۲۸۔

ہم کہتے ہیں : ''اس کے عدم سے عدم لازم آنے کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی عبادت یا معاملے کی ایک یا ایک سے زائد شرطیں مفقود ہوں تو وہ عبادت یا معاملہ باطل ہوگا۔

اور ''اس کے وجود سے اس کا وجود لازم ہو نہ عدم'' کا معنی یہ ہے کہ وہ شرط تو موجود ہوتی ہے مگر اس کے باوجود عبادت یا معاملہ کسی دوسری شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے یا کسی مانع کے وجود کی وجہ سے باطل ہوتا ہے۔

ایسے ہی حالات کے لئے علماء کہتے ہیں کہ نماز اس وقت تک درست نہیں ہوگی جب تک اس کی تمام شرطیں مثلاً طہارت اور دخول وقت وغیرہ نہ پائے جائیں، یعنی اگر ان شرطوں میں ایک بھی شرط فوت ہوجائے گی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

مثلاً : اگر کوئی مسلمان بلا وضو نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

- اسی طرح اگر وقت ہونے سے پہلے ہی نماز پڑھ لے تو بھی اس کی نماز نہیں ہوگی۔
- اسی طرح جب علماء نے نکاح کی صحت کے لئے عورت کے ولی کی اجازت کو شرط ٹھہرایا ہے تو پھر اس کے بغیر نکاح نہیں ہوگا۔
- لہٰذا علماء نے جب رقیہ کے جواز کی تین شرطیں مقرر کی ہیں تو کسی ایک شرط کے بھی مفقود ہونے پر رقیہ صحیح نہیں ہوگا۔
- پھر جب علماء نے یہ شرط رکھ دی ہے کہ وہ کتاب وسنت سے ہو تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ جو رقیہ قرآن وسنت سے نہ ہو وہ حرام ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ہم نیچے دیکھیں گے :

ذیل میں جواز رقیہ کی شرطوں پر اجماع کا بیان کیا جاتا ہے :

- **حافظ ابن حجر فتح الباری ج ۱۰/ص ۱۹۵/ پر فرماتے ہیں :**

**''تین شرطوں کے یکجا ہونے پر رقیہ کے جواز پر علماء کا اجماع ہے :**

۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء وصفات سے ہو۔

۲۔ وہ عربی زبان میں ہو یا اگر دیگر زبان میں ہو تو اس کا معنی معروف ہو۔

۳۔ اور اس بات کا اعتقاد رکھا جائے کہ رقیہ بذات خود موثر نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں تاثیر پیدا فرماتا ہے۔

ان چیزوں کے شرط ہونے میں ان کا اختلاف ہے مگر راجح یہی ہے کہ مذکورہ شرطوں کا اعتبار لازم ہے۔ چنانچہ صحیح

مسلم میں حضرت عوف بن مالک کی حدیث میں آیا ہے کہ :

''ہم زمانۂ جاہلیت میں رقیہ کیا کرتے تھے، پھر ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس سلسلے میں آپ کی رائے کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ''تم اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو، اگر رقیوں میں شرک نہ ہوتو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔

**اور اسی کتاب میں حضرت جابر کی بھی حدیث ہے کہ :**

''رسول اللہ ﷺ نے رقیوں سے منع کر دیا تو آل عمرو بن حزم آئے اور انھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہمارے پاس ایک رقیہ تھا جس سے ہم بچھو کے کاٹے کا رقیہ کیا کرتے تھے۔ بیان کرتے ہیں : پھر انھوں نے وہ رقیہ آپ کے سامنے پیش کیا، تب آپ نے فرمایا: ''مجھے اس میں کوئی حرج نہیں لگتا ہے، جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچا دیا کرے''۔

کچھ لوگوں نے اس عموم کو تھام لیا اور ہر اس رقیے کو جائز ٹھہرا دیا جس کی منفعت مجرب ہو گو اس کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو، مگر حدیث عوف کی دلالت یہ ہے کہ جو رقیے شرک کی طرف لے جانے والے ہوں وہ ممنوع ہوں گے، اور جس کا معنی معلوم نہ ہو اس کے سلسلے میں شرک کی طرف لے جانے کا خدشہ موجود رہتا ہے، اس لئے احتیاطا اسے ممنوع کر دیا جائے گا اور دوسری شرط بھی ناگزیر ہے''۔

دیکھئے حافظ ابن حجر نے تینوں شرطوں کا اعتبار کرنے پر کیسے استدلال فرمایا ہے۔

ان میں پہلی شرط یہی ہے کہ رقیہ سنت میں محصور ہو، اور ''اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو'' والی حدیث کی بنیاد پر اسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام پر پیش کر کے اس کی منظوری لی جا چکی ہو۔

- **شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ''تیسیر العزیز الحمید'' ج۱ر ص ۱۳۰ر پر فرماتے ہیں :**

''سیوطی نے لکھا ہے کہ تین شرطوں کے یکجا ہونے پر رقیے کے جواز پر علماء کا اجماع ہے :

۱- وہ اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء وصفات سے ہو۔

۲- عربی زبان میں ہو اور اس سے ہو جس کا معنی معروف ہو۔

۳- اس بات کا اعتقاد رکھا جائے کہ رقیہ بذات خود موثر نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

## چھٹی بحث

# جواز رقیہ کے شرائط کے بیان میں علماء کے اقوال کا تذکرہ

- **محمد شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں :**

''حاصل یہ ہے کہ قسطلانی (٦٣٦ھ) کے افادہ کے مطابق رقیہ کے لئے کچھ شرائط لازم ہیں :

''۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام یا اس کے اسماء وصفات سے ہو۔

۲۔ عربی زبان میں ہو یا دیگر سے ہو تو اس سے ہو جس کا معنی معروف ہو۔

۳۔ اس بات کا اعتقاد رکھا جائے کہ رقیہ بذات خود موثر نہیں ہوتا بلکہ اس میں تاثیر اللہ عزوجل کی تقدیر سے پیدا ہوتی ہے''۔ ①

- **شیخ حافظ حکمی رحمہ اللہ نے کتاب وسنت کے دلائل اور علماء سلف کے اقوال پیش کرنے کے بعد فرمایا :**

''ان سب کا حاصل یہ ہے کہ رقیے اس وقت تک جائز نہ ہوں گے جب تک تین شرطیں یکجا نہ ہو جائیں، پھر اگر وہ ان میں یکجا ہو جائیں تو وہ رقیہ شرعیہ ہو جائیں گے۔

اور اگر ان میں سے کوئی شرط پوری ہونے سے رہ جائے تو پھر معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔

**اول :** وہ کتاب وسنت سے ہو کیونکہ ان کے علاوہ سے جائز نہیں۔

**دوم :** وہ عربی زبان میں ہو، اس کے الفاظ محفوظ اور معانی قابل فہم ہوں، اسی لئے اسے دوسری زبان میں بدل دینا جائز نہیں ہے۔

**سوم :** اس بات کا اعتقاد رکھا جائے کہ وہ اسباب میں سے ایک سبب ہے، اللہ عزوجل کے حکم کے بغیر اس میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی ہے، اس لئے بذات خود اس میں کوئی اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ راقی کا فعل سبب ہوتا ہے اور اپنی مشیئت کے مطابق مسبب اللہ ہوتا ہے۔ ②

---

① عون المعبود ج۱۰/ص۲۸۱/اور حاشیة العدوی ج۲/ص۶۴۳۔

② معارج القبول ج۲/ص۵۰۹۔

• جناب صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ "التمهيد لشرح كتاب التوحيد" (ج۱/ص ۱۳۹) میں فرماتے ہیں :

"بعض صحابہ نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے رقیوں کا حکم دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: "تم اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو، رقیوں میں اگر شرک نہ پایا جائے تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے"۔

اور علماء نے فرمایا کہ : رقیہ یکجا طور پر تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے :

**اول** : وہ قرآن سے ہو، یا اللہ کے اسماء یا اس کی صفات سے ہو۔

**دوم** : وہ عربی کلام یعنی عربی زبان میں ہو، اور اس کا معنی معلوم ہو۔

**سوم** : اس بات کا اعتقاد نہ رکھا جائے کہ وہ بذات خود نافع ہوتا ہے، بلکہ اس میں نفع اللہ عزوجل کی تقدیر سے ہوتا ہے۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ پہلی شرط میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کے مشمولات سنت سے ثابت ہوں۔

اس اصول کے مطابق شرط اول یہ ہوگی کہ وہ قرآن سے یا سنت سے یا اللہ کے اسماء وصفات سے ہو۔

لہذا رقیے اس وقت تک جائز نہ ہوں گے جب تک ان میں تینوں شرطیں یکجا طور پر نہ پائی جائیں۔

## ساتویں بحث

# اس بابت علماء کے اقوال کا بیان کہ قرآن وسنت کے علاوہ سے رقیہ حرام اور باطل ہے

۱۔ علامہ شوکانی رحمہ اللہ "تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين" ج۱/ص ۳۲۲/ پر فرماتے ہیں :

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقیہ کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے : رقیۂ حق اور رقیۂ باطل۔

پھر رقیۂ حق تو وہ ہوتا ہے جو قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول یا فعل یا تقریر میں وارد مشمولات کے ذریعہ ہو۔

اور رقیۂ باطل وہ ہوتا ہے جو مذکورہ وصف پر نہ ہو۔

اور رقیوں کی ممانعت سے متعلق وارد احادیث رقیۂ باطل پر محمول کی جائیں گی، جبکہ ان کی اجازت سے متعلق احادیث رقیۂ حق پر محمول ہوں گی''۔

**۲- علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود ج ۱۰/ص ۲۶۴/ میں فرماتے ہیں :**

''باب في الرقی'' (ایک باب رقیوں کے متعلق)

''شیخ عبدالحق دہلوی نے فرمایا: رقی جمع ہے رقیہ کی اور وہ عوذہ ہے (یعنی شفاء یا حفاظت کی دعا) اور فارسی میں اسے افسون کہا جاتا ہے، اور کہا گیا کہ اس سے مراد وہ دعا ہے جو طلب شفاء کے لئے کی جاتی ہے۔ اور وہ قرآن اور اسمائے الٰہیہ اور ان مشمولات سے جو ان کے معنی میں ہوں بالاتفاق جائز ہے۔ اور ان کے علاوہ سے حرام ہے بالخصوص جبکہ اس کا معنی بھی سمجھ میں نہ آتا ہو''۔

**۳- علامہ البانی رحمہ اللہ ''سلسلة الأحاديث الصحيحة'' میں فرماتے ہیں :**

''[عَالِجِيْهَا بِكِتَابِ اللّٰهِ] ''اس کا علاج کتاب اللہ سے کرو''۔ (صحیح ہے)[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے تو ایک عورت ان کا علاج کر رہی تھی یا ان کا رقیہ کر رہی تھی تو آپ نے فرمایا پھر مذکورہ عبارت کا ذکر کیا۔ (یعنی اس کا علاج کتاب اللہ سے کرو)۔

اس حدیث میں کتاب اللہ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت رقیوں سے دم کرنے کی مشروعیت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷۸ میں حضرت شفاء سے گزرا کہ انھوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور میں حفصہ کے پاس تھی تو انھوں نے مجھ سے فرمایا: تم انہیں پھوڑے پھنسیوں کا رقیہ کیوں نہیں سکھا دیتی ہو جس طرح تم نے انہیں کتابت سکھائی تھی۔

اب رہے ان کے علاوہ دیگر رقیے تو وہ سب غیر مشروع ہیں، بالخصوص ان میں سے جو حروف مقطعہ اور ان مغلق رموز میں ہوں جن کا کوئی ظاہر اور درست معنی نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ آپ ان کی بہت سی قسمیں ''**شمس المعارف الكبرى**'' نامی کتاب میں یا اسی جیسی دیگر کتب میں دیکھتے ہیں''۔

**۴- علامہ مناوی فیض القدیر ج ۶/ص ۳۱۴/ میں فرماتے ہیں :**

''علی کے وزن پر رقی سے منع کیا جو رقیہ کی جمع ہے جو مضموم ہے، کہا جاتا ہے: اس کا رقیہ کیا یعنی اسے دم کیا

---

[1] ابن حبان:۶۰۶۶، الصحيحة:۱۹۳۱۔

اور رقیہ کی ممانعت قرآن اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے علاوہ سے ہے''۔

**۵۔ ملاعلی قاری صاحب مرقاة المفاتیح ج۴رص۱۱رمیں فرماتے ہیں :**

''ممنوع وہ حصہ ہے جو کسی غیر عربی کلام میں ہو یا ایسے عربی کلام میں ہو جس کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو اور کسی صحیح طریق سے وارد نہ ہوا ہو تو وہ حرام ہے۔جیسا کہ اس کی تصریح ائمہ مذاہب اربعہ کی ایک جماعت نے فرمائی ہے''۔

ج۹رص۸۷۴ میں مزید فرماتے ہیں :

''(اَلَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ) یعنی مطلق طور پر وہ لوگ رقیہ طلب نہیں کرتے ہیں یا قرآنی الفاظ اور صمدانی اسماء کے علاوہ سے نہیں کرتے ہیں۔

**اس کا تحریر کرنے والا اللہ اسے معاف کرے کہتا ہے کہ :**

وہ تحقیق جس سے اس مسئلے میں صرف نظر نہیں کرنا چاہیے یہ ہے کہ قرآن کریم جیسے معوذتین اور آیت الکرسی اور انہیں جیسی چیزوں سے جن سے رقیہ جائز ہے جادو کے نکالنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

اور اگر اس کا نکالنا کسی جادو، یا عجمی الفاظ، یا ایسے الفاظ سے ہو جس کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو یا کسی دوسری قسم سے ہو جو نا جائز ہوتی ہو تو وہ ممنوع ہے، اور یہ بات واضح ہے اور وہی ان شاء اللہ درست بھی ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں''۔

**۶۔ اور علامہ ابن عبدالبر (۳۶۷ھ-۴۶۳ھ) ''التمھید'' ج۵رص۲۷۸رمیں فرماتے ہیں:**

''حضرت ابو بکر صدیق سے کتاب اللہ کے علاوہ سے رقیہ کی کراہت وارد ہے اور علماء بھی اسی مسلک پر ہیں''۔

اس عبارت میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اکثر علماء وفقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ رقیے اجتہادی ہوتے ہیں، آخر ایسا کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اس بات پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے کلام اور اس کے اسماء وصفات سے ہو!!!

**۷۔ حافظ ابن حجر فتح الباری ج۱۰رص۱۹۶رمیں فرماتے ہیں :**

''اسی لئے وہ رقیے مکروہ سمجھے گئے ہیں جو خاص طور پر اللہ کے ذکر اور اس کے اسماء سے نہ ہوں اور اس عربی زبان میں نہ ہوں جس کا معنی معروف ہوتا کہ وہ شرک سے بری ہوں۔

اور علمائے امت کا مسلک کتاب اللہ کے علاوہ سے رقیوں کی کراہت ہے''۔

**۹۔ شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ''تیسیرا العزیز الحمید'' ج۱رص ۱۳۰ر میں فرماتے ہیں :**

''اسی لئے وہ رقیے مکروہ سمجھے گئے جو خاص طور پر اللہ کی آیات اور اس کے اسماء سے نہ ہوں اور اس عربی زبان میں نہ ہوں جس کا معنی معروف ہو، تا کہ آدمی شرک کے شائبے سے بری ہو، اور غیر کتاب اللہ سے رقیوں کی کراہت ہی علمائے امت کا مسلک ہے''۔

# سلف کی اصطلاح میں کراہت کا معنی

کتب اہل سنت پر آگاہی رکھنے والے کے لئے کراہت کا مطلب واضح ہے کہ جب **مطلق** طور پر اس کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا معنی تحریم ہوتا ہے جیسا کہ علماء نے اسے منصوص فرمایا ہے اور اس کی صراحت کی ہے۔

- امام ابن قیم رحمہ اللہ ''اعلام الموقعین'' ج۱رص ۴۳ر پر فرماتے ہیں : **''فصل:**

## (تحریم کو کراہت کی طرف منتقل کر دینے میں متاخرین کی غلطی)

سلف کا معمول تو یہ تھا کہ وہ کراہت کو اسی معنی کے لئے استعمال کرتے تھے جس معنی کے لئے کلام اللہ اور کلام رسول میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

مگر متاخرین نے اپنی اصطلاح میں کراہت کو ان چیزوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے جو حرام نہیں ہیں مگر ان کا ترک ان کے فعل سے اولیٰ ہوتا ہے۔

پھر ان میں سے محمول کرنے والوں نے ائمہ کے کلام کو بھی اس نئی اصطلاح پر محمول کر دیا ہے۔ اسی لئے اس ضمن میں غلطی کا شکار ہو گئے ہیں۔

اور اس سے بھی قبیح غلطی پر وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے کلام میں اور اس کے رسول کے کلام میں لفظ کراہت یا لفظ ''**لاینبغی**'' کو اسی نئی اصطلاح پر محمول کیا ہے۔ جبکہ اللہ اور رسول کے کلام میں ''**لاینبغی**'' کا استعمال شرعی طور پر ممنوع یا تقدیری طور پر محال و ناممکن کے لئے کیا گیا ہے۔

جیسا اللہ تعالیٰ کے حسب ذیل ارشاد میں ہے :

﴿وَمَا يَنۢبَغِي لِلرَّحۡمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا﴾ [مریم:۹۲]۔ ''شان رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے''۔

**اور اس ارشاد میں :**

﴿وَمَا عَلَّمۡنَٰهُ ٱلشِّعۡرَ وَمَا يَنۢبَغِي لَهُۥٓ﴾ [یٰس:٦٩]۔ ''نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے''۔

**اور اس قول میں :**

﴿وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ ٱلشَّيَٰطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنۢبَغِي لَهُمۡ﴾ [الشعراء:۲۱۰-۲۱۱]۔

''اس قرآن کو شیطان نہیں لائے، نہ وہ اس کے قابل ہیں''۔

**اور اپنے نبی کی زبانی اپنے اس فرمان میں :**

''كَذَّبَنِيْ ابْنُ آدَمَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُ، وَشَتَمَنِيْ اِبْنُ آدَمَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُ''

''ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ اس کے لئے نامناسب ہے (یعنی ناجائز ہے) اور ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ یہ اس کے لئے نامناسب ہے (یعنی ناجائز ہے)''۔

**اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد :** ''إِنَّ اللّٰهَ لَايَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُ أَن يَّنَامَ''

''یقینا اللہ تعالیٰ نہیں سوتا ہے اور اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ سوئے (یعنی یہ ناممکن ہے)''۔

**اور آنحضرت ﷺ کا ریشمی لباس کے متعلق ارشاد کہ :**

''لَايَنْبَغِيْ هَذَا لِلْمُتَّقِيْنَ'' ''یہ متقیوں کو زیب نہیں دیتا'' (یعنی ان کے لئے ناجائز ہے)''۔

اور اسی طرح کی اور بھی مثالیں ہیں''۔

- **شیخ ابن نجیم حنفی البحر الرائق ج۱ رص ۱۳۷ رمیں فرماتے ہیں :**

''یہ جان لیجئے کہ جب ان کے کلام میں مطلق طور پر مکروہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد تحریم ہوتی ہے، ہاں اگر کراہت تنزیہی کی صراحت کردی جائے تو الگ بات ہے۔

چنانچہ مصنف نے ''**المستصفی**'' میں فرمایا کہ اطلاق کی صورت میں لفظ کراہت سے مراد تحریم ہوتی ہے۔ ابو یوسف بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہا کہ جب آپ کسی چیز کے بارے میں ''**أكره**'' (میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں) فرماتے ہیں تو اس کے متعلق آپ کی رائے کیا ہوتی ہے؟ فرمایا کہ: ''تحریم''۔''

- **امام البانی رحمہ اللہ تعالیٰ آداب الزفاف (ج۱ رص ۱۷۲) پر فرماتے ہیں :**

''اور بغوی رحمہ اللہ نے جو ان لوگوں سے کراہت بیان کی ہے جن علماء کی طرف اشارہ فرمایا ہے تو وہ

کراہت تحریمی ہے، کیونکہ متعدد آیات کریمہ میں قرآنی اسلوب کی پیروی میں سلف کی اصطلاح میں یہی بات معروف ہے''۔

لہٰذا جو بھی شخص سلف صالحین کی پیروی کو محبوب رکھتا ہو اور کہتا ہو کہ میں سلفی ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ سب سے بہتر اور افضل سلف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا اور پیروی کرے۔(( کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کتاب اللہ کے علاوہ سے رقیہ کی کراہت وارد ہے یعنی اس کی ممانعت ہے اور اسی سلسلے میں ان کی پیروی مطلوب ہے))

**آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا :**

''اِقْتَدُوْابِالَّلذَیْنِ بَعْدِیْ أَبِیْ بَکْرٍوَّعُمَرَ'' ''جو دونوں میرے بعد ہیں ابوبکر و عمر ان کی پیروی کرو''۔[1]

**آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں :**

''عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَالْأُمُورَ الْمُحْدَثَاتِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ''

''تم اللہ کے تقویٰ اور سمع وطاعت کو لازم پکڑلو، گو (تمہارا امیر و حاکم) کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اور میرے بعد تمہیں شدید اختلاف دیکھنے کو ملے گا۔ تب تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پابندی کرنا اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا (یعنی اسی پر جم جانا)۔ اور نئی باتوں سے بچنا کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے''۔[2]

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خلفائے راشدین میں سب سے بہتر اور افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

- **علامہ شوکانی رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتدا کا معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد الفحول ج ۱ ص ۴۰۷ میں فرماتے ہیں :**

''کتاب وسنت سے ثابت شریعت مطہرہ پر ان کا عمل مزید، اس کی اتباع پر ان کی حرص اور شدید چاہت اور اسی کی راہ پر ان کا چلنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس پر عمل میں ان کی اقتدا کرنا اور ان کی پیروی میں لگ جانا ہی کامل ہدایت ہو۔ اس لئے اگر ان میں سے کسی سے کہا جائے کہ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ ایسا

---

[1] البانی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ [2] ابن ماجہ: ۴۲۔

کیوں کیا؟ تو وہ کتاب وسنت سے دلیل ظاہر کرنے میں عاجز نہیں ثابت ہوگا نہ اس کے بیان میں اس کے اندر کوئی ہچکچاہٹ یا رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اور اسی جیسے محمل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحیح طور پر ثابت ارشاد: ''ان کی اقتدا کرو جو میرے بعد ہیں یعنی ابوبکر وعمر کی'' کو محمول کیا جائے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح طریقے پر ثابت اس قول کو بھی کہ :

''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْهَادِيْنَ''

''میری اور ہدایت فرمانے والے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا''۔

اسے اچھی طرح سمجھ لو اور اسی کے پابند ہو جاؤ''۔

## خلفائے راشدین اور صحابہ کرام سے ایک بھی اجتہادی رقیہ منقول نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ صحابۂ کرام اجتہادی رقیہ کے قائل نہیں تھے

- بس تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جو اپنے چنندہ بندوں کو تمام سلف صالحین میں سے سب سے افضل کی اقتدا کرنے کی توفیق بخشتا ہے، اور وہ ہیں صدیق رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

اب رہے (ان کے بعد) سلف صالحین میں سب سے بہتر لوگ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم أجمعین تو ان میں سے کسی سے بھی بطریق صحیح ایسا رقیہ وارد نہیں ہے جو انھوں نے اپنے اجتہاد سے نکالا ہو (جو غیر قرآن وسنت سے ہو)۔

صحابہ کرام ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے رقیہ سے متعلق احادیث نبویہ ہمارے لئے نقل کی ہیں۔

یہ وہی ہیں جنھوں نے نقل کیا ہے کہ : ''تم اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو، اگر رقیوں میں شرک نہ ہو تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔

اور یہ وہی ہیں جنھوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ: ''جو تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچا دے'' ان کے علاوہ دیگر احادیث بھی انہیں سے منقول ہیں۔ انھوں نے رقیہ میں اجتہاد کو ترک کر دیا تھا۔ اسی لئے ان سے کوئی بھی اجتہادی رقیہ بطریق صحیح وارد نہیں ہے۔

- **علامہ ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں :**

''وقال الإمام أحمد رضي الله عنه : أُصُوْلُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا التَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ

أَصْحَابُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ وَتَرْكُ الْبِدْعِ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ''

''**امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :** ہمارے نزدیک اصول سنت یہی ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے طور طریقوں کی پابندی کی جائے اور انہیں کی اقتدا ہوتی رہے اور بدعتوں کو ترک کر دیا جائے، ہر بدعت گمراہی ہے''۔

**مزید فرمایا :** ''حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ایک کلام مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ: تم بھی وہیں رک جاؤ جہاں وہ لوگ رک گئے تھے، کیونکہ وہ علم کی بنیاد پر ٹھہرے تھے اور نگاہ رسا کے باعث رکے تھے، کیونکہ وہ اس کے کھولنے کی زیادہ قوت رکھنے والے تھے اور اگر اس میں کوئی فضیلت ہوتی تو وہ اس کے زیادہ لائق تھے۔

اگر تم کہو کہ یہ ان کے بعد پیدا ہوئی تو ان کے بعد نئی چیزیں ایجاد کرنے والا وہی ہے جو ان کی راہ چھوڑ کر چلتا ہے، اور ان سے اپنا رخ موڑ لیتا ہے۔

انھوں نے اس کے متعلق وہ باتیں کہہ دی ہیں جو کافی ہیں اور اس کا ایسا وصف بیان کر دیا ہے جو شافی ہے، اس لئے ان کے نیچے کوتاہی کی کوئی گنجائش ہے نہ ان کے اوپر کوئی جائے حسرت ہے۔

- **اور علامہ ابو یعلی حنبلی فرماتے ہیں :**

'' وَلَيْسَ لِأَحَدٍ رُخْصَةٌ فِيْ شَيْءٍ أَخَذَ بِهِ مِمَّا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ''

''اگر اصحاب رسول اللہ ﷺ سے ہٹ کر کسی نے کوئی چیز اپنا لی ہے تو اس کی کسی کو رخصت اور اجازت نہیں ہے''۔ [1]

## آٹھویں بحث

# اس بابت علماء کا بیان کہ رقیہ صرف قرآن کریم اور سنت کے ماثور اذکار سے ہوتا ہے

۱۔ **شیخ علی بن سلطان محمد قاری ''مرقاة المفاتيح'' ج۸ ص۳۵۶ میں فرماتے ہیں :**

''وَالْمُرَادُ بِالرُّقْيَةِ هُنَا مَا يُقْرَأُ مِنَ الدُّعَاءِ وَآيَاتِ الْقُرْآنِ لِطَلَبِ الشِّفَاءِ''

''یہاں رقیہ سے مراد وہ دعا یا قرآنی آیات ہیں جو طلب شفاء کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔

انہیں میں سے وہ رقیہ بھی ہے جو مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث میں حضرت ابو سعید سے مرفوعا وارد

---

[1] طبقات الحنابلة ابن أبي يعلى حنبلی ج۲ ص۳۱-۳۲۔

ہے :

"بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْکَ مِنْ کُلِّ شَيْئٍ يُوْذِيْکَ، وَمِنْ شَرِّکُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْکَ، بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْکَ"۔

"میں اللہ کے نام سے شروع کرتے ہوئے ہر اس چیز سے تمہارا رقیہ کرتا ہوں جو تمہیں اذیت دیتی ہے، ہر حسد کرنے والے نفس یا آنکھ سے، اللہ تمہیں شفا دے، میں اللہ کے نام سے تمہارا رقیہ کرتا ہوں"۔

اور احمد کی ایک روایت میں حضرت عائشہ سے وارد ہے :

"بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْکَ مِنْ کُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْکَ، مِنْ شَرِّکُلِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ، مِنْ شَرِّکُلِّ عَيْنٍ"۔

"میں اللہ کے نام سے تمہارا رقیہ کرتا ہوں کہ وہ تمہیں ہر بیماری سے شفا دے دے، ہر حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے تمہیں بچائے، ہر نظر کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے"۔

**۲۔ شیخ محمد ناصر الدین البانی فرماتے ہیں :**

" رُقًى -هِيَ مَا يُقْرَأُ مِنَ الدُّعَاءِ لِطَلَبِ الشِّفَاءِ مِنَ الْقُرْآنِ ، وَمِمَّا صَحَّ مِنَ السُّنَّةِ "

"رقیے وہ دعائیں ہیں جو طلب شفاء کے لئے قرآن سے یا سنت سے ثابت صحیح مشمولات سے کی جاتی ہیں"۔ ①

**۳۔ اور شیخ محدث ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :**

"رسول نے تمہیں خبر دی ہے کہ رقیہ قرآن سے ہوتا ہے، رقیہ سنت سے ہوتا ہے، اور امور سب اللہ عز وجل ہی کے ہاتھ میں ہوتے ہیں؛ مشروع سبب استعمال کرو، حیلوں، قبیح تجربوں اور خالی خولی باتوں کا سہارا نہ لو۔

رسول کی سچی اتباع یہ ہے کہ تم بھی وہی کرو اور ویسے ہی کرو جیسے انھوں نے کیا ہے، کچھ بھی نہ بدلو، نہ کیفیت میں، نہ صفت میں، نہ کسی اور چیز میں، تم بھی ویسے ہی کرو جیسے انھوں نے کیا ہے، نماز پڑھو رسول کی نماز کی طرح، حج کرو انہیں کے حج کی طرح، اسی طرح ہر چیز میں انہیں کی پیروی کرو، اور ویسا ہی کرو جیسا انھوں نے کیا ہے۔

اب رہیں اس باب -یعنی رقیہ کے باب- میں ایجادات اور یہ بکھیڑے، تو اگر آپ کا قرآنی رقیہ فائدہ نہ پہنچائے تو ان کا کوئی لزوم نہیں ہے۔ - آپ نے قرآن سے رقیہ کیا فائدہ نہیں ہوا، سنت سے رقیہ کیا فائدہ نہیں ہوا- ؛ یا مرقی (جس کا رقیہ کیا جا رہا ہے) میں کسی خلل کی وجہ سے، یا اللہ کی مشیئت کے تحت کسی اور بات کی

---

① ضعيف سنن الترمذي ص:۲۳۲-۲۳۱۔

وجہ سے فائدہ نہیں ہوا؛ تو پھر آپ دوسرے وسائل کی طرف کیوں جاتے ہیں، دوسری چیزیں کیوں ایجاد کرتے ہیں؟!

کس نے آپ کو مکلف کیا ہے؟ حب مال، حب شہرت اور کلام فارغ کے سوا اور کیا ہے؟

## نویں بحث

# اس بابت علماء کے اقوال کہ سنت صحیحہ سے ماثور رقیوں ہی کے ذریعہ رقیہ کرنا لازم ہے

### ۱- اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (علمی بحث وتحقیق اور افتاء کی دائمی کمیٹی) :

### رقیہ شرعیہ توقیفی ہے۔

دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیق وافتاء سے قرآن کریم اور سنت سے ماثور رقیوں کے علاوہ سے رقیہ کے طریقوں کے متعلق سوال ہوا تو اس نے جو جواب دیا وہ مع سوال بیان کیا جاتا ہے :

**سوال :** ہم صرع (دوروں) جن زدگی اور آسیب زدگی کا علاج قرآن کریم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ دعاؤں نیز انہیں سے وارداذکار سے کرتے ہیں۔

**مگر یہاں برادران میں کچھ ایسے ہیں جو متعدد طریقوں سے علاج کرتے ہیں، ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :**

۱- ایک شخص گلوکوز کے انجکشن میں دم کر کے جن زدہ مریض کی رگ میں اسے لگا دیتا ہے، اور اس چیز سے استدلال کرتا ہے کہ شیطان انسان کے خون کی رگوں میں دوڑتا ہے۔

۲- پانی میں دم کرتا ہے اور اس پر عطر کا اضافہ کر دیتا ہے، دلیل یہ دیتا ہے کہ جنات عطر نہیں پسند کرتے ہیں، اور اسے مریض کو پلا دیتا ہے۔

۳- نیز زیتون کے تیل میں دم کرتا ہے اور اسے پانی کے ساتھ ملا کر مریض کو پلا دیتا ہے۔

آپ اپنے ان بھائیوں کو کیا نصیحت فرماتے ہیں جو اس طرح کا علاج معالجہ کرتے ہیں؟

**جواب :**

**رقیہ شرعیہ توقیفی ہوتا ہے، اس میں مشروع طریقے پر اضافہ ناجائز ہے**، اور بعض لوگوں نے جہالت کی وجہ سے یا کھانے پینے کے چکر میں یا ان میں سے کچھ کے ساتھ شیطان کے تلاعب ( کھیلنے ) کی وجہ سے رقیہ شرعیہ میں قسم قسم کی بدعتوں کو داخل کر دیا ہے... انہیں میں سے ایک طریقہ بعض لوگوں کا انجکشن میں رقیہ کر کے اسے جن زدہ مریض کی رگ میں لگا دینا ہے، جس کی دلیل میں راقی اس حدیث کو پیش کرتا ہے کہ شیطان ابن آدم کے خون کی رگوں میں دوڑتا ہے، یہ غیر شرعی وسیلے سے کیا جانے والا رقیہ اور ایسی طبابت ہے جس میں راقی مریض پر ہونے والی زیادتی اور جرم کا ضامن ہوتا ہے، اور اس خود ساختہ اور نام نہاد طبیب کے لئے مذکورہ حدیث میں مبینہ عمل کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ وہ حدیث انسان کے ساتھ شیطان کے لاحق ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس لئے اس کا علاج رقیہ شرعیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قرأت کر کے مریض پر دم کیا جائے، جیسا کہ نبی ﷺ کیا کرتے تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ رگ میں پانی کا انجکشن لگانے کی وجہ سے کوئی ضرر لاحق ہو جائے یا کوئی چیز تلف ہو جائے۔

اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ **وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم۔**

اللجنة الدائمة للبحوث والافتاء

عضو... عضو... عضو... نائب صدر.... صدر

بکر ابوزید... صالح فوزان.... عبداللہ بن غدیان... عبدالعزیز آل شیخ... عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز [1]

# اس موضوع کے دوسرے فتوے

**پہلا سوال فتوی نمبر : (۷۹۱۹)**

**سوال-۱ :** کچھ ایسی دعائیں پائی جاتی ہیں جنکے متعلق کہا جاتا ہے کہ بچھو کے ڈنک مارنے پر کام آتی ہیں، اور ان کا تجربہ کیا گیا تو وہ سودمند ثابت ہوئی ہیں، دعا کی عبارت حسب ذیل ہے :

**”اللهم إن هذه عزيمة العقرب والداب مرت على اليهود والنصارى، قال: وش -ماذا- بكاك يارسول الله، قال: دابة من دواب أهل النارذنيبه كالمنشارنحيره كالدينار نزل جبريل على دمها نزل جبرائيل على سمها شهق الله ثلاث شهقات، قال اسكنى في عزة الله وكتبك**

---

① فتاوى اللجنة الدائمة -المجموعة الثانية : ۱/۹۹۔

**فی لوح محفوظ**''۔

اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اس کا کیا حکم ہے؟

**اللجنة الدائمة (دائمی کمیٹی) کا جواب**: ''مذکورہ رقیہ صحیح نہیں ہے، صحیح وہ (رقیہ) ہوتا ہے جو قرآن سے اور احادیث صحیحہ میں ثابت دعاؤں سے ہوتا ہے، مثلاً حضرت ابوسعید کا سورۂ فاتحہ سے کافر کا رقیہ کرنا، اور اس رقیہ کا استعمال ناجائز ہے، بلکہ اس کا ترک کر دینا اور اس سے بچنے کی تلقین کرنا واجب ہے۔'' اور توفیق اللہ ہی سے ملتی ہے،

**وصلى الله على نبينا وآله وصحبه وسلم.**

**اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء**

صدر: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نائب صدر: عبدالرزاق عفیفی ، عضو : عبداللہ بن غدیان ، عضو : عبداللہ بن قعود

**۲۔ علامہ صالح عثیمین رحمہ اللہ وتعالی کا فتوی :**

**سوال : بعض مشائخ قرآنی آیات سے مریضوں کا علاج کرتے ہیں، یہ کام کس حد تک صحیح ہے؟**

**علامہ محمد صالح عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب :**

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو سینے کے اندر کی چیزوں کے لئے اور جسمانی علتوں کے لئے بھی شفاء بنایا ہے۔

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الاسراء:۸۲]۔

''قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے''۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [یونس:۵۷]۔

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے''۔

اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے جیسا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے ایک ڈنسے ہوئے شخص پر سورۂ فاتحہ پڑھی، انھوں نے سات بار اسے پڑھا تو وہ ایسے اٹھ کھڑا ہو جیسے بندھن سے آزاد کر دیا گیا ہو۔ پھر جب وہ واپس آئے اور اس کی خبر دی تو نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ''اسے کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ

ہے''۔ چنانچہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس بات کا اثبات فرمایا کہ سورۂ فاتحہ ایک رقیہ ہے، یعنی اس سے مریض کو دم کیا جاتا ہے، مطلب اسے اس پر پڑھا جاتا ہے۔

لہٰذا قرآن تو پورا کا پورا خیر وبرکت ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ موثر ہے، مگر یہ بھی واجب ہے کہ ہم جان لیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ تلوار کی کاٹ اسے چلانے والے پر منحصر ہوتی ہے۔

قرآن کی تاثیر کے لئے تین امور لازم ہیں :

**اول :** اس کی تاثیر پر قاری کا ایمان۔

**دوم :** مقروءعلیہ (جس پر پڑھا جارہا ہو) کا اس کی تاثیر پر ایمان۔

**سوم :** قاری جو کچھ پڑھ رہا ہے اس کی تاثیر کے متعلق دلائل کی شہادت موجود ہو۔

اگر یہ سب چیزیں موجود ہوں تو پھر وہ باذن اللہ موثر ہوگا۔

مگر جب ان امور میں سے ایک بھی ناقص ہوگا مثلاً یہ کہ بطور تجربہ پڑھے اور کہے کہ لاؤ دیکھیں تو اس سے کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ تو پھر اس سے فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ مومن پر واجب یہ ہے کہ وہ اس کی تاثیر پر ایمان رکھے۔ اسی طرح اگر اس کے متعلق مریض کے اندر بھی کوئی شک موجود ہو اور اس کے اندر قرآن کی تاثیر پر ایمان نہ پایا جاتا ہو تو بھی اسے اس سے فائدہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس وقت محل غیر قابل ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ کچھ ایسی آیتیں پڑھے جس کی تاثیر کی شہادت دلائل سے نہ ملتی ہو تو بھی ممکن ہے کہ وہ موثر نہ ہو۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ قرآن کریم میں کوئی نقص ہے۔ بلکہ خطا استعمال میں ہے یا ایسی آیتوں اور سورتوں کے انتخاب میں خطا ہے جنھیں پڑھنا چاہیے تھا۔

**صوتی رابطہ :** http://www.ibnalislam.net/view.php?file=٨١cef١٠df٧

**۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ :**

امام البانی رحمہ اللہ تعالیٰ سلسلة الهدى والنور میں فرماتے ہیں :

'' اَلرُّقِيَةُ يَنْبَغِيْ أَنْ تَكُوْنَ بِمَا ثَبَتَ عَنِ النَّبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ بِمَا لَمْ يَثْبُتْ''

''رقیہ ان چیزوں سے ہونا چاہیے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوں اور ان چیزوں سے نہیں ہونا چاہیے جو ثابت نہ ہوں''۔ [1]

---

[1] سلسلة الهدى والنور۔

۴- امام ابن باز رحمہ اللہ تعالیٰ :

• پہلا فتویٰ : ایک مسئلہ رقیہ کا :

سماحۃ الشیخ! یہ ورق طلبہ کے درمیان منتشر ہے، اس پر امتحان کے دنوں میں سینے کی تنگی کا علاج لکھا ہوا ہے۔

[۱] ہم اپنا ہاتھ سینے پر رکھیں اور تین بار سورۂ فاتحہ پڑھیں، تین بار آیۃ الکرسی پڑھیں، اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھیں : ﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ﴾

[۲] سورۂ بقرہ کی آخری آیات سے، تین بار، اور سورۂ حشر کی آخری دو آیتیں تین بار پڑھیں، سورۂ صافات کی ابتدائی دس آیتیں، سورۂ قلم کی آخری دو آیتیں، سورۂ الکافرون، الصمد، اور معوذتین میں سے ہر ایک تین تین بار پڑھیں، اور یہ دعا پڑھیں:

''أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، لَا يُغَادِرُ سَقَمًا''

سات بار پڑھیں، اور یہ دعا :

''أسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيني'' پڑھیں، تین دنوں تک۔

شیخ صاحب! کیا یہ دعائیں اور یہ امور وارد ہیں؟

**شیخ کا جواب :** یہ جو ترتیب ہے اس ترتیب پر نہیں، ہاں اپنے رب سے شفاء مانگیں، اور الحمد للہ، اپنے رب سے سوال کریں۔ جو وارد ہے وہ بس یہی ہے :

''رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ لَا يُغَادِرُ سَقَمًا''۔

**مکرر تین بار پڑھے :** ''بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْکَ مِنْ کُلِّ شَيْئٍ يُوْذِيْکَ، مِنْ شَرِّكُلِّ نَفْسٍ أَوْعَيْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْکَ، بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْکَ''

اگر اسے تین بار پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور قل هو الله أحد [۳] اور معوذتین تین بار مکرر صبح وشام اور سوتے وقت پڑھے، یہ وارد ہے عمدہ ہے۔

مقصود یہی ہے کہ فقط وارد چیزوں کی جستجو رکھے، اب رہی یہ بات کہ اپنے کھیسے سے کچھ نکالے، اپنے کھیسے سے نکال کر کچھ اشیاء مرتب کرے، تو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ مگر جب کتب اذکار اور کتب ادعیہ میں وارد دلائل شرعیہ کی جستجو کرے تو الحمد للہ۔

[۱] اس دعا کے امتحان کے دنوں کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی اصل نہیں ہے اس لئے وہ بدعتوں میں سے ہے۔ [۲] سورۂ بقرہ : ۲۸۵۔ [۳] سورۂ اخلاص : ۱۔

اخبار ''الریاض'' شمارہ ۱۰۷۶۳ میں ۱۸/۸/۱۲ ۱۴۱۸ھ کو شائع ہوا۔

مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ جلد ۲۶۔

- **دوسرا فتوی : شریعت مخالف رقیوں سے تنبیہ :**

''عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے خطۂ فرع وغیرہ مدینہ منورہ کے مضافات کے ان تمام مسلمین کی طرف جو اسے دیکھیں، اللہ انہیں دین میں فہم کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

سلامٌ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : أما بعد :

مجھے بالیقین یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کی جہت میں (بچھو) وغیرہ زہریلے جانوروں کا ایک رقیہ پایا جاتا ہے جو مختلف طرح کے شرک پر مشتمل ہے، اس لئے اس سے متعلق آپ کی تنبیہ، اور اس سے بچنے کی تلقین واجب قرار پائی، اس مذکورہ رقیہ میں سے جو کچھ حصہ مجھ تک پہنچا ہے اس کی عبارت حسب ذیل ہے :

**"بسم الله يا قرأة الله، بالسبع السموات، وبالآيات المرسلات، التى تحكم ولا يحكم عليها، يا سليمان الرفاعي، ويا كاظم سم الأفاعي، باسم الرفاعي، انثاها وذكرها، طويلها وابترها، وأصفرها وأسودها، و أحمرها و أبيضها، صغير ها و أكبرها، ومن شرسارى الليل وماشي النهار، استعنت عليها بالله و آيات الله تسعة وتسعين نبيا، وفاطمة بنت النبي، ومن جاء بعدها من ذريتها" انتهى**

یہ وہ کچھ الفاظ ہیں جو مجھ تک پہنچے ہیں اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں جو شرک سے خالی نہیں ہیں، اور اس رقیہ میں مختلف قسم کے شرک پائے جاتے ہیں :

مثلاً یہ کہنا کہ : **(بالسبع السموات)** [ساتوں آسمانوں کے واسطے سے] اور یہ کہنا کہ : **(يا سليمان الرفاعى، يا كاظم سم الأفاعى، باسم الرفاعى)** [اے سلیمان رفاعی، اے سانپوں کا زہر پی جانے والے، رفاعی کے نام پر] اور مثلا یہ کہنا کہ : **(استعنت بالله...)** [میں نے اس پر اللہ کی مدد مانگی اور اللہ کی آیتوں کی اور ننانوے نبیوں کی، اور نبی کی بیٹی فاطمہ کی، اور ان کی جو ان کے بعد ان کی ذریت میں سے آئے] جبکہ قرآن کریم اور سنت مطہرہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عبادت تنہا اللہ ہی کا حق ہے، اور اللہ

کے سوا نہ کسی کو پکارا جاتا ہے، نہ اس کے سوا کسی اور کی مدد مانگی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [فاتحہ:۴]۔

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔

**اورفرمایا :** ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ [جن:۱۸]۔

''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو''۔

**اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :** '' اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ '' ''دعا ہی عبادت ہے''۔

**اور آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا :**

'' إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ''

''جب تم مانگو تو اللہ ہی سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے طلب کرو''۔

اور اس معنی کی آیات واحادیث بہت ساری ہیں۔

اور اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آسمانوں، ستاروں، بتوں، درختوں اور انہیں جیسے دیگر جمادات سے استعانت جائز نہیں ہے، بلکہ وہ شرک ہے، اسی طرح اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ مردوں کو پکارنا، ان سے مدد مانگنا، ان سے استغاثہ (فریاد) کرنا یا اسی طرح کے کام کرنا جائز نہیں، خواہ (وہ وفات یافتہ لوگ) انبیاء ہوں یا اولیاء یا دیگر لوگ ہوں، اس لئے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کے باقی تمام اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے: صدقۂ جاریہ، یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو، جیسا کہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث وارد ہے، اور اس رقیہ میں انسانوں سے استعانت (مدد مانگنا) ہے، بہت سے وفات یافتہ لوگوں یعنی انبیاء وغیرہ سے استعانت ہے، رفاعی سے استعانت ہے، اور یہ سب شرک ہے، اس لئے تمام مسلمانوں پر اس رقیہ سے اور اس جیسے شرک پر مشتمل دوسرے رقیوں سے بھی پرہیز اور اسے ترک کردینے کی ایک دوسرے کو نصیحت اور اس سے بچنے کی تلقین کرنا واجب ہے، اور شرعی رقیوں اور تعوذات پر اکتفا کرنا لازم ہے، کیونکہ اس میں استغنا اور کفایت ہے۔

مثلاً : آیۃ الکرسی، سورۂ [قل هوالله أحد] ، [قل أعوذ برب الفلق] اور [قل أعوذبرب الناس] وغیرہ قرآنی آیات پڑھی جائیں۔

**اسی طرح شرعی تعوذات اور دعائیں پڑھی جائیں، مثلاً :**

''أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ'' پڑھیں۔

## مسلمان صبح وشام :

''بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ''

تین تین بار پڑھے۔

**اور مثلاً : مریض اور ڈنسے ہوئے کا رقیہ کرتے ہوئے حسب ذیل دعا پڑھے :**

''اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ، رَبَّ النَّاسِ اشْفِ، وَأَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا''۔

''بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِیْكَ مِنْ كُلِّ شَیْئٍ یُؤْذِیْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْعَیْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ یَشْفِیْكَ، بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِیْكَ'' تین بار۔

اسی طرح مریض پر یا ڈنسے ہوئے پر سورۂ فاتحہ پڑھنا شفاء کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، بالخصوص جب کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سچائی اور اخلاص کے ساتھ اس سے طلب شفاء کے لئے اسے بار بار پڑھا جائے اور اس بات پر سچا ایمان رکھا جائے کہ اللہ سبحانہ ہی شافی ہے تمام امراض سے اس کے سوا شفاء عطا کرنے پر کوئی بھی قادر نہیں ہے، وہ عزت والا اور بزرگ ہے۔

اور میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ تمام مسلمانوں کو اپنا دین سمجھنے کی اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو ان تمام باتوں سے محفوظ رکھے جو اس کی شریعت کی مخالف ہوں، بیشک وہ بڑا سخی وفیاض اور بندہ نواز ہے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ''۔

## ۵۔ علامہ فوزان حفظہ اللہ :

**سوال :** کچھ راقی حضرات جب جن زدگی کے مریض کا رقیہ کرتے ہیں تو اذان دیتے ہیں، اس حدیث باب سے استدلال کرتے ہوئے جو پڑھی گئی، تو کیا ان کا یہ فعل صحیح ہے؟

## شیخ فوزان کا جواب :

''نہیں یہ صحیح نہیں ہے'' یہ وارد نہیں ہے کہ رقیہ میں اذان دی جائے۔ رقیہ تو بس قرآن کی تلاوت ہے، سورۂ فاتحہ،

اخلاص اور معوذتین کا پڑھنا رقیہ ہے۔ یہ وارد نہیں ہوا کہ اذان دی جائے، یہ ایک اضافہ ہے، ہوسکتا کہ وہ حصول درہم کی لالچ رکھتا ہو، اس بات کا خواہاں ہو کہ لوگوں کو اپنے پاس آنے کی ترغیب دے، اب اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ سنت کی مخالفت کرتا ہے یا سنت کی موافقت کرتا ہے، بس اس کی ترجیح یہی ہے کہ اسے درہم مل جائے، یہ پیشہ ور ہے، اس جیسے آدمی کے پاس نہیں جایا جاتا ہے"...[1]

- **علامہ فوزان کے ایک دوسرے فتویٰ میں :**

**ناظم محاضرہ۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ یہ عرض کرتا ہے کہ :**

بعض راقی حضرات مریض کو ہدایت دیتے ہیں کہ وہ ایک ہی نشست میں کامل سورۂ بقرہ پڑھ ڈالے، اور کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اس کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ جہاں سے چاہے قرآن پڑھ لے، ان دونوں میں سے کون صحیح ہے؟

**شیخ :** صحیح یہی ہے کہ کامل سورۂ بقرہ پڑھنے کی نہ کوئی اصل ہے نہ کوئی دلیل یہ ایک مشقت بھری تکلیف بھی ہے۔ رقیہ تو آیات سے ہوتا ہے، سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق جیسی مبارک سورتوں سے ہوتا ہے، سورۂ فاتحہ تو اس لئے کہ وہی رقیہ کی اصل ہے، اور یہ وارد نہیں ہوا ہے کہ سورۂ بقرہ رقیہ ہوتی ہے، البتہ یہ ضرور آیا ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے، اور ایسی کوئی چیز نہیں آئی ہے جو اسے مریض پر پڑھنے کی ہدایت دیتی ہو، ہاں"۔

**٦۔ علامہ عبدالمحسن العباد حفظه الله تعالیٰ:**

**قلبی اضطراب کے وقت سکون کے لئے قرآنی آیات کی تخصیص کا حکم**

**سوال : ابن قیم رحمہ اللہ "مدارج السالكين في منزلة السكينة" میں فرماتے ہیں :**

جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر کچھ امور سخت گزرنے لگتے تھے تو وہ آیات سکینت (سکون پہنچانے والی آیات) پڑھا کرتے تھے اور میں نے انہیں ایک عظیم واقع میں فرماتے ہوئے سنا جو انہیں حالت مرض میں پیش آیا تھا جسے برداشت کرنے سے عقلیں قاصر رہ جاتی ہیں جس کا تعلق شیطانی ارواح سے جنگ کا ہے جو ان کے سامنے آرہی تھیں جبکہ اس وقت کمزوری کی حالت طاری تھی، قوت نڈھال تھی، فرماتے ہیں: جب اس حالت کی

[1] المنتقى من اخبار سيد المرسلين کی کیسٹ سے ۲۰-۰۴-۱۴۳۴ھ۔منٹ:۴۶۔

شدت میں اضافہ ہو گیا تو میں نے اپنے قرابتداروں سے کہا کہ مجھ پر آیات سکینت پڑھو۔

فرماتے تھے، پھر وہ حالت مجھ سے دور ہوگئی، اور میں ایسے اٹھ بیٹھا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں رہ گئی۔

اور میں نے بھی دل پر وارد ہونے والے اضطراب کے وقت ان آیات کے پڑھنے کا تجربہ کیا ہے، اور دل کو سکون واطمینان مہیا کرنے میں میں نے ان کی عظیم تاثیر دیکھی ہے۔

**ابن قیم فرماتے ہیں :**

**آیات سکینت قرآن میں چھ مقامات پر ہیں :**

**اول :** اللہ کا ارشاد گرامی :

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلتَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ [البقرة:٢٤٨]۔

''ان کے نبی نے انہیں پھر کہا کہ اس کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلجمعی ہے''۔

- **اور فرمان باری تعالی :**

﴿ثُمَّ أَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ [التوبة:٢٦]۔

''پھر اللہ نے اپنی طرف کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری''۔

- **اور اس کا ارشاد :**

﴿إِذْ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا﴾ [التوبة:٤٠]۔

''جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں''۔

- **اور اس کا ارشاد :**

﴿هُوَ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ ٱلْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا۟ إِيمَٰنًا مَّعَ إِيمَٰنِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴾ [الفتح:۴]۔

''وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون (اور اطمینان) ڈال دیا تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں، اور آسمانوں اور زمین کے (کل) لشکر اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ دانا باحکمت ہے''۔

- **اور اس کا ارشاد :**

﴿ لَّقَدۡ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ يُبَايِعُونَكَ تَحۡتَ ٱلشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمۡ فَأَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ عَلَيۡهِمۡ وَأَثَٰبَهُمۡ فَتۡحٗا قَرِيبٗا ﴾ [الفتح : ۱۸]۔

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی''۔

- **اور اس کا ارشاد :**

﴿ إِذۡ جَعَلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلۡحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾ [الفتح : ۲۶]۔

''جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت کو جگہ دی اور حمیت بھی جاہلیت کی، سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی''۔

## تو کیا دل پر وارد ہونے والے اضطراب کے وقت آیات سکینت کا پڑھنا مشروع ہے ؟

**جواب :** ''مجھے تو کوئی ایسی چیز نہیں معلوم جو اس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہو۔

اور ممکن ہے یہ کہا جائے کہ کیا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ آیات سکینت پڑھ کر رقیہ کرنے کی طلب ہے، جبکہ نبی ﷺ نے ان ستر ہزار لوگوں کے متعلق جو بلا حساب وعذاب جنت میں جائیں گے فرمایا ہے کہ: **''لا یسترقون''** وہ رقیہ نہیں طلب کرتے ہیں۔ (تب ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان لوگوں میں کیسے ہوں گے جو دوسروں سے رقیہ طلب کرتے ہیں؟)

**جواب یہ ہے کہ :** جیسا کہ معلوم ہے کہ پورے قرآن سے رقیہ کرنا مشروع ہے، مگر کچھ معین اشیاء کی تخصیص کر دینا کہ ان سے رقیہ کیا جائے دل میں ایک طرح کی کھٹک چھوڑ دیتا ہے۔

اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو کچھ کیا، ممکن ہے وہ ان کا اجتہاد رہا ہو۔

اسی طرح بعض ان اشیاء کا معاملہ بھی ہے جو انھوں نے بیان کیا ہے مثلاً! لکھنا اور محو کرنا وغیرہ، تو ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں معلوم جو اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہو، اس لئے اس کا ترک اولیٰ ہے، ہاں رقیہ شرعیہ کا اہتمام ہونا چاہیے، یہ حقیقت ہے کہ ابن قیم اور ابن تیمیہ دونوں سے کتابت اور محو کرنے (یعنی لکھ کر گھول دینے اور اسے پینے) کی بات وارد ہے، جبکہ اس کا ترک کر دینا ہی اولیٰ ہے''۔ ①

۷۔ **شیخ مصطفی عدوی :**

**''سحر (جادو) کے لئے کچھ آیات کی تخصیص اور پڑھتے وقت ان کی تکرار قرآن کے ساتھ کھلواڑ ہے، اس میں نہ کوئی تدبر ہے، نہ تفقہ، نہ اثر کی پیروی''۔**

**سوال :** کیا رقیہ شرعیہ میں تکرار جائز ہے کہ آیات سحر کو بار بار پڑھا جائے، مثلاً [اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ] جیسے ٹکڑے کو بیس یا تیس بار پڑھا جائے۔

**شیخ :** میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ: کس نے کہا کہ (اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ) جادو کو پھیر دینے والی آیات میں سے ہے؟ کس نے کہا؟ کیا رسول اللہ (ﷺ) نے ایسا فرمایا ہے؟!!!

**سائلہ** (سوال کرنے والی) : نہیں۔

**شیخ :** تب تم یہ نہ کہو کہ آیات سحر (جادو کی آیات)!!!!

رسول اللہ (ﷺ) سے وارد تعویذات حسب ذیل ہیں :

**قل هو الله احد**۔ معوذتین۔ ڈنسے ہوئے کے رقیہ میں فاتحہ بھی وارد ہے۔ سوتے وقت آیت الکرسی سے بھی تعوذ وارد ہے۔ یہ بھی وارد ہے کہ رسول نے فرمایا: شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ مگر کچھ آیات کا خاص کر لینا، تم کہتی ہو (اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ) تو یہ کار عبث ہے۔ قرآن کے ساتھ کھلواڑ ہے، یہ نہ تو تدبر ہے نہ تفقہ، نہ اثر کی پیروی۔

---

① شرح سنن ابی داود لعبد المحسن العباد.. دروس صوتية (۱۸/۹۹)۔

## دسویں بحث

# خود کو اور حق اور اتباع سنت کی چاہت رکھنے والوں کو نصیحت

### اے پیارے مسلمان بھائیو !

اس بات کی تنبیہ کرنے کا موقع میں ضائع نہیں کرسکتا کہ سنت نبوی کی اتباع کی پابندی کرنے والے مسلمان کو چاہیے کہ وہ علماء کے اقوال میں سے انہیں کا انتخاب کرے جو سنت کے زیادہ قریب ہوں اور اس کے دین اور آبرو کی سلامتی وحفاظت کے زیادہ قرین ہوں۔

ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیں ایک عظیم وعظ فرمایا ہے جو سب سے افضل طریقہ اور اختیار ہے جسے ایک بندہ اپناتا اور اختیار کرتا ہے تاکہ وہ مامون پہلو کی طرف اور صحیح مقام پر رہے، جس میں وہ اپنے نفس پر مطمئن ہو اور قیامت کے دن جب وہ اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑا ہو تو اسے مواخذے کے متعلق اپنے انجام پر اطمینان حاصل رہے۔

وہ وعظ والی حدیث حضرت نعمان بن بشیر کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اور حضرت نعمان نے اپنی دونوں انگلیوں کو اپنے کانوں کی طرف مائل کیا۔ :

''إِنَّ الْحَلالَ بَيِّنٌ ، وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ ، وَعِرْضِهِ ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى ، يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ ، أَلا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى ، أَلا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ ، أَلا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً ، إِذَا صَلَحَتْ ، صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ، وَإِذَا فَسَدَتْ ، فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ، أَلا وَهِيَ الْقَلْبُ''

''بیشک حلال واضح اور یقینا حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنھیں بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں، اس لئے جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا، اور جو شبہات میں جا پڑا وہ حرام میں پڑ گیا، اس چرواہے کی مانند جو خاص چراگاہ کے گرد چراتا ہے، قریب ہے کہ (جانور) اس میں چرلے، آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کی کوئی خاص چراگاہ ہوتی ہے، اور خبردار رہو کہ اللہ کی چراگاہ اس کے محارم (حرام کردہ اشیاء)

ہیں۔ آگاہ رہو کہ جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ صحیح رہتا ہے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم فاسد ہو جاتا ہے، آگاہ رہو کہ وہ ہے دل''۔ ①

کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ: فلاں مسئلہ اختلافی ہے یا فلاں عالم یا دیگر نے کہا ہے کہ جس میں کوئی شرک یا حرام نہ پایا جاتا ہو وہ رقیہ جائز ہے۔

تب مسلمانوں پر یہ تنگی کیوں لادی جا رہی ہے، ایک کشادہ چیز پر بندشیں کیوں لگائی جا رہی ہیں، آپ لوگ وہ دروازہ کیوں بند کر رہے ہیں جن سے کچھ مسلمانوں کا فائدہ ہو جاتا ہے؟

تب میں اس سے یہ عرض کروں گا کہ بھائی یہ چیز شرعی اصول وقواعد میں سے ہے کہ جب کوئی مسلمان دو قولوں کے درمیان پڑ جائے جن میں سے ایک تو جائز ٹھہراتا ہو اور دوسرا حرام اور اس پر کوئی صورت واضح نہ ہوتی ہو کہ دونوں اقوال میں سے بہ اقتضاء ادلہ کون سا راجح ہے، اس کا دل کسی پر جم سکے نہ مطمئن ہو، اور اس کے اندر یہ شک باقی رہ جائے کہ اسے حرام بتانے والا نقطہ نظر بھی معتبر ہے تو اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اس قول کو اختیار کرے جو اس کے دین کے لئے زیادہ احتیاط اور سلامتی والا ہو اور اسے زیادہ سے زیادہ بری الذمہ رکھنے والا ہو۔

اور جو حدیث ہم نے پیش کی ہے وہ اس عظیم حقیقت کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیتی ہے۔

اور یہیں ایک مسلمان اس حقیقت کو جان لیتا ہے کہ اس کے اندر کس قدر اللہ کا خوف وتقویٰ ہے، اور وہ اللہ کی حرمتوں میں واقع ہونے سے بچنے کا کتنا اہتمام کرتا ہے، اور اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں سے تجاوز نہ کر جانے کی اسے کتنی فکر ہے؟

مجھے یقین ہے کہ اگر ایک مسلمان نفسانی خواہشات سے بلند ہو کر، یا نفس میں گھر کی ہوئی سابقہ آراء سے غیر جانبدار ہو کر اس مسئلے کی تحقیق کرے گا تو وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ مسئلہ بہت ہی واضح ہے، اور حکم ظاہر ہے کہ رقیہ سراسر توقیفی ہے، اور سنت میں وارد نبوی رقیوں کے علاوہ سے رقیہ کرنا ناجائز ہے۔ اگر کچھ لوگوں پر یہ چیز واضح نہ بھی ہو تو بھی جو لوگ قرآن وسنت کے علاوہ سے رقیہ کو ناجائز بتاتے ہیں انہیں کا قول اختیار کرنا اس شخص کا فیصلہ ہو سکتا ہے جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی نصیحت پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے سنا اور مان لیا، میں اسی کا قول اختیار کروں گا جو کہتا ہے کہ رقیہ توقیفی ہے، کیونکہ یہی میرے دین اور آبرو کی حفاظت کے زیادہ قرین ہے۔

① اسے جماعت نے روایت کیا ہے، بخاری:۵۲، مسلم:۱۵۹۹۔

ہم میں سے جو شخص رقیہ میں اجتہاد کو حرام بتانے والا قول اختیار کرتا ہے وہ زبان حال سے یہی کہتا ہے کہ اگر میں نے فقط نبوی رقیوں سے رقیہ کیا تو میرا گھاٹا کیا ہوگا؟!! کیا اس وقت مجھے دو کامیابیاں ہاتھ نہیں لگیں گی :

**اول :** رقیہ میں نبی کی سنت واثر کی پیروی کہ میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے رقیوں سے رقیہ کروں گا، اور اس عمل کے باعث کہ میں نے اپنے رقیہ کو سنت سے ماثور رقیوں پر موقوف رکھا ہے اجر وثواب کا امیدوار رہوں گا۔

**دوم :** میری اتباع سنت ایک قربت وطاعت کا کام ہوگی جسے میں اپنے رب کے حضور پیش کروں گا تاکہ وہ حصول شفا کا سبب بن جائے۔

جس نے اس قول کو اختیار کیا کہ رقیے توقیفی ہوتے ہیں (یعنی صرف قرآن وسنت سے کئے جاتے ہیں) تو اس نے حسب ذیل امور کو اختیار کیا :

- اس نے رقیہ میں اس عمل کو اختیار کیا ہے جس کے جواز بلکہ استحباب پر امت کے متقدمین ومتاخرین کا اجماع ہے۔
- نیز اس نے اپنا رقیہ کرنے کے لئے سب سے افضل چیز کا انتخاب کیا ہے۔
- نیز اس نے ایسی چیزوں کو اختیار کیا ہے جن کا شفاء کا سبب شرعی ہونا آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے نص قولی وفعلی وتقریری سے ثابت ہے۔
- مزید برآں اس نے ایسے رقیہ کا انتخاب کیا ہے جس کا نفع گمان پر مبنی تجربوں کے بغیر باذن اللہ یقینی ہے، اور اس کی وجہ سے فلاں یا فلاں اجتہادی رقیے کا تجربہ کرنے میں وقت، محنت اور مال صرف کرنے سے اس کی بچت ہوجائے گی۔
- اگر میں سنت سے ماثور رقیہ کے فوائد اور اجتہادی رقیوں پر وارد ہونے والے اعتراضات کا ذکر کرنے بیٹھ جاؤں تو بات بہت طویل ہوجائے گی۔
- اپنے اس مضمون کے اختتام پر میں ان لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں جنھوں نے رقیہ کو پیشہ بنالیا ہے اور اس میں توسع کی راہ اپنائی ہے۔

اور یہ نصیحت اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کلام سے ہے جس کی تخریج بخاری ومسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

’’میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، اور جب اس نے اپنے اردگرد کو روشن کر دیا تو پتنگے اور یہ جانور جو اس آگ میں ہیں اس میں گرنے لگے، وہ انہیں روکنے لگا مگر وہ اس پر چھائے جاتے ہیں اور اس میں گھسے پڑتے ہیں، فرمایا: یہی میری اور تمہاری مثال ہے، میں تو تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں آگ سے دور کر رہا ہوں کہ آگ میں نہ جاؤ، آگ میں نہ جاؤ مگر تم مجھ سے اوپر ہو کر اس میں گھسے چلے جاتے ہو‘‘۔ واللہ اعلم

**واستغفر الله من الخطأ و الزلل۔**

(اسے تحریر کیا ہے اپنے رب کی معافی کے محتاج وفقیر معیصفی نے ۲۵/ ۳/ ۲۰۱۲ کو۔

اللہ کی توفیق سے اس کا ترجمہ ۷/۱۱/ ۲۰۱۷ء کو مکمل ہوا ہے۔

یہ پوری بحث مجھے نہایت مفید مطلب نظر آئی اس لئے میں نے اسے کامل طور پر اپنی اس کتاب میں شامل کر کے ہدیۂ قارئین کر دیا ہے۔(فیضی))

# بدعت کی معرفت کے اصول

● قرآن وسنت میں اتباع وفرمانبرداری اور شریعت کے مقررہ طور طریقوں کی پابندی پر از حد زور صرف کیا گیا ہے اور دین میں ایجادات اور خود ساختہ اطوار اور نت نئی راہیں نکالنے کی سخت مذمت کی گئی ہے اس لئے کہ انسانی عقل کوتاہ ہوتی ہے اور بار بار راہ راست کے تعین میں ناکام ہوتی ہے اور بہک بہک جاتی ہے بلکہ راہ عمل کے متعین ہونے کے باوجود ٹامک ٹوئیاں مارنے لگتی ہے، اسی لئے اسے دین وشریعت کا پابند کیا گیا ہے کیونکہ یہ اس ہستی کی طرف سے مقرر کردہ ہے جو ہر کمال کی تنہا سزاوار ہے۔ مگر ہر زمانے میں یہ بات ملاحظہ کی گئی کہ لوگ کامرانی اور فلاح کے اس ٹھوس اصول پر قائم نہیں رہے بلکہ وہ دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرتے رہے اور یہ ایجادات بسا اوقات نیک نیتی اور اچھے جذبات کے ساتھ ہوتی رہی ہیں مگر اس کی وجہ سے دین کا اصلی چہرہ مسخ ہوگیا اور حق وباطل اس قدر خلط ملط ہوگئے کہ عام آدمی کے لئے صحیح اور غلط کی تمیز بیحد دشوار ہوگئی بلکہ شیطانی تزئین اور جہالت کے غلبے کی وجہ سے باطل ہی کو حق کی جگہ مل گئی اور حق مبغوض ہوگیا، سنتوں کی جگہ بدعتوں نے لے لی جس کی وجہ سے امت ہر خیر سے محروم ہوتی گئی اور شرور وفتن سے ایسی دوچار ہوئی کہ اپنی شناخت ہی گم کر بیٹھی اور غیر اقوام کی تبعیت اور اندھی تقلید ہی کو اس نے اپنا شعار بنالیا اور نتیجے میں اللہ کی رحمت سے دور ہوگئی اور ذلت وخواری کی انتہا کو جا پہنچی۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک سنت وبدعت میں امتیاز نہیں ہوگا اسلام کے مصدر صافی تک رسائی ناممکن ہوگی جو کامیابی اور نجات کے لئے لازم اور ناگزیر ہے۔

ایک افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ آج مدارس سے جو کھیپ میدان عمل میں آرہی ہے وہ بیشتر اصولی علم سے عاری ہوتی ہے، اس لئے ان کی بحثوں میں کوئی نظم ہوتا ہے نہ کسی ضابطے کی پابندی ملتی ہے، وہ آغاز سے انجام تک بس آزاد شاعری کی طرح بلا ردیف وقافیہ ہی چلتی ہے اور معنویت تو ایک طرف اس کے طول وعرض میں بھی کسی موزونیت کی حاجت نہیں رہتی ہے، جی ہاں ! جہاں معنی سمجھ میں نہ آئے اور عبارت چیستاں بن جائے گوئے سبق وہیں ہوتا ہے۔ زبان کی شرط بھی کوئی مسئلہ نہیں رہی، چاہے پٹھانی اردو بولئے یا لکھیے چاہے گجراتی یا مراٹھی۔ کثرت کلام میں حقیقت غائب ہوجاتی ہے چرب زبانی سچائی کو کھا جاتی ہے، اس عموم بلوی میں جاہلوں کی بھی بن آتی ہے، جو پرلے درجے کے لال بجھکڑ ہونے کے باوجود بڑی بڑی علمی بحثوں میں علماء کے منہ آتے ہیں اور تال ٹھونک ٹھونک کر چیلنج کرتے پھرتے ہیں اور مناظرے کی راگ الاپتے ہیں۔ ادب اور تہذیب کی مٹی ایسی پلید ہوئی ہے کہ

الامان والحفیظ۔ امت کی خیر ہو اور رہے نام اللہ کا۔

چونکہ بدعت کے مسائل موضوع زیر بحث میں انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اس لئے چند صفحات ان کے لئے بھی خاص کئے گئے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

**بدعت کا لغوی معنی :** (بدع) کا مادہ لغت میں دو معنوں میں استعمال ہوا ہے :

۱۔ کسی سابقہ مثال کے بغیر کسی چیز کا ایجاد کرنا۔ ۲۔ تھک جانا اور عاجز ہو جانا۔

اور یہ دوسرا معنی بھی پہلے ہی کی طرف لوٹتا ہے، کہا جاتا ہے: ''أبدعت الابل'' اونٹ کسی کمزوری، بیماری یا عاجزی کی وجہ سے تھک کر بیٹھ گئے۔ یعنی ان کے اندر نئے سرے سے تکان شروع ہوئی جبکہ پہلے یہ تکان ان میں نہ پائی جاتی تھی۔

**بدعت کا شرعی معنی :** اس کا شرعی معنی سمجھنے کے لئے حسب ذیل حدیثوں پر غور کرنا چاہیے :

۱۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ''

''دیکھنا نئی چیزوں سے بچنا، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔ ①

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کے خطبوں کے متعلق وارد ہے کہ آپ پڑھا کرتے تھے :

''إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ''

''سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور بدترین باتیں وہ ہوتی ہیں جو نو ایجاد ہوتی ہیں، اور ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے''۔ ②

ان دونوں حدیثوں سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ بدعت وہ ہوتی ہے جو نئی ایجاد کی جاتی ہے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ دیکھا جائے کہ سنت مطہرہ میں (احداث) نئی ایجاد کا معنی کیا بیان کیا گیا ہے؟ اور اس کی معلومات حسب ذیل حدیثوں سے ملتی ہے :

① ابوداؤد: ۴۶۰۷ البانی نے صحیح کہا ہے۔ ② نسائی۔ البانی نے صحیح کہا ہے، صحیح وضعیف سنن النسائی: ۱۸۵۷۔

۳۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''۔

''جس نے ہمارے اس امر (یعنی دین) میں وہ چیز ایجاد کی جو اس کا حصہ نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔ ①

۴۔ اور ایک روایت میں ہے : ''مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ''

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے''۔ ②

اگر مذکورہ بالا چاروں حدیثوں پر غور کیا جائے تو ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ شارع کی نظر میں بدعت کی جامع تعریف اور حقیقت کیا ہے؟

مذکورہ احادیث میں شرعی بدعت کی تین قیود بیان کی گئی ہیں جو اسی کے ساتھ مختص ہیں، لہٰذا شریعت کی کوئی چیز اس وقت تک بدعت نہیں ہوگی جب تک اس میں وہ تینوں باتیں نہ پائیں جاتی ہوں اور وہ حسب ذیل ہیں :

۱۔ اِحداث (نئی ایجاد)۔ ۲۔ اس ایجاد کو دین کی طرف منسوب کیا جائے۔

۳۔ اس ایجاد کا مستند بطریق خاص یا عام کوئی شرعی اصول نہ ہو۔

ان تینوں قیود کی وضاحت حسب ذیل ہے :

## ۱۔ احداث (نئی ایجاد)

اس قید کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: (من أحدث) جس نے کوئی نئی چیز ایجاد کی اور (وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ) ہر نئی ایجاد کی ہوئی چیز بدعت ہے'' ہے۔

احداث (نئی ایجاد) سے مراد کوئی بھی ایسی بات ہے جو بغیر کسی سابقہ مثال کے نئی نئی کی گئی ہو۔ اب اس میں ہر وہ بات داخل ہوگئی جو نئی نئی پیدا کی گئی ہو خواہ وہ محمود (اچھی ہو) یا مذموم (بری) ہو۔ دین میں ہو یا دین سے باہر ہو۔ اور چونکہ یہ نئی ایجاد دنیاوی امور میں بھی واقع ہوتی ہے اور دینی امور میں بھی، اس لئے اس احداث (نئی ایجاد) کے لئے دو قیود لازم ہیں جو حسب ذیل ہیں :

## ۲۔ وہ ایجاد دین کی طرف منسوب ہو۔

اور اس قید کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول : (في أمرنا هذا) ہمارے اس امر میں ہے۔ اور یہاں ان

① بخاری: ۲۶۹۷، مسلم: ۱۸/۱۷۱، اور الفاظ انہیں کے ہیں۔ ② مسلم: ۱۸/۱۷۱۸۔

کے امر سے مراد ان کا دین اور ان کی شریعت ہے۔

چنانچہ بدعت میں جو معنی مقصود ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایجاد شریعت کی طرف منسوب ہو اور کسی بھی طرح سے اس کی نسبت دین کی طرف کی گئی ہو، اور اس معنی کا حصول ان تین میں سے کسی ایک اصل سے ہو جائے گا :

**اول :** اللہ کا تقرب ایسی چیزوں سے حاصل کیا جائے جو اس نے مشروع نہ کی ہوں۔

**دوم :** نظام دین کے خلاف خروج۔

**سوم :** ایک تیسری اصل بھی اسی کے ساتھ لاحق ہے اور وہ ہے: بدعتوں کی طرف لے جانے والے ذرائع۔

اور اس قید سے مادی ایجادات اور دنیوی اختراعات جن کا دینی معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بدعت کی تعریف سے نکل جاتے ہیں، اسی طرح وہ معصیتیں اور منکرات بھی اس سے خارج ہیں جو پہلے موجود نہیں تھے بعد میں وجود میں آئے۔ ان کا شمار بدعتوں میں نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر ان سے تقرب الی اللہ مقصود ہو جائے یا وہ اس بات کا ذریعہ بن جائیں کہ انہیں دین ہی کا حصہ سمجھا جانے لگے تو اس صورت میں ان کا شمار یقینا بدعتوں میں کیا جائے گا۔

۳۔ اس ایجاد کا مستند بطریق خاص یا عام کوئی شرعی اصل نہ ہو۔

اور اس قید کی دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد : **(مالیس منه)** جو اس کا حصہ نہیں ہے، اور **(لیس علیه امرنا)** جس پر ہمارا حکم نہ ہو' ہے۔

لہٰذا دین میں اس نئی بات یا ایجاد کی ایک مثال جس کا مستند کوئی عام شرعی دلیل ہو جو مصالح مرسلہ سے ثابت ہو؛ صحابہ رضی اللہ عنہ کا قرآن کریم کو جمع کرنا ہے۔

اور دین میں ایجاد کی ہوئی کسی چیز کا مستند خاص شرعی دلیل ہونے کی مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صلاۃ تراویح کی ایک ہی جماعت کی ایجاد ہے، اس کا مستند خاص دلیل شرعی ہے اور اسی کے مثل وہ شرعی کام ہیں جو متروک ہو چکے ہوں اور بعد میں ان کا احیا کیا جائے، اس کی مثالوں میں زمان ومکان کے اعتبار سے واضح فرق ہو سکتا ہے۔ اس کی ایک مثال غفلت کے مواقع پر اللہ کا ذکر کرنا ہے۔

لفظ احداث کے لغوی معنی پر غور کرتے ہوئے کسی شرعی دلیل پر مستند امور کو محدثات کہنا بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ متروک ومجہول ہونے کے بعد ان کی ابتدا دوبارہ ہوتی ہے وہ از سر نو شروع کی جاتی ہیں، اس لئے یہ احداث نسبی ہے۔ یعنی نسبتاً اسے نو ایجاد کہہ دیا جاتا ہے۔

جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ جس چیز کی صحت اور ثبوت کی کوئی شرعی دلیل موجود ہو اسے شریعت کی نظر میں احداث

(نئی ایجاد) نہیں کہا جاتا ہے اور نہ ہی وہ چیز ابتداع کے زمرے میں شامل ہوتی ہے۔ شریعت کی نظر میں احداث اور ابتداع (بدعتیں پیدا کرنے) کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جن کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

**اور مذکورہ تینوں قیود کے اثبات واقرار میں اہل علم کے فرمودات حسب ذیل ہیں :**

**علامہ ابن رجب فرماتے ہیں :**

''جس کسی نے کوئی چیز ایجاد کر کے اسے دین کی طرف منسوب کر دیا اور دین میں اس کی کوئی اصل نہ ہو جس کی طرف وہ لوٹتی ہو تو وہ گمراہی ہے، اور دین اس سے بری ہے''۔ ①

**مزید فرمایا :** ''بدعت سے مراد وہ نو ایجاد شئی ہے جس کی شریعت میں کوئی ایسی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرتی ہو، اور جس چیز کی کوئی ایسی اصل موجود ہو جو اس پر دلالت کرتی ہو تو شرعی اعتبار سے وہ بدعت نہیں ہے گو لغوی اعتبار سے بدعت ہو''۔ ②

**علامہ ابن حجر فرماتے ہیں :**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد : ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' ''ہر بدعت گمراہی ہے''۔ ③

سے مراد وہ نئی ایجاد ہے جس کی شریعت میں بطریق خاص یا عام کوئی دلیل نہ ہو۔

**مزید فرمایا :**

یہ حدیث یعنی : ''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''

''جو ہمارے اس امر (یعنی دین) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے''۔

کا شمار اصول اسلام اور اس کے قواعد میں ہوتا ہے؛ کیونکہ جو شخص دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرتا ہے جس کی شہادت اس کے اصولوں میں سے کوئی اصل نہ دیتی ہو تو اس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا''۔ ④

## • بدعت کی شرعی تعریف :

سابقہ تفصیلات کی روشنی میں ہمارے لئے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ ہم شرعی اعتبار سے بدعت کے معنی کی تعیین کر سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس چیز کے اندر سابقہ تینوں قیود پائی جائیں وہ بدعت ہے۔ اور ممکن ہے کہ مذکورہ قیود کے ساتھ بدعت کی جامع تعریف ان الفاظ میں کی جائے کہ : ''بدعت وہ نئی بات ہے جو اللہ کے دین میں ایجاد کی

① جامع العلوم والحکم: ۲/۱۲۸۔
② جامع العلوم والحکم: ۲/۱۲۷۔
③ فتح الباری: ۱۳/۲۵۴۔
④ فتح الباری: ۵/۳۰۲۔

جائے اور اس پر دلالت کرنے والی کوئی خاص یا عام شرعی دلیل موجود نہ ہو‘‘۔

## یا مختصر لفظوں میں یوں کہا جائے کہ :

’’بدعت وہ چیز ہوتی ہے جو دین میں بلا دلیل ایجاد کی جاتی ہے‘‘۔ ①

## • بعض ان امور کا بیان جن کا پایا جانا بدعت میں شرط نہیں ہے :

یہاں بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض ان امور کا بیان کر دیا جائے جنھیں کچھ لوگ بدعت کے خصائص میں سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔ ان میں سے کچھ باتیں حسب ذیل ہیں :

۱۔ بدعت میں یہ شرط نہیں ہے کہ اس میں کچھ بھی فوائد نہ پائے جاتے ہوں، بلکہ یہ عین ممکن ہے کہ اس میں کچھ فوائد موجود ہوں، کیونکہ بدعت اس خالص باطل کے قبیل سے نہیں ہوتی ہے جس میں ذرا بھی حق نہیں پایا جاتا ہے اور نہ اس کا تعلق اس شرِ محض سے ہے جس میں سرے سے کوئی خیر ہی نہیں پایا جاتا ہے۔

مگر ان فوائد کے پائے جانے کی وجہ سے کوئی بدعت مشروع نہیں ہو جاتی ہے، کیونکہ بدعت میں جو پہلو غالب ہوتا ہے وہ مفسدہ (یعنی نقصان) کا ہوتا ہے اور فائدہ اور منفعت کا پہلو اس میں مرجوح ہوتا ہے؛ اس لئے نہ اس پر اعتماد کیا جاتا ہے نہ وہ قابل التفات ہوتا ہے۔

## • ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

’’بلکہ یہود و نصاریٰ کو بھی اپنی عبادتوں میں فوائد ملتے ہیں، کیونکہ یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ کسی حد تک اپنی جنس کی مشروع عبادت پر مشتمل ہوتی ہے، اسی طرح یہ بھی ضرور ہوتا ہے کہ ان کی باتیں کسی حد تک سچائی پر مشتمل ہوں اور ان کا تعلق انبیاء سے ماثور و منقول باتوں سے ہو لیکن اس کے باوجود یہ چیز اس بات کی موجب نہیں ہے کہ ہم ان کی عبادتیں انجام دینے لگیں یا ان کی باتوں کی روایت کرنے لگیں۔

کیونکہ یہ ناگزیر ہے کہ تمام مبتدعات (بدعتیں) اپنے اندر موجود کچھ خیر کے باوجود راجح شر پر مشتمل ہوتی ہیں، اس لئے کہ اگر ان کا خیر راجح ہوتا تو شریعت نے اسے نظر انداز نہ کیا ہوتا۔

چنانچہ ہم اس کے بدعت ہونے پر اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ اس کا گناہ اس کے نفع سے بڑا ہے اور یہی چیز نہی (یعنی ممانعت) کی موجب ہے، اور میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے بعض اشخاص سے اس کا گناہ کسی معارض:

---

① قدرے اختصار کے ساتھ از قواعد معرفۃ البدع ۱۸۔۲۳ مولفہ حسین جیزانی۔

اجتہاد یا دیگر اسباب کی وجہ سے زائل بھی ہو جائے۔ ①

۲۔ بدعت میں یہ بھی شرط نہیں کہ اس پر مداومت برتی جائے یا بتکرار اسے انجام دیا جائے، بلکہ کبھی کوئی چیز بلا تکرار ایک ہی بار انجام دی جاتی ہے مگر وہ اس کے باوجود بدعت ہوتی ہے، مثلاً گناہوں یا عادتوں کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرنا۔

۳۔ بدعت میں یہ شرط نہیں ہے کہ اسے قربت اور عبادت ہی کے قصد سے کیا جائے، بلکہ اس قصد کے بغیر بھی کوئی چیز بدعت ہوسکتی ہے، مثلاً نظام دین سے خروج کی جہت سے حاصل ہونے والی بدعتوں میں قربت کی شرط نہیں ہوتی ہے۔ جیسے کافروں کی مشابہت، اسی طرح بدعتوں کی طرف لے جانے والے ذرائع میں بھی اس کی شرط نہیں ہے۔ مگر عام طور پر۔ بالخصوص عبادات کے باب میں۔ ہوتا یہی ہے کہ وہ بدعتیں قربت کی نیت ہی سے انجام دی جاتی ہیں۔

۴۔ بدعت میں یہ شرط نہیں ہے کہ اس کا کرنے والا سوءِ قصد اور فسادِ نیت سے متصف ہو، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بدعتی کا ارادہ خیر کا ہی ہو مگر اس کے باوجود اس کے اس عمل کو بدعت ضلالت ہی سے موصوف کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر میں وارد ہوا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''كَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ''

''خیر کا ارادہ کرنے والے کتنے ایسے لوگ ہیں جو ہرگز اسے حاصل نہیں کر پائیں گے''۔ ②

۵۔ بدعت میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے اوپر دلالت کرنے والے عام دلائل سے خالی ہو، بلکہ ممکن ہے عموم کی جہت سے عام مطلق دلائل اس کی مشروعیت پر دلالت کرتے ہوں، مگر خصوص کی جہت سے وہ اس کی مشروعیت کی دلیل نہ ہوں؛ کیونکہ وصف عموم واطلاق کی رو سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جسے مشروع کیا ہے وہ اس بات کا مقتضی نہیں ہوتا کہ وصف خصوصی وتقیید کی رو سے بھی مشروع ہو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ ذِكۡرٗا كَثِيرٗا﴾ [الاحزاب:۴۱]۔

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو''۔

اپنے عموم کے اعتبار سے اس بات کا مقتضی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے علی وجہ الخصوص عیدین کی اذان مشروع کر دی جائے۔

---

① اقتضاء الصراط المستقیم: ۲/ ۶۰۹۔ ۶۱۰، ۷۵۹۔

② یہ بات انھوں نے اس وقت کہی تھی جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں حلقہ لگائے بیٹھے ہیں، اور ہر حلقے میں ایک شخص (متعین) ہے، اور ان کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں، پھر وہ کہتا ہے: سو بار تکبیر پڑھو۔ اس کی تخریج دارمی نے اپنی سنن میں کی ہے: ۱/ ۶۸۔ ۶۹۔

# بدعت اور عبادت کے متعلق کچھ اہم قواعد

● عام طور پر بدعت کی اصطلاحی تعریف یہی کی جاتی ہے کہ وہ :

**''البدعة طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشرعية، يقصد بالسلوك عليها المبالغة في التعبدلله سبحانه''**

''دین میں ایک ایسا ایجاد کردہ طریقہ ہے جو مشروع جیسا لگتا ہے، اس پر عمل کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہوتا ہے''۔ (یعنی شرعی طریقے کے مشابہ لگتا ہے مگر حقیقت میں ایسا ہوتا نہیں ہے بلکہ وہ اس کے برعکس ہوتا ہے)[1]

**ا۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبولیت اعمال کی دو شرطیں ہیں :**

اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں کوئی بھی عمل اس وقت تک مقبول نہیں ہوتا جب تک اس کے اندر دو شرطیں نہ پائی جائیں :

**اول :** وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے انجام دیا گیا ہو۔

**دوم :** وہ صالح ہو، اور کوئی بھی عمل اس وقت تک صالح نہیں ہوسکتا جب تک وہ سنت کے موافق نہ ہو اور اس کی مخالفت سے خالی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَمَن كَانَ يَرْجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا﴾ [الکہف:۱۱۰]۔

''تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے''۔

اور نبی ﷺ کی سنت کی موافقت اور ان کی اتباع اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتی جب تک حسب ذیل چھ (٦) امور میں شریعت کی موافقت نہ کی جائے :

**ا۔ سبب :** جب کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرتا ہے جو کسی ایسے سبب سے جڑی ہوتی ہے جو شرعی طور پر ثابت اور معتبر نہیں ہوتا ہے تو اس کی وہ عبادت ایک مردود بدعت ہو جاتی ہے۔

---

[1] دیکھیے: الاعتصام للشاطبي: ۱/ ۵۳۔

● مثال : کوئی شخص رجب کی ۲۷ ویں شب کو اس لئے شب بیداری اور قیام اللیل کرتا ہے کہ اسی رات رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوئی تھی تو اس کا یہ عمل بدعت ہوگا، حالانکہ تہجد اور قیام اللیل ایک مشروع عبادت ہے مگر جب اسے مذکورہ سبب کے ساتھ جوڑ دیا گیا تو وہی عمل بدعت ہوگیا کیونکہ اس عبادت کی بنیاد ایک ایسے سبب پر رکھی گئی ہے جو شرعی طور پر ثابت نہیں ہے۔ اور یہ وصف یعنی کسی عبادت کا سبب میں شریعت کے موافق ہونا بہت ہی اہم بات ہے کیونکہ اس سے بہت سی وہ بدعتیں نمایاں ہوجاتی ہیں جنھیں سنت سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ ان کا سنت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ **جنس** : یہ بھی لازم ہے کہ کوئی بھی عبادت اپنی جنس میں شریعت کے موافق ہو، اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرتا ہے جو اپنی جنس کے اعتبار سے مشروع نہ ہو تو وہ عبادت نامقبول ٹھہرے گی۔

● مثال : اگر کوئی شخص گھوڑے کی قربانی کرے تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہوگی کیونکہ اس نے جنس میں شریعت کی مخالفت کی ہے، اس لئے کہ شریعت نے صرف بھیمۃ الانعام یعنی اونٹ، گائے، بیل، بھینس اور بھیڑ بکریوں ہی کی قربانی کی اجازت دی ہے اور قربانی کے جانوروں کو مذکورہ اجناس میں محصور کردیا ہے۔

۳۔ **مقدار (یعنی عدد یا کمیت)** : اگر شریعت نے کسی عبادت کے لئے کوئی عدد مقرر کردیا ہے یا کمیت متعین کردی ہے تو اس میں کمی بیشی کرنا بدعت ہے، اسی طرح اگر شریعت نے کسی عبادت کے لئے کوئی عدد معین نہیں کیا ہے مگر اس میں اپنی طرف سے کوئی عدد متعین کردیا جائے تو یہ تعیین بدعت ہوگی۔ اگر کوئی شخص بطور فرض مقررہ نمازوں سے زائد کوئی نماز ادا کرے تو اس کی اس نماز کا شمار غیر مقبول بدعتوں میں ہوگا، کیونکہ مقدار کے اعتبار سے اس میں شریعت کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

● مثال : اگر کوئی شخص ظہر کی فرض نماز پانچ رکعت ادا کرے تو بالاتفاق اور بدرجۂ اولیٰ اس کی نماز باطل ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پانچ وقت کی نمازوں کے سوا کسی چھٹی نماز کا بطور فرض اضافہ کرے تو وہ بھی بدعت اور باطل ہوگی۔ عام طور پر شریعت میں اوارد و اذکار اور دعاؤں میں جو حضرات خاص مقاصد کے لئے اپنی طرف سے ۱۰۰/ بار ۱۰/ بار یا کم وبیش کی تعیین کر لیتے ہیں وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

۴۔ **کیفیت (ہیئت)** : اگر کوئی شخص شریعت میں وارد کسی عبادت کی کیفیت اپنی طرف سے بدل دے یا عبادت میں اپنی طرف سے کسی خاص کیفیت کا اضافہ کرے تو وہ بدعت اور باطل ہوگی۔

● مثال : اگر کوئی شخص یوں وضو کرے کہ پہلے اپنے پاؤں دھوئے، پھر سر کا مسح کرے، پھر چہرہ دھوئے تو

اس کا وضوء باطل ہوگا، کیونکہ وہ شخص کیفیت میں شریعت کی مخالفت کر رہا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی نماز کی ابتدا سجدوں سے کرے، پھر رکوع کرے، پھر قیام تو اس کی نماز کیفیت میں شرعی مخالفت کی وجہ سے باطل ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس بات کی پابندی کرے کہ وہ ایک ہی پاؤں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو اس کا یہ عمل بدعت اور مردود قرار پائے گا۔

**۵۔ زمانہ :** اگر کوئی عبادت کسی زمانے کے ساتھ خاص ہے تو اس زمانے کی رعایت نہ کرنا یا کوئی عبادت مطلق ہے تو اس کو بلا دلیل شرعی کسی زمانے کے ساتھ خاص کرنا بدعت اور مردود ہے۔

- مثال : اگر کوئی شخص پہلی ذی الحجہ کو قربانی کرے تو اس کی قربانی زمانے کے متعلق شریعت کی مخالفت کی وجہ سے غیر مقبول ہوگی، اسی طرح اگر کوئی شخص وقت سے پہلے نماز پڑھ لے یا حج کے مہینوں کے علاوہ میں حج کرے تو یہ سب اعمال باطل ہوں گے۔ ایسے ہی مخصوص اوقات اور مہینوں میں میلاد وغیرہ کا اہتمام کرنا بدعت ہوگا۔

**۶۔ مکان (جگہ) :** اگر کوئی عبادت کسی جگہ کے ساتھ خاص ہے تو اس جگہ کو چھوڑ کر اس عبادت کو انجام دینا یا اگر کوئی عبادت مطلق ہے تو اس کو کسی جگہ کے ساتھ خاص کرنا بدعت ہے۔

- مثال : اگر کوئی شخص مسجد کے علاوہ کہیں اور اعتکاف کرے تو اس کا اعتکاف درست نہیں ہوگا، کیونکہ شرعی اعتبار سے اعتکاف کے لئے مسجدوں کی شرط لگائی گئی ہے، اس لئے اگر کوئی عورت یہ کہے کہ میں اپنے گھر کے مصلے پر ہی اعتکاف کر لیتی ہوں تو اس کا یہ اعتکاف جگہ کے متعلق شریعت کی مخالفت کی وجہ سے درست نہیں ہوگا۔

## ۲۔ سنت کی دو قسمیں ہیں :

### سنت فعلیہ اور سنت ترکیہ :

**علامہ البانی رحمہ اللہ اپنی کتاب: ''حجۃ النبی ﷺ'' (ص ۱۰۰-۱۰۱) میں فرماتے ہیں :**

''اصحاب تحقیق اہل علم کے یہاں یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ ہر وہ مزعوم عبادت جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول سے ہمارے لئے مشروع کیا ہو نہ خود اپنے فعل سے اسے ذریعۂ تقریب بنایا ہو تو وہ سنت کی مخالف قرار پائے گی کیونکہ سنت کی دو قسمیں ہیں : سنت فعلیہ اور سنت ترکیہ، لہٰذا ان عبادتوں میں سے رسول اللہ ﷺ نے جنھیں ترک کر دیا ہو ان کا ترک کر دینا ہی سنت ہوگا، مثلاً کیا آپ نہیں دیکھتے کہ عیدین کے لئے اور میت کو دفن کرنے کے لئے اذان نہیں دی جاتی ہے حالانکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تعظیم ہی ہے، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے

تقرب کے لئے اذان دینا جائز نہیں ہے، اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ ایک ایسی سنت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے ترک کر دیا تھا، اور ان کے صحابہ نے اس معنی کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا، اس لئے کثرت کے ساتھ ان کی طرف سے بالعموم بدعتوں سے دور رہنے کی نصیحتیں اور ہدایتیں منقول ہیں، جیسا کہ ان کا تذکرہ اپنے مقام پر آیا ہے، یہاں تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

''كُلَّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَعْبَدُوْهَا''

''ہر وہ عبادت جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے نہ کی ہو تم بھی وہ عبادت نہ کرو''۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

''اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا، فَقَدْ كُفِيْتُمْ، عَلَيْكُمْ بِالْأَمْرِ الْعَتِيْقِ''

''اتباع کرو بدعتیں نہ نکالو، اس لئے کہ تمہاری کفایت کی جا چکی ہے، تم تو بس پرانی باتوں پر جمے رہو''۔

(یعنی اللہ، رسول کی باتوں اور صحابہ کے طور طریقوں اور ہدایتوں پر جمے رہو)

پس خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت میں اپنے نبی ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس نے اپنی عبادت میں کسی بدعت کی آمیزش نہیں کی، تب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی نیکیوں کی قبولیت اور اس کی جنت میں اپنے داخلے کے سلسلے میں پر امید رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے جو کان لگا کر باتیں سنتے ہیں اور اچھی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں''۔ انتھی

## سنت ترکیہ کی طرح ایک چیز بدعت ترکیہ بھی ہوتی ہے :

جس طرح بدعت فعل و عمل میں ہوتی ہے اسی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے۔ اگر کسی جائز چیز کو بطور تدین ترک کر دیا جائے تو اس کا شمار دینی اعتبار سے بدعتوں میں ہوتا ہے۔

خواہ وہ متروک شیئ مباح ہو یا اس کا تعلق ان چیزوں سے ہو جو مامور بہ ہیں (یعنی جن کا حکم دیا گیا ہے) اور خواہ اس کا تعلق معاملات سے ہو، یا عبادات سے، اور یہ ترک قول، یا فعل یا اعتقاد کسی طرح سے بھی ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس ترک سے مقصد اللہ کی عبادت ہو، ایسی صورت میں اپنے ترک کی وجہ سے آدمی بدعتی ہو جاتا ہے۔[1]

اور اس طرح کی چیزوں میں ترک کا شمار بدعتوں میں ہوتا ہے اس کی ایک دلیل ان تین لوگوں کا واقعہ ہے جو نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق استفسار کرنے کے لئے ان کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف گئے تھے، پھر

[1] دیکھئے: الاعتصام للشاطبی: ۱/ ۵۸۔

جب انہیں اس کے متعلق بتایا گیا تو گویا انھوں نے اسے کم سمجھا اور کہنے لگے: کہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کہاں ہم؟ ان کا تو اگلا پچھلا سب اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے، ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ رات بھر نمازیں پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا: میں ہر دن روزے رکھوں گا افطار کی حالت میں نہیں رہوں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا کبھی شادی ہی نہیں کروں گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انھوں نے فرمایا: ''یہ تمھیں لوگ ہو جنھوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ آگاہ رہو کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا تقویٰ رکھنے والا ہوں؛ مگر میں تو روزے اور افطار دونوں حالتوں میں رہتا ہوں، نمازیں پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، پھر جو میری سنت سے منہ موڑے گا اس کا میرا کوئی واسطہ نہیں''۔ ①

● یہاں سنت سے مراد وہ سنت نہیں جو فرض کے مقابل آتی ہے بلکہ سنت سے مراد طریقہ ہے، اور اس سے اعراض اور منہ موڑ لینے کا مطلب میرا طریقہ چھوڑ دینا اور دوسرے کا طریقہ اختیار کر لینا ہے اور جو ایسا کرے گا میرا اس کا کوئی رشتہ نہیں ہوگا۔ ②

## سابقہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں :

بدعت فعلیہ اور بدعت ترکیہ۔ اسی طرح یہ بھی واضح ہو گیا کہ سنت کی بھی دو قسمیں ہیں : سنت فعلیہ اور سنت ترکیہ۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جس طرح فعل میں ہوتی ہے اسی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تقرب اِلی اللہ کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ بشرطیکہ وہ ان کی خصوصیات میں سے نہ ہو۔ اسی طرح ان کے ترک میں بھی ہم سے ان کی پیروی کا مطالبہ کیا ہے، چنانچہ واضح ہوا کہ ترک بھی سنت ہے اور فعل بھی سنت ہے، اور ہم جس طرح ان کے فعل کو ترک کر کے اللہ کا تقرب نہیں حاصل کرتے اسی طرح ان کی ترک کی ہوئی چیزوں کو عمل میں لا کر بھی اس کا تقرب نہیں حاصل کرتے ہیں، لہٰذا یہ بات ذہن نشین رہے کہ ان کی ترک کردہ چیزوں کا فاعل ان کے فعل کے تارک کی طرح ہے اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ③

## ۳۔ بدعات کا حکم :

بدعتیں سب کی سب حرام ہیں ان میں کوئی بدعت ایسی نہیں ہے جسے صرف مکروہ کہا جائے۔

---

① بخاری : ۵۰۶۳ ، مسلم : ۱۴۰۱۔ ② دیکھئے : فتح الباری لابن حجر : ۱۰۵/۹۔

③ دیکھئے: الاعتصام للشاطبی: ۱/۵۷-۶۰ اور اس موضوع کی دیگر کتب، بحوالہ نور السنة وظلمات البدعة للقحطانی: ص ۷۲-۷۳۔

**علامہ البانی رحمہ اللہ ''حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' (۱۰۳) میں فرماتے ہیں :**

''مگر اس بات کا علم رکھنا ہم پر واجب ہے کہ وہ چھوٹی سی چھوٹی بدعت جس کا آدمی دین میں ارتکاب کرتا ہے اس بات کے واضح ہوجانے کے بعد کہ وہ بدعت ہے حرام ہی ہوتی ہے، کیونکہ بدعتوں میں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی ہے جو فقط مکروہ ہو۔ انتھی

اور امام شاطبی نے الاعتصام (۲/۴۹) میں بدعت کی جو دو قسمیں حرام اور مکروہ بتائی ہیں وہاں ان کی مراد کراہت تحریمی ہے کراہت تنزیہی نہیں، اس لئے کہ انھوں نے حرمت میں بدعتوں کے مختلف درجات بتانے کے بعد سب کا شمار ضلالت میں کیا ہے۔ چنانچہ الاعتصام (۲/۴۹) میں فرماتے ہیں :

''جب یہ بات مقرر ہوچکی کہ مذمت اور نھی میں ساری بدعتیں ایک ہی درجے کی نہیں ہیں اور ان میں کچھ مکروہ ہیں اور اسی طرح ان میں کچھ حرام ہیں تو ضلالت کا وصف انہیں لازم ہے اور ان کی سب قسموں کو شامل ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے یہ اصول ثابت ہوچکا ہے کہ: ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' ہر بدعت گمراہی ہے۔ انتھی

آپ دیکھ رہے ہیں کہ انھوں نے ہر بدعت کو بلا تفریق گمراہی سے موصوف کیا ہے، اور گمراہی کا ارتکاب حرام ہی ہوتا ہے۔

**علامہ البانی رحمہ اللہ نے علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کا اقتباس ''الاجوبة النافعة'' (ص ۹۶-۹۷) میں نقل فرمایا ہے جو حسب ذیل ہے :**

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے تھے تو ان کی آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں، آواز بلند ہوجاتی تھی، غضبنا کی میں شدت آجاتی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کسی لشکر کی آمد سے ڈرانے والے شخص ہوں جو یہ کہتا ہو کہ خبردار لشکر تمہیں صبح صبح اور سر شام ہی آلے گا، اور فرماتے :

أما بعد! (یعنی حمد وصلاۃ کے بعد) یہ جان لو کہ سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے، اور سب سے بری باتیں ان کی نئی ایجادات ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

**اس کی تخریج مسلم نے کی ہے (اور انہیں کی ایک روایت میں ہے) :**

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ جمعہ کے دن ہوتا تھا، آپ اللہ کی حمد وثنا کرتے پھر اس کے بعد فرمایا کرتے اور عالم یہ ہوتا

تھا کہ آپ کی آواز بلند ہو چکی ہوتی تھی''۔

(اور ان کی ایک دوسری روایت میں ہے ) :

''مَنْ يَّهْدِي اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ''

''جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں''۔

اور آنحضرت کے اس قول ''وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ'' اور ہر گمراہی جہنم میں ہے سے مراد یہ ہے کہ بدعتی جہنم میں ہوگا جو گمراہی کو اپناتا ہے۔

اور لغت میں بدعت ہر اس عمل کو کہتے ہیں جو بلا کسی مثال کے کیا گیا ہو، اور یہاں مراد وہ عمل ہے جس کی شریعت پہلے سے کتاب وسنت سے موجود نہ ہو۔

اور یہ حدیث ہر بدعت کے ضلالت ہونے پر دلالت کرتی ہے اور جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں ان کا یہ ارشاد عام مخصوص نہیں ہے۔

## علامہ البانی رحمہ اللہ ''مساجلہ علمیہ'' پر اپنی تعلیق کے (ص ۳) میں فرماتے ہیں :

''شرعی بدعتیں تو سب کی سب ضلالت ہیں؛ کیونکہ آنحضرت علیہ السلام کا ارشاد: ''ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں ہے'' عام ہے۔

اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''صلاۃ التراویح'' (ص ۲۴-۲۵) میں صاحب ''مجالس الابرار'' شیخ ملا احمد رومی کا حسب ذیل اقتباس نقل فرمایا ہے جس سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے، فرماتے ہیں :

''...اور جب فقہاء نے ''صلاۃ الرغائب''، اور اسے باجماعت ادا کرنا، خطبوں اور اذانوں میں طرح طرح کے سروں، رکوع میں قرآن کی تلاوت، جنازے کے آگے جہری ذکر اور اسی طرح کی چیزوں کو منکر قسم کی بدعتوں میں شمار کیا ہے تو جو شخص ان کے حسن کا قائل ہوگا (یعنی انہیں بدعات حسنہ ٹھہرائے گا) تو اس سے کہا جائے گا کہ :

''جس کا حسن شرعی دلائل سے ثابت ہو وہ یا تو بدعت ہی نہ ہوگی، لہٰذا ''ہر بدعت گمراہی ہے'' والی حدیث اپنے عموم پر باقی رہے گی، اور ''ہر وہ عمل جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے'' والی حدیث بھی اپنے حال پر باقی رہے گی، اور وہ (عمل جس کا حسن دلائل شرعیہ سے ثابت ہو) وہ اس عام سے مخصوص ہوگا، اور عام مخصوص اس خاص کی گئی چیز کے علاوہ میں حجت ہوا کرتا ہے، لہٰذا جو بھی شخص اپنی ایجاد کردہ چیز میں بھی تخصیص کا مدعی ہو تو اسے کتاب یا سنت یا اجماع سے جو اہل اجتہاد کے ساتھ خاص ہے کسی ایسی دلیل کی حاجت ہے جو واقعی اس تخصیص کی اہلیت رکھتی ہو، اور

اس ضمن میں عوام کے نظریات اور ملک کی اکثریت کی عادت کا کوئی اعتبار نہیں ہے...''

- **کوئی بدعت بدعت حسنہ نہیں ہوتی ہے بلکہ ہر بدعت بدعت سیئہ (بری اور خراب) ہی ہوتی ہے۔**

جب رسول اللہ ﷺ نے واضح طور پر یہ فرمادیا کہ ''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' ہر بدعت گمراہی ہے تو پھر کوئی شرعی بدعت اچھی کیونکر ہوسکتی ہے؟

اور صحابہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ دین میں کوئی بدعت اچھی نہیں ہوتی ہے بلکہ ساری بدعتیں ضلالت ہی ہوتی ہیں، اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا تھا کہ :

''كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً''

''ہر بدعت گمراہی ہے گولوگ اسے بدعت حسنہ (یعنی اچھی بدعت) سمجھتے ہوں''۔ ①

اور اسی سے ان لوگوں کی تقسیم بھی غلط ثابت ہوتی ہے جو بدعت کو واجب، مندوب، حرام، مکروہ اور مباح پانچ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں کیونکہ یہ تقسیم احادیث کی مخالفت کے ساتھ فہم سلف کے بھی مخالف ہے۔

اور جولوگ بدعت حسنہ کی تائید میں :

''مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ''

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رائج کیا تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ہے''۔ ②

پیش کرتے ہیں تو اس میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا شان ورود اس کا مفہوم اچھی طرح واضح کر دیتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ لوگ ایسے آئے جو سخت نادار اور مفلس ومحتاج قسم کے لوگ تھے جن کے پاس پہننے اور کھانے کو بھی کچھ میسر نہیں تھا، یہ سب لوگ قبیلہ مضر کے تھے، ان کے اس فقر وفاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کو شدید رنج ہوا اور آپ نے اپنے صحابہ کو صدقہ کی ترغیب دی تو اس وقت ایک انصاری صحابی نے پہل کرتے ہوئے ایک بھری بوری اپنے گھر سے لاکر پیش کی جس کو وہ بمشکل اٹھا کر لائے تھے، ان کو دیکھ کر ایک سلسلہ چل پڑا اور لوگوں نے اس قدر لالا کر اپنے صدقات وہاں رکھے کہ کپڑے اور غلے کے دو ڈھیر وہاں کھڑے ہوگئے اسی پر رسول اللہ ﷺ نے خوش ہوکر مذکورہ حدیث ارشاد فرمائی تھی جس سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی مشروع چیز میں ضرورت کے وقت ایسی پہل کرنا جس سے دوسروں کو بھی ترغیب ہو مذکورہ اجر کا

---

① اس کی تخریج لالکائی نے بسند صحیح کی ہے : ۹۲/۱۔ ② مسلم : ۱۰۱۷۔

باعث ہے، اس سے یہ کہیں بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ جس نے دین میں اپنی طرف سے کوئی طریقہ ایجاد کیا اس کے لئے یہ ثواب ہے۔

### علامہ شاطبی ''الموافقات'' (۱/ ۱۸۳) میں فرماتے ہیں :

غور کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا'' کہاں فرمایا تھا'' تو آپ کو ملے گا کہ مذکور کے تقاضے پر بقدر استطاعت بہتر سے بہتر طریقے پر عمل کرنے والے کے متعلق فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ انتہائی خوبصورت انداز میں اس بوری کی وجہ سے صدقے کا دروازہ کھل گیا تھا۔ اسی پر آپ نے خوش ہوکر بے ساختہ فرمایا تھا کہ: ''جو اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالے گا'' لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں سنت سے مراد اسی جیسا عمل ہے جیسا اس صحابی نے کیا تھا۔ اور وہ ہے کسی ایسی بات پر عمل کرنا جس کا سنت ہونا (دلائل) سے ثابت ہو، چنانچہ یہ واضح ہوگیا کہ سنت حسنہ (اچھا طریقہ) سے مراد بدعت نہیں ہے۔ انتھی

- بدعت حسنہ کے قائلین میں سے بعض لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی استدلال کرتے ہیں جو انھوں نے لوگوں کو ایک ساتھ تراویح کی نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا تھا کہ: ''نعمت البدعة هذه'' کیا اچھی بدعت ہے یہ!

### تو اس کا جواب شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اقتضاء الصراط المستقیم ۲/ ۵۸۹ میں دیا ہے جو حسب ذیل ہے :

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو اس عمل کو حسن کے ساتھ بدعت بھی کہا ہے تو یہ تسمیہ لغوی تسمیہ ہے شرعی تسمیہ نہیں، اس لئے کہ لغت میں ہر اس فعل کو عمومی طور پر بدعت کہا جاتا ہے جس کی ابتدا بغیر کسی سابقہ مثال کے ہوئی ہو، اور بدعت شرعیہ وہ ہوتی ہے جس پر دلالت کرنے والی کوئی شرعی دلیل نہ پائی جاتی ہو، پھر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نص ایسا موجود ہو جو ان کی وفات کے بعد کسی فعل کے استحباب یا وجوب پر دلالت کرتا ہو، یا مطلق اس فعل کے کرنے پر دلالت کرتا ہو مگر اس پر عمل ان کی وفات کے بعد ہی ہوا ہو مثلاً صدقہ کی تحریر جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکالا، تو اس عمل کو جو ان کی وفات کے بعد انجام دیا گیا لغوی اعتبار سے بدعت کہنا بالکل صحیح ہوگا کیونکہ وہ ایک ایسا عمل ہے جس کی اسی وقت ابتدا ہوئی ہے، جیسا کہ خود اس دین کو ہی جسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکر آئے تھے لغوی اعتبار سے محدث (نیا دین) کہا جاتا تھا، جیسا کہ قریش کے سفراء نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق نجاشی سے کہا تھا کہ: ''یہ لوگ اپنے باپ دادا کے دین سے نکل گئے ہیں اور شاہ (حبشہ) کے دین میں بھی

داخل نہیں ہوئے ہیں، اور ایک نیا دین لیکر آئے ہیں جو غیر معروف ہے''۔

پھر وہ عمل جس کی دلیل کتاب وسنت میں موجود ہو وہ شریعت میں بدعت نہیں ہوتا ہے گو لغوی اعتبار سے اسے بدعت کہا جاتا ہو'' انتھی

- بعض لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے بھی دین میں بدعت حسنہ کے پائے جانے پر استدلال کرتے ہیں جس میں انھوں نے فرمایا :

''مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ''

''مسلمان جسے اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے''۔ ①

## اس کا جواب ابن قیم رحمہ اللہ نے ''الفروسیۃ'' (۶۰) میں یہ دیا ہے کہ :

''اس اثر میں دلیل اس بات کی ہے کہ جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو جائے اور وہ سب اسے اچھا سمجھنے لگیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے، اس کا مطلب بعض لوگوں کی رائے (کا اچھا ہونا) نہیں ہے، کیونکہ یہ تو ان کے خلاف حجت ہے۔ انتھی

## علامہ البانی رحمہ اللہ ''الضعیفۃ'' (۲/۱۷) میں فرماتے ہیں :

''یہ بات بھی دنیا کے عجائبات میں سے ہے کہ کچھ لوگ اس حدیث سے دین کے اندر بدعت حسنہ کے وجود پر استدلال کریں'' اور (یہ فرمائیں کہ) اس کے اچھے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں میں اس کا چلن عام ہو چکا ہے! اور یہ بھی معمول بن چکا ہے کہ جب بھی اس مسئلہ پر گفتگو ہوتی ہے جھٹ یہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرنے لگتے ہیں۔ جبکہ حسب ذیل امور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں :

أ۔ ''ہر بدعت کے گمراہی'' ہونے پر دلالت کرنے والے قطعی نصوص کی مخالفت میں جو صحیح طور پر رسول اللہ ﷺ سے ثابت بھی ہیں اس روایت کو حجت بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ موقوف ہے۔

ب۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس کے اندر حجت بننے کی صلاحیت موجود ہے تو بھی وہ حسب ذیل امور کی وجہ سے ان نصوص کی معارض نہیں بن سکتی ہے۔

**اول :** اس سے مراد کسی امر پر صحابہ کا اجماع واتفاق ہے، جیسا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے، اور اس کی تائید اس

---

① احمد : ۳۵۹۹-۳۶۰۰۔

سے بھی ہوتی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تو اس کے ذریعہ اس بات پر استدلال کیا تھا کہ صحابہ نے بالاجماع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ لہٰذا اس طرح (المسلمون) کا لام تعریف استغراق کے لئے نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ یہاں لام عہد کا ہے۔

**دوم :** چلو ہم نے مان لیا کہ لام استغراق کا ہے، مگر اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا ہر فرد اس میں داخل ہے گو وہ جاہل ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ یہ لازم ہے کہ اسے ان میں سے اہل علم پر محمول کیا جائے۔ انتھی

- **حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

**''وَأَمَّا مَا وَقَعَ فِيْ كَلَامِ السَّلَفِ مِنِ اسْتِحْسَانِ بَعْضِ الْبِدْعِ فَإِنَّمَا ذَلِکَ فِي الْبِدْعِ اللُّغْوِيَّةِ لَا الشَّرْعِيَّہِ''۔**

''سلف کے کلام میں بعض بدعتوں کے استحسان کی جو باتیں ملتی ہیں اس سے مراد شرعی بدعتیں نہیں لغوی بدعتیں ہیں''۔ ①

## ۴۔ عبادات میں اصل توقیف ہے :

عبادتوں میں اصل توقیف ہے : اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوں۔ یعنی اصل عبادت بھی ثابت ہو اور اگر وہ مخصوص کیفیات یا ہیئتوں پر مشتمل ہو تو اس کا ثبوت بھی نصوص سے ملتا ہو ورنہ اس عبادت کا یا اس کے اوصاف کا شمار بدعتوں میں ہوگا، شریعت میں یہ اصول مقرر ہو چکا ہے کہ تمام عبادتوں کی بنیاد توقیف واتباع اور ہدایات کی پابندی پر ہے نہ کہ خواہشات کی پیروی اور بدعتوں پر۔ ②

اس لئے جس کسی نے کوئی ایسی عبادت کی جو نہ واجب ہو نہ مستحب مگر وہ اسے واجب یا مستحب مانتا ہو تو وہ بدعتی شمار ہوگا۔ ③

اور جس کسی نے کسی ایسی چیز کو مندوب یا واجب ٹھہرایا جسے اللہ نے مشروع نہ کیا ہو تو اس نے دین میں ایسی بدعت نکالی جس کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ④

## علامہ البانی رحمہ اللہ ''صلاۃ التراویح'' (ص۲۹) میں فرماتے ہیں :

''عبادات میں اصل یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی توقیف (یعنی ان کی قولی یا عملی ہدایت کے بغیر) ثابت

---

① جامع العلوم : ۲۳۳۔
② دیکھئے : مجموع الفتاویٰ ۱/۸۰، ۲۳۴، ۵۱۰/۱۲۔
③ دیکھئے: حوالہ مذکور: ۱/۱۶۰۔
④ دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم: ۵۷۹/۲۔

نہیں ہوتی ہیں، اور یہ اصول علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے (یعنی اسے سب مانتے ہیں)، اور ہمیں یہ تصور بھی نہیں ہے کہ کوئی مسلمان عالم اس ضمن میں اس کی مخالفت کرے گا، اور اگر یہ اصول نہ ہوتا تو کسی بھی مسلمان کے لئے یہ جائز ہو جاتا کہ وہ سنتوں کی رکعتوں کی تعداد میں اضافہ کر دے، بلکہ فرائض میں بھی جس کی تعداد رسول اللہ ﷺ کے فعل اور اس پر ان کے استمرار سے ثابت ہے، اس کے لئے بس اتنا ہی دعویٰ کر دینا کافی ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں اضافہ کرنے سے منع نہیں فرمایا! اس چیز کا بطلان بالکل ظاہر اور واضح ہے اس لئے ہم اس پر لمبی گفتگو کی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں''۔

**اور حوالہ مذکور کے (ص۷۶) پر تراویح کی رکعتوں کی تعداد میں اضافے پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''... ہماری رائے تو یہی ہے کہ ان میں اضافہ کرنا اس کی مخالفت ہے؛ کیونکہ عبادات میں معاملہ توقیف اور اتباع پر چلتا ہے، نہ کہ عقلی تحسین اور بدعتیں نکالنے پر...''۔

## ۵۔ عبادات میں اگر کوئی نص موجود نہ ہو تو اصل ممانعت ہے اور عادات میں اگر ممانعت کا کوئی نص موجود نہ ہو تو اصل اباحت ہے :

- **شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ (۱۶/۲۹) میں فرماتے ہیں :**

''قولی و فعلی عبادتوں میں تصرفات کی دو قسمیں ہیں :

ایسی عبادات جن سے لوگوں کو دینی صلاح اور بہتری حاصل ہوتی ہے، اور وہ عبادات جن کی لوگوں کو دنیاوی امور میں حاجت ہوتی ہے، چنانچہ اصول شریعت کے استقراء اور وسیع جائزے کے بعد ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبادتیں جنھیں اللہ نے واجب کیا ہے یا جنھیں وہ محبوب رکھتا ہے ان کا حکم شریعت کے بغیر ثابت ہی نہیں ہوتا ہے، اور وہ عادتیں جنھیں لوگوں نے دنیا میں اپنا معمول بنا رکھا ہے اور وہ ان کی ضروریات میں داخل ہیں ان کے متعلق اصل عدم ممانعت اور عدم پابندی ہے، اور ان میں صرف اسی چیز پر پابندی ہوگی جس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے منع کر دیا ہوگا۔ کیونکہ امر و نہی یہ دونوں شرع الٰہی ہیں اور عبادت میں مامور بہ ہونا لازم ہے، اور جس کے بارے میں یہ ثابت ہی نہ ہو کہ اس کا حکم دیا گیا ہے تو اس بات کا فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ عبادت ہے؟! اور عادات میں سے جب تک کسی چیز کے بارے میں ثابت نہ ہو کہ اس سے روک دیا گیا ہے تو یہ فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ ممنوع ہے اور اس پر پابندی لگی ہوئی ہے؟! اسی لئے فقہائے اہل حدیث میں سے امام احمد وغیرہ فرمایا کرتے تھے کہ عبادات میں اصل توقیف ہے، اس لئے کوئی بھی عبادت اللہ تعالیٰ کے مشروع کئے بغیر مشروع نہ ہوگی ورنہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس

ارشاد کے مفہوم میں آجائیں گے جس میں فرماتا ہے کہ :

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰٓؤُا۟ شَرَعُوا۟ لَهُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ ٱللَّهُ﴾ [الشوریٰ:۲۱]۔

''کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں''۔

اور عادات میں اصل معافی ہے، اس لئے اس کے سوا کوئی بھی چیز ممنوع نہ ہوگی جسے اس نے حرام کر دیا ہو، ورنہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مفہوم میں داخل ہو جائیں گے جس میں وہ فرماتا ہے :

﴿قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا﴾ [یونس:۵۹]۔

''آپ کہیے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لیے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا''۔ انتھی

- **علامہ البانی رحمہ اللہ ''التوسل'' (ص ۳۰) میں فرماتے ہیں :**

''جن چیزوں سے آگاہ رہنا واجب ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس چیز کا تکوینی وسیلہ ہونا ثابت ہو چکا ہو تو اس کی اباحت اور اسے استعمال کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ شریعت نے اس سے منع نہیں کیا ہے اور اسی جیسے معاملے میں فقہاء کہتے ہیں کہ ''اشیاء میں اصل اباحت ہے''، اور جہاں تک شرعی وسائل کی بات ہے تو ان کے استعمال کے جواز کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ شارع حکیم نے ان سے منع نہیں فرمایا ہے، جیسا کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے، بلکہ ان میں ایسے نص شرعی کا ثبوت ناگزیر ہے جو ان کی مشروعیت اور استحباب کو مستلزم ہو؛ کیونکہ استحباب اباحت سے ایک زائد شیئ ہے، اس لئے کہ ان امور میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، اور قربتیں محض اس وجہ سے ثابت نہیں ہو سکتی ہیں کہ ان کے متعلق نہی وارد نہیں ہوئی ہے، اور یہیں سے بعض سلف نے فرمایا کہ :

**''كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَعَبَّدُوْهَا''**

''ہر وہ عبادت جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے نہ کی ہو تم بھی اسے نہ کرو''۔

اور یہ حکمت دین میں بدعتوں سے روکنے والی احادیث سے مستفاد ہے جو معروف ہیں، اور ایسے ہی مقام پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''اگر کوئی نص موجود نہ ہو تو عبادات میں اصل ممانعت ہے اور اگر کوئی نص (ممانعت والا) نہ ہو تو عادات میں اصل اباحت ہے'' اس اصول کو یاد رکھو کیونکہ یہ بہت ہی اہم ہے، جن امور

میں لوگ اختلاف کرتے ہیں ان میں حق کی بصیرت میں یہ تمہارا معاون ثابت ہوگا۔

**اور علامہ البانی صاحب ''الإرواء'' (۵/ ۲۹۴) میں فرماتے ہیں :**

معاملات میں اگر کوئی نص (ممانعت والا) نہ ہو تو اصل جواز ہے بخلاف عبادت کے کہ اگر کوئی نص (مشروعیت ثابت کرنے والا) ان کے متعلق نہ ہو تو ان میں اصل ممانعت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے مفصل بیان فرمایا ہے۔

**۶- ایک اہم قاعدہ اس بابت کہ اوراد واذکار توقیفی ہوتے ہیں :**

علامہ البانی رحمہ اللہ درود میں ''سیدنا'' کے اضافے کے ضمن میں براء بن عازب کی اس حدیث کے حوالے سے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سوتے وقت کی دعا سکھائی تھی اور انھوں نے نبی کی جگہ رسول کا لفظ بول دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مسترد کر دیا تھا گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''نیز اذکار واوراد توقیفی ہوتے ہیں، ان میں اضافہ کرنا جائز نہیں ہوتا ہے، اسی طرح ان میں کمی، یا ان کے الفاظ میں کوئی تبدیلی بھی جائز نہیں ہوتی ہے، اور اس کی دلیل سنت میں موجود ہے جیسا کہ صحیحین میں براء بن عازب کی حدیث وارد ہے... براء فرماتے ہیں : میں نے انہیں یاد کرتے ہوئے کہا: ''**وبرسولک الذی أرسلت**'' آپ نے فرمایا: نہیں اور ترمذی کی روایت میں ہے جسے انھوں نے صحیح کہا ہے.. اور طحاوی نے ''**المشکل**'' میں: بیان کرتے ہیں: آپ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر مارا اس کے بعد فرمایا: ''**ونبیک الذی أرسلت**'' (مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہیں بِنَبِیِّکَ سکھایا ہے تو تم اس کی جگہ بِرَسُوْلِکَ نہ کہو) حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' (۱۱/ ۹۴) میں فرماتے ہیں :

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت براء کے لفظ کو رد کر دینے کی حکمت کے متعلق جو سب سے بہتر بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ: اذکار کے الفاظ توقیفی ہوتے ہیں اور ان میں کچھ ایسے خصائص واسرار ہوتے ہیں جن میں قیاس کو دخل نہیں ہوتا ہے، اس لئے اسی لفظ کی پابندی واجب ہے جو وارد ہوا ہے، اور مازری نے اسی کو اختیار کیا ہے؛ فرماتے ہیں : اس سلسلے میں حرف بہ حرف وارد الفاظ پر اکتفا کریں، بہت ممکن ہے کہ جزاء انہیں الفاظ کے ساتھ مربوط ہو، اور شاید یہی الفاظ آپ کی طرف وحی کئے گئے ہوں، اس لئے ان کی ادائیگی حرف بہ حرف متعین ہے''۔

اور یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جس کی رعایت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی تمام اذکار واوراد میں واجب ہے کہ ان میں نہ تو

اضافہ کیا جائے نہ کمی کی جائے، نہ کسی لفظ میں کسی تبدیلی کے ساتھ تصرف کیا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (نبی) کے لفظ کو (رسول) کے لفظ سے بدل دینے والے پر نکیر فرمائی تھی، حالانکہ انھوں نے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی؛ کیونکہ یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ رسول نبی سے عام ہوتا ہے، اس لئے کہ رسول نبی بھی ہوتا ہے اور مزید بھی، مگر اس کے باوجود جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا انکار فرمایا جبکہ اس میں فقط ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا گیا تھا؛ تو اس شخص پر تو بدرجہ اولیٰ نکیر کی جائے گی جو لفظ و معنی دونوں کا اضافہ کردے اور صحابہ کا عمل بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر اس لئے نکیر فرمائی تھی کہ اس نے چھینک آنے پر ''الحمد للہ والصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیا تھا، اس پر انھوں نے اس سے فرمایا تھا کہ ''الحمد للہ، والصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' تو میں بھی کہتا ہوں مگر اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نہیں سکھایا تھا۔ اس کی تخریج ترمذی نے کی ہے۔ [1]

## ۷۔ عبادتوں کی بنیاد اتباع پر ہوتی ہے نہ کہ بدعتوں پر :

### شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''الرد علی البکری'' (ص ۶۸-۷۴) میں فرماتے ہیں :

''... جہاں تک شریعت کی بات ہے تو کہا یہ جائے گا کہ ساری عبادتوں کی بنیاد اتباع پر ہوتی ہے نہ کہ بدعتوں پر، لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دین میں ایسی چیزیں مشروع کرے جس کی اجازت اللہ نے نہ دی ہو، چنانچہ کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ ان کی قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھے اور یہ کہے کہ وہ کعبہ سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''صحیح'' میں یہ حدیث ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا إِلَيْهَا'' ''نہ قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو''۔

مگر اس کے باوجود غالی عبّاد کا ایک گروہ اپنے مشائخ کی قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے، بلکہ یہ لوگ قبلہ کو اپنی پشت کے پیچھے رکھتے ہیں، اور شیخ کی قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں : یہ خواص کا قبلہ ہے اور کعبہ عوام کا قبلہ ہے!

اور ایک دوسرے گروہ کے لوگ اپنے مشائخ کی قبروں کے پاس نماز پڑھنے کو مسجدوں میں حتی کہ مسجد حرام، [مسجد نبوی] اور مسجد اقصیٰ میں پڑھنے سے بھی افضل جانتے ہیں، اور بعض لوگ یہ جانتے ہیں کہ انبیاء و صالحین کی

---

[1] اصل صفة صلاة النبی ۳/ ۹۴۳-۹۴۴۔

قبروں کے پاس دعا کرنا مسجدوں میں دعا کرنے سے زیادہ افضل ہے، حالانکہ دین اسلام کا علم رکھنے والے تمام اہل علم کے نزدیک یہ حقیقت معلوم ہے کہ یہ سب چیزیں شریعت اسلام کے منافی ہیں، اور جو اس باب میں یا دیگر میں قرآن وسنت پر مضبوطی کے ساتھ کاربند نہ ہو وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اور ہلاکت خیز کھائی میں جا گرا ہے، اس لئے بندے پر لازم یہی ہے کہ وہ کامل روشن اور واضح شریعت محمدیہ کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور اس بات کو دل سے مان لے کہ وہ مصالح ومفادات کی تحصیل وتکمیل اور مفاسد ونقصانات کی تعطیل و تقلیل (کم کرنے کے لئے) آئی ہے، اور جب دیکھے کہ وہ عبادات اور تقشفات وغیرہ جنھیں وہ اچھا اور نفع بخش جانتا ہے مشروع نہیں ہیں تو پھر یہ یقین کرلے کہ ان کا ضرران کے نفع پر راجح ہے، اور ان کا بگاڑ اور نقصان ان کے فائدے اور مصلحت سے آگے ہے، کیونکہ شارع حکیم ہے اور وہ مصلحتوں کو نظر انداز نہیں فرماتا ہے۔

**اس کے بعد شیخ الاسلام فرماتے ہیں :**

''دعا تو عظیم ترین عبادات میں سے ہے، اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ مشروع دعاؤں کی پابندی کرے کیونکہ وہ معصوم (یعنی خطاؤں سے پاک) ہوا کرتی ہیں، اسی طرح تمام عبادتوں میں مشروع صورتوں کی جستجو رکھا کرے، کیونکہ یہی صراط مستقیم ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے تمام مومن بھائیوں کو توفیق سے نوازے''۔

## ● نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی اتباع کیونکر ہوگی ؟

**علامہ البانی رحمہ اللہ ''التوسل'' (ص ۱۳۰) پر فرماتے ہیں جو قدرے تصرف کے ساتھ پیش خدمت ہے :**

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ یہ بھی ہے کہ ہم پر ان کی اتباع واطاعت واجب ہے جس طرح ان کے رب کی اطاعت واجب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''مَاتَرَكْتُ شَيْئًا يُقَرِّبُكُمْ إِلَى اللّٰهِ إِلَّا أَمَرْتُكُمْ بِهِ''

''میں نے کسی ایسی چیز کا حکم دیئے بغیر نہیں چھوڑا ہے جو تمہیں اللہ سے قریب کرنے والی ہو''۔ ①

اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ان کی اتباع کریں اور جذبات کو ایک طرف رکھ دیں، اور ان کے لئے گنجائش نہ نکالیں، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے دعوے کے ساتھ اللہ کے دین میں ہم ایسی باتیں داخل کردیں گے جن کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا، اور سچی محبت تو بس اتباع ہی کا نام ہے، اور اس کا بدعتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے، جیسا کہ

---

① اسے شافعی اور طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ﴾ [آل عمران:۳۱]۔

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا''۔

اور یہی بات شاعر نے یوں کہی ہے :

تَعْصِيْ الْإِلٰهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ
هَذَا لَعَمْرِيْ فِيْ الْقِيَاسِ بَدِيْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيْعُ

تو اللہ کی نافرمانی کرنے کے باوجود اس کی محبت کا اظہار کرتا ہے، بالیقین یہ چیز از روئے قیاس انوکھی ہے۔ اگر واقعی تیری محبت سچی ہوتی تو تو ضرور اس کی فرمانبرداری کرتا، بیشک محبت کرنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

- **اتباع کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے علامہ البانی ''تمام المنة'' (ص۱۸۵) پر فرماتے ہیں :**

''...صحیح اتباع کا تقاضا تو یہی ہے کہ جو کچھ وارد ہے وہیں وقوف کرلیا جائے، اور اس میں قیاس ورائے سے توسع نہ پیدا کیا جائے، اس لئے کہ اگر یہ فرائض میں بھی مشروع ہوتا (یعنی رحمت کی آیتوں کے آنے پر اللہ کا فضل مانگنا) تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر ضرور عمل کیا ہوتا اور اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تو پھر وہ ضرور منقول ہوتا، بلکہ اس کا نقل کرنا نوافل میں اس کے نقل کرنے سے بہتر ہوتا جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

## ۸۔ اہل بدعت اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلنے والوں کی علامت :

### عالم کب معتبر بنتا ہے؟ :

علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''الإعتصام'' (۹۹/۳) میں اہل بدعت واھواء کی علامتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''جب تک عالم کے متعلق (غور فرمایئے طالب علم نہیں کہا عالم کہا ہے) علماء گواہی نہ دیں تو وہ اس وقت تک عدم علم کی اصل پر باقی رہتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ کوئی دوسرا اس کے متعلق شہادت دے دے، اور اس کے لئے جس بات

کی شہادت دی گئی ہے وہ خود بھی اپنے اندر اسے پاتا ہو، ورنہ وہ عدم علم کے متعلق یقین پر ہوگا یا شک پر ہوگا۔ پھر اس حالت میں رکے رہنے کے مقابلے میں اقدام کا انتخاب کرنا صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب آدمی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہو، کیونکہ چاہیے یہی تھا کہ وہ اپنے متعلق کسی دوسرے سے فتوی لے لیتا، مگر اس نے ایسا نہیں کیا، اور حق تو یہی تھا کہ وہ اس وقت تک آگے نہ بڑھتا جب تک کوئی دوسرا (یعنی کوئی معروف عالم) اسے آگے نہ بڑھا دیتا''۔

**علامہ البانی رحمہ اللہ مذکورہ بالا کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''یہ امام شاطبی کی نصیحت ہے اس عالم کو جس کے لئے کچھ نہ کچھ علم کو لیکر لوگوں کے سامنے آنا ممکن تھا مگر وہ اسے نصیحت فرماتے ہیں کہ وہ اس وقت تک ایسا قدم نہ اٹھائے جب تک کہ علماء اس کے لئے (اہلیت ولیاقت) کی شہادت نہ دے دیں، کیونکہ اس میں یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ خواہشات کے پیچھے چلنے والوں میں نہ شامل ہوجائے، تب بتایئے کہ اگر وہ آج ہمارے اس زمانے میں علم سے جڑے ہوئے بعض ان لوگوں کو دیکھ لیتے تو کیا نصیحت فرماتے؟ بیشک وہ یہی کہتے کہ ''چڑی یہ تیرا گھونسلا نہیں ہے اس لئے راستے لگ جا''۔ کیا ہے کوئی عبرت حاصل کرنے والا؟!...[1]

- مذکورہ اقتباس کی روشنی میں غور فرمائیں کہ جن لوگوں کو دین کی مبادیات واساسیات کا بھی علم نہیں بلکہ وہ علمی اصولوں کی ابجدیات سے بھی نا آشنا ہیں مگر اس کے باوجود خود کو امت کی توجیہ وارشاد کے منصب پر فائز کئے ہوئے ہیں اور اہم ترین دینی مسائل میں بے دریغ رائے زنی کرتے ہیں اور برملا فتوے صادر فرماتے ہیں کیا ان کے اہل اہواء ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے؟
- اور اگر کچھ مشائخ امت کی رہنمائی کے استحقاق کے لئے ان کا تزکیہ فرمائیں تو کیا خود ان کا شمار مغفل لوگوں میں نہیں ہوگا؟

## ۹۔ اتباع سنت باپ دادا اور ان کی آراء کی پیروی سے زیادہ واجب ہے :

**حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :**

''ابن عمر اس سلسلے میں اپنے والد کی پیروی کرتے تھے، کیونکہ انہیں احرام کے بعد خوشبو کا باقی رہنا ناپسند تھا جیسا کہ عنقریب آئے گا، اور حضرت عائشہ اس مسئلے میں ان پر نکیر فرمایا کرتی تھیں، اور سعید بن منصور نے بطریق عبداللہ بن عبداللہ بن عمر روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ احرام کے وقت خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، فرماتے ہیں : میں نے اس وقت ایک آدمی کو بلایا جب میں ابن عمر کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اور اسے

---

[1] دیکھیے : الصحیحۃ : ۷۱۳/۲۔

حضرت عائشہ کے پاس روانہ کیا، اور مجھے ان کے قول کا علم تھا، مگر میں نے چاہا کہ میرے ابا بھی اسے سن لیں! پھر میرا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا: عائشہ فرماتی ہیں : احرام کے وقت خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، تم جتنی چاہو لگا لو، بیان کرتے ہیں: اس پر حضرت ابن عمر خاموش رہے، اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بھی اس مسئلے میں حضرت عائشہ کی حدیث کی وجہ سے اپنے باپ اور دادا کی مخالفت کیا کرتے تھے، ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن دینار نے سالم کے متعلق خبر دی کہ انھوں نے خوشبو کے سلسلے میں حضرت عمر کا قول بیان فرمایا اس کے بعد کہا: حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں ... پھر حدیث بیان کی، حضرت سالم نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی سنت اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے''۔ [1]

- **شیخ البانی رحمہ اللہ ''مختصر صحیح البخاری'' (۱/۴۵۵) نمبر (۷۳۳) میں فرماتے ہیں :**

''اتباع رسول اللہ ﷺ کی تکمیل ایسے ہی ہونی چاہیے، اللہ ان باپ دادوں پر رحم فرمائے جو اس طرح کے بیٹے پوتے چھوڑ گئے جو اپنے باپ دادوں کے اجتہاد پر سنت رسول ﷺ کو مقدم رکھتے ہیں، بھلا ان خلف کے لوگوں کو ان سے کیا نسبت جو کسی مسئلے میں صریح طور پر سنت کے واضح ہو جانے کے باوجود اس کی پیروی نہیں کرتے، بلکہ اس حجت کے ساتھ مذہب یا جمہور کی تقلید کو ترجیح دیتے ہیں کہ وہ ہم سے زیادہ سنت کو جاننے والے تھے، سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عمر اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عمر عمومی طور پر عبداللہ اور سالم ابنائے عبداللہ بن عمر سے زیادہ سنت کا علم رکھنے والے نہیں تھے، پھر کس چیز نے ان دونوں صاحبزادوں کو اپنے باپ اور دادا کی مخالفت پر آمادہ کیا؟ کیا اس لئے کہ ان دونوں کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ اپنے باپ اور دادا دونوں سے بڑے عالم ہیں؟ یقینا وہ دونوں ایسی سوچ سے بہت بلند ہیں، بلکہ ایسا محض اس وجہ سے ہوا تھا کہ ان دونوں کے نزدیک (اس مسئلے) میں سنت ثابت ہو چکی تھی، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دیگر مسائل میں بھی وہ ان دونوں سے زیادہ علم رکھتے تھے، کیا مقلدین اس سے کچھ عبرت حاصل کریں گے اور یکسو ہو کر رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں گے؟

- **خالص اتباع ہی دلیل محبت ہے :**

**علامہ البانی رحمہ اللہ ''الصحیحة'' (۳/۸۷) میں حدیث (۱۰۹۵) :**

''يَا أَبَا أُمَامَةَ إِنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ يَلِيْنُ لِيْ قَلْبُهُ''

''اے ابو امامہ! یقینا مومنوں میں کچھ ایسے ہیں جن کا دل میرے لئے نرم رہتا ہے''۔

---

[1] فتح الباری : ۳/۳۹۷ ، حدیث نمبر : ۱۵۳۷۔

کی شرح میں فرماتے ہیں کہ : ''میرے لئے ان کا دل نرم رہتا ہے'' کا معنی یہ ہے کہ ان کا دل الفت اور محبت کے ساتھ میری طرف مائل رہتا ہے اور انہیں سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم. اور یہ کیفیت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک تمام بشر کو چھوڑ کر خالص انہیں کی اتباع نہ کی جائے، کیونکہ اللہ عزوجل نے تنہا اسی کو اپنی محبت کی دلیل ٹھہرایا ہے، فرماتا ہے :

﴿قُلۡ إِن كُنتُمۡ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ ٱللَّهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۚ﴾ [آل عمران:۳۱]۔

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا''۔

کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ جو لوگ اپنی باتوں اور نعتوں نظموں میں آنحضرت ﷺ کی محبت کے دعویدار ہیں وہ اس سچی محبت کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی سے پوری طرح مربوط ہوجائیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف پہنچانے والی ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کے متعلق شاعر کہتا ہے !

تَعْصِيْ الْإِلٰهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ
هَذَا لَعَمْرِيْ فِيْ الْقِيَاسِ بَدِيْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُ مُطِيْعُ

تو اللہ کی نافرمانی کرنے کے باوجود اس کی محبت کا اظہار کرتا ہے، بالیقین یہ چیز ازروئے قیاس انوکھی ہے۔
اگر واقعی تیری محبت سچی ہوتی تو تو ضرور اس کی فرمانبرداری کرتا، بیشک محبت کرنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

## ۱۰۔ بدعات کی مختلف تقسیمیں :

مختلف اعتبارات سے علماء نے بدعتوں کی مختلف تقسیمیں کی ہیں جن کی تفصیل اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے:

### اول : بدعت حقیقیہ اور بدعت اضافیہ :

**۱۔ بدعت حقیقیہ :** یہ وہ بدعت ہوتی ہے جس پر دلالت کرنے والی کوئی شرعی دلیل نہ کتاب سے پائی جاتی ہے، نہ سنت سے، نہ اجماع سے، اور نہ ہی اجمالی و تفصیلی طور پر کوئی ایسا استدلال اس پر موجود ہوتا ہے جو اہل علم کے

یہاں معتبر ہو۔ اسی لئے اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بلا کسی سابقہ مثال کے دین میں ایجاد کی ہوئی ایک چیز ہوتی ہے۔ ①

اس کی ایک مثال رہبانیت ہے، یعنی تقرب إلی اللہ کی غرض سے مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے جنگلوں اور غاروں میں جا بسنا اور دنیا اور اس کی لذتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طور پر چھوڑ دینا۔

اور جن لوگوں نے یہ کام کیا انھوں نے اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کی اور خود کو اس کا پابند بنالیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ انہیں اس کا مکلف کیا تھا نہ اس کی ترغیب دی تھی۔

اور اس کی ایک دوسری مثال : اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو بطور عبادت اپنے اوپر حرام کر لینا ہے۔ ②

## ۲- بدعت اضافیہ : یہ وہ بدعت ہوتی ہے جس کی دو شکلیں ہوتی ہیں یا جس کے اندر دو شابے پائے جاتے ہیں :

**ایک تو یہ ہے کہ :** دلائل سے اس کا ایک طرح کا تعلق ہوتا ہے؛ لہٰذا اپنی اس شکل کے اعتبار سے وہ بدعت نہیں ہوتی ہے۔

**اور دوسری شکل یہ ہے کہ :** اس کا دلائل سے تعلق اسی طرح کا ہوتا ہے جس طرح بدعت حقیقیہ کا ہوتا ہے، یعنی وہ اپنی ایک شکل کے اعتبار سے دلیل پر اعتماد کی وجہ سے سنت ہوتی ہے مگر دوسری شکل کے اعتبار سے بدعت ہوتی ہے کیونکہ اس کا اعتماد دلیل پر نہیں بلکہ شبہہ پر ہوتا ہے، کیونکہ اس کا اعتماد (دلیل سے الگ) کسی اور ہی چیز پر ہوتا ہے، اور معنوی اعتبار سے ان دونوں میں فرق یہ ہوتا ہے کہ اصل کے اعتبار سے تو دلیل اس پر قائم ہوتی ہے، مگر کیفیات واحوال یا تفصیلات کے اعتبار سے وہ دلیل سے خالی ہوتی ہے حالانکہ اسے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ بیشتر اس کا وقوع عبادات میں ہوتا ہے نہ کہ خالص عادات میں۔ ③

### اس کی مثالیں :

- نمازوں کے بعد یا کسی بھی وقت اجتماعی شکل میں ایک ہی آواز میں ذکر کرنا۔
- نمازوں کے بعد امام کا دعا کرنا اور لوگوں کا اس کے پیچھے آمین آمین کہتے رہنا۔

---

① دیکھئے : الاعتصام للشاطبی : ۱/۳۶۷۔

② دیکھئے : حوالہ مذکور : ۱/۳۷۰ اور ۱/۴۱۷ اور اس کی دیگر بھی مثالیں ہیں۔ (دیکھئے : حوالہ مذکور : ۱/۳۷۰-۴۴۵)۔

③ دیکھیے : حوالہ مذکور : ۱/۴۴۵، ۳۶۷۔

ذکر اور دعا دونوں مشروع ہیں اور ان کی دلیلیں موجود ہیں مگر مذکورہ اوقات کی تعیین یا ادائیگی کی مذکورہ کیفیت کسی بھی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے اس لئے غیر مشروع اور بدعت ہے اور سنت کے مخالف ہے۔ [1]

- نصف شعبان کو روزہ رکھنا اور اس کی رات میں قیام اللیل کرنا بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔
- اسی طرح رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں صلاۃ الرغائب پڑھنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

یہ سب منکر قسم کی بدعات ہیں اور ان کا شمار بدعت اضافیہ میں ہے۔ کیونکہ نماز اور روزوں کی عبادتوں میں اصل مشروعیت ہے مگر اس میں زمانہ، مقام یا کیفیت کی تخصیص کی وجہ سے بدعت داخل ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تخصیص نہ تو کتاب میں وارد ہے نہ سنت میں، اس لئے ذاتی اعتبار سے تو یہ عبادتیں مشروع ہیں مگر اپنے لاحقوں اور اضافوں کے اعتبار سے بدعت ہو جاتی ہیں۔

## ■ اس کی مزید مثالیں :

- اذان کے بعد زور زور سے صلاہ وسلام پڑھنا اور اسے بھی اذان کا حصہ بنا دینا، حالانکہ صلاۃ وسلام مشروع ہیں مگر مذکورہ جہر اور اذان کے ساتھ انہیں جوڑ کر پڑھنے کی وجہ سے ان کا شمار یہاں بدعت میں ہے۔
- عیدین کے لئے یا صلاۃ خسوف وکسوف کے لئے اذان دینا۔

اذان تو اپنی اصل کے اعتبار سے قربت کا ایک مشروع عمل ہے مگر چونکہ عیدین یا کسوف وخسوف کے لئے اذان دینا ثابت نہیں ہے بلکہ اپنی طرف سے ایک اضافہ ہے۔ اس لئے اس کا شمار بدعت اضافیہ میں ہوگا۔

- قرآن کی کسی آیت یا کسی مسنون دعا کے لئے کوئی عدد اپنی طرف سے متعین کر کے یہ کہنا کہ اتنی بار پڑھنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے یا اس بیماری سے شفا ملتی ہے اس کا شمار بھی بدعت اضافیہ میں ہے کیونکہ اس کا کوئی ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ہوتا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ بدعت اضافیہ کا مرتکب مشروع اور غیر مشروع دونوں کی آمیزش سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے، حالانکہ واجب تو یہ ہے کہ تقرب خالص مشروع عمل کے ذریعہ ہی حاصل کیا جائے، اس لئے جیسے یہ واجب ہے کہ عمل اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہو اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے بھی مشروع ہو، جیسا کہ حدیث :

''مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ''

---

[1] حوالہ مذکور : ۱/۴۵۲۔

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے''۔ (مسلم)

سے پوری طرح واضح ہے، اس لئے بدعت اضافیہ کا ارتکاب کرنے والے بدعتی کے یہاں نیک اور بد دونوں طرح کے عمل کی آمیزش پائی جاتی ہے اور وہ یہی سمجھتا ہے سب نیک اور اچھا ہے۔ جبکہ یہ اس کی ایک بڑی خطا ہے جو اسے ثواب کے بجائے گناہ میں ڈال دیتی ہے۔

- **خالص عادت میں مذموم بدعت کا داخلہ نہیں ہوتا ہے مگر ...**

یہ بحث بہت اہم ہے اور اسے گہرائی کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے اور ذیل میں اسی کی تفہیم کے لئے ہم علامہ شاطبی کی بحث کا خلاصہ قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں :

شرعی اصولوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ان تمام امور میں جن کا تعلق عادات سے ہے کچھ تعبد کا شائبہ ضرور پایا جاتا ہے، اس لئے کہ مامور بہ یا منھی عنہ چیزوں میں جس کا معنی ومطلب تفصیلی طور پر سمجھ میں نہ آتا ہو اسی کو تعبدی کہا جاتا ہے اور جس کا معنی سمجھ میں آتا ہو اور اس کا فائدہ یا نقصان (مصلحت یا مفسدہ) معروف ہو تو اسے عادی کہا جاتا ہے، چنانچہ طہارتیں، نمازیں، روزے اور حج یہ سب تعبدیات میں داخل ہیں اور بیع وشراء، نکاح وطلاق، اجارات (کرائے اور اجرتوں کے متعلقات) اور جرائم یہ سب عادیات میں شامل ہیں کیونکہ ان کے احکام کا معنی ومطلب سمجھ میں آتا ہے۔

مگر ان میں کچھ نہ کچھ تعبد بھی ضرور موجود ہے، کیونکہ یہ سب کے سب شرعی امور سے مقید ہیں جن میں مکلف کو کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے، خواہ وہ بطور اقتضاء ہو یا بطور تخییر، کیونکہ تعبدی امور میں تخییر بھی لازمی ہوتی ہے جیسے اقتضاء لازمی ہوتی ہے جیسا کہ اس کا برہان کتاب الموافقات میں مقرر ہو چکا ہے۔ اور جب صورت حال یہی ہے تو تعبد کے معنی میں دونوں قسموں کا اشتراک ظاہر ہے، پھر اگر امور عادیہ میں بدعت اس طور سے آئے تو عبادیات کی طرح عادیات میں بھی اس کا دخول صحیح ہوگا ورنہ نہیں، اور یہی وہ نکتہ ہے جس کے گرد اس باب کا حکم گردش کرتا ہے، لہٰذا لوگوں کے معاملات میں ٹیکس کا لازم کرنا حسب ذیل صورتوں سے خالی نہیں :

یا تو کسی وقت یا کسی حالت میں تصرفات پر پابندی کے قصد سے ایسا کیا جائے تا کہ غاصب کے غصب، چور کی چوری اور ڈاکو کی ڈکیتی یا اسی طرح کی چیزوں کی شکل میں دنیا کی متاع حقیر مل جائے، یا لوگوں پر اس طرح لاگو کر دینے کے قصد سے ہو جیسے قرض لاگو ہو جاتا ہے اور کوئی حتمی ذمہ داری ان پر دائمی طور پر لاگو ہو جاتی ہے، یا محدود اوقات کے لئے ایسی مقررہ کیفیات کے ساتھ لاگو ہوتی ہے جو اس دائمی طور پر مشروع چیز کی طرح لگتی ہے جس کا

عوام کو مکلف کیا جاتا ہے اور اس پر ان کا مواخذہ ہوتا ہے، اور اس کی ادائیگی نہ کرنے والے کو سزا سے دوچار کیا جاتا ہے، جیسا کہ چوپایوں اور کھیتیوں اور انہیں جیسی چیزوں کی زکاۃ کی وصولی میں ہوتا ہے۔ اور اس دوسری قسم کے متعلق ظاہر یہی ہے کہ وہ بدعت ہے، یا زائد تشریع ہے، اور مکلفین پر ایسی پابندی عائد کرنا ہے جو فرض زکاۃ کی پابندی اور مقررہ دیات اور غاصبوں اور محکوموں کے اموال کے اوپر عائد جرمانوں جیسی لگتی ہے، بلکہ ان کے حق میں فرض عبادتوں کی طرح ہوگئی ہے۔ لہٰذا اس جہت سے تو وہ بلا شک وشبہ بدعت ہوجاتی ہے کیونکہ وہ ایک ایسی شریعت ہوجاتی ہے جسے بطور استدراک پیش کیا گیا ہو۔

## لہٰذا ٹیکس کو مذکورہ صورت پر تسلیم کر لینے سے اس کے دو پہلو اجاگر ہوتے ہیں :

اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ وہ ظلم کی دیگر اقسام کی طرح اپنے فاعل پر حرام ہے، اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ ایک نئی تشریع کی ایجاد ہے جس پر موت تک لوگوں کا مواخذہ ایسے ہی ہوتا ہے جس طرح دیگر تمام تکالیف پر ہوتا ہے، اس طرح اس میں دو ممانعتیں جمع ہوجاتی ہیں: ایک معصیت کی ممانعت، دوسرے بدعت کی ممانعت۔

یہی معاملہ علماء پر جہال کے مقدم کر دینے، اور معزز عہدوں پر بطور وراثت ان کے لئے نا اہل لوگوں کے مقدم کر دینے کا بھی ہے، وہ بھی اسی قبیل سے ہے، کیونکہ عالم کی جگہ جاہل کو مقرر کر دینا یہاں تک کہ وہ دین میں مفتی ہوجائے اور اموال، خون اور شرمگاہوں جیسے معاملات میں اس کا قول چلنے لگے اور لوگ اس پر عمل کرنے لگیں تو یہ چیز دین میں حرام ہے، اور اسے یوں دین بنالینا کہ بیٹا اس منصب کے لئے نا اہل ہونے کے باوجود بطریق وراثت یا دیگر طریقے سے باپ کا وارث بن جائے حالانکہ صلاحیت میں وہ باپ کے رتبے کا نہ ہو اور اس کا ایسا چلن ہوجائے کہ وہی لوگوں کی عام روش بن جائے اور لوگ بلا جھجک اسے اپنانے لگیں، بالکل اس شریعت کی طرح جس کی مخالفت نہ کی جاتی ہو تو وہ بلا اشکال بدعت ہے۔

اسی جیسا عمل مسجدوں میں رنگا رنگ نقش ونگار بنانے کا بھی ہے جس سے مصلیوں کی توجہ بٹتی ہے اور ان کا دل ادھر ادھر گھومنے لگتا ہے اور اس میں بھانت بھانت کے نقش ونگار والی جانمازیں اور قالینیں بچھوانا جو مصلی کو مشغول کردیں، یا بلند قیمت جھاڑ فانوس لگوانے کا حکم بھی یہی ہے، حالانکہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کام اللہ کے گھروں کو بلند کرنے کے قبیل سے ہیں، بلکہ ان کی سوچ اس حد تک چلی جاتی ہے کہ ان پر آنے والے اخراجات انفاق فی سبیل اللہ کے زمرے میں داخل ہیں، تب اس میں کوئی شک نہیں کہ اس اعتبار سے یہ سارے کام مذموم

بدعتوں میں شامل ہوجاتے ہیں، ہاں مسجدوں کی پختہ اور مضبوط تعمیر کرنا اور منظم طور پر اسے انجام دینا، انہیں مناسب بلندیوں پر لے جانا، ان کی دیواروں کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنا اور اس کی ایسی رنگائی کرنا جو مصلی اور اس کے رب کے درمیان حائل نہ ہو، اسی طرح اس پر ایسی جانمازیں بچھانا جو حد اعتدال اور توسط سے باہر نہ جائیں۔ ان سب کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے، اور بیشک ان کا شمار مسجدوں کی آبادکاری میں ہے، جس پر مال وہی خرچ کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کے لئے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کا وہی نمونہ کافی ہے جو انھوں نے مسجد نبوی کی اصلاح کے سلسلے میں پیش فرمایا ہے۔

حاصل گفتگو یہی ہے کہ اگر امور عادیہ میں بدعت داخل ہوتی ہے تو بس اسی معنی تعبد کے جہت سے داخل ہوتی ہے جو ان میں پایا جاتا ہے، لہٰذا بات وہیں آجاتی ہے کہ خالص عادی چیزوں میں بدعت داخل نہیں ہوتی ہے، اور اسی سے آپ کو کھانے پینے اور چلنے سونے میں بدعت کا حکم معلوم ہوجائے گا، یہ سب امور عادیہ میں سے ہیں جن میں کسی طور تعبد بھی داخل ہوجاتا ہے، اور شارع نے انہیں ایسی چیزوں سے مقید کر رکھا ہے جن میں کسی کو کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً بطور عجب کپڑے کو لمبا کرنے کی ممانعت، کھاتے پیتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم، اور ان میں اسراف (فضول خرچی) کی ممانعت، اور کسی جہت پر ننگے سونے کی ممانعت، یا اور اسی طرح کی قیود جو شریعت نے لگا رکھی ہیں، یہ سارے مذکورہ امور امور عادیہ سے ہیں اگر ان میں بدعت داخل ہوتی ہے تو وہ اس جہت سے داخل نہیں ہوتی ہے کہ وہ امور عادیہ ہیں، بلکہ شریعت نے ان میں جو چیزیں مقرر کردی ہیں ان کی جہت سے داخل ہوتی ہے، لہٰذا اگر اس کے ذریعہ مشروع طریقے کی مخالفت کی جائے اور اسے اللہ کی قربت کے لئے دین بنالیا جائے تو اس جہت سے وہ بدعت ہوجائے گا، بلکہ دو اعتباروں سے معصیت اور بدعت دونوں ہوجائے گا جیسا کہ ٹیکسوں کے عائد کرنے کے سلسلے میں گزرا، چنانچہ وہ اس اعتبار سے کہ امر ونہی کی مخالفت کرتا ہے معصیت ہے، اور اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کی مخالفت کو اس میں تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنایا گیا ہے مذموم بدعت ہے۔ ①

عادات سے متعلق بدعتوں کا مسئلہ بہت اہم ہے کیونکہ اس قاعدے کی آڑ میں کہ عادات میں بدعتیں داخل نہیں ہوتی ہیں بہت سی بدعتوں کی گنجائش نکال لی گئی ہے۔ اس لئے اس مسئلے کو مزید نکھارنے اور اس پر قدرے تفصیلی گفتگو کرنے کی ضرورت ہے۔ ذیل میں ہم اسی سے متعلق کچھ اہم تفصیلات پیش کررہے ہیں:

① دیکھیے: اصول فی البدع والسنن- محمد العدوي: ۳۵-۳۸۔

# عادات مجردہ میں بدعتیں داخل نہیں ہوتی ہیں

**عادات دو طرح کی ہوتی ہیں :**

**عادات مجردۃ :** یہ وہ خالص عادات ہوتی ہیں جن کے ساتھ کوئی ایسی چیز نہیں لگی ہوتی ہے جو انہیں شرعی اعتبار سے مطلوب یا ممنوع ٹھہرادے۔ اور اسی قسم کی عادات اس قاعدے کا مقصود ہوتی ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ (**الأصل في العادات: الحل**) عادات میں اصل حلت ہوتی ہے۔

**عادات غیر مجردہ :** یہ وہ عادات ہوتی ہیں جن کے ساتھ کوئی ایسی چیز جڑی ہوتی ہے جو انہیں شرعی اعتبار سے مطلوب یا ممنوع بنادیتی ہے۔ اس طرح کی عادات مذکورہ قاعدے کے تحت آتی ہیں، نہ انہیں اباحت کا حکم ملتا ہے۔ اس طرح کی عادات میں کبھی کبھی بدعتیں داخل ہوجایا کرتی ہیں، اسی کی وضاحت حسب ذیل قاعدے سے کی جاتی ہے :

**(الإحداث في العادة بالمشاقة والعبادة)**

عادت میں بدعت شریعت کی مخالفت یا اسے عبادت بنالینے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

**کیونکہ عادات غیر مجردہ میں بدعتیں دو جہتوں سے داخل ہوتی ہیں :**

- یا تو عادت کے ذریعہ دین کی ایک متوازی راہ پیدا کرلی جائے اور شرع حنیف کی مخالفت کی جائے۔
- یا پھر عادت ہی کو بذات خود عبادت بنالیا جائے۔

جب عادات مجردہ اور غیر مجردہ میں تفریق نمایاں ہوجائے گی تو اس تفریق سے متعدد مسائل میں پیدا ہونے والا اشکال دور ہوجائے گا، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

**۱۔ کسی حلال چیز کو ترک کردینے کا مسئلہ :**

اگر کسی حلال چیز کو بطور تدین ترک کردیا جائے تو ترک کا یہ عمل بدعت ہوجائے گا۔

**۲۔ وسائل تعبدیہ کا مسئلہ :**

اس اعتبار سے کہ اس قسم کے وسائل مقصود لذاتہ عبادت تسلیم کئے جاتے ہیں، مگر انہیں وسیلہ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ کسی اور حکم شرعی کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں۔

یہ مسئلہ بھی اہم ہے اور وضاحت طلب ہے اس لئے ہم اسے قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کررہے ہیں :

- **وسائل تعبدیہ :** ان طریقوں کو کہا جاتا ہے جن پر احکام شرعیہ موقوف ہوا کرتے ہیں۔یعنی مقدمات، لوازم اور شروط وغیرہ جب ان کی تعیین کسی نص خاص سے ہوجائے؛ مثلاً جمعہ کا خطبہ۔

اگر غور کیا جائے تو وسائل تعبدیہ ایک اعتبار سے تو وسائل ہوا کرتے ہیں مگر دوسرے اعتبار سے وہ بذات خود مقصود بھی ہوا کرتے ہیں :

اس اعتبار سے تو وہ وسائل ہوتے ہیں کہ ان کے ذریعہ کسی اور مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔

اور اس اعتبار سے مقاصد ہوتے ہیں کہ شرع میں بعینہ مطلوب ہوتے ہیں۔

چنانچہ یہ وسائل شرعی اعتبار سے مقاصد بھی ہوتے ہیں جو بذاتہ مقصود ہوتے ہیں، اس لئے اس میں متعین اصول یہی ہے کہ نص کی اتباع کی جائے اور اسی پر ٹھہر جایا جائے۔

اور یہیں سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ وسائل تعبدیہ میں مخالفت اور خلاف ورزی سے بدعت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ اس طرح کے وسائل میں اصلاح طلبی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ہے، نہ اس میں رائے اور اجتہاد ہی کو کچھ دخل ہوتا ہے، اس کا مدار پورے طور پر تعبد اور توقیف پر ہوتا ہے۔

## اس نقطہ نظر سے وسائل عبادات کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

- وسائل تعبدیہ
- وسائل مرسلہ

**وسائل تعبدیہ :** کی تفصیل پیش کی جاچکی ہے۔

**اور وسائل مرسلہ :** وہ ہوتے ہیں جو مقاصد میں سے کسی مقصد کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں، مگر وہ کسی معین دلیل خاص سے خالی ہوتے ہیں؛ مثلاً اذان، امام کی تکبیرات، نماز اور جمعہ کے خطبہ کی آواز لوگوں تک پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا۔اس قاعدے کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

## • وسائل تعبدیہ کی کچھ مثالیں :

شرعی اعتبار سے مطلقہ عورت کا استبراء شرعی عدت کے ذریعہ ہوتا ہے، اور اس کی مدت حیض والی عورتوں کے لئے تین حیض ہے، جبکہ وہ مطلقات جنھیں حیض نہیں آتا ہے مثلاً آئسہ (زیادہ بوڑھی خاتون جس کا حیض بند ہوجاتا ہے اور ولادت کی امید منقطع ہوجاتی ہے) اور صغیرہ (کم عمر لڑکی) تو ان کی مدت تین ماہ ہے، اور حاملہ عورتوں کے لئے یہ

مدت وضع حمل ہے۔

مطلقہ عورت کی یہ عدت ایک وسیلہ تعبدیہ ہے جس کے متعلق نص وارد ہوا ہے، اور اس کا مقصد ہونے والے شوہر کے لئے اس کا حلال ہوجانا ہے۔

**اس کی حکمت :** یہ ہے کہ رحم کے خالی ہونے کا یقین حاصل کرلیا جائے تاکہ نطفوں اور نسب میں خلط ملط نہ واقع ہو۔

مگر ایک سوال یہ ہے کہ اگر میڈیکل چیک اپ اور دقیق ترین معلومات فراہم کرنے والی مشینوں کے ذریعہ اس بات کا یقین کامل حاصل کرلیا جائے کہ رحم بالکل خالی ہے تو کیا اس کی وجہ سے عورت کی عدت کو ساقط کیا جاسکتا ہے؟

**اس کا جواب :** یہ ہے کہ عورت کا عدت گزارنا اور انتظار کے مراحل طے کرنا ایک امر تعبدی ہے، اس لئے جدید وسائل کے ذریعہ رحم کے خالی ہونے کا یقین ہوجانے کے باوجود اس کی عدت کو ساقط کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ عدت میں تعبد کا پہلو قوت کے ساتھ ظاہر ہے، اور اس کی تائید اس اصل عام سے بھی ہوتی ہے کہ عدت کے مسائل مقدرات شرعیہ کے باب کی طرف منسوب ہیں، اور اس باب کی معرفت مجرد نقل سے حاصل ہوتی ہے۔

### اور وسائل تعبدیہ کی کچھ اور مثالیں حسب ذیل ہیں :

۱۔ صحت صلاۃ کے لئے طہارت کی شرط رکھنا۔ ۲۔ دخول وقت کے اعلان کے لئے اذان دینا۔

۳۔ عقد نکاح حلت استمتاع کا وسیلہ ہے۔ ۴۔ عقد نکاح میں ولی اور گواہوں کی شرط رکھنا۔

۵۔ مواریث کے حصے تقسیم ترکہ کا وسیلہ ہیں۔ ۶۔ اقامت حدود مثلاً چور کا ہاتھ کاٹنا وغیرہ مجرم کو سزا دینے کا وسیلہ ہے۔

### ● وسائل حاکم نہیں محکوم ہوتے ہیں

**اس قاعدے میں وسائل سے مراد :** ''وہ ذرائع ہوتے ہیں جو مقاصد کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں جو یا تو مصالح (مفادات) ہوتے ہیں یا مفاسد''[1]

اور یہ وہ میسر اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے اعمال انجام پاتے ہیں اور ان کی تحصیل ہوتی ہے۔

اور اگر ان اسباب کے متعلق کوئی خاص شرعی نص موجود نہ ہو تو انہیں کو وسائل مرسلہ کہا جاتا ہے، اور انہیں ارسال

---

[1] ترتیب الفروق : ۱/۳۲۰۔ اور دیکھیے تقریب الوصول : ۲۵۳، اور القواعد والأصول الجامعة:۱۰۔

سے اس لئے مقید کیا گیا ہے کیونکہ وہ نص سے خالی ہوتی ہیں۔ اور ۔ارسال۔ کی اس قید سے ان وسائل تعبدیہ سے احتراز مقصود ہوتا ہے جن کے متعلق کوئی خاص نص وارد ہوتا ہے۔

**لہٰذا وسائل مرسلہ :** ہر وہ وسیلہ ہوتا ہے جو کسی نص خاص سے خالی ہو اور مقاصد میں سے کسی مقصد کی طرف لے جانے والا ہو۔

**اور وسائل مرسلہ کا حکم :** یہ ہے کہ ۔اپنے وسیلہ ہونے کے اعتبار سے۔ اسے طلب یا منع کا کوئی متعین حکم نہیں ملتا ہے، اس لئے وہ حکم ذاتی سے خالی ہوتا ہے، اور اسی مقصد کے تابع ہوتا ہے جس کی طرف وہ لے جانے والا ہوتا ہے، اور ضوابط وشرائط کا پابند ہوتا ہے۔

اور اس طرح کے وسائل چونکہ کسی معین نص سے خالی ہوتے ہیں اس لئے ان میں اجتہاد روا ہوتا ہے اور اصلاح طلبی کی گنجائش ہوتی ہے۔ ان وسائل پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کی مثالیں حسب ذیل ہیں :

- قرآن کریم کا جمع کرنا۔
- مانعین زکاۃ سے قتال۔
- مرتدین سے قتال۔
- قیدیوں کے لئے جیل خانہ بنانا۔
- تمام مصاحف کو ایک ہی مصحف میں جمع کرنا۔

## عبادات کے باب میں موجودہ زمانے کے وسائل مرسلہ کی مثالیں :

۱۔ قبلہ کی جہت معلوم کرنے کے لئے کمپاس اور اسی جیسی چیزوں کا استعمال۔

۲۔ بڑی مساجد میں نماز اور خطبہ میں امام کی آواز کو مصلیوں تک پہنچانے کے لئے برقی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا۔

۳۔ ماہ رمضان کے دخول وخروج کی معرفت کے لئے ابلاغ اور رابطوں کے آلات اور مشینوں کا استعمال۔ نیز اذان کی آواز سننے اور اوقات صلاۃ کی معلومات کے لئے بھی ان مشینوں کا استعمال کرنا۔

۴۔ بعض عبادات کے اوقات کی تحدید وتعیین کے لئے، مثلاً اوقات صلاۃ اور رمضان المبارک میں اوقات سحرو افطار کے لئے فلکی حسابات سے مدد لینا۔

۵۔ طواف وسعی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کے لئے دوسری منزل یا زائد منزلیں تعمیر کرنا اور رمی جمرات (جمرات کو کنکڑی مارنے کے لئے) کئی منزلہ برتج بنانا۔

۶۔ نمازیوں کی صفوں کو درست اور سیدھا رکھنے کے لئے لائنوں والی جانمازیں بچھانا۔[1]

۷۔ اور دعوت الی اللہ کے لئے رابطوں اور ابلاغ کے جدید وسائل کے استعمال کو بھی انہیں میں شامل کیا

---

[1] خاص اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے بعض اہل علم اس کا شمار بدعت میں کرتے ہیں۔

جا سکتا ہے۔

- **وسیلہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف**

لغوی اعتبار سے وسیلہ کا معنی ذریعہ ہوتا ہے۔ یعنی وہ چیز کسی اور چیز کی طرف پہنچانے والی ہو۔
اور اصطلاحی اعتبار سے وہ ذریعہ ہوتا ہے جو کسی مقصد کے حصول کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

- **وسائل مرسلہ سے متعلق شرائط :**

**وسیلۂ مرسلہ کے شرعی ہونے کی تین شرطیں ہیں :**

**شرط اول :** اس وسیلے سے قصد ذاتی منتفی ہو۔ (یعنی وہ وسیلہ بذات خود مقصود نہ ہو جائے)

**شرط دوم :** عصر نبوت میں اس وسیلے کا عدم وجود مقتضی کے نہ پائے جانے یا کسی مانع کے وجود کی طرف راجع ہو۔

**شرط سوم :** وسیلے کا شرعی مصلحت تک لے جانا ثابت اور متحقق ہو، اور اس وسیلے کے استعمال سے حال یا مآل میں کوئی راجح مفسدہ (نقصان) نہ پیدا ہو۔

- **تینوں شرطوں کی تطبیقی مثال :**

مسجدوں میں اماموں کی آواز اور تکبیرات کو مصلیوں تک پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال۔

شرط اول یعنی اس وسیلے سے قصد ذاتی کا منتفی ہونا۔

تو یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ لاؤڈ اسپیکر یا مائکروفون بذات خود مقصود نہیں ہوا کرتے ہیں بلکہ ان کے استعمال کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچائی جائے کیونکہ مقتدی اسی آواز کے ذریعہ تمام افعال صلاۃ میں امام کی متابعت اور اقتدا کرتے ہیں۔

دوسری شرط یعنی اس کا وقوع دو باتوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے زمانۂ نبوت میں نہیں ہوا : یا تو اس کے فعل کا مقتضی اس وقت نہیں پایا گیا، یا اس کا وقوع کسی مانع کی وجہ سے نہیں ہو سکا۔

تو اس کے متعلق اس وسیلے کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مشینیں موجودہ زمانے میں ترقی یافتہ برقی آلات کے وجود کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں، اور اصلاً زمانۂ نبوت میں موجود ہی نہیں تھیں، حالانکہ اس کا مقتضی قائم تھا، اور وہ یہ ہے کہ مقتدی حضرات کو ائمہ کی آواز سننے کی حاجت رہتی تھی، مگر اس کے باوجود ان مشینوں کا استعمال اس دور میں ممکن نہیں تھا۔

اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے امام کے پیچھے مکبر حضرات ہوا کرتے تھے جو اس کی آواز مقتدیوں تک پہنچانے کا ذریعہ تھے مگر جب ان مشینوں کی شکل میں بہتر وسیلہ ہاتھ آ گیا تو ان کی حاجت نہیں رہی۔

اور تیسری شرط کہ وہ وسیلہ کسی مصلحت (فائدے) کی طرف لے جانے والا ہو اور کسی مفسدہ (نقصان اور تکلیف واذیت) کا سبب نہ بنے۔

تو اس کے متعلق عرض کیا جا سکتا ہے کہ ان مشینوں کے ذریعہ ایک ظاہری شرعی مصلحت (فائدے) کا حصول ہوتا ہے، بلکہ ان کے استعمال کا اندراج اس قاعدے کے تحت بھی ہو جاتا ہے کہ :

''مَا لَا يَتِمُّ الْوَاجِبُ إِلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِبٌ'' ''جس کے بغیر واجب پورا نہ ہو سکے وہ بھی واجب ہی ہوتا ہے''۔

ہاں ایسا ممکن ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں کچھ مفاسد بھی رونما ہوتے ہوں مثلاً گھروں میں بیٹھے ہوئے معذور لوگوں اور خواتین وغیرہ کو ان کی وجہ سے پریشانی ہوتی ہو اور قریب کی مسجدوں کے مصلیوں کو اپنی نمازوں میں تشویش ہوتی ہو، مگر مناسب تدبیروں سے ان مفاسد سے محفوظ رہا جا سکتا ہے اور باذن اللہ یہ چیزیں آسان ہیں۔

اور اس تفصیل کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مشینوں کی فراہمی واجب ہے اور بڑی مسجدوں میں خصوصی طور پر ان کا استعمال متعین ہے۔

**اور اسی سے یہ حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ وسیلۂ مرسلہ حسب ذیل حالتوں میں ممنوع ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا شمار بدعت میں ہو :**

أ- جب یہ وسیلہ تقرب إلی اللہ کے مقام میں مقصود بالذات ہو جائے۔

ب- جب نبی ﷺ یا سلف صالحین (یعنی صحابہ) سے مقتضی کے وجود اور مانع کے غیر موجود ہونے کے باوجود اس کا ترک ثابت ہو۔

ج- جب اس وسیلے سے کسی شرعی مصلحت (فائدے) کا حصول نہ ہوتا ہو۔

د- جب اس وسیلے کے استعمال سے کوئی راجح مفسدہ (خرابی) پیدا ہو جائے۔[1]

**۱۱- عبادتیں تجربوں سے نہیں حاصل کی جاتی ہیں۔**

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یا دیگر کسی بھی بزرگ کا تجربہ شریعت نہیں بن سکتا ہے)

---

[1] معیار البدعة للجیزانی : ۲۰۳-۲۴۲/ اختصار کے ساتھ۔

**علامہ البانی رحمہ اللہ ''تخريج الكلم الطيب'' (ص۱۴۶-۱۴۷) میں (۱۷۷) نمبر کے اثر کے تحت فرماتے ہیں :**

یہ اثر مقطوع ہے، کیونکہ یہ یونس بن عبید کا قول ہے، وہ ایک ثقہ تابعی ہیں، مگر ان تک یہ سند غیر صحیح ہے، اس میں منہال بن عیسی مجہول ہیں، پھر اس بات پر اتفاق بھی ہے کہ مقطوع حجت نہیں ہوتا ہے، البتہ مولف رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ محض اس لئے کر دیا ہے کہ انھوں نے اس کا تجربہ کیا ہے، جیسا کہ اس کے پیچھے آنجناب کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ :

''اور ہم نے اسے کیا ہے...''، اور ابن قیم نے الوابل الصیب (ص ۱۷۱) میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ وہ ان کے شیخ ہی کا قول ہے، مگر شریعتیں تجربوں سے ثابت نہیں ہوا کرتی ہیں۔

**اور علامہ البانی صاحب ''المشكاة'' (۶۰۱/۱) میں حدیث نمبر (۱۹۲۶) میں فرماتے ہیں :**

''جس نے عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر خرچ میں کشادگی کی، اللہ اس پر پورے سال کشادگی فرمائے گا''۔

سفیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اسے ایسے ہی پایا ہے۔

یہ حدیث اپنے تمام طرق سے ضعیف ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تو اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، اور انھوں نے کوئی بعید بات نہیں کہی ہے، اور شریعت تجربے سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور [''هداية الرواة'' میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ گویہ چیز حضرت سفیان ہی سے کیوں نہ ثابت ہو!]۔

**اور ''الضعيفة'' (۱۰۹/۲) میں حدیث نمبر (۶۵۵) کے تحت فرماتے ہیں :**

سخاوی نے ''الابتهاج بأذكار المسافر والحاج'' (ص ۳۹) میں فرمایا : ''اور اس کی سند ضعیف ہے، مگر نووی نے فرمایا کہ خود انھوں نے اور ان کے کچھ بڑے مشائخ نے اس کا تجربہ کیا ہے''۔

**میں (البانی) کہتا ہوں :**

عبادتیں تجربوں سے نہیں حاصل کی جاتی ہیں، بالخصوص اس حدیث کی طرح غیبی معاملات میں، اس لئے تجربے سے اس کی تصحیح کی طرف مائل ہونا جائز نہیں ہے! آخر اس کا جواز کیسے فراہم ہو سکتا ہے جبکہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسے مصیبتوں میں مردوں سے مدد مانگنے کے جواز کی دلیل ٹھہرا لیا ہے جبکہ یہ خالص شرک ہے۔ واللہ المستعان۔

اور ہروی نے ''ذم الکلام'' (۶۸/۴/۱) میں کیا اچھی حکایت بیان فرمائی ہے : ماجرا یہ ہے کہ :

''حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے کسی سفر میں راستہ بھول گئے، اور انہیں یہ خبر پہنچی تھی کہ جو کسی چٹیل میدان میں مضطر ہو جائے (اصل میں ایسا ہی ہے، جبکہ درست یہ ہے کہ راستہ بھول جائے) تو آواز لگائے : اللہ کے بندو! میری مدد کرو، تو اس کی مدد کی جاتی ہے، کہتے ہیں کہ مجھے اس جزء کی جستجو ہوئی کہ اس کی سند تو دیکھ لوں۔ ہروی فرماتے ہیں : پھر انھوں نے وہ دعا مانگنی جائز نہ سمجھی جس کی سند نہ دیکھ سکے ہوں۔

میں (البانی) کہتا ہوں کہ اتباع تو ایسی ہی ہونی چاہیئے۔

اور عمدگی میں اسی کے مثل وہ بھی ہے جو اسی طرح کی مناسبت سے ''تحفة الذاکرین'' (ص ۱۴۰) میں علامہ شوکانی نے فرمایا ہے :

''میں کہتا ہوں : سنت مجرد تجربے سے ثابت نہیں ہوتی ہے، اور کسی چیز کا سنت سمجھ کر کرنے والا اپنے بدعتی ہونے (کے وصف) سے خارج نہیں ہوتا ہے، اور دعا کی قبولیت اس بات کی دلیل نہیں ہوتی ہے کہ قبولیت کا سبب بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سنت سے توسل کے بغیر بھی کبھی کبھی دعائیں قبول کرلیا کرتا ہے، اس لئے کہ وہ ارحم الراحمین ہے، اور کبھی کبھی قبولیت بطور استدراج بھی ہوا کرتی ہے''۔

**اور ''ضعیف الترغیب'' (۲۱۶/۱-۲۱۷) میں حدیث نمبر (۴۱۸) کے تحت منذری کے اس قول :**

''...اس طرح کی چیزوں میں اعتماد سند پر نہیں تجربے پر ہوتا ہے'' پر تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

**میں کہتا ہوں :**

بلکہ اس طرح کی چیزوں میں بھی تجربے پر اعتماد جائز نہیں ہے، اور کیا پیاری بات ہے جو شوکانی نے ''تحفة الذاکرین'' (ص ۱۴۰) میں مولف کا کلام بیان کرنے کے بعد کہی ہے :

''اور میں کہتا ہوں : ''سنت مجرد تجربے سے ثابت نہیں ہوتی ہے، اور کسی چیز کا سنت سمجھ کر کرنے والا اپنے بدعتی ہونے (کے وصف) سے خارج نہیں ہوتا ہے، اور دعا کی قبولیت اس بات کی دلیل نہیں ہوتی ہے کہ قبولیت کا سبب بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سنت سے توسل کے بغیر بھی کبھی کبھی دعائیں قبول کرلیا کرتا ہے، اس لئے کہ وہ ارحم الراحمین ہے، اور کبھی کبھی قبولیت بطور استدراج بھی ہوا کرتی ہے''۔ جبکہ بلاشک وریب پورے یقین کے ساتھ سنت میں رکوع وسجود میں قرآن پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے، اور یہ اس بات کے عظیم

ترین دلائل میں سے ہے کہ یہ مروی (حدیث) موضوع ہے... تعجب تو حاکم، بیہقی، اور واحدی جیسوں اور ان کے بعد آنے والوں پر ہے کہ وہ لوگ ایسے معاملے میں تجربے پر اعتماد کرتے ہیں جس کے متعلق وہ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ خلاف سنت ہے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں میں واقع ہونے پر مشتمل ہے"۔

## ۱۲۔ وسائل کونیہ وشرعیہ :

**علامہ البانی رحمہ اللہ اپنی کتاب "التوسل أنواعه وأحكامه" (ص۱۷-۲۱) میں فرماتے ہیں:**

جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ وسیلہ اس سبب کو کہتے ہیں جو مطلوب ومرغوب تک پہنچانے والا ہوتا ہے تو پھر یہ بھی جان لیجئے کہ وہ دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے :

- وسیلہ کونیہ۔
- وسیلہ شرعیہ۔

**وسیلہ کونیہ :** اس فطری سبب کو کہتے ہیں جو اپنی اس خلقت کے اعتبار سے جس پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے مقصود تک پہونچاتا ہے، اور اپنی اس فطرت سے جس پر اللہ نے اسے بنایا ہے مطلوب کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے، اور یہ بلاتفریق مومن وکافر کے درمیان مشترک ہوتا ہے، اس کی ایک مثال کے طور پر پانی کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ وہ انسان کی پیاس بجھانے کا وسیلہ ہے، کھانا اس کی بھوک مٹانے کا وسیلہ ہے، لباس اسے سردی گرمی سے بچانے کا وسیلہ ہے، گاڑی اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کا وسیلہ ہے، اور ایسی ہی دیگر چیزیں بھی ہیں۔

**وسیلہ شرعیہ :** ہر وہ سبب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مشروع کئے ہوئے طریقے پر مقصود تک پہنچاتا ہے، اور جسے اس نے اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت میں بیان کر رکھا ہے، اور یہ وسیلہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی پیروی کرنے والے مسلمان کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔

### اس کی کچھ مثالیں حسب ذیل ہیں :

- اخلاص اور فہم کے ساتھ شہادتین کا اقرار کرنا دخول جنت اور دائمی جہنم سے نجات کا وسیلہ ہے۔
- برائی کے پیچھے نیکی کر لینا برائی کے مٹا دینے کا وسیلہ ہے۔
- اذان کے بعد دعائے ماثور پڑھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حصول کا وسیلہ ہے۔
- صلہ رحمی کرنا (یعنی رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا) درازی عمر اور رزق میں کشادگی کا وسیلہ ہے۔

اور اسی طرح کی دیگر چیزیں بھی ہیں۔

یہ اور اس طرح کی چیزوں کا وسائل ہونا اور ان سے مذکورہ غایتوں اور مقاصد کا حصول ہمیں فقط شریعت ہی کے ذریعہ معلوم ہوا ہے، اس کی معرفت کا ذریعہ علم (سائنس) یا تجربہ یا حواس نہیں ہیں، ہمیں اس بات کا پتہ کہ صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور رزق میں کشادگی ہوتی ہے صرف آنحضرت صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے اس ارشاد گرامی ہی سے لگا ہے کہ :

''مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهِ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِيْ أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ''

''جس کی یہ چاہت ہو کہ اس کی روزی بڑھ جائے اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے''۔ ①

اور دیگر مثالوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔

بہت سے لوگ ان دونوں وسائل کے فہم میں خطا کرتے ہیں، اور خطرناک وہم کا شکار ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ وہ بسا اوقات کسی چیز کو ایک تکوینی سبب سمجھتے ہیں جو ان کے گمان کے مطابق کسی معین غایت تک پہنچاتا ہے، جبکہ معاملہ ان کے گمان کے برخلاف ہوتا ہے، اور کبھی کسی چیز کو شرعی سبب گردانتے ہیں کہ اس سے کوئی معین شرعی مقصد حاصل ہو جاتا ہے مگر حق ان کے اعتقاد کے برعکس ہوتا ہے۔ بیک وقت کونی اور شرعی دونوں وسیلے کی ایک مثال وہ ہے جو بیشتر اوقات میں دمشق کے نصر اسٹریٹ سے گزرنے والے کو نظر آتی ہے، وہ دیکھتا ہے کہ کچھ لوگ اپنے سامنے چھوٹی چھوٹی تپائیاں رکھے ہوئے ہیں جن پر بڑے چوہے کے مشابہ ایک حیوان بیٹھا ہوتا ہے جس کے پہلو میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے کچھ کارڈ رکھے ہوتے ہیں جن میں لوگوں کی قسمتوں کے متعلق توقعات پر مبنی عبارتیں لکھی ہوتی ہیں، جنھیں خود اس حیوان کے مالک نے لکھ رکھا ہوتا ہے یا بعض لوگوں نے اپنی جہالتوں اور خواہشات نفس کے مطابق انہیں املا کرا رکھا ہوتا ہے، پھر دو گہرے دوست ادھر سے گزرتے ہیں تو ان میں سے ایک کہتا ہے کہ آؤ یار ذرا اپنی قسمت اور نصیبہ تو آزمالیں، پھر وہ دونوں اس کے ہاتھوں پر کچھ سکے رکھ دیتے ہیں، اور وہ شخص ان میں سے کوئی کارڈ کھینچ لیتا ہے اور ان میں سے ایک کے حوالے کر دیتا ہے، اور وہ اپنا خیالی نصیبہ اس میں دیکھنے لگتا ہے!

اب آپ اس انسان کی عقل کی انتہا ملاحظہ فرمائیں کہ وہ اس چیز کو جاننے کے لئے جس سے وہ خود ناواقف ہے ایک حیوان کو اپنا رہنما بناتا ہے، تاکہ وہ اسے اس کی غیبی تقدیر سے آگاہ کر دے؟

---

① اسے شیخین نے روایت کیا ہے اور اس کی تخریج صحیح ابی داود (۱۴۸۶) میں کی گئی ہے۔

بالیقین اگر وہ یہ سمجھتا ہو کہ واقعی یہ حیوان غیب جانتا ہے تو لا ریب وہ حیوان اس سے بہتر ہے۔

اور اگر اس کا ماننا یہ نہ ہو تو پھر اس کا یہ کام عبث، سطحیت اور وقت و مال کا ضیاع ہے جس سے تمام عقلاء خود کو دور رکھتے اور بچتے ہیں، نیز یہ پیشہ بھی بذات خود فریب دہی، گمراہ گری اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کا ذریعہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ غیب کی معرفت کے لئے لوگوں کا اس حیوان کا سہارا لینا ان کے خیال میں ایک وسیلہ کونیہ ہے، مگر یہ ایک باطل خیال ہے، تجربہ اس کی نفی کر دیتا ہے، اور نظر سلیم اسے منہدم کر دیتی ہے، لہٰذا ظاہر ہوا کہ یہ ایک خرافاتی وسیلہ ہے جو جہالت اور دجل وفریب کا نتیجہ ہے، اور شرعی نقطۂ نظر سے بھی باطل ہے اور کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف ہے، اور اس ضمن میں یہی کافی ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے مخالف ہے جو اس نے اپنی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ٱرْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ...﴾ [الجن:۲۶-۲۷]۔

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کر لے''۔

- اور موہوم تکوینی اسباب میں سے بعض لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ اگر وہ بدھ کے دن سفر کریں گے تو وہ اپنے سفر میں ناکام ہوں گے اور وہ شادی بھی کامیاب نہیں ہوگی۔
- اور یہ اعتقاد بھی اسی قبیل سے ہے کہ اگر کسی نے اہم کام شروع کیا اور اس وقت کسی اندھے کو یا کسی معذور شخص کو دیکھ لیا تو اس کا کام پورا نہیں ہوگا اور کامیابی اس کے ہاتھ نہیں لگے گی!
- اسی طرح کے مزعوم اسباب میں سے آجکل کے بہت سے عرب اور مسلمانوں کا یہ سمجھنا بھی ہے کہ وہ فقط اپنی بڑی تعداد کی وجہ سے اپنے دشمن صہیونیوں اور دیگر استعماری قوتوں پر غالب آجائیں گے، اور وہ اپنی موجودہ وضع میں ہی جس پر وہ قائم ہیں یہودیوں کو دریا برد کر دیں گے، حالانکہ تجربات نے ان خیالات کا باطل اور غلط ہونا ثابت کر دیا ہے، اور واضح ہو گیا ہے کہ یہ معاملہ یوں سطحی طریقے پر نہیں نمٹ سکے گا بلکہ اس کے لئے بڑی گہرائی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔
- اور موہوم شرعی اسباب میں سے کچھ لوگوں کے خودساختہ وہ اسباب ہیں جن کے متعلق وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ انہیں اللہ سبحانہ کی قربت سے ہمکنار کر دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ اسباب انہیں اللہ سے دور کرنے والے، اور انہیں ناراضگی اور غضب بلکہ لعنت اور عذاب سے دوچار کرنے والے ہیں۔
- انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قبروں میں مدفون فوت شدہ اولیاء وصالحین کو اپنی وہ حاجتیں پوری کرنے

کے لئے آواز دیتے ہیں جنھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی پورا نہیں کرسکتا ہے۔

مثلاً وہ ان سے نقصان کو دفع کرنے، بیماری سے شفا دینے، رزق کے حصول، بانجھ پن کے خاتمے اور دشمن پر غلبہ حاصل کرنے اور اسی طرح کی چیزوں کی درخواست کرتے ہیں، اسی لئے وہ ان کی تربتوں اور قبروں کے سنگ و آہن چھوتے ہیں، اور انہیں ہلاتے ہیں، یا ان کی طرف وہ پرچیاں پھینکتے ہیں جن پر ان کی مطلوبہ چیزیں اور چاہتیں لکھی ہوتی ہیں، ان کے خیال کے مطابق یہ سب شرعی وسائل ہیں، مگر حقیقت میں یہ سب باطل ہیں، اسلام کی اساس اکبر یعنی تنہا اللہ کی عبودیت اور اس کی تمام انواع واقسام اور فروعات میں اس کی یکتائی اور وحدانیت کے مخالف ہیں۔

- انہیں میں سے ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ جب کوئی شخص کوئی خبر سناتے ہوئے چھینک دے یا اس وقت کسی دوسرے ہی کو چھینک آجائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خبر سچی ہے۔
- اور انہیں میں سے ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ جب کسی کا کان بجنے لگتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے رشتے داروں یا دوستوں میں سے کوئی اسے بھلائی کے ساتھ یاد کررہا ہے۔
- اسی طرح ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ اگر وہ رات کے وقت، اور سنیچر اور اتوار کے دنوں میں اپنے ناخن تراشیں گے تو ان پر کوئی نہ کوئی بلاء نازل ہوجائیگی...
- اسی طرح ان کا ماننا یہ بھی ہے کہ اگر وہ رات کو اپنے گھر میں جھاڑو دیں گے تو ان پر کوئی آفت آجائے گی...
- انہیں میں سے ایک ان کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ اگر وہ کسی پتھر کے ساتھ حسن ظن رکھیں گے اور اس میں ان کا اعتقاد ہوگا تو وہ انہیں نفع دے گا۔

یہ اور اس طرح کے دیگر امور باطل اعتقادات کے زمرے میں آتے ہیں، بلکہ یہ سب کے سب خرافات اور من گھڑت قصے کہانیاں ہیں، ظنون واوہام کے قبیل سے ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے...

**اور (ص۲۲-۲۳) پر فرماتے ہیں :**

## وسائل کی صحت ومشروعیت کا پتہ آپ کو کیسے چلے گا :

وسائل کونیہ وشرعیہ کی مشروعیت کو جاننے کا صحیح طریقہ بس یہی ہے کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے، اور جو کچھ ان میں وارد ہوا ہے ان کے متعلق تثبت اور یقین حاصل کرلیا جائے، اور ان کے نصوص کی دلالتوں پر غور کرلیا

جائے، اور اس کا اس کے سوا دیگر کوئی راستہ ہرگز نہیں ہے۔

**یہاں کسی بھی تکوینی سبب کے استعمال کی دو شرطیں ہیں :**

**اول :** یہ کہ وہ شریعت میں مباح ہو۔

**اور دوم :** یہ کہ اس کے ذریعہ مطلوب کا حصول ثابت ہو، یا اس کے متعلق ظن غالب ہو۔

اور وسیلہ شرعیہ کے لئے بس یہی شرط ہے کہ شریعت میں اس کا ثبوت موجود ہو باقی اور کچھ نہیں۔

لہٰذا سابقہ مثال میں غیب کی معرفت کے لئے حیوان کا تقرر ایک خیالی وسیلہ ہے جو تکوینی پہلو سے باطل ہے اور تجربات اور غور وتدبر اس کی نفی کرتے ہیں، اور شرعی اعتبار سے وہ کفر وضلال ہے جس کا بطلان اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے اور اس سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اور اکثر لوگ ان امور میں خلط ملط کر دیا کرتے ہیں، چنانچہ جیسے ہی انہیں کسی وسیلے کے متعلق نفع کا ثبوت دستیاب ہو جاتا ہے بس وہ اسی سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ وسیلہ جائز ومشروع ہے، چنانچہ کبھی یوں ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی نے کسی ولی کو پکارا یا کسی میت سے فریاد کی اور اس کی طلب پوری ہوگئی اور اسے اس کی چاہت مل گئی تو وہ اس بات کا دعویدار بن جاتا ہے کہ یہی تو لوگوں کی فریادرسی پر مردوں اور اولیاء کی قدرت اور ان سے مانگنے اور فریاد کرنے کے جواز کی دلیل ہے، حالانکہ اس ضمن میں اپنے مطلوب کے حصول کے سوا اس کی کوئی حجت نہیں ہے، اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے دینی کتابوں میں اس قبیل کی بہت سی چیزیں پڑھی ہیں، ان کا لکھنے والا خود یا دوسروں سے نقل کرتے ہوئے مثلاً اس طرح کی باتیں بتاتا ہے کہ میں ایک مصیبت کا شکار ہو گیا تھا تو میں نے فلاں ولی یا فلاں بزرگ سے امداد طلب کی تھی، اور اس کا نام لیکر پکارا تھا تو وہ فوراً حاضر ہو گئے تھے، یا میرے خواب میں آئے تھے اور انھوں نے میری مدد کی تھی، اور میری مراد پوری کر دی تھی۔ حالانکہ اس بیچارے کو یا اس جیسے دیگر لوگوں کو۔ بشرط صحت واقعہ۔ یہ نہیں معلوم ہے کہ اللہ عزوجل کی جانب سے یہ مشرکوں اور بدعتیوں کے لئے ایک طرح کا استدراج اور فتنہ ہے، اور اس کے ذریعہ ان کے خلاف تدبیر کی گئی ہے، جو ان کے کتاب وسنت سے اعراض اور ہوائے نفس اور شیاطین کی پیروی کا پورا پورا بدلہ ہے۔

پھر جو یہ بات کہتا ہے وہ محض اس لئے استغاثہ (امداد طلب کرنے) کو جائز ٹھہراتا ہے جو شرک اکبر ہے کہ اس کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ ایک واقعہ گزر چکا ہے، اور ممکن ہے کہ یہ واقعہ ہی سرے سے من گھڑت ہو، یا اس میں تحریف کی گئی ہو اور بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے اسے بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہو، ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ

تو صحیح ہو، اور اس کا راوی بھی اپنی خبر میں سچا ہو، مگر اس نے بچانے والے یا فریاد رسی کرنے والے پر حکم لگانے میں خطا کی ہو، اور اسے ایک بزرگ ولی سمجھ لیا ہو، جبکہ وہ شیطان مردود رہا ہو، اور اس نے یہ کام ایک خبیث مقصد کے تحت کر دیا ہو، اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کے اندر ان کے معاملات میں اشتباہ پیدا کر دے اور انہیں شعوری یا غیر شعوری طور پر کفر وضلال کے پھندے میں پھانس لے اور یہ خبریں مسلسل اور متفقہ طور پر ملی ہیں کہ جاہلیت میں مشرکین اپنے بت کے پاس آتے تھے اور اسے پکارتے تھے تو انہیں ایک آواز سنائی دیتی تھی، اور انہیں ایسا لگتا تھا جیسے ان کا جواب دینے والا اور ان سے بات چیت کرنے والا ان کا وہی معبود ہے جسے انھوں نے اللہ کے سوا اپنا مقصود بنا رکھا ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، وہ دراصل شیطان مردود ہے جو انہیں گمراہ کرنا اور باطل عقائد میں غرق کر دینا چاہتا ہے۔

ان سب کا مقصد آپ کو یہی بتانا ہے کہ تجربے اور خبریں دینی اعمال کی مشروعیت کو جاننے کا صحیح وسیلہ نہیں ہیں، بلکہ اس کا تنہا مقبول وسیلہ یہی ہے کہ اس سلسلے میں شریعت سے فیصلہ لیا جائے جس کی نمائندگی کتاب وسنت کے ذریعہ ہوتی ہے، اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

اس باب میں سب سے خطرناک آمیزش لوگ یہ کر دیتے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے عالم غیب کے ساتھ ربط پیدا کرنے لگتے ہیں، مثلاً کاہنوں، عرافوں، نجومیوں، جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے پاس چلے جاتے ہیں، کیونکہ وہ لوگ انہیں کچھ ایسی باتیں بتاتے ہیں جو ان کے لئے غیب کے درجے میں ہوتی ہیں، اور وہ بسا اوقات ایسے ہی واقع ہو جاتی ہیں جیسے انھوں نے بتایا ہوتا ہے، اور وہ اسے جائز ومباح سمجھتے ہیں، اور ان کی دلیل یہی ہوتی ہے کہ وہ ان کے بتانے کے مطابق ہی واقع ہوئی ہیں۔ یہ ایک سنگین غلطی اور کھلی ہوئی گمراہی ہے، کیونکہ کسی بھی واسطے سے صرف منفعت کا حصول اس واسطے کی مشروعیت کے اثبات کے لئے کافی نہیں ہوتا ہے، مثلاً شراب کی تجارت سے کبھی کبھی تاجر کو بڑا فائدہ ہوتا ہے اور اسے ثروت اور غنا حاصل ہو جاتا ہے، یہی چیز کبھی کبھی جوئے اور لاٹری سے بھی مل جاتی ہے، اسی لئے ہمارے رب تبارک وتعالی نے ان دونوں کے متعلق فرمایا ہے کہ :

﴿يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْخَمْرِ وَٱلْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا﴾ [البقرة:٢١٩]۔

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے''۔

اس کے باوجود وہ دونوں حرام ہیں...''

**اور اسی کتاب کے (ص ۲۷-۲۸) پر فرماتے ہیں :**

''اس موقعے پر ہم اس بات کی یاد دہانی ضرور کرائیں گے کہ ابھی تک کہانت وعرافت اور نجوم کا بڑا اثر لوگوں پر باقی ہے، حتی کہ ہمارے اس دور میں بھی جس کے متعلق لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ سائنس وٹکنالوجی، غور وفکر، اور ثقافت وتمدن کا دور ہے، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کہانت اور جادوگری وشعبدہ بازی کا زمانہ لد چکا ہے اور لوگوں پر ان کی گرفت باقی نہیں رہی ہے، مگر جو لوگ صاحب نظر ہیں اور یہاں وہاں واقع ہونے والی چیزوں کی جزئیات سے آگاہ ہیں وہ بالیقین یہ بات جانتے ہیں کہ ہنوز بہت سے لوگوں پر ان کی گرفت قائم ہے، مگر وہ نئے لبادے میں ملبوس ہوکر منظر عام پر آرہی ہیں، اور انہیں اپٹوڈیٹ شکل میں پیش کیا جارہا ہے، اس لئے ان کی حقیقت کی تہہ تک کم لوگ پہنچ پاتے ہیں...

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسباب کونیہ اور جسے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ شرعی اسباب میں سے ہے ان میں سے کسی چیز کا اثبات اور اسے روبہ عمل لانا اس وقت تک ناجائز ہی رہے گا جب تک اس کے جواز کا شرعی ثبوت نہ فراہم ہوجائے، اسی طرح اسباب کونیہ کا اثبات بصیرت اور تجربے کے ذریعہ ہی واجب ہے۔

اور اس بات کو ذہن نشین رکھنا بھی واجب ہے کہ جس چیز کا وسیلہ کونیہ ہونا ثابت ہوجائے اس کی اباحت اور اسے روبہ عمل لانے کے لئے بس یہی کافی ہے کہ شریعت میں اس کی ممانعت نہ آئی ہو، اور اسی طرح کی چیزوں کے لئے فقہاء کے یہاں یہ قاعدہ چلتا ہے کہ :

''اَلْأَصْلُ فِيْ الْأَشْيَاءِ الإِبَاحَةُ'' ''اشیاء میں اصل اباحت ہے''۔

مگر شرعی وسائل کے استعمال کے جواز کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ شریعت نے اس سے روکا نہیں ہے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اس کے لئے ایسے نص شرعی کا ثبوت ناگزیر ہے جو اس کی مشروعیت اور استحباب کو مستلزم ہو، اس لئے کہ استحباب اباحت سے ایک زائد چیز ہے، کیونکہ اس کا تعلق ان امور سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، اور قربتوں کا اثبات محض ممانعت کے عدم ورود سے نہیں ہوا کرتا ہے، اور یہیں سے بعض سلف نے فرمایا ہے کہ :

''كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَعَبَّدُوْهَا''

''ہر وہ عبادت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے نہ کی ہو تم بھی وہ عبادت نہ کرو''۔

اور یہ اصول بدعتوں کی ممانعت کے متعلق وارد احادیث سے مستفاد ہے جو معروف ہیں، اور یہیں سے شیخ

الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا :

''عبادات میں اصل ممانعت ہے مگر جس کی اجازت نص سے مل جائے، اور عادات میں اصل اباحت ہے مگر جس کا عدم جواز نص سے ثابت ہوجائے''۔ اس اصول کو یاد رکھیے کیونکہ یہ بہت اہم ہے اور جن چیزوں میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے ان میں حق کی بصیرت کے حصول میں یہ آپ کے کام آئے گا''۔

## ۱۳۔ ایک اہم قاعدہ : اوراد واذکار توقیفی ہوتے ہیں :

## علامہ البانی رحمہ اللہ ''اصل صفة صلاة النبي'' (ص ۹۴۲-۹۴۵) میں فرماتے ہیں :

''...اوراد و اذکار توقیفی ہوا کرتے ہیں، ان پر اضافہ کرنا جائز ہے نہ ان میں سے کچھ گھٹانا یا ان کے الفاظ میں کچھ ردوبدل کرنا جائز ہے۔ اورسنت سے اسی کی رہنمائی بھی ملتی ہے جیسا کہ صحیحین میں براء بن عازب کی حدیث سے وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا :

''اذا آ تیت مضجعک فتوضا وضوءک للصلاۃ ، ثم اضطجع علی شقک الایمن''

الحدیث اوراس میں آیا ہے :

''آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ ، وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ''

حضرت براء فرماتے ہیں : میں ان الفاظ کو یاد کرتے ہوئے (نَبِيِّكَ کی جگہ) ''وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ'' بول پڑا۔ آپ نے فرمایا :

''نہیں ۔ اور ترمذی کی ایک روایت میں جسے انھوں نے صحیح کہا ہے (۲/۲۴۰۔طبع بولاق)، اور المشکل (۲/۴۵) طحاوی کی روایت میں ہے کہ بیان کیا کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر کچوکہ لگایا اس کے بعد فرمایا :۔''وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ'' (ہی کہو)''۔

## حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' (۱۱/۹۴) میں فرماتے ہیں :

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء کی جو تردید فرمائی تھی اس کی حکمت کے متعلق سب سے بہتر بات جو کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اذکار کے الفاظ توقیفی ہوا کرتے ہیں، اور ان کے اندر وہ خصائص واسرار ہوتے ہیں جن میں قیاس کا دخل نہیں ہوتا ہے، اسی لئے ان میں وارد لفظ کی پابندی واجب ہوتی ہے، اور مازری نے اسی کو پسند کیا ہے؛ فرماتے ہیں: لہٰذا اس سلسلے میں وارد ہونے والے لفظ ہی پر حرف بہ حرف اکتفا کیا جائے گا، اور یہ ممکن ہے کہ جزا کا تعلق

انہیں حروف سے ہو، اور یہ بھی قرین ہے کہ وہی الفاظ ان کی طرف وحی کئے گئے ہوں، اس لئے حرف بہ حرف ان کی ادائیگی متعین ہے''۔

اور یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جس کا لحاظ رکھنا نبی ﷺ سے مروی تمام اذکار اوراد میں واجب ہے، نہ ان میں کچھ بڑھایا جائے نہ گھٹایا جائے، نہ کسی لفظ میں کوئی ردو بدل کر کے کوئی تصرف کیا جائے، کیونکہ نبی ﷺ نے ان صاحب پر نکیر فرمائی تھی جنھوں نے (نبی) کے لفظ کو (رسول) سے بدل دیا تھا، حالانکہ انھوں نے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی؛ کیونکہ یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ رسول نبی سے عام ہوتا ہے، اس لئے کہ رسول نبی بھی ہوتا ہے اور مزید بھی، پھر جب آنحضرت ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی۔جبکہ اس میں فقط ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا گیا۔؛تو پھر جو کوئی اپنی طرف سے لفظ و معنی دونوں میں اضافہ کردے اس پر تو بدرجۂ اولیٰ نکیر ہونی چاہئے، اور صحابہ کا عمل بھی اسی پر دلالت کرتا ہے :

**چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص پر نکیر فرمائی تھی جس نے چھینکنے کے بعد کہا تھا :**

''اَلْحَمْدُلِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ''۔

اس پر انھوں نے اس سے کہا تھا : میں بھی ''الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ'' کہتا ہوں، مگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا تھا۔(یعنی چھینک آنے پر سلام پڑھا جائے)اس کی تخریج ترمذی نے کی ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ہمیں اس بات کا پتہ ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ وتابعین نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے ان کے نام کے آگے سید کے لفظ کا اضافہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے، جبکہ قطعی طور پر وہ لوگ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کیا کرتے تھے، اور ہم سے زیادہ ان سے محبت رکھتے تھے، مگر ہم میں اور ان میں فرق یہ ہے کہ ان کی تعظیم اور محبت عملی طور پر ان کی اتباع اور پیروی کے ذریعہ ہوا کرتی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ :

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ﴾ [آل عمران:۳۱]۔

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا''۔

مگر ہماری محبت محض لفظی اور شکلی ہے۔

لہٰذا جب سلف نے اسے عبادت کا ذریعہ نہیں بنایا تو پھر ہمیں بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے۔اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا : ''ہر وہ عبادت جسے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے نہ کی ہو تم بھی اسے نہ کرو''۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

''اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ عَلَيْكُمْ بِالْأَمْرِ الْعَتِيْقِ''

''اتباع کرو، بدعتیں نہ نکالو کیونکہ تمہاری کفایت کی جا چکی ہے، امر قدیم کے پابند رہو''۔

**امر قدیم :** یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اذکار و اوراد پر بلا کسی ادنی اضافے کے خواہ اس کی نوعیت کچھ بھی ہو اکتفا کر لیا جائے ؛ اسی لئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

وارد شدہ اذکار کی پیروی واجب ہے، اور - سیادت کا لفظ - صحابہ و تابعین سے منقول نہیں ہے، بس ایک ضعیف حدیث میں ابن مسعود سے اس کی روایت کی گئی ہے، اور اگر وہ مندوب ہوتا تو ان سے مخفی نہ رہتا''۔ فرماتے ہیں :

''اور یہ ایک اصولی مسئلے سے قریب ہے ؛ اور وہ یہ ہے کہ : ادب بہتر ہے یا اتباع اور حکم برداری؟

اور ترجیح دوسرے ہی کو حاصل ہے ؛ بلکہ کہا گیا کہ : وہی تو اصل ادب ہے''۔

**میں کہتا ہوں :** اس بات کو شیخ طحطاوی نے ''**مراقی الفلاح**''(۱۸۵) میں ''**شرح الشفا**''**للشهاب** سے نقل کیا ہے، اور سیوطی نے اسی کے مثل ''**الحرز المنيع**''(۶۶) میں مجد لغوی سے بیان کیا ہے۔

اور علماء کے درمیان اس اختلاف پر مجھے تعجب ہے، کیونکہ مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ادب حکم برداری اور اتباع سے بہتر ہو سکتا ہے، کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حکم برداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ادب نہیں پایا جاتا ہے! اور اس میں جو کچھ ہے وہ مخفی نہیں ہے، کیونکہ اس میں بہت سی سنگینیاں ہیں جو شریعت کے اندر رد و بدل تک لے جاتی ہیں!

**مثلاً :** آپ اذان، اقامت اور نماز کے تشہد کے اندر شہادت کو لے لیجئے تب - اس قول کی بنیاد پر - افضل تو یہی ہوگا کہ کلمہ شہادت پڑھنے والا یہ کہے کہ : (**أشهد أن سيدنا محمدا رسول الله**)۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پابندی سے زیادہ ان کا ادب بہتر ہے، تو پھر بدرجہ اولیٰ یہ بھی کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ادب اس کا حکم ماننے سے بہتر ہے! اس لئے مثلاً زیادہ مناسب (**أشهد أن لا إله إلا الله سبحانه و تعالى**) کہنا ہے۔ یا اسی طرح کی عبارتیں استعمال کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تنزیہ پر دلالت کرتی ہیں!

اور میں نہیں سمجھتا کہ مسلم علماء میں سے کوئی عقلمند شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں اس تصرف اور رد و بدل کو جائز ٹھہرائے گا، اور اس کا راستہ ایسے ہی بند کیا جا سکتا ہے کہ اس قول کو رد کر دیا جائے، اور اس کے معارض کو روبہ عمل لایا

جائے کہ : حکم برداری اور اتباع ادب سے بہتر ہے؛ بلکہ دراصل وہی ادب ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ابن مسعود پر رحم کرے کہ وہ فرماتے ہیں :

''اِقْتِصَادٌ فِيْ سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنِ اجْتِهَادٍ فِيْ بِدْعَةٍ''

''سنت پر اکتفا کرنا بدعت میں کوشاں ہونے سے بہتر ہے''۔

وَكُلُّ خَيْرٍ فِي اتِّبَاعِ مَنْ سَلَفْ

وَكُلُّ شَرٍّ فِي ابْتِدَاعِ مَنْ خَلَفْ

اور ہر بھلائی سلف کی اتباع میں اور ہر برائی خلف کی بدعتوں میں ہے۔

۱۴- اللہ تعالیٰ کا تقرب صرف مشروع چیزوں سے حاصل کیا جاتا ہے، اور سب سے پہلے صحابہ اس عمل سے تقرب اِلی اللہ کے منکر تھے جسے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے مشروع نہ کیا ہو۔

''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : كُنْتُ أَنَا وَ أُبَيٌّ وَ أَبُوْ طَلْحَةَ جُلُوْسًا فَأَكَلْنَا لِحْمًا وَخُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوْءٍ فَقَالَا لِمَ تَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ لِهٰذَا الطَّعَامِ الَّذِيْ أَكَلْنَا فَقَالَا أَ تَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ''

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ میں اور اُبی اور ابوطلحہ بیٹھے ہوئے تھے پھر ہم نے گوشت اور روٹی کھائی، اس کے بعد میں نے وضو کا پانی طلب کیا، اس پر ان دونوں نے فرمایا : تم وضو کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا : اس کھانے کی وجہ سے جو ہم نے کھایا ہے، تب انھوں نے فرمایا : کیا تم پاکیزہ چیزوں سے وضو کرتے ہو؟! جبکہ اس کی وجہ سے اس ذات نے بھی وضو نہیں کیا جو تم سے بہتر تھی''۔ [1]

**علامہ البانی رحمہ اللہ ''المشکاۃ'' (۱/۱۰۷) میں (۳۲۹) نمبر کے تحت فرماتے ہیں :**

اور یہ اثر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ اس عمل سے تقرب اِلی اللہ کے منکر تھے جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول یا فعل سے مشروع نہ کیا ہو، اور حضرت انس کا گوشت کھا کر وضوء کرنے کا ارادہ شاید اس لئے تھا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہوگی کہ :

''تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ'' ''آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرلیا کرو''۔

اور اس کے منسوخ ہونے کی خبر ان تک نہ پہنچی ہو، واللہ اعلم.

---

① رواه احمد وجود اسناده الالباني۔

**۱۵۔ خیر اور نیکی کا کام مشروع ہونا چاہیے۔ اور محض حسن ظن کی وجہ سے کسی کے عمل کو نمونہ نہیں بنانا چاہیے۔**

علامہ البانی رحمہ اللہ ''**الضعیفہ**'' (۱۳۹/۲) میں حدیث نمبر (۶۹۸) کے تحت جسے وہ موضوع قرار دے چکے ہیں فرماتے ہیں :

**(اہم فائدہ) :** ابن جوزی صاحب اس حدیث کے پیچھے فرماتے ہیں :

''عرض ہے کہ اس حدیث کو میں نے لڑکپن میں سنا تھا، پھر رواۃ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے اس کا استعمال تیس برسوں تک کرتا رہا تھا، اور بعد میں مجھے یہ پتہ چلا کہ حدیث موضوع ہے تو میں نے اسے چھوڑ دیا، اس پر ایک قائل نے مجھ سے کہا کہ کیا یہ ایک نیکی پر عمل نہیں ہے؟ میں نے کہا؛ نیکی پر عمل کو مشروع ہونا چاہیے، پھر جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ ایک جھوٹ ہے تو وہ مشروعیت سے نکل گیا''۔

**میں کہتا ہوں :** جب وہ مشروعیت سے نکل گیا تو پھر اس کا خیر سے کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ اگر وہ نیکی کا کام ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی امت تک ضرور پہنچایا ہوتا، اور اگر انھوں نے اسے پہنچایا ہوتا تو رواہ نے ضرور اسے بیان کیا ہوتا اور اس کی روایت تنہا اس شخص کے حصے میں نہ آتی جو ثقہ لوگوں کے واسطے سے آفتیں نقل کرتا ہے۔

اور ابن جوزی نے اپنے متعلق جو حکایت بیان فرمائی ہے اس میں بڑی عبرت پائی جاتی ہے، کیونکہ یہی اس زمانے کے اور سابقہ زمانوں کے بھی اکثر علماء کا حال رہا ہے، جو اپنے مشائخ سے سنی ہوئی ہر حدیث کو اللہ کی عبادت کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، اور اس کی صحت کی تحقیق نہیں کرتے ہیں، بس ان کے ساتھ حسن ظن پر ہی منحصر رہ جاتے ہیں، تب اللہ ہر اس شخص پر رحم فرمائے جس نے دوسروں میں عبرت دیکھی اور چوکنا ہو گیا''۔

## • معرفت بدعت کے قواعد اور بنیادیں

**علامہ البانی رحمہ اللہ ''أحکام الجنائز'' (ص ۳۰۶) اور ''تلخیص الجنائز'' (ص ۹۶) میں فرماتے ہیں :**

شارع کی طرف سے بدعت کی منصوص گمراہیاں حسب ذیل ہیں :

۱۔ اقوال و افعال اور عقائد میں سے جو بھی سنت کا معارض و مخالف ہو خواہ وہ کسی اجتہاد ہی کے نتیجے میں کیوں نہ ہو۔

۲۔ ہر وہ چیز جس سے اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہو۔

۳۔ ہر وہ کام جسے نص یا توقیف کے بغیر مشروع نہ کیا جا سکتا ہو اور اس پر کوئی نص موجود نہ ہو تو وہ بدعت ہے

اِلا یہ کہ وہ کسی صحابی سے منقول ہو اور بلا نکیر یہ عمل ان کی طرف سے بتکرار کیا گیا ہو۔

۴۔ کفار کی عادتوں میں سے جو چیز عبادت کے ساتھ چسپاں کر دی گئی ہو۔

۵۔ بعض علماء بالخصوص متاخرین نے جسے مستحب بتایا ہو اور اس کی کوئی دلیل نہ ہو۔

۶۔ ہر وہ عبادت جس کی کیفیت صرف کسی ضعیف یا موضوع حدیث میں آئی ہو۔

۷۔ عبادت میں غلو۔

۸۔ ہر وہ عبادت جسے شارع نے مطلق رکھا ہو مگر لوگوں نے اسے بعض قیود مثلاً مکان یا زمان (جگہ یا وقت) یا صفت یا عدد سے مقید کر دیا ہو۔ (اسی طرح سبب یا جنس سے)

**اور علامہ البانی نے ''احکام الجنائز'' (ص ۳۰۶) میں شارع کی طرف سے بدعت کی منصوص گمراہیوں کے متعلق جو کہا تھا اسے ''حجۃ النبی ﷺ'' (ص ۱۰۲) میں موکد کرتے ہوئے فرماتے ہیں : بدعت کا مرجع چار چیزیں ہیں :**

**اول : ضعیف حدیثیں :** نہ انہیں حجت اور دلیل بنانا جائز ہے نہ ان کا اللہ کے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنا۔ اور ان تفصیلات کے مطابق جو ہم نے ''صفۃ صلاۃ النبی ﷺ'' میں پیش کی ہیں ہمارے نزدیک اس طرح کی روایتوں پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہی ابن تیمیہ وغیرہ جیسے اہل علم کی ایک جماعت کا مذہب بھی ہے۔

**دوم : موضوع حدیثیں :** یا ایسی حدیثیں جن کی کوئی اصل نہ ہو، جن کا حال کچھ فقہاء پر مخفی رہا ہو اور انھوں نے ان روایتوں کو کچھ احکام کی بنیاد بنا لیا ہو حالانکہ وہ خالص بدعات اور محدثات امور میں سے ہیں۔

**سوم : بعض اجتہادات واستحسانات :** جو کچھ فقہاء بالخصوص متاخر فقہاء سے صادر ہوئے، اور ان لوگوں نے مذکورہ اجتہادات واستحسانات کو کسی شرعی دلیل سے پختہ نہیں کیا، بلکہ انہیں یوں مسلمہ امور کی طرح پیش کر دیا کہ انہیں سنتوں کا درجہ مل گیا اور لوگ ان کی پیروی کرنے لگے!

حالانکہ دینی بصیرت رکھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اس طرح کی چیزوں کی پیروی درست نہیں ہے! کیونکہ شریعت تو وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہو، اور استحسان کرنے والا اگر مجتہد ہے تو بس اس کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کا اپنی مستحسن ٹھہرائی ہوئی چیز پر عمل کرنا جائز ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس پر اس کا مواخذہ نہ کرے، مگر یہ کہ لوگ اسے شریعت اور سنت بنالیں تو ایسا نہیں ہوسکتا اور مکرر ایسا نہیں ہوسکتا ہے، پھر اس صورت

میں کیا کہا جائے جب ان میں سے کچھ عملی سنت کے مخالف بھی ہوں۔

**چہارم : کچھ عادات وخرافات ہیں :** جن کی نہ کوئی شرعی دلیل ہے نہ عقل ہی ان کی شہادت دیتی ہے، اگرچہ کچھ جاہلوں نے ان پر عمل کیا ہوا اور انہیں اپنے لئے شریعت قرار دے لیا ہو، اور یہ بھی بعید نہیں کہ انہیں کچھ تائید کرنے والے بھی مل گئے ہوں اور ان میں سے کچھ علم کے دعویدار اور اہل علم کا لبادہ ہی اوڑھے ہوئے کیوں نہ ہوں۔

## • چھوٹی بدعتیں دھیرے دھیرے بڑی ہو جاتی ہیں امام بربہاری کی ایک سنہری نصیحت

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب حجۃ النبی ﷺ کا اختتام (ص ۱۰۳-۱۰۴) پر سابق علمائے مسلمین میں سے ایک بڑے امام کی نصیحت پر کیا ہے۔ یہ ہے ہیں شیخ حسن بن علی بربہاری رحمہ اللہ، متوفی (۳۲۹ھ)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں :

''چھوٹی بدعتوں سے بچتے رہنا کیونکہ رفتہ رفتہ چھوٹی بدعتیں بڑی ہو جاتی ہیں، اور ہر بدعت کا معاملہ ایسے ہی ہوتا ہے کہ جب وہ اس امت میں ایجاد ہوتی ہے تو وہ چھوٹی ہی ہوتی ہے، حق کی طرح لگتی ہے، اس لئے جو لوگ اس میں ملوث ہوتے ہیں وہ دھوکے ہی سے اس میں جاتے ہیں، مگر پھر انہیں اس سے باہر آنے کا راستہ نہیں ملتا ہے اور وہ بے بس ہو جاتے ہیں، اور وہ بڑی ہو جاتی ہے، اور دین بن جاتی ہے جس پر لوگ کاربند ہوتے ہیں، دیکھنا- اللہ تم پر رحم فرمائے- خاص کر اپنے ہم عصروں کی بات سننا تو جلدی نہ کرنا، اور اس کی کسی چیز میں داخل نہ ہو جانا، یہاں تک اس کے متعلق استفسار کر لو اور اسے جانچ لو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے علماء میں سے کسی نے اس کے متعلق گفتگو کی ہے؟ پھر اگر تمہیں ان کا کوئی اثر مل جائے تو اسی کو مضبوط تھام لو اور اس سے تجاوز کر کے کسی اور چیز کی طرف نہ جاؤ، نہ اس پر کسی دوسری چیز کو ترجیح دو، ورنہ ایسا نہ ہو کہ جہنم میں جا گرو۔

اور- اللہ تم پر رحم فرمائے- یہ جان رکھو کہ کسی بندے کے اسلام کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ پیروی کرنے والا، تصدیق والا مسلمان نہ بن جائے، پھر جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اسلام کی کوئی ایسی بات باقی رہ گئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہمارے لئے کافی نہ ہو گئے ہوں تو وہ ان کی تکذیب کرنے والا ہے، اور یہی چیز تفرقہ بازی اور انہیں مطعون کرنے کے لئے کافی ہے، اور وہ شخص بدعتی، گمراہ اور گمراہ گر ہے، اسلام میں ایسی چیزیں

پیدا کرنے والا ہے جن کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ①

(علامہ البانی رحمہ اللہ کے بیشتر افادات فضیلۃ الشیخ مشہور حسن سلمان صاحب حفظہ اللہ کی مرتبہ کتاب قاموس البدع سے ماخوذ ہیں)

## • بدعتوں کے مذموم ہونے کی کچھ وجوہات

۱۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وحی الٰہی کے بغیر انسانی عقل اپنے مصالح کا تعین کرنے سے قاصر ہے، اور بدعتوں کی ایجاد اس کی نفی ہے۔

۲۔ شریعت کامل ہو چکی ہے، اس لئے اب اس میں کسی کمی یا زیادتی کا امکان نہیں رہا ہے۔

۳۔ مبتدع (بدعتیں ایجاد کرنے والا) شریعت کا مخالف ومعاند ہے۔

۴۔ بدعتی اپنی نفسانی خواہشات کا پیروکار ہوتا ہے، اس لئے کہ عقل اگر شریعت کی متبع نہ ہو تو پھر اس کے سامنے خواہشات نفس کی پیروی کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوتا ہے۔

۵۔ بدعتی خود کو شارع کا مد مقابل ٹھہراتا ہے؛ کیونکہ شارع نے قوانین وضوابط اس لئے وضع کئے ہیں تا کہ مکلف اشخاص کو انہیں خطوط پر چلنے کا پابند بنائے۔ ②

## • بدعتوں کے اسباب

### بدعتیں کچھ اسباب کے تابع ہوا کرتی ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

۱۔ **جہالت :** یہ بڑی سنگین آفت ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴾ [الاسراء:٣٦]۔

''جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے''۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دیگر ارشاد ہے :

---

① طبقات الحنابلة لأبی یعلی : ۲/۱۸-۱۹۔

② دیکھیے : الإعتصام للشاطبی : ۱/۶۱-۷۰ ، بحواله نور السنة وظلمات البدعة .. للقطحاني : ۴۹۔

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف:۳۳]۔

''آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کو تم جانتے نہیں''۔

- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

''**إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ انْتِزَاعًا، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ، فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ وَيُبْقِي فِي النَّاسِ رُءُوسًا جُهَّالًا يُفْتُونَ بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَيُضِلُّونَ وَيَضِلُّونَ**''[1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ :

''اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم کو شدت سے کھینچ کر نہیں نکالے گا، بلکہ علماء کو اٹھالے گا اور یوں ان کے ساتھ علم بھی اٹھ جائے گا، اور لوگوں میں جاہل پیشوا رہ جائیں گے جو بلا علم فتوے دیکر خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

## ۲۔ اتباع ھوی (نفسانی خواہشات کی پیروی) :

یہ ان خطرناک اسباب میں سے ایک ہے جو لوگوں کو بدعتوں اور نت نئے میلانات کی طرف لے جاتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِي ٱلْأَرْضِ فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ﴾ [ص:۲٦]۔

''اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے''۔

---

[1] بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب مایذکر من ذم الرأي وتکلف الناس ، نمبر(۷۳۰۷)، مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن آخر الزمان، ۲۰۵۸/۴ ، نمبر ۲٦۷۳۔

اور فرمایا :

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ [الکهف:۲۸]۔

''دیکھو اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے''۔

اور فرماتا ہے :

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ [الجاثیة:۲۳]۔

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے''۔

مزید فرماتا ہے :

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ﴾ [القصص:۵۰]۔

''اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے''۔

اور فرماتا ہے :

﴿إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ﴾ [النجم:۲۳]۔

''یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے''۔

## ۳۔ شبہات سے وابستگی :

بدعتی حضرات اکثر شبہات ہی سے وابستہ ہو کر بدعتوں کا ارتکاب کرتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ [آل عمران:۷]۔

''وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں۔''

## ۴۔ مجرد عقل پر اعتماد کرنا :

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قرآن وسنت یا ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر محض اپنی عقل پر اعتماد کرے گا تو وہ یقینا گمراہ ہوگا، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ﴾ [الحشر:۷]۔

''اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے''۔

اور فرماتا ہے :

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًا مُّبِينًا﴾ [الاحزاب:۳۶]۔

''اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا''۔

## ۵۔ تقلید وتعصب :

آپ اکثر اہل بدعت کو اپنے باپ دادا اور مشائخ کا مقلد پائیں گے، اور دیکھیں گے کہ وہ اپنے مسلک کے لئے بڑا تعصب رکھتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ قَالُوا۟ بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَآ﴾ [البقرة:۱۷۰]۔

''اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو

اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا''۔

اور فرماتا ہے :

﴿بَلْ قَالُوٓا۟ إِنَّا وَجَدْنَآ ءَابَآءَنَا عَلَىٰٓ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم مُّهْتَدُونَ﴾ [الزخرف:۲۲]۔

''(نہیں نہیں) بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں''۔

- **اہل بدعت کے لئے ان کے اعمال بھی مزین کر دئے جاتے ہیں :**

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُۥ سُوٓءُ عَمَلِهِۦ فَرَءَاهُ حَسَنًا ۖ فَإِنَّ ٱللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِى مَن يَشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَٰتٍ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌۢ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ [فاطر:۸]۔

''کیا پس وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں پس وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے (کیا وہ ہدایت یافتہ شخص جیسا ہے)، (یقین مانو) کہ اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے۔ پس آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہیے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے''۔

**اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل بدعت اور ہوا پرستوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے :**

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِى ٱلنَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا۠ ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠ ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ ءَاتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ ٱلْعَذَابِ وَٱلْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا﴾ [الاحزاب:۶۶-۶۸]۔

''اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔ (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے، اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا، پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما''۔

**۶- اہل شر کی دوستی اور ہمنشینی :**

بدعتوں کا شکار بنانے اور لوگوں کے درمیان ان کے پھیلنے کا ایک سبب برے رفقاء اور ہمنشین بھی ہیں، اور اللہ

عز وجل نے یہ صاف صاف بتا دیا ہے کہ برے لوگوں کی صحبت اور ہمنشینی اختیار کرنے والا بالآخر نادم ہو کر رہے گا۔ فرماتا ہے :

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِى لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِى ۗ وَكَانَ ٱلشَّيْطَٰنُ لِلْإِنسَٰنِ خَذُولًا﴾ [الفرقان:۲۷-۲۹]۔

''اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی راہ اختیار کی ہوتی ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے''۔

اور فرماتا ہے :

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِىٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ ٱلشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ٱلذِّكْرَىٰ مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [الانعام:٦٨]۔

''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں''۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِى ٱلْكِتَٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا۟ مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦٓ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ جَامِعُ ٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱلْكَٰفِرِينَ فِى جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾ [النساء:۱۴۰]۔

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو! جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ، وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ، وَنَافِخِ الْكِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ: إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً''

''اچھے ہمنشین اور برے ہمنشین کی مثال مشک والے اور بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے، مشک والے کا حال تو یہ رہے گا کہ وہ تمہیں کچھ تحفہ دے گا یا تم اس سے کچھ خرید لوگے، یا اس سے تمہیں پاکیزہ خوشبو ہی مل جائے گی، جبکہ بھٹی جھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا تمہیں اس سے خراب بوسونگھنے کو ملے گی''۔ ①

### ۷۔ علماء کا خاموش رہنا اور علم کو چھپانا :

یہ بھی لوگوں کے درمیان فساد اور بدعتوں کے پھلنے پھولنے کا ایک سبب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى ٱلْكِتَٰبِ أُو۟لَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ وَأَصْلَحُوا۟ وَبَيَّنُوا۟ فَأُو۟لَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [البقرۃ:۱۵۹-۱۶۰]۔

''جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں، تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہوں''۔

اور فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا أُو۟لَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [البقرۃ:۱۷۴]۔

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مزید فرماتا ہے :

---

① بخاری عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نمبر (۵۵۳۴)، مسلم نمبر (۲۶۲۸)۔

﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَٱشْتَرَوْاْ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴾[آل عمران:۱۸۷]۔

''اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے''۔

- **اور دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اللہ نے ایک گروہ پر واجب کر دیا ہے اور اسی ضمن میں فرماتا ہے :**

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى ٱلْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴾[آل عمران:۱۰۴]۔

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں''۔

- اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

**''مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ , فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ , وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ''۔**

''تم میں سے جس کسی کو کوئی منکر (برائی) نظر آئے، اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے دور کر دے، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر اپنی زبان سے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر اپنے دل سے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے''۔

یہ حدیث اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انہیں درجات کے مطابق ہر ایک پر واجب ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

**''مَا مِنَ نَبِيٍّ بعثَهُ اللّه في أُمَّةٍ قَبْلِي إلاَّ كان لَه مِن أُمَّتِهِ حوارِيُّون وأَصْحَابٌ يَأْخذون بِسُنَّتِهِ ويقْتدُون بأَمْرِه، ثُمَّ إِنَّها تَخْلُفُ مِنْ بعْدِهِمْ خُلُوفٌ يقُولُون مَالاَ يفْعلُون ، ويفْعَلُون مَالاَ يُؤْمَرون ، فَمَنْ جاهدهُم بِيَدهِ فَهُو مُؤْمِنٌ ، وَمَنْ جاهدهم بقَلْبِهِ فَهُو**

---

① مسلم كتاب الايمان : ۱/۶۹ نمبر : ۴۹۔

مُؤْمِنٌ ، ومَنْ جَاهَدهُمْ بِلِسانِهِ فَهُو مُؤْمِنٌ ، وليس وراءَ ذلِك مِن الإِيمانِ حبَّةُ خرْدلٍ''

''مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس کسی امت میں کوئی نبی بھیجا ضرور اس کے کچھ حواری (مددگار) اور اصحاب (ساتھی) ہوا کرتے تھے، جو اس کی سنتوں پر کاربند رہا کرتے تھے اور اس کے حکموں کی پیروی کرتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہو جاتے ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں جن پر خود ان کا عمل نہیں ہوتا ہے، اور ایسے کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا ہے، اس لئے جو اپنے ہاتھ سے ان سے جہاد کرے وہ مومن ہے، اور جو اپنی زبان سے ان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور جو اپنے دل سے ان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے، اور اس کے پیچھے رائی کے ایک دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے''۔ ①

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَّارٍ''۔

''جس سے کسی ایسے علم کے بارے میں پوچھا گیا، جسے وہ جانتا ہو، پھر بھی اسے چھپالیا تو قیامت کے دن اسے آگ کی ایک لگام پہنائی جائے گی''۔ ②

## ۸۔ کافروں کی مشابہت اور تقلید :

یہ تو مسلمانوں کے درمیان بدعتوں کے منتشر ہونے کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، اور اس کی ایک دلیل ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل حدیث ہے :

''خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِلٰى حُنَيْنٍ، وَنَحْنُ حديثو عَهْدٍ بِكُفْرٍ وكانوان أسلموا يوم الفتح،قال فَمَرَرْنَا بشجرة فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، وكان للكفار سدرة يعكفون حولها، ويعلقون بها اسلحتهم يدعو نها ذات أنواط فلما قلنا ذلک للنبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال -: اَللّٰهُ أَكْبَرُ ! ، و قُلْتُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوْسَى: ﴿ٱجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ [الاعراف:۱۳۸]۔ لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ''۔

① مسلم کتاب الایمان : ۱/۷۰ (نمبر ۵۰)۔

② ترمذی : ۲۶۴۹ ، ابوداود : ۳۶۵۸ ، ابن ماجہ : ۲۶۶ ، مسند احمد : ۲/۲۶۳ ، ۳۰۵ ، البانی نے صحیح کہا ہے۔

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے، صورت حال یہ تھی کہ ہم ابھی نئے نئے کفر سے باہر آئے تھے، ۔یہ لوگ درحقیقت فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔، بیان کرتے ہیں: تب ہمارا گزر ایک درخت کے پاس سے ہوا تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی ذات انواط مقرر کر دیجئے جیسے ان کا یہ ذات انواط ہے، اور کافروں کا ایک بیری کا درخت تھا جس کے اردگرد وہ سب جمے بیٹھے رہتے تھے، اور اس پر اپنے اسلحے لٹکاتے تھے اور اسے ذات انواط کہا کرتے تھے، پھر جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (یہ بات) کہی تو انھوں نے فرمایا: ''اللہ اکبر، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نے تو ویسی ہی بات کہی ہے جیسی بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہی تھی کہ ﴿ٱجْعَل لَّنَآ إِلَـٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴾ [الاعراف:۱۳۸]۔ ''ہمارے لیے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے! جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے''۔
یقیناً تم لوگ اپنے پہلے گزر جانے والوں کے طور طریقوں کی پیروی کرو گے''۔ ①

اس حدیث میں اس بات کی واضح دلالت موجود ہے کہ انھوں نے کفار کی مشابہت کی وجہ سے یہ قبیح مطالبہ کیا تھا، اور اسی چیز نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (نومسلم) صحابہ کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ ان سے ایک ایسے درخت کا مطالبہ کریں جس سے وہ اللہ کو چھوڑ کر تبرک حاصل کیا کریں، اور مسلم اکثریت کا حال بھی یہی ہے کہ انھوں نے بدعات اور شرکیات کے عمل میں کافروں کی تقلید کی اور میلادوں، جنازوں اور قبروں پر عمارتیں بنانے جیسی بدعتیں ایجاد کر ڈالیں، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ طور طریقوں کی پیروی کا تعلق بدعتوں اور نفسانی میلانات کے باب سے ہے۔

**اور اس کی مزید وضاحت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہو جاتی ہے جس میں آپ نے فرمایا :**

''لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ. قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ قَالَ: ''فَمَنْ؟''''

''یقیناً تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طور طریقوں کی پیروی کرو گے: بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے'' ہم نے کہا: اے اللہ

① كتاب السنة لأبی عاصم : ۱/۳۷ ، نمبر : ۷۶ ، البانی نے ظلال الجنة میں صحیح بتایا ہے اور ترمذی نے بھی اس جیسی روایت بیان کی ہے، دیکھیے : ۴/۴۷۵ ، نمبر : ۲۱۸۰۔

کے رسول! یہود ونصاری؟ آپ نے فرمایا: ''تب کون؟''۔''[1]

- **امام نووی فرماتے ہیں :**

''سَنَن'' سین اور نون کے فتحہ کے ساتھ راستے کو کہتے ہیں، اور بالشت اور ہاتھ اور گوہ کے سوراخ سے گناہوں اور مخالفتوں میں شدت موافقت مراد ہے، کفر میں موافقت نہیں مراد ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ظاہری معجزہ ہے، یقینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی خبر دی تھی وہ واقع ہو چکی ہے''۔[2]

لہٰذا ظاہر ہوا کہ بالشت، ہاتھ، طور طریقہ، اور سوراخ میں داخل ہونا شریعت کی منع کی ہوئی اور مذموم ٹھہرائی ہوئی باتوں کی ہر چیز میں ان کی اقتدا اور پیروی کی تمثیل ہے۔[3]

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اہل اسلام کی مشابہت سے بچنے کی تلقین فرمائی تھی، آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ :

**''بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيْ السَّاعَةِ بالسَّيْفِ، حتى يُعبدَ اللهُ وحدَه لا شريك له، وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي، وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ''۔**

''مجھے قیامت کے روبرو تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے تاکہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی جائے، اور میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے، اور ذلت وپستی میرے حکموں کی مخالفت کرنے والوں کے لئے مقرر کر دی گئی ہے، اور جو کسی قوم کی شباہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا''۔[4]

## ۹۔ ضعیف وموضوع حدیثوں پر اعتماد :

بدعتوں کی ایجاد اور ان کے پھیلنے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے؛ کیونکہ بہت سے اہل بدعت ضعیف اور بودی حدیثوں پر اعتماد کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط طور پر منسوب جھوٹی روایتوں کو دلیل بناتے ہیں، جن پر اعتماد کرنا فن حدیث کے ماہرین کے یہاں نامقبول ہوتا ہے، اور یہ حضرات اپنی بدعتوں کی مخالفت کرنے والی صحیح حدیثوں کو رد کر دیا کرتے ہیں، اس طرح ہلاکت و بربادی اور خسارے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ **ولا حول ولا قوة إلا بالله۔**

---

[1] بخاری : ۷۳۲۰ ، مسلم : ۲۶۶۹۔ [2] شرح مسلم للنووی : ۴۶۰/۱۶۔

[3] دیکھیے : فتح الباری ، لابن حجر : ۳۰۱/۱۳۔

[4] احمد فی المسند : ۵۰/۲، ۹۲ ، احمد شاکر نے اپنی شرح مسند میں اسے صحیح بتایا ہے ، نمبر ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۶۶۷ ، از حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما۔

**۱۰- بدعتوں کے فروغ اور ظہور کے عظیم ترین اسباب میں سے ایک سبب غلو بھی ہے :**

یہ بشر کے شرک میں مبتلا ہونے کا بڑا سبب بھی ہے؛ کیونکہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد دس صدیوں تک لوگ توحید پر قائم تھے، اس کے بعد لوگ صالحین سے وابستہ ہوگئے، اور ان میں اس قدر غلو کیا کہ اللہ کو چھوڑ کر انہیں کی عبادت کرنے لگے؛ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا جو توحید کی دعوت دیتے تھے، اور ان کے بعد لگا تار رسول آتے رہے۔ ①

**اور غلو کبھی اشخاص میں ہوتا ہے :** مثلاً ائمہ واولیاء کی تقدیس اور انہیں انکے رتبوں سے اس قدر اوپر لے جانا کہ انجام کار اس کی انتہا عبادت ہی ہو۔

**اور کبھی یہ غلو دین میں ہوتا ہے :** اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی مشروع کی ہوئی چیزوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، یا ناحق تشدد اور تکفیر کی راہ اپنا لی جاتی ہے۔

- **غلو کی حقیقت :**

اور غلو کی حقیقت یہ ہے کہ اعتقادات واعمال میں حد سے آگے بڑھ جایا جائے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی چیز کی تعریف میں مبالغہ کیا جائے یا اس کی مذمت میں استحقاق سے زیادہ اضافہ کیا جائے۔ ②

اور اللہ عزوجل نے اہل کتاب کو غلو سے باز رہنے کی تلقین فرمائی تھی :

﴿يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ﴾ [النساء:۱۷۱]۔

''اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی غلو سے باز رہنے کی تلقین فرمائی تھی چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں فرمایا :

''إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ''۔

خبردار! ''دین میں غلو سے بچنا؛ کیونکہ دین میں غلو نے تم سے پہلے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا''۔ ③

---

① دیکھیے : البداية والنهاية لابن كثير : ۱/۱۰۶۔

② دیکھیے : اقتضاء الصراط المستقيم لابن تيميه : ۱/۲۸۹۔

③ النسائی : ۵/۲۶۸ ، ابن ماجہ : ۲/۱۰۰۸ ، احمد ، ۱/۳۴۷ ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقيم : ۱/۲۸۹ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لہٰذا ظاہر ہوا کہ دین میں غلو شرک و بدعات اور نفسانی میلانات کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے۔

اور دین میں غلو کی خطرناکی کی وجہ ہی سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اپنی ذات میں مبالغہ آرائی سے منع فرمادیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں :

''لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوْا عَبْدُاللَّهِ وَرَسُولُهُ''۔

''مجھے یوں حد سے نہ بڑھانا جیسے نصاری نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھادیا تھا، میں تو بس اللہ کا بندہ ہوں، اس لئے تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا''۔ ①

❀ ❀ ❀

① بخاری : ۳۴۴۵۔

# رقیہ اور راقیوں کی شرعی مخالفتیں اور منکرات

## علاج میں جنوں سے استعانت کا حکم

تشخیص میں جنوں سے استعانت کے متعلق ہلکی سی گفتگو ہو چکی ہے اور اب علاج میں جنوں سے استعانت کی تفصیلات پیش کی جا رہی ہیں، امید ہے کہ ان پر توجہ دی جائے گی اور منکرات سے توبہ کر لی جائے گی۔ **والله الهادي إلى سواء السبيل۔**

**استعانت کا لغوی معنی :**

استعانت کا معنی ہوتا ہے : مدد طلب کرنا، یہ عون سے ماخوذ ہے جو کسی بھی کام پر مدد کرنے والے کو کہتے ہیں، جو کسی بھی چیز پر آپ کی مدد کرے وہ آپ کا عون ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَٱسۡتَعِينُواْ بِٱلصَّبۡرِ وَٱلصَّلَوٰةِ﴾ [البقرہ:۴۵] ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو''۔

**اور فرماتا ہے :** ﴿فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ﴾ [الکہف:۹۵]۔ ''تم صرف قوت طاقت سے میری مدد کرو''۔

**مزید فرماتا ہے :** ﴿وَأَعَانَهُۥ عَلَيۡهِ قَوۡمٌ ءَاخَرُونَ﴾ [الفرقان:۴]۔ ''جس پر اور لوگوں نے بھی اس کی مدد کی ہے''۔ [1]

**استعانت کی اصطلاحی تعریف :**

اپنے لغوی معنی سے زیادہ دور نہیں ہے، ابھی یہ بات گزر چکی ہے کہ استعانت کا معنی مدد طلب کرنا ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ سے استعانت کا مطلب اس سے مدد طلب کرنا ہوتا ہے، اور مخلوق سے استعانت کا مطلب بھی اس سے مدد طلب کرنا ہوتا ہے، اور اس سے ان امور میں مدد مانگی جاتی ہے جن پر وہ قدرت رکھتا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

---

① دیکھیے : تهذيب اللغة للأزهری(۳/۲۰۲) مادہ(عان) ، الصحاح للجوهری(۸۲۹)۔

سب کے یہاں مادہ(عون)، المفردات للأصفهانی(۲۵۶)،لسان العرب لابن منظور(۹/۴۸۴-۴۸۵)،القاموس للفيروز ابادی(۱۱۶۴)مادۃ عون۔

● **ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''استعانت کا معنی مدد طلب کرنا ہے، اور مخلوق سے انہیں امور میں مدد طلب کی جاتی ہے جن پر انہیں قدرت حاصل ہو''۔

● تب واضح ہوا کہ اصطلاح میں استعانت کا معنی ہے : ''دوسرے سے مدد طلب کرنا''۔

**استعانت کی قسمیں :**

**اہل علم نے استعانت کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے :**

**اول :** ایسے امور میں مدد طلب کرنا جن پر اللہ جل جلالہ کے سوا کوئی اور قدرت نہیں رکھتا ہے، تو اس طرح کی چیزوں میں استعانت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے، اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے قول :

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحہ:۵]۔

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔

میں اشارہ فرمایا ہے، اور یہی ربوبیت والوھیت کا تقاضا بھی ہے، کیونکہ رب سبحانہ وتعالیٰ ہی وہ مالک ہے جو اپنے ملک میں جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، اس لئے جو امور اسی کے ساتھ مختص ہیں ان کی طلب بھی صرف اسی سے کی جا سکتی ہے، مثلاً رزق کی ایجاد، بیماری سے شفاء اور اسی طرح کی دیگر چیزیں، یہ سب ایسے امور ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں ہے، اور ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے طلب کرنا جائز نہیں ہے، نہ انہیں مردوں سے طلب کر سکتے ہیں، نہ قبروں اور مزاروں سے، نہ درختوں اور پتھروں سے، نہ ان زندہ ہستیوں سے جو ان پر قادر نہیں ہیں، ان سب سے مانگنا ناجائز ہے، اور جو بھی ان چیزوں کو غیر اللہ سے مانگے گا وہ شرک اکبر کا مرتکب ٹھہرے گا جو ملت سے خارج کر دینے والا ہے۔

**دوم :** مخلوق سے ان امور پر مدد لینا جن پر وہ قادر ہو اور اس کی متعدد قسمیں ہیں۔

**پہلی قسم :** کسی زندہ اور حاضر مخلوق سے ایسی چیز میں استعانت اور مدد طلب کرنا جس پر وہ قادر ہو، اور اس کے دو رخ ہیں :

**اول :** جس چیز میں مدد مانگی جا رہی ہو اس کا تعلق جائز امور سے ہو، مثلاً کسی چیز کے اٹھانے میں، یا کسی کھیتی کے کاٹنے میں یا ایسی ہی دیگر چیزوں میں مدد مانگنا، تو یہ مدد طلب کرنے والے کے لئے جائز اور مدد کرنے والے

کے لئے مشروع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ﴾ [المائدہ:۲] ''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو''۔

**اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :**

''وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاكَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ''۔

''اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے''۔ ①

اعانت اور تعاون کی ترغیب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ قید کے ساتھ استعانت جائز ہے۔

**رخ دوم :** جس چیز کے متعلق مدد طلب کی جارہی ہو اگر وہ ان امور میں سے ہو جو ناجائز اور حرام ہوں تو وہ مدد طلب کرنے والے اور مدد کرنے والے دونوں پر حرام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ﴾ [المائدہ:۲] ''اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو''۔

**دوسری قسم :** کسی مردہ مخلوق سے ایسی چیز پر مدد مانگنا جس پر وہ اپنی زندگی کی حالت میں قادر تھا، یہ چیز حرام ہے، بلکہ شرک اکبر ہے، کیونکہ مردہ تو خود اپنی ذات کے لئے اس کا اختیار نہیں رکھتا ہے تو پھر وہ دوسروں کے لئے کیا کر سکے گا؟

**تیسری قسم :** کسی زندہ غائب مخلوق سے مدد طلب کرنا، گو وہ ایسے کسی امر میں ہو جس میں وہ اپنی موجودگی کی صورت میں مدد کر سکتا ہو، یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ اس میں مدد طلب کرنے والا مخلوق کو خالق کے برابر ٹھہرا دیتا ہے۔

- **ابن تیمیہ فرماتے ہیں : جس نے اللہ تعالیٰ کے قول :**

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحہ:۵]۔

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔

کا معنی سمجھ لیا اسے یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کہ عبادت پر مطلق اعانت اللہ وحدہ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا ہے، اور مخلوق سے انہیں چیزوں پر مدد لی جاتی ہے جس پر وہ قادر ہو۔ ②

---

① مسلم : ۲۶۹۹ ، من حديث ابی هريرة رضی الله عنه۔

② الفتاوی : ۱/۲۴۷ ، اور دیکھیے : الاستغاثة لابن تيمية : ۲۰۳-۲۰۴۔

- **جب شیخ ابن باز سے حسب ذیل قول کا حکم دریافت کیا گیا :**

''میں نے کچھ ثقات سے مدد طلب کی''

**تو انھوں نے فرمایا :** ''اس لفظ میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ جس سے مدد طلب کی جا رہی وہ زندہ ہو، حاضر ہو، قادر ہو، یا بذریعہ تحریر، یا فون سے بات کی گئی ہو، البتہ مردوں سے اور غائب لوگوں سے بغیر کسی حسی واسطے مثلاً کتابت اور فون وغیرہ کے بغیر مدد طلب کرنا ممنوع ہے، ایسے ہی جمادات، مثلاً پتوں، درختوں اور ستاروں وغیرہ سے بھی منع ہے، کیونکہ یہ شرک ہے، **والله ولي التوفيق**''۔ ①

- **اور فتاویٰ لجنہ دائمہ میں آیا ہے :**

''استعانت (مدد طلب کرنا) عبادت ہے، غیر اللہ کے لئے اس کا صرف کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ جن ہو، انسان ہو، یا ملائکہ میں سے ہو، البتہ زندہ قادر انسان سے ان امور میں مدد طلب کی جاسکتی ہے جن پر وہ قادر ہو، مثلاً زندہ قادر انسان سے کھیتی باڑی، تعمیر کے کام اور دشمنوں سے قتال میں مدد طلب کی جاسکتی ہے''۔ ②

**اس فتوی پر حسب ذیل مشائخ کے دستخط ہیں :** شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ عبدالرزاق عفیفی، شیخ عبداللہ بن غدیان، شیخ صالح الفوزان، شیخ عبدالعزیز آل شیخ، شیخ بکر ابوزید۔ **رحم الله أمواتهم وحفظ أحياءهم**۔

- **موجودہ صورت حال :**

رقیہ کرنے والے بہت سے معالجین مریض سے متعلق کچھ غیبی امور کی معرفت کے لئے جنوں کی مدد لیتے ہیں، مثلاً ان سے بیماری کا سبب معلوم کرتے ہیں، نظر لگانے والی کی تعیین چاہتے ہیں، جادوگر یا جادو کی ہوئی چیز کا پتہ چلاتے ہیں، یا جادو کے مقام کے بارے میں پوچھتے ہیں، یا ایسی ہی دیگر چیزوں کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں۔

**جنوں سے مدد حاصل کرنے والے راقیوں کے طریقے الگ الگ ہیں :**

- کچھ لوگ قرین سے مدد طلب کرتے ہیں، یعنی جنوں میں سے وہ قرین جو ہر انسان کے ساتھ لگا ہوتا ہے۔

---

① مجموع الفتاوی : ۳۲۲/۲۸۔

② **المجموعة الثانية** : ۱۹۸/۱ نمبر : ۱۶۱۷۱۔

**ایک راقی نے لجنہ دائمہ سے سوال کرتے وقت اس طریقے کی کیفیت بیان کی تھی جو حسب ذیل ہے :**

**اس نے لکھا :** ہم مریض سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہچکیاں لیتا جائے اور ساتھ ہی (**بسم الله أوله وآخره**) کا ورد کرے، پھر ایک مدت کے بعد قرین بولنے لگتا ہے اور ہم اس سے گفتگو شروع کرتے ہیں۔ [1]

- ان میں سے کچھ لوگوں کا جنوں سے رابطہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ جنات ان راقیوں کو کچھ باتیں جو مریض سے متعلق ہوتی ہیں خواہ ان کا تعلق دور سے ہو خواہ قریب سے راقی کو بتاتے ہیں اور اس کے کان میں ڈال دیتے ہیں، یا ان حوادث سے متعلق باتیں انہیں بتاتے ہیں جو اس کی زندگی میں پیش آئے ہوتے ہیں، جو ہوسکتا ہے کہ راقی کے لئے غیبی امور ہوں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس میں کچھ کمی بیشی بھی کرتے ہوں بالکل اسی طرح جیسے ان کے ابنائے جنس کاہنوں کے ساتھ کرتے ہیں۔

یہ صورت حال کچھ راقیوں میں ایسی نمایاں طور پر ظاہر ہے کہ حد درجہ قابل توجہ بن گئی ہے جیسا کہ اہل علم سے اس کے متعلق کثرت سوال سے معلوم ہوتا ہے۔

- پھر ان راقیوں میں سے کچھ لوگ تو اسے چھپاتے ہیں، اور کچھ یہ کام علانیہ طور پر کرتے ہیں، اور اس کے لئے وجہ جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ ہم تو بس مسلمان جنوں سے مدد لیتے ہیں، اور اہل علم میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اور اس کا استعمال صرف جائز امور میں ہوتا ہے جس کے فوائد واضح ہیں، اس لئے لازم ہے کہ اس صورت حال پر بحث کی جائے اور اس کا شرعی حکم معلوم کیا جائے۔

- **جنوں سے استعانت کا حکم :**

اس سلسلے میں بھی اگرچہ اہل علم کی دورائیں ہیں مگر جواز کے قائل حضرات کے پاس ضعیف اور نا قابل استدلال روایتوں اور کچھ مجربات کے سوا کوئی صحیح دلیل نہیں ہے جبکہ دلائل کی روشنی میں راجح قول یہی ہے کہ علاج میں جنوں سے مدد لینا ناجائز اور حرام ہے کیونکہ یہ وسائل شرک میں ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے مفاسد کا ذریعہ ہے۔

**علامہ البانی فرماتے ہیں :**

”نیکی کا اظہار کرنے والے کچھ لوگوں کا (طب روحانی) کے نام سے علاج کرنا خواہ وہ پرانے طریقے پر ہو کہ جس میں اپنے قرین جن سے رابطہ کیا جائے جیسا کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے، یا آج کے

---

[1] فتاویٰ اللجنة الدائمة : ۲۴/۲۸۷ نمبر : ۱۹۵۱۱۔

روحوں کے حاضر کرنے کے طریقے کے مطابق جسے (استحضار الارواح) کا نام دیا جاتا ہے اور ایسے ہی کسی اور طریقے پر... ان سب کے سب طریقوں کا تعلق علاج کے غیر مشروع وسائل سے ہے، کیونکہ ان کا مرجع جنوں سے استعانت ہے جو مشرکوں کے گمراہ ہونے کے اسباب میں سے تھی جیسا کہ قرآن میں آیا ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔ ①

# منع وتحریم کے اہم دلائل کی ترجیح کا اظہار و بیان

● ذیل میں کچھ اہم دلائل ترجیح بیان کئے جا رہے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رقیہ شرعیہ وغیرہ میں جنوں سے استعانت (مدد طلب کرنا) حرام ہے خواہ وہ جن مسلم ہوں یا غیر مسلم :

۱۔ کتاب وسنت کی کوئی بھی صحیح وصریح دلیل جنوں سے استعانت کی موجود نہیں ہے، اور مجیزین کی طرف سے جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ سب ضعیف اور نا قابل استدلال ہیں۔

۲۔ نبی ﷺ نے جنوں کو دعوت ضرور دی ہے مگر ان سے کوئی خدمت لی نہ کسی مسئلے میں کبھی ان سے مدد طلب کی، یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کا رقیہ کیا، دوسروں نے آپ کا رقیہ کیا، اور آپ نے اپنے اصحاب کا رقیہ کرنے کا حکم بھی دیا، اس طرح اس مسئلے میں آپ کا قول وفعل اور تقریر سب کچھ جمع ہے مگر اس میں سے کسی میں بھی جنوں سے استعانت کا کوئی بھی عمل یا اس کی رہنمائی موجود نہیں ہے۔ اس کی وضاحت حسب ذیل واقعے سے بھی ہوتی ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ خود جادو میں مبتلا ہوئے ② مگر آپ نے جادوگر یا جادو کے مقام کی معرفت کے لئے جنوں سے مدد نہیں لی، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آپ پر ظاہر کر دیا، چنانچہ اگر جنوں سے استعانت جائز ہوتی تو نبی ﷺ نے یہ کام ضرور کیا ہوتا، اور اتنے دنوں تک سحر کی پریشانی نہ جھیلتے رہتے۔

۴۔ ایسے ہی یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی ﷺ کا قرین جن مسلمان (یا تابع فرمان) ہو گیا تھا، مگر اس کے

① السلسلة الصحيحة : ٦/١/٦١٤-٦١٥ ، اور دیکھیے : ٦/٢/١٠٠٩ ، اور السلسلة الضعيفة : ٢/١١١۔

② بخاری حدیث نمبر : ٣٢٦٨ ، فتح الباری : ٢/١٥٢٣ ، مسلم حدیث نمبر : ٢١٨٩۔

باوجود یہ بات کہیں منقول نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے کسی بھی معاملے میں کبھی اپنے قرین سے کوئی مدد طلب کی ہو، خواہ اس کا تعلق علاج سے ہو یا دیگر کسی معاملے سے، تب بتائیے کہ اس شخص کے متعلق کیا خیال کیا جائے جو رقیہ سے علاج کرتے وقت قرین سے استعانت کرتا اور مدد مانگتا ہے، حالانکہ اس کے قرین کا اسلام لانا (یا تابع فرمان ہوجانا) بھی ثابت نہیں؟ اور (نہ اس کے ثابت کرنے کا کوئی یقینی ذریعہ ہے اس لئے) وہ کہاں سے ایسا کر سکے گا؟

- **اور یہ بات بھی کہیں منقول نہیں ہے کہ کسی جن نے خود آنحضرت ﷺ کو اس ضمن میں کوئی پیشکش کی ہو یا آپ کی کوئی مدد کی ہو۔**

۵۔ نبی ﷺ کو بعض غزوات میں اس کی حاجت پیش آئی تھی مگر آپ نے یہ کام نہیں کیا، بلکہ حالات سنگین اور خطرناک ہونے کے باوجود اپنے صحابہ کے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ نے انہیں سے استعانت کی اور مدد طلب کی، مثلاً انھوں نے غزوۂ خندق کے موقع پر شدید سردی اور سخت خوف ودہشت کے عالم میں مشرکین کی خبر لانے کا حضرت حذیفہ رضی اللہ کو حکم دیا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کی رات ہم نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس حال میں دیکھا کہ ہم سخت ہوا اور انتہائی سردی کی گرفت میں تھے، اسی موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''أَلَا رَجُلٌ يَأتِيْنِيْ بِخَبْرِالْقَوْمِ ، جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''۔

''ہے کوئی شخص جو دشمنوں کی خبر لائے اور اسے اللہ قیامت کے دن میری رفاقت نصیب کرے۔ اس پر ہم سب خاموش رہے، ہم میں سے کسی نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا''۔

**پھر آپ نے فرمایا:** ''ہے کوئی شخص جو ہمارے پاس اس قوم کی خبر لائے، اور اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن میری رفاقت نصیب کرے''۔

اس پر بھی ہم سب خاموش رہے، ہم میں سے کسی نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا، پھر آپ نے فرمایا: ''ہے کوئی آدمی جو ان لوگوں کی خبر ہمارے پاس لائے، اللہ اسے قیامت کے دن میری ہمراہی نصیب کرے''۔ اس پر بھی ہم سب خاموش ہی رہے، کسی نے بھی آپ کو کوئی جواب نہیں دیا، تب آپ نے فرمایا: ''اے حذیفہ! تم کھڑے ہو جاؤ اور ہمارے پاس ان لوگوں کی خبر لے آؤ'' اب جب آپ نے میرا نام لیکر مجھے پکار لیا تو پھر میرے سامنے اٹھ کھڑے ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، آپ نے فرمایا: ''چلو جاؤ اور میرے پاس ان لوگوں کی خبر لے آؤ، مگر دیکھنا میری طرف سے ان میں کوئی چھیڑ چھاڑ یا خوف کا

ماحول نہ پیدا کرنا''۔ پھر جب میں ان کی طرف سے رخ موڑ کر چلا تو ایسا لگتا تھا جیسے کسی حمام میں چل رہا ہوں، یہاں تک کہ میں ان میں پہنچ گیا، میں نے دیکھا کہ ابوسفیان آگ میں اپنی پیٹھ سینک رہا ہے، تب میں نے اپنے کمان کے چلے پر ایک تیر چڑھایا اور چاہا کہ اسے نشانا بنالوں مگر مجھے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یاد آگئی کہ (میری طرف سے انہیں برانگیختہ کرنے کا کوئی کام نہ کرنا) اگر میں نے تیر چلا دیا ہوتا تو اسے مار گراتا تب میں یوں پلٹ آیا جیسے حمام میں چلتا ہوا آیا ہوں، اور جب میں واپس آیا تو میں نے انہیں ان لوگوں کی خبر سنائی اور فارغ ہوگیا اور مجھے قرار آگیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی فاضل عباء کا ایک حصہ جس پر وہ نماز پڑھا کرتے تھے مجھ پر ڈال دیا، اور میں صبح تک سویا پڑا رہا، پھر جب صبح ہوگئی تو آپ نے فرمایا: ''اے سونے والے! اب اٹھ جا''۔ [1]

- **ایک اشکال اور اس کا جواب :**

اگر یہ کہا جائے کہ نبی ﷺ نے جواز کے باوجود (جنوں سے استعانت) اس لئے ترک کردی تھی کیونکہ یہ کمال توکل کے منافی ہے جیسا کہ ستر ہزار لوگوں کے بلاحساب جنت میں جانے والی حدیث میں وارد ہوا ہے۔

**تو اس کا جواب یہ ہے کہ :** اگر جنوں سے استعانت جائز ہوتی تو نبی ﷺ کا انہیں کوئی حکم دینا بالکل اسی قبیل سے ہوتا جیسے آپ نے اپنے بعض اصحاب کو اپنی کچھ ضرورتوں کے پورا کرنے کا حکم دیا، جو کسی طرح کمال توکل کے منافی نہیں تھا، مگر جب اس کے باوجود آپ نے ان سے استعانت نہیں کی تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جنوں سے استعانت از قبیل ماذون فیہ (جس کی اجازت ہے) نہیں ہے بلکہ از قبیل ممنوع ہے۔

۶۔ آپ ہی کے طور طریقوں اور نقش قدم پر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی گامزن تھے، چنانچہ ان میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہے کہ اس نے رقیہ یا علاج میں جنوں سے مدد لی ہو۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ اس نے جنوں کو اپنے نبی سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کردیا تھا، اور آیات کے سیاق سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چیز سلیمان علیہ السلام کے اختصاصات میں سے تھی کیونکہ انھوں نے ایسی بادشاہت طلب کی تھی جو ان کے بعد کسی اور کو حاصل نہ ہو، اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ ٱلرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِۦ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَٱلشَّيَٰطِينَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَءَاخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِى ٱلْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هَٰذَا عَطَآؤُنَا فَٱمْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ [ص:۳۵-۳۹]۔

---

[1] مسلم ، ک : الجهاد والسير ، ب : غزوة الاحزاب : ۱۲/۱۲۴ ، ح : ۱۷۸۸۔

''پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا اور آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے نرمی سے پہنچا دیا کرتی تھی اور (طاقت ور) جنات کو بھی (ان کا ماتحت کر دیا) ہر عمارت بنانے والے کو اور غوطہ خور کو اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے یہ ہے ہمارا عطیہ اب تو احسان کر یا روک رکھ، کچھ حساب نہیں''۔

**اور فرمایا :** ﴿وَلِسُلَيْمَٰنَ ٱلرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِۦٓ إِلَى ٱلْأَرْضِ ٱلَّتِي بَٰرَكْنَا فِيهَا ۚ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَٰلِمِينَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ ٱلشَّيَٰطِينِ مَن يَغُوصُونَ لَهُۥ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَكُنَّا لَهُمْ حَٰفِظِينَ﴾ [الانبیاء:۸۱-۸۲]۔

''ہم نے تند و تیز ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی، اور ہم ہر چیز سے باخبر اور دانا ہیں اسی طرح سے بہت سے شیاطین بھی ہم نے اس کے تابع کیے تھے جو اس کے فرمان سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی بہت سے کام کرتے تھے، ان کے نگہبان ہم ہی تھے''۔

**اور فرمایا :** ﴿وَلِسُلَيْمَٰنَ ٱلرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۖ وَأَسَلْنَا لَهُۥ عَيْنَ ٱلْقِطْرِ ۖ وَمِنَ ٱلْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِۦ ۖ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ ٱلسَّعِيرِ ﴿١٢﴾ يَعْمَلُونَ لَهُۥ مَا يَشَآءُ مِن مَّحَٰرِيبَ وَتَمَٰثِيلَ وَجِفَانٍ كَٱلْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَٰتٍ ۚ ٱعْمَلُوٓا۟ ءَالَ دَاوُۥدَ شُكْرًا ۚ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ ٱلشَّكُورُ﴾ [سبا:۱۲-۱۳]۔

''اور ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھی اور شام کی منزل بھی اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولھوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں، اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں''۔

- اور نبی صلی اللہ علیہ وسلام سے بھی ایسی حدیثیں ثابت ہیں جن سے اس مسئلے میں ان کا اختصاص ثابت ہوتا ہے۔ اور حدیثیں وہی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے شیطان کے باندھنے کا قصد کیا تھا مگر سلیمان علیہ السلام کی دعا کو یاد کر کے چھوڑ دیا تھا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی باتوں کا چوری چھپے سننا اور کن سوئیاں لینا جنوں پر ممنوع کر دیا ہے، اور ان کے لئے مارنے والے شعلوں کا انتظام کر رکھا ہے، اور اس موضوع کی حدیثیں گزر چکی ہیں۔ اس سلسلے میں کافر اور مسلم جنوں میں کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے، تاکہ شرک اور اس کے وسائل کا مادہ جڑ سے ختم کر دیا جائے، جو انسانوں کے کاہنوں اور جنوں کے درمیان تعامل کے نتیجے میں سامنے آتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جنات اپنی چپکے سے سنی ہوئی باتیں ان تک پہنچا دیتے ہیں اور وہ لوگوں کو اس سے دھوکہ دیتے ہیں اور فتنے میں ڈال دیتے ہیں، اور لوگ ان کی تمام باتوں کی تصدیق کرنے لگتے ہیں، اور جنوں کی مدد لینے والے راقیوں کے یہاں یہ چیز پورے طور پر موجود ہے، اور سارے اہل علم کا کاہنوں اور عرافوں کے پاس جانے، ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کی حرمت پر اتفاق ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً"۔

"جو کسی عراف کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات پوچھے تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی"۔ ①

**اور فرمایا:** "جو کسی کاہن یا عراف کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی چیزوں کے ساتھ کفر کیا"۔ ②

● **علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:** "جس نے جادو کے کھولنے پر ان سے۔یعنی جنوں سے۔مدد لی۔جیسا کہ ان کا دعوی ہوتا ہے۔یا انسان کو لاحق جن کی شناخت میں کہ وہ مذکر ہے یا مونث ہے، مسلم ہے یا کافر ہے؟ استعانت کی اور اس سے استعانت کرنے والے نے اس (جن) کی تصدیق کی، پھر اس کے پاس حاضر لوگوں نے بھی اس کی تصدیق کی تو نبی ﷺ کے اس قول کی وعید سب کو شامل ہوگی جس میں آپ فرماتے ہیں: "جو کسی عراف یا کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی چیزوں کے ساتھ کفر کیا" اور اس دوسری حدیث کی وعید میں بھی شامل ہوگا: "... چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی"۔ ③

۹۔ جنوں کی غالب صفت جھوٹ بولنا ہے، اور نبی ﷺ نے اس کی صراحت فرمائی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی غلے کی حفاظت والی حدیث گزر چکی ہے، جس میں آخر میں آپ نے فرمایا تھا:

---

① مسلم: ۲۲۳۔ ② احمد: ۹۵۳۶، حاکم: ۸/۱ صحیحین کی شرط پر صحیح ہے۔

③ السلسلة الصحيحة: ۱۰۰۹/۲/۶۔

''أَمَا إِنَّهُ صَدَقَکَ وَهُوَ كَذُوبٌ'' ''آگاہ رہو کہ اس نے تم سے (یہ بات) سچ کہی ہے حالانکہ وہ (اصلا) جھوٹا ہے''۔
ابوہریرہ! تمہیں معلوم ہے کہ تین راتوں سے تم سے کون باتیں کرتا ہے، انھوں نے کہا: مجھے نہیں معلوم، آپ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔ ①

● **ابن حجر فرماتے ہیں:** آپ کا ارشاد: (حالانکہ وہ جھوٹا ہے) انتہائی حسین و بلیغ تتمیم ہے، کیونکہ آپ نے اس کے صدق کو ثابت فرمایا تھا جس سے صفت مدح کا خیال گزرتا ہے، پھر اس کا استدراک مذمت کی مبالغہ والی صفت (**وهو كذوب**۔ وہ حد درجہ جھوٹا ہے) سے کیا۔ ②

جب ان کا حال یہی ہے تو ان کی عدالت اور صدق کے متعلق تحقیق دشوار ہے، بالخصوص جبکہ ان کا تعلق ایک نادیدہ غیبی دنیا سے ہے۔

اور اس وقت جس نے اس شیطان کی تصدیق کی تھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور ان کے پاس وحی آیا کرتی تھی، جبکہ ان کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اس لئے آج ان کے صدق کا علم حد درجہ دشوار (بلکہ تقریباً محال) ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جھوٹ کے ساتھ ساتھ ان میں یہ خصلت بھی ہے کہ انہیں انسانوں میں عداوت ونفرت اور قطع تعلق پیدا کرنے میں خاص دلچسپی اور اہتمام ہے، اور وہ واقعات اور حادثات کتنی کثرت سے رونما ہوتے رہے ہیں جن میں انھوں نے جھوٹی اور خود ساختہ خبریں دیں کہ ساحر یا نظر لگانے والا مریض کا قرابتدار ہے، اس کی بیوی، یا بھائی، یا بہن، یا چچازاد بھائی، یا ایسا ہی کوئی دیگر، جس کے نتیجے میں بہت سے گھر بند ہو گئے، خاندان اجڑ گئے، تعلقات منقطع ہو گئے، یہ سب انہیں غلط سرگرمیوں کے نتیجے میں ہوا۔

● **ابن تیمیہ فرماتے ہیں:** ''وَالْجِنُّ أَجْهَلُ، وَأَكْذَبُ، وَأَظْلَمُ، وأَغْدَرُ''۔

''جنات زیادہ جاہل، سخت جھوٹے، بڑے ظالم اور نہایت فریبی ہوتے ہیں''۔ ③

اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ''۔

''یقیناً شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی لوگ جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کریں گے، مگر وہ ان کے درمیان لڑائی کھڑی کرنے سے مایوس نہیں ہوا''۔ ④

---

① بخاری: ۲۳۱۱۔ ② فتح الباری: ۱/۱۲۱۱، دیکھیے: مبارکپوری کی تحفۃ الاحوذی: ۸/۱۵۰۔
③ الفتاویٰ: ۱۹/۴۷۔ ④ مسلم: ۲۸۱۲۔

اور آنجناب رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''شیطان اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر لوگوں میں اپنی فوجیں بھیجتا ہے، جو لوگوں کو فتنوں میں گھسیٹتے ہیں پھر قدر و منزلت میں اس کا سب سے قریبی وہ ہوتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے بڑ فتین ہوتا ہے، پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے، میں فلاں کے ساتھ لگا رہا یہاں تک کہ اسے اس حال کو پہنچا کر چھوڑا کہ اب وہ ایسا اور ایسا کہتا ہے، تب ابلیس اس سے کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا، بیان کیا کہ پھر ایک اور اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے، میں نے اس وقت تک اسے نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈال دی، بیان کرتے ہیں : تب وہ اسے بلاتا ہے اور قریب کرتا ہے اور کہتا ہے : ہاں تو نے کچھ کام کیا ہے''۔

۱۰۔ جنات جس طرح اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کیا کرتے تھے ویسی مطلق اطاعت وہ کسی کی نہیں کرتے ہیں، بلکہ اس اطاعت کا مقابل اور عوض لازمی طور پر حاصل کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ انسان مختلف طرح کی عبادتوں کے ذریعہ اس جن کا قرب حاصل کرے جن کا اللہ کے سوا کسی اور کے لئے صرف کرنا جائز نہیں ہے، یا پھر اللہ کے ساتھ۔معاذ اللہ۔کفر کا مرتکب ہو یا قرآن پاک کی توہین اور بے حرمتی کرے، یا ذلت اور انکساری کے ساتھ ان کے سامنے جھک جائے۔

اور بسا اوقات رفتہ رفتہ اور بتدریج راقی کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے اس کی بات ماننے لگتے ہیں، اس کا حکم بجالاتے ہیں، اس کی طلب پوری کردیتے ہیں، اور کچھ عوض بھی نہیں مانگتے، ایسا معاملے کے آغاز میں ہوا کرتا ہے، پھر جب اسے غافل پاتے ہیں تو اس پر سوار ہوجاتے ہیں، اور اس کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں، پھر وہ ذلت کے ساتھ ان کا محکوم بن جاتا ہے، جبکہ پہلے پہل وہ معزز حاکم ہوتا ہے، اور صحت وتندرستی اور عافیت کے بعد ان کا شکار بن جاتا ہے، تب اس وقت وہ اس سے عوض اور نذرانے وصول کرتے ہیں۔

اور یہ سب طرفین کے استمتاع ہی کی ایک قسم ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَـٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَـٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٨﴾ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّى بَعْضَ ٱلظَّـٰلِمِينَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ﴾ [الانعام:۱۲۸-۱۲۹]۔

''اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کرے گا، (کہے گا) اے جماعت جنات کی! تم نے انسانوں میں سے

بہت سے اپنا لیے جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو تو نے ہمارے لئے معین فرمائی، اللہ فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے، ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے اور اسی طرح ہم بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب''۔

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلۡإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلۡجِنِّ فَزَادُوهُمۡ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

- **بغوی فرماتے ہیں :**

''کہا گیا جنوں سے انسانوں کا استمتاع یہی ہے کہ وہ جھوٹی باتیں، جادو اور کہانت کی باتیں ان تک پہنچایا کرتے ہیں، ان کی چاہت کی چیزوں کو ان کی نگاہوں میں مزین کر دیتے ہیں، اور ان کی حصول کی راہیں آسان کر دیتے ہیں، اور جنوں کا انسانوں سے استمتاع یہ ہے کہ وہ ان کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور گمراہی اور گناہوں کی جو باتیں وہ ان کے لئے مزین کرتے ہیں وہ ان پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ ①

- **ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''مجموعی طور پر انسانوں کا جنوں سے فائدہ اٹھانا اور جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا اسی جیسا ہوتا ہے جیسے انسان انسانوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں... کبھی یہ ان کے اغراض میں ان کی مدد کرتے ہیں، اور کبھی وہ ان کی غرض پوری کر دیتے ہیں، چنانچہ جنات کسی صورت یا مال کے حصول یا اس کے دشمن کو قتل کرنے میں اس کی خواہش پوری کر دیتے ہیں، اور انسان جنوں کی اطاعت کرتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ کبھی انہیں سجدہ کرتے ہیں، کبھی ان ہستیوں کو سجدہ کرتے ہیں جنھیں سجدہ کرنے کا وہ انہیں حکم دیتے ہیں، اور کبھی یوں خود سپردگی کر دیتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ بدفعلی کرتے ہیں، ایسے ہی کچھ جنیاں بھی جس انسان کی خدمت کرتی ہیں اس سے وہی چاہت رکھتی ہیں جو انسانوں کی عورتیں مردوں سے رکھتی ہیں، اور ایسا جنوں کے مردوں اور عورتوں میں بہت ہوتا ہے، چنانچہ بکثرت ان میں کے مرد انسان کی عورتوں سے وہ چاہت

① معالم التنزیل : ۴۴۳ اور دیکھیے : تفسیر ابن کثیر : ۴۸۷ (۱۳۷۱) اور فتح القدیر للشوکانی:۱۶۱/۲ (۳۰۵/۵)۔

پوری کرتے ہیں جو انسان کیا کرتے ہیں، اور ایسے ہی لڑکوں کے ساتھ بھی کرتے ہیں...

جنوں سے انسانوں کے فائدہ اٹھانے میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ امور غائبہ کے متعلق ان سے ایسے ہی خبریں حاصل کرتے ہیں جیسے کاہنوں کی خبریں ہوا کرتی ہیں، کیونکہ کچھ انسانوں کو بھی اس کی غرض ہوا کرتی ہے، اس لئے کہ انہیں اس کے ذریعہ سرداری اور مال وغیرہ حاصل ہوتے ہیں، اگر یہ لوگ (سابقہ) عربوں کی طرح کافر ہوئے تو پھر انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ انہیں کاہن کہا جائے جیسے کہ بعض عرب کاہن ہوا کرتے تھے، اور جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں بھی کاہن موجود تھے، اور منافق لوگ اپنا فیصلہ کاہنوں سے کرانے کا مطالبہ کرتے تھے، اپنے مسلمان ہونے سے پہلے ابوایرق اسلمی بھی ایک کاہن ہی تھے۔ اور اگر یہ لوگ مسلمان ہوتے ہیں تو وہ یہ ظاہر نہیں کرتے کہ ہم کاہن ہیں، بلکہ اسے کرامات کی راہ پر لے جاتے ہیں، اور حقیقت میں کاہنوں کی جنس سے ہوتے ہیں، اس لئے کہ جنات ان خبروں کے ذریعہ انسان کی خدمت اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک وہ اس انسان سے خود فائدہ نہ اٹھائیں، جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ وہ انسان ان کی چاہت کی کچھ چیزوں میں ان کی فرمانبرداری کرے، شرک کرے، یا فحش کاری کا ارتکاب کرے، یا حرام مال کھانے، یا کسی جان کو ناحق قتل کرنے میں ان کی بات مان لے۔

شیطان کی غرض اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں: کفر، فسق وفجور اور معصیتوں میں ہوا کرتی ہے، انہیں شر اور فتنوں میں لذت ملتی ہے، وہ ان چیزوں کو محبوب رکھتے ہیں گو ان میں ان کا کوئی فائدہ نہ بھی ہو، وہ چور کو چوری پر آمادہ کرتے ہیں اور صاحب مال سے جا کر کہتے کہ تمہارا سامان فلاں نے چرایا ہے''۔ [1]

۱۱۔ ایسے ہی یہ استعانت راقی کے دل کو اس جن کے ساتھ مربوط کر دیتی ہے اور یہ شرک کا وسیلہ اور اس کی راہ ہے، اور اگر جن کافر ہو تو پھر یہ شرک بھی ہے، جبکہ واجب یہ ہے کہ دل کا تعلق اللہ عز وجل کے ساتھ جڑا اور مربوط رہے۔ [2]

۱۲۔ جس نے انسانوں کے ساتھ تعامل پر قیاس کرتے ہوئے، جائز چیزوں میں مسلم جنوں سے استعانت (مدد طلب کرنے) کو جائز قرار دیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ان امور میں کافر جنوں سے استعانت (مدد طلب

① الفتاویٰ: ۱۳/۴۶-۴۷۔

② دیکھیے: التمهيد للشيخ صالح آل الشيخ (۶۱۵) اور فتح المنان لمشهور آل سلمان (۲۱۴)۔

کرنے ) کو بھی جائز ٹھہرائے، جیسا کہ انسانوں کے درمیان یہ جائز ہے، جی ہاں! ایک مسلم انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ مباح چیزوں میں کافر انسانوں سے مدد طلب کرے، اور اگر کوئی اس کا قائل ہو تو پھر بتائے کہ اس استعانت اور جادوگروں اور کاہنوں کے عمل میں کیا فرق ہے؟![1]

۱۳۔ جنوں سے استعانت کے بعض طریقوں میں مریض کو نقصان لاحق ہوتا ہے، اس کے ساتھ ظلم وزیادتی ہوتی ہے، مثلاً اگر راقی کسی پر جن کو حاضر کرتا ہے تو یہ استعانت اس مریض کے حساب پر ہوتی ہے۔

**۱۴۔ استعانت اگر مسلمان جنوں سے ہو تو اس سے عقیدے پر دو خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں :**

أ۔ کچھ غیبی امور سے متعلق خبروں کی وجہ سے عوام راقی کے متعلق فتنے میں پڑ جاتے ہیں، اور راقی خود اپنے آپ سے فتنے میں پڑ جاتا ہے، اگر وہ سچی ثابت ہوں تو ان کا تعلق غیب نسبی سے ہوا جو کچھ کو معلوم ہوتے ہیں اور کچھ کے لئے مخفی ہوتے ہیں، اور اس صورت میں تعلق جنوں اور انسانوں سے جڑ جاتا ہے جو مخلوق ہیں اور خالق سبحانہ وتعالیٰ سے تعلق اور اس پر اعتماد وتوکل کمزور ہو جاتا ہے، اور یہی شرک کا راستہ اور طریقہ ہے۔

اور بسا اوقات یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیاطین اس راقی کو بتدریج اپنی گرفت میں لے رہے ہوں، اس لئے انہیں بتائیں اور خیال دلائیں کہ انھوں نے ہی مریض پر جادو کیا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ اس جادو کے کھولنے میں وہ اس کی بات بھی مان لیں، یہاں تک کہ جب وہ ان کے ساتھ تعامل میں دور تک چلا جائے اور ان کا دروازہ کھٹکھٹانے لگے، تب وہ اسے اپنے جال میں پھانس لیں، اسے دہشت زدہ کریں دھمکیاں دیں، اور اس کے ساتھ کھیل شروع کریں اور وہ۔ معاذ اللہ۔ راقی سے ساحر یا کاہن بن جائے۔

ب۔ جادوگر اور شعبدے باز بھی ان راقیوں کے فعل کو حجت بنائیں گے، اور اس بات کے مدعی ہوں گے کہ وہ بھی تو وہی کرتے ہیں جو وہ لوگ کیا کرتے ہیں، ممکن ہے کہ وہ ظاہری طور پر بڑے نیک، صالح، بزرگ اور پختہ دیندار بن کر سامنے آئیں، جیسا کہ ان میں سے بہت سے لوگ عملی طور پر ایسا کر بھی رہے ہیں، ایسی صورت میں تمیز بہت دشوار ہے، جادوگری، شعبدے بازی اور کہانت کا بازار گرم رہے گا، اور ظاہر میں سبھی رقیہ شرعیہ کرنے والے راقی ہوں گے، مسلمان جنوں سے مدد لیتے ہوں گے۔ اسی لئے جنوں سے استعانت کی حرمت کا قول گو وہ مسلم ہی کیوں نہ ہوں اس وسیع دروازے کو بند کر سکتا ہے جن سے داخل ہو کر جادوگروں، شعبدہ بازوں اور ٹھگوں کو رقیہ شرعیہ کے نام پر غافل لوگوں کا عقیدہ بگاڑنے اور برباد کرنے کا موقع ملتا ہے۔ **واللہ المستعان.**

---

[1] دیکھیے: ڈاکٹر فهد اليحيى کی بحث بعنوان: ۱۴وجهافی تحريم الاستعانه بالجن، جنوں سے استعانت حرام ہونے کی ۱۴وجوہات۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کا قول :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

مشرکوں کا عمل یہ تھا کہ جب وہ کسی وادی میں اترتے تھے تو جنوں کی پناہ طلب کیا کرتے تھے، یہ چیز استعانت کے قبیل سے تھی، اس لئے اسلام نے اس سے منع کر دیا، ابن کثیر فرماتے ہیں: یعنی ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں انسانوں پر فضیلت ہے، کیونکہ وہ کسی وادی میں یا جنگل وغیرہ کی کسی وحشتناک جگہ پر اترتے ہیں تو ہماری پناہ طلب کرتے ہیں، جیسا کہ عرب لوگ اپنی جاہلیت میں اس جگہ کے جنوں کے سردار کی اس سلسلے میں پناہ مانگ لیا کرتے تھے کہ انہیں کوئی تکلیف پہنچے، وہ عادتاً ایسا کیا کرتے تھے، یہ ویسا ہی تھا کہ جب ان میں کا کوئی اپنے دشمنوں کے علاقوں میں جاتا تھا تو کسی بڑے آدمی کی پناہ اور حمایت کے ساتھ ہی وہاں داخل ہوتا تھا، پھر جب جنوں نے دیکھا کہ انسان ان سے ڈر کر ان کی پناہ مانگتے ہیں تو اپنے خوفزدہ اور دہشت زدہ کرنے کے عمل میں اور بڑھ گئے تاکہ وہ ان سے زیادہ سے زیادہ خائف رہیں اور پہلے سے زیادہ ان کی پناہ مانگا کریں جیسا کہ قتادہ نے فرمایا کہ: ''فزادوھم رھقا'' کا مطلب یہ ہے کہ گناہ میں بڑھ گئے اور انسان کے خلاف جنوں کی جرأت اور بڑھ گئی [①]۔ اور ابن کثیر نے عربوں کی جنوں سے استعانت کے متعلق ایک خبر نقل کی ہے، بیان کرتے ہیں: کردم بن ابی سائب انصاری سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ مدینے سے ایک ضرورت کے تحت نکلا، اور یہ وہ وقت تھا کہ جب اول اول مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چلا تھا، ہوا یہ کہ شب بسری کا ٹھکانا ہمیں ایک بکریوں کے چرواہے کے پاس ملا، پھر جب رات آدھی گزر گئی تو ایک بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری کا بچہ اٹھا لے گیا۔ تب چرواہا اچھل کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اس وادی کے آباد کار یہ تیری پناہ کا طلب گار ہے، اس پر ایک پکارنے والے نے آواز لگائی: اے سرحان! اسے چھوڑ دے۔ اور بکری دوڑتی ہوئی آئی اور ریوڑ میں داخل ہوگئی، اسے کوئی داغ تک نہیں تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔ [①]

اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا: اس میں عبدالرحمان بن اسحاق کوفی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ [②]

---

① اسے طبرانی نے المعجم الکبیر ۱۹/۱۹۱ حدیث نمبر (۴۳۰) میں روایت کیا ہے۔

تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر : ۴/۴۲۹

② دیکھئے : مجمع الزوائد ومنبع الفوائد لنور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی (۷/۲۷۲) نمبر (۱۱۴۴۱)۔

### ابن کثیر فرماتے ہیں :

ممکن ہے وہ بھیڑیا جس نے بکری کا بچہ اٹھایا تھا وہ کوئی جن رہا ہو اور اس کا مقصد انسان کو ڈرانا اور خوفزدہ کرنا رہا ہو، پھر جب اس نے اس کی پناہ مانگی تو اسے گمراہ و ذلیل کرنے اور اس کے دین سے نکالنے کے لئے اسے واپس کر دیا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ①

۱۶۔ اللہ کا ارشاد گرامی :

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَـٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَـٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾ [الانعام:۱۲۸]۔

### بغوی فرماتے ہیں :

انسانوں کا جنوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ جب کوئی شخص سفر کرتا اور کسی چٹیل اور ویران جگہ پر پڑاؤ ڈالتا اور اسے اپنے متعلق جنوں کا ڈر لاحق ہوتا تو وہ آواز لگاتا: میں اس وادی کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں اس کی قوم کے نادانوں سے، اس طرح وہ اس کی پناہ میں رات گزارتا تھا، اور جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ تھا کہ وہ کہتے تھے یہ دیکھو ہم جنوں کے ساتھ انسانوں پر بھی حکومت کرنے لگے، یہاں تک کہ وہ ہم سے پناہ طلب کرتے ہیں، اس طرح ان کی قوم میں ان کا شرف بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے آپ میں عظمت کا احساس کرنے لگتے ہیں، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

اور کہا گیا کہ انسانوں کا جنوں سے فائدہ اٹھانا وہی ہے جو وہ ان میں سنسنی خیز خبریں، جادو اور کہانت وغیرہ ڈالا کرتے تھے اور ان کے لئے ان چیزوں کو مزین کیا کرتے تھے جو انہیں بھاتی تھیں، اور ان کے لئے ان کے حصول کا راستہ آسان کر دیتے تھے، اور جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ تھا کہ جنات ان کے لئے جن گمراہیوں اور معصیتوں کو مزین کر دیتے تھے وہ ان میں ان کی فرمانبرداری کرتے تھے۔ اور محمد بن کعب نے فرمایا: اس سے مراد ایک دوسرے کی طاعت اور ایک دوسرے کی موافقت ہے۔ ②

---

① تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر : ۴/۴۳۰۔

② تفسیر البغوي، معالم التنزیل : ۳/۱۸۸۔

**• شوکانی فرماتے ہیں :**

کہا گیا : انسانوں کا جنوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے سفر میں کسی وادی سے گزرتا تھا اور اسے اپنے بارے میں خوف لاحق ہوتا تھا تو وہ کہتا تھا، میں ان تمام چیزوں سے جن سے میں ڈرتا ہوں اس وادی کے مالک کی پناہ چاہتا ہوں، مراد جنوں میں سے اس کا مالک ہوتا تھا، اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

اور کہا گیا کہ جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ وہ ان کے سامنے جو جھوٹی باتیں پیش کیا کرتے تھے ان سے لذت محسوس کیا کرتے تھے، اور کاہنوں کی طرح اس سے کچھ دنیاوی فوائد حاصل کیا کرتے تھے۔ ①

**• شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :**

انسانوں کا جنوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ وہ امور غائبہ کی خبروں میں جنوں سے مدد لیتے ہیں، جیسا کہ کاہنوں کی خبریں ہوا کرتی ہیں، کیونکہ انسانوں میں کچھ ایسے ہیں جنھیں ان سے فائدہ ملتا ہے، اس کی وجہ سے انہیں سرداری اور مال وغیرہ ہاتھ آتا ہے۔ ②

# جنوں سے استعانت (مدد لینے) کی ممانعت کے متعلق علماء کے اقوال

**۱۔ الآداب الشرعیۃ میں ابن مفلح لکھتے ہیں :**

برزاطی کی روایت میں اس شخص کے متعلق امام احمد نے فرمایا جو اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ وہ دماغی دورے کے دیوانوں کا رقیوں اور تعویذوں سے علاج کرتا ہے، یا یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ جنوں کو مخاطب کرتا ہے اور ان سے ہمکلام ہوتا ہے، اور ان میں سے کچھ اس کی خدمت کرتے ہیں، فرمایا: میں کسی کے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ ایسا کام کرے، اس کا ترک کر دینا ہی مجھے محبوب ہے''۔ ③

---

① فتح القدیر للشوکانی : ۲/۲۳۴۔ ② مجموع الفتاوی لابن تیمیة : ۱۳/۸۱۔

③ الآداب الشرعیة لمحمد بن مفلح : ۱/۲۱۸۔

● **بعض لوگوں نے جنوں سے استعانت کے سلسلے میں امام ابن تیمیہ کو ڈھال بناتے ہوئے لکھا ہے کہ :**

۲۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ مشروع یا مباح کاموں پر صالح جنوں سے مدد لینا جائز ہے۔ ①

● **مگر معالجین حضرات اس بات کا پتہ آخر کیسے چلا سکتے ہیں کہ جو جن ہم کلام ہے اور وہ اسے دیکھ بھی نہیں رہے ہیں وہ صالحین میں سے ہے؟**

**اسی لئے علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''جنوں سے استعانت (مدد لینے) میں مبتلا کچھ لوگوں کا یہ دعویٰ کہ ہم تو بس ان میں سے نیک لوگوں سے استعانت کرتے ہیں (یعنی مدد لیتے ہیں) بالکل جھوٹا دعویٰ ہے کیونکہ۔ عادتاً۔ ان کے ساتھ رہنا سہنا اور میل جول رکھنا ناممکنات میں سے ہے، جس سے ان کی اچھائی یا برائی واضح ہوسکتی ہے، جبکہ ہمیں یہ بات تجربے سے معلوم ہے کہ جن انسانوں کے ساتھ آپ کی حد درجہ صحبت رہتی ہے ان کے بارے میں بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ صالح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ مِنْ أَزْوَٰجِكُمْ وَأَوْلَٰدِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَٱحْذَرُوهُمْ﴾ [التغابن:۱۴]۔

''اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیویاں اور کچھ بچے تمہارے دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہنا''۔

یہ تو ظاہر انسانوں کے متعلق ہے، پھر بھلا ان جنوں کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ﴿إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ [الاعراف:۲۷]۔

''وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو''۔ ②

**۳۔ شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ جنوں کے انسان کی خدمت کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو انھوں نے مجموع الفتاوی ③ میں موجود جنوں سے استعانت (مدد لینے) کے متعلق شیخ الاسلام رحمہ اللہ**

---

① مجموع الفتاوى لابن تيميه : ۱۱/۳۰۷۔

② السلسلة الصحيحة للالباني(۶/۶۱۵) حدیث نمبر(۲۷۶۰) کی تعلیق میں۔

③ مجموع الفتاوى لابن تيميه : ۱۱/۳۰۷۔

**کے کلام کا ذکر کرتے ہوئے جواب دیا۔ پھر فرمایا :**

''کچھ راقیوں نے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے کلام کو علاج میں مسلم جن سے استعانت کی مشروعیت کا سہارا بنالیا ہے جس پر وہ ٹیک لگالیا کرتے ہیں کہ یہ مباح امور میں سے ہے، حالانکہ مجھے تو شیخ الاسلام کے کلام میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی ہے جو اس کے لئے گنجائش پیدا کرتی ہو، کیونکہ یہ چیز تو تسلیم شدہ بدیہیات میں سے ہے کہ جنوں کا تعلق عالم غیب سے ہے وہ ہمیں دیکھتے ہیں جبکہ ہم انہیں نہیں دیکھتے ہیں، ان میں غالب جھوٹ ہے، وہ حد سے گزر جانے والے اور ظالم وستمگر اور جفا شعار ہوتے ہیں، جہالت کی معذوری جانتے ہی نہیں ہیں، ان کی عدالت مجھول ہے، اسی لئے ان کی روایت حدیث بھی ضعیف ہوتی ہے، پھر وہ پیمانہ کیا ہے جس سے ہم یہ فیصلہ کرسکیں کہ یہ جن مسلمان ہے اور یہ منافق ہے یا کافر ہے، یہ نیک ہے اور وہ برا ہے، اس لئے ۔بعض لوگوں کے دعوے کے مطابق ۔علاج میں مسلم جن سے مدد لینا جائز نہیں ہے، جبکہ نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے (اپنا) رقیہ کیا، ان کا رقیہ کیا گیا اور انھوں نے (دوسروں) کا رقیہ کیا، ان کا رقیہ کیا گیا اور انھوں نے اپنے صحابہ کو رقیہ کا حکم دیا، اس طرح آپ ﷺ کا فعل، حکم اور اقرار سب جمع ہوگیا ہے، پھر اگر مسلم جن سے مدد لینا ۔جیسا کہ بعض لوگوں کا دعوی ہے۔کوئی فضیلت کا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دن اسے اپنے رسول سے بچائے ہوئے نہ رکھتا جب یہود نے ان پر جادو کیا تھا، نہ ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو ہی ان سے محروم رکھتا جو انبیاء کے بعد سب سے بہتر اور افضل مخلوق ہیں''۔ ①

- **رقیہ کے لئے جنوں سے مدد لینا اور ان کا استعمال کرنا :**

## صاحب الاحکام الفقیه للامراض النفسیه لکھتے ہیں :

کچھ لوگوں کا دعوی یہ ہے کہ وہ مختلف امراض کے لئے خواہ ان کا تعلق نظر بد، جادو، جن زدگی جیسی چیزوں سے ہو یا دیگر نفسیاتی اضطرابات اور بیماریوں سے ہو جنوں کا استعمال کرتے ہیں، اس عمل کی متعدد صورتیں ہیں، مثلا کچھ معالجین یہ دعوی کرتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ خدام یا مددگار مسلم جن ہیں، یا جس مریض کے متعلق انہیں یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کے اندر جن ہے تو وہ اس سے گفتگو کرتے ہیں اور جن سے کچھ امور کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی ضمن میں یہ سوالات بھی ہوتے ہیں کہ وہ اس کے اندر کیسے داخل ہوا؟ کس نے اسے داخل

① مجموع فتاوى ابن عثيمين رحمه الله : ۲/۲۳۹-۳۱۸، ۲۴۰۔

کیا؟ کس نے جادو کیا، یا کس نے نظر لگائی ہے؟ یہ سب باتیں جن سے مدد طلب کرنے اور ان سے استعانت میں داخل ہیں۔

... - صحیح علم تو اللہ ہی کے پاس ہے - مگر جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ علاج میں جنوں سے کام لینا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے،...''۔ ①

## سعودی عرب کی دائمی فتویٰ کمیٹی کی رائے

**۴۔ سعودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے افتاء سے نظر بد یا جادو کی معرفت کے لئے جنوں سے مدد لینے اور اسی کے دعوی کو بنیاد بنانے کے متعلق سوال ہوا تو ان کا جواب تھا :**

بیماری یا علاج کی نوعیت جاننے کے لئے جنوں سے استعانت (مدد لینا) جائز نہیں ہے، کیونکہ جنوں سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

**اور فرماتا ہے :**

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَـٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَـٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾ [الانعام:١٢٨]۔

اور ان میں سے بعض کے بعض سے فائدہ اٹھانے کا معنی یہ ہے کہ انسانوں نے جنوں کی تعظیم کی، ان کے سامنے جھک گئے اور ان سے پناہ طلب کی، اور جنوں نے ان کی چاہتوں میں ان کی مدد کی اور وہ چیزیں ان کے لئے حاضر کیں جو انھوں نے طلب کیں۔اور انہیں میں مرض کی نوعیت اور اس کے اسباب کے متعلق خبر دینا بھی شامل ہے جن سے جنات تو آگاہ ہوتے ہیں مگر انسان اس سے بے خبر ہوتا ہے؛ ممکن ہے وہ جھوٹ بھی بولتے ہوں کیونکہ ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا ہے، نہ ان کی تصدیق جائز ہے۔

① ص:٢٦٢۔

# کمیٹی کا دوسرا فتویٰ

## اچھے کاموں کے لئے بھی جنوں سے مدد مانگنا جائز نہیں ہے

۵۔ افتاء کی دائمی کمیٹی سے ایک خاص سوال خیر کے سلسلے میں جنوں سے استعانت کے متعلق کیا گیا جس کی عبارت حسب ذیل ہے : کیا ایسے کاموں میں جنوں سے مدد طلب کرنا جائز ہے جس میں انسانوں کی بھلائی ہو۔ آپ ہمیں آگاہ فرمائیں اللہ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

**کمیٹی نے اس کا جواب یوں دیا :**

جنوں سے مدد طلب کرنا مطلق طور پر جائز نہیں ہے؛ کیونکہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جو ہم سے غائب ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

اور یہ عام جنوں سے استعانت کے انکار کے متعلق وارد ہوا ہے، اور اس کا مقصد شرک باللہ کے ذریعہ کو مسدود کر دینا ہے۔ ①

# سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ ابن باز کا فتویٰ

## علاج میں جنوں سے استعانت کا حکم؟

**۶۔ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز سے ضرورت پڑنے پر مسلمانوں کی طرف سے علاج میں جنوں سے خدمت لینے کے متعلق سوال کیا گیا؟**

**آنجناب رحمہ اللہ نے جواب دیا :**

کسی بھی مریض کو نہ علاج میں جنوں سے مدد لینا چاہیے نہ ان سے کچھ پوچھنا چاہیے، بلکہ معروف اطباء سے پوچھنا چاہیے، جنوں کا سہارا لینے کی اجازت ہرگز نہیں ہے، کیونکہ یہ ان کی عبادت اور ان کی تصدیق کا وسیلہ ہے، اس لئے کہ جنوں میں کوئی کافر ہے، کوئی مسلم ہے، کوئی بدعتی ہے، ان کا حال معلوم نہیں ہو پاتا ہے اس لئے نہ ان پر اعتماد

---

① فتاوى اللجنة الدائمة : ۱/۲۱۹۔۲۲۰ فتویٰ نمبر : ۲۱۱۶۳۔

کرنا چاہیے نہ ان سے پوچھنا چاہیے، خواہ وہ کسی شکل میں تمہارے سامنے ہی کیوں نہ آجائیں، بلکہ تم پر لازم ہے کہ اہل علم اور اہل طب سے سوال کرو جو انسان ہوں، دیکھو اللہ نے اپنے اس قول میں مشرکوں کی مذمت کی ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

کیونکہ وہ ان میں اعتقاد کا اور شرک کا وسیلہ ہے، ان سے نفع طلب کرنے اور ان سے مدد مانگنے کا وسیلہ ہے، اور یہ سب شرک ہے۔ ①

# فضیلۃ الشیخ صالح بن عبد العزیز آل شیخ کی رائے

## ۷۔ شیخ صالح بن عبد العزیز آل شیخ فرماتے ہیں :

''جنوں سے استعانت کے متعلق اصل ممانعت ہے، اور بعض علماء نے اجازت دی ہے کہ اگر کبھی کوئی جن آجائے کسی مسلمان کی مدد کے لئے ۔ اور ایسا نادر ہے ۔ تو وہ ایسا کرسکتا ہے، اور یہ نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کا طریقہ نہیں رہا ہے، بعض راقیوں کی طرف سے ان جنوں سے مدد طلب کرنے سے جن کے متعلق ان کا دعویٰ تھا کہ وہ مسلمان جن ہیں لوگوں کے درمیان بہت سے فتنے اور کینے اور مشکلات پیدا ہو چکی ہیں، کیونکہ راقی یہ کہتا ہے کہ جن بتاتا ہے کہ حاسد یا نظر لگانے والی اس کی دوسری بیوی ہے، یا جادو اس کی بیوی کے گھر والوں کی طرف سے کیا گیا ہے، یا فلاں رشتے دار کی طرف سے کیا گیا ہے، اسی طرح کی باتیں کی جاتی ہیں، جس کا نتیجہ قطع تعلق، کینے اور برائیاں ہوتی ہیں.. یہاں ہم ایک چیز کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جن گو انسان کا قرین ہی کیوں نہ ہو مگر اس کی عدالت غیر معلوم ہے، یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ جن جو خبریں دیتا ہے وہ ان میں میں عادل ہے یا غیر عادل ہے، اسی لئے علمائے حدیث نے اصطلاح کی کتابوں میں بیان کیا ہے کہ مسلم جنوں کی روایت ضعیف ہوتی ہے، کیونکہ روایت کی صحت راوی کی عدالت وثقاہت کی معرفت پر موقوف ہوتی ہے، اور جنوں کے متعلق ان معلومات کے حصول کا کوئی راستہ نہیں ہے لہٰذا ان کی بات کس طرح قبول کی جاسکتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان جن ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ فلاں فلاں کے ہاتھ سے مسحور ہے یا فلاں کی آنکھ سے محسود ہے۔ ②

① مجلۃ الدعوۃ، شمارہ (١٦٠٢) ربیع الاول ١٤١٨ھ ص ٣٤۔

② مجلۃ الدعوۃ، شمارہ (١٦٨٣) ذوالقعدہ ١٤١٩ھ ص ٢٣ باختصار۔

# علامہ صالح الفوزان کا فتوی

## ۸۔ فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے سوال ہوا :

’’کچھ لوگوں کے یہاں قرأت کے متعلق جہالت پائی جاتی ہے وہ جنوں سے مدد لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ مسلم جن ہے اور اس سے جادو کے مقام کے متعلق سوال کرتے ہیں۔کیا آپ اس موضوع سے متعلق کچھ فرمائیں گے؟

تو انھوں نے جواب دیا:’’جن سے مدد نہیں لی جاسکتی ہے خواہ وہ یہی کہتا ہو کہ وہ مسلمان ہے، کیونکہ وہ یہ کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے جبکہ وہ کذاب ہوتا ہے اس کا مقصد انسان کے ساتھ دجل وفریب ہوتا ہے، اس لئے سرے سے یہ دروازہ بند کردینا چاہیے۔جنوں سے مدد لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ شرک کا دروازہ کھول دیتا ہے‘‘۔ [1]

سابقہ دلائل اور نقول سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ علاج میں کسی بھی صورت سے جنوں سے مدد لینا جائز نہیں ہے۔ [2]

## ۹۔ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے

### لجنہ دائمہ کا ایک اور فتوی

**س** – مناذیر کا کیا حکم ہے جس کا مطلب جنوں اور شیطانوں کو اس غرض سے پکارنا ہوتا ہے کہ وہ کسی شخص کے خلاف کوئی مکروہ عمل کریں، مثلا یہ کہا جائے کہ اسے پکڑلو اور لے جاؤ اور خواہی نہ خواہی اسے کوچ کرادو، تو جو شخص اس بات کے لئے پکار لگاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس لئے کہ میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ : جو جنوں کو پکارتا ہے نہ اس کی نماز قبول ہوتی ہے نہ روزے، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، نہ اس کے جنازے کے پیچھے چلا جائے گا، نہ ایسے شخص کے مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

**ج** – جنوں سے مدد طلب کرنا اور قضائے حاجات کے لئے ان کا سہارا لینا خواہ اس کا تعلق کسی کو نقصان

---

① المنتقی من فتاوی الفوزان: ۲/۲۲ فتویٰ نمبر ۱۰۸۔

② دیکھئے : الاحکام الفقهية للأمراض النفسية: ۲۶۲-۲۶۹۔

پہنچانے سے ہو یا نفع پہنچانے سے وہ شرک فی العبادۃ ہے؛ کیونکہ یہ جن سے ایک طرح کا استمتاع ہے کہ وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے اور اس کی ضرورتیں پوری کر دیتا ہے اور جن بھی انسان سے اسی طرح کا استمتاع کرتا ہے کہ اسے انسان کی طرف سے تعظیم ملتی ہے، وہ اس کا سہارا لیتا ہے اور اپنی چاہت پوری کرنے کے لئے اس سے استعانت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾ [الانعام:١٢٨]۔

**اور فرمایا :**

﴿وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [الانعام:١٢٩]۔

''اور اسی طرح ہم بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب''۔

**اور فرماتا ہے :**

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

لہٰذا کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے انسان کا جن سے استعانت کرنا یا کسی کے شر سے خود کو بچانے کے لئے جس کا اسے خوف ہو جن سے مدد مانگنا، یہ سب شرک ہے۔

اور جس کا یہ حال ہو اس کی نہ کوئی نماز ہوگی نہ روزہ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [الزمر:٦٥]۔

''تو نے شرک کیا تو بلا شبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا''۔

اور جس کے متعلق یہ بات معروف ہو جائے اس کے مرنے پر نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ **وباللہ التوفیق، وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔** [1]

**عبداللہ بن منیع / عضو، عبداللہ بن غدیان / عضو، عبدالرزاق عفیفی / نائب صدر لجنہ**

---

[1] اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء فتویٰ نمبر(۴۳۳)۱/۱۶۲۔

# ۱۰- جنوں سے مدد لینے والا کاہن ہے لجنہ دائمہ کا ایک اور فتویٰ

س ۱ - ہمارے گاؤں میں کچھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ایک طبیب کے پاس علاج کے لئے جاتے ہیں اور اس سے اس مرض کا سبب پوچھتے ہیں جو اس شخص کو لاحق ہوتا ہے، اور وہ بتاتا ہے کہ اس کا سبب یہ اور یہ ہے، تو کیا یہ شرک باللہ ہے یا نہیں؟ ہمیں مستفید کریں اللہ آپ کو بھی فائدہ پہنچائے۔

ج ۱ - اس طبیب سے رجوع کرنا جو عربی دواؤں سے علاج کرتا ہے جائز ہے، لیکن اگر وہ کاہن ہو تو پھر اس کے پاس جانا جائز ہے نہ اس سے علاج کرانا، اور یہ (کاہن) وہ ہوتا ہے جو علم غیب کا یا جنوں سے استعانت کا دعویٰ کرتا ہے۔

**وباللہ التوفیق وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔** ①

عبداللہ بن غدیان/عضو، عبدالرزاق عفیفی/ نائب رئیس لجنہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز/ رئیس۔

# ۱۱- ایک راقی کا طریقۂ علاج جس کی کامیابی کا اس نے بارہا تجربہ کیا تھا مگر لجنہ نے اسے ناجائز ٹھہرایا

س - جن چیزوں کو ہم علاج میں استعمال کیا کرتے تھے ان میں ایک وہ تحریر بھی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے صحابی ابودجانہ کو اس وقت لکھ کر دی تھی جب وہ ان کے پاس اپنے گھر میں جنوں کی اذیت رسانی کی خبر لیکر آئے تھے، اور یہ خط مجھے برادر مجدی شہاوی کی کتاب (**العلاج الربانی والمس الشیطانی**) میں، ایسے ہی صحافی مولف اسامہ الکرم کی کتاب (**حوارمع الجن**) میں ملا تھا۔

پھر وہ حدیث بیان کی ہے جو طویل ہے۔ اسے ذکر کرنے کے بعد سائل کہتا ہے : چونکہ اپنی علاجی سرگرمیوں کے درمیان میں نے جنوں پر اس رسالے کی زبردست تاثیر پائی تھی اور وہ یوں کہ میں نے ملاحظہ کیا کہ جیسے ہی مریض اسے دیکھتا ہے اسے چکر آنے لگتا ہے، یا جس ہاتھ میں وہ خط اٹھاتا ہے وہ سن ہوجاتا ہے، اور میرے ہی ساتھ ایک

① اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء ۱/۶۱۸ فتوی نمبر(۱۰۶۲۶)۱/۱۶۲۔

واقعہ یہ پیش آیا کہ جیسے ہی میں نے ایک مریض کو وہ خط پکڑایا کہ وہ اسے اٹھائے فوراً ہی اس پر دورہ پڑ گیا۔

مگر ایک بھائی نے جو ثقات میں سے ہے اچانک مجھے بتایا کہ یہ حدیث موضوع ہے، تو اس وجہ سے میں نے سوچا کہ یہ معاملہ جناب والد شیخ حفظہ اللہ کے سامنے رکھ دوں اور علاج میں اس خط کے استعمال کے متعلق سوال کروں کہ اس کا کیا حکم ہے اور میرا سوال یہ بھی ہے کہ اس حدیث کی صحت کے متعلق بتائیں۔

اور بعض بیماریوں کے حالات ایسے آتے ہیں جن کا علاج مشکل ہوجاتا ہے، ہم ان مریضوں پر رقیہ کی آیات پڑھتے ہیں اور کئی کئی بار پڑھتے ہیں، مگر ان پر کوئی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی ہے، تب ہم پر ایک نئے طریقے کا انکشاف ہوا کہ ہم اس بیمار شخص کے قرین کو مخاطب کرتے ہیں، اور گفتگو کے درمیان بیماری کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے، اور اس طریقے پر بہت سارے علاجوں کی تکمیل ہوئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہم مریض کو ہدایت دیتے ہیں کہ وہ بار بار **بسم الله أوله وآخره** پڑھے اور ساتھ میں ہچکیاں لیتا جائے، پھر ایک مدت کے بعد قرین بولنے لگتا ہے اور ہم اس سے گفتگو کرتے ہیں.....

**ج** ـ سوال میں مذکور حدیث کے متعلق علامہ سیوطی نے اپنی کتاب : "**اللالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة**" جز ثانی صفحہ (۳۴۸) پر فرمایا ہے کہ : یہ حدیث موضوع ہے، اور اس کی سند مقطوع ہے، اور اس کے اکثر رجال مجہول ہیں، اور صحابہ میں سرے سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا نام موسیٰ ہو۔ انتھی

اس لئے اس حدیث پر اعتماد جائز نہیں ہے، اور رقیہ شرعیہ تو سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، سورۂ اخلاص، معوذتین، قرآنی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ نبوی دعاؤں سے ہوتا ہے۔

اور جن سے ـ جسے آپ قرین کہتے ہیں ـ استعانت جائز ہے نہ اس سے بیمار کی بیماری کی نوعیت کے متعلق سوال کرنا جائز ہے، کیونکہ جنوں سے استعانت اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے، اس لئے آپ پر واجب ہے کہ اس کام پر اللہ سے توبہ کریں اور اس طریقے کو چھوڑ کر رقیہ شرعیہ پر اکتفا کریں۔

اللہ تعالیٰ سبھی کو ان باتوں کی توفیق دے جن میں اس کی رضامندی ہو۔

**وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم۔** [1]

بكر ابوزيد -عضو، صالح الفوزان-عضو، عبدالله بن غديان -عضو، عبدالعزيز آل الشيخ/ نائب صدر،

عبدالعزيز بن عبدالله بن باز-صدر۔

---

[1] ۱/(۱۹۵۱۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة۔

# ۱۲۔ جنوں سے کسی بھی طرح کی خدمت لینا ناجائز ہے

## لجنہ دائمہ کا ایک اور فتویٰ

س ۔ ۲ : اس کا کیا حکم ہے کہ ایک شخص اس جن کو جو ایک زندہ انسان کی زبان پر بولتا ہے کسی اور شخص کے گھر میں یہ دیکھنے کے لئے بھیجتا ہے کہ آیا اس کے گھر میں کوئی جادو موجود ہے یا نہیں؟ ذہن نشین رہے کہ میں ایک برادر کو جانتا ہوں جو جن زدہ پر پڑھتا ہے، اور جب جن اس کی زبان پر بولنے لگتا ہے تو وہ اسے ایک مخصوص علاقے میں بھیج دیتا ہے جو کسی دوسرے جن کو لے آتا ہے جو کسی دوسرے آدمی پر بولا ہوتا ہے، اور اس سے اس کے والد، اس کی والدہ اور اس شخص کے بارے میں پوچھتا ہے جس نے اسے بھیجا ہوتا ہے، اور یہ بھی پوچھتا ہے کہ جادو کہاں پایا جاتا ہے؟ اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ جن نصرانی، یا یہودی یا بدھسٹ ہوتا ہے تو وہ برادر اسے اسلام کی دعوت دیتا ہے، اور اسے یہ ہدایت بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے بھائی جنوں کو بھی دعوت دے۔

ج ۔ ۲ : جن سے کسی بھی طرح کی خدمت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ جنوں اور شیطانوں سے استعانت حرام ہے، اور وسائل شرک میں سے ایک وسیلہ ہے، اور وہ جادو اور جادوگروں سے متعلق جن باتوں کی خبر دیتے ہیں ان کی تصدیق جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں بڑے مفاسد پائے جاتے ہیں۔

**وباللہ التوفیق وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔** [1]

بکر ابوزید - عضو، عبدالعزیز آل الشیخ - عضو، صالح الفوزان - عضو، عبداللہ بن غدیان - عضو، عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز -صدر۔

# ۱۳۔ جن زدگی اور جادو کے مریضوں کے علاج میں جنوں سے مدد لینے کا حکم

## لجنۃ دائمہ کا ایک اور فتویٰ

س : میں جس ملک میں رہتا ہوں وہاں شرک اپنے تمام تر مظاہر کے ساتھ عام ہے، شعبدے بازی، جادوگری، اولیاء وصالحین سے استعانت سبھی کچھ موجود ہے، اور میرے ہاتھ میں ایک کتاب رکھی گئی جس کا عنوان

---

[1] اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء فتویٰ نمبر (۱۶۶۵۳) ج۲۔

(علاج الأمور السحرية) ہے، اور ایک کتاب (الشرک ومظاهره) ہے، جس میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی ایک اچھی تعداد پائی جو قرآن سے رقیہ کو جائز بتاتی ہیں، اس لئے میں رقیوں کے کام میں مشغول ہوگیا اور مریضوں کی کثرت بالخصوص سحر زدہ یا جن زدہ مریضوں کی کثرت کی وجہ سے میں دن رات رقیہ کرتا رہتا ہوں، تو کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں جادو کے اخراج کے لئے اس سے مدد طلب کروں یا اسے خفیہ تعویذیں تلاش کرنے کا حکم دوں؟

**ج :** جنوں سے اور غائب لوگوں سے استعانت جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے، اس لئے کہ استعانت ایک عبادت ہے جس کا غیر اللہ کے لئے صرف کرنا جائز نہیں ہے، نہ جنوں کے لئے، نہ انسانوں کے لئے، نہ فرشتوں کے لئے نہ کسی اور کے لئے، البتہ زندہ، قادر اور حاضر انسان سے ان چیزوں میں استعانت جائز ہے جن میں اسے قدرت حاصل ہو، مثلاً کھیتی باڑی، تعمیرات اور دشمنوں سے قتال کے کاموں میں ان کی قدرت رکھنے والے زندہ انسان کی مدد طلب کی جاسکتی ہے، مگر جنوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان کے حاضر بھی غائب ہی کے حکم میں ہوتے ہیں، اس لئے ان سے کسی بھی چیز میں استعانت جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحہ:۵]۔

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔

**اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :** ''اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ''۔ ''جب استعانت کرو (یعنی مدد مانگو) تو اللہ ہی سے کرو''۔ ①

(اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء فتوی نمبر (۱۶۱۷) ۲/)

بکر ابوزید - عضو، عبدالعزیز آل الشیخ - عضو، صالح الفوزان - عضو، عبدالله بن غدیان - عضو، عبدالرزاق عفیفی - نائب صدر، عبدالعزیز بن عبدالله بن باز -صدر۔

# ۱۴۔ جنوں سے استعانت شرک اکبر ہے
# لجنہ دائمہ کا ایک فتویٰ

**س - ۳ :** اس شخص کو ہم کیسے جواب دیں جو اس بات کا مدعی ہے کہ جنوں پر اس کا حکم چلتا ہے، اور وہ اس کی

---

① سنن ترمذی صفة القيامة والرقائق والورع (۲۵۱۶) مسند احمد بن حنبل : (۳۰۸/۱)۔

چاہت کے مطابق اس کا کام کر دیتے ہیں، وہ اسے ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے ہیں، کیا یہ بات کہنے والا کافر ٹھہرے گا؟

ج ـ ۳ : جنوں سے استعانت شرک اکبر ہے، اس کا تعلق امور جاہلیت سے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

**اورفرماتا ہے :**

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾ [الانعام:١٢٨]۔ ①

بكر ابوزيد - عضو، عبدالعزيز آل الشيخ - عضو، صالح الفوزان - عضو، عبدالعزيز بن عبدالله بن باز -صدر۔

# ۱۵۔ اس عمل کی کمائی حرام ہے
## لجنہ دائمہ کا ایک فتویٰ

س ـ ۱ : کچھ لوگ مرض سے شفاء کے لئے جنوں کی خدمت لیتے ہیں، ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ مریض کو جن لاحق ہے، اور وہ اسی کام کو اپنی روزی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں، فرمائیے کہ اس سلسلے میں دین کی کیا رائے ہے، یہ حلال ہے یا حرام؟

ج ـ ۱ : ایک مسلمان کے لئے کسی بھی کام کے لئے جنوں سے خدمت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ اسی وقت اس کی مدد کریں گے جب وہ اللہ کی نافرمانی اور شرک وکفر کے کام کرنے میں ان کی اطاعت کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

**اورفرماتا ہے :** ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ... إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ﴾ [الانعام:١٢٨]۔

اور اس نے اس عمل سے جو بھی کمائی کی ہے وہ حرام ہے، اور جن زدگی یا دیگر امراض کا علاج صحیح عقیدہ والے ثقہ

---

① اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء فتویٰ نمبر : ۱۷۵۵۸/۲۔

لوگوں کے ذریعہ قرآن، شرعی دعاؤں اور جائز دواؤں سے کیا جاتا ہے۔

**وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم۔** [1]

بكر ابوزيد - عضو، عبدالعزيز آل الشيخ - عضو، صالح الفوزان - عضو، عبدالله بن غديان - عضو، عبدالعزيز بن عبدالله بن باز -صدر۔

## ۱۶۔ مدینہ کے ایک جج کا استفتاء اور لجنہ دائمہ کا جواب

## لوگوں کو بکثرت شفاء ملتی ہے مگر اس کے پاس نہ جایا جائے کیونکہ وہ ساحر یا کاہن ہے

**الحمدلله وحده والصلاة والسلام على من لانبيّ بعده وبعد :**

علمی تحقیق اور افتاء کی دائمی کمیٹی کو مستفتی فاضل جج بدر کورٹ مدینہ کی طرف سے مفتی اعظم کی خدمت میں وارد سوال سے آگاہی ہوئی، جسے ھیئۃ کبار علماء کی نظامت عامہ کی طرف سے لجنہ کو بھیجا گیا تھا جس کا نمبر (۱۱۳۲) مورخہ : ۱۹/۲/۱۴۲۱ھجری ہے۔

**مستفتی نے ایک سوال کیا ہے جس کی عبارت حسب ذیل ہے :**

پچھلے دنوں سے عوام کے درمیان یہ بات خوب پھیلی اور شائع ہوئی ہے کہ ملک شام میں ایک شخص ہے جو مشکل ترین حالات اور جسمانی بیماریوں کا علاج کرتا ہے، اور اس کے بارے میں ہمیں اطلاع ملتی ہے کہ وہ لوگوں کو گھر کے باہر نکال دیتا ہے، پھر ایک ریکارڈر کے نیچے پانی کے متعدد برتن رکھ دیتا ہے جس سے کسی قاری کی آواز نکلتی ہے جو قرآن پڑھتا ہے، اس کے بعد جسے کوئی ایسی جسمانی بیماری لاحق ہو جس میں آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے، اسے ایک تاریک کمرے میں لے جاتا ہے اور اسے رات بھر وہیں چھوڑ دیتا ہے، وہاں اس کے پاس کوئی اور شخص نہیں جا سکتا ہے، اس کے بعد مریض عمدہ صحت کے ساتھ باہر آتا ہے، اور جسے قلبی انسداد (ہارٹ بلاک ہونے) کی شکایت ہوتی ہے وہ پورے طور پر ٹھیک ہو کر نکلتا ہے، اور اس کے پاس سے کچھ ایسے لوگ بھی نکلے ہیں جو نابینا تھے مگر اللہ کی قدرت سے دیکھنے لگے، ایسے ہی ہمیں خبر ملی ہے کہ (ہمارے) ان علاقوں کے لوگوں میں سے بھی ایک تعداد جو اہل علم میں سے تھے گئی ہے اور وہ کچھ مشہور مشائخ کے شاگرد ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس شخص کو بڑی شہرت ملی ہے اور اس کی خبر عام ہے۔

---

[1] اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء فتوی نمبر(۲/۱۵۹۲۴)۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس کی ضرورت یوں پیش آئی کہ اس ملک کے باشندوں میں سے بہت سارے لوگوں نے اس کے بارے میں ہم سے فتویٰ طلب کیا ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ عوام کی ایک بڑی تعداد کے اندر یہ خیال منتشر ہے کہ مباح کاموں میں جنوں سے استعانت جائز ہے، جبکہ اس سے دوسرے کو کوئی تکلیف بھی نہ پہنچتی ہو، اور وہ لوگ اس بات کو فضیلۃ الشیخ محمد بن عثیمین حفظہ اللہ کے ایک فتویٰ کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں، اور چونکہ یہ دروازہ اگر لوگوں کے لئے کھل جائے تو یہ ایک بڑا ہی خطرناک باب ہے، اس لئے میں نے چاہا کہ اس مسئلے کو عالیجناب کی خدمت میں پیش کر دوں تا کہ آپ اس مسئلے میں جو فتویٰ مناسب سمجھیں صادر فرمائیں، اور لوگوں کے اندر ان کے دینی معاملات میں بصیرت پیدا کریں، اگر اس کا جواب جلد آجائے تو یہی میری عین تمنا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی کاوشوں کی قدردانی فرمائے، آپ کے اجر میں اضافہ کرے، اور اللہ آپ کا محافظ ونگہبان ہو۔

● اور کمیٹی اس استفتا کے مطالعہ وتحقیق کے بعد جواب میں عرض کرتی ہے کہ اس شخص کے پاس جانا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ ساحر یا کاہن ہے، کیونکہ یہ جنوں سے استعانت کرتا ہے، اور نبی ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ أَتَى كَاهِنًا لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً''۔

''جو کسی کاہن کے پاس جائے تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی''۔ ①

اور فرمایا: ''مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْئٍ فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (ﷺ)''۔

''جو کسی عراف کے پاس گیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے ان تمام باتوں کا کفر کیا جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوئی ہیں''۔ ②

علماء اور طلاب علم پر حق کو بیان کرنا، عقیدے کو باطل کرنے والی روش کو اختیار کرنے سے باز رہنے کی تلقین کرنا، اور مباح طریقۂ علاج پر اکتفا کرنے کی ہدایت دینا واجب ہے، (آنحضرت ﷺ نے) فرمایا:

'' تَدَاوَوْا، وَ لَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ '' ''دوا کرو مگر کسی حرام چیز سے دوا نہ کرو''۔ ③

① صحیح مسلم، السلام: ۲۲۳۰، مسند احمد: ۳۸۰/۵۔

② سنن ترمذی، الطهارة (۱۳۵)، سنن ابی داود، الطلب (۳۹۰۴)، سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها (۶۳۹)، مسند احمد (۴۲۹/۲)، سنن دارمی، الطهارة (۱۱۳۶)۔

③ سنن ابی داود، الطب: ۳۸۷۴۔

**اور فرمایا (ﷺ) نے :**

**''مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ''۔**

''اللہ نے جو بیماری نازل فرمائی ہے اس کے ساتھ اس کی شفاء بھی نازل فرمائی ہے، جس نے اسے جانا جانا اور جس نے نہ جانا نہ جانا''۔ [1]

لہٰذا ایک مسلمان پر واجب یہی ہے کہ وہ انہیں چیزوں پر اکتفا کرے جنھیں اللہ نے جائز ٹھہرایا ہے، اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو ترک کردے۔

**وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم۔** [2]

بکر ابوزید - عضو، صالح الفوزان - عضو، عبدالله بن غديان - عضو، عبدالعزيز بن عبدالله آل الشيخ - صدر۔

**نوٹ :** اس فتوے کی روشنی میں اگر کسی کے متعلق کسی کرشماتی طریقۂ علاج کی خبر ملے تو اس کے پاس جانے سے گریز کرنا چاہیے۔

## ۱۷۔ سانپ اور بچھو نکال دینا ایمان اور تقویٰ کی علامت نہیں ہے

## لجنہ دائمہ کا ایک فتویٰ

**س :** صعید مصر میں ایک بری عادت پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ گھروں سے سانپ اور بچھو نکالا کرتے ہیں، چنانچہ ایک آدمی اپنے ہاتھ میں ڈنڈا لئے کھڑا ہوتا ہے اور کچھ الفاظ بولتا ہے، مثلاً : (مدد یا سیدی یا رفاعی) اور ایسے ہی کچھ کلمات، اور سانپ یا بچھو نکل آتا ہے اور چلتا ہوا اس شخص کی لاٹھی پر جو وہ پکڑے ہوتا ہے بیٹھ جاتا ہے، پھر وہ شخص سانپ یا بچھو کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے، اور وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچاتا ہے، اب اگر یہ کسی جادوگر کا عمل ہو تو اس جادو کے باطل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ ذہن نشین رہے کہ میں نے جادو کو باطل کرنے والی آیتیں بھی پڑھی تھیں، مگر سانپ یا بچھو میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا تھا؟

**ج :** یہ طریقہ ایک شرکیہ طریقہ ہے، کیونکہ جس نے سانپ کو پکڑا تھا اس نے غیر اللہ سے مدد طلب کی تھی یہ کہہ

---

[1] سنن ابن ماجہ ، الطب : ۳۴۳۸ ، مسند احمد : ۱/۳۷۷۔

[2] اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء فتویٰ نمبر : ۲/۲۱۳۶۴۔

کر کہ ( یا سیدی رفاعی )، اور سانپوں اور بچھوؤں کو نکالنا ایمان وتقویٰ کی علامات میں سے نہیں ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کام جنوں کی استعانت سے ہوتا ہو، اور اس میں جادو اور ٹونے کے اعمال کام میں لائے جاتے ہوں۔

**وباللہ التوفیق وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔** ①

بکر ابوزید - عضو، صالح الفوزان - عضو، عبداللہ بن غدیان - عضو، عبدالعزیز آل الشیخ - نائب صدر، عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز - صدر۔

## ١٨- علاج کا یہ طریقہ بدعتی خرافاتی اور شیطانی طریقہ ہے لجنہ دائمہ کا ایک فتویٰ

**س :** میں نے ایک نوجوان کے متعلق سنا ہے جس کی عمر ٢٠/سال ہوگی، اسے شیخ محمد کے نام سے بلایا جاتا ہے، وہ برادر ملک اردن کے جبل منارہ پر سکونت اختیار کئے ہوئے ہے، یہ نوجوان بچپن ہی سے جب وہ ٧/سال کا رہا ہوگا علاج کرتا چلا آرہا ہے، اور میں نے اس سلسلے میں اس کے آغاز کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ اس نوجوان کو بچپن ہی میں کوئی ایسا مرض لاحق ہوا تھا جس سے شفا کی امید نہیں تھی، مگر جب یہ چھوٹا تھا تو کچھ صالح جن اس نوجوان کے والد کے پاس آئے تھے، اور اس سے کہا تھا کہ ہم تمہارے بیٹے کا علاج جلد ہی کردیں گے اور وہ اللہ کے حکم سے شفایاب ہوجائے گا، اور وہ خود ہمارے طریقے کے مطابق لوگوں کا علاج کرے گا، اس کے طریقۂ علاج کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

جب کوئی شخص پہلی بار اس کے پاس جاتا ہے تو وہ کہتا ہے :

- شفا میں نہیں بلکہ اللہ دیتا ہے۔
- جو مریض نماز نہیں پڑھتا اسے علاج سے فائدہ نہیں ہوگا۔
- علاج میں سب سے اہم چیز صاف نیت اور اللہ پر توکل ہے۔
- پھر وہ مریض سے پوچھتا ہے کہ تمہیں کس بیماری کی تکلیف ہے؟
- پھر تھوڑی دیر سوچتا ہے اور کہتا ہے : تمہاری بیماری کا علاج موجود ہے، اس سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اسے پھونکا ہوا پانی دیا جائے گا، یا اس کا آپریشن کیا جائے گا۔

① اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء فتویٰ نمبر : ١٨٣٤١/٢۔

● پھر وہ مریض سے ایک رمزی فیس لیتا ہے جو پچاس ریال کی رقم ہوتی ہے۔

● پھر وہ اپنے پاس پہلی بار آنے والے مریض کو پھونکا ہوا پانی دیتا ہے، اور اس سے کہتا ہے : مغرب اور عشاء کی اذان کے ساتھ اسے تین گھونٹ پی لینا، اور ہر گھونٹ پر : ''**بسم الله الشافي المعافي**'' کہنا۔

● اگر ایک ہفتے کے بعد مریض کو علاج یعنی پھونکے ہوئے پانی سے فائدہ نہ ہو تو اس سے کہتا ہے کہ تمہیں ایک آپریشن کی ضرورت ہے، اور اس آپریشن کے لئے مریض اس کے پاس ایک متعینہ رات کو آتا ہے، اس وقت پوری ایک جماعت ان مریضوں کی ہوتی ہے جو اس طریقے پر علاج کرانے آئے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ پورا کمرہ ان سے بھر جاتا ہے۔

● اور وہ تمام مریضوں کو پشت کے بل لٹانے سے پہلے ہدایات دیتا ہے اور کہتا ہے :

■ سب لوگ وضوء کر کے ہی سوئیں۔

■ اور جب تک اپنی پشت پر لیٹے رہیں اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔

■ پلٹ کر بائیں کروٹ نہ ہوں۔

■ البتہ دائیں کروٹ پر آرام کر سکتے ہیں، اور تھوڑا سا پاؤں موڑ سکتے ہیں۔

■ جب تک ممکن ہو حرکت نہ کرو، اور جب فجر کی اذان سنو تو تم سب لوگ اٹھ کر وضوء کر لو اور با جماعت نماز ادا کرو، اس کے بعد دوبارہ لیٹ جاؤ، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرتے رہو۔

■ پھر وہ انہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے تاکہ آنے والے دن صبح نو بجے ان کے پاس آئے۔

■ سونے کا وقت رات کے ۹ / بجے سے شروع ہوتا ہے، اس بیچ خود کار طور پر ریکارڈنگ مشین چالو ہو جاتی ہے، اور حصری، سدیس اور شریم جیسے قاریوں میں سے کسی مشہور قاری کی قرأت ہونے لگتی ہے، یہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں، اور وہ بعد میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ۹ / بجے صبح ان کے پاس آتا ہے، اور یکے بعد دیگرے ان سے کہتا ہے : تم کھڑے ہو جاؤ، تم ٹھیک ہو گئے۔ اور تم بھی کھڑے ہو جاؤ تم اتنی حد تک اچھے ہو چکے ہو، مگر گزشتہ رات تم نے اللہ کے ذکر کے سوا کچھ باتیں کی تھیں اور حرکت بھی کی تھی، اب لازم ہے کہ تم دوبارہ میرے پاس آؤ اور میں تمہارے لئے کچھ تبدیلیاں کروں، اور تبدیلیوں سے مراد اسی آپریشن کی طرح کے کچھ چھوٹے آپریشن ہوتے ہیں جس میں ایک یا دو گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں لگتا ہے، یہ بھی ذہن میں رہے کہ وہ جو آپریشن کرتا ہے اس سے اس کا مقصد پیٹ شق کرنا یا خون نکالنا نہیں ہوتا ہے، یہ تو بس اللہ کے ذکر اور وضوء کے ساتھ لیٹنے پر مبنی ہوتا ہے۔

اب یہ فرمائیے کہ اس نوجوان کے پاس جانے کا شرعی حکم کیا ہے؟

اس لئے کہ اس کے بارے میں اقوال متضارب ہیں، کچھ مشائخ اس کے پاس جانے والے کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس کے اس عمل کو شرک باللہ میں شمار کرتے ہیں، اور کچھ لوگ فرماتے ہیں کہ یہ ایک فتنہ ہے، کیونکہ واقعتاً بہت سے لوگوں میں بہتری آئی ہے، یا انہیں شفا مل گئی ہے، اسی طرح وہ بہت سے پیچیدہ اور مشکل امراض مثلاً اندھے پن اور لقوہ اور فالج وغیرہ کا بھی علاج کرتا ہے جن کا علاج کرنے سے جدید طب عاجز آچکا ہوتا ہے؟

ج : سوال میں جو آیا ہے کہ وہ شخص اپنے پاس آنے والے مریضوں کو تقریباً بارہ گھنٹے اپنی پشت کے بل لیٹنے کا حکم دیتا ہے، اور بائیں کروٹ پلٹنے سے منع کرتا ہے... الخ جیسا کہ بیان کیا گیا، اور یہ کام اجتماعی شکل میں ہوتا ہے۔

● ان سب کا تعلق ان بدعتی، خرافاتی اور شیطانی طریقوں سے ہے جن کی نہ کتاب سے کوئی دلیل ہے نہ سنت سے، نہ ان کی کوئی اصل ہے، اس طریقے کو ایجاد کرنے والا درحقیقت سادہ لوح عوام اور جاہلوں کو ان کا مال ہڑپ کرنے کے لئے اپنی طرف کھینچنے میں دوسروں سے نمایاں اور ممتاز ہونے کی چاہت رکھتا ہے، اور یہ طریقہ اس کی جہالت یا لوگوں کے ساتھ اس کی فریب دہی پر دلالت کرتا ہے، اور بعض مریضوں کو جو اس سے شفا مل جاتی ہے تو اس سے دھوکہ نہ کھائیں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش بھی ہوسکتی ہے، اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جس کی تخریج ابوداود نے اپنی (سنن) میں بطریق زینب زوجۂ عبداللہ بن مسعود بواسطہ عبداللہ بن مسعود کی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ :

'' إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ '' ''رقیے، تعویذیں، اور محبت کی تعویذ شرک ہے''۔ ①

وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: آپ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میری آنکھ پھڑکتی تھی، تو میں فلاں یہودی کے پاس جاتی تھی جو میرا رقیہ کرتا تھا، جب وہ میرا رقیہ کر دیتا تو وہ پرسکون ہوجاتی تھی، اس پر حضرت عبداللہ نے فرمایا : یقیناً یہ شیطان کا عمل تھا، وہ تمہاری آنکھ میں اپنے ہاتھ سے کچوکے لگاتا تھا، پھر جب وہ رقیہ کرتا تھا تو وہ رک جاتا تھا، تمہارے لئے تو یہی کافی تھا کہ تم ویسا ہی کہتیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا کرتے تھے :

''أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ، لَاشِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقْمًا''۔ ②

① سنن ابوداود۔الطب : ۳۸۸۳ ، سنن ابن ماجہ۔الطب : ۳۵۳۰ ، مسند احمد : ۱/۳۸۱۔

② دیکھیے : عون المعبود : ج۱۶ ص ۲۱۲، اور اس کی تخریج امام احمد نے (مسند ج۱ ص ۳۸۱) میں کی ہے اور ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بھی اس کی تخریج کی ہے، اور فرمایا ہے کہ صحیح ہے اور ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

ہماری نصیحت یہی ہے کہ آپ اس شخص کے پاس نہ جائیں، کیونکہ اس سے ایسے امور کے انجام دینے کا اندیشہ اور خدشہ ہے جو عقیدہ اسلامیہ کے منافی اور مخالف ہوں جنھیں اس کے پاس جانے والا نہ سمجھ پائے، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آپ اپنا رقیہ خود کرلیں یا کوئی دوسرا ہی شخص آپ کا شرعی رقیہ کردے جو ان بدعتوں اور خرافات سے خالی ہو جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔

**وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم۔** ①

بكر ابوزيد - عضو، صالح الفوزان - عضو، عبدالله بن غديان - عضو، عبدالعزيز آل الشيخ - نائب صدر، عبدالعزيز بن عبدالله بن باز - صدر۔

- **شیخ وحید عبدالسلام بالی صاحب اپنی کتاب وقایۃ الانسان میں فرماتے ہیں :**

**جنوں سے استعانت حرام ہے :**

بنیادی طور پر ساحروں اور کاہنوں کا طریقہ جنوں اور شیطانوں سے استعانت پر قائم ہے اور یہ شرک ہے؛ کیونکہ یہ غیر اللہ سے استعانت ہے... (ص : ۵۰)

اسی کتاب میں جنوں کے استخراج کے حرام طریقوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

''**۳۔ طریقۂ استعانت :** یہ طریقہ صرف کوئی جادوگر ہی اپناتا ہے، چنانچہ وہ اس جن سے مدد مانگتا ہے جو اس کی خدمت کرتا ہے مقصد یہی ہوتا ہے کہ مریض کے اندر سے جن کو باہر نکال دیا جائے، پھر کبھی جادوگر کا جن کمزور ہوتا ہے تو وہ یہ کام نہیں کر پاتا ہے، اور کبھی طاقتور ہوتا ہے تو کامیاب ہوجاتا ہے، اور ہم جنوں سے استعانت کی تحریم کے اسباب پہلے ہی بیان کر چکے ہیں''۔ ②

**اور اسی صفحہ پر سوار جن کے جلانے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :**

''...مگر آپ کے لئے یہی جان لینا کافی ہے کہ کوئی بھی جن کسی بھی انسان کی کوئی خدمت خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی اور حقیر کیوں نہ ہو اس وقت تک نہیں کرتا ہے جب تک اسے اس کے شرک کا یقین نہ ہوجائے، اور یہ شرک کبھی تو ظاہر ہوتا ہے، اور کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے...

① اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء فتوی نمبر : ۱۹۰۱۱/۲۔

② دیکھیے : وقاية الانسان ...: ۱۰۸۔

**جدہ کے مشہور راقی شیخ خالد حبشی صاحب کی رسمی سائٹ پر اصناف الرقاۃ کے نام سے ایک مضمون موجود ہے جس میں تیسری قسم کے تحت لکھا ہے کہ :**

**جنوں سے استعانت کرنے والے رقاۃ :**

اس نوع کے راقیوں کی مختلف قسمیں ہیں :

۱۔ جادوگر اور ان کا حکم واضح ہے۔

۲۔ اہل طرق و بدعات واھواء جن کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو اپنے علاج میں جنوں سے مدد لیتے ہیں اور ان کے ساتھ حرام تعامل کرتے ہیں۔

۳۔ کچھ شرعی رقاۃ ہیں جو مسلم جن سے استعانت کے جواز کے مسئلے میں فریب خوردہ ہیں، اور وہ استعانت میں اس قدر منہمک ہو چکے ہیں کہ راہ راست سے دور جا پڑے ہیں اور عرافوں اور ساحروں کے مشابہ ہو چکے ہیں، مثلاً یہ لوگ جن کے واسطے سے گم شدہ چیز کی خبر دیتے ہیں اور غیبی خبریں نقل کرتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ [1]

اس کے علاوہ جنوں سے استعانت کے ایک مضمون میں شیخ ابن باز اور لجنۃ دائمہ کے وہ فتوے ذکر کئے ہیں جن میں انھوں نے جنوں سے استعانت کو حرام اور شرک ٹھہرایا ہے۔

## موخر الذکر دونوں بزرگوں کے اقتباسات کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

ہمارے شہر کے ایک نوجوان فاضل دیگر اہل علم کے ساتھ سرراہ مل گئے، انھوں نے بڑے دبنگ انداز میں پوچھا کہ کہیے آپ کی وہ رقیہ والی کتاب مکمل ہوگئی، میں نے کہا : کام چل رہا ہے، ان شاء اللہ جلد ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی، ناسازی طبیعت اکثر کام میں مانع ہوجاتی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ پہلے وہ فلاں پروفیسر صاحب کی کتاب ضرور پڑھ لیجئے گا جو پڑوسی ملک سے آئی ہے، میں نے عرض کیا : کوشش کروں گا کہ ایک نظر دیکھ لوں گو سرسری ہی سہی، پھر جب کتاب دیکھی تو نہایت افسوس ہوا اور ذہن میں علامہ البانی رحمہ اللہ کا ایک مقولہ گونجنے لگا جو انھوں نے کسی پی ایچ ڈی کئے ہوئے دکتور صاحب کے متعلق فرمایا تھا کہ : ’’**فقد كشف بذلک كله أن هذه الشهادات العالية وما يسمونه بـ (الدكتوراه) لا تعطي لصاحبها**

[1] دیکھیے : alroqya.com۔

**علما وتحقیقا و أدبا**'' ان سب باتوں سے کھل گیا کہ یہ اعلی درجے کی ڈگریاں اور وہ جسے یہ لوگ دکتوراہ (ڈاکٹریٹ) کہتے ہیں اپنے حامل کو علم، تحقیق اور ادب سے نہیں نوازتی ہیں۔ ایسا کہیں سے کہیں لگا ہی نہیں کہ کسی سلفی کی کتاب پڑھ رہا ہوں یا کسی سنجیدہ علمی شخصیت کی تالیف کا مطالعہ کر رہا ہوں جو کم از کم اپنا احترام کرنا تو جانتی ہے، عالیجناب نے اپنے مواقف کی تائید میں وہی راگ الاپی ہے جو تقلیدی حلقۂ احباب کا طرۂ امتیاز ہے ذکر واذکار کی من چاہی تحدید وتعیین پھر اس کی تاثیر کو ٹرانسفر کرنے کا بھی فارمولہ پیش کیا ہے جو آج تک کسی سلفی کے یہاں مجھے نظر نہیں آیا خواہ وہ رقیہ میں توسع ہی کا قائل کیوں نہ ہو بلکہ بعض خلفیوں نے بھی اس کا انکار کیا ہے جو اپنے حلقے میں بہت بڑے تسلیم کئے جاتے ہیں۔ نیز پروفیسر صاحب نے اپنے مخالفین کے خلاف دل کے پھپھولے یوں پھوڑے ہیں جیسے کلاس میں اپنے شاگردوں کی سرزنش کرتے ہوئے انہیں تحمیق وتسفیہ کی قرص ملین کھلا رہے ہوں۔ یہاں ہمارے پاس صفحات کی تنگ دامانی کے باعث اس کتاب کی تحقیق انیق کے نمونے پیش کرنا فی الحال ہمارے لئے ممکن نہیں ہے، یہاں بس اسی بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ اس رقیہ کے شعبے میں انھوں نے جن دو بزرگوں کو اتھارٹی قرار دیا اور انہیں اس فن میں گفتگو کا مجاز ٹھہرایا وہ خود بھی جنوں سے استعانت کو حرام اور شرک بتاتے ہیں مگر یہ حضرت اپنے ممدوحین کے اقوال پر بھی نظر ڈالنے کی ضرورت نہ محسوس کرتے ہوئے جنوں سے استعانت کو حرام ٹھہرانے والوں کے خلاف جم کر گرجے برسے ہیں اور اس سلسلے میں ایک غلط موقف کی بے بنیاد دلیلوں بلکہ شبہات سے وکالت کی ہے اور اس سلسلے میں امام ابن تیمیہ کو بھی خواہ مخواہ بدنام کیا ہے جبکہ لجنہ دائمہ کے مفتیوں نے اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام کے ایسے کسی فتوے کا انکار کیا ہے جس میں انھوں نے علاج میں یا غائب چیزوں میں جنوں سے استعانت (مدد مانگنے) کو جائز ٹھہرایا ہو۔ یہ صاحب فرماتے ہیں کہ مباح کاموں میں جس طرح انسانوں سے مدد لینا جائز ہے ویسے ہی جنات سے بھی مدد لینا جائز ہے۔ کیا یہ قیاس مع الفارق نہیں ہے ؟ جس طرح انسان کی صداقت وعدالت، کفر واسلام اور نیک وبد میں تمیز کرنا ممکن ہے اسی طرح جنوں کے متعلق بھی ان امور میں فیصلہ کرنا ممکن ہے ؟ کہتے ہیں جنوں سے استعانت کو شرک قرار دینا بیوقوفی ہے سوال یہ ہے کہ کتنے بڑے بڑے علماء اس بیوقوفی کی زد میں آتے ہیں ؟ کیا علمی گفتگو کا یہی طریقہ ہے؟ اول تو اس بات کی کیا دلیل ہے کہ جنوں کو حاضر کرنے کی نیت سے قرآن پڑھنا مشروع ہے ؟ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ قرآن پڑھنے سے جنات حاضر ہو

جائیں گے اور وہ عامل کی مدد کے نام پر اسے بیوقوف نہیں بنائیں گے یا اس کی کم علمی اور کم عقلی کا فائدہ اٹھا کر اسے گمراہ نہیں کریں گے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزے کو دیگر انسانوں کے لئے جنوں کی تسخیر کی دلیل بنانا کس علمی اصول کے تحت درست ہے ؟ جبکہ آپ دوسروں کو علم استدلال سے بے بہرہ ہونے کا طعنہ دے رہے ہیں! اور سلفیوں کی اکثریت کا مذاق اڑا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کے پاس صرف آٹھ دس حدیثیں ہیں جن سے الٹ پلٹ کر استدلال کرتے ہیں تو کسی شرعی حکم کے اثبات کے لئے دو چار سو دلیلوں کی ضرورت ہوتی ہے ؟ آخر یہ کس اصول کی کتاب میں لکھا ہے ؟ پھر کسی منکر پر نکیر کے لئے یہ کب سے ضروری ٹھہرا کہ آدمی کو اس کا عملی تجربہ بھی ہو، کیا سارے علماء وفقہاء جن امور پر فتوے صادر فرماتے ہیں ان سب کو انھوں نے عملی طور پر برتا ہوتا ہے ؟ جناب نے غیبی امور سے متعلق اس قدر یقین کے ساتھ اسباب اور توجیہات پیش کی ہیں گویا ان کے پاس وحی آتی ہو۔ اور شیطانی تلاعب کے امکانات کو یکسر نظر انداز کر دیا جس نے اس میدان میں اچھے اچھوں کو پچھاڑ دیا ہے، خود ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ کی تحریروں سے استفادہ کر لیا ہوتا تو ایسی جرأت اور ڈھٹائی کے ساتھ راقیوں کی فتوحات پر گفتگو نہ کرتے۔ ڈاکٹر صاحب کی غلط اور نامناسب باتوں کی تردید چونکہ ہماری اس کتاب میں کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی انداز میں موجود ہے اس لئے ان کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا مناسب نہیں ہے البتہ انہیں یہ برادرانہ نصیحت ضرور کرتا ہوں کہ اپنے یا دوسروں کے چند غیر اصولی تجربات سے فریب کھاتے ہوئے شرعی اصولوں کی نفی نہ کریں نہ مکے کے زور پر مسئلے ثابت کرنے کی کوشش فرمائیں، نامور عظماء عقلیات اور مشاہیر ائمہ روحانیات کو اپنے تجربات کی بھول بھلیوں اور اپنے مزعومات کے صحراؤں میں بھٹکنے کے بعد جب اہل سنت کے اصولوں پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کا موقع ملا تو انھوں نے اپنی بے بضاعتی، افلاس اور ضیاع کا برملا اعتراف کیا اور اپنے تجربات اور مزعومات کے کھوکھلے اور بے فیض ہونے کا بانگ دہل اعلان کیا، امام ابوالحسن اشعری، امام الحرمین جوینی اور غزالی ورازی وغیرہ اس کی عمدہ مثالیں ہیں مگر خود راہ راست اور صراط مستقیم پر آنے کے بعد بھی اپنی سابقہ موشگافیوں اور ترکتازیوں میں بھاری خلقت کی گمراہی کا سامان چھوڑ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کے زلات سے درگزر فرمائے اور انہیں اعتراف حق کے اجر وثواب سے نوازے۔

# جنوں سے استعانت کو جائز قرار دینے والوں کے کچھ دلائل کا جائزہ

۱۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث؛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ : يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبَسُوْا عَلَيَّ، يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبَسُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ عَلَيْكُمْ''۔

''جب تم میں سے کسی کا جانور کسی بیابان جنگل میں بھاگ نکلے تو اسے چاہیے کہ آواز لگائے : اے اللہ کے بندو! روک لو، اے اللہ کے بندو! روک لو، کیونکہ اس زمین میں اللہ کا کوئی حاضر ضرور ہوگا، جو اس جانور کو تمھاری خاطر روک لے گا''۔ ①

۲۔ حضرت عتبہ بن غزوان نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا، أَوْ أَرَادَ أَحَدُكُمْ عَوْنًا، وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ : يَا عِبَادَ اللّٰهِ أَغِيْثُوْنِيْ، يَا عِبَادَ اللّٰهِ أَغِيْثُوْنِيْ فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ''۔

''جب تم میں کا کوئی شخص کوئی چیز گم کر بیٹھے، یا تم میں سے کوئی شخص کسی مدد کا خواہاں ہو، اور وہ کسی ایسی سرزمین پر ہو جہاں کوئی انیس نہ ہو تو اسے چاہیے کہ کہے : اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہوتے ہیں جنھیں ہم نہیں دیکھ سکتے ہیں''۔ ②

---

① أخرجه الطبراني فی المعجم الكبير (۲۱۷/۱۰) ح (۱۰۵۱۸)، و أبو يعلى في مسنده (۱۷۷/۹) ح (۵۲۶۹)، **یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ اس کا مدار معروف بن حسان پر ہے، اور انھیں اہل علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔** قال الهيثمي في المجمع (۱۳۲/۱۰) "رواه أبو يعلى والطبراني... وفيه معروف بن حسان وهو ضعيف" (قال فيه بن أبي حاتم الرازي في الجرح والتعديل (۳۲۳/۸) "سمعت أبي يقول : هو مجهول"، وقال فيه ابن عدي في الكامل (۳۲۵/۶) "منكر الحديث" وأعله الحافظ ابن حجر بالانقطاع بين عبدالله بن بريدة وابن مسعود، كما في الفتوحات الربانية لابن علان (۱۵۰/۵) كما ضعف إسناده السخاوي في الابتهاج بأذكار المسافر والحاج ص (۳۹) وضعف الحديث أيضا الألباني كما في السلسلة الضعيفة (۱۰۸/۲) رقم (۶۵۵) وحكم سليمان بن عبدالله عليه بالوضع كما في التيسير (۲۴۳) البانی نے بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

② أخرجه الطبراني في المعجم الكبير (۱۱۷/۱۷) ح (۲۹۰) وقال الهيثمي في المجمع (۱۸۸/۱۰) : "رواه الطبراني ، ورجاله وثقوا على ضعف في بعضهم، إلا أن زيد بن علي لم يدرك عتبة" وأعله بالانقطاع أيضا الحافظ بن حجر فقال كما في الفتوحات الربانية لابن علان (۱۵۰/۵) : "أخرجه الطبراني بسند منقطع" وحكم الألباني على إسناده بالضعف، كما في السلسلة الضعيفة (۱۱۰/۲) رقم (۶۵۶) البانی نے اس حدیث کو بھی ضعیف قرار دیا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُوْنَ مَا سَقَطَ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ فَإِذَا أَصَابَ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ ، أَعِيْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ''۔

''یقیناً زمین میں نگراں فرشتوں کے علاوہ بھی کچھ فرشتے ہوتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتے کے متعلق لکھتے ہیں، اس لئے اگر تم میں سے کسی کو کسی بیابان جنگل میں لنگڑے پن کی تکلیف ہوجائے تو آواز لگائے : اللہ کے بندو! مدد کرو''۔ ①

## • علامہ شوکانی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''اس حدیث میں اللہ کے ان بندوں سے استعانت کے جواز کی دلیل ملتی ہے جو فرشتوں یا نیک جنوں میں سے ہوتے ہیں اور دکھائی نہیں دیتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ بالکل ایسے ہی جائز ہے جیسے انسان اپنے جانور کے پھسل جانے یا چھوٹ کر بھاگ جانے پر بنی آدم سے مدد طلب کرلیا کرتا ہے''۔ ②

۴۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ جب ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق خبر پہنچنے میں تاخیر ہوئی، اور وہاں ایک عورت تھی جس کا جنوں میں سے ایک قرین تھا، تو انھوں نے اسی سے ان کے بارے میں دریافت کیا تھا، اور اس نے انہیں بتایا کہ میں نے حضرت عمر کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ صدقے کے اونٹوں پر نشان لگارہے تھے۔ ③

• اور امام احمد کے فضائل الصحابۃ کے مطابق سالم بن عبداللہ سے یہ روایت ان الفاظ میں وارد ہے کہ :

''رَاثَ عَلٰى أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعرِيِ خَبَرُ عُمَرَ وَهُوَ أَمِيْرُ الْبَصَرَةِ وَكَانَ بِهَا امْرَأَةٌ فِيْ جُنَّتِهَا

---

① أخرجه البزار في مسنده (١١/١٨١)ح (٤٩٢٢) وقال : "وهذا الكلام لا نعلمه يُرْوَى عَن النبي ﷺ بهذا اللفظ إلا من هذا الوجه بهذا الإسناد" وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان موقوفا على ابن عباس (١٠/١٤٠) ح (٧٢٩٧)، وابن أبي شيبة في مصنفه موقوفا أيضا (١٥/٣٤٥) ح (٣٠٣٣٩)، وعزاه الهيثمي في المجمع (١٠/١٣٢) للبزار وقال: "ورجاله ثقات"، وقال الحافظ ابن حجر، كما في الفتوحات الربانية لابن علان (٥/١٥١): "هذا حديث حسن الإسناد غريب جدا" ثم نقل كلام البزار المتقدم، وحسنه السخاوي في الابتهاج وحسن الألباني إسناده في السلسة الضعيفة (٢/١١١-١١٢)، ورجح وقفه على ابن عباس، وأعل المرفوع بالمخالفة، حديث رفعه حاتم بن إسماعيل، وذكره جعفر بن عون موقوفا، وهو أوثق. البانی نے اس کی سند کو حسن ٹھہراتے ہوئے اس کے موقوف ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

② تحفة الذاكرين : ٢٣٤۔ ③ دیکھیے : مجموع الفتاویٰ : ١٩/٣٦۔

شَيْطَانٌ يَتَكَلَّمُ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا رَسُوْلًا فَقَالَ لَهَا : مُرِيْ صَاحِبَکِ فَلْيَذْهَبْ فَلْيُخْبِرْنِيْ عَنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ هُوَ بِالْيَمَنِ يُوْشِکُ أَنْ يَّأْتِيَ، فَمَكَثُوْا غَيْرَ طَوِيْلٍ قَالُوْا : اذْهَبْ فَأَخْبِرْنَا عَنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنَّهُ قَدْ رَاثَ عَلَيْنَا، فَقَالَ : إِنَّ ذٰلِکَ لَرَجُلٌ مَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَدْنُوَا مِنْهُ، إِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ رُوْحُ الْقُدُسِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ شَيْطَانًا يَسْمَعُ صَوْتَهُ إِلَّا خَرَّ لِوَجْهِهِ''۔

''جب ابوموسیٰ اشعری امیر بصرہ تھے تو ان کے پاس حضرت عمر کی خبر پہنچنے میں تاخیر ہوئی، اور وہاں ایک عورت کے جسے[1] میں ایک شیطان بولتا تھا، انھوں نے اس کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے اس سے کہا کہ اپنے رفیق سے کہو کہ وہ جائے اور میرے پاس امیر المؤمنین کی خبر لے آئے، اس نے کہا وہ یمن میں ہیں، جلد ہی آنے والے ہیں، پھر انھوں نے تھوڑے انتظار کے بعد اس سے کہا کہ جاؤ اور ہمیں امیر المؤمنین کے بارے میں خبر دو، ہمارے پاس ان کے آنے میں تاخیر ہوگئی ہے، اس نے کہا: وہ تو ایسے آدمی ہیں جن سے قریب ہونے کی ہمارے اندر استطاعت نہیں ہے، ان کی آنکھوں کے درمیان روح القدس ہیں، اور اللہ عزوجل نے کوئی شیطان ایسا پیدا نہیں کیا جو ان کی آواز سنتے ہی چہرے کے بل گر نہ جاتا ہو''۔[2]

۵۔ ''عن ابن عمر قال: وجه عمر جيشا وأمر عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر يخطب يوما جعل ينادي: يا سارية الجبل - ثلاثا، ثم قدم رسول الجيش فسأله عمر، فقال: يا أمير المؤمنين! لقينا عدونا فهزمنا، فبينا نحن كذلك إذ سمعنا صوتا ينادي: يا سارية الجبل - ثلاثا، فأسندنا ظهورنا إلى الجبل فهزمهم الله، فقيل لعمر: إنك كنت تصيح بذلك''۔

''حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے ایک لشکر روانہ کیا اور ان کا امیر ساریہ نامی ایک شخص کو بنایا، بیان کرتے ہیں: پھر حضرت عمر جمعہ کے دن لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے، اور منبر ہی پر چیخ چیخ کر کہنے لگے: ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ، ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ، پھر جب لشکر کا قاصد آیا تو اس سے حال پوچھا، اس نے

---

[1] اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے پیٹ میں۔

[2] فضائل الصحابة من طريقين (۱/ ۳۰۲۔۳۵۴) وح (۳۸۰) اور محقق نے ان دونوں کی سند پر ضعف کا حکم لگایا ہے اور ابن تیمیہ نے اسے فتاویٰ (۱۹/ ۳۶) میں بصيغة تمريض وارد کیا ہے، ایسے ہی ذہبی نے السير (۲/ ۴۰۱) میں اور شبلی نے أكام المرجان (۱۹۰) میں بیان کیا ہے۔

بتایا کہ امیر المؤمنین! دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تھی اور ہم شکست کھانے لگے تھے کہ ایک چیخنے والا چیخ کر کہہ رہا تھا : ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ، بس ہم نے اپنی پشت پہاڑ سے لگا دی، تب اللہ نے انہیں شکست دے دی، پھر کہا گیا کہ وہ چیخنے والے تو آپ ہی تھے''۔ ①

٦۔ حضرت عمر نے ایک لشکر روانہ فرمایا تھا، تب ایک شخص آیا اور اس نے اہل مدینہ کو اس لشکر کے فتحیاب ہونے کی خبر سنائی اور وہ خبر عام ہوگئی، حضرت عمر نے پوچھا : تمہیں یہ خبر کہاں سے ملی ہے؟ انھوں نے کہا : ایک شخص ہے جس کا حلیہ ایسا ایسا ہے، اسی نے ہمیں یہ بات بتائی ہے، حضرت عمر نے فرمایا : وہ ابوہیثم ہے جنوں کی ڈاک لانے والا، اور کچھ دنوں کے بعد انسانوں کا ڈاک لانے والا بھی آجائے گا۔ ②

- **مصنف ابن ابی شیبہ کے مطابق خبر کی عبارت حسب ذیل ہے :**

''أنه أبطأ على عمر خبر نهاوند وابن مقرن، وأنه كان يستنصر، وأن الناس كانوا يرون من استنصاره أنه لم يكن له ذكر إلا نهاوند وابن مقرن، قال: فقدم عليهم أعرابي، فقال: ما بلغكم عن نهاوند وابن مقرن، قالوا: وما ذاک؟ قال: لا شئ، قال : فنميت إلى عمر، قال: فأرسل إليه، فقال: ما ذكرک نهاوند وابن مقرن؟ فإن جئت بخبر فأخبرنا، قال: يا أمير المؤمنين، أنا فلان بن فلان الفلاني، خرجت بأهلي ومالي، مهاجرا إلى الله ورسوله، حتى نزلنا موضع كذا وكذا، فلما ارتحلنا إذا رجل على جمل أحمر لم أرمثله، فقلنا : من أين أقبلت؟ قال: من العراق ، قلنا : فما خبر الناس، قال : التقوا، فهزم الله العدو، وقتل ابن مقرن، ولا والله ما أدري ما نهاوند ولا ابن مقرن، قال: أتدري أي يوم ذاک من الجمعة؟ قال: لا والله ، ما أدري، قال : لكني أدري، فعد منازلک، قال : ارتحلنا يوم كذا وكذا، فنزلنا موضع كذا وكذا، فعد منازله، قال : ذاک يوم كذا وكذا من الجمعة، ولعلک أن تكون لقيت بريدا من برد الجن ، فإن لهم بردا، قال : فمضى ما شاء الله، ثم جاء الخبر بأنهم التقوا في ذلک اليوم''۔

''حضرت عمر کے پاس نہاوند اور ابن مقرن کی خبر کے آنے میں تاخیر ہوئی، اور انہیں کامرانی کی طلب تھی، اور لوگ

---

① أخرجه أبو نعيم الأصبهاني في دلائل النبوة : ٢/٥٧٩ ح ٥٢٥-٥٢٨ ، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة : ٧/١٤١٠ ح ٢٥٣٧-٢٥٣٨ ، و أورده الذهبي في السير : ٢/٤٤٢۔

② دیکھیے : مجموع الفتاویٰ لابن تیمیه : ١٩/٣٦ ، وآکام المرجان للشبلی : ١٩٠۔

اس جنگ میں کامیابی کے متعلق انکی فکرمندی کو یوں دیکھ رہے تھے کہ بس ان کی زبان پر نھاونداور ابن مقرن ہی کا تذکرہ رہا کرتا تھا، بیان کرتے ہیں کہ پھران کے پاس ایک اعرابی آیا، اوراس نے کہا : تمہیں نھاونداور ابن مقرن کے بارے میں کیا خبر پہنچی ہے، انھوں نے کہا : آخراس کا ماجرا کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ نہیں، بیان کرتے ہیں : میں نے وہ بات حضرت عمر تک پہنچادی، فرماتے ہیں : تب انھوں نے اس کے پاس کسی کو بھیج کر دریافت کیا کہ آخرتم نھاونداور ابن مقرن کا ذکر کیوں کررہے ہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟ اگرکوئی اچھی خبر لائے ہوتوہمیں بتادو، اس نے کہا : اے امیر المؤمنین! میں فلاں بن فلاں فلانی ہوں اپنے اہل وعیال اور مال واسباب لے کر اللہ اوراس کے رسول کی طرف ہجرت کرآیا ہوں، یہاں تک کہ ہم نے فلاں فلاں مقام پر پڑاؤ ڈالا ہے، پھرجب ہم نے کوچ کیا تو ایک سرخ اونٹ پر ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ اس جیسا اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، ہم نے کہا : آپ کہاں سے آتے ہیں؟ اس نے جواب دیا : عراق سے، ہم نے پوچھا : لوگوں کی کیا خبر ہے؟ اس نے کہا: مقابلہ ہوا۔ اور اللہ نے دشمن کو شکست دے دی، اور ابن مقرن مارے گئے، اور حقیقت تو ہے کہ اللہ کی قسم ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ نھاوند کیا ہے اور ابن مقرن کون ہیں؟ فرمایا : تمہیں معلوم ہے کہ وہ جمعہ سے کون سا دن تھا؟ اس نے کہا : واللہ مجھے نہیں معلوم، انھوں نے فرمایا : لیکن میں جانتا ہوں، تم اپنی منزلیں گناؤ، اس نے کہا : فلاں فلاں دن ہم نے کوچ کیا، پھراس اس جگہ پڑاؤ ڈالا، پھراس نے اپنی منزلیں گنا ڈالیں، فرمایا : وہ جمعہ سے فلاں فلاں دن تھا، اور شاید تمہاری ملاقات جنوں کی ڈاک لانے والے کسی شخص سے ہوئی تھی، کیونکہ ان کے بھی ڈاک لانے والے ہوتے ہیں، بیان کرتے ہیں : پھراللہ کی مشیئت کے مطابق کچھ دن گزرے، اس کے بعد خبرآ گئی کہ اسی دن دشمنوں سے ان کا مقابلہ ہوا تھا''۔ ①

## • مذکورہ دلائل کا جواب :

• ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ضعیف ہے جیسا کہ تخریج سے ظاہر ہے، اس لئے یہ نا قابل استدلال ہے اوراس میں کوئی حجت نہیں ہے۔

• عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی طرح ضعیف ہے جیسا کہ اس کا بھی حال تخریج سے ظاہر ہے۔

• ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اثر بھی ضعف میں مذکورہ دونوں حدیثوں ہی کی طرح ہے، جس میں حضرت عمر کی خبر میں تاخیر کا ذکر آیا ہے، اس کے بھی ضعف کا بیان کیا جاچکا ہے۔

---

① أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه : ١٨/٢٨٤ ح ٣٤٤٧٩ ، وأورده الذهبي في السير : ٢٤/٤۔

● رہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : .... اس کا جواب دو طرح پر ہے:

۱۔ اسے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح سے روایت کیا گیا ہے، اور البانی رحمہ اللہ نے اس کے موقوف ہونے کو راجح بتایا ہے۔ جیسا کہ گزرا۔ اور اصل یہی ہے کہ اس جیسی خبریں رائے سے نہیں کہی جاتی ہیں، اس لئے اسے رفع کا حکم ہے، مگر البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : یہ ان احادیث میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں یقین سے کہا جاسکے کہ یہ مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ ابن عباس نے اسے مسلمان ہونے والے اہل کتاب سے حاصل کیا ہو، واللہ اعلم۔ [1]

۲۔ اور اگر بالفرض اسے مرفوعاً صحیح تسلیم کرلیا جائے یا ایسا موقوف مان لیا جائے جو رفع کے حکم میں ہو تو بھی اس میں جنوں سے استعانت کی کوئی دلیل نہیں ہے، اسے کوئی اپنی حجت نہیں بنا سکتا ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ اس میں ان امور میں ملائکہ سے استعانت پائی جاتی ہے جن کی وہ قدرت رکھتے ہوں، اور وہ قطعی طور پر وہاں حاضر ہوں گے اور ان سے فتنے کا کوئی خوف لاحق نہیں ہوگا، کیونکہ وہ ایسے بندے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مسخر ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ [التحریم:۶]۔

''جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجاتے ہیں''۔

اور : ﴿وَلَهُۥ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَمَنْ عِندَهُۥ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ [الانبیاء:۱۹-۲۰]۔

''آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی اللہ کا ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے''۔

**● اس لئے البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :**

''اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو اس سے یقیناً یہی مراد متعین ہوگی کہ حدیث اول [2] میں (اے اللہ کے بندو!) سے جنھیں خطاب کیا جائے گا وہ فرشتے ہیں، اور یہ ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ ان کے ساتھ ان مسلم انسانوں اور جنوں کو بھی شامل کرلیا جائے جنھیں رجال غیب کا نام دیا جاتا ہے اور ان کا شمار اولیاء وصالحین

---

① السلسلة الضعيفة : ۲/ ۱۱۲۔

② مقصود ابن مسعود اور عتبہ بن غزوان والی حدیثیں ہیں کہ اگر وہ بالفرض صحیح ثابت ہوں۔

میں کیا جاتا ہے، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ''۔ ①

- **اور حضرت عمر کے اثر : جس میں ''ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ'' کا ذکر ہے۔ کا جواب دو طرح سے ہے :**

۱۔ اگر۔ یہ روایت صحیح ہو۔ تو اس کا شمار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامات میں ہے، اور اس میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ ان کی آواز لشکر تک پہنچانے والے جنات تھے، اس میں جنوں کا بھی احتمال ہے، فرشتوں کا بھی اور دیگر بھی۔ اس لئے یہ روایت موضوع زیر بحث کے لئے کسی طرح حجت نہیں ہے۔

۲۔ اور اگر بالفرض یہی تسلیم کرلیا جائے کہ جنوں نے ان کی خدمت کی تھی اور انھوں نے ہی ان کی آواز کو وہاں تک پہنچایا تھا، تو ایسا ان کی طلب پر نہیں ہوا تھا، اس لئے اس کا تعلق ان کی ذاتی اعانت سے ہے، اس میں دور دور تک کہیں بھی ان سے استعانت کا شائبہ نہیں ہے، اس لئے خطرہ منتفی اور استدلال باطل ہے۔

- **ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''صحابہ، ان کے بعد تابعین اور تمام صالحین کی کرامتیں بڑی کثرت سے موجود ہیں جیسے ... اور انہیں میں انھوں نے حضرت عمر کا ساریہ کے ساتھ پیش آنے والا قصہ بھی پیش کیا ہے''۔ ②

اس بحث کا حاصل یہی ہے کہ :

- جنوں سے استعانت شرک ہے اور ان سے مدد مانگنا کسی صورت جائز نہیں ہے۔
- جن اگر بذات خود بھی علاج یا تشخیص میں مدد کریں تو بھی ان سے مدد لینا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی عدالت مجہول ہے اور ان کی خبروں اور امداد سے انسانی معاشرے میں بہت سے مفاسد سامنے آتے رہے ہیں اور ان کے نقصانات انتہائی سنگین ثابت ہوئے ہیں۔
- جو شخص علاج میں جنوں سے مدد لیتا ہو یا کرشماتی طریقے پر علاج کرتا ہو، یا اس کے علاج میں غرابت پائی جاتی ہو اور اس میں کسی واضح حسی یا مادی طریقے کو استعمال میں نہ لایا جاتا ہو تو اس کے پاس علاج کے لئے جانا شرعی طور پر نادرست ہے کیونکہ اس میں جنوں سے استعانت یا فریب دہی کا قوی احتمال پایا جاتا ہے۔ اور واضح طور پر جنوں سے استعانت کرنے والے کے پاس علاج کے لئے جانے والا شرک کا مرتکب اور گنہگار ہوگا۔
- جو شخص جنوں کی مدد سے علاج کرکے یا لوگوں کو رقیہ شرعیہ کے نام پر ٹھگ کر کماتا ہو تو اس کی کمائی بلا شک وشبہ حرام ہے۔

① السلسلة الضعيفه : ۲/۱۱۱۔ ② مجموع الفتاویٰ : ۱۱/۱۵۲-۱۵۴ ، ۱۳/۵۰۔

# راقیوں کی طرف سے مریضوں کو مارنے پیٹنے اور ان کے ساتھ تشدد کرنے کا حکم

**ایک تحقیق یہ بھی ہے :**

**دبی۔ العربیۃ،نٹ کے حوالے سے ایک تحقیق پیش خدمت ہے جس کا عنوان ہے :**

بانس یا نرسل وغیرہ کی چھڑی سے سرین پر مارنا.. منشیات کی عادت اور ڈپریشن (قلق کی بیماری) سے شفایابی کا باعث ہے!!؟ سرین (مقعد) پر بانس کی چھڑی سے مارنا بہت سی جسمانی اور نفسیاتی مشکلات کے علاج کا افضل طریقہ مانا جاتا ہے جن میں ڈپریشن اور الکحل پر مشتمل مشروبات کی عادت بھی شامل ہے، اور یہ تحقیق بڑے پیمانے پر ہونے والی سائنٹفک ابحاث اور ریسرچ کے نتیجے میں روسی سائنسدانوں نے پیش کی ہے۔

نوفوسیبر یسک میڈیکل انسٹیٹیوٹ سے منسلک سائنسدانوں نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ : ''مقعد پر بانس کی چھڑی سے مارنا انڈروفینک مرکبات کے رواں کرنے کا باعث ہوجاتا ہے جو ایسے فطری کیمیاوی مواد پر مشتمل ہوتے ہیں جو خوشی، سعادت اور زندگی سے بھرپور احساسات کو ابھارتے ہیں، ایسے ہی جنسی ہارمونز کا لیبل بڑھانے میں اور دفاعی سسٹم کی قبولیت کی صلاحیت کو تقویت دینے میں بھی معاون ثابت ہوتے ہیں۔

''**الرأي العام**'' نامی کویتی اخبار کے مطابق جس نے اس خبر کو شائع کیا ہے روسی اسکالروں کا ماننا یہ ہے کہ اس طریقے سے انڈروفینک مرکبات کو برانگیختہ کرنا نشہ آور مواد کی احتیاج میں تخفیف کے سلسلے میں معاون ہے، مگر ساتھ ہی اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی عادت نہیں پڑتی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ منشیات کی عادت اور ڈپریشن کے علاج میں اس کا بڑا ہی اہم کردار ہے.. اور ڈاکٹر سیر غیہ سبرانسکی نے بتایا کہ منشیات کے عادی اور ڈپریشن کی مشکل سے جوجھ رہے مریض کو ایک ایسے پروگرام کی ضرورت ہے جو کم از کم تیس نشستوں اور زیادہ سے زیادہ ساٹھ نشستوں پر مشتمل ہو، اور یہ وہی نشستیں ہوتی ہیں جن میں اس کی سرین پر پچاس بار ضربیں لگائی جاتی ہیں بشرطیکہ یہ ضربات شدید نہ ہوں..

یہ خبر نقل کی ہے سعودی عرب کے مشہور راقی شیخ خالد حبشی نے جنھیں علماء اور رائٹروں سے یہ شکایت ہے کہ وہ ان جیسے بزرگ اور کہنہ مشق راقیوں کو بھی مریضوں کو مارنے کی اجازت نہیں دیتے اور اس میدان اور اس فن کا تجربہ نہ رکھنے کے باوجود ان پر نکیر کرتے ہیں جبکہ انہیں بھی یہ تسلیم ہے کہ کچھ جاہل راقی اس سلسلے میں اپنی حد پار کر جاتے

ہیں، البتہ انہیں یہ بھی شکایت ہے کہ یورپ اور امریکا کے سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کو تو یہ اجازت دی جاتی ہے کہ وہ علاج کرتے ہوئے چاہے جتنے آدمی مار ڈالیں مگر راقیوں کے سلسلے میں تنگ نظری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ کسی ایک سال میں ولایات متحدہ (امریکا) کے اندر طبی خطاؤں کے نتیجے میں ۹۸۰۰۰ / ہزار لوگوں کی موت ہوئی تھی۔ آخر ان کا محاسبہ کرنے والے کہاں ہیں؟ ایسے ہی ہم رقیہ کرنے والے بھی تو طبی میدان ہی کے لوگ ہیں اور روحانی علاج بھی تو طب ہی کا ایک شعبہ ہے، یہاں تک کہ فقہ کی کتابوں میں بھی اس کا ذکر ابواب الطب میں ہی ہوتا ہے۔

انھوں نے ان وجوہات کا بیان کرتے ہوئے جن کے تحت ایک راقی مریضوں کو پیٹتا ہے کچھ دلچسپ حقائق کا انکشاف کیا ہے جن کا مطالعہ چشم کشا ہے، فرماتے ہیں :

ضرب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم مریضوں کو ماریں بلکہ چند امور کی وجہ سے راقی کو اس کی ضرورت پیش آ ہی جاتی ہے :

**اول :** راقی اس وقت اپنے دفاع میں مریض کو پیٹتا ہے جب وہ اچانک اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے، کیونکہ شریعت کی نگاہ میں جن زدہ مریض پاگل کے حکم میں ہوتا ہے، اور جب نفسیاتی شفا خانوں میں کوئی پاگل بے قابو ہو جاتا ہے تو اسے پیٹا جاتا ہے اور بجلی کے جھٹکے دیے جاتے ہیں، اور ان کے حملے خطرناک ہوتے ہیں، ممکن ہے کوئی راقی یہ کہے کہ صاحب اس کی ضرورت کہاں ہے کیونکہ راقی تو تصرف کر سکتا ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی ایسا شخص ہوگا جسے شدید قسم کے حالات کا سامنا کرنے کی نوبت نہیں آئی ہوگی، (صورت حال یہ ہو جاتی ہے کہ) ایک راقی کسی مریض کا رقیہ کر رہا ہوتا ہے کہ اچانک مریض اپنا منہ کھولتا ہے، اور اس پر شعلے اور آتش پھینکنے لگتا ہے، ایک دوسرا طالب علم کسی مریضہ پر رقیہ پڑھ رہا ہوتا ہے کہ جن اس کی زبان پر بولنے لگتا ہے، اور یہ کہتے ہوئے اس کا منہ کھول کر ایک انگوٹھی باہر پھینک دیتا ہے کہ اے شیخ ! لے اپنی انگوٹھی لے لے، ہاں ہاں شیخ جب پڑھ رہا ہوتا ہے تو مریضہ کے منہ سے اس کی انگوٹھی برآمد ہوتی ہے، شیخ چونک کر اپنی انگلی دیکھتا ہے تو وہ انگوٹھی سے خالی ہوتی ہے، ہاں صاحب ! یہ خیالی باتیں نہیں ہیں بلکہ حقائق ہیں جن کا سامنا کچھ معالجین کو کرنا پڑتا ہے۔

**دوم :** معالج کبھی کبھی تہدید اور دھمکی کی ضرورت کے تحت ایسا کرتا ہے، اور جنات تک کے یہاں یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ وہ لوگ اس راقی سے ڈرتے ہیں جو مارتا پیٹتا ہے، بلکہ ان میں سے بعض تو رقیہ پڑھنے سے پہلے ہی مار کے ڈر سے رفو چکر ہو جاتے ہیں اور مریض کو چھوڑ بھاگتے ہیں۔

**سوم :** کبھی کبھی نفسیاتی کیسوں میں بھی اس کی ضرورت پیش آجاتی ہے، اور لیجیے صاحب! میں اس حقیقت کو واضح کیے دیتا ہوں کہ ہم مارتے ہوں یا نہ مارتے ہوں مگر بعض اوقات ہمیں اس کی ضرورت پیش آہی جاتی ہے، ایک نفسیاتی مریض ہمارے پاس آتا ہے اور وہ اس بات پر مصر ہوتا ہے کہ وہ جن زدگی کا شکار ہے، اور صاف صاف یہ بتادیتا ہے کہ مثلاً وہ دس سال سے نفسیاتی علاج کی گولیاں کھا رہا ہے، سالوں راقیوں کے چکر لگاتا آیا ہے، مگر سب بے سود ہے کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی ہے، تب یقین حاصل کر لینے کے بعد علاج میں حیلے کا کردار سامنے آجاتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ کچھ کرنا پڑتا ہے، تب اس طرح کے کیسوں میں اگر میں اس کے قدموں پر دو تین سخت قسم کی ضربیں لگاتا ہوں اور اس سے پوچھتا ہوں کہ بتا اس کا پیچھا چھوڑے گی یا نہیں تو کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ جھٹ بول اٹھتا ہے نکل جاؤں گی نکل جاؤں گی حالانکہ متکلم خود وہی ہوتا ہے، درد کی شدت کی وجہ سے ایسا کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے، پھر جب وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور میں اس سے پوچھتا ہوں کہ تیرے اندر جو تھا باہر نکل گیا یا نہیں یا پھر دو چار اور لگاؤں تو عام طور پر وہ یہی کہتا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے محسوس کیا ہے کہ کوئی چیز نکل بھاگی ہے، اور کبھی کبھی وہ اس کے نزدیک وقتی تیاری ہوتی ہے مگر جب آپ اس سے کہتے ہیں کہ اگر وہ تیرے پاس دوبارہ آیا تو پھر لازماً ایسی ہی مار پڑے گی تو پھر کبھی وہ ایسی شکایت نہیں کرے گا عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، ہمارے ساتھ اس طرح کے معاملات پیش آچکے ہیں۔

**چہارم :** اس کی پٹائی جو اپنے گھر والوں اور معالج کے سامنے خود کو مریض باور کرانے کے لئے ڈرامہ اور اداکاری کرتا ہو اور مصنوعی حرکتوں کے جوہر دکھاتا ہو۔

بطور نمونہ ایک دوشیزہ کی کہانی آپ کو سناتا ہوں کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ میرے پاس آئی اور اس بات کا یقین دلانے کے لئے کہ وہ ابھی شادی کے قابل نہیں ہے خود کو مریضہ ظاہر کر رہی تھی، حقیقت یہ تھی کہ اس کے لئے ایک رشتے دار کے یہاں سے پیغام آیا ہوا تھا مگر وہ اس سے جان چھڑانا چاہتی تھی، اور اس کے لئے اس نے اس طریقے کا سہارا لیا تھا، پھر جب رقیہ پڑھنے کے بعد اس پر کچھ ظاہر نہیں ہوا تو میں نے اس کے والد کے سامنے اس سے کہا : اب حقیقت صاف صاف اگل دو ورنہ میں علاج کا دوسرا طریقہ آزماؤں گا، کبھی کبھی جنات جسم کے اندر چھپ جاتا ہے اور اسے باہر لانے کے لئے زبردست مار پیٹ کی ضرورت ہوتی ہے، اب جو اس نے ڈنڈا دیکھا تو فر فر بولنے لگی اور ساری کہانی اپنی تمام تر حقیقتوں کے ساتھ سامنے آگئی، اس نے بتایا کہ یہ سارا ڈرامہ اس شخص سے جان چھڑانے کے لئے رچا گیا ہے جس کا پیغام آیا ہے، اور اس کی یہ چال بہت سے راقیوں پر کامیاب رہی تھی جو مارتے

پیٹتے نہیں ہیں کیونکہ وہ ان کے سامنے سحر زدوں جیسی حرکتیں کرتی تھی۔

**پنجم :** بہت سے کیس ایسے ہوتے ہیں جو قابو سے باہر نکل جاتے ہیں اور ان میں دانتوں تلے پسینہ آجاتا ہے، کئی کئی مشائخ ان پر پڑھ چکے ہوتے ہیں، مگر کچھ تبدیلی نہیں آتی، پھر تو ان کا علاج مار ہی سے ہوتا ہے (جیسا کہ ابن تیمیہ نے بیان فرمایا ہے)۔

قصہ ایک پاگل کا ہے جسے اس کے بھائی لیکر آئے تھے، اس کی ٹریجڈی اور ایام مشقت پر نو سال گزر چکے تھے، پانچ سال نفسیاتی ڈاکٹروں اور ان کی دواؤں کے ساتھ، اور چار سال راقیوں اور شعبدہ بازوں کے پاس چکر لگاتے ہوئے، وہ اسے آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لائے تھے، صاف پاگل پاگل لگتا تھا، ہم نے اس پر پڑھا مگر کچھ بھی نہ بدلا، میں نے ان سے کہا : اب رقیہ کے آڈیو لازم ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ صاحب پورے چار سال راقیوں اور رقیہ کے آڈیوز کے ساتھ ہی گزر رہے ہیں جو اس کے کمرے میں چوبیسوں گھنٹے چلتے ہی رہتے تھے..

پھر میں نے دوبارہ اس پر پڑھا مگر اب بھی کچھ نہ بدلا، ایک ایسا انسان سامنے تھا جس کی عقل رخصت ہو چکی تھی، بڑبڑاتا رہتا تھا سمجھ میں آنے والی کوئی بات نہیں کرتا تھا، اسے اپنے ماحول کا کچھ ہوش نہ تھا، ہر وقت ادھر ادھر دیکھتا رہتا تھا اور کسی نہ کسی حرکت میں مشغول رہتا تھا، میں نے اس کے بھائیوں سے اسے پیٹنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے اس کی پر جوش تائید کی، بس پھر کیا تھا میں اس پر قرآن پڑھتا جاتا تھا اور اسے پیٹتا جاتا تھا، اور ہر ضرب پر اس سے سوال کرتا تھا، مگر وہ چلانے کے سوا کوئی جواب نہیں دیتا تھا، اور پانچ یا دس منٹ کے بعد جب میں نے اس سے پوچھا تو وہ یکایک چیخ پڑا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں، اس نے اپنا نام بتایا، میں نے اس کی عمر پوچھی تو اس نے بتایا کہ وہ ۲۳ سال کا ہے، میں نے اس کے بھائیوں کا نام پوچھا، پھر اس کی ماں کا، پھر اس کی بہنوں کا، ان کی تعداد بھی پوچھی، پڑوسیوں کے بارے میں سوال کیا، اس کے پڑھائی کے متعلق استفسار کیا، اور بہت ساری باتیں پوچھیں، میں جس تیزی سے پوچھتا تھا وہ اسی تیزی سے اس کا جواب دیتا جا رہا تھا اور بالکل واضح انداز میں، اس کی سب باتیں سمجھ میں آرہی تھیں، اب میں رک گیا، میری نگاہیں اس کے بھائیوں پر ٹکی ہوئی تھیں وہ سب کے سب شدید حیرت کا شکار تھے، پورے نو سال گزر چکے تھے، نہ وہ باتیں کرتا تھا، نہ کسی کو پہچانتا تھا، ان سب نے بڑی بیتابی سے پوچھا : شیخ صاحب ! یہ کیا ہو گیا ؟ میں نے ان سے کہا : الحمد للہ ! اس کی عقل، یادداشت اور سب کچھ سلامت ہے، یہ پاگل نہیں ہے، اس کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا اور چلا گیا، اور میں نے انہیں علاجی پروگرام دے

دیا، وہ سب ایک ہفتے کے بعد ایک دوسری ہی شخصیت کے ساتھ واپس آئے، وہ لڑکا بال سنوارے اور صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے آیا، زنجیروں اور بیڑیوں سے آزاد تھا، اس نے ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھی، تیز روی سے کی جانے والی حرکتیں اور ادھر ادھر التفات کا عمل رخصت ہو چکا تھا، میں نے اس کے بھائیوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ اس کی حالت ۸۵٪ درست ہو چکی ہے، اس کے بھائیوں نے بتایا کہ وہ خود تو ہم سے گفتگو کی ابتدا نہیں کرتا ہے، تاہم اگر اس سے کچھ پوچھا جاتا ہے تو وہ ہماری باتوں کا جواب ضرور دیتا ہے، ہمارے ساتھ نماز یں پڑھتا ہے، اب وہ پرسکون ہو گیا ہے، نفسیاتی علاج کی گولیاں بند کر دی گئی ہیں۔ پھر جب وہ گیا تو دوبارہ لوٹ کر نہیں آیا، میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ شفایاب ہو چکا ہو...

- یہاں تک کہ بلاد عجم میں بھی ہم نے اسی جیسا دیکھا ہے، ایک بارہ سال کی بچی تھی جو دن رات چیختی اور شور مچاتی رہتی تھی، ڈاکٹروں کے پاس اس کا علاج ہوا، جادوگروں کو آزمایا گیا، گرجوں اور پادریوں تک بھی لے جائی گئی تھی، ہم نے بھی اس پر پڑھا، اس وقت ہم اپنی مصروفیات کی وجہ سے کچھ جلدی میں تھے، بس میں نے ایک چھوٹے سے ڈنڈے سے اس کے قدموں پر کچھ ضربات لگائی تھیں اور وہ اپنی عادت کے مطابق چیخے جا رہی تھی (بلا مبالغہ اس کا چیخنا کبھی بند نہیں ہوتا تھا) پھر اچانک وہ خاموش ہو جاتی ہے اور کراہنے لگتی ہے اس کے بعد گہری نیند کی وادیوں میں گم ہو جاتی ہے... اس کے بعد جب ہم اس کے بارے میں پوچھتے تو معلوم ہوتا کہ وہ بخیر ہے۔
- پھر اس کے بعد انھوں نے مختلف راقیوں کے اپنے اپنے حرب وضرب کے طریقے بتائے ہیں کہ کوئی انگلی سے مارتا ہے کوئی ہتھیلی سے، کوئی لاٹھی سے پیٹتا ہے، کوئی ڈنڈا استعمال کرتا ہے، کوئی بانس کی چھڑی آزماتا ہے، کوئی رولر سے کام چلاتا ہے، کوئی پانی بھری ہوئی پلاسٹک کی ٹیوب استعمال کرتا ہے۔

کچھ سینے پر مارتے ہیں، کچھ پشت پر، کوئی پیٹ پر وار کرتا ہے اور کوئی کاندھوں کو نشانا بناتا ہے، مریض اور راقی کے اعتبار سے ہیٹنگ پاور (قوت ضرب) بھی کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔

پھر انھوں نے کچھ لاپرواہ راقیوں کو نصیحت بھی کی ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں انصاف مطلوب ہے، بھلا بتائیے تو سہی کہ کتنے مریضوں پر مار پڑتی ہے، یہی کوئی: ۱-۳٪. اور آلۂ ضرب تو عام طور پر معالج کو شیاطین کی اذیت رسانیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے: کچھ لوگ مریض کو مارتے پیٹتے ہیں یا مریض سے باقاعدہ دو دو ہاتھ کرتے ہیں کشتی لڑتے ہیں (مکے بازی-اور فری اسٹائیل) مگر عام طور پر یہ اسی وقت ہوتا ہے جب مریض معالج پر حملہ کر بیٹھتا ہے،

ایسا اسپتالوں میں بھی ہوتا ہے، جب کوئی نفسیاتی مریض جوش جنوں میں ڈاکٹروں تک پر حملہ آور ہوجاتا ہے، بلکہ اسپتال میں ایک بیٹے کا اپنے باپ کے ساتھ یہ معاملہ ہوگیا تھا، اور اس بحران کو حل کرنے کے لئے ایک ڈاکٹر اور سیکورٹی پرسن کو مداخلت کرنی پڑی تھی، وہ تو ایسا منظر تھا جیسے کسی کراٹے والی فلم کا کوئی سین ہو، (اس لئے اگر مریضوں کے ساتھ کبھی ایسا ہوجائے تو کسی کو اس کا مضحکہ نہیں اڑانا چاہیے) اور میں نصیحت کرتا ہوں کہ اگر کبھی ایسی کوئی بات ہوجائے تو اس بات کا پورا پورا خیال رکھا جائے اور اہتمام کیا جائے کہ مریض کو کوئی ضرر لاحق نہ ہونے پائے، اور راقی وہ احتیاطی تدابیر پہلے ہی سے اختیار کر رکھے جو غیر متوقع صورت حال میں اس کے کام آئیں اور وہ خود کسی جوکھم میں پڑنے سے محفوظ رہے۔

**فرماتے ہیں :** کچھ لوگ مریضوں کو پیٹتے ہیں اور کسی تیز دھار آلے سے، چھری کی نوک سے اس کے قدموں پر ہلکے ہلکے مارتے اور چبھوتے ہیں تاکہ جلد پر لگنے سے لاحق ہونے والے کو تکلیف پہنچے، یہ عمل وارد احادیث کی وجہ سے قطعی مناسب نہیں ہے، اور یہ حجامہ سے مختلف چیز ہے اس لئے دونوں میں کوئی تقابل نہیں ہے۔ ①

## شیخ خالد حبشی صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ :

ہم اپنے راقی برادران کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ مار پیٹ نہ کریں، مگر جب آپ کسی معروف معالج کے متعلق سنیں جسے دس یا بیس سال علاج میں گزر چکے ہوں، اور اس کے علاج سے بہت سے لوگ فائدہ اٹھا چکے ہوں اور اس کے تجربے کی شہادت دیتے ہوں تب ہم کہیں گے کہ اس طرح کے لوگوں پر آپ کلام نہ کیجیے۔

انھوں نے اس موضوع پر ابو البراء اسامہ بن یاسین معانی صاحب کی تحریر پڑھنے کا مشورہ دیا ہے اور اسے نقل بھی کیا ہے۔

## اسامہ معانی صاحب لکھتے ہیں :

کچھ برادران مار پیٹ کا وہ اسلوب اپناتے ہیں جو غیر منضبط اور بے قاعدہ ہوتا ہے، جس کا نتیجہ بسا اوقات مریضوں کی زندگی پر حد درجہ خطرناک شکل میں ظاہر ہوتا ہے، بلکہ کبھی کبھی تو اس کا انجام موت تک لے جاتا ہے، ہم مطلق طور پر اس بات کے منکر نہیں ہیں کہ یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، اور اثر میں وارد ہوا ہے، نیز بعض اجلہ اہل علم کے افراد نے اس کا ذکر کیا ہے، ہم ذیل میں اس کے کچھ مقامات کا ذکر کر رہے ہیں :

---

① دیکھیے: مناقشة حكم ضرب المريض - الموقع الرسمی للشيخ خالد الحبشي۔

- **ام ابان بنت وازع بن زارع بن عامر عبدی سے روایت ہے، وہ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتی ہیں کہ :**

''...میں نے ان کا ہاتھ پکڑلیا اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا، تب انھوں نے فرمایا : ''اسے میرے قریب کردو اور اس کی پیٹھ میری جانب کردو'' ان کا کپڑا اوپر نیچے سے جمع کر کے پکڑلیا، اور ان کی پشت پر مارنے لگے یہاں تک کہ میں نے ان کے بغلوں کی سفیدی دیکھی، اور آپ فرماتے تھے : اللہ کے دشمن نکل جا، پھر تو وہ تندرست آدمی کی طرح دیکھنے لگے اور اب ان کی نظر پہلی سی نہیں رہ گئی تھی...''①

- **عثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :**

''...میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ! میری نمازوں میں کوئی چیز میرے سامنے آجاتی ہے، یہاں تک کہ مجھے پتہ ہی نہیں چلتا کہ میں نے کتنی نماز پڑھی ہے؟ آپ نے فرمایا : ''وہ شیطان ہے، تم میرے قریب آجاؤ'' چنانچہ میں ان کے قریب ہوگیا، اور اپنے قدموں پر بیٹھ رہا، بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر ضرب لگائی، اور میرے منہ میں تھوکا، اور فرمایا : ''اللہ کے دشمن نکل جا'' ایسا آپ نے تین بار کیا، اس کے بعد فرمایا : ''اب جاؤ اپنے کام سے لگ جاؤ''۔②

- **اس موضوع پر وارد ایک اثر :**

**محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ :**

''ہم لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور ان پر سرخ رنگ سے رنگے ہوئے کتان کے جوڑے تھے، پھر انھوں نے تھوکا اور فرمایا : خوب خوب، ابو ہریرہ کتان میں تھوک رہا ہے، یقیناً میں نے خود کو دیکھا ہے کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہ کے حجرے کے درمیان گر پڑتا تھا، مجھ پر

---

① یہ ایک ایسی حدیث کا ٹکڑا ہے جس کے متعلق ہیثمی نے فرمایا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، اور ام اُبان سے مطر نے روایت نہیں کیا ہے، ''مجمع الزوائد'' ۹/۳، اور حافظ نے ام اُبان کے متعلق تهذيب الهذيب ۲/۶۱۹ میں فرمایا کہ مقبول ہیں، اور حدیث طبرانی میں مطر بن عبدالرحمان اعنق سے وارد ہے انتھی

میں کہتا ہوں یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اصطلاح کے مطابق ام ابان کی مقبولیت متابعت کی صورت میں ہوتی ہے جو یہاں میسر نہیں ہے۔

② اس کی تخریج ابن ماجہ نے اپنی سنن -کتاب الطب (۴۶) میں نمبر (۳۵۴۸) کے تحت کی ہے، البانی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے، دیکھیے صحیح ابن ماجہ (۲۸۵۸)، اور بوصیری نے ''مصباح الزجاجه'' (۴/۳۶) السنن میں اس کی تصحیح کی ہے۔

غشی طاری ہو جاتی تھی، پھر کوئی آنے والا آتا تھا اور اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا تھا، اور سمجھتا تھا کہ مجھ پر جنون طاری ہے، حالانکہ مجھے جنون کا کوئی عارضہ نہ تھا، بس مجھے تو بھوک ( کی بیماری ) لاحق تھی''۔ ①

- **کچھ علمائے امت کے منقول فرمودات جو حسب ذیل ہیں :**

**شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''جب انسان کے بدن پر مار لگائی جاتی ہے تو جن کو اس مار سے درد محسوس ہوتا ہے اور وہ چیختا چلاتا ہے، اور مار کی تکلیف کی وجہ سے وہ اس کے اندر سے نکل جاتا ہے، لاتعداد لوگوں نے اس بات کا تجربہ کیا ہے، اور ہم نے تو اسے اتنا کیا ہے جس کی تفصیل باعث طوالت ہے''۔ ②

- **آنجناب رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''آدمی جن زدہ ہو جاتا ہے؛ اور ایسی زبان میں گفتگو کرتا ہے جس کا معنی بھی نہیں جانتا ہے، اس کے بدن پر زبردست مار لگائی جاتی ہے، ایسی مار اگر اونٹ پر بھی لگائی جائے تو اس پر بھاری اثر چھوڑ جائے، مگر جن زدہ کو اس شدت کے باوجود مار کا ذرا احساس نہیں ہوتا ہے، اور نہ اس کلام کا ہی احساس ہوتا ہے جو وہ بولتا ہے''۔ ③

- **ابن مفلح رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''ہمارے شیخ - یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہ - کے پاس کسی جن زدہ کو لایا جاتا تو جس نے اسے نشانا بنایا ہوتا تھا وہ اسے نصیحت کرتے تھے، اسے کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیتے تھے اور کچھ کاموں سے روکتے تھے، پھر جب وہ باز آجاتا اور جن زدہ کو چھوڑ دیتا تو اس سے دوبارہ نہ آنے کا عہد لے لیتے تھے، اور اگر وہ حکم نہ مانتا، باز نہ آتا اور اسے نہ چھوڑتا تو اسے اس کا پیچھا چھوڑنے تک مارتے رہتے تھے''۔ ④

① فتح الباری بشرح صحیح البخاری -کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب ذکر النبي ﷺ وحض علی اتفاق اہل العلم_نمبر : ۷۳۲۴_

② الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح : ۳۶۳/۴ ، مجموع الفتاوی : ۳۴۹/۱۰_

③ مجموع الفتاوی : ۲۷۷/۲۴ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح : ۱۲/۴_

④ الفروع : ۶۰۷/۱_

- **فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز -رحمہ اللہ- سے قرآن کی تلاوت سے مریضوں کا علاج کرنے والوں کے لئے مارنے، گلا گھوٹنے اور جنوں سے بات چیت کرنے کے جواز کے متعلق سوال کیا گیا؟**

**تو انھوں نے جواب دیا :**

اس طرح کی کچھ چیزیں علمائے سابقین مثلاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ -یرحمہ اللہ- وغیرہ سے واقع ہوئی ہیں، چنانچہ وہ جن کو مخاطب کرتے تھے، اس کا گلا گھوٹتے تھے اور اس کے باہر نکلنے تک اسے مارتے تھے، مگر ان امور میں بعض قراء (یعنی راقیوں) کی طرف سے جو مبالغہ ہمیں سننے کو مل رہا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ①

**میں کہتا ہوں :**

احادیث کے نصوص اور اجلہ علمائے امت کے اقوال کا تتبع کرنے سے انضباط کے ساتھ ضرب کا اسلوب اپنانے کا جواز واضح ہوجاتا ہے، جسے اسباب شفاء میں سے ایک حسی سبب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، مگر آجکل ہمیں جو سرگرمیاں اور حرکتیں دیکھنے اور سننے کو مل رہی ہیں، جن سے رفو کرنے والے پر چاک حد سے فزوں ہوگیا ہے، اور جن کی وجہ سے سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

مگر کچھ سرگرمیاں اور حرکتیں جو آج دیکھنے اور سننے کو مل رہی ہیں جن کی وجہ سے رفو کرنے والے پر چاک وسعت اختیار کرتا چلا گیا ہے اور جن کرتوتوں کی وجہ سے سر شرم سے جھک جاتا ہے، یہ تو بس جہالت ہے اور انتہا درجے کی جہالت ہے، یہ لازم ہے کہ مریضوں کی طبی سلامتی کے پہلو کو یقینی بنایا جائے، اور اسی سیاق میں میں اس حادثے کا ذکر کروں گا جسے الحیاۃ نامی اخبار نے جمعہ ۱۰/صفر ۱۴۱۹ھ شمارہ (۱۲۸۷۶) ص ۳/ میں اس سرخی کے تحت بیان کیا ہے کہ ''ایک عورت کی وفاۃ جسے ایک شیخ نے اس کا قرین جن اس کے جسم سے نکالنے کے لئے پیٹا تھا'' اخبار کی عبارت حسب ذیل ہے : بیان کیا جاتا ہے کہ بدھ - جمعرات کی رات دیر گئے ایک ۳۷/ سالہ جوان عورت ''قرآنی شفاخانوں'' کے کسی شیخ کے ہاتھوں زبردست طور پر پیٹے جانے کے بعد وفات پاگئی، جب قرآن سے علاج کا شفاخانہ چلانے والے ایک شیخ نے اس کے بدن سے اس کے قرین جن کو نکالنے کے لئے اس پر مار پیٹ کا حربہ آزمایا تو اس جوان خاتون کو شفا ہاسپٹل کے آئی سی یوڈپارٹمنٹ میں منتقل کیا گیا تھا''۔ ②

---

① الدعوۃ۔شمارہ : ۱۴۵۶ ۔فتاویٰ العلاج بالقرآن والسنۃ۔ ص۶۹۔

② جریدۃ الحیاۃ بتصرف واختصار۔

**• عام طور پر مارنے کے موضوع پر تبصرہ اور تنقید کرتے ہوئے دماغی اور نفسیاتی امراض کے میڈیکل ایڈوائزر ڈاکٹر محمد بن عبداللہ صغیر صاحب لکھتے ہیں :**

''خلاصۂ کلام یہ ہے کہ متعدد امور سے مریض کو مارنا پیٹنا نامناسب ہے :

۱ - ایسی کوئی بھی چیز کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے۔

۲ - جب رقیہ شرعیہ سے مریض کو فائدہ نہ ہو جو اگر کسی قلب مومن سے بصدق نیت باہر آئے تو شیاطین پر سب سے بھاری ہوتا ہے تو پھر چاہے جتنی بھی زبردست مار لگائی جائے اس سے مریض کو بدرجہ اولی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

۳ - کوئی بھی شخص یقینی اور قطعی طور پر یہ دعوی نہیں کرسکتا ہے کہ مار مریض کے جسم پر پڑنے کے بجائے جنات پر ہی واقع ہوتی ہے، اس میں صرف اور صرف غلبہ ظن ہی حاصل ہوتا ہے جو اکثر غلط ہوجایا کرتا ہے اور بیچارے مریض خواہ مخواہ اس کا نشانا بن جاتے ہیں۔

۴ - ایک واقعہ جو شیخ الاسلام -رحمہ اللہ- کا پایا گیا تھا اسی کو شریعت اور سنت بنا کر بیچارے مریضوں کی بھاری تعداد اور جم غفیر کو اس کی بھینٹ چڑھا دینا مناسب نہیں ہے۔

۵ - جب مریض کو صرف رقیہ شرعیہ سے فائدہ نہ پہنچے اور راقی کو علاج کی دیگر اقسام کو اس کے ساتھ شامل کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو سب سے بہتر اور محکم یہی بات ہے کہ وہ اس کے ساتھ جدید طبی علاجات کو شامل کرنے کا مطالبہ کرے جن کا تجربہ کیا جاچکا ہے اور جو اللہ کے حکم سے نفع بخش ثابت ہوئے ہیں۔

۶ - تجربے اور مشاہدے سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ بہت سے وہ مریض جن پر جن نہیں ہوتا ہے اگر انہیں زبردست مار لگائی جاتی ہے اور خاص طور پر جب وہ بندھے ہوتے ہیں اور نجات کا کوئی راستہ نہیں پاتے ہیں تو وہ اپنی زبان سے جھٹ اس بات کا اعتراف کرلیتے ہیں کہ وہ جن ہیں، اور راقی جہاں سے چاہتا ہے وہ وہیں سے نکلنے کا عہد کرلیتے ہیں، بس ان کے سامنے ایک ہی ہدف ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح اس شدید مار سے اپنی جان چھڑا لیں جو پاگل کہلانے سے بھی زیادہ ان پر شدید ہو رہی ہے۔

۷ - یہاں کچھ اعصابی نفسیاتی امراض -جن کا تعلق تحولاتی ہسٹیریا سے ہوتا ہے- ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں پورے طور پر یا قریب قریب پورے طور پر درد، حرارت اور تمام قسم کے احساسات ختم ہوجاتے ہیں اور صورت حال یہ ہوجاتی ہے کہ ممکن ہے مریض کو شدید ترین مار پیٹ اور ضربات تک کا احساس نہ ہو۔[1]

---

[1] توعية المرضى بأمور التداوي والرقي باختصار ص ۴۴-۴۶۔

**مذکورہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد اسامہ معانی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے نمبر وار مباحثہ کیا ہے جس کا خلاصہ مع تبصرہ حسب ذیل ہے :**

- مارنے کے متعلق ثابت دلائل کا انکار درست نہیں کیونکہ ہم نے وہ حدیثیں پیش کر دی ہیں جن میں مارنے کے جواز کی دلیلیں موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو حدیثیں انھوں نے پیش کی ہیں ان میں ام ابان بنت وازع والی حدیث ضعیف ہے۔اور عثمان بن عاص والی حدیث میں اول تو راقیوں کی وحشیانہ مار پیٹ کی دلیل موجود نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختصاص کا احتمال پوری طرح موجود ہے، کیونکہ آپ نے اس حدیث کے مطابق کوئی رقیہ نہیں پڑھا تھا صرف سینے پر ضرب لگائی تھی (جو ممکن ہے تھپتھپانے کے قبیل سے ہو) اور ان کے منہ میں تھوکا تھا۔ ظاہری بات ہے کہ یہ تھوکنا آپ ہی کے ساتھ مختص تھا، اس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ راقی حضرات بھی قرأت کے بغیر لوگوں کے منہ میں تھوک سکتے ہیں اسی طرح اس ضرب کا قضیہ بھی ہے۔

- آپ کے بعد کسی بھی صحابی سے مریض کو بطور علاج مارنے پیٹنے کا ثبوت نہیں ہے، اور اگر مار پیٹ کر مریضوں کا علاج کیا جا سکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرور اپنے صحابہ کو اس کی رہنمائی فرمائی ہوتی۔

- **جناب فرماتے ہیں :**

اگر چہ یہ چیز کتاب وسنت سے ثابت نہ بھی ہو تو بھی اسباب شرعیہ اور اسباب حسیہ کے درمیان فرق کرنا چاہیے، اور اس کا تعلق ان اسباب حسیہ سے ہے جن سے ایک شرعی مصلحت متحقق ہوتی ہے۔بس اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے جواز پر بزرگ علمائے کرام کی تائید حاصل ہو جائے اور اس مسئلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ان کے شاگرد ابن قیم ہم سے متفق ہیں، اس کا ذکر شبلی اور ابن مفلح نے کیا ہے، اور فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین اور فضیلۃ الشیخ ابوبکر جزائری وغیرہ نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

- اس میں بھی حقیقت یہی ہے کہ اس کا مصلحت ہونا متحقق نہیں ہے بلکہ اس کے مفاسد غالب اور عیاں ہیں۔

اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی مشروعیت محض کچھ علمائے کرام کے عمل اور ان کی تائید سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے، بالخصوص جبکہ اس کے مفاسد بھی راجح ہوں۔

- اس کا حسی علاج ہونا محض فن طب سے ناواقف راقیوں کے اٹکلی اور ان کے غیر منضبط تجربات سے نہیں ہو سکتا ہے جبکہ نفسیاتی طب کے ماہر اطباء اس کے منکر ہیں اور اس باب میں مرجع وہی ہیں۔

● **معانی صاحب فرماتے ہیں کہ : مولف کا یہ کہنا کہ :** کوئی بھی شخص یقینی اور قطعی طور پر یہ دعویٰ نہیں کرسکتا ہے کہ مار مریض کے جسم پر پڑنے کے بجائے جنات پر ہی واقع ہوتی ہے، اس میں صرف اور صرف غلبہ ظن ہی حاصل ہوتا ہے جو اکثر غلط ہوجایا کرتا ہے اور بیچارے مریض خواہ مخواہ اس کا نشانا بن جاتے ہیں۔

تو اس کے متعلق میں اس بحث کے درمیان پہلے ہی یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ گفتگو ان معالجین کے متعلق ہے جو حاذق اور تجربہ کار ہوں، میری مراد جاہل لوگ قطعی نہیں ہیں، اور یہ اس کا ایک پہلو ہے جبکہ دوسرے پہلو سے میں نے تاکید کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ اس اسلوب -یعنی مار پیٹ- کا استعمال لازمی طور پر معالج کی طرف سے طبی ذمہ داری اٹھانے کے قاعدے کے مطابق ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی حال میں اس کی وجہ سے ارواح خبیثہ کے شکار مریضوں اور آفت رسیدوں کو اذیت کا سامنا ہرگز نہ کرنا پڑے۔

● اس کے متعلق عرض ہے کہ اول تو حاذق اور تجربہ کار معالجین کا حقیقی تناسب کیا ہے؟ اور کیا کوئی معالج اس بات کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوتا ہے کہ وہ غیر تجربہ کار اور غیر حاذق ہے؟ جبکہ ہر ایک کے پاس اپنی اپنی فتوحات کی ایک طویل فہرست اور بلند بانگ دعوے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ جاہل راقی ہماری گفتگو سے خارج ہیں تو کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ایسے ہی جاہل راقیوں کی کثرت ہے بلکہ غالب اکثریت انہیں کی ہے؟

● دوسرا پہلو تو سرے سے مفقود ہی نظر آتا ہے، کتنے لوگ اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں؟ آئے دن اذیت رسانی اور قتل اور موت تک کی خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں، اس سلسلے میں ہندوستان جیسے ملکوں میں تو ضابطہ بندی تقریباً ناممکن ہی ہے۔

● شیخ خالد حبشی صاحب نے بھی جو مثالیں پیش کی ہیں وہ بھی زیادہ تر نفسیاتی مریضوں کی ہیں اور ان پر مختلف قسم کے حربوں کا وقتی یا دائمی اثر کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، تاہم اس سلسلے میں بھی کوئی احصائیہ موجود نہیں ہے کہ کتنے مریض مار پیٹ سے ٹھیک ہوجاتے ہیں اور کتنوں پر اس کا منفی اثر پڑتا ہے اور ان کا مرض اور شدت اختیار کرلیتا ہے۔ نیز اس قدر عمر رسیدہ اور تجربے کار راقی نے اس سلسلے میں جو دلائل اور مثالیں پیش کی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس باب میں ان کے سامنے کوئی ضابطہ اور معیار نہیں ہے، وہ کسی قاعدے اور اصول کی پابندی نہیں کرتے ہیں، بس اپنے اٹکلوں اور محتمل تجربات پر عمل کرتے ہیں۔ جبکہ اس عمل کی افادیت کی اس فن کے ماہرین و متخصصین نے نفی کردی ہے۔

**امام ابن تیمیہ وغیرہ کی طرف سے جو ضابطہ منقول ہے اس میں دو باتیں اہم ہیں :**

۱۔ مار کا کوئی اثر مریض کے جسم پر نہیں پڑتا ہے۔

۲۔ اذیت صرف اس پر سوار جن کو ہوتی ہے اور مریض اس مار کی وجہ سے کوئی اذیت محسوس نہیں کرتا ہے۔

کیا واقعتاً آج راقیوں کی طرف سے اس کی کوئی ضمانت ہوتی ہے کہ مریض اس مار سے قطعی متاثر نہیں ہوگا اور اس کا کوئی اثر اس پر ظاہر نہیں ہوگا؟

**یہ دیکھیے ایک نہایت ہی تجربہ کار راقی اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ :**

**ہوشیار خبر دار :**

مار کے مسئلے میں پوری طرح احتیاط اور پرہیز لازم ہے کیونکہ یہ بڑا ہی خطرناک مسئلہ ہے جس پر سنگین اثرات مرتب ہوتے ہیں، بالخصوص جبکہ کوئی ایسا شخص اسے آزمائے جو ضرب کے طریقۂ استعمال سے آگاہ ہی نہ ہو۔

ہوسکتا ہے کہ وہ دورے کے مریض کو اس خیال سے پیٹتا ہو کہ اسے جن لاحق ہے حالانکہ وہ جن زدہ ہو ہی نہیں، لہٰذا اس صورت میں ضرب تو آدمی ہی کے بدن پر پڑے گی اور اس کے نتیجے میں خطرناک مسائل پیدا ہو جائیں گے۔

ہوسکتا ہے کہ وہ مریض کے نازک مقامات پر ضرب لگائے، یا دیگر سنگینیوں اور خطاؤں کا ارتکاب کرے، اور حقیقت یہ ہے کہ بعض رقیہ پڑھنے والوں نے مار پیٹ کے مسئلے میں مبالغے سے کام لیا ہے، اور ان میں سے بعض تو بجلی کے جھٹکوں کا بھی استعمال کرتے ہیں جبکہ ایسا کرنا ایک غلطی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ضرب کا مسئلہ ایک پیمانے اور معرفت کا محتاج ہے، یعنی ضرب لگانے والے کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ضرب کب لگائے، کہاں لگائے، اور کتنی لگائے؟ اور کیا اسے ضرب کی واقعی ضرورت ہے بھی یا نہیں؟ اس کے علاوہ مزید قیود وضوابط کی پابندی بھی لازم ہے۔

**اور فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین سے سوال ہوا جس کی عبارت حسب ذیل ہے :**

جو شخص قرأت قرآن سے مریضوں کا علاج کرتا ہے کیا اس کے لئے مریضوں کو مارنا پیٹنا، ان کا گلا گھونٹنا اور جن سے بات چیت کرنا جائز ہے؟ اللہ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

**جواب :** یہ ایک ایسی چیز ہے جو کچھ سابق علماء مثلاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے واقع ہوئی ہے،

چنانچہ وہ جن کو مخاطب کرتے تھے، اس کا گلا گھونٹتے تھے اور اسے مارتے بھی تھے یہاں تک کہ وہ نکل جاتا تھا، مگر ان امور میں وہ مبالغہ جو ہمیں بعض قاریوں (راقیوں) سے سننے کو ملتا ہے تو اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ①

پھر انھوں نے ''شریر روحوں کو نکالنے کے لئے موت تک مار پیٹ'' کے عنوان سے ایک ایسی مصری فیملی کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں ایک بیٹا اپنے باپ کو پانچ وحشی راقیوں کے ایک ٹولے کے پاس لے جاتا ہے جو اس کے اندر سے شریر روحوں کو باہر نکالنے کے نام پر اسے اس قدر پیٹتے ہیں کہ وہ اپنی جان گنوا بیٹھتا ہے۔ ②

- **اسامہ معانی صاحب لکھتے ہیں : مولف کا یہ فرمانا کہ :**

تجربے اور مشاہدے سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بہت سے وہ مریض جن پر جن نہیں ہوتا ہے اگر انہیں زبردست مار لگائی جاتی ہے اور خاص طور پر جب وہ بندھے ہوتے ہیں اور نجات کا کوئی راستہ نہیں پاتے ہیں تو وہ اپنی زبان سے جھٹ اس بات کا اعتراف کر لیتے ہیں کہ وہ جن ہیں، اور راقی جہاں سے چاہتا ہے وہ وہیں سے نکلنے کا عہد کر لیتے ہیں، بس ان کے سامنے ایک ہی ہدف ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح اس شدید مار سے اپنی جان چھڑا لیں جو پاگل کہلانے سے بھی زیادہ ان پر شدید ہو رہی ہے۔

تو فاضل ڈاکٹر صاحب جس تجربے اور مشاہدے کی بات کرتے ہیں وہ بس مٹھی بھر جاہل معالجین کا تجربہ ہے جن کا اس میدان میں کوئی لمبا سفر ہے نہ کوئی مضبوط کارنامہ ہے، بلکہ وہ جسمانی و نفسیاتی امراض اور روحانی امراض کے درمیان فرق کرنے کی تمیز بھی نہیں رکھتے ہیں، یہ لوگ میری گفتگو سے قطعی طور پر خارج ہیں، کیونکہ واجب یہی ہے کہ اس علم کو اس کے اسالیب اور شریعت کے ساتھ منضبط عملی سرگرمیوں کے ذریعہ اور مریضوں کی نفسیاتی اور جسمانی سلامتی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان لوگوں سے حاصل کرنا چاہیے جو اس صنعت میں حاذق اور تجربہ کار ہوں۔ ③

- اس سلسلے میں ہم پھر یہی عرض کریں گے کہ جنھیں یہ صاحب مٹھی بھر قرار دے رہے ہیں اس میدان میں اکثریت انہیں کی ہے اور عالم فاضل راقیوں کی تعداد ان کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رقیہ نہ شرعی اعتبار سے کوئی صنعت و حرفت ہے نہ اس کے لئے کوئی مدرسہ یا انسٹیٹیوٹ قائم کرنے کی ضرورت ہے وہ تو کوئی بھی بھلا آدمی قرآنی آیات اور مسنون دعاؤں کے ذریعہ کر سکتا ہے۔

---

① مجلۃ الدعوۃ شمارہ : ۱۴۵۶ جمعرات ۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ۔

② دیکھیے : فتح الحق المبین فی علاج الصرع والسحر والعین ۱۴۴۱، للشیخ عبداللہ الطیار و د.سامی المبارک۔

③ دیکھیے : الأصول الندية في علاقة الطب بمعالجی الصرع والسحر والعين ۴۵۳-۴۶۴۔

البتہ اس ضمن میں یہ بات اہم ہے کہ جن زدگی اور آسیب اور جادو وغیرہ کے نام سے جو مشکلات معاشرے میں عام ہیں ان کے لئے شعبۂ طب میں ایک مخصوص شعبہ قائم کرنا چاہیے اور اگر مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کو اس شعبے میں داخل کیا جائے اور باقاعدہ انہیں طبی تعلیم دی جائے اور متعلقہ امراض کے علاج میں انہیں تخصص کرایا جائے جو اللہ سے ڈرتے ہوئے مریضوں کے علاج اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیں تو میرے خیال میں یہ ایک اچھی پیش رفت ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ علمائے کرام ضعیف الاعتقادی توہم پرستی اور جنوں اور شیطانوں کا خوف دور کرنے میں عوام کی ذہن سازی کریں اور اپنا کردار ادا کرتے ہوئے عقیدۂ توحید کی حقیقت کو نکھاریں اور عوام میں عقیدے کی تفصیلات کو عام کریں تو ان شاء اللہ بہت حد تک اس طرح کی مشکلات کم ہو سکتی ہیں، مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ بعض علمائے کرام ہی غلط قسم کے راقیوں کے ساتھ عوام کو مربوط کرنے اور توہم پرستی وضعیف الاعتقادی کو فروغ دینے کا سبب بن رہے ہیں۔

## راقیوں کی طرف سے مریضوں کے علاج میں الکٹرک شاک (بجلی کے جھٹکوں) کا استعمال کرنا

رقیہ شرعیہ سے علاج کرنے والے کچھ راقی حضرات جن مریضوں کے متعلق جن زدگی کا شبہہ کرتے ہیں انہیں اس دلیل کے ساتھ بجلی کے جھٹکے دیتے ہیں کہ اس سے جنوں کو تنگی اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا ان کے زعم کے مطابق وہ جل جاتے ہیں۔

بسا اوقات یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ بجلی کے جھٹکے کا علاج بڑے زوداثر اور ایجابی نتائج کا حامل ہوتا ہے، اور اس کے استعمال میں کوئی غرابت بھی نہیں ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ علاج نفسیاتی اطباء کے معمولات میں بھی داخل ہے۔

کچھ راقی حضرات (۱۱۰-۲۲۰) وولٹ تک کا پاور استعمال کرتے ہیں جس کا نتیجہ خطرناک نقصانات کی شکل میں برآمد ہوتا ہے، کچھ لوگ مار پیٹ کی مشروعیت کے نام پر عورت کے جسم کے مختلف مقامات پر ضرب لگاتے ہیں اور اس کے مستور اور شہوت انگیز مقامات اور ان جگہوں کی جستجو رکھتے ہیں جو اس کے جسم میں انہیں بھاتی ہوں؛ مقصد اپنے جذبوں کی آسودگی اور بے لگام شہوت کی تسکین ہوا کرتا ہے، اور ان میں سے کچھ لوگ تو عورت کے جسم کے مختلف مقامات کو ننگا کر کے بجلی کے جھٹکوں کا استعمال کرتے ہیں، اور اپنے خیال میں جن کا دائرہ تنگ کرنے اور

اسے جلانے کے لئے وہاں بجلی کے تار باندھ دیتے ہیں تا کہ ان کے ذریعہ الکٹرک پاور گزارا جاسکے۔

یہ تو ان شرعی مفاسد و مخالفات سے مشتے نمونہ از خروارے ہے جنھوں نے عقائد کو بگاڑنے اور قرآن کریم اور اذکار سے فائدہ اٹھانے سے لوگوں کو روکنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے، اور یہ معاملہ روز افزوں ہے، اہل علم وفضل پر وارد ہونے والے فتووں کے دواوین اسی طرح کوٹ کچہریوں کے دفتروں اور بلاد اسلامیہ کے پولیس کے رجسٹروں اور ڈائریوں میں درج شکایتوں کا مراجعہ اور ان پر ایک سرسری اور تیز نظر دوڑا لینا ان برائیوں، کیسوں اور جرائم سے آگاہی کے لئے کافی ہے جن سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، ان سرگرمیوں کی کثرت سے مزاج کی کبیدگی حد درجہ بڑھ جاتی ہے، اور اس وجہ سے رنج و غم میں اور اضافہ ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ دین، رجال دین، اہل قرآن، روحانی قرآنی شفاخانوں، اور ربانی و روحانی علاج یا اسی طرح کے دیگر شرعی ناموں سے اپنے باطل کی ترویج واشاعت کے لئے کیا جائے اس کا مقصد یہ ہو کہ کمائی میں اضافہ ہو اور لوگوں میں ان کی مقبولیت بڑھ جائے۔

اب اس پر اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ **انا لله و إنا إليه راجعون**۔ ①

## ایک راقی کا سچا واقعہ :

**لکھتے ہیں :** یہاں میں ایک سچا قصہ بیان کر رہا ہوں جس کے واقعات کا ایک کردار میں خود رہا ہوں، جس کے المناک انجام نے میرے دل کو رنج و ملال اور سوزش سے نچوڑ کر رکھ دیا تھا، یہ ایک دوشیزہ کا قصہ ہے جو اپنی عمر کی دوسری دہائی میں تھی، چیختے چلاتے میرے کمرے میں داخل ہوئی تھی کہ (نہیں نہیں مجھے بجلی کی طلب نہیں ہے)، میں نے اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا واسطہ دیا، اس کے دل کو ڈھارس بندھائی، اس کا خوف کم کیا تو جا کر وہ پرسکون ہوئی، اس کی حالت کا معاینہ کرنے سے پہلے میں نے دیکھا کہ اس کے قدموں کے دونوں انگوٹھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی، مجھے اس پر تعجب ہوا، اور میں نے اسے وہ پٹی ہٹانے کی ہدایت دی، پٹی ہٹنے پر معلوم ہوا کہ وہ تو شدید طور پر جلی ہوئی ہے، یہاں تک کہ وہ مقام جل کر بالکل سیاہ ہو چکا تھا، میں نے اس لڑکی کے والد کو نصیحت کی کہ وہ فوری طور پر ہاسپٹل جائے اور اس کے لازمی طبی معائنے کی کاروائیوں اور میڈیکل ٹیسٹ کی جلد از جلد تکمیل کرائے، استفسار کے بعد اس کا سبب مجھے معلوم ہوا، اس کے والد نے مجھے بتایا کہ وہ اسے رقیہ شرعیہ کے ایک معالج کے پاس لے گیا تھا، اور اس نے اس لڑکی کے جسم سے سرکش جن کو بھگانے کے لئے فوری طور پر (۲۲۰) وولٹ کے پاور کا الیکٹرک شاک اسے لگا دیا۔ حالانکہ اس لڑکی کو ارواح خبیثہ اور جن زدگی کی شکایت سرے سے تھی

---

① دیکھیے : الرقى الشرعيه بين التنزيل والتطبيق : ۸۳۔۸۴۔

ہی نہیں۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ڈاکٹروں نے اس بیچاری لڑکی کی دونوں انگلیاں کاٹنے کے لئے آپریشن کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ اس کے اندر گنگرینا (Gangrene) کا زہر پھیلنے لگا تھا۔ **لا حول ولا قوۃ إلا باللہ**۔[1]

بہت سے راقی حضرات اپنے الکٹرک شاک استعمال کرنے کا وجہ جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ اس طرح کا کام سلف میں سے کچھ لوگ بھی کیا کرتے تھے، وہ بھی مریضوں کو مارتے اوران کا گلا گھونٹتے تھے، اس طرح وہ جنوں کو تکلیف پہنچاتے تھے اوران کا دائرہ تنگ کرتے تھے، اور بسا اوقات یہ لوگ اپنے اس فعل کو نفسیاتی ڈاکٹروں کے عمل پر بھی قیاس کرتے ہیں جو اپنے مریضوں کے ساتھ الیکٹرک شاک کا استعمال کیا کرتے ہیں۔

**اسی کے پیش نظر پروفیسر علی بن یاسین صاحب فرماتے ہیں :**

''بجلی کا خطرہ بہت بڑا ہے، کیونکہ اس کا اثر وضرر پورے جسم کو یا اس کے بیشتر حصے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، اوراسے محدود اثر یا اذیت والی ضرب پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے، بجلی کے استعمال کا ضرر وقوع کے اعتبار سے وجود جن کے ضرر سے بھی زیادہ متحقق ہے، (اس لئے ) اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ مریض کے جسم میں کوئی جن موجود ہے تب بھی بڑے ضرر سے جس کا واقع ہونا متحقق ہے چھوٹے ضرر کو جس کا وقوع بھی محل نظر ہے دفع نہیں کیا جائے گا''۔[2]

**ریاض میڈیکل سنٹر کے اعصابی امراض کے ایڈوائزر ڈاکٹر حلمی عبدالحافظ داود صاحب فرماتے ہیں :**

''جب الکٹرک پاور انسان کے جسم سے گزرتا ہے تو ممکن ہے اس کے نتیجے میں وہ بتکرار صرع کے دوروں (یعنی دماغی دوروں ) کا شکار ہوجائے، نیز اس سے دل کا عمل رک سکتا ہے اور جسم میں خون کا بہاؤ بھی موقوف ہوسکتا ہے، اورلہروں کے خاتمے کے بعد ضربات قلب میں عدم انتظام کی وجہ سے اچانک موت بھی واقع ہوسکتی ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ علوی وسفلی اطراف میں واقع خارجی اعصاب میں فالج اور بے حسی کی شکایت پیدا ہوجائے۔[3]

---

① الأصول الندية ... لأسامه المعاني : ۴۶۷-۴۶۸۔

② مهلا ايها الرقاة - باختصار- ص۸۷-۷۹۔

③ مهلا ايها الرقاة : ص۷۹۔

# گلا گھونٹنا

کچھ معالجین جن زدگی کا اعتراف کرانے یا علاج کرنے کے لئے مریضوں کا گلا بھی گھونٹتے ہیں، حالانکہ اس کی وجہ سے دماغ کے بعض خلیوں تک خون کی رسائی موقوف ہوسکتی ہے، جس کی وجہ سے ان خلیوں کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے، اور اس کا اثر لازمی طور پر دماغ پر بھی پڑے گا، یا یہ عمل آلۂ تنفس اور پھیپھڑے تک ہوا کی رسائی کو موقوف کرسکتا ہے، اور یہ کارروائی مریض کی موت کا سبب بھی بن سکتی ہے، یا بیماری کی حالت سے متعلق سلبی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں جن کے اعراض ممکن ہے زمانہ گزرنے کے ساتھ مستقبل میں ظاہر ہوں۔ جیسا کہ بعض اسپیشلسٹ ڈاکٹروں نے اسے بیان کیا ہے۔

**جامعہ ام القری (مکہ یونیورسٹی) کے پروفیسر ڈاکٹر حسنی موذن صاحب لکھتے ہیں :**

''مریضوں کو بے تحاشا مار اور گلا گھونٹنے کے نتیجے میں ایسی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن سے دماغ تک خون کی رسائی اور پھیپھڑے تک ہوا کی رسائی موقوف ہوسکتی ہے، جبکہ مریضوں کے احوال کے درمیان صحی تمیز کو بھی مدنظر نہیں رکھا جاتا ہے، اس لئے کہ علاجی عمل کا محور تو بس یہی ہوتا ہے کہ مریض کے اندر جن کی شخصیت بولنے لگے گو اس کی وجہ سے مریض کو اپنی زندگی سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونا پڑے، اور دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ مار تو بس جن ہی پر واقع ہوتی ہے، اور شاید آپ حضرات وقتاً فوقتاً سنتے اور اخباروں میں پڑھتے ہوں گے کہ کئی معصوم بچے یا بڑے لوگ جنات کو بلوانے کی غرض سے معالجین کی پٹائی کی وجہ سے اپنی جان سے گئے''۔ ①

**پروفیسر علی بن محمد یاسین صاحب لکھتے ہیں :**

''جہاں تک گلا گھونٹنے کی بات ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس طریقے کا استعمال کرنے والے کچھ لوگ بعض احادیث نبویہ سے بے محل اور ناموزوں استدلال کرتے ہیں -اور انھوں نے احادیث کا ایک مجموعہ پیش کیا ہے- پھر اس پر لکھتے ہیں :

**اول :** تو رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت نہیں کہ انھوں نے جن زدہ کے بدن سے جن کو نکالنے کے لئے گلا گھونٹنے کا عمل کیا ہو۔

---

① جریدۃ المسلمون-شمارہ ۶۴۱/جمعہ ۱۰/محرم ۱۴۱۸ھ۔

**دوم :** ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا نہیں جن کا گلا گھونٹا تھا۔

**سوم :** اس بات کو یقین کے ساتھ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ مریض کے بدن میں کوئی جن موجود ہی ہے؟ اورہمیں اس بات کا پتہ کیسے چل سکتا ہے کہ گلا گھونٹنے کا عمل اسی پر واقع ہورہا ہے یا مریض پر واقع ہورہا ہے؟

**چہارم :** اگر گلا گھونٹنا (قرین)[1] شیطان کو بدن سے نکالنے میں مفید ثابت ہوتا تو ہم میں سے ہر شخص اپنا یا اپنے بھائی گلا گھونٹتا تا کہ اس جان کو لاگو دشمن سے اسے نجات مل جاتی''۔

**پنجم :** مریض کے بدن سے جن کو نکالنے کے لئے گلا گھونٹنے کا عمل اس کے بدن کے اندر اس کے باقی رہنے سے زیادہ نقصاندہ ہے، اس لئے کہ گلا گھونٹنے کی وجہ سے بڑے بڑے نقصانات سامنے آتے ہیں۔[2]

**اسامہ معانی صاحب لکھتے ہیں کہ :**

**اس سلسلے میں علت تحریم دو مشہور فقہی قاعدوں سے اخذ کی جاسکتی ہے :**

- **الضرر لایزال بمثله .** ضرر کو اپنے ہی جیسے ضرر سے زائل نہیں کیا جائے گا۔[3]
- **إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما.**

جب دو مفسدوں (نقصانوں) میں تعارض واقع ہوجائے تو ان میں سے ہلکے کا ارتکاب کرکے بڑے نقصان سے بچا جائے گا۔[4]

ان دونوں قاعدوں سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ معالج کو کچھ ایسے علاجی وسائل واسالیب کا سہارا نہیں لینا چاہیے جو مریض کے لئے جسمانی طور پر خطرے کا باعث ہوں، جب ان کی وجہ سے ویسا ہی ضرر لاحق ہوسکتا ہو جیسا فی الحال مریض پر نازل ہو تو اس سے بچنا چاہیے، تب پھر اگر گلا گھوٹنے جیسے خطرناک عمل کے استعمال کی بات آجائے تو پھر

---

① یہ ایک بڑی خطا ہے کہ ہم ارواح خبیثہ کے صرع کے مسائل انسان کے قرین کے ساتھ جوڑیں، اس مسئلے میں توقف واجب ہے، میری مراد صرع کو اس قرین سے جوڑنا ہے جو انسان کے ساتھ لگا رہتا ہے، اس سلسلے میں یہی کافی ہے کہ شریعت نے جس چیز کا اثبات کیا ہے اسی کا اثبات کیا جائے اور بس، واللہ تعالیٰ اعلم۔

② مهلا ايها الرقاة-باختصار- ص۸۰-۸۱ ، بحواله الأصول الندية : ۷۳-۷۴۔

③ دیکھئے : المنثور في القواعد : ۲/۳۲۱/ الأشباه والنظائر ص۷۲/ وشرح القواعد ص۱۴۱۔

④ دیکھیے : الأشباه والنظائر ص۸۹/ شرح القواعد : ۲۴۷۔

کیا کہا جائے گا! یقیناً اس میں جو مضرت پائی جاتی ہے وہ اس سے شدید ہے جس کی مریض کو شکایت ہے، اور آخری نقطے میں مولف نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔[1]

## علاج میں لاتوں اور مکوں کا استعمال

کچھ لوگ جنوں اور شیطانوں سے نپٹنے کے نام پر یا کسی وقت مریض کے برانگیختہ ہو اٹھنے پر جوڈو کراٹے، جسجٹو اور کنگ فو کے داؤں آزماتے ہیں اور مریضوں کو طرح طرح سے مشق ستم بناتے ہیں اور انہیں اپنے غیظ وغضب اور وحشیانہ فطرت کی تسکین کا ذریعہ ٹھہراتے ہیں، حالانکہ بسا اوقات اس کے بڑے خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں، جی ہاں! بارہا ایسا بھی ہو چکا ہے کہ ایسے میں کئی مریضوں کی جان بھی چلی گئی ہے۔

- **ایک سچا واقعہ :**

**اسامہ معانی صاحب لکھتے ہیں :**

ثقہ ڈاکٹروں میں سے ایک نے مجھ سے یہ قصہ بیان کیا تھا، اس نے بتایا کہ ایک نوجوان جو اپنے عنفوان شباب کے مرحلے میں تھا اس ہاسپٹل میں لایا گیا تھا جس میں میں کام کرتا تھا، اسے پیٹ کے ایک مقام پر زبردست درد اٹھتا تھا، متعلقہ ڈاکٹر کی طرف سے جب اس کا معائنہ چل رہا تھا تو اسی درمیان وہ نوجوان زندگی کا دامن چھوڑ گیا، پھر جب معاملے کی تفتیش ہوئی تو یہ راز کھلا کہ وہ کچھ نفسیاتی اور اعصابی بیماریوں میں مبتلا تھا اس لئے اسے ایک معالج (یعنی راقی) کے پاس لے جایا گیا تھا، وہاں اس نے مریض پر رقیہ پڑھا پھر اس نے اسے بیچارے کو پیٹنا شروع کیا اور لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا، ڈاکٹر کہتا ہے کہ علاج میں اس غلط طریقہ کار کے استعمال کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سینے کی ایک ہڈی ضربات سے سخت متاثر ہوئی اور پھاڑتے ہوئے کلیجے میں گھس گئی اور وہیں پھنس کر رہ گئی، جس کی وجہ سے اس نوجوان کے اندرونی حصے میں خون آنے لگا اور وہ اسی تکلیف اور صدمے سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

**... پروفیسر خلیل ابراہیم امین صاحب لکھتے ہیں :**

"بعض فقہاء رحمہم اللہ نے خود ساختہ جاہل ڈاکٹر کو - ابدان کی حفاظت کے پیش نظر - بطور تعزیر سزا دینے کا فیصلہ دیا ہے - اس کی وجہ وہ اس جھوٹ فریب اور تدلیس کو ٹھہراتے ہیں جن کا لوگوں کو سامنا ہوتا ہے،

---

[1] حوالہ مذکور : ۴۷۵۔

اوران کے جسموں کی حرمت کو ہلکا سمجھ لیا جاتا ہے، اسی لئے ایسا کرنے والے کو یوں قرار واقعی سزا دینی چاہیے کہ وہ آئندہ ایسی حرکتوں سے باز آجائے، اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی جرأت نہ ہو، لہٰذا اگر دروازے کو چوپٹ کھلا چھوڑ دیا جائے اور خود ساختہ ڈاکٹروں کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے تو اس کے بھاری نقصانات ہوں گے، اس لئے اس کی طرف لے جانے والے راستے کو یوں بند کردینا واجب ہے کہ جس کسی کے اندر بلاعلم ودرایت مریضوں کا علاج کرنے کی چاہت سر اٹھائے اسے پوری پوری سزا دے دی جائے''۔ ①

## راقیوں کے لئے مریض کو جسمانی اذیت پہنچانے کا شرعی حکم

اللہ اعلم ظاہر یہی ہے کہ رقیہ شرعیہ میں مذکورہ طریقوں کا استعمال جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے رقیہ میں الیکٹرک شاک لگانے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا :

''لا ليس له أصل و إنما يقرأ عليه، وينفث عليه، ويدعوله''

''نہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بس راقی اس پر پڑھے اس پر دم کرے، اوراس کے لئے دعا کرے''۔ ②

## اورعدم جواز کے اسباب کا تذکرا جمالی طور پر حسب ذیل ہے :

۱۔ رقیہ شرعیہ میں اصل قرآن کریم اور نبی ﷺ سے ماثور دعاؤں کا پڑھنا ہے۔ بالخصوص جبکہ نبی ﷺ نے جن زدہ کے علاج میں زجر وتوبیخ کے سوا کچھ نہیں کیا۔

- اس سلسلے میں حضرت یعلی بن مرہ کی روایت گزر چکی ہے۔
- شیطان پر سب سے شدید آیت آیت الکرسی ہے جس کا بیان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

- **ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''ساتھ ہی لاتعداد تجربہ کرنے والوں نے تجربہ کیا ہے کہ شیطانوں کے بھگانے اوران کے احوال کو باطل کرنے میں اس کی (یعنی آیت الکرسی کی) ایک خاص تاثیر ہے اور تجربات کی کثرت اور قوت کی وجہ سے

① الرقية والرقاة : ٦٤بحواله الاصول الندية...۴٨٠۔

② فتاوىٰ السحر والمس والعين، شريط صوتي مفرغ للشيخ ابن باز رحمه الله۔

ان کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے، یقیناً انسان کے نفس سے، جن زدہ مریض سے، اور ان لوگوں سے شیطانوں کو دفع کرنے اور دور کرنے میں اس کی ایک خصوصی تاثیر ہے جن کی شیاطین مدد کیا کرتے ہیں، جو ظالم وغاصب ہوتے ہیں، اہل شہوت وطرب ہوتے ہیں، گانے سننے والے اور تالیاں سیٹیاں بجانے والے ہوتے ہیں، جب ان پر صدق دلی کے ساتھ اسے پڑھا جاتا ہے تو شیاطین رفو چکر ہوجاتے ہیں، اور وہ امور باطل ہوجاتے ہیں جو شیطانی تخیلات کا نتیجہ ہوتے ہیں اور اخوان الشیاطین (شیطان کے دوستوں) کے پاس جو شیطانی مکاشفے اور شیطانی تصرفات ہوتے ہیں جو اپنے اولیاء کی طرف ایسے امور کا القا کرتے ہیں جنھیں جاہل لوگ متقی اولیاء اللہ کی کرامات میں سے سمجھتے ہیں حالانکہ وہ سب اپنے مغضوب علیہم (اللہ کے غضب کا شکار) اور ضالین (گمراہ ہوجانے والے) اولیاء پر شیاطین کی تلبیسات کا حصہ ہوتی ہیں''۔ ①

۲۔ الیکٹرک شاک کا استعمال کرنے میں ضرر لاحق ہوتا ہے، اور مریض کو اس کی وجہ سے نفسیاتی اور جسمانی دونوں طرح کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ②

جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ '' ''نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ دوسرے کو نقصان پہنچاؤ''۔ اور کبھی کبھی تو اس کی وجہ سے موت بھی واقع ہوجاتی ہے۔ ③

۳۔ بہت سے راقی حضرات مریض کی تشخیص ہی میں خطا کے مرتکب ہوتے ہیں، یہ عین ممکن ہے کہ اسے کوئی جن لاحق ہی نہ ہو، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس کے استعمال کا طریقہ جانے اور سمجھے بغیر ہی اس سے کام لینے لگتے ہیں، جس کی وجہ سے مریض کو متعدد قسم کے اضرار کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اس کے اندر پیچیدہ قسم کی مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں، مثلاً اس کے دل کی رفتار کم ہوجاتی ہے، یا خون کے دوروں میں اضطراب پیدا ہوجاتا ہے، اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ غلط طور پر اس طریقے کے استعمال سے مریض کی موت ہی واقع ہوجائے۔ ④

۴۔ الیکٹرک شاک کے استعمال سے کبھی کبھی شرمگاہ بھی کھل جاتی ہے، اور بالخصوص جب مریض کوئی عورت ہوتو

---

① الفتاوی: ۱۹/ ۳۳۔

② دیکھیے: الأصول الندية لأسامة المعاني: ۴۶۸۔

③ روزنامہ ''الریاض'' تاریخ (۱/ ۱۲/ ۱۴۳۱ھ) شمارہ (۱۵۴۷۶) میں رقیہ شرعیہ سے علاج کرنے والے ایک معالج کے ہاتھوں الیکٹرک شاک لگانے کے نتیجے میں ایک دوشیزہ کے قتل کی خبر شائع ہوئی تھی، اور یہ بھی حقیقت سامنے آئی تھی کہ اسے جن زدگی کا عارضہ لاحق ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک نفسیاتی مریضہ تھی۔

④ دیکھیے: الأصول للشيخ أسامة المعاني: ۴۶۷۔

اس کی سنگینی میں اضافہ ہوجاتا ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ اس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی سختی فرمائی ہے..

- اور اس بات کو حجت بنانا کہ سلف کے کچھ بزرگوں نے جن کو تنگ کرنے کے لئے مار پیٹ کا طریقۂ کار اختیار کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ (جن زدہ) دورے کے مریضوں کے علاج میں مار پیٹ کا اسلوب اپنانا ہنوز محل جدل واختلاف ہے اور بہت سے لوگ اس کے مخالف ہیں۔ ①

اور شیخ ابن باز جیسے کئی اہل علم نے رقیہ شرعیہ میں مار پیٹ اور گلا گھونٹنے کے اسلوب سے گریز کا اور اس کے نہ استعمال کرنے کا فتویٰ دیا ہے، اور الیکٹرک شاک لگانے کی ممانعت تو بدرجہ اولیٰ ہے، کیونکہ اس کا خطرہ شدید ترین اور اس کا ضرر عظیم تر ہوتا ہے۔

- شیخ ابن باز سے جب رقیہ میں مارنے اور گلا گھوٹنے کے اسلوب کو اپنانے کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا:

"بعض لوگ یہ کام کرتے ہیں، مگر اسے ترک ہی کردینا چاہیے، کیونکہ اس طرح ممکن ہے وہ (یعنی راقی) مریض پر زیادتی کرجائے اور بے بصیرتی کی وجہ سے اسے نقصان سے دوچار کردے، ہاں بعض ائمہ سے یہ وارد ضرور ہے کہ انھوں نے مار پیٹ جیسا کام کیا ہے، مگر اس پر غور وتدبر کی احتیاج ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گلا گھوٹنے اور مارنے کی وجہ سے مریض ہلاک ہی ہوجائے، جبکہ مشروع ومعروف یہی ہے کہ فقط آیات اور پاکیزہ دعائیں پڑھی جائیں، اور یہ کام (یعنی مار پیٹ اور گلا گھوٹنے والا کام) خطرناک ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ رقیہ اور طب کا مدعی کوئی انسان آئے اور لوگوں کو مار پیٹ کر اور گلا گھونٹ کر اذیت کا نشانا بنائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فائدہ پہنچانے کی چاہت میں وہ اسے مار ہی ڈالے، اس لئے واجب یہی ہے کہ اس کام کو نہ کیا جائے، اور اس عظیم خطرے سے تعرض نہ کیا جائے اور اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور اس کی وضاحت فرمائی ہوتی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ضرور اسے بیان کیا ہوتا، پھر عام طور پر یہ سب اٹکل اور بے بنیاد اندازے ہوا کرتے ہیں جو مریض کی ہلاکت تک پہنچا دیتے ہیں"۔ ②

- علامہ البانی صاحب شرعی حدود کو تجاوز کرجانے والے رقیہ شرعیہ کی نمائش کرنے والوں پر سخت نکیر

---

① دیکھئے: فتح الحق المبین.د. عبدالله الطيار، اور شيخ سامي مبارك(۱۴۳) اور توعية المرضى بأمور التداوي والرقى د. محمد الصغير (۲۵)۔

② مجلة الدعوة، شمارہ(۱۵۴۳)(۱۷/۱/۱۴۱۷ھ)، نیز دیکھیے: مجموع فتاویٰ ابن باز(۲۸/۲۷۸)۔

کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''مگر دوسری جانب میں ان لوگوں پر بھی شدید ترین نکیر کرتا ہوں جو اس عقیدے کا استحصال کرتے ہیں، اور پاگلوں اور دماغی دوروں (صرع) کا شکار لوگوں کا علاج کرنے کے لئے جنوں کو حاضر کرنے اور انہیں مخاطب کرنے کا پیشہ اختیار کرلیتے ہیں، اور وہ لوگ اس سلسلے میں وہ وسائل استعمال کرتے ہیں جو مجرد تلاوت قرآن سے زائد ہوتے ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے۔ مثلاً سخت مار مارنا جس کے نتیجے میں کبھی کبھی مریض کی موت بھی واقع ہوجاتی ہے، جیسا کہ یہاں عمان میں واقع ہوا، اور مصر میں واقع ہوا، جو اخباروں اور مجلسوں کا موضوع گفتگو بن گیا تھا۔ پہلے جو لوگ دماغی دوروں کے شکار لوگوں پر پڑھا کرتے تھے وہ تھوڑے سے لوگ تھے جو نیک ہوا کرتے تھے، گزشتہ زمانے کا حال یہی تھا، مگر آج تو وہ سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، اور ان میں کچھ بے پردہ خواتین بھی ہیں، اب یہ معاملہ ایک شرعی وسیلے سے نکل کر جسے عام طور پر اطباء انجام دیا کرتے تھے ایسے دیگر امور اور وسائل کی طرف چلا گیا ہے جو ایک ساتھ شریعت اور طب دونوں کے نزدیک غیر معروف ہیں، اس لئے میرے نزدیک ان کا تعلق دجل وفریب اور ایسے وسوسوں سے ہے جو شیطانی وحی والہام کا نتیجہ ہوتے ہیں اور وہ انہیں اپنے دشمن انسانوں کے اندر ڈالتا ہے... اس لئے اس بات پر ضرور توجہ دینی چاہیے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے لوگ جو اس پیشے میں مبتلا ہیں وہ اس حقیقت سے غافل ہیں، اس لئے میں انہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اگر وہ اپنے اس پیشے میں باقی ہی رہیں۔ تو وہ انہیں مخاطب کرنے میں نبی ﷺ کے اس قول سے آگے نہ بڑھیں:

''أُخْرُجْ عَدُوَّاللّٰهِ'' ''اللہ کے دشمن باہر نکل''۔

اور یہ نصیحت میں انہیں اللہ تعالیٰ کا وہ قول یاد دلاتے ہوئے کررہا ہوں جس میں وہ فرماتا ہے :

﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[النور:٦٣]۔

''سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے''۔

**والله المستعان ولاحول ولا قوة إلا بالله.**[1]

---

[1] السلسلة الصحيحة للالبانی(۶/۱۰۰۹-۱۰۱۰) نمبر (۲۹۱۸)۔

● اب رہی یہ بات کہ کچھ راقی حضرات نفسیاتی (اور دماغی امراض کے) اطباء کو بطور حجت پیش کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ وہ بھی تو اپنے مریضوں کے علاج میں الیکٹرک شاک کا استعمال کرتے ہیں، تو یہ قیاس بے محل ہے، کیونکہ نفسیاتی طب محکم علمی بحثوں اور مختلف ملکوں میں ہوئی ریسرچ پر قائم ہے، بار بار کے استعمال سے اس کا نفع متحقق اور ثابت ہو چکا ہے اور علمی اور سائنٹفک تجربات نے اسے مبرہن اور مضبوط کر دیا ہے، ایسے ہی اس کا استعمال مقررہ منہج کے مطابق قانون اور ضابطے کے تحت ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اہل اختصاص کی نظر میں الیکٹرک شاک کی فعالیت کی شرط یہ ہے کہ اس کا استعمال مرض کے آغاز میں کیا جائے، اور اس سے قبل کیا جائے کہ وہ کیس کسی عضوی آفت میں تبدیل ہو جائے جو بعض دماغی مراکز میں تخریب کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، ایسے ہی یہ شرط بھی ضروری ہے کہ پہلے مریض کی حالت کی تشخیص کر لی جائے، جس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس میں عقلی گراوٹ افسوس اور غم کے نتیجے میں یا جذباتی صدموں کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہو، اور مریض کی پیشانی پر برقی رو کے موصل (Electrodes) کو رکھ کر صرف دس سیکنڈ تک اسے شاک دیا جاتا ہے اور برقی لہریں پہنچائی جاتی ہیں، اور یہ محدد پیمانوں کے مطابق ہوتا ہے، اس طرح ایک تشنجی سکڑاؤ پیدا ہوتا ہے جو مریض کے جسم میں اتھل پتھل پیدا کرتا ہے، اور وقتی طور پر سانس میں توقف پیدا ہو جاتا ہے، اور آدمی شعور سے بیگانا ہو جاتا ہے، پھر چند سیکنڈ کے بعد صرع کے دورے شروع ہو جاتے ہیں، اس کے ساتھ ہی عضلاتی تھرتھراہٹ پیدا ہوتی ہے، جو آغاز میں بڑھتی جاتی ہے پھر رفتہ رفتہ کم ہوتی ہے یہاں تک کہ بالکل ختم ہو جاتی ہے، اس کے پیچھے کچھ اور بھی اعراض ظاہر ہوتے ہیں، پھر افاقہ ہو جاتا ہے، یہ محض الیکٹرک تار کو برقی لہروں کے مصدر سے جوڑ دینے کا عمل نہیں ہوتا ہے۔

اس لئے یہ واجب اور لازم ہے کہ اس عمل کی تکمیل مقررہ احتیاطی تدبیروں کے ساتھ کی جائے اور اسے اسپتالوں میں انجام دیا جائے، اور اگر ممکن ہو تو مریض کو پورے طور پر بیہوش کرنے کے بعد ہی اس کاروائی کا آغاز کرنا چاہیے۔ تاکہ کسی بھی سنگین خطرے اور صورت حال کے پیدا ہونے کے احتمال کو کم سے کم کیا جا سکے۔ جبکہ راقیوں کا معاملہ بالکل الٹا ہوتا ہے، انہیں ان آثار کا پتہ ہی نہیں ہوتا ہے، اور اگر مریض کے اندر ان میں سے کوئی بات پیدا ہو جائے تو وہ اس کے ساتھ تعامل کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، جبکہ اسپتالوں میں اگر ڈاکٹروں کی نگرانی میں یہ کارروائی انجام دی جاتی ہو تو وہاں ہر طرح کی صورت حال سے نپٹنے کی صلاحیت اور امکانات موجود ہتے ہیں۔

---

① دیکھیے : العلاج النفسی والعلاج بالقرآن، د. طارق الحبیب(۲۳۹_۲۴۰) ، وطبیبک معک، د. صبری قباني (۴۴۳_۴۴۴) ، و أحكام الأدوية، د. حسن الفکی (۴۸۵)بحوالہ : النوازل فی الرقیة(۸۵_۸۸)۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ راقیوں کو شرعی اعتبار سے مریضوں کو مارنے، آگ سے داغنے جلانے، سوئی چبھونے، الیکٹرک شاک لگانے، جسم کے کسی حصے کو چھری سے کاٹنے، گلا گھونٹنے یا تشدد کے کسی اور ذریعے سے انہیں اذیت پہنچانے کی اجازت ہرگز نہیں ہے اور ایسا کرنے والے تادیب اور سزا کے مستحق ہیں۔

# رقیہ کرتے وقت غیر محرم خواتین کو چھونا یا ان کے ساتھ خلوت میں جانا

## رقیہ کے نام پر راقی (جھاڑ پھونک) کرنے والے کا کسی غیر محرم عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا یا اس کے بدن کے کسی حصے کو چھونا :

مذکورہ دونوں کام حرام اور ناجائز ہیں نیز اس سے میٹھی میٹھی باتیں کرنا یا اس کا چہرہ یا جسم کا کوئی حصہ کھلوانا بھی شرعاً ممنوع ہے، یا اسی طرح کا کوئی اور کام کرنا جو فحش کاری کی طرف لے جانے والا ہو درست نہیں ہے اور اگر کوئی شخص مذکورہ باتوں سے گریز نہ کرے تو اس سے رقیہ کرانا خلاف شرع کام ہوگا۔

اس مسئلے سے متعلق شرعی حکم کے اظہار سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صورت حال کا ایک سرسری جائزہ لے لیا جائے تاکہ اس مسئلے میں راقیوں کے تصرفات کا پورا نقشہ ہمارے سامنے موجود رہے اور ہم امر واقع کی پوری معلومات کے ساتھ شرعی حکم سے آگاہ ہوسکیں۔

اس ضمن میں ہم مناسب یہی سمجھتے ہیں کہ اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے ایک سعودی عالمہ پروفیسر میثاء بنت عواد شمری کی تحریر پیش کردیں جنھیں سعودی عرب کے سرکاری شعبہ امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا تعاون حاصل رہا ہے اور ان کی رقیہ کے موضوع پر لکھی جانے والی کتاب کو حائل یونیورسٹی کے شعبہ نشر واشاعت کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔

### محترمہ لکھتی ہیں :

پچھلے دنوں سے رقیہ شرعیہ کرنے والے کچھ معالجین [1] نے عورتوں کا رقیہ کرنے میں بڑے توسع سے کام لینا شروع کردیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وہ نوع بہ نوع (شرعی) مخالفتوں کا شکار ہو رہے ہیں، بلکہ ان میں سے

---

[1] یہاں یہ اشارہ کردینا لازم ہے کہ یہ ساری سرگرمیاں اور شرعی مخالفتیں تمام راقیوں کی طرف سے انجام نہیں دی جاتی ہے اس لئے اس کی تعمیم جائز نہیں ہے، کیونکہ ان میں سے کچھ اہل صلاح وتقویٰ بھی ہیں جو عورتوں کا رقیہ کرنے میں شرعی ضابطوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔

کچھ لوگ بسا اوقات خلاف ادب سرگرمیوں میں ملوث پائے گئے ہیں، اور اپنی یہ حرکتیں وہ اس دعوے کے ساتھ کر رہے ہیں کہ یہ سب مریضوں کی جانچ کے وسائل ہیں، ان کے ذریعہ مرض کی نوعیت معلوم کی جاتی ہے، اور جو لوگ جن زدگی کے سلسلے میں مشتبہ سمجھے جاتے ہیں ان کے جسم میں ان کے ذریعہ جن کی موجودگی کے مقام کا پتہ چلایا جاتا ہے، اور اس کے لئے حجت یہ پیش کی جاتی ہے کہ صاحب اس طرح ہم جن کا ناطقہ بند کر دیتے ہیں اور اسے تکلیف میں مبتلا کر کے بھگا دیتے ہیں، ایسی ہی کچھ باتیں کہی جاتی ہیں، اور اس کے لئے مختلف قسم کے حیلوں کا سہارا لیا جاتا ہے، اور بھانت بھانت کے طریقے اپنائے جاتے ہیں اور اسکے پیچھے اپنے اوپر عائد امانت کی ذمہ داریوں سے قطع نظر صرف اپنی مراد پوری کرنے کا مقصد کارفرما ہوتا ہے، اور جن (شرعی) مخالفتوں اور سرگرمیوں سے آگاہی ممکن ہوسکی ہے وہ حسب ذیل ہیں :

- **مریضہ کے ساتھ خلوت :**

- مریضہ کے جسم میں درد کے مقام مثلاً سر، سینہ اور گردن پر ہاتھ رکھنا، اور ان میں سے کچھ لوگ تو اصل شرمگاہ یا ایسے ہی کسی نازک مقام پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔
- کچھ لوگ مریضہ کو کامل طور پر برہنہ کر دیتے ہیں اور اس کے سارے جسم پر تیل کی مالش کرتے ہیں!
- کبھی کبھی راقی صاحب دم کرنے کے لئے مقام الم کو کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ مثلاً خاتون اپنا چہرہ یا سینہ (جناب کے لئے) کھول دے۔ اسی طرز کے مطالبے ہوتے ہیں۔
- ان میں سے کچھ لوگ مریضہ کو ہدایت دیتے ہیں کہ وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بیٹھ جائے، اور جناب شیطان کو بھگانے کے لئے قرآن پڑھتے رہیں گے، اور اس طریقہ یا کیفیت کو (کشف ونظر) جانچ اور جائزہ کا نام دیا جاتا ہے۔
- ان میں سے کچھ لوگ عورت کو اپنے شوہر کے خلاف اکساتے ورغلاتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ محترمہ کو نظر لگی ہے یا وہ سحر زدہ ہیں اس لئے اپنے شوہر سے ان کی مفارقت ناگزیر ہوچکی ہے، پھر راقی صاحب اس نازنین سے بیاہ رچا لیتے ہیں۔
- کچھ لوگ بیمار خواتین کے سامنے تصویریں پیش کرتے ہیں، اور بسا اوقات یہ تصویریں نامناسب ہوتی ہیں، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ تشکیلی آرٹ کا طریق علاج ہے۔
- ان میں سے کچھ لوگ اذیت ناک چیزوں کا استعمال کرتے ہیں، مثلاً مریضہ کے جسم میں سوئی چبھو دیتے

ہیں خواہ وہ اس کے بدن کے حساس مقامات ہی پر کیوں نہ ہو۔ ①

- ان میں سے کچھ لوگ بعض ایسی چیزیں طلب کرتے ہیں جن کی وجہ سے مریضہ کو بے پردہ ہونا پڑتا ہے، اور کبھی کبھی اس کی انتہا بدکاری پر ہوتی ہے ② اس سلسلے میں مکروفریب کے بڑے کھیل کھیلے جاتے ہیں، اور خاتون کے ساتھ ایسے ڈھب اپنائے جاتے ہیں کہ وہ خودسپردگی پر مجبور ہوجاتی ہے۔ پس اللہ ہی ہمارا نگہبان اور بہترین کارساز ہے۔

جو لوگ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں مثلاً درد کے مقامات کو کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں یا ان مقامات پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں ایسے راقیوں کی طرف سے یہ حجت پیش کی جاتی ہے کہ صاحب ہم یہ کام طبی معالجین پر قیاس کرتے ہوئے انجام دیتے ہیں۔

اور یہیں ہم آپ کی توجہ اس جانب بھی مبذول کرادینا چاہتے ہیں کہ یہ سرگرمیاں راقیوں کے درمیان اپنے کثرت وقلت استعمال میں جداگانہ ہیں، ان میں سے کچھ سرگرمیاں بعض لوگوں کے یہاں عام طور پر پائی جاتی ہیں اور کچھ سرگرمیاں ان میں سے خال خال لوگ انجام دیتے ہیں۔

### ایک دوسرے سعودی عالم دین شیخ عبدالکریم بن صالح الحمید صاحب لکھتے ہیں :

''ان راقیوں میں سے کچھ لوگ کسی محرم کے بغیر عورت کے ساتھ خلوت میں جاتے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ روگ بڑھادیتے ہیں۔ ہم ان میں سے کچھ لوگوں کے متعلق بڑی خوفناک باتیں سننے لگے ہیں، ہمیں بتایا گیا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ عورت کے پستان ٹٹولتے ہیں، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر الم کا رقیہ کرنے اور جن کو پکڑنے کے مدعی ہو کر اس کی شرمگاہ پر بھی ہاتھ پھیرتے ہیں، بلکہ کچھ عورتیں تو خود ہی بیان کرتی ہیں کہ ان کے ساتھ ایسا ماجرا پیش آچکا ہے اور وہ اس کی شکایت کرتی پھرتی ہیں، اللہ کی قسم یہ بڑا بھیانک منکر ہے، اور جو ایسا کرتا ہے اس کی خباثت اور بدنیتی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے''۔ ③

غور فرمایئے یہ اس اسلامی مملکت کا حال ہے جہاں سخت ترین قوانین نافذ ہیں، جرائم کی روک تھام کے ادارے

---

① ایک ہندوستانی راقی نے خود مجھ سے بیان کیا کہ میں اکثر بگڑے ہوئے مریض کو سوئی چبھو دیتا ہوں جس کی وجہ سے خواہ وہ کتنا ہی اودھم مچانے والا ہو کچھ دیر کے لئے پرسکون ہوجاتا ہے۔ (فیضی)

② الیکٹرونک اخبار ''سبق'' نے بتاریخ: (۷/۸/۱۴۳۳ھ) ایک مریضہ کے ساتھ بدکاری کے الزام میں ایک راقی کے گرفتار ہونے کی خبر شائع کی تھی۔ ایسے ہی ''الریاض'' نامی اخبار نے بتاریخ (۹/۹/۱۴۳۱ھ) شمارہ (۱۵۳۹۶) میں اور ''الجزیرۃ'' نے بتاریخ: (۳۰/۱۲/۱۴۲۷ھ) شمارہ (۱۲۵۳۱) میں اسی جیسی خبریں شائع کی تھیں) (فقہ النوازل فی الرقیۃ: ص ۱۴۳-۱۴۴)۔

③ بيان الادلة النقلية والعقلية فى التفريق بين الرقية الشرعية والرقىالتجارية : ص۲۲۔

پوری طرح چوکس اور فعال ہیں، علماء کی گرفت سماج پر مضبوط ہے، عوام بھی دینی غیرت کے ماحول میں جیتے ہیں۔ اور جہاں ہمارے اس آزاد بھارت جیسا ماحول ہو وہاں کیا کیا قیامتیں نہ برپا ہوتی ہوں گی، شیاطین کیا کیا نہ گل کھلاتے ہوں گے۔ شب تنہائی میں، بلکہ خورشید کی تابانیوں میں بھی کیسے کیسے المیے نہ جنم لیتے ہوں گے اور نامہ اعمال کی سیاہیوں میں کیا کیا اضافے نہ ہوتے ہوں گے؟ بس بات یہ ہے کہ :

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

- **قاہرہ یونیورسٹی کے کلیہ دار العلوم کے مدرس ڈاکٹر عبد الحمید ھنداوی صاحب فرماتے ہیں :**

''شاید ہم صحیح طریقہ علاج کو جو بدعتوں سے خالی ہو اور جسے صحیح فقہ جائز قرار دیتی ہو ایک مستقل کتاب میں تفصیل کے ساتھ پیش کریں گے جس میں ہم مریضوں کو یہ بتائیں گے کہ وہ خود اپنا علاج کیسے کرسکتے ہیں، اور خود کو اس سلسلے میں مال کے لئے دجالوں اور مدعیان علم کی بلیک میلنگ سے کیسے بچائیں گے، جبکہ ان کے علاج میں شرعی مخالفتوں کا وقوع ہوتا ہے، اور یوں عزتیں پامال ہوتی ہیں کہ سر شرم سے جھک جاتا ہے، اور اس علاج میں سرگرم ایک ایسے شخص نے مجھے بتایا ہے جسے میں متہم نہیں گردانتا کہ اسے خود صریح زناکاری کے ایسے حالات کا علم ہوا جن کا ارتکاب کچھ معالجین (یعنی راقی حضرات) اپنی مریض خواتین کے ساتھ کرتے رہے ہیں؛ کیونکہ اس حالت میں وہ خواتین اپنے حواس میں نہیں ہوا کرتی ہیں، **لاحول ولاقوة إلا بالله**، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو صحیح دین پر چلنے کی ہدایت نصیب کرے، میں معالجین کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس معاملے میں اللہ سے ڈریں، اور کتاب وسنت کی مخالف ہر بدعت کو ترک کردیں، کیونکہ مریض کو اللہ کے حکم کے بغیر شفا ہرگز نہیں ملے گی، اور اگر آپ بدعت کے طریقے پر اس کی شفا چاہتے ہیں تو پھر کسی جادوگر یا دجال کے پاس جانے سے اسے کیوں روکتے ہیں؟!

ایسے ہی میں اس مرض کا شکار لوگوں اور عام مریضوں کو اور ان کے گھر والوں اور رشتے داروں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سہارا لیں اور اس سے آہ وزاری کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سہارا لئے بغیر اس بلا سے چھٹکارہ پانے کا کوئی راستہ نہیں ہے، یہاں تک کہ آپ کا مریض شفایاب ہوجائے، اور اکثر اللہ تعالیٰ بندوں کو اس لئے اس مصیبت سے دوچار کرتا ہے کیونکہ ان کے ایمان میں نقص پیدا ہوجاتا ہے، یا اس لئے انہیں آزماتا ہے تاکہ وہ ان کی آہ وزاری کو سنے، اور وہ اس کی طاعت اور عبادت کی طرف متوجہ ہوں، لہذا

مریض کو اس کا ادراک ہو جانا چاہیے، اور اسے چاہیے کہ وہ اس معاملے میں فوری طور پر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس کا سہارا پکڑ لے، بیشک اللہ تعالیٰ ارحم الرحمین ہے''۔ ①

## شیخ اسامہ بن یاسین معانی صاحب ''کچھ معالجین کے یہاں شرعی سلوکی تجاوزات'' کی سرخی کے تحت لکھتے ہیں :

''یہ کچھ شرعی تجاوزات ہیں جن کا ارتکاب کسی حال میں جائز نہیں ہے، کچھ لوگوں کو ان اخلاقی تصرفات پر اور ان کے پورے طور پر رقیہ شرعیہ کے بلند اور شریفانہ اغراض و مقاصد سے دور ہونے پر تعجب ہو سکتا ہے، جبکہ اس میں علانیہ طور پر اللہ کی حرمتوں کی پامالی، سخت ناپسندیدہ تجاوز اور احکام شریعت کے متعلق حرام چیزوں کا ارتکاب صاف صاف موجود ہے، یہ اگر کسی بات کی دلیل ہے تو وہ یہ ہے کہ ان تجاوزات کا ارتکاب کرنے والے دین و دیانت سے بالکل عاری ہو چکے ہیں، اور شیطان نے انہیں رفتہ رفتہ فتنے کے وسیع ترین دروازوں میں لے جا کر پھانس لیا ہے۔ اور ان کے سامنے وہ رعب دار مہلک ہتھیار بے نیام کر دیا ہے جو ہر اعتبار سے اسم با مسمی ہے اور وہ عورت کی شکل میں ہے، جبکہ قرآن و حدیث کے نصوص اس فتنۂ عظیمہ کی سنگینی کو پرزور طور پر بیان کر چکے ہیں، اور نہایت عمدہ اسلوب اور سچی دلیلوں کے ساتھ بیان کر چکے ہیں، بڑی سخت تنبیہات وارد ہوئی ہیں، رفتہ رفتہ ان کے جال میں پھنسنے اور ان کے فتنوں کا شکار ہو جانے پر کٹھور وعیدیں سنائی گئی ہیں، اور یہیں سے ایک مسلم کو چاہیے تھا کہ وہ سخت آفتوں بھرے فتنے سے چوکنا ہو رہتا، اور علم و ایمان سے مسلح ہو کر اللہ سبحانہ کی طاعتوں کے ذریعہ اس کے تقرب کے حصول میں سرگرم عمل ہو جاتا، اور اللہ کی سزاؤں اور اس کی قدرت کے انتقام سے ڈر ڈر کر جیتا۔

## اور ان اخلاقی تجاوزات میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

۱۔ عورت کے جسم کے مخصوص حصوں بالخصوص سینے یا پیٹ جیسے مقامات پر ہاتھ رکھنا۔ ۲۔ ہاتھ یا انگلی پکڑنا۔ ۳۔ قدم یا پاؤں کی انگلیاں پکڑنا۔ ۴۔ عورتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بیٹھنا۔ ۵۔ بلکہ بعض جاہلوں کا معاملہ تو یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ وہ قدم سے سر کی مانگ تک عورت کی مالش کرتے ہیں، یہ بات مجھ سے ایک ثقہ آدمی نے بیان کی ہے۔

① الدلیل والبرهان علی دخول الجان بدن الانسان: ۱۱۳۔۱۱۴۔

**برادر فتحی جندی صاحب فرماتے ہیں :**

''یہ باتیں تو مذکور ہوئیں جبکہ ہم ان لوگوں کے ساتھ مسلسل اضافے کی کیفیت میں ہیں، نہ جانے یہ سلسلہ کہاں جا کر ختم ہوگا؟ ہاں صاحب! ہم نے سنا ہے کہ یہاں - اور جو کچھ یہاں ہے اس سے اللہ کی پناہ -!
یہاں ایسے رقیہ کرنے والے موجود ہیں جو مردوں اور عورتوں کو مادرزاد برہنہ کر کے ان کا علاج کرتے ہیں، پھر سارے جسم پر تیل ملتے ہیں!
اور اگر آپ تعجب کرنا چاہتے ہیں تو کر لیجیے! کیونکہ یہ صاحب عجمی ہیں - یہ اپنا خیمہ صحرا میں نصب کیا کرتے تھے، اور گاڑیاں قطار اندر قطار مریضوں اوران کے قرابتداروں کو ڈھوئے چلی آتی تھیں، اور ہر ایک کئی کئی دنوں تک اپنی باری کے انتظار میں رہتا تھا''۔ ①

''..اور ایک اور عجیب وغریب بات ملاحظہ فرمائیے، میں نے ایک جاہل کے متعلق سنا کہ وہ اس دعوے کے ساتھ عورتوں کی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹتا تھا کہ اس سے ارواح خبیثہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ کیسے اللہ کی مقررہ حرمتوں کو پامال کیا جاتا ہے، اور کس طرح حرام کاموں کا ارتکاب ہوتا ہے؟ بالخصوص ہماری مسلم بہنوں کے لئے اس ضمن میں شعور وادراک کی بیداری کی سخت حاجت ہے، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان افعال کا علاج سے کچھ واسطہ نہیں ہے، نہ دور سے نہ نزدیک سے، ایسی حرکتیں بس انہیں نفوس خبیثہ سے صادر ہوسکتی ہیں جو خواہشوں اور شہوتوں کے غلام ہو چکے ہیں اور پورے طور پر شیطان کے مطیع وفرمانبردار بن چکے ہیں کہ وہ رقیہ کے نام پر ان میں اپنا زہر پھونکتے رہتے ہیں، جبکہ یہ سارے کے سارے بدمعاش ان شریفانہ اور بلند اغراض ومقاصد سے کوسوں دور ہوتے ہیں، ہر اس پاکباز اور عفیفہ خاتون کے لئے جو اس طرح کے حالات سے دوچار ہو لازم ہے کہ وہ فوراً اور جلد از جلد متعلقہ ذمہ دار محکموں تک، یا علماء اور طلاب علم تک اس کے کرتوتوں کی شکایت پہنچادے تاکہ اس شیطان کو اس کی حرکتوں سے باز رکھا جاسکے، اور اسے اس کی حد پر روک دیا جائے، اور ہمیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حکام کسی توقف اور سستی کے بغیر ہر اس شخص کو سخت ترین سزا دیں گے جس کا نفس اسے مسلمانوں کی حرمتوں کو پامال کرنے پر اکسائے گا، اس میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہوگا، اور اس میں ایک شخص اور دوسرے میں کوئی

① النذیر العریان: ص ۲۶۴۔

تفریق نہیں کی جائے گی، خواہ وہ معروف ہو یا غیر معروف، خواہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کئے جاتے ہوں خواہ وہ ایسا نہ ہو، سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوگا۔ کیونکہ شخصیتوں پر حکم ان کی روش یا تصرف کے ذریعہ لگایا جاتا ہے اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ کس قدر کتاب وسنت اور ائمہ وعلماء امت کے اقوال کے مطابق چلتی ہیں''۔ ①

- **وہ اہم امور جن کا لحاظ کرنا عورتوں کے علاج میں لازم اور ضروری ہے :**

**۱۔ عورتوں کے ساتھ خلوت مطلق نہیں ہونی چاہیے۔**

اس ضمن میں متعدد حدیثیں گزر چکی ہیں۔

**فقیہ حافظ فاضل، ابوالفضل راشد بن أبی راشد ولیدی صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :**

''اللہ آپ کو توفیق دے آپ نے عورتوں کے متعلق سوال کیا ہے جو رقیوں کے توسط سے آپ کے سامنے آتی ہیں۔

جہاں تک کتاب اللہ اور پاکیزہ کلام سے رقیوں کی بات ہے تو ہر اس شخص کا رقیہ کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو آپ سے اس کا طالب ہو، ہاں اس بات کا دھیان ضرور رکھیں کہ اگر وہ کوئی ایسی عورت ہو جو آپ کے لئے حلال نہ ہو، تو پھر آپ اس کے جسم کے کسی حصے کو چھو کر اس کا رقیہ نہ کریں، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ: **''باعدوا بين أنفاس النساء وأنفاس الرجال''۔** ②

عورتوں اور مردوں کی سانسوں کے درمیان دوری رکھو۔ اس لئے ان کی ملاقات سے ہر طرح دور رہیں جن کے چہرے یا محاسن میں سے کسی چیز کی طرف دیکھنا آپ کے لئے حلال نہ ہو۔ اس کی رخصت بس پیغام نکاح دینے

---

① **القواعد المثلی للمعانی** ص:۸۳-۸۴۔

② شیخ مشہور بن حسن سلمان صاحب فرماتے ہیں کہ عجلونی نے کشف الخفا (۱/۲۹ ۳ نمبر ۸۷۵) میں لکھا ہے کہ قاری نے فرمایا : یہ حدیث غیر ثابت ہے، اسے تو ابن حاج نے ''المدخل'' میں ذکر کیا ہے، اور ابن جماعۃ نے ''اپنے منسک'' میں عورتوں کے طواف کے مسئلے میں بلا سند بیان کیا ہے اور اس کے الفاظ ہیں :

**''باعدوا بين أنفاس الرجال والنساء''۔**

اور اسے ان کے اس قول کی دلیل میں ذکر کیا ہے کہ عورتیں طواف میں بیت اللہ کے قریب نہ آئیں کیونکہ اس میں مردوں کے ساتھ اگر وہ موجود ہوں اختلاط کا خوف ہے۔ شیخ مشہور کا کلام ختم ہوا۔

**میں کہتا ہوں :** ملا علی قاری نے اسے **''الأسرار المرفوعة''** میں (۱۴۵-۱۴۶) نمبرات کے تحت بیان کیا ہے۔

والے، یا روبرو گواہی دینے والے اور ایسے طبیب کے لئے دی گئی ہے جس کے لئے طبابت کی سرگرمیاں جائز ہوں اور وہ اس کام کے لئے مشہور ہو۔

مگر راقی کو کسی صورت اس کی اجازت نہیں ہے، ایسے ہی فتنوں میں ان کے ہمراہ ایسی جگہ چلتے جانا جہاں لوگوں کی نگاہیں نہ پہنچ رہی ہوں اسی حکم میں ہے، چنانچہ آپ کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی اس طرح کی خلوت حلال نہیں ہے، ہاں اگر آپ دونوں کے علاوہ کوئی اور بھی آپ کے ساتھ ہو، خواہ وہ مرد ہو، یا کوئی نیک بوڑھی خاتون ہو جس کے آپ دونوں کے ساتھ آنے سے ممنوعہ خلوت رفع ہو جاتی ہو تو پھر الگ بات ہے، مگر فساد سے متہم کوئی ایسی عورت ہو جس کے سبب سے خلوت رفع نہ ہو سکے تو پھر اس صورت میں بھی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر وہ اتنی کثرت سے ہوں کہ وہ خود کو ان کے درمیان مامون رکھ سکے تو پھر اس کی اور اس کی ساتھی دیگر خواتین کی وجہ سے خلوت رفع ہو جائے گی۔

- **اشہب مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :**

''آدمی اللہ کی نافرمانی کر کے اس کی طاعت کے کام میں نہ داخل ہو۔ اس لئے معصیت کے ساتھ والی ایسی طاعت کو ترک کر دینا اس کے انجام دینے سے بڑا واجب ہے۔''①

- **اللہ ابن قیم کا بھلا کرے جو فرماتے ہیں :**

''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ اختلاط کا موقع دینا : ہر بلاء وشر کی اصل ہے، اور وہ عام سزاؤں کے نازل ہونے کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، ایسے ہی وہ عوام وخواص کے معاملات کو بگاڑ دینے کے بھی اسباب میں سے ہے، اور عورتوں کے ساتھ مردوں کا اختلاط کثرت فحش کاری اور زنا کا سبب ہے، اور وہ عمومی اموات اور مسلسل طاعونوں کا سبب ہے... اگر حکام کو یہ پتہ چل جاتا کہ اس میں۔ دین سے قبل۔ خود دنیا اور رعایا کا کس قدر بگاڑ ہے تو وہ اس کے روکنے میں سب سے پیش پیش ہوتے''۔②

- خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت میمون بن مہران کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا :

''لَا تَخْلُوَنَّ بِامْرَأَةٍ وَ إِنْ قُلْتَ أُعَلِّمُهَا الْقُرْآنَ''۔

''کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جانا، گو یہی کہتے ہوئے جاتے ہو کہ میں تو اسے قرآن پڑھانے جاتا ہوں''۔③

---

① المعیار المعرب : ۲۲۶/۱۱۔ ② الطرق الحکمية : ص۲۳۹۔

③ النسائیات من الاحاديث النبوية الشريفة : ۵۰۔

- **شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں :**

’’محرم کے بغیر خلوت حرام ہے، خلوت چاہے کسی ایسے حیوان ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو جو عورت کی اشتہار رکھتا ہو یا عورت اس کی چاہت رکھتی ہو، جیسے بندر‘‘۔ ①

- **شیخ مشہور بن حسن آل سلمان کی ’’فتح المنان فی جمع کلام شیخ الاسلام ابن تیمیة عن الجان‘‘ نامی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کے ناشر صاحب فرماتے ہیں :**

’’شاید اس کتاب کی کچھ فصلیں ان لوگوں کے لئے اہم ہوں جو لوگوں پر (رقیہ) پڑھنے کا کام کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے کچھ لوگوں سے عورتوں کے ساتھ خلوت وغیرہ کے کچھ نامناسب اور معیوب افعال صادر ہوئے ہیں‘‘۔ ②

- **شیخ صالح بن عبداللہ شمرانی صاحب لکھتے ہیں :**

’’علاج کی شرطوں میں یہ بھی ہے کہ وہ شرعی طریقے پر چلے، اور جب شریعت کی حرام کی ہوئی خلوت اختیار کی جانے لگے تو پھر دوا کا نہیں بیماری کا کام ہوتا ہے! اور صاحب! یہ تو آخری درجے کی بیماری ہے۔
ہاں بھائیو! ادھر کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو علاج کے نام پر عورتوں کے ساتھ خلوت میں مشغول رہتے ہیں! اور یہ بات تو معروف ہے کہ عورتوں میں بڑی جہالت ہوتی ہے، ورنہ چاہے جو بھی ہو جاتا وہ کسی مرد کے ساتھ خلوت میں جانے پر راضی ہی نہ ہوتی، خواہ اس کے لئے علاج کی کیسی ہی دلیل کیوں نہ دی جاتی، بلکہ یہ خلوت تو علاج کے لئے سراسر مضر ہے، اور مراجعہ کی مدت میں اضافہ کرا دیتی ہے۔ (یعنی معالج صاحب بار بار اور لمبی مدت تک تشریف لاتے ہیں)‘‘۔ ③

- **استاذ (پروفیسر) ابوالحمید عبدالفضیل صاحب لکھتے ہیں :**

’’جس چیز کا شریعت کے ساتھ تعارض ہے اور جس کا کرنا معالج کے لئے جائز نہیں ہے وہ ہے محرم کی موجودگی کے بغیر عورت کا علاج کرنا، یہ ایک خطا اور بہت بڑا شر ہے جو زنا کی طرف بھی لے جا سکتا ہے، اس

---

① الاختيارات الفقهية ص : ۲۰۱۔

② فتح المنان في جمع كلام شيخ الاسلام ابن تيمية عن الجان ص د-ذ۔

③ المعالجون بالقرآن : ص ۸۱۔

لئے یہ لازم ہے کہ معالج (یعنی رقیہ کرنے والا) چاہے جو کچھ بھی ہو جائے کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جائے، کیونکہ یہ فتنے کا داعی اور قرآنی علاج کو فاسد کر دینے والا ہے۔ اور اثر میں وارد ہے کہ: ''کسی عورت کے ساتھ خلوت میں نہ جانا چاہے اسے کتاب اللہ ہی حفظ کرانا کیوں نہ ہو۔ یہ عمر بن عبدالعزیز کا ایک مقولہ ہے''۔''①

● **استاذ محمد علی حمد سیدابی صاحب لکھتے ہیں :**

''شیطان کے جال اور فتنوں اور اغواء کے لئے اس کے پھندوں کے مقام بہت ہیں۔ اور ان میں سے ایک چیز یہ بھی بیان کی ہے : ''نامحرم عورتوں کے ساتھ خلوت میں جانا اور نامحرم سے مراد ہر وہ عورت ہے جس کے ساتھ آدمی کا نکاح حلال ہوتا ہے، اس لئے ایسی عورت کے ساتھ خلوت میں جانا فتنے اور شیطان کو اپنا کام کر دکھانے کا موقع دینے کا ذریعہ ہے، اسی لئے اسلام نے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کو حرام قرار دیا ہے''۔②

۲۔ عورتوں کے ساتھ طویل گفتگو کی جائے نہ غیر متعلق اور جانبی موضوعات پر بات چیت کا سلسلہ چلایا جائے، جن کا قرأت سے کوئی واسطہ نہ ہو، یا واسطہ تو ہو مگر ان کا تعلق حیاء کے پہلو سے ہو، جن سے اس کے مخدوش ہونے کا خطرہ ہو، اور ممکن ہے کہ اس کا انجام ایک بڑے فتنے اور فساد کی شکل میں ظاہر ہو۔

۳۔ اس کے لئے مخصوص قرأتوں اور مخصوص مقامات کی تحدید نہ کی جائے، کیونکہ ممکن ہے اس طرح خلوت کا موقع آنے لگے، اور ایسے امور سے سابقہ پڑنے لگے جن کا انجام سنگین ہو۔

۴۔ بیمار خواتین کی آنکھوں میں نہ دیکھا جائے، نہ اس کے لئے یہ دلیل دی جائے کہ اس سے حالت کی تشخیص ہوتی ہے، اور مریضہ کو پیش آمدہ تکلیف کے اعراض کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ اس فعل کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ دلیل تو اس بات کی آئی ہے کہ یہ عمل حرام ہے اور آدمی کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے اپنی نظروں کو جھکا کر رکھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی محکم آیت میں فرمایا ہے کہ :

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا۟ مِنْ أَبْصَـٰرِهِمْ وَيَحْفَظُوا۟ فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾ [النور:۳۰]۔

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لئے

---

① احذروا ادعياء العلاج بالقرآن : ص۲۳۔

② حقيقة الجن والشياطين من الكتاب والسنة : ص۷۲۔

پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے خبردار ہے''۔

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ شیطان انسان کی گھات میں لگا ہے اور اس کے خلاف موقع کی تلاش میں رہتا ہے، اور کبھی کبھی ان تصرفات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے معالج کو مشکل میں ڈال دیتا ہے، اس وقت دعوت اور دعاۃ إلی اللہ کی شہرت زبردست داغدار ہوتی ہے۔

- **ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''چونکہ اس کی ابتدا نگاہ کی طرف سے ہوتی ہے، اس لئے اسے جھکائے رکھنے کے حکم کو شرمگاہ کی حفاظت پر مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ تمام حادثات کی ابتدا ایسے ہی نظر سے ہی ہوتی ہے جیسے بڑی آگ کی ابتدا چھوٹی چنگاری سے ہوتی ہے، دیکھنا (آنکھ) سے ہوتا ہے، پھر (عقل میں) خیال گزرتا ہے، پھر (حرکت) سے قدم چلتا ہے، پھر گناہ ہوتا ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس نے ان چاروں چیزوں کی حفاظت کر لی اس نے اپنے دین کو محفوظ کر لیا :

- (نظر) کو دیکھنے سے محفوظ رکھا۔
- (فکر) کو خیالات سے بچایا۔
- (زبان) کی بولنے سے حفاظت کی۔
- اور (قدموں) کو چلنے سے باز رکھا۔

یہ نگاہوں کی سرگرمیاں ہی شہوت کی رہنما اور اس کی پیغامبر ہوا کرتی ہیں، اور ان کی حفاظت ہی شرمگاہ کی حفاظت کی بنیاد ہے، اس لئے جس نے بھی نگاہ لگا لگا کر دیکھا اس نے خود کو ہلاکت کے گھاٹوں پر پہنچا دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

**''یَا عَلِيُّ، لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ''۔**

''اے علی! ایک کے پیچھے دوسری نگاہ نہ لگانا کیونکہ پہلی تو تمہاری ہے، مگر تمہیں دوسری کا حق نہیں ہے''۔ [1]

عام حادثے جو انسان کو لاحق ہوتے ہیں ان کی اصل تو نگاہ ہی ہوتی ہے، کیونکہ نگاہ خیال پیدا کرتی ہے، پھر خیال سے سوچ پیدا ہوتی ہے، پھر سوچ سے شہوت پیدا ہوتی ہے، اس کے بعد شہوت ارادہ پیدا کرتی ہے، پھر ارادہ پختہ ہو کر عزم بالجزم بن جاتا ہے، اس کے بعد فعل واقع ہو جاتا ہے، اور وہ تو ہونے ہی والا ہے، بشرطیکہ کوئی رکاوٹ نہ کھڑی ہو جائے، اور اسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ :

---

[1] أخرجه الإمام أحمد في مسنده (۵/۳۵۱، ۳۵۳، ۳۵۷)، و سنن ابوداود نمبر (۲۱۴۹)، سنن ترمذی (۲۹۳۹)، سنن دارمی: کتاب الرقاق (۳)، مستدرک الحاکم (۲/۱۹۴) البانی نے فرمایا حدیث حسن ہے دیکھیے: صحیح الجامع (۷۹۵۳)، صحیح أبی داود (۱۸۸۱) صحیح الترمذی (۲۲۲۹)، المشکاۃ (۳۱۱۰) حجاب المرأۃ (۳۴)۔

''اَلصَّبْرُ عَلٰی غَضِّ الْبَصَرِ أَیْسَرُ مِنَ الصَّبْرِ عَلٰی أَلَمِ مَا بَعْدَهُ''۔

''نگاہیں نیچی کر لینے پر صبر کرنا اس کے بعد رونما ہونے والے الم پر صبر کرنے سے زیادہ آسان ہے''۔

اسی لئے شاعر کہتا ہے :

كُلُّ الْحَوَادِثِ مَبْدُؤُهَا مِنَ النَّظَرِ وَ مُعْظَمُ النَّارِ مِنْ مُسْتَصْغَرِ الشَّرَرِ
كَمْ نَظْرَةٍ بَلَغَتْ فِيْ قَلْبِ صَاحِبِهَا كَمَبْلَغِ السَّهْمِ بَيْنَ الْقَوْسِ وَالْوَتَرِ
وَالْعَبْدُ مَا دَامَ ذَا طَرَفٍ يُقَلِّبُهُ فِيْ أَعْيُنِ الْعَيْنِ مَوْقُوْفٌ عَلَى الْخَطَرِ
يَسُرُّ مُقْلَتَهُ مَا ضَرَّ مُهْجَتَهُ لَامَرْحَبًا بِسُرُوْرٍ عَادَ بِالْضَرَرِ

تمام حادثوں کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہے، درحقیقت بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے پیدا ہوتی ہے۔

کتنی نگاہوں کی رسائی لگنے والے کے دل تک اتنی ہی ہوتی ہے جتنی رسائی کمان اور اس کی تانت کے درمیان کے تیر کی ہوتی ہے۔

جب تک بندہ اپنی نگاہیں آنکھوں کی سیاہیوں پر گاڑتا رہتا ہے اس وقت تک خطروں کی کگار پر ہی ہوتا ہے۔

اس کی آنکھوں کو وہ چیز بھلی لگتی ہے جو اس کے دماغ کو نقصان پہنچاتی ہے، اس سرور کو مرحبا اور خوش آمدید نہیں ہے جو تکلیفیں اور پریشانیاں لے آنے والا ہو۔

اس کی آفتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ حسرتوں، آہوں اور سوزشوں کی میراث دے جاتی ہے، پھر بندے کو وہ صورت حال پیش آتی ہے جسے برداشت کرنے کی اس کے اندر طاقت ہوتی ہے نہ اس سے صبر کا یارا ہوتا ہے، اور یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ تمہاری نگاہوں میں ایسی چیز ہو جس سے نہ تم پورے طور پر صبر کر سکتے ہو نہ جزوی طور پر، اور تمہیں اس کے حصول کی قدرت بھی نہ ہو، شاعر کہتا ہے :

وَكُنْتَ مُتَى أَرْسَلْتَ طَرَفَکَ رَائِدًا لِقَلْبِکَ یَوْمًا أَتْعَبَتْکَ الْمَنَاظِرُ
رَأَيْتَ الَّذِيْ لَا كُلَّهُ أَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ وَلَا عَنْ بَعْضِهِ أَنْتَ صَابِرُ

میاں اگر تم ایسے ہو کہ اپنی نگاہوں کو اپنے دل کا رہنما بنا کے آگے بھیجتے ہو تو ایک دن منظر تمہیں ضرور تھکائیں گے۔

تمہیں ایسی چیز نظر آئے گی جسے نہ تو تم پورے طور پر حاصل کر سکو گے، نہ اس کے بعض سے تمہیں صبر آئے گا۔ ①

---

① الجواب الکافی : ص۲۲۲۔

- **شیخ محمد صائم فرماتے ہیں :**

''نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہوتی ہے، حرام چیزوں پر نگاہیں لگائے رہنا اور انہیں مسلسل دیکھتے رہنا شہوت کو حرکت دیتا ہے اور دل نگاہ سے جڑا ہوتا ہے... کتنی برہنہ دوشیزائیں ہیں جن کی طرف کسی نوجوان نے نگاہ دوڑائی اور وہی زنا کاری میں مرتکب ہونے کی تمہید بن گئی.. ایسے ہی شیطان وقتاً فوقتاً انسان کے سامنے اس عورت کی تصویر لاتا ہی رہتا ہے جسے اس نے دیکھا ہوتا ہے، تا کہ وہ ہیجان میں مبتلا ہو کر اپنے رب کا ذکر فراموش کر بیٹھے، اور اسکے فرائض ضائع اور سنتیں فوت ہونے لگیں''۔ ①

۵۔ مناسب علاج کے نام پر مریضہ سے جسم کے مخصوص مقامات کو کھولنے کا مطالبہ نہ کیا جائے، جس کی وجہ سے ایک عظیم شرعی مفسدہ وجود میں آسکتا ہے۔

۶۔ بیماری کے حالات پر شرعی طریقوں اور وسائل کے ذریعہ نگاہ رکھی جائے، اور بعض حالات میں مقررہ حدوں سے زائد اہتمام کا مظاہرہ نہ کیا جائے، اور نہ براہ راست یا بالواسطہ اس کے متعلق استفسار کیا جائے، ہاں استثنائی یا اضطراری حالات کی بات الگ ہے، اور اس کے لئے بھی شوہر کی رضامندی اور اس کی اجازت ضروری ہے، جیسا کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :

''نَهَى أَنْ تُكَلَّمَ النِّسَاءُ إِلَّا بِإِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ''۔

منع فرمایا ہے کہ ''عورتوں سے ان کے شوہروں کی اجازت کے بغیر بات چیت کی جائے''۔ ②

**مناوی فرماتے ہیں :** ''کیونکہ وہ شیطان کے بہکانے سے فحش کاری میں واقع ہوجانے کا محل ہے، اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی اجازت سے گفتگو جائز ہے، اور عراقی نے اسے اس صورت پر محمول کیا ہے جب اس کے ساتھ خلوت محرمہ نہ پائی جائے اور گفتگو غیر محرم مردوں کے متعلق نہ ہو''۔ ③

۷۔ راقی شریف اور پختہ کردار کا مالک ہو، مریض خواتین کے ساتھ تعامل میں شرعی حدود اور دائرے کی پابندی کرتا ہو، ان کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچاتا ہو، نہ دین اور اس کے اصولوں کے حساب پر تساہل اور مداہنت

---

① المتفذ القرآني لابطال السحر والمس الشيطاني ص۲۹۔

② اس کی تخریج طبرانی نے الکبیر میں کی ہے، اور البانی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے، دیکھیے: صحيح الجامع :۶۸۱۳، دیکھیے: السلسلة الصحيحة۶۵۲۔

③ فیض القدیر:۶/۳۴۹۔

کرنے والا ہو، بلکہ شرعی احکام اور منہج شریعت کے مطابق تصرف کرتا ہو۔

۸۔ مریض خواتین کو تنبیہ کی جائے کہ وہ میٹھی میٹھی باتیں نہ کریں، اور انہیں یہ آیت یاد دلائی جائے جس میں اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّۚ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِي فِي قَلۡبِهِۦ مَرَضٞ وَقُلۡنَ قَوۡلٗا مَّعۡرُوفٗا﴾ [الاحزاب:۳۲]۔

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو''۔

۹۔ مریض خواتین کو معالج ان شرعی مخالفتوں پر تنبیہ کرے جو اس کی نظر میں آتی ہوں، مثلاً شرعی لباس کی پابندی کا مسئلہ یا دیگر شرعی مخالفتیں۔

میں اس موقعے پر آپ کے سامنے شیخ فاضل جناب صالح بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ کا ایک عمدہ کلام پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جو حسب ذیل ہے :

''راقی کی صفات میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ وہ لغزشوں اور فتنوں کے مقامات سے خود کو پاک صاف رکھے، بالخصوص عورتوں کا رقیہ کرنے میں اس کا لحاظ ضرور کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جب عورت کے ساتھ خلوت ہو یا عورت کے جسم پر ہاتھ رکھا جائے یا ایسے ہی دیگر غیر شرعی کام کئے جائیں تو شیطان رقیہ ہی کی جہت سے انسان پر سوار ہو جائے.. اس لئے راقی پر اس فتنے کے وسائل سے دور رہنا واجب ہے جو ممکن ہے کہ العیاذ باللہ دین ہی میں فتنے کا سامان بن جائے۔ اور ایسا کچھ لوگوں کے ساتھ جو رقیہ کیا کرتے تھے گزر چکا ہے، ہم سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی توفیق مانگتے ہیں''۔ (مجلۃ الدعوۃ۔صفحہ ۲۲۔عدد ۱۶۸۳ ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ)[1]

## • عورتوں کے ساتھ خلوت اور ان کے جسم کو چھونے کا شرعی حکم :

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں : ''إِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ'' ''عورتوں پر داخل ہونے سے بچو''۔[2]

مزید فرمایا :''لَا يَخْلُوْ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا مَعَ ذِيْ مُحْرِمٍ'' ''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ محرم کے بغیر تنہا نہ ہو''۔[3]

---

① القواعد المثلی لأسامه المعانی:۹۳۔۱۰۴۔

② بخاری:۵۲۳۲، مسلم:۲۱۷۲، ترمذی:۱۱۷۴، مسند احمد:۱۴۹/۴۔ ③ بخاری:۵۲۳۳، مسلم:۱۳۴۱، احمد:۱۸/۱۔

- **کسی غیر محرم عورت کے جسم کو چھونے کی سنگینی بیان کرتے ہوئے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا :**

**"لَأَنْ يُطْعَنَ فِيْ رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمَخْيَطٍ مِنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ"**

"تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھودی جائے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہ ہو"۔ ①

- **اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا :**

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ [الاحزاب:۳۲]۔

"اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو"۔

# سعودی عرب کی افتا کمیٹی کا فتوی

سعودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے علمی ریسرچ وفتوی (**اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء**) سے عورت کے اندر موجود جن پر دباؤ ڈالنے اور اس کا دائرہ تنگ کرنے کے نام پر اس کے جسم یا ہاتھ یا پیشانی یا گردن کو بلا کسی حائل کے براہ راست چھونے کا حکم دریافت کیا گیا۔ بالخصوص جبکہ اس طرح سے چھونے کے حالات اسپتالوں میں ڈاکٹروں کے ذریعہ بھی پیش آتے ہیں۔؟

آخر اس سلسلے میں ضوابط کیا ہیں؟

## کمیٹی کا جواب حسب ذیل ہے :

"راقی (جھاڑ پھونک) کرنے والے کے لئے اس عورت کے بدن کا کوئی بھی حصہ چھونا جائز نہیں ہے جس کا وہ رقیہ کررہا ہے، کیونکہ اس میں فتنہ ہے، وہ چھوئے بغیر صرف قرأت (پڑھنے) پر اکتفا کرے۔ راقی اور طبیب کے عمل میں فرق ہے کیونکہ طبیب کے لئے اس مقام کو چھوئے بغیر جس کا وہ علاج کرنا چاہتا ہے علاج ممکن نہیں ہے، جبکہ راقی کا معاملہ برعکس ہے، اس کا کام صرف پڑھنا اور پھونکنا ہے، اور وہ

① الطبراني في المعجم الكبير ۲۰/۲۱۲،(۴۸۶) عن معقل بن يسار، السلسلة الصحيحة للالباني : ۱/۳۹۵ نمبر ۲۲۶۔

چھونے پر منحصر نہیں ہے''۔ ①

## علامہ ابن عثیمین کا فتوی

**شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''معالج کے لئے عورت کے سر پر ہاتھ رکھنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہ اس کے محارم میں سے ہو..''۔ ②

## جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے سابق شیخ الجامعہ کا فتوی

**شیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا :**

کیا یہ جائز ہے کہ راقی عورتوں کا رقیہ کرے اور اپنا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھے؟

**انھوں نے فرمایا :**

اس کے لئے ان کے جسموں کا چھونا جائز نہیں ہے، مگر وہ چھوئے بغیر رقیہ کردے۔ ③

## سعودی عرب کے قاضی القضاۃ کا فتوی

**شیخ صالح لحیدان حفظہ اللہ سابق چیف جسٹس سعودی عرب اور رکن ھیئۃ کبار العلماء سے سوال ہوا :**

بعض راقی حضرات جو لوگوں کو چھوتے ہیں اس کا کیا حکم ہے بالخصوص اجنبی عورت پر ہاتھ رکھتے ہیں، اس کے سر پر، درد کی جگہ پر اور دیگر مقام پر بھی کیا یہ فعل جائز ہے؟ کیا اس سلسلے میں کوئی حدیث وارد ہوئی ہے؟

**جواب :** مرد کے لئے عورت کے جسم کا کوئی حصہ چھونا جائز نہیں ہے، خواہ وہ کپڑے کے پیچھے ہی سے کیوں نہ ہو، ہر مقام پر جنسی غریزوں کو تحریک دینے والے بہت سے لمس کپڑوں کے اوپر سے ہی ہوتے ہیں، اور بھیڑ بھاڑ میں، جیسے ہی کسی آدمی کا کسی عورت کے جسم سے اتصال ہوتا ہے تو جو کچھ گزرنا ہوتا ہے گزر جاتا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھاڑ پھونک کرنے والے سے یہ نہیں کہا کہ وہ دم کرانے والی عورت کو چھوئے؛ قرآن سے

---

① فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، المجموعة الثانيه، جمع وترتيب احمد بن عبدالرزاق الدويش:۱/۹۰-۹۱۔

② مجموع فتاوى ورسائل العثيمين : ۱۷/۳۳۔ ③ شرح سنن ابوداود : ۴۳۸/۳۔

رقیہ یہ ہے کہ جسے وہ رقیہ سمجھتا ہے اسے پڑھے، پھر ایسی پھونک مارے جس کے ساتھ تھوک بھی ہو، مقصود مقام پر اس کا یہی کام ہے، اگر کسی ایسے مریض کا رقیہ کر رہا ہو جسے سر میں درد ہو، سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہو تو وہ وہاں تھوک والی پھونک مارے اسے پھونک دے، یہ نہیں کہ اسے اپنے ہاتھ سے چھوئے بعض راقی حضرات کے یہاں موارد سنت اور اس کے اثر کے متعلق غفلت پائی جاتی ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب وہ راقی ہیں تو دائیں بائیں جہاں چاہیں چھوئیں، بیشک یہ کھلی ہوئی گمراہی ہے، حتی کہ سر پر بھی ہاتھ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، رقیہ ہاتھ سے نہیں ہوتا ہے، نہ اس کا تعلق راقی کے احساس سے ہے کہ وہ کوئی بجلی کی لہر ہو جو اس طرح ایک دوسرے سے جڑنے کی وجہ سے ادھر سے ادھر منتقل ہو جائے گی، نہیں بس دعا کریں...[1]

# مگر ایک صاحب کا خیال اس کے برعکس ہے
# رقیہ میں مریض پر ہاتھ رکھنے کے فوائد
# ایک راقی کے مزعومہ تجربات

- رقیہ میں ہاتھ کی نفع رسانی کے سلسلے میں ایک دلچسپ استدلال ایک راقی کی طرف سے سامنے آیا ہے، بحث تھی رقیہ کے درمیان عورت کو چھونے اور اس پر ہاتھ رکھ کر رقیہ کرنے کی، اس نے مردوں یا محارم پر ہاتھ رکھ کر رقیہ کرنے والی حدیثوں سے استدلال کرتے ہوئے انہیں عام ٹھہرایا ہے نیز حسب ذیل وجوہات بھی پیش کی ہیں :
- معالج یہ دیکھتا ہے کہ سر کی رگوں میں کوئی غیر فطری رگ تو نہیں ابھر آئی ہے؟
- معالج یہ دیکھتا ہے کہ جگہ پر غیر فطری رعشہ تو نہیں ہے۔
- مریض سخت حرارت محسوس کرتا ہے جو راقی کے ہاتھ سے نکلتی ہے۔
- مریض راقی کے ہاتھ کا بوجھ ایسے محسوس کرتا ہے جیسے اس کے سر یا سینے پر پہاڑ رکھا ہے۔
- مریض اپنے سر میں چکر محسوس کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ بیہوش ہونے کے قریب پہنچ جاتا ہے۔
- کبھی کبھی راقی جب مریض کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے تو اس پر دورہ پڑنے لگتا ہے۔
- متابعت اور تجربے سے یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ کچھ لوگ جن پر جنات سوار ہوتے ہیں وہ اس

[1] دیکھئے شیخ کی رسمی سائٹ فتاوی عامہ۔

حرارت کو برداشت نہیں کر پاتے ہیں جو رقیہ کی حالت میں راقی کے ہاتھ سے نکلتی ہے، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ راقی کا ہاتھ میرے سینے پر پہاڑ کی طرح لگتا ہے، اور یہ اللہ کے کلام کی برکت سے ہوتا۔

شرعی اعتبار سے مذکورہ بالا وجہ جواز کی کوئی قدر قیمت نہیں ہے کیونکہ ان میں ذکر کردہ تجربات کا تعلق محض دعوے سے ہے اور ان کی واقعیت کو جانچنے کا کوئی علمی پیمانہ نہیں ہے۔ اور ہم آگے اس موضوع پر گفتگو کریں گے کہ عالم غیب سے متعلق امور میں تجربات کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ اس لئے ان سب حجتوں کی وجہ سے راقیوں کا عورتوں کو چھونا ایک منکر کام اور شرعی اعتبار سے ناجائز عمل ہے، لہٰذا ان کو اللہ سے ڈرتے ہوئے اس سے گریز کرنا چاہیے۔

- **اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے محترمہ میثاء بنت عواد شمرانی صاحبہ لکھتی ہیں :**

''جب ہمیں اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اور بالقصد اسے دیکھنے کی حرمت معلوم ہوگئی تو اس کے جسم کا کوئی حصہ چھونا اور اس کا کھولنا بھی حرام ہی ہوگا، خواہ یہ کام درد کے مقام پر رقیہ کرنے کی دلیل کے تحت ہی کیوں نہ کیا جائے، اور گرچہ وہاں خلوت بھی نہ ہو تب بھی اس کا یہی حکم ہوگا، کیونکہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

**''لَأَنْ يُطْعَنَ فِيْ رَأْسِ أَحَدِكُمْ بِمَخِيْطٍ مِنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُسَّ امْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ''**

''تم میں سے کسی شخص کے سر میں لوہے کی سوئی چبھو دی جائے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہ ہو''۔ [1]

اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس قول :

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [ممتحنہ:۱۲]۔

''اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ سے ان باتوں پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ

---

[1] أخرجه الطبراني في المعجم الكبير:۲۰/۲۱۱-۲۱۳، ح:۴۸۶-۴۸۷، و أورده الهيثمي في مجمع الزوائد:۴/۵۹۸، وقال: رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح، وصححه الألباني كما في صحيح الترغيب والترهيب:۱/۶۵/۷، ح:۱۹۱۰، وينظر: السلسلة الصحيحة للألباني:۱/۱/۴۴۷-۴۴۸، ح:۲۲۶۔

کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا کاری نہ کریں گی، اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی اور کوئی ایسا بہتان نہ باندھیں گی جو خود اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیں اور کسی نیک کام میں تیری بے حکمی نہ کریں گی تو آپ ان سے بیعت کرلیا کریں، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے اور معاف کرنے والا ہے''۔

کے مطابق اپنی طرف ہجرت کرنے والی عورتوں کی جانچ کیا کرتے تھے۔

''قَالَ عُرْوَةُ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَمَنْ أَقَرَّ بِهَذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ، قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْ بَايَعْتُكِ". كَلَامًا وَلَا وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مَا يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ قَدْ بَايَعْتُكِ عَلَى ذَلِكِ''

''عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: پھر مومنات میں سے جو عورت اس شرط کا اقرار کرلیتی تھی رسول اللہ ﷺ زبانی طور پر اس سے کہہ دیا کرتے تھے کہ (میں نے تجھ سے بیعت لے لی)، اور اللہ کی قسم انھوں نے بیعت میں اپنا ہاتھ کبھی بھی کسی عورت کے ہاتھ سے مس نہیں فرمایا، آپ تو بس زبانی طور پر یہی کہہ دیا کرتے تھے کہ (میں نے اس بات پر تم سے بیعت لے لی)''۔ ①

- حافظ ابن حجر صاحب (میں نے تم سے بیعت لے لی) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ زبانی طور پر یہ بات کہہ دیا کرتے تھے اور جیسا کہ مردوں سے بیعت لیتے وقت مصافحہ کرنے کا معمول تھا اس طرح ہاتھ سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ ②

- نووی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان:

''اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے مس نہیں فرمایا، بس آپ ان سے زبانی بیعت لے لیا کرتے تھے''۔

پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مثلاً طبابت، فصد کھولنے، پچھنا لگانے (حجامہ کرنے) دانت اکھاڑنے اور آنکھ میں سرمہ ڈالنے جیسے کاموں کے علاوہ میں بلا ضرورت کسی اجنبی عورت کی جلد نہ چھوئی جائے، جن کے کرنے کے لئے کسی عورت کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ضرورت کے تحت اجنبی مرد کو

---

① أخرجه البخاري (ك:التفسير، ب:(فتح ۳/ ۲۱۴۲)، ح:(۴۸۹۱)، وك: الطلاق، ب: إذا أسلمت المشركة أو النصرانية تحت الذمي أو الحربي (فتح:۲/ ۲۳۶۳)، ح:(۵۲۸۸)، ومسلم(ك:الإمارة، ب: كيفية بيعة النساء:۱۳/ ۱۲)، ح(۱۸۶۶)۔

② فتح الباری:۲/ ۲۱۴۲۔

ان کاموں کے کرنے اجازت ہے"۔ ①

● علامہ البانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد : (تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی چبھودی جائے...) پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس شخص کے لئے شدید وعید پائی جاتی ہے جو کسی ایسی عورت کو چھوتا ہو جو اس کے لئے حلال نہ ہو، چنانچہ اس میں عورتوں سے مصافحہ کرنے کے حرام ہونے کی بھی دلیل ہے، کیونکہ بلاشک یہ بھی مس کے معنی میں داخل ہے"۔ ②

● **علامہ شنقیطی فرماتے ہیں :**

"کسی بھی اجنبی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے لئے اجنبی (یعنی غیر محرم) عورت سے مصافحہ کرے، اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کے بدن کا کوئی حصہ اس کے بدن سے مس ہو"۔

**اور اس کی دلیل حسب ذیل امور ہیں :**

**اول :** "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

(إِنِّیْ لَا أُصَافِحُ النِّسَاءَ) "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں"۔الحدیث ③

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب:۲۱]۔

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے"۔

اس لئے ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم ان کی اقتدا کرتے ہوئے عورتوں سے مصافحہ نہ کریں...اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیعت کے وقت عورتوں سے مصافحہ نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مرد کا عورت سے مصافحہ کرنا یا اس کے بدن کے کسی حصے کا اس کے بدن سے مس کرنا اور چھونا درست نہیں ہے، کیونکہ مس کی خفیف ترین شکل مصافحہ کرنا ہے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت اس سے اجتناب فرمایا جب اس کا تقاضا تھا یعنی وقت بیعت تو اس سے یہ

---

① شرح صحیح مسلم : ۱۳/۱۲۔

② السلسلة الصحيحة : ۱/۱/۴۴۸۔

③ أخرجه ابن ماجه من حديث اميمة بنت رقيقة (ك:الجهاد،ب:بعية النساء(۴۸۷-۴۸۸)ح(۲۸۷۴)،وأحمد في مسنده (۵۵۶/۴۴)ح(۲۷۰۰۶)، وابن حبان في صحيحة(۴۱۷/۱۰)ح(۴۵۵۳)،والحاكم في المستدرك(۱۹۷/۱)ح(۳۸۷)، وقال: (هذا حديث صحيح على شرط الشيخين...) ووافقه الذهبي، وصححه الألباني كما في صحيح سنن ابن ماجه (۴۱۴/۲)،و شعيب الأرنؤوط كما في تعليقه على صحيح ابن حبان، ينظر: السلسلة الصحيحة، للألباني (۶۳/۲وما بعدها)ح(۵۲۹)۔

دلیل ملی کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اور کسی کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا حق نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنے اقوال وافعال اور تقریر سے امت کے لئے شریعت اور قانون مقرر کرنے والے ہیں۔

**امر دوم :** جو ہم پیش کر چکے ہیں کہ عورت ساری کی ساری چھپانے کی چیز ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ پردہ کرے، غض بصر (نگاہ جھکائے رکھنے) کا حکم دیا ہی اسی لئے گیا ہے کہ اس میں فتنے میں واقع ہوجانے کا خوف ہوتا ہے، اور اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ بدن کا بدن سے مس ہونا، جنسی غریزے کو ابھارنے میں زیادہ قوی ہوتا ہے، اور آنکھوں سے دیکھنے سے زیادہ فتنے کی دعوت دینے والا ہوتا ہے، اور ہر منصف اس بات کی صحت کو جانتا ہے۔

**امر سوم :** یہ ہے کہ یہ عمل اجنبی خاتون سے تلذذ (حصول لطف ولذت) کا ذریعہ ہے، اور ذریعۂ حرام کا مسدود کردینا واجب ہے۔ ①

- جب شیخ جبرین سے عورت پر پڑھنے، اور اس کے جسم کے کسی حصے کو چھونے یا کھولنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا :

''عورت پر تھتکار کر یا پھونک مار کر رقیہ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، مگر اس کا اپنے جسم کے کسی حصے کا عورتوں یا محرموں کے سوا کسی اور کے لئے کھولنا حلال نہیں ہے، اور کسی اجنبی (یعنی غیر محرم) قاری کے لئے بلا کسی حائل کے اسکے جسم کا براہ راست چھونا حلال نہیں ہے، بلکہ اس پر اس حال میں قرأت کرے کہ وہ پوری طرح باحجاب ہو یا پھر اس کی کوئی قریبی عورت یا اس کا کوئی محرم اس پر پڑھے، یا وہ خود اپنے اوپر جتنا میسر ہو قرآن کی آیات پڑھے، یقیناً ان سب میں شفا کی امید ہے، اور نفع اللہ ہی سے ملتا ہے''۔ ②

- .....اور جب شیخ صالح الفوزان سے کسی سحر زدہ خاتون کے کسی شیخ کے پاس قرأت کے لئے جانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا :

''اگر وہ شیخ نیکی، دینداری اور درستگی عقیدہ میں معروف ہو اور اس پر حجاب اور پردے کی پابندی کے ساتھ پڑھتا ہو، اور اس شیخ کے اندر فتنے سے تحفظ کی خوبھی ہو تو کوئی محذور (شرعی رکاوٹ) نہ پائے جانے کی وجہ سے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، مگر جب وہ شیخ غیر معروف ہو، اس کے عقیدے کی سلامتی معلوم ہو نہ اس کے اعمال کی کچھ

---

① أضواء البيان : ٦/ ٣٦٨-٣٦٩۔

② فتوى مكتوبه بتاريخ:٢٢/ ١٠/ ١٤١٤ھ، منقول از كتاب النذير العريان للشيخ فتحي الجندي:٢٦٧۔

خبر ہو، اور نہ یہی معلوم ہو کہ وہ صاحب پڑھتے کیا ہیں تو پھر ایسے شخص کے پاس نہ جایا جائے، یا اگر وہ عورتوں کے معاملے میں متساہل ہو، انہیں چھوتا ہو، انہیں دیکھتا ہو تو پھر اس ضمن میں فتنے کے وجود کی وجہ سے اس کے پاس نہ جایا جائے، اور اگر پہلی حالت میں ہمارے بیان کردہ ضوابط کے ساتھ شیخ مذکور کے پاس جائیں تو پھر شیخ اور خاتون کے درمیان خلوت نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس کے ساتھ اس کے ولی کا جانا ضروری ہے، اور وہ شخص خواہ صالح ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ خلوت نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ کوئی نیک اور صالح آدمی بھی فتنے سے مامون نہیں ہے! نہ اس کے ساتھ خلوت میں رہے، نہ اس کے جسم یا زینت کے کسی حصے کو کھولے، اور نہ خاتون اس کے پاس بن سنور کر یا خوشبو لگا کر جائے''۔ ①

## سابقہ تفصیلات سے گزشتہ سطور میں پیش کردہ تمام مخالفتوں :

عورتوں کے ساتھ خلوت، انہیں چھونے اور دیکھنے اور انہیں جیسی دیگر ناجائز سرگرمیوں کی حرمت صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے، اور نصوص شریعت بھی عورتوں کے معاملے میں تساہل سے باز رہنے کی تلقین میں اور اس بات کے بیان میں صاف صاف وارد ہوئے ہیں کہ مردوں کے لئے سب سے بڑا فتنہ عورتیں ہی ہوتی ہیں، اور وہ سب اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ تعامل میں اللہ کا تقویٰ واجب ہے، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''مَاتَرَكْتُ بَعْدِىْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلٰى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ''۔

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصاندہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے''۔ ②

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ اَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ...''

''بیشک دنیا رسیلی ہے شاداب ہے، اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں جانشین بنانے والا ہے، تاکہ دیکھے کہ تم کس طرح عمل

① محاضرات في العقيدة والدعوة للشيخ صالح الفوزان : ۳/ ۲۳۳۔

② أخرجه البخاري (ك:النكاح، ب: مايتقى من شؤم المرأة(فتح:۲/ ۲۲۴۶)، ح(۵۰۹۶))، ومسلم (ك:الذكروالدعاء والتوبة والاستغفار، ب: أكثر أهل الجنة الفقراء وأكثر أهل النار النساء وبيان الفتنة بالنساء، (۱۷/ ۵۲)، ح (۲۷۴۰-۲۷۴۱)۔

کرتے ہو، لہٰذا تم دنیا سے بچ کے رہنا اور عورتوں سے بچ کر رہنا کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں ہی میں تھا''۔ ①

اور حضرت عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ''۔

''عورت پردے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے نمایاں اور مزین کرتا ہے''۔ ②

- **ابن حجر فرماتے ہیں :**

''عورتوں سے جو فتنہ ہوتا ہے وہ دیگر چیزوں سے ہونے والے فتنے سے زیادہ شدید ہوتا ہے، اور اس کی شہادت اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ﴾ [آل عمران: ۱۴]۔

''مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کردی گئی ہے جیسے عورتیں''۔

سے بھی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں شہوتوں کی محبت میں شمار کیا ہے اور ابتدا انہیں سے کی ہے اور دیگر انواع کا تذکرہ ان کے بعد فرمایا ہے، اس میں اشارہ یہ ہے کہ اس باب میں اصل وہی ہیں۔ ③

- **ابن قیم مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی سنگینی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :**

''عورتوں کو مردوں کے ساتھ اختلاط کا موقع فراہم کرنا لاریب ہر بلا اور شر کی اصل ہے، اور عام سزاؤں کے نازل ہونے کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، ایسے ہی خواص وعوام کے معاملات کو فاسد کرنے کے اسباب میں سے بھی ہے''۔ ④

........واللہ اعلم ظاہر تو یہی ہوتا ہے کہ راقی کے لئے عورت کے جسم کا کوئی حصہ کھولنا جائز نہیں ہے، -جیسا کہ بعض اہل علم کے فتووں میں یہ بات گزر چکی ہے- اس لئے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، رقیہ تو درد کے مقام کو کھولے بغیر بھی ہوسکتا ہے اور اس کا فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، اور ان دلائل میں سے کچھ کی طرف اشارہ

---

① أخرجه مسلم (ك:الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، ب:أكثر أهل الجنة الفقراء وأكثر أهل النار النساء وبيان الفتنة بالنساء،(۱۷/ ۵۲)، ح(۲۷۴۲)۔

② ترمذی: حدیث نمبر:۱۱۷۳، المعجم الكبير للطبرانی:۹/ ۲۹۵، حدیث نمبر:۹۴۸۱-۹۴۸۲، صحيح سنن ترمذی للالبانی : ۱/ ۵۹۸۔

③ فتح الباری : ۲/ ۲۲۴۲۔ ④ الطرق الحكمية : ۲۶۰۔

ہو چکا ہے، جو عورت کی طرف دیکھنے کو حرام بتاتے ہیں، اور اس بات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ عورت پردے کی چیز اور فتنہ ہے۔

پھر ممکن ہے کہ اس دروازے کو کھول دینے سے بعض دل کے مریضوں کو اس سے غلط فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے، اور وہ ایک بڑے فساد اور نقصان کا ذریعہ بن جائے۔

اور جو کچھ راقی حضرات طبیبوں کے عمل کو حجت بناتے ہیں کہ وہ بھی تو درد کے مقام کو کھولتے ہیں یا اپنے مریضوں کا علاج کرنے کے لئے مقام الم پر ہاتھ رکھتے ہیں، تو یہ قیاس بے محل اور قیاس مع الفارق ہے۔

اور لجنہ دائمہ کا یہ فتویٰ گزر چکا ہے کہ راقی اور طبیب کے عمل میں فرق ہے کیونکہ طبیب کو جس جگہ کا علاج کرنا ہوتا ہے اسے چھوئے بغیر اس کا علاج ممکن نہیں ہوتا ہے، جبکہ راقی کا معاملہ اس کے برخلاف ہے، کیونکہ اس کا کام پڑھنا اور پھونکنا ہے جو چھونے پر موقوف نہیں ہوتا ہے۔

اور شیخ عبداللہ جبرین رحمہ اللہ سے اس وقت راقی کے عورت کو چھونے اور اس کا کوئی عضو کھولنے کے متعلق سوال ہوا جب اس کو جسمانی مرض کینسر یا السرو غیرہ لاحق ہو؟ تب انھوں نے فرمایا : میں کہتا ہوں :

''اجنبی عورت کا چھونا مرد کے لئے جائز نہیں ہے خواہ وہ طبیب یا راقی ہی کیوں نہ ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ مکلف عورت کا لمس عام طور پر شہوت کو ابھار دیتا ہے، اور اس میں لطف ولذت کا احساس بھی ہوتا ہے، مگر جب کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو طبیب کے لئے گو وہ کافر ہی ہو عورت کا علاج کرنا بقدر ضرورت مباح ہے، مثلاً آپریشن کرنا، انجیکشن لگانا، اسٹیتھوسکوپ جسم پر رکھنا اور اسی جیسی باتیں جائز ہیں، لیکن جہاں تک راقی کی بات ہے تو عورتوں میں بھی ایسی شخصیتیں موجود ہیں جو رقیہ کرسکتی ہیں اور ان کے رقیہ سے بھی مرد ہی کی طرح فائدہ ہو جاتا ہے، اور جب ایسی کوئی خاتون موجود ہو تو پھر عورت کے لئے رقیہ کرانے مردوں کے پاس جانا جائز نہیں ہوگا، اور اگر کوئی عورت نہ مل سکے تو پھر رقیہ کا نفع اور تاثیر میرے خیال میں پردے کے پیچھے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے، لہٰذا یہ ممکن ہے کہ راقی اس پر پڑھے اور اس عورت پر ہاتھ اس کا بھائی پھیرے، یا درد کے مقام پر اس کا کوئی محرم ہاتھ پھیرے، یا وہ خود ہی اپنا ہاتھ پھیرے، یا اس کے گھر کی کوئی عورت ہاتھ پھیرے، یا وہ خود ہی درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر ''**بسم الله، أعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما أجد و أحاذر**''[1]۔ پڑھے، اس لئے مجھے تو نہیں لگتا کہ قاری صاحب کو

[1] اس کی تخریج مسلم نے کی ہے۔

نامحرم عورت کی جلد چھونے کی کوئی حاجت ہے، واللہ اعلم"[1]۔

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں ہماری رائے یہی ہے کہ عورت کو چھونے یا اس کے جسم کے کسی حصے کو کھولنے میں راقی کو طبیب پر قیاس کرنا غیر صحیح قیاس ہے، کیونکہ طبیب تو محسوس وملموس امور کے ساتھ تعامل کرتا ہے، اور مرض کی تحدید وتشخیص کے بعد علاج کرتا ہے، اس وقت علاج کرتا ہے جب اسے تحقیقات اور دقیق علمی تجربوں کی روشنی میں بیماری کے اسباب کا پتہ چل جاتا ہے، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ مطلوبہ مقام کا علاج ہاتھ لگائے بغیر کر بھی نہیں سکتا ہے، اس لئے وہ طبی آلات اور مشینوں مثلاً ایکسرے مشین، اور خوردبینوں وغیرہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے، اسے انجیکشن لگانے اور اسٹیتھو سکوپ سے جانچنے اور اسی جیسے دیگر حالات پیش آتے ہیں، مگر راقی کا علاج جسم کے کسی حصے کو چھونے یا کھولنے پر موقوف نہیں ہے کیونکہ رقیہ کا فائدہ اور تاثیر کسی حائل کے پیچھے سے بھی مل سکتی ہے، پھر راقی عام طور پر جس چیز کا علاج کرتا ہے اس کے متعلق کوئی یقینی اور قطعی بات کہی بھی نہیں جاسکتی ہے۔

اور اہل علم نے طبیب کے لئے عورت کے جسم کے کسی حصے کو کھولنے کے لئے کچھ شرطیں بیان کی ہیں جو طبیب اور مریضہ دونوں سے متعلق ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں :

۱- ایسا ضرورت کے وقت ہی کیا جائے۔

۲- وہ درد کے مقام سے تجاوز نہ کرے، الا یہ کہ اس کی ضرورت کا یقین ہوجائے۔

۳- وہاں کوئی متخصص طبیبۃ (لیڈی ڈاکٹر) موجود نہ ہو، یا موجود تو ہو مگر اس تک پہنچتے پہنچتے ہلاکت کا خوف ہو۔

۴- یہ علاج اس کے شوہر یا کسی محرم مرد کی موجودگی میں ہو، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم اس کے رشتہ داروں میں سے کوئی ثقہ عورت اس کے ساتھ ہو، تاکہ خلوت سے محفوظ رہا جاسکے۔

---

[1] شیخ عبداللہ جبرین کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخطوطہ جو شیخ علی بن حسین ابولوز کے پاس محفوظ ہے (ص ۳۳۵) بحوالہ کتاب: القواعد المثلی مولفہ شیخ اسامہ المعاني:۷۱)

(دیکھیے : فتاوى الشيخ ابن إبراهيم (۸/۱۰)، وفتاوى اللجنة الدائمة، المجموعة الثانية (۱/۹۰-۹۱)، رقم (۲۰۳۶۱)، و مجموع فتاوى الشيخ ابن عثيمين (۱۲)(۲۸۸)، وفتاوى نور على الدرب، للشيخ ابن عثيمين (۱۳/۱۹۴)، (۲۳) وأحكام الجراحة الطبية، للدكتور محمد بن محمد المختار الشنقيطي (۵۷۴-۵۷۸)، والقواعد المثلى، للشيخ أسامة المعاني (۷۳-۷۵)۔

# رقیہ میں خوشبو کی دھونی کا استعمال

نظر بد کے علاج، جنوں شیطانوں کو بھگانے یا ان سے محفوظ رہنے کے لئے، یا نفسیاتی بیماریوں اور جادو وغیرہ سے شفا حاصل کرنے کے لئے خوشبو کی دھونی کا استعمال کرنا :

## الأحكام الفقهيه للأمراض النفسية کے مولف (ص۲۵۷) پر لکھتے ہیں :

عام طور پر روحانی معالجین، رقیہ کرنے والے کچھ افراد، اسی طرح جادوگر اور کرتب باز لوگ خوشبوؤں کی دھونی کا استعمال کرتے ہیں۔

اس غرض کے لئے زمان ومکان کے اعتبار سے مختلف قسم کی خوشبوئیں استعمال کی جاتی ہیں، ہر پیشہ ور کا اپنا اپنا طریقہ اور اپنے سامان ہوتے ہیں۔ان میں کچھ خوشبوئیں حسب ذیل ہیں:

شب (ایک کیمیاوی نمک) لوبان، جاوی، فاسوخ اور بعض جڑی بوٹیاں، تیمان نامی خوشبو وغیرہ۔

جب لوگوں کا قصد یہی (روحانی علاج) ہوتا ہے تو پھر وہ یہ خوشبوئیں استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح کچھ معالجین اپنے مریضوں کو کچھ اوراق اور فولڈروں کی بھی دھونی دیتے ہیں جس کا نام یہ لوگ دھونی والی اشیاء بتاتے ہیں، جن کے متعلق دعوی یہ ہوتا ہے کہ ان میں قرآنی آیات ہوتی ہیں۔

ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اس طرح کی دھونی دینا شرعاً ناجائز ہے۔اس سے بچنا چاہیے۔اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں :

۱۔ شرعی اعتبار سے صحیح دوا وہ ہوتی ہے جس کا نفع کتاب یا سنت کے نصوص سے صحیح طور پر وارد اور ثابت ہو، اس طرح کی چیزوں میں حجت وحی ہوتی ہے، مثلاً وارد شدہ صفات کے مطابق رقیہ کرنا اور شہد اور کلونجی وغیرہ کا استعمال کرنا۔

یا اس کا نفع صحیح علمی اساس پر مبنی تجربے سے حسی طور پر ثابت ہو، اور یہ چیز نظر بد، جادو اور جن وغیرہ کے متعلق علاج میں متوفر نہیں ہے جن کا تعلق عالم شہادت سے زیادہ عالم غیب سے ہے اس لئے اس میں تجربے پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

## شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

دوا شفاء کا سبب ہوتی ہے، اور اسباب یا تو شرعی ہوتے ہیں جیسے قرآن کریم اور دعا، یا حسی ہوتے ہیں جیسے وہ

مادی دوائیں جو بطریق شرع معلوم ہوتی ہیں جیسے شہد، یا بطریق تجربات جن کا حال معلوم ہوتا ہے جیسے بہت سی دواؤں کا معاملہ ہے، مگر اس نوع کی تاثیر کا حال معلوم کرنے کے لئے لازم ہے کہ انہیں استعمال کے ذریعہ جانچا گیا ہو، یہ نہیں کہ وہ محض وہم وخیال پر مبنی ہوں، پھر جب راست استعمال اور محسوس طریقے پر اس کی تاثیر ثابت ہو جائے تو اسے دواء کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے جس سے باذن اللہ شفا حاصل ہوگی، مگر جب وہ محض اوہام وخیالات پر مبنی ہوں جو مریض کے ذہن میں پیدا ہوتے ہوں اور اسی وہم وخیال کی بنیاد پر اسے نفسیاتی طور پر راحت ملتی ہو، اس کا مرض ہلکا ہو جاتا ہو، ممکن ہے کہ داخلی طور پر اسے حاصل ہونے والی نفسیاتی خوشی کا اثر اس کے مرض پر ایسا پڑے کہ اس مرض کا خاتمہ ہو جائے، مگر اس پر اعتماد جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اسے دوا ثابت کرنا جائز ہے، انسان اوہام اور خیالات کے پیچھے نہیں بھاگ سکتا ہے، اسی لئے مرض کے ازالے یا اس کے خاتمے کے لئے کڑا پہننے یا دھاگہ باندھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ وہ کوئی صریح حسی سبب نہیں ہے، اور جس چیز کا شرعی یا حسی اعتبار سے سبب ہونا ثابت نہ ہوا سے سبب بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ اسے سبب بنانا اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کے اختیار کی چیزوں میں اس کے ساتھ تنازعہ کھڑا کرنے کی طرح ہے، اور اس اعتبار سے یہ ایک طرح کا شرک ہے کہ وہ مسببات کے لئے اسباب وضع کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہو رہا ہے۔ [1]

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا رقیہ کیا، دوسروں نے بھی آپ کا رقیہ کیا، اور آپ نے اپنے صحابہ کو رقیہ سکھایا، مگر اس میں دھونی دینے والی کوئی چیز تھی نہ جلانے والا ورق تھا جس پر قرآن لکھا گیا ہو یا کوئی دوسری دعا لکھی ہو، حالانکہ اس کا مقتضی۔مختلف قسم کے امراض کا وجود۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قائم تھا، اس لئے اسے ترک کر دینا چاہیے، اور انہیں چیزوں پر اکتفا کرنا چاہیے جو معصوم علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہیں، اور اسی میں اس شخص کے لئے کفایت اور غنی ہے جو صحیح اقتدا اور اچھی اتباع کرنے والا ہے۔

۳۔ اس طرح کے امراض کے علاج میں خوشبوؤں کی دھونی کا استعمال عام طور پر شعبدہ باز اور جادوگر لوگ کیا کرتے ہیں، بسا اوقات اس سے ان کا مقصد جنوں اور شیطانوں کو راضی کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ **اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء** کے فتوی میں جو شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی صدارت میں شائع ہوا تھا آیا ہے:

جب اس کمیٹی سے سوال ہوا کہ ''شب'' یا نباتات یا اوراق کی دھونی دینا نظر بد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] مجموعہ فتاوی ورسائل ابن عثیمین ۱/ ۱۱۰-۱۱۱۔

**تو اس نے جواب دیا :** ''نظر بد کا علاج مذکورہ چیزوں سے نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ ان کا تعلق اس کے علاج کے معمول کے اسباب میں سے نہیں ہے، ہوسکتا ہے اس دھونی کا مقصد شیاطین جنوں کو راضی کرنا اور شفاء کے لئے ان سے مدد طلب کرنا ہو، اس کا علاج تو بس رقیہ شرعیہ وغیرہ سے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں کیا جاتا ہے۔ اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے''۔ ①

**اس فتوی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جو علامہ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد شیخ علی بن حسن بن عبدالحمید نے کہی ہے :**

**فرماتے ہیں :** ''اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خوشبوؤں کی دھونی کا استعمال شعبدہ بازوں اور جادوگروں کا کام ہے، جو جنوں شیطانوں کو بلاتے ہیں، اسی نیت سے وہ ان کے ذریعہ انہیں مائل کرتے ہیں، یہ کسی حال میں جائز نہیں ہے، لیکن اگر ان کا استعمال کوئی شخص خوشبو کے حصول کے لئے کرتا ہے اور اس کی خوشگوار مہک کا خواہاں ہے تو اس مقام کے علاوہ میں (یعنی رقیہ کے علاوہ میں) اس کے استعمال کے جواز میں کوئی اشکال نہیں ہے''۔ ②

۴۔ رقیہ میں خوشبوؤں کی دھونی کے استعمال میں نصاری وغیرہ مشرکین کے عمل کی مشابہت پائی جاتی ہے، جو ان خوشبوؤں پر رقیہ کی نیت سے جو کچھ پڑھنا ہوتا ہے پڑھ کر اس کا استعمال کرتے ہیں۔

**شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاویٰ میں جمعرات کے دن نصاری کے آخری روزے میں ہونے والی چیزوں سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

جو کچھ انسان اس میں ایجاد کرتا ہے وہ سب منکرات میں سے ہیں، انہیں میں سے: ....اس وقت میں یا اس کے علاوہ میں مطلق خوشبوؤں پر رقیہ کرنا، یا رقیہ پڑھی ہوئی خوشبوؤں کے خریدنے کا قصد کرنا بھی ہے، کیونکہ خوشبوؤں پر رقیہ کرنا اور اسے قربت کا ذریعہ بنانا نصاری اور صابیوں کا دین ہے۔ اس لئے کہ دھونی دی جانے والی خوشبوئیں بھی خوشبو ہی ہیں جن کے دھوئیں کی مہک سے خوشبو حاصل کی جاتی ہے، جیسا کہ تمام خوشبوؤں کا مہک کے حصول کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ③

---

① اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء المجموعة الاولیٰ جمع وترتیب احمد عبدالرزاق دویش (۱/ ۲۷۵) فتویٰ نمبر ۴۳۹۳۔

② برهان الشرع فی اثبات المس و الصرع ص ۲۲۳۔

③ مجموع الفتاویٰ ۳۱۸/۲۵ اور دیکھئے : اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۲۵۔

یہ بات اگر چہ نصاریٰ کی عید کے سیاق میں کہی گئی ہے مگر شیخ الاسلام نے اس وقت میں یا دیگر اوقات میں بھی خوشبو پر رقیہ کرنے کو مطلق طور پر منکرات میں شمار کیا ہے۔

- وہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ : ''عوام کے جمہور کے دلوں میں یا سب کے دلوں میں بجز ان کے جنھیں اللہ چاہے-اور عوام سے یہاں میری مراد ہر وہ شخص ہے جس نے اسلام کو نہیں جانا ہے کیونکہ فقہ اور دین کی طرف منسوب بہت سے لوگ بھی اس میں شریک ہیں-سب کے اندر یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دم کی ہوئی بخور (دھونی والی خوشبو) کی برکت سے نظر بد، جادو، بیماریوں اور حشرات الارض کے سلسلے میں نفع حاصل ہوتا ہے..''[1]

# کیا عمدہ خوشبو شیطانوں کو بھگا دیتی ہے؟

رقیہ کا کام کرنے والے کچھ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ وہ خوشبودار بخور کا استعمال اس لئے کرتے ہیں کہ اس کی عمدہ خوشبو شیطانوں کو بھگا دیتی ہے، کافر جن اس سے اذیت محسوس کرتے ہیں، جیسا کہ ان میں سے بعض نے لکھا ہے کہ:

''میں نے ملاحظہ کیا ہے کہ کافر جن اچھی خوشبو سے بالخصوص مشک کی خوشبو سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، جبکہ مسلم جن بالکل مسلم انسانوں کی طرح اسے پسند کرتے ہیں''۔[2]

**تو اس کا جواب یہ ہے کہ :**

۱- یہ دعویٰ بلا دلیل ہے-علم اللہ کے پاس ہے-مگر قرآن وسنت کے نصوص اور صحابہ وتابعین کے اقوال سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

**۲- اس کے کئی فاسد لوازمات سامنے آتے ہیں جن میں کچھ حسب ذیل ہیں :**

- تب ہمیں یہ کہنا ہوگا کہ خوشبوؤں کی دکانیں اور عطاروں کی دکانیں جنوں اور شیطانوں سے خالی ہوتی ہیں..!!
- خوشبوئیں بیچنے والے اور ان کے ساتھ تعامل کرنے والے سب سے متقی لوگ ہوں گے کیونکہ کافر جن ان کے قریب بھی نہیں آئیں گے..!!

---

[1] مجموع الفتاویٰ ۳۲۱/۲۵ ، اقتضاء الصراط المستقیم : ۲۱۲۔

[2] وقایۃ الانسان من الجن والشیطان للشیخ وحید عبدالسلام بالی ص۲۱۔

۳۔ ہر عقلمند آدمی یہ بات جانتا ہے کہ انسانوں کے مومنوں کی طرح کفار بھی نہ تو ان کی خوشبوؤں کی وجہ سے اذیت محسوس کرتے ہیں نہ ان سے بھاگتے ہیں، تب پھر ہم کس دلیل کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کفار جن عمدہ خوشبوؤں سے بھاگ جاتے ہیں؟

۴۔ **رقیہ کا کام کرنے والے کچھ لوگ تو اس کے برعکس دعویٰ کرتے ہیں :**

اس طرح کی باتیں مثلاً وہ لوگ کہتے ہیں جو سفید کبریت کی دھونی یا بھیڑیے کی کھال وغیرہ بدبودار چیزیں سنگھا کر علاج کرتے ہیں، اس طرح کی باتیں محض دعووں کی ہو کر رہ گئی ہیں جو دلیلوں سے عاری ہیں، ہر انسان ایک نئی بات لئے چلا آتا ہے، آخر ہم کس کی تصدیق کریں؟

# جن زدہ کو بھیڑئے کی کھال سنگھانے سے متعلق سعودی عرب کی افتا کمیٹی کا فتوی

۵۔ لجنۃ دائمہ برائے علمی تحقیقات وافتاء سعودی عرب سے مریض کو اس دعوے کے ساتھ بھیڑیے کی کھال سنگھانے کے متعلق سوال ہوا کہ اس سے جنات کی موجودگی یا عدم وجود کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ۔ان کے دعوے کے مطابق۔جنات بھیڑیے سے ڈرتے ہیں، بدکتے ہیں اور اس کے وجود کا احساس کرتے ہی مضطرب ہو جاتے ہیں؟

تو اس کا جواب حسب ذیل تھا :

''راقی کا متاثر شخص کو اس غرض سے بھیڑیے کی کھال سنگھانا کہ اس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جنوں کا شکار ہے یا نہیں ہے ایک ایسا عمل ہے جو نا جائز ہے؛ کیونکہ یہ ایک قسم کی جادوگری اور فاسد اعتقاد ہے، اس لئے اس سے بہر صورت باز رکھنا واجب ہے۔اور ان کا یہ کہنا کہ جن بھیڑیے سے ڈرتا ہے ایک ایسی خرافات ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔''[1]

۶۔ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کے پاس ایک سوال آیا کہ کچھ لوگ عطاروں کے پاس بکنے والی (نقض) نامی ایک بخور (دھونی والی خوشبو) استعمال کرتے ہیں جس کے بارے میں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اس سے

---

[1] فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، المجموعة الاولىٰ جمع و ترتيب احمد بن عبدالرزاق الدويش(۹۱/۱) فتویٰ نمبر ۲۰۳۶۱۔

شیاطین بھاگ جاتے ہیں، تو آنجناب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ :

''مجھے اس عمل کی کوئی شرعی اصل نہیں معلوم ہے۔ اسے ترک کر دینا واجب ہے کیونکہ یہ ان خرافات میں سے ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی ہے، شیطانوں کو تو اللہ کے ذکر، تلاوت قرآن اور **أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ** پڑھ کر بھگایا جاتا ہے۔ ①

تجربات شاہد اور مشاہدے گواہ ہیں کہ کتاب وسنت سے تمسک کے مدعی رقاۃ میں سے بھی بعض حضرات بڑی سرگرمی سے رقیہ اور مزعومہ جن زدگی کے علاج اور جنات بھگانے میں خوشبوؤں کا استعمال کرتے ہیں اور اپنے قربانی کے بکروں سے مہنگی اور اعلیٰ ترین خوشبوئیں منگاتے ہیں یا انہیں خود خرید کر لانے اور فراہم کرنے کے نام پر بھاری قیمتیں وصول کرتے ہیں حالانکہ خوشبو پر رقیہ کرنا یا رقیہ میں خوشبوؤں کا استعمال کرنا ایک غیر شرعی عمل اور نصاریٰ اور غیر مسلموں کا طور طریقہ ہے۔

## رقیہ شرعیہ میں جدید ٹکنالوجی کا استعمال

رقیہ شرعیہ کرنے والے کچھ معالجین اس کام کے لئے جدید ٹکنالوجی کا بھی استعمال کرنے لگے ہیں، چینلس، ٹیلیفون، موبائل، انٹرنیٹ، آڈیو، ویڈیو ریکارڈنگ، وغیرہ وغیرہ۔

علاج کے طریقے یا وسیلے کے طور پر آجکل ان سب چیزوں کا استعمال کیا جارہا ہے۔

- کچھ لوگ مریض کا رقیہ کرنے کے لئے فون کا استعمال کرتے ہیں، براہ راست سامنے بیٹھا کر انہیں دم نہیں کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ فون براہ راست رقیہ کا قائمقام ہے، مریض کو سامنے بیٹھانا لازم نہیں ہے۔
- ایک راقی صاحب کو دیکھا گیا کہ وہ کسی خاتون کو لاحق جن سے مخاطب ہیں، جب اس خاتون نے ان سے رابطہ کیا تو وہ جن سے گفتگو کرنے لگے۔ یہ سب کچھ ایک چینل پر ان کے پروگرام کے درمیان ہوا۔ اس خاتون نے راقی صاحب سے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا تو اسی وقت جن اسے لاحق ہو گیا، اور لگا راقی صاحب کو صلواتیں سنانے، سب وشتم کے ساتھ انہیں سبق سکھانے کی دھمکیاں بھی دیتا تھا، ادھر راقی صاحب بھی جن سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار تھے، اسے نکل جانے کا حکم دے رہے تھے، اور جیسے کو تیسا کے مطابق دھمکیاں بھی دیتے جارہے تھے، دونوں کے درمیان گفتگو میں گرما گرم بحث اور سخت نوک جھونک ہوئی...اور یہ سب کچھ لوگوں کی آنکھوں کے

① مجموع فتاویٰ العلامۃ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ جمع کردہ **سعد الشویعر** : ۱۷۱/۲۶۔

سامنے ہو رہا تھا اور وہ اس گفتگو کو سن رہے تھے!!

● کچھ لوگ بیک وقت معبر بھی ہیں اور راقی بھی، جب کوئی خاتون ان سے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے رابطہ کرتی ہے تو تعبیر میں یہ ضرور فرماتے ہیں کہ محترمہ آپ جادو یا نظر بد یا حسد یا ایسی ہی کسی مصیبت سے دوچار ہیں، یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ۔جن خواتین کے متعلق معبر صاحب سحر تشخیص فرماتے ہیں۔ان رابطہ کرنے والیوں کو ہدایت دیتے ہیں کہ کچھ جملوں، مثلاً : ''حسبي الله على من سحرني'' (اللہ اس سے سمجھے جس نے مجھ پر جادو کیا ہے) یا ''اللهم أبطل السحر المأكول'' (اے اللہ اس کھائے ہوئے جادو کو باطل کردے) کا ورد کرتی رہیں، اور بار بار اسی طرح کے جملے دہراتی رہیں۔

● بیک وقت تعبیر اور رقیہ دونوں فنون کے ماہرین کچھ رابطہ کرنے والیوں پر قرآن کی کوئی آیت بتکرار پڑھتے ہیں، مقصد یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ محترمہ سحر زدہ ہیں، انہیں جن لاحق ہے، یا نظر بد کا شکار ہیں، یا حسد کی مصیبت سے دوچار ہیں، ہم نے یہ بھی دیکھا کہ راقی صاحب نے ایک رابطہ کرنے والی پر کوئی آیت بار بار پڑھی تو وہ زار زار رونے اور کراہنے لگی، پھر اپنی امی اور باجی کو آوازیں دینے لگی اور ان کے یہاں کچھ شور شرابہ سا ہونے لگا، اس کے بعد رابطہ منقطع ہوگیا۔

● کچھ لوگوں نے براہ راست مریضوں سے رابطہ یا گفتگو کرنے کے بجائے سٹیلائٹ چینل کو ہی ان تک پہنچنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے، اور اس سلسلے میں ان کے الگ الگ طریقے ہیں۔

● کچھ لوگوں نے چینل کو رقیہ ہی کے لئے خاص کر رکھا ہے، وہ مختلف قسم کی آیتیں پڑھا کرتے ہیں، جن کا تعلق سحر سے، نظر بد سے، اور حسد وغیرہ سے ہوتا ہے، اس کے بعد نبی ﷺ سے ماثور اذکار پڑھتے ہیں، ایسے ہی کچھ مطلق دعائیں پڑھتے ہیں، اور دن بھر یہ سلسلہ لگاتار چلتا رہتا ہے۔

● کچھ لوگوں نے رقیہ سے متعلق اعلانات کے لئے کسی چینل کو خاص کر رکھا ہے، جہاں وہ اپنے پروڈکٹس (مصنوعات) پیش کرتے رہتے ہیں، کبھی وہ چینل ہی کے نام سے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ انہیں اپنے نام سے بھی پیش کرتے ہیں، ہر ہر پروڈکٹ کے فوائد بیان کئے جاتے ہیں، اور طریقہ علاج بتانے کے لئے کچھ متعینہ پروگرام بھی چلائے جاتے ہیں، ہم نے ان میں سے متعدد پروگراموں کو دیکھا ہے، ذیل میں اس کے کچھ نمونے پیش کئے جارہے ہیں :

● جادو، جن زدگی، اور حسد کے علاج کا پروگرام :

پہلا ہفتہ :

| | |
|---|---|
| پہلے ہفتے کا<br>پہلا پروگرام | اسپرے : میار[1] پاؤڈر 1- میار پاؤڈر 2<br>تیل : میار تیل 1 + کافوری تیل<br>سماعت : سورۂ اعراف<br>تیراکی : گروپ[2]<br>قرأت : سورۂ بقرہ + سورۂ طلاق۔ |

پہلے ہفتے کے بقیہ پروگرام کی سرگرمیاں بھی اسی طرح کی ہوتی ہیں بس میٹریل اور مشتملات بدل دئے جاتے ہیں، اس کے بعد دوسرے ہفتے کا پروگرام پیش کیا جاتا ہے، پھر تیسرے کا...اور ہر پروگرام بیماری کے مطابق ہوتا ہے۔

- ایسے ہی یہ لوگ اپنے رابطے کے نمبرات بھی وہاں چلاتے رہتے ہیں۔
  - چاہیں آپ ان کے پروڈکٹ کا آرڈر دیں۔
  - یا ان کے چینل کے واسطے سے کسی راقی سے رابطہ کرلیں۔
- خود سے رابطے کے لئے SMS نمبرات بھی مشتہر کرتے ہیں، اور ہر مرض، ہر حاجت اور ہر مشکل کے لئے نمبرات بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ مثلاً!
  - جادو کے علاج کے لئے اس نمبر پر........ میسیج کریں۔
  - جن زدگی کے علاج کے لئے نمبر........ پر SMS کریں۔
  - رزق کی آیات کے لئے نمبر........ پر SMS کریں۔
  - جلد شادی کی آیات کے لئے نمبر........ پر SMS کریں۔

ایسے ہی یہ سلسلہ چلتا ہے۔

یہ لوگ اپنی کچھ مصنوعات کی ترویج کے لئے سلف صالحین کے اقوال کا بھی سہارا لیتے ہیں۔

---

① میار چینل کا نام ہے۔

② اس کی تفصیل یہ ہے کہ جن زدگی، جادو، نظر بد کے علاج کے لئے مریض کی بیماری کے مطابق ۔آیات شفاء کے ایک گروپ میں سورۂ بقرہ لکھی ہوتی ہے، جسے پانی میں گھول کر اس سے غسل کرنا ہوتا ہے۔

● کچھ لوگ ملٹی پرپز چینل چلاتے ہیں وہ کسی ایک چیز کے لئے خاص نہیں ہوتا ہے، اس پر رقیہ بھی چلتا ہے، مصنوعات کے اشتہارات بھی چلتے ہیں، کبھی رقیہ پڑھا جاتا ہے، کبھی پروڈکٹس کا اعلان کیا جاتا ہے، اور یہ پروڈکٹس چینل کے مالک کے نام پر ہوتے ہیں، ہم نے ایک چینل کو دیکھا کہ راقی ہی اس میں پروڈیوسر بھی ہوتا ہے اور ڈائریکٹر بھی، چینل کا مالک بھی اور ڈاکٹر بھی، بیک وقت وہ ساری ذمہ داریاں نبھاتا ہے اور سارے کردار ادا کرتا ہے، اس کے پاس ہر مرض کی دوا ہے گو وہ مزمن ہی کیوں نہ ہو اور میڈیکل سائنس میں لا علاج ہی کیوں نہ ہو؟!

● **اور رقیہ کا ایپیسوڈ اس طرح ہوتا ہے :**

راقی اسکرین کے سامنے بیٹھ کر جنوں کے موضوع پر ایک لیکچر دیتا ہے، پھر اذان دینا شروع کرتا ہے، اس کے بعد ماثورہ اذکار پڑھتا ہے، پھر جتنا میسر ہوتا ہے قرآن پڑھتا ہے، اس کے بعد اذکار اور مطلق دعائیں پڑھتا ہے، کبھی یہ قرأت پہلے ہی سے ریکارڈ شدہ ہوتی ہے، اور کبھی براہ راست اسی وقت پڑھی جاتی ہے، پھر یہ رقیہ مکرر چلتا رہتا ہے اور تقریباً دس گھنٹے تک بالاستمرار جاری رہتا ہے، اس میں کچھ کمی بیشی بھی ہو جاتی ہے۔ مگر اس کا آغاز رات دیر گئے ہوا کرتا ہے!!

● اس سلسلے کی ایک کڑی مریضوں کے مکالموں کے استقبال کا پروگرام بھی ہوتا ہے، اس کے بعد دونوں میں اس بات پر اتفاق ہو جاتا ہے کہ راقی صاحب کا فلاں فلاں پروڈکٹ مرقی صاحب یا صاحبہ کو ارسال کیا جائے، جس میں ورزش کا ایک پروگرام بھی ہوگا اور کچھ علمی کتابوں کی شرح بھی ہوگی، اور مزید بھی کچھ ہو سکتا ہے۔

● کچھ لوگوں نے چینل کو تلاوت قرآن کے لئے خاص کر رکھا ہے مگر بیچ بیچ میں رقیہ کا پروگرام بھی چلتا ہے۔

■ کسی چینل میں کوئی مخصوص قاری صاحب ہوتے ہیں جن کی آواز میں تلاوت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

■ کسی میں سنت نبویہ سے اوراد پیش کئے جاتے ہیں، کوئی صاحب نبی ﷺ سے ماثور اوراد اور رقیہ کے سلسلے میں وارد اذکار کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔

● ایسے ہی رقیہ شرعیہ کے لئے انٹرنیٹ پر کچھ سرکاری چینل بھی موجود ہیں، اور وہ مختلف قسم کے ہیں :

■ کسی میں رقیہ تحریری شکل میں ہوتا ہے، اور مریض خود لکھی ہوئی آیتیں اور اذکار پڑھتا ہے۔

■ کہیں مسموع رقیہ ہوتا ہے، اس سائٹ پر یوٹیوب کے ریکارڈ شدہ ویڈیو موجود ہوتے ہیں جن میں کچھ قاریوں کی تلاوت محفوظ ہوتی ہے، جنھیں سائٹ کی طرف سے منتخب کیا گیا ہوتا ہے۔

■ کچھ لوگ اپنی سائٹ پر آڈیو ریکارڈنگ لگائے رکھتے ہیں۔

● کچھ کمپنیوں نے تو رقیہ کا ریکارڈ شدہ پروڈکٹ بنانے کا ہی ذمہ لے رکھا ہے، اس لئے ان کے پاس جادو، حسد، جن زدگی، نظر بد اور ایسی ہی دیگر بیماریوں کے رقیوں کا ایک سیریل بنا ہوا موجود ہے۔

● بعض لوگوں نے رقیہ کی تیاری کے لئے ریکارڈنگ کے آغاز میں کچھ اقدامات بھی درج کر رکھے ہیں جو اس طرح ہیں :

۱۔ عقیدے کی صفائی ستھرائی۔ ۲۔ مریض کو باوضو ہونا چاہیے۔ ۳۔ مریض کو چاہیے کہ انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ سے شفا طلب کرتے ہوئے دو رکعت صلاۃ الحاجہ پڑھے۔ ۴۔ سو بار استغفار پڑھے اور کثرت سے **لاحول ولاقوۃ إلا باللہ** پڑھتا رہے۔

● پھر انہیں منتخب آیات مثلاً جن زدگی کے لئے مخصوص آیات کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے، اس کے بعد کوئی قاری قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، ہاں ایسا ہی کوئی پروگرام چلتا ہے۔

● چونکہ یہ طریقے اور یہ کیفیتیں اس سے پہلے رقیہ شرعیہ میں معروف نہیں تھیں اس لئے یہ لازم ٹھہرا کہ انہیں شرع کی میزان پر پیش کر دیا جائے اور اس کا حکم معلوم کیا جائے۔

# شرعی حکم

کتاب اللہ کے پڑھنے اور سننے کی فضیلت، اس کی عظیم تاثیر، برکت اور اجر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اس کے بیان اور تاکید میں شرعی نصوص بکثرت وارد ہیں، اور اگر صرف اتنی ہی بات ہوتی کہ قرآن کریم رب العالمین جل وعلا کا کلام ہے تو بھی اس کی عظمت کے لئے یہی کافی تھا۔

نبی ﷺ بذات خود دوسروں سے قرآن سننے کی چاہت رکھتے تھے، اور بسا اوقات آپ نے کچھ صحابہ سے اس کی فرمائش بھی کی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: **"إِقْرَأْ عَلَيَّ الْقُرْآنَ"** "مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ"۔ میں نے عرض کیا : **"أَقْرَأُ عَلَيْکَ وَ عَلَيْکَ أُنْزِلَ"** "میں آپ کو پڑھ کر سناؤں جبکہ آپ پر ہی تو نازل ہوا ہے؟"۔ آپ نے فرمایا : **"إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي"** "میں چاہتا ہوں کہ اسے کسی اور سے بھی سنوں"۔ ①

---

① أخرجه البخاري (ک : فضائل القرآن ، ب : من أحب أن يسمع القرآن من غيره، (فتح ٢٢٢٨/٢) ، ح(٥٠٤٩))، ومسلم (ک : صلاة المسافرين وقصرها ، ب : فضل استماع القرآن ....، (٧٨/٦)، ح (٢٤٧)۔

جن چیزوں سے لوگوں کو فائدہ پہنچے ان کے لئے جدید ٹکنالوجی کا استعمال بڑے خیر کی بات ہے، مگر چونکہ یہ ٹکنالوجی دودھاری تلوار کی طرح ہے کہ اگر اس کا استعمال خیر کے کاموں میں ہو تو اس سے لوگوں کو نفع پہنچے گا مگر اس کے غلط استعمال اور شر کے کاموں میں استعمال سے لوگوں کا دین، عقیدہ اور اخلاق سب کچھ تباہ ہوسکتا ہے۔ اگر اس کے ذریعہ رذیل سرگرمیوں اور انحرافات کی نشر واشاعت ہو تو اس کے تخریبی اثرات کی سنگینیوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اب رہی بات ہمارے موضوع زیر بحث کی کہ اس ٹکنالوجی کی ساری قسموں کا استعمال رقیہ شرعیہ کے لئے کیا جارہا ہے تو اگرچہ بظاہر اس میں خیر نظر آتا ہے، مگر ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں اس سے تو ۔ اللہ اعلم بالصواب۔ ممانعت کا پہلو ہی غالب لگتا ہے، اور اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں :

## ۱۔ یہ ایک امرِ مُحْدَث ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے :

● شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے جب رقیہ کے لئے جدید ٹکنالوجی کے بعض وسائل کو استعمال کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا : ''ان سب کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ سب ناعاقبت اندیشی اور جوکھم مول لینے والی باتیں ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں ہے، نہ فون کے ذریعہ، نہ کیسیٹوں کے ذریعہ، نہ لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ، رقیہ کا طریقہ تو یہ ہے کہ مریض کی بیماری کی جگہ پر دم کیا جائے، اس کے ہاتھ پر، اس کے پاؤں پر، رقیہ تو فقط یہی ہے کہ بیماری کی جگہ پر دم کر دیا جائے۔'' ①

● **شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں :**

''سٹیلائٹ چینل کے ذریعہ رقیہ کی کوئی اصل نہیں ہے''

(www.ahfawzan.af.org.sa)

● **لجنہ دائمہ کے ایک فتویٰ میں آیا ہے کہ :**

''یہ لازم ہے کہ رقیہ مریض پر براہ راست کیا جائے، نہ لاؤڈ اسپیکر کے واسطے سے کیا جائے نہ فون کے؛ کیونکہ یہ رقیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے صحابہ اور تابعین کے فعل کے خلاف ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

---

① فتاوى السحر والمس والعين، شريط صوتى مفرغ للشيخ ابن باز رحمه الله۔

''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''۔①

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو اس کا حصہ نہیں ہے تو اس کی بات مردود ہے''۔②

۲۔ ایسے ہی رقیہ شرعیہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ادائیگی کے وقت اعتقاد و نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس بات کی احتیاج ہوتی ہے کہ مریض پر براہ راست دم کیا جائے، اور یہ سب چیزیں - یا ان میں سے زیادہ تر - اس طرح کے وسائل میں متوفر نہیں ہیں۔

- **اور لجنہ دائمہ کے ایک فتویٰ میں آیا ہے کہ :**

''ریکارڈر مشین کے ذریعہ قرأت اور دعاؤں سے رقیہ حاصل نہیں ہو سکے گا؛ کیونکہ رقیہ ایک ایسا عمل ہے جس کی ادائیگی کے وقت اعتقاد و نیت اور براہ راست مریض پر دم کرنے کی حاجت ہوتی ہے، اور یہ کام مشین سے نہیں ہو سکتا ہے''۔③

- **ایک دوسرے فتوی میں مفتیان کرام فرماتے ہیں :**

''اصل یہی ہے کہ راقی براہ راست مریض پر پڑھ کر اپنے تھوک سے دم کرے، چنانچہ ''صحیح'' میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلے کے پاس پہنچے تو انھوں نے اس کی مہمانی نہیں کی، پھر وہ اسی حالت میں تھے کہ ان لوگوں کا سردار ڈنسا گیا، تب انھوں نے کہا : کیا تمہارے ساتھ کوئی دوا یا راقی ہے؟ ان لوگوں نے کہا : تم نے ہماری مہمانی نہیں کی اس لئے اب تو ہم اس وقت تک (رقیہ) نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لئے کوئی عوض مقرر نہ کر دو، تب انھوں نے ان کے لئے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا، تب وہ ام القرآن پڑھنے لگا، اور اپنا تھوک جمع کرتا جاتا تھا اور تھوکتا تھا، اس سے وہ اچھا ہو گیا اور وہ لوگ بکریاں لے آئے، تب انھوں نے کہا : ہم اس وقت تک اسے نہیں لیں گے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لیں، پھر جب انھوں نے پوچھا

---

① متفق علیہ۔

② المجموعة الثانية (۱/۸۵-۸۷) رقم (۱۸۲۶۸)، اس فتوی پر حسب ذیل افراد کے دستخط ہیں : الشيخ عبدالعزيز بن باز، والشيخ عبدالعزيز آل الشيخ، والشيخ عبدالله بن غديان، والشيخ صالح الفوزان، والشيخ بكر أبو زيد رحم الله أمواتهم وحفظ أحياءهم۔

③ المجموعة الثانية (۱/۹۳) رقم (۲۰۳۶۱)، اس فتوی پر حسب ذیل افراد کے دستخط ہیں : الشيخ عبدالعزيز بن باز، والشيخ عبدالعزيز آل الشيخ، والشيخ صالح الفوزان، والشيخ بكر أبو زيد رحم الله أمواتهم وحفظ أحياءهم۔

توآپ ہنس پڑے، اور فرمایا : ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ رقیہ ہے؟ چلو اسے لے لو اور میرا بھی اس میں ایک حصہ لگاؤ''۔

اور ''صحیح'' ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ :

''أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلٰى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتْ وَيَنْفُثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجْعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا''۔

''جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوتے تھے تو خود پر معوذات پڑھ کر دم کرتے تھے، پھر جب آپ کی بیماری بڑھ گئی تو پڑھتی میں تھی اور ان کے ہاتھ کی برکت کی امید میں ہاتھ انہیں کا پھیرتی تھی''۔ ①

- اور براہ راست راقی کے پڑھنے سے اس کے اندر جو معنویت پیدا ہوتی ہے اس کا اعتبار بھی لازم ہے۔
- اس لئے مشین کھول کر رقیہ کرنا شرعی اصل کے خلاف ہے، اور ریکارڈر مشین کے ذریعہ رقیہ ایک امر محدث (بدعت) ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔ ②
- اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس ٹکنالوجی کے ذریعہ قرآن سننا درست نہیں ہے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، ممانعت اور عدم جواز کی بات صرف رقیہ کے لئے ہے، ممانعت محض اس بات کی ہے کہ مشین کو راقی کا قائم مقام اور بدیل سمجھ لیا جائے۔

۳۔ گزشتہ تفصیلات پر مستزاد یہ کہ رقیہ شرعیہ کے لئے جدید ٹکنالوجی کے استعمال میں بہت سے مفاسد پائے جاتے ہیں، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

ا۔ مادی کسب کے لئے اس ٹکنالوجی کا استحصال کرنا، جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ کیسیٹیں فروخت کی جاتی ہیں، یا کچھ مریض ان چینلوں کے ذریعہ رابطے میں آتے ہیں، اور یہ طریقہ لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے میں استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ کچھ شعبدے باز اور دجال بھی اس ٹکنالوجی کا استحصال کرتے ہیں، اور اسی دروازے سے رسائی حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ظاہر یہی کرتے ہیں کہ وہ قرآن پڑھنے والے ہیں، اس طرح حق و باطل خلط ملط

---

① أخرجه مسلم (ك:السلام ، ب : رقية المريض بالمعوذات والنفث، (١٤/١٦٠) ، ح (٢١٩٢)۔

② المجموعة الثانية (١/٨٥-٨٧) رقم (١٨٢٦٨)، اس فتوی پر حسب ذیل افراد کے دستخط ہیں : الشيخ عبدالعزيز بن باز، والشيخ عبدالعزيز آل الشيخ، والشيخ عبدالله بن غديان، والشيخ صالح الفوزان، والشيخ بكر أبو زيد رحم الله أمواتهم وحفظ أحياءهم۔

ہوجاتا ہے، اور لوگ شعبدے باز ودجال اور راقی کے درمیان فرق نہیں کر پاتے ہیں بلکہ انہیں التباس لاحق رہتا ہے۔

۳۔ ان چینلوں پر کچھ خرافات اور بدعتیں بھی پائی جاتی ہیں، اور کبھی کبھی بات آگے بڑھ کر شرک تک بھی جا پہنچتی ہے، ہم نے دیکھا کہ ان میں سے کچھ چینل ''نفس کی جانچ'' کا پروگرام بھی رکھتے ہیں، اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ''آپ خود جانچ کر لیجئے کہ آپ کو جادو ہے یا شیطانی اثرات ہیں'' یہ آزمائش ان کے خیال میں صرف مشکوک معاملات میں ہوتی ہے، یعنی جسے التباس لاحق ہو کہ اسے جادو کیا گیا ہے، یا وہ جن زدہ ہے، یا پھر ایسی ہی کوئی شکایت لاحق ہے اور اسے مرض کا پتہ نہیں چلتا ہے، پھر وہ لوگ اسے جانچ کا طریقہ بتاتے ہیں[1] اور اس جانچ سے اس بات کی تمیز ہوجاتی ہے کہ اس شخص کو روحانی امراض -مثلاً جادو اور آسیب- لاحق ہیں یا پھر وہ اعصابی یا نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہے؟!

۴۔ ان چینلوں میں کچھ شرعی مخالفتیں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً ان میں عورتوں کا سامنے آنا۔

۵۔ کچھ کمزور دلوں میں خوف اور گھبراہٹ پیدا کرنا[2]، وسوسے، شکوک وشبہات اور نفسیاتی بیماریاں پیدا کرنا، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب راقی کچھ رابطہ کرنے والوں میں (مزعومہ امراض سے متعلق) کچھ باتیں ڈالتا ہے تو دیکھنے والا شخص بھی مذکورہ آدمی پر قیاس کرتے ہوئے وہمی طور پر کچھ امراض کا شکار ہوجاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ وہی سب اعراض اور علامات تو میرے اندر بھی موجود ہیں، اور اس طرح وہم اور وسوسے اسے جکڑ لیتے ہیں، اور وہم پر مبنی علاج کے سفر کا آغاز ہوجاتا ہے۔

---

① وہ طریقہ حسب ذیل ہے: ۱۔ سورۂ صافات کی شروع کی دس آیات پڑھی جائیں اور بار بار اور بکثرت انہیں دہرایا جائے، اسے نصیحت کی جاتی ہے کہ یہ تکرار (۱۰) سے زائد بار ہونی چاہیے، یہاں تک کہ نتائج واضح طور پر سامنے آئیں اور شک کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔

۲۔ اور اس تکرار کے آخری بار ان دس آیتوں کی تکمیل کے ساتھ ہی یہ سورت آخر تک پڑھی جائے۔

- یقیناً یہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے نہ سلف صالحین سے، بلکہ یہ خود ساختہ اور بدعت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''۔ (متفق علیہ)

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔

اور یہ عمل محض لوگوں کو وہم اور تلبیس کا شکار بنانے کے لئے ہے، ہم دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔

② خوف اور گھبراہٹ پیدا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ کچھ چینل والے ایسے پروگرام پیش کرتے ہیں جن میں ایک راقی کسی مریض کا رقیہ کر رہا ہوتا ہے جسے جن لاحق ہوجاتا ہے یا دورہ پڑتا ہے اور وہ لوگوں کے سامنے جنات سے گفتگو کرتا ہے، جس کے مشاہدین پر -بالخصوص عورتوں اور بچوں- پر نہایت ہی سلبی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۶- علاج میں مریض کے حالات سے آگاہی اور اس کے متعلق کافی معلومات کا حصول راقی کے لئے بڑا معاون ثابت ہوتا ہے اور اس کے لئے کام کو آسان بنا دیتا ہے، مگر جدید ٹکنالوجی کے وسائل پر راقیوں کی سرگرمیوں سے یہ چیز حاصل نہیں ہوسکتی ہے، ایسے ہی جن زدگی کے کچھ مریضوں کو اس بات کی حاجت ہوتی ہے کہ راقی ان کے قریب رہے، تاکہ اگر کوئی ایمرجنسی پیش آجائے اور رقیہ کے سبب کچھ نامناسب حالات پیدا ہوجائیں تو حسب حال کارروائی کی جاسکے، مگر چینلوں، موبائلوں، یا کیسٹوں اور ریکارڈروں کے ذریعہ رقیہ کرنے والے کو یہ سہولت مہیا نہیں ہوتی ہے۔

۷- کچھ چینل والے رقیہ کے لئے نامناسب اوقات کا انتخاب کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے ہی یہ بات پیش کی جاچکی ہے کہ کچھ لوگ رات دیر گئے رقیہ کا آغاز کرتے ہیں، اور کبھی اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ : ''اے جن اس جسم سے باہر نکل جا'' یا ایسی ہی عبارتیں استعمال کرتے ہیں، اور اس عمل سے مریض تو ایک طرف رہے تندرست افراد بھی خوف اور گھبراہٹ کا شکار ہوسکتے ہیں، جس کی وجہ سے شیطان کو ان کے ساتھ کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے۔

۸- جن زدہ یا سحر زدہ مریضوں کا اس طرح رقیہ کرنے کی وجہ سے نقصان بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ راقی اپنے اس فعل سے اس جن کو برانگیختہ کر دیتا ہے جو مریض کو لاحق ہوتا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ اس وقت مریض کے پاس کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو جو صورت حال کو سنبھال سکے، اس لئے ممکن ہے وہ اس جن کی اذیت رسانی سے دوچار ہوجائے، یا وہ اسے مار ہی ڈالے۔

بلکہ اگر کوئی اس کے پاس موجود بھی ہو تو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ صورت حال کو سنبھالنے کا اہل بھی ہو؟

یا وہ خود ہی صورت حال کو دیکھ یا سن کر خوف زدہ ہوسکتا ہے، اور نتیجے میں وہاں ایک مریض کی جگہ دو مریض ہوجائیں، بلکہ مزید بھی۔ واللہ المستعان۔ ①

## ریکارڈ شدہ قرائتوں سے رقیہ کا شرعی حکم

کچھ راقی حضرات رقیہ کو ریکارڈ کر لیتے ہیں پھر اسے مریضوں کو رقیہ کے نام پر استعمال کے لئے دیا کرتے ہیں، اور کچھ مریض بھی رقیہ کے طور پر محض ریکارڈ شدہ قرائتیں اور دعائیں سننے پر اکتفا کرتے ہیں حالانکہ مشروع رقیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

---

① دیکھیے : نوازل في الرقية : ۱۱۵-۱۲۱۔

**فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان سے سوال ہوا :**

کیا ریکارڈر کے ذریعہ مریض پر رقیہ کرنا جائز ہے؟

**توانھوں نے جواب دیا :**

نہیں میرے بھائی رقیہ براہ راست ہوتا ہے، پڑھیں اور مریض پر اپنے تھوک کے ساتھ دم کریں، یہی رقیہ ہے، مگر رقیہ میں توسع اختیار کرنا، نادانی والے اقدامات کرنا کہ کیسیٹ کا سہارا لیں یا ٹیلیفون کا استعمال کریں۔مریض پر بذریعہ فون قرأت کی جائے۔ یا پانی کی ٹنکی میں رقیہ کردیں یا پڑھیں..... یا کہیں کہ یہ بوتل خصوصی توجہ سے پڑھی ہوئی سو ریال کی ہے اور وہ بوتل غیر خصوصی توجہ والی پچاس ریال کی!! یہ سب جھوٹ ہے،فریب کے زمرے میں داخل ہے،لوگوں کا مال ناحق کھینچنے میں شامل ہے، یہ رقیہ شرعیہ سے خروج اور حریصانہ مزاج کی آسودگی اور ناحق لوگوں کا مال کھالینے کا طریقہ ہے''۔ ①

- **ایسا ہی سوال سعودی عرب کی دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء سے بھی کیا گیا جس کی عبارت حسب ذیل ہے :**

کچھ قرآنی آیات پر مشتمل ریکارڈر چند گھنٹوں تک مریض کے پاس چلانے اور کچھ مخصوص آیتیں نکالنے کا کیا حکم ہے کہ یہ آیتیں سحر کے ساتھ مخصوص ہیں، اور یہ نظر بد کے ساتھ اور یہ جنوں کے لئے خاص ہیں؟

**توجواب حسب ذیل تھا :**

''الحمدللہ، قرأت اور دعاؤں کی ریکارڈر مشین رقیہ سے بے نیاز نہیں کرتی ہے (یعنی رقیہ کا کام نہیں کرتی ہے) کیونکہ رقیہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ادائیگی کے وقت اعتقاد اور نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور براہ راست مریض پر پڑھا جاتا ہے اور مشین سے یہ سب کام نہیں ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم''۔ ②

- **اور کمیٹی کے پاس مذکورہ سوال کے قریب قریب ایک اور سوال وارد ہوا جس میں پوچھا گیا :**

''کیا یہ جائز ہے کہ راقی رقیہ کرتے وقت مریض پر اپنا ہاتھ رکھے پھر ریکارڈر کھول کر اللہ سے مدد کا طلبگار ہو پھر

① فضیلۃ الشیخ صالح فوزان کا ریکارڈ شدہ فتوی نمبر (۱۰۳۶۹) صوتی ریکارڈ۔

② فتاوى اللجنة الدائمة : ۱/ ۹۳۔

فقط قاری کی قرأت سے مدد لے، وہ یوں کہ بازار میں قرآن سے علاج اور حسد کو دور کرنے اور اسی طرح کے کاموں کے لئے چار کیسٹیں دستیاب ہیں؟

**جواب حسب ذیل تھا:**

''اصل یہ ہے کہ راقی براہ راست قرآن کی قرأت کرے اور اپنے تھوک سے مریض پر پھونک مارے، کیونکہ صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلے کے پاس آئے تو انھوں نے ان کی ضیافت نہیں کی، پھر وہ اسی حال میں تھے کہ ان لوگوں کا سردار ڈنسا گیا، تب انھوں نے کہا: کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا راقی ہے؟ انھوں نے جواب دیا: تم نے چونکہ ہماری مہمان نوازی نہیں کی اس لئے ہم اس وقت تک (رقیہ) نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لئے کوئی عوض مقرر نہ کردو۔ تو انھوں نے بکریوں کی ایک تعداد مقرر کردی، تو وہ ام القرآن پڑھنے لگے اور اپنا تھوک جمع کرکے تھوکتے جاتے تھے، اس سے وہ شفایاب ہوگیا، لہٰذا وہ لوگ بکریاں لے آئے، تب ان لوگوں نے کہا: ہم اس وقت تک انہیں نہیں لیں گے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ نہ لیں، لہٰذا ان لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو وہ ہنس پڑے اور انھوں نے فرمایا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ رقیہ ہے؟ انہیں لے لو اور ایک حصہ میرا بھی لگاؤ۔ ①

● صحیح ہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی حدیث ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تھے تو اپنے آپ پر معوذات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے، پھر جب آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو پڑھا میں کرتی تھی اور ہاتھ ان کا پھیرا کرتی تھی، کیونکہ اس کی برکت کی امید ہوتی تھی''۔ ②

اور چونکہ راقی کے براہ راست پڑھنے میں کچھ ایسی معنویتیں ہیں جن کا تعلق راقی ہی سے ہے، اس لئے انہیں پیش نظر رکھنا لازم ہے۔ لہٰذا اس تفصیل کی بنیاد پر ریکارڈر کھول کر رقیہ کرنا شرعی اصول کے خلاف ہے، اور ریکارڈر مشین کے واسطے سے رقیہ کرنا ایک نو ایجاد چیز (یعنی بدعت) ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔ اور توفیق اللہ ہی سے ملتی ہے۔ ③

---

① بخاری: ۵۴۱۷، مسلم: ۵۸۶۳۔

② بخاری: ۴۷۲۸، مسلم: ۵۸۴۴۔

③ فتاوی اللجنة الدائمة: ۱/۸۷۔

# لاؤڈ اسپیکروں اور فون کے ذریعہ رقیہ کا شرعی حکم

کچھ راقی حضرات مریضوں کی کثرت کی وجہ سے اور محنت اور وقت بچانے کی غرض سے مذکورہ چیزوں کا سہارا لیتے ہیں، حالانکہ اس کا رقیہ شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس سلسلے میں علماء کے کچھ فتاوے درج ذیل ہیں :

- مملکت سعودی عرب کے ھیئۃ کبار علماء (سپریم علماء کمیٹی) سے رقیہ کے درمیان لاؤڈ اسپیکر کے استعمال یا درازی مسافت کی وجہ سے ٹیلیفون کے ذریعہ رقیہ کے حکم کے متعلق سوال کیا گیا؟

**جواب تھا :** الحمدللہ، یہ لازم ہے کہ رقیہ مریض پر براہ راست ہو، نہ تو وہ لاؤڈ اسپیکر کے واسطے سے ہو نہ ٹیلیفون کے واسطے سے، کیونکہ ایسا کرنا رقیہ میں رسول اللہ ﷺ، ان کے صحابہ اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں کے عمل کے خلاف ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''۔

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔ ① واللہ اعلم

- شیخ صالح فوزان کا فتوی گزر چکا ہے کہ فون کے ذریعہ مریضوں پر پڑھنا از قبیل دجل وفریب ہے۔ اور ٹی وی چینلوں اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ پڑھنا بھی اسی کے مثل ہے جن میں راقی کی طرف سے براہ راست مریض پر نہیں پڑھا جاتا ہے، یہ سب رقیہ شرعیہ نہیں ہے۔ ②

# اردن کے سرکاری دار الافتاء کا فتوی اور قرارداد

## رقیہ سے علاج کرنے کا دعویٰ کرنے والے سٹیلائٹ چینلوں کا حکم

**الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين، وبعد:**

مجلس الافتاء والبحوث والدراسات الاسلامیہ مورخہ ۲۱/ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۲/ ۳/ ۲۰۱۵ء کو منعقد اپنے تیسرے اجلاس میں شعبہ صحافت ونشریات کے ڈائریکٹر جنرل عالیجناب ڈاکٹر امجد قاضی کی طرف سے

---

① **من فتاوى الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء** نمبر (۱۳۹/س تاریخ ۸/۱/۱۴۱۸ھ دیکھئے **فتاوى اللجنة الدائمة** (۱/ ۹۱-۹۲۔
بخاری : ۲۵۵۰ ، مسلم : ۴۵۸۹

② **الاحكام الفقهيه للأمراض النفسية** ص:۲۹۳۔

وارد سوال سے آگاہ ہوئی جس کا مضمون حسب ذیل ہے :

کچھ سٹیلائٹ اسٹیشن ایسے پروگرام اور اعلانات پیش کرتے ہیں جن میں قرآن کریم اور نبوی شرعی رقیہ کے ذریعہ علاج کا دعویٰ کیا جاتا ہے جبکہ ان کی غرض مالی منفعت ہوتی ہے۔

ہماری گزارش ہے کہ آپ ان علاجوں کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمائیں۔ کیا سٹیلائٹ اسٹیشنوں پر (مالی) منفعت کی غرض سے اس طرح کے پروگراموں کا نشر کرنا جائز ہے۔

- **تحقیق اور تبادلہ آراء کے بعد مجلس نے حسب ذیل قرارداد منظور کی ہے :**

''آجکل رقیہ شرعیہ کے ذریعہ علاج لوگوں کے ٹھگنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ بن چکا ہے، اس کے نام پر خاص دنیوی مفادات کے لئے دین کا استحصال کیا جاتا ہے، کیونکہ سٹیلائٹ چینلوں اور لالچی شخصیتوں نے اسے پیشہ بنالیا ہے، اور یہ سب کی سب لوگوں کو قرآن کریم کے نام پر وہم وخرافات سے مربوط کرنے کے لئے کوشاں رہتی ہیں۔ حالانکہ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ہدایت، نور اور ایمان کی کتاب بنا کر بھیجا ہے، اس لئے نازل نہیں فرمایا ہے کہ اسے شہرت وناموری اور مالی کمائی کا ذریعہ بنالیا جائے اور لوگوں کی عقلوں کو فاسد کرکے انہیں دوا علاج کے اس طریقے اور سنت سے پھیر دیا جائے جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسب ذیل ارشاد کے ذریعہ دیا ہے، آپ فرماتے ہیں :

''تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلاَّ وَضَعَ لَهُ دَوَاءً، غَيْرَ دَاءِ الْهَرَمِ''۔

''دوا کرو کیونکہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری ایسی نہیں رکھی جس کی دوا نہ رکھی ہو، ہاں صرف ایک بیماری کی دوا نہیں ہے اور وہ ہے بڑھاپا''۔ [1]

ہر انسان اپنا اور اپنے گھر والوں کا رقیہ خود کرسکتا ہے، جو ضابطوں کی پابندی کے ساتھ شرعی رقیہ ہوگا، کھانے کمانے اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ ہڑپ کرلینے کا پیشہ نہیں ہوگا۔ اس لئے تمام دینی اور ابلاغی ونشریاتی امور کے ذمہ داروں کے فرائض میں داخل ہے کہ وہ مالی منفعت کے حصول کے لئے قرآن کریم اور رقیہ شرعیہ کے ذریعہ علاج کا دعویٰ کرنے والے سٹیلائٹ اسٹیشنوں کو ممنوع قرار دے دیں، ایسے ہی ان تمام فضائی پروگراموں کو موقوف کرادیں جو اس چیز کو رواج دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک فریضہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے دین کو ہر طامع کی سواری بننے سے

---

[1] رواہ ابوداود۔

محفوظ رکھا جائے، اور علاج ورقیہ کے نام پر ہدایت کے مقصد میں تحریف سے بچایا جائے۔ واللہ اعلم۔

رئیس مجلس افتاء

مملکت کے مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالکریم الخصاونۃ

● نائب رئیس مجلس افتاء سماحۃ أ.د أحمد ھلیل ● د. ھائل عبدالحفیظ ● سماحۃ الشیخ سعید حجاوی / رکن ● د. یحیٰی سطوش / رکن ● أ.د محمد القضاۃ / رکن ● د. واصف بکری / رکن ● د محمد خیر العیسی / رکن ● د. محمد الخلایلۃ / رکن ● د محمد زعبی / رکن ● مقرر مجلس افتاء جمیل ابوسارہ

قرارداد نمبر (۲۱۲) (۲/ ۲۰۱۵ء)

(www.aliftaa.go)

# فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان کی نصیحت

''مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس نفع بخش ربانی علاج کو استعمال کرے، اور شعبدے بازیوں خرافات اور باطل اشاعتوں کی طرف نہ جائے جنھیں شر پسند اور برے لوگ رواج دیتے ہیں اور جھوٹے پروپیگنڈوں کے ذریعہ لوگوں کا مال ٹھگنے کے لئے ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، یا اس سے بھی زیاد غلط کام کرتے ہیں، یہ لوگوں کا عقیدہ فاسد کر دینا چاہتے ہیں اور ان پر جادو ٹونے اور شرکیہ رقیوں کو داخل کرنا چاہتے ہیں جو لوگ جاہلیت کے زمانے میں استعمال کیا کرتے تھے، انھوں نے ان رقیوں کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا : ''اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو، ان میں اگر شرک نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے''، یہ بے شک ایسی چیز ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہے، مگر ایک مسلمان پر لازم ہے کہ جب وہ رقیہ کرنا چاہتا ہو تو تحقیق کر لے، اس میں حق وصواب کی جستجو کرے، اشاعتوں (اور پروپیگنڈوں کی بنیاد) پر حد مشروع سے خارج اقوال پر نہ جائے، یہ نہ کہا جائے کہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے، ممکن ہے اس میں کچھ فائدہ بھی ہو، مگر وہ استدراج کے باب سے ہو، قضا وقدر کی موافقت ہو گئی ہو اور لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ سبب وہی ہے، حالانکہ مدار اس بات پر ہے کہ جو وسیلہ استعمال کیا جا رہا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں، اس پر مدار نہیں ہے کہ نتیجہ کیا حاصل ہوا ہے، ہاں صاحب! مدار فقط طریقے پر ہے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اسی لئے جو کسی مشکل میں پڑا ہو اور رقیہ کرانا چاہتا ہو تو ہر کس وناکس کے پاس نہ چلا جائے، بلکہ اسی کے پاس جائے، جس کا وطن، پروان چڑھنے کا مقام، اور نشو ونما کی کیفیت معروف ہو۔ اس کا عقیدہ معروف ہو، صحیح العقیدہ ہو، اپنے علم میں بھی معروف ہو، شریعت مخالف اشیاء کا استعمال نہ کرتا ہو۔ راقی کے اندر ان شرطوں کا متوفر ہونا لازم ہے۔ مگر

جب یہ بات مجہول ہو کہ وہ کہاں پروان چڑھا، کہاں سے آیا؟ یا اس کے نشوونما کا مقام تو معلوم ہو، مگر اس کے پاس رقیہ اور اس کے احکام کی معرفت اور علم ہی نہ ہو، یا یہ بات معلوم ہو کہ اس کے عقیدے میں انحراف پایا جاتا ہے، تو ایسے آدمیوں میں سے کسی کے پاس جانا جائز نہیں ہے، اور اس کی سنگینی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب وہ کاہنوں، نجومیوں اور جادوگروں میں سے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جو کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی اشیاء کے ساتھ کفر کیا۔ (یہ حدیث سنن میں ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا : ''جو کسی کاہن کے پاس جائے گا اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی'' (یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے)۔ لہٰذا جس کی حالت نامعلوم ہو اس کے پاس نہیں جانا چاہئے ہوسکتا ہے کہ وہ انہیں لوگوں میں سے ہو، وہ کاہنوں، نجومیوں اور جادوگروں میں سے ہو، اس لئے اس کے پاس جانا جائز نہیں ہے، یا ممکن ہے کہ وہ کاہنوں، نجومیوں اور جادوگروں میں سے نہ ہو مگر وہ جاہل ہو، اس کے پاس بھی نہ جائیں اس لئے کہ وہ صحیح اور فاسد کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا ہے، پھر لالچ کا دخل بھی ہوسکتا ہے جو رقیہ کے کچھ دعویداروں کو لمبے چوڑے پروپیگنڈوں کی طرف راغب کردے تاکہ وہ لوگوں کو فریب میں ڈال سکیں، ہم نے ایسے لوگوں کو بھی سنا ہے جو کہتے ہیں توجہ والی قرأت اتنے کی اور غیر توجہ والی قرأت اتنے کی، ہاں صاحب! یہاں کوئی قرأت توجہ والی ہے اور کوئی بغیر توجہ والی؟ جی ہاں! وہ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں، یہ باتیں ان کے متعلق مشہور ہیں، ان میں سے کچھ لوگ فون کے ذریعہ یا موبائل کے ذریعہ رقیہ کرتے ہیں، جبکہ رقیہ کی شرط یہ ہے کہ وہ مریض اور راقی کی حاضری میں براہ راست ہو، مریض پر دم کیا جائے، اللہ کی کتاب پڑھی جائے اور براہ راست اسے شرعی معوذات کی حفاظت میں لایا جائے، مگر فون یا موبائل سے رقیہ کیا جائے، یہ پتہ ہی نہ ہو کہ وہ (راقی) کہاں ہے، اس کے بارے میں معلومات بھی نہ ہو تو یہ بہت بڑا خطرہ ہے، ہم نے سنا ہے کہ کچھ لوگ پانی کے بھرے ہوئے ڈرم میں یا ٹنکی میں پڑھتے ہیں، یہ اس حد تک رقیہ سے کھلواڑ ہے!! ان امور کے متعلق چوکنا رہنا لازم ہے، پھر موبائل اور انٹرنیٹ کا مسئلہ ہے ان کے ذریعہ گمراہی اور شرک بھی پھیلایا جاسکتا ہے، ایسا کرو اور ایسا کرو، تم سحر زدہ ہو، یا تمہیں یہ اور وہ لاحق ہے، اور اس سے بھی خراب صورت حال یہ ہے کہ سٹیلائٹ (فضائیات) کے ذریعہ بڑی خرابیاں آرہی ہیں، جنھیں جادوگر، کاہن اور نجومی لوگ استعمال کررہے ہیں، وہ لوگوں میں شر اور باطل عقائد کو فروغ دے رہے ہیں، اس لئے ان امور سے ہوشیار رہنا لازم ہے، رقیہ انہیں لوگوں کے پاس ہونا چاہیے جو اپنے علم، عقیدے، امانت اور نشوونما میں معروف ہوں، تاکہ رقیہ منضبط رہے اور اس میں شرعی ممنوعات نہ داخل ہوسکیں...''۔ (www.alfawzan.af.org.sa)

# اجتماعی رقیہ

پچھلے دنوں رقیہ میں ایک نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے جسے اجتماعی رقیہ کا نام دیا جاتا ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ راقی متعدد مریضوں کو ایک ہی جگہ جمع کر لیتا ہے۔ کچھ لوگ مردوں اور عورتوں کو الگ الگ بھی کر لیتے ہیں۔ جس جگہ لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے وہ کوئی گھر ہوسکتا ہے، گھر کا صحن ہوسکتا ہے، ریسٹ ہاؤس ہوسکتا ہے، یا ایسی ہی کوئی اور جگہ بھی ہوسکتی ہے، ان سب کو اکٹھا کر کے ایک ہی بار میں سب کا رقیہ کر دیا جاتا ہے، کوئی کوئی راقی بھیڑ جمع ہوجانے پر لاؤڈ اسپیکر کا بھی سہارا لیتا ہے، جب وہ رقیہ پڑھ چکتا ہے تو ہر ایک کو دم کرتا ہوا مریضوں کے درمیان گشت کرتا ہے، اور عام طور پر ان سب سے اس رقیہ کی فیس وصول کی جاتی ہے، اور یہ ایک فطری بات ہے کہ یہ فیس انفرادی رقیہ کی اجرت سے کم ہوتی ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی کوئی دوبارہ ان سب پر فرداً فرداً بھی قرأت کرتا ہے، اور اس کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ اس طرح اجتماعی قرأت کے ذریعہ مریضوں کو چھانٹا جاتا ہے اور ان کے ابتدائی حالات معلوم کر لئے جاتے ہیں یہ پتہ چلا لیا جاتا ہے کہ کس چیز کا کیس ہے، جو مریض آیات سحر سے متاثر ہوتا ہے وہ ایک کیس ہے، جو نظر بد کی آیات سے متاثر ہوتا ہے وہ دوسرا کیس ہے، اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا ہے... اور ہر ایک کا رقیہ اس کے حسب حال ہوتا ہے۔

چونکہ رقیہ شرعیہ میں یہ طریقہ اور یہ کیفیت پہلے معروف نہیں تھی اس لئے یہ لازم ٹھہرا کہ اسے شریعت کی میزان پر پیش کر کے اس کا حکم معلوم کر لیا جائے۔

# اجتماعی رقیہ کا شرعی حکم

رقیہ ایک عبادت ہے، کیونکہ وہ بھی دعا کی جنس سے ہے، اور عبادت میں اصل توقیف ہے، اور رقیہ کی اس کیفیت اور اجتماعی رقیہ کے اس طریقے کے متعلق شرعی نصوص وارد نہیں ہیں، بلکہ سلف میں سے بھی کسی سے یہ منقول نہیں ہے، اس لئے یہ ایک نئی چیز اور امر حادث ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''۔

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو اس کا حصہ نہیں ہے تو اس کی بات مردود ہے''۔ ①

① متفق علیہ۔

- شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''مریضوں پر اجتماعی قرأت کرنا کوئی ماثور طریقہ نہیں ہے، نہ سلف سے موروث اور حاصل کیا ہوا ہے، بلکہ حادث (نوایجاد) ہے۔[1]

- پھر راقی ان سب کے برتنوں میں - یا ان سب پر - دم کرتا ہے، جبکہ وہ لعاب یا تھوک تو پہلے ہی برتن میں یا زیادہ سے زیادہ دوسرے برتن میں ختم ہوجاتا ہے، تو باقی برتنوں کو کیا حاصل ہوا؟![1] ممکن ہے کہ ان میں ایسا دم کیا جائے جو قرأت سے خالی ہو، اور مجرد طور پر ہوسکتا ہے کہ اس میں برکت نہ پیدا ہو، کیونکہ اس میں برکت تو قرأت قرآن کی فضیلت سے حاصل ہوئی تھی، اس لئے اس دم سے ممکن ہے دیگر مریضوں کو فائدہ نہ ہوسکے، اور اس کیفیت کا وہ رقیہ بے فائدہ ثابت ہو۔[2]

- **اور لجنہ دائمہ کے ایک فتوی میں آیا ہے کہ :**

''جہاں تک پانی میں دم کرنے کی بات ہے، تو اگر اس سے مراد دم کرنے والے کے تھوک سے برکت حاصل کرنا ہو تو یہ حرام ہے، اور اس کا شمار وسائل شرک میں ہے، کیونکہ آدمی کا تھوک برکت اور شفاء کے لئے نہیں ہوتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی کے بھی تھوک کو بطور تبرک استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔[3]

اور گزشتہ تفصیلات کے علاوہ بھی اجتماعی رقیہ پر بہت سے مفاسد مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

۱۔ مریض کی حالت کا مطالعہ اور اس کے متعلق کافی معلومات حاصل نہیں ہوتی ہے جن کی بنیاد پر ایک راقی مرض کی صحیح تشخیص کے قریب پہنچ سکے۔

۲۔ **تندرست کو مریض کے اور بچوں کو بڑوں کے ساتھ بیٹھانے سے نفسیاتی تاثیرات :** خوف، القاء ذاتی، وسوسے اور اسی طرح کے اعراض پیدا ہوسکتے ہیں، خصوصاً بچے ان مشکلات کا شکار ہوسکتے ہیں، کیونکہ وہ دورے کے مریضوں کو گرتا تڑپتا دیکھتے ہیں، ان کی چیخیں اور آہیں کراہیں وغیرہ سنتے ہیں، اور ممکن ہے ان میں سے کوئی فرد شدید خوف کی وجہ سے جن زدگی یا آسیبی اثرات کا شکار ہوجائے، اور یہ تو انسانوں پر شیطانوں کے راہ پانے کے وسائل میں سے ہے۔

---

① دیکھیے: مجموع الفتاوی (۱۷/۱۸) اور دیکھیے: فتاوی السحر والمس والعین تحریر میں لائی ہوئی کیسیٹ از شیخ ابن باز رحمہ اللہ۔

② دیکھیے : الرقی، د. علی العلیانی : ۸۲۔

③ المجموعة الثانية (۱/۷۶) رقم (۱۸۴۵۰)، اس فتوی پر حسب ذیل افراد کے دستخط ہیں : الشيخ عبدالعزيز بن باز، والشيخ عبدالعزيز آل الشيخ، والشيخ صالح الفوزان، والشيخ بكر أبو زيد رحم الله أمواتهم وحفظ أحياءهم۔

۳۔ راقی جب سوار جن سے گفتگو کررہا ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ دوسرے لوگ بھی مریض کے اسرار سے آگاہ ہو جائیں، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کوئی ان مکالموں کو ریکارڈ کرلے اور مریضوں کے اسرار دوسروں پر فاش کرے۔

۴۔ اس رقیہ سے پردے کے مقامات ظاہر ہوسکتے ہیں، اور دوسروں کو اس کی اطلاع ہوسکتی ہے، کیونکہ مریض جب تڑپتا ہے اور دورہ پڑنے پر شدید کیفیات سے دوچار ہوتا ہے تو اس کا ستر کھل سکتا ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ شرعی اعتبار سے یہ چیز قابل نکیر ہے بالخصوص جبکہ مریض کوئی خاتون ہو۔

۵۔ اس صورت میں کچھ مریضوں کو جن زدگی کا وہم لاحق ہوسکتا ہے، اور اس کا سبب اپنے ارگرد کا مشاہدہ ہوتا ہے کیونکہ معالج اور راقی وہاں جن وسائل اور اسالیب کا استعمال کرتا ہے ان میں بڑا بے ڈھنگا پن ہوتا ہے۔

۶۔ کچھ معالجین عورتوں کے ساتھ تعامل میں بڑے تساہل سے کام لیتے ہیں، انہیں بہت سے معاملات: لباس، کلام اور اسی طرح کی دیگر چیزوں میں شرعی احکام کی قطعی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

۷۔ اس بھیڑ بھاڑ سے پڑوسیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور انہیں بہت سے نامناسب حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لَاضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ'' ''نہ نقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ''۔ ①

۸۔ رقیہ کرانے والوں کی کثرت اور اللہ کے حکم سے شفایابی جس کا ظاہری سبب راقی ہوتا ہے، اسے عجب میں مبتلا کرسکتا ہے۔

۹۔ کچھ معالجین -جیسا کہ بیان کیا گیا- مادی کمائی کے لئے اجتماعی قرأت کے لئے جمع ہونے والوں کا استحصال کرتے ہیں، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ علاج کی تکمیل کے نام پر ان کے ہاتھوں پانی اور تیل اور ایسی دیگر چیزیں بھی فروخت کی جاتی ہیں، شروع میں رقیہ کی جو اجرت لی جاتی ہے اس کا حساب الگ ہوتا ہے۔

۱۰۔ اجتماعی قرأت میں کبھی کبھی راقی مریضوں تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا سہارا لینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

● لجنہ دائمہ سے رقیہ کے درمیان لاؤڈ اسپیکر سے قرآن کی قرأت یا دور کی مسافت سے بذریعہ فون رقیہ کرنے -ایک ہی وقت میں ایک بڑی بھیڑ پر رقیہ کرنے- کے متعلق سوال ہوا تو اس نے جواب دیا:

---

① اس کی تخریج ابن ماجہ نے ک: الأحكام، ب: من بنى في حقه ... ص(۴۰۰) ح (۲۳۴۰) میں عبادہ بن صامت کی حدیث سے کی ہے اور البانی نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ سنن ابن ماجہ (۲/۲۵۷-۲۵۸) میں ہے۔

''یہ لازم ہے کہ رقیہ مریض پر براہ راست ہو، نہ لاؤڈ اسپیکر کو واسطہ بنایا جائے نہ فون کو، کیونکہ یہ رقیہ رسول اللہ ﷺ، ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تابعین کی روش کے خلاف ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ''۔

''جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات نکالے جو اس میں سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔''①

## • اسامہ المعانی صاحب کی پیش کردہ تفصیلات

اسامہ المعانی صاحب ایک راقی ہیں اور رقیہ کے موضوع پر انھوں نے ۱۲ رجلدوں میں کتابیں لکھی ہیں جو رقیہ پر انسائیکلو پیڈیا کی طرح ہیں، ان کے علاوہ مزید کتابیں اور مضامین بھی اس موضوع پر شائع کرتے رہے ہیں، یہ صاحب اگر چہ اجتماعی رقیہ کے منکر نہیں ہیں مگر اس کی بہت سی سلبیات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی ایک تحریر پیش خدمت ہے۔

### عنوان ہے : دوسری بحث : اجتماعی رقیہ پر مرتب ہونے والے کچھ مفاسد :

''علمی امانت کے باب سے ایک اہم مسئلے کی وضاحت لازم ہے جس کا تعلق ان امور سے ہے جنھیں ہم اپنے اردگرد دیکھتے اور سنتے ہیں کہ اس میدان میں عبث کاروں کی عبث کاری، دجالوں کا دجل، جاہلوں کی جہالت، عقیدے سے کھلواڑ، دین کے ساتھ بددینوں کا ناپسندیدہ رویہ اور غیر محترم حرکتیں جاری وساری ہیں۔

ان سب اخلاقیات اور تصرفات کا رقیہ شرعیہ اور اس کے بلند اہداف اور شریفانہ اغراض سے نہ دور سے کوئی تعلق ہے نہ قریب سے۔ اور میں اس صورت حال کے متعلق علامہ شام شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا ایک خوبصورت کلام نقل کر رہا ہوں، علامہ فرماتے ہیں :

''سابقہ بحث سے میرا مقصد صرف یہی تھا کہ شریعت نے جن امور غیبیہ کا اثبات کیا ہے ان کا اثبات کیا جائے (مسئلہ جن کے انسان پر سوار ہونے یا اس کے اندر داخل ہونے کا ہے) اور ان کا انکار کرنے والوں کی تردید کی جائے۔ مگر دوسری جانب میں ان لوگوں پر بھی شدید ترین نکیر کرتا ہوں جو اس عقیدے کا استحصال کرتے ہیں، اور

---

① متفق علیہ۔

المجموعة الثانية (۱/ ۹۲) نمبر (۲۰۳۶۱) ، اس فتوی پر شیخ عبدالعزیز بن باز اور شیخ عبدالعزیز آل شیخ اور شیخ صالح فوزان اور شیخ بکر ابوزید رحم الله أمواتهم وحفظ أحياءهم کے دستخط ثبت ہیں، دیکھیے : نوازل في الرقية : ۱۲۴-۱۲۶۔

پاگلوں اور دماغی دوروں (صرع) کا شکار لوگوں کا علاج کرنے کے لئے جنوں کو حاضر کرنے اور انہیں مخاطب کرنے کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں، اور وہ لوگ اس سلسلے میں وہ وسائل استعمال کرتے ہیں جو مجرد تلاوت قرآن سے زائد ہوتے ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے۔ مثلاً سخت مار مارنا جس کے نتیجے میں کبھی کبھی مریض کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ یہاں عمان میں واقع ہوا، اور مصر میں واقع ہوا، جو اخباروں اور مجلسوں کا موضوع گفتگو بن گیا تھا۔ پہلے جو لوگ دماغی دوروں کے شکار لوگوں پر پڑھا کرتے تھے وہ تھوڑے سے لوگ تھے جو نیک ہوا کرتے تھے، گزشتہ زمانے کا حال یہی تھا، مگر آج تو وہ سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، اور ان میں کچھ بے پردہ خواتین بھی ہیں، اب یہ معاملہ ایک شرعی وسیلے سے نکل کر جسے عام طور پر اطباء انجام دیا کرتے تھے ایسے دیگر امور اور وسائل کی طرف چلا گیا ہے جو ایک ساتھ شریعت اور طب دونوں کے نزدیک غیر معروف ہیں، اس لئے میرے نزدیک ان کا تعلق دجل وفریب اور ایسے وسوسوں سے ہے جو شیطانی وحی والہام کا نتیجہ ہوتے ہیں اور وہ انہیں اپنے دشمن انسانوں کے اندر ڈالتا ہے۔''[1]

● **استاد سعید عبدالعظیم صاحب علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی کے مذکورہ کلام پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :**

''یہ ایک ایسے عالم کا کلام ہے جو حقیقی شریعت سے آگاہ ہے، انہیں چیزوں کا اثبات کرتا ہے جن کا اثبات شریعت نے کیا ہے، اور ان چیزوں کی نفی کرتا ہے جس کی نفی شریعت نے کی ہے، اور فریق مخالف اس کے حق پر اس کے ساتھ صاد کرتا ہے۔ اگر انسان دوروں کا علاج کرنے والے متفرغین کے ساتھ حسن ظن رکھے تو وہ یہی کہے گا کہ:

''نیک نیتی کے ساتھ جو چیز انہیں راغب کر رہی ہے وہ یہی لمبی لمبی نشستیں اور بڑی تعداد میں جنوں کے ساتھ مکمل کئے جانے والے مکالمے ہیں!! جن کی وجہ سے یہ لوگ مشغول اور یکسو ہو چکے ہیں، اگر یہ لوگ اپنے علاج میں اللہ کی شریعت پر استقامت کی راہ اپناتے تو انہیں ہرگز اس مزعومہ تفرغ کی احتیاج نہ ہوتی، اور اس مقام پر ہم اس بات کے منکر نہیں ہیں کہ کچھ صالحین بھی یہاں موجود ہیں جن کی نیتوں میں اخلاص ہے اور وہ شریعت کے مطابق علاج کیا کرتے ہیں، مگر وہ ایک سیلابی جھاگ کے کوڑے کرکٹ کے درمیان بڑے قلیل اور نادر ہیں، اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم حق کو اس کے نصاب تک پہنچا دیں، اور نفسیاتی اطباء اور دیگر کے کردار کو نظر انداز نہ کریں، کیونکہ ان میں سے ایک گروہ پہلے بھی اور آج بھی جناتی دوروں اور جن زدگی کا اقراری ہے اور ان کے پاس اتنا علم وتقویٰ بھی

---

[1] السلسلة الصحيحة : ٢٩١٨۔

ہے کہ وہ اس کے ذریعہ مس شیطانی اور عضوی بیماری کے درمیان تمیز وتفریق کرسکتے ہیں، اس لئے ان کی طرف رجوع ہونے اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے میں ۔اگر وہ شریعت کے مخالف نہ ہوتو۔ کوئی حرج محسوس نہیں کرنا چاہیے، ورنہ جو طب کا فن جانے بغیر ڈاکٹری کرے تو وہ (نقصانات کا) ضامن ہوگا، اور مصلحت کے حصول اور مضرت ومفسدہ کو دفع کرنے کی جو سبیل ہمیں سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ اطباء کے ساتھ عموماً اور نفسیاتی امراض کے ڈاکٹروں کے ساتھ خصوصاً تال میل اور تعاون کا سلسلہ قائم رکھا جائے، نہ یہ کہ ان سے نفرت دلائی جائے اور خود ان کی شخصیت دھار لی جائے''۔ [1]

### اسامہ معانی صاحب آگے لکھتے ہیں :

میں یہاں اجتماعی رقیہ پر مرتب ہونے والے کچھ مفاسد کو مدون کرنے جارہا ہوں، ساتھ ہی میں شدید اہتمام اور حرص کے ساتھ اس بات کی تنبیہ اور تذکرہ کررہا ہوں کہ ان مفاسد اور تصرفات کی نگرانی اور ان پر قابو پانا ممکن ہے، اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اس کے لئے معالجین، علماء، مریض، مراکزِ دعوت وارشاد سب متحد ہوجائیں، اس کے ساتھ ہی اس بات کی کھلی دعوت دی جاتی ہے کہ اس کام کے لئے قوانین بنائے جائیں اور انہیں ان شرعی قواعد اور اصولوں کے مطابق منضبط کردیا جائے جن پر اعتماد لازم ہے، پھر اس سنگین کام میں ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو ہاتھ ڈالنے کا موقع نہ ملے تاکہ رقیہ شرعیہ اپنے ڈھانچے کی حفاظت کرسکے اور شوائب اور آلودگیوں سے اپنی شفافیت کو محفوظ رکھ سکے۔

### تو لیجیے قارئین کرام ! یہ رہے اجتماعی رقیہ پر مرتب ہونے والے کچھ مفاسد :

### ا۔ معالج سے مربوط ہوجانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا :

لوگ ان مقامات اور معالج کی شخصیت سے خود کو جوڑ لیتے ہیں، ان معالجین کو بڑی قدر ومنزلت اور تعظیم وبزرگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور کبھی کبھی ۔معاذ اللہ۔ یہ معاملہ حصول تبرک تک پہنچ جاتا ہے، اور اس خطرناک چیز کا علاج ہر اس شخص کے اندر شرعی بیداری پیدا کرکے کیا جاسکتا ہے جو رقیہ اور علاج کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہو، اس پر یہ بات لازمی طور پر واضح کردی جائے کہ شفاء اللہ کے حکم سے ہی ملتی ہے، اور معالج کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہوتا ہے، مگر اس ہدف اور اس غایت تک پہنچنے کے لئے سب کا تعاون لازم ہے اور اس کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا ہے۔

---

[1] الرقية النافعة للأمراض الشائعة : ص۸۲۔

### ۲۔ حقوق زوجیت کی ادائیگی میں لاپرواہی :

کچھ مریض عورتیں توجہ مبذول کرانے کی حد تک حقوق زوجیت کی ادائیگی میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتی ہیں اور اپنے گھر اور بچوں کی ذمہ داریوں کو بالکل نظر انداز کر دیتی ہیں، بس اب ان کا یہی ایک کام رہ گیا ہے کہ ان مقامات کا چکر لگاتی رہیں، بلکہ ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرتی رہیں، اور یہ چیز ایک خاندان پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے، اس کیوجہ سے خاندان میں بربادی، انتشار اور تفرقہ پیدا ہوجاتا ہے، حقوق زوجیت اور اولاد کی تربیت کا معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے جبکہ وہ انسان کے کلیجے کا ٹکڑا ہوتے ہیں، جبکہ ہر طرح سے مناسب اور بہتر یہی تھا کہ انسان اپنا اور اپنے گھر والوں کا رقیہ خود ہی کر لیتا یہی وہ فعل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ وہ اپنا اور اپنے گھر والوں کا رقیہ خود ہی کیا کرتے تھے، اور یہی کام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی کیا ہے، اور اگر کسی ایسی شخصیت کے پاس جانے میں مجبور ہی ہوجائے جو دینی اور علمی اعتبار سے قابل اعتماد ہو تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، مگر ان سب امور کو ضابطہ بندی اور شرعی اصولوں اور قواعد کے ساتھ محدود و منضبط کرنا لازم ہے۔

### ۳۔ وسوسہ اور وہم :

ان کلینکوں اور مرکزوں میں آنے والے بہت سے لوگوں کے دلوں میں وسوسوں اور وہم کا بیج بو دیا جاتا ہے، اور ہر ایک یہی باور کر لیتا ہے کہ اسے کوئی جن لاحق ہے یا وہ کسی قسم کے سحر سے دوچار ہے یا کہانت کا مارا ہوا ہے، یا نظر بد اور حسد سے مضروب ہے، بلکہ اجتماعی رقیہ شرعیہ کے بعض مقامات پر تو اس قدر طوفان بدتمیزی کھڑا ہوتا ہے جو وصف وتصور سے باہر ہے بالخصوص کچھ ناہنجار و بددین خواتین کے تصرفات تو ناگفتہ بہ ہوتے ہیں، ان مقامات کا دورہ کرنا ان کی ہابی بن چکی ہے جہاں انہیں اداکاری، اینٹھنے مٹکنے اور قلت ادب کا مظاہرہ کرنے کا خوب موقع ہاتھ آتا ہے، بلکہ بعض خواتین تو اپنے تصرفات اور اپنی باتوں میں اس حد تک پہنچ جاتی ہیں جس سے حیا مخدوش ہوجاتی ہے، بلکہ بسا اوقات یہ تجاوز اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ کفریہ کلمات بکنے لگتی ہیں، میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں یہ خواتین نفسیاتی، یا معاشرتی، یا گھریلو الجھنوں اور بیماریوں کا شکار ہوتی ہیں اور موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان دبے کچلے جذبات کو ان مقامات پر انڈیل دینا چاہتی ہیں، جنھیں قرآن سے علاج، بالاہتمام اس کی سماعت اور قولی وعملی اعتبار سے اس کے ساتھ تفاعل کا مقام ہونا چاہیے تھا، تاکہ قلبی اور جسمانی دونوں قسم کے امراض سے شفا ملتی، اس بات کا پختہ یقین اور اعتقاد ہونا لازم ہے کہ جن وشیاطین کے اس حد تک پہنچنے کی قدرت نادر ہے، اور یہیں مریض کے ساتھ تعامل اور اس شخص کو لگام دینے میں معالج کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے جو ان

مقامات کو اپنی عبث کاریوں کا نشانا بنانے اور ان کی شہرت کو داغدار بنانے کا حوصلہ اور چاہت رکھتے ہوں۔ مگر یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ کچھ معالجین ہی نے مریضوں کو اس طرح کی حرکتوں تک پہنچایا ہے، میں ہر اس خاتون کو جو ان مقامات کو اپنی اداکاری کے جوہر دکھانے اور اسی کو اپنا پیشہ بنانے کا وطیرہ اپنائے ہوئے ہے اس بات کی یاددہانی کراتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان حرکتوں سے پوری طرح باخبر ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں، ہوسکتا ہے کہ اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے وہ بدنصیب واقعی جن زدگی، جادو، حسد اور اسی جیسی کسی بیماری کا شکار ہوجائے جس سے انسانی نفس دوچار ہوتا رہتا ہے، تب وہ خون کے آنسو روئے گی اور بلبلائے گی مگر اس وقت پچھتاوا اور رونا کام نہیں آئے گا۔

معالج کے لئے اس خطرناک روش کے خاتمے کا بس ایک ہی راستہ ہے کہ وہ مریضوں کے دلوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر مطلق اعتماد اور یقین جمادے، اور مریضوں کی بیماریوں کے مختلف ہونے کے باوجود وہ انہیں اسی بات کی رہنمائی کرے کہ وہ نیکیوں اور طاعتوں کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کریں اور اس کی نافرمانی اور معصیت سے دور رہیں، نیز ذکرودعا اور طلب شفا کے ساتھ اسی کی طرف متوجہ ہوں۔

## ۴۔ کچھ معالجین کا عورتوں کے ساتھ تعامل میں تساہل سے کام لینا :

کچھ معالجین عورتوں کے ساتھ تعامل میں بڑے تساہل سے کام لیتے ہیں، اور شرعی لباس اور طرز گفتگو کے نرم انداز وغیرہ شرعی مسائل میں جن کا تعلق خواتین سے ہوتا ہے بڑے لاپرواہ واقع ہوئے ہیں، ان کی نظر عنایت کسی کسی پر خاص ہوتی ہے اور کچھ کو نظرانداز کردیتے ہیں، کسی کسی پر خصوصی توجہ دیتے ہیں اور کچھ کو اپنے اہتمام کے دائرے میں لاتے ہی نہیں، ان میں ایسی ہی کچھ دوسری ادائیں بھی ہیں۔ میں نے اس سیریل کے ''**القواعد المثلی لعلاج الصرع والسحر والعین بالرقی**'' میں ان تجاوزات میں سے کچھ کی تفصیلات بڑی طوالت کے ساتھ بیان کردی ہے۔ اور ان حالات میں اس چیز کو صرف اسی طرح منضبط کیا جاسکتا ہے کہ کچھ اساسی شرطوں کی پابندی کی جائے جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

أ - راقی کے اندر اتنا علم موجود ہو کہ وہ ان تمام تجاوزات سے آگاہ ہوسکے، اور شرعی اعتبار سے ان کی سنگینیوں کا ادراک کرسکے۔

ب - راقی کے طریقۂ رقیہ وعلاج کی مسلسل نگرانی اور متابعت ہوتی رہے، مگر یہ ہدف اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب معالج، علماء اور دعوت وارشاد کے مراکز کی کاوشیں متحد ہوجائیں اور سب ایک دوسرے کی معاونت

کریں۔

ج - اللہ تعالیٰ کا خوف وتقویٰ، اور اس حقیقت کا ادراک کہ عورتیں شیطان کا سب سے خطرناک اسلحہ ہیں جنھیں وہ مردوں کو پھانسنے اور زیر کرنے کے لئے بے نیام کرتا ہے، اور اس مفہوم کی طرف قرآن وحدیث کے کچھ نصوص نے بھی اشارہ کیا ہے۔

## ۵- معصیت اور وقت کی بربادی :

کچھ رقیہ سینٹر اور کلینکیں ملاقاتوں، حاشیہ آرائیوں اور جانبی گفتگو کا مرکز اور ٹھکانہ بن کر رہ گئے ہیں، غیبت، چغلی، استہزاء، تہمت تراشی، اور دوسروں کی تشہیر کا کام وہاں خوب خوب ہوتا ہے، اور ان امور میں ملوث افراد اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں یا جان بوجھ کر فراموش کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ڈھیل ضرور دیتا ہے مگر چھوڑتا نہیں ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر معالجین کا یہ لازمی شرعی فریضہ بن جاتا ہے کہ وہ ان کلینکوں پر آنے والوں کو نعمت صحت وعافیت کی اہمیت یاد دلائیں، اور یہ بتائیں کہ اس طرح کے مقامات پر آنے کا مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام کو غور وتدبر اور خشوع وخضوع کے ساتھ سننا اور اس کے ذریعہ شفا طلب کرنا ہے، اور بھائیوں اور بہنوں کے رنج وغم کے ازالے اور پریشانیوں کے دور کرنے کی دعا کرنا ہے [1]۔

۶- کچھ کلینکیں اور رقیہ سینٹر، تجارت، زیادہ سے زیادہ مال بٹورنے اور (اندھی) کمائی کا مرکز بن گئے ہیں، اس نقطے پر میں نے... تفصیل سے گفتگو کی ہے مگر اب میں پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں اور اخلاص نیت کی یاددہانی کے ساتھ یہ بھی یاد دلاتا ہوں کہ رقیہ شرعیہ کی غایت اور ہدف اس اعتبار سے اللہ سبحانہ کا تقرب حاصل کرنا ہے کہ وہ ایک توقیفی تعبدی امر ہے، اور امور توقیفیہ کی بنیاد تعبد پر ہوتی ہے جیسا کہ بعض اہل علم نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، انہیں میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی ہیں، معالج کو اس بات کا کامل یقین رکھنا چاہئے کہ کسی مومن کے رنج وتکلیف کو دور کرنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

## ۷- ان کلینکوں پر آنے والے کچھ لوگوں کی طرف سے مریضوں کے اسرار کا افشا کرنا :

اس کے اس قدر بڑے بڑے معاشرتی مفاسد پیدا ہوئے ہیں جن کا صحیح علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو ہے، اس لئے معالج پر یہ لازمی فریضہ ہے کہ وہ اس اسلوب اور افراد و مسلم سماج اور خاندانوں پر اس کے سنگین اثرات کے متعلق

---

[1] یہ سب نصیحتیں اور ضابطہ بندیاں محض نظریاتی ہیں عملی طور پر ان منکرات کی کثرت دیدہ وشنیدہ ہے اور سرکاری مشینریاں بھی ان کے ازالے اور ان پر قابو پانے سے قاصر ہیں۔

لوگوں کو آگاہ اور اس سے بچنے کی تلقین کرے، کیونکہ مریضوں سے متعلق اس طرح کے مخصوص اسرار کو عوام وخواص کے درمیان پھیلانے سے بڑے بغض وکینے اور دیگر معاشرتی مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن کی تباہی اور نقصان کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

## ۸۔ نفسیاتی بیماریوں کا انتشار :

معالج اپنے علاج میں جن منہجی وسائل واسالیب کا استعمال کرتا ہے ان میں تخبط اور بے ڈھنگے پن کی وجہ سے ان مقامات پر آنے والوں کے اندر نفسیاتی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں اور ان کے اندر ان کی نشوونما ہوتی ہے، آج اسی جہالت، تخبط اور ضیاع کی وجہ سے بہت سے معالجین پر سے لوگوں کا اعتماد اٹھ چکا ہے، اور اس کا براہ راست اثر رقیہ شرعیہ اور اس کے کرنے والوں پر پڑا ہے، اور یہیں سے ہمیں کچھ لاخیروں کی طرف سے وقتاً فوقتاً تہمت تراشی اور تشہیر بھی سنائی دیتی ہے، جنھوں نے ان جاہلوں کو اس طرح کے اقوال کو گزارنے کی سواری بنالیا ہے۔

## ● استاد علی بن محمد یاسین صاحب فرماتے ہیں :

''جہاں تک اجتماعی رقیہ کی بات ہے تو اگر اس میں کچھ ایجابیات ہوں بھی تو اس کی سلبیات اس کی ایجابیات پر چھائی رہتی ہیں، اور ان سلبیات میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

۱۔ یہاں بری طرح خلط ملط واقع ہوتا ہے، صحیح وسقیم یکجا ہوجاتے ہیں، وہاں جو خوف اور القاء ذاتی وغیرہ کی نفسیاتی تاثیرات پیدا ہوتی ہیں وہ بھی اپنا کام کرتی جاتی ہیں۔

۲۔ جو نفسیاتی مریض روحانی امراض - جن زدگی اور جادو وغیرہ سے محفوظ اور سلامت ہوتا ہے اس کے بھی ان بیماریوں سے متاثر ہونے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔

۳۔ مریض کی فضیحت، اس کے اسرار کا پردہ فاش ہونا اور اس کا بے ستر ہوجانا۔

۴۔ دیکھا جاتا ہے کہ اگر اس اجتماعی رقیہ کا موازنہ انفرادی رقیہ سے کیا جائے تو اس کا نفع بہت کم ہوتا ہے۔[1]

---

① مهلا ايها الرقاة - باختصار - ص ۴۸-۴۹ دیکھیے: المنهج اليقين فى بيان أخطاء معالجي الصرع والسحر والعين ۱۱۶-۱۲۵۔

# اس سلسلے کی ایک نئی بدعت

ایک نہایت ہی افسوس ناک صورت حال جو بالکل نوایجاد ہے جس کے نتائج نہایت سنگین اور قبیح ہیں اور اس میں اسلامی شعائر کی شدید بے حرمتی اور ان کے تقدس کی پامالی ہوتی ہے وہ ہے مساجد میں اجتماعی رقیہ کا میلہ اور بازار لگانا جس میں مرد وخواتین سبھی جمع ہوتے ہیں اور راقی حضرات نہایت بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ وہاں بدعتی رقیہ کا بازار گرم کرتے ہیں شور شرابہ ہوتا ہے، اللہ جانے کون پاکی کی حالت میں ہوتا ہے کون ناپاکی کی حالت میں؟ مریض خواتین یا ڈرامہ کرنے والی خواتین، ایسے ہی نفسیاتی مریض اور مختلف صورتوں سے دو چار مرد حضرات بھی عجب ہنگامہ مچاتے ہیں، ایک طوفان بدتمیزی کھڑا ہوجاتا ہے اور بہت سے منکرات اور مفاسد وجود میں آتے ہیں، یہ منکرات جو درگاہوں اور آستانوں اور شرک وبدعت کے مراکز پر ہوا کرتے تھے اب پیشہ ور راقیوں اور دنیا دار مولویوں اور نادان اور شرعی احکام سے قطعی ناواقف ٹرسٹیوں کی برکت سے اہل حدیث مساجد میں بھی کھلے عام شروع ہوگئے ہیں اور اشتہاری فساد کا دروازہ کھل گیا ہے۔ جس میں دزدان ایمان چراغ بکف عقیدہ وایمان کا سرقہ کررہے ہیں، اور بے غیرتی کی انتہاء یہ ہے کہ جن حضرات پر منکرات کے روک تھام کی ذمہ داری ہے وہ مہر بلب بیٹھے ہیں۔ بس سارا شکوہ اللہ تعالیٰ ہی کے حضور پیش کیا جاتا ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

# رقیہ کو ایک حرفت وتجارت بنالینے اور اس پر اجرت لینے کا حکم

آج رقیہ شرعیہ ایک بہت بڑا کاروبار بن چکا ہے، بسا اوقات بڑے سے بڑے ڈاکٹر کی بھی اتنی فیس نہیں ہوتی ہے جتنی فیس ایک راقی کی ہوتی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ مریضوں سے مال اینٹھنے کے مختلف طریقے اور حیلے ہیں، اس کے پیچھے پانی، تیل اور مختلف اشیاء کا کاروبار بھی زوروں پر ہے، اور ان کے لئے جس سے جتنا مال وصول کرلیا جائے کم ہے، اس کی کوئی حد ہے نہ ضابطہ بندی، اس سلسلے میں قوانین اور حکومتیں بھی عاجز ہیں۔

**ایک سعودی مولفہ جنھیں اپنی کتاب کی تیاری میں کچھ سرکاری اداروں کا تعاون بھی حاصل ہے لکھتی ہیں :**

رقیہ شرعیہ کے کچھ معالجین نے پچھلے دنوں سے رقیہ پر مال لینے میں بھیانک توسع اختیار کرلیا ہے، اب وہ ڈھیر سارے اموال کا مطالبہ کرنے لگے ہیں، اور کبھی کبھی وہ اس سلسلے میں مختلف حیلے اور متعدد اسالیب اختیار کرتے

ہیں، اور انہیں اس بات کی بھی پرواہ نہیں ہوتی ہے کہ کون سا مریض کتنا غریب وفقیر ہے اور اس کا ہاتھ کتنا خالی ہے، اور ان محتاج مریضوں سے حصول مال کی کامیابی نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کر دیا ہے کہ وہ سارا کام دھندہ چھوڑ کر اسی کے لئے فارغ ہو جائیں، اور اپنا پورا وقت رقیہ ہی پر لگا دیں، انھوں نے اس کام کے لئے اپنے گھروں کو کشادہ کر لیا ہے، ملاقاتیوں کے لئے تیار بیٹھے ہیں، ان کے اوقات کار متعین ہیں، وہاں اپائنٹمنٹ ایسے ہی دئے جاتے ہیں جیسے خصوصی اسپتالوں میں ہوتا ہے، انھوں نے اس رقیہ ہی کو دینی حرفت اور پیشہ بنالیا ہے، اور ان کی مادی کمائی کا ذریعہ بھی وہی ہے، ان میں سے کچھ لوگ اپنی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے اور بلانے کے لئے اشتہارات دیتے ہیں اور سائن بورڈ لگواتے ہیں، اس سلسلے میں بھی ان کے طریقے اور وسائل الگ الگ ہیں۔

- ان میں سے کچھ لوگ قرطاسوں میں رقیے لکھتے ہیں اور انہیں مریضوں کے ہاتھ بھاری قیمت پر فروخت کرتے ہیں! ان میں سے کوئی کوئی تو قد آدم ورق لاتا ہے، پھر اس پر کچھ آیتیں لکھتا ہے اور اسے ''بدن'' کا نام دیتا ہے، پھر اس کی قیمت آٹھ سو پچاس ریال رکھتا ہے، کچھ لوگوں نے بالکل یہی کیا ہے!
- کچھ لوگوں نے اپنی دوکان پر دربان بیٹھا رکھا ہے جو ہر اندر آنے والے سے (داخلہ فیس) وصول کرتا ہے، اور یہ رقیہ کی فیس نہیں ہوتی ہے، وہ تو بالکل ہی الگ چیز ہوتی ہے!
- ان میں سے کچھ لوگوں نے طبی کلینکوں کی طرح کے مراکز کھول رکھے ہیں تاکہ مریض وہاں جمع ہو سکیں۔
- کچھ لوگ پانی یا تیل سے بھرے گیلن اور ڈرم میں (رقیہ) پڑھتے ہیں، پھر اسے ڈنڈے وغیرہ سے ہلاتے ہیں، اس کے بعد اس پانی کو چھوٹے چھوٹے بوتلوں میں بھرا جاتا ہے، اور کارٹونوں میں رکھ کر لوگوں کو بیچا جاتا ہے۔
- کچھ لوگ منرل واٹر کے بوتلوں میں رقیہ پڑھتے ہیں اور کبھی کبھی وقت بچانے کے لئے انہیں بند ہی رہنے دیا جاتا ہے!!!
- کچھ لوگ توجہ والی اور غیر توجہ والی قرأت میں تفریق کرتے ہیں اور پہلی کا دام اونچا ہوتا ہے!!!
- کچھ لوگ انفرادی اور اجتماعی قرأت میں فرق کرتے ہیں اور ہر ایک کا دام الگ الگ ہوتا ہے!!!
- اور کچھ لوگ گھروں کی ٹنکیوں ہی میں رقیہ پڑھ دیتے ہیں، اور اس کا بل کثرت کے مطابق بنایا جاتا ہے۔
- کچھ دیگر کیفیات اور طریقے بھی ہیں جن سے مریضوں کا بہت مال کھینچا جاتا ہے اور ان کے کندھے بوجھل

کردئے جاتے ہیں۔ ①

- **هيئة الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر** کی ایک معتمد رپورٹ کے مطابق راقی نے تین نشستوں کے لئے ایک مریض پر اپنے رقیے کی قیمت چھ ہزار ریال تک پہنچادی! (ہماری کرنسی کے مطابق تقریباً (1,14,000روپے)۔
- ایک اور مریض کے رقیے کی قیمت ۵۲؍ہزار ریال تک پہنچی (تقریبا9,88,000روپے) یعنی متعدد نشستوں کی اجرت کا ٹوٹل اتنا ہی بنا تھا!!
- معتمد واقعات اور قصوں کی ایک ایسی ہی طویل فہرست ہے۔

ہم اللہ سے عافیت اور سلامتی کے طلبگار ہیں۔

اسی لئے یہ ضروری قرار پایا کہ اس صورت حال پر بحث کی جائے اور اس کے متعلق حکم شرعی معلوم کیا جائے، مگر اس سے پہلے بہتر یہ ہے کہ رقیہ پر اجرت کے متعلق گفتگو کرلی جائے۔

## رقیہ پر اجرت کا حکم

اہل علم کی ایک جماعت نے رقیہ پر اجرت لینے کے جواز کی صراحت کی ہے، اور انھوں نے اس کی متعدد دلیلیں پیش کی ہیں، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو گزر چکی ہے، جس میں قبیلے کا سردار ڈنسا گیا تھا، جب وہ لوگ صحابہ کے پاس آئے اور انھوں نے اپنا ماجرا پیش کر کے علاج کا سوال کیا تو ایک صحابی نے کہا :

’’**نَعَمْ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرْقِيْ، وَلَكِنْ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا، فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى قَطِيْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ**‘‘۔

’’ہاں! اللہ کی قسم، میں رقیہ کردوں گا، مگر میں اس وقت تک تمہارے لئے رقیہ کرنے والا نہیں جب تک کہ تم کوئی (**جعل**) عوض مقرر نہ کردو کیونکہ ہم نے تم سے مہمانی طلب کی مگر تم ہماری مہمانی پر آمادہ نہ ہوئے، لہٰذا انھوں نے

---

① دیکھیے: فتح الحق المبين مولفه د. عبدالله طيار اور شيخ سامى مبارك(١١٢)، بيان الأدلة النقلية والعقلية في الفرق بين الرقية الشرعية والرقية التجارية مؤلفه شيخ عبدالكريم الحميد (٩-١٠)، النذير العريان، فتحي جندي، الرقية الشرعية استاد دكتور علي فقيهي (٢٧)، اور الرقى د. علي العلياني (٧٥) ، اور وہ رپورٹ جو مركز الهيئة نے میری فرمائش پر تیار کی جزاهم الله خيراً. اور القواعد المثلى شيخ أسامه المعاني (٣٩)۔

بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے کر لیا''۔

اور انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا اور مریض اچھا ہو گیا... اور جب انھوں نے اس وصول کردہ عوض کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا :

''فَقَدْ أَصَبْتُمْ، اقْسِمُوْا، وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا''۔

''تم نے صحیح کیا، آپس میں بانٹ لو، اور اپنے ساتھ میرے لئے بھی ایک حصہ مقرر کرو''۔ ①

## • اور ابن عباس کی روایت میں ہے :

''أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِمَاءٍ فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ، فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ؟ إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ، فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَكَرِهُوا ذَلِكَ، وَقَالُوا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ''۔

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ اصحاب کا گزر ایک پانی کے (تالاب کے) پاس سے ہوا جہاں ایک ڈنک مارا ہوا یا ڈنسا ہوا آدمی تھا، لہٰذا ان پانی والوں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: کیا تم میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے، پانی کے پاس ایک ڈنک مارا ہوا یا ڈنسا ہوا آدمی ہے؟ چنانچہ ان میں سے ایک شخص چل پڑا اور اس نے کچھ بکریوں کی شرط پر سورۂ فاتحہ پڑھی اور وہ اچھا ہو گیا پھر جب وہ شخص بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا اور کہا کہ تم نے اللہ کی کتاب پر اجرت لے لی، یہاں تک کہ وہ سب مدینہ آئے اور انھوں نے کہا: اس نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن پر تم نے اجرت لی ہے ان میں سب سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے''۔ ②

## • خارجہ بن صلت تیمی کی روایت :

''أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ، ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِنْ عِنْدِهِ، فَمَرَّ عَلَى

---

① متفق علیہ۔

② صحيح البخاري ك : الطب، ب : الشرط في الرقية بقطيع من الغنم فتح : ٢٥٤٧/٣ ، ح ٥٧٣٧۔

قَوْمٍ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَجْنُونٌ مُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ أَهْلُهُ: إِنَّا حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هَذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ، فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُدَاوِيهِ؟ فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَبَرَأَ، فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: "هَلْ إِلَّا هَذَا" وَقَالَ مُسَدَّدٌ: فِي مَوْضِعٍ آخَرَ "هَلْ قُلْتَ غَيْرَ هَذَا؟" قُلْتُ: لَا، قَالَ "خُذْهَا فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ.''

''وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے، پھر وہ ان کے پاس سے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ان کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے یہاں ایک دیوانہ پابند سلاسل تھا، اس کے گھر والوں نے عرض کیا کہ ہمیں یہ خبر لگی ہے کہ آپ کے یہ حضرت خیر کے ساتھ تشریف لائے ہیں تو کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جس سے آپ اس کا علاج کر دیں؟ تب میں نے فاتحۃ الکتاب (سورۂ فاتحہ) سے اس کا رقیہ کر دیا اور وہ ٹھیک ہو گیا، اس پر انھوں نے مجھے سو بکریاں عطا کیں، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور ان سے ماجرا بیان کیا، تب آپ نے فرمایا:

بس ایسا ہی کیا تھا نا؟

ایک دوسرے مقام پر مسدد روایت کرتے ہیں کہ: کیا تم نے اس کے سوا کوئی اور بات کہی تھی؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: بالیقین کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو باطل رقیے سے کھاتے ہیں، تم نے تو رقیۂ حق (یعنی صحیح رقیے) سے کھایا ہے''۔ ①

- **بغوی رحمہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول:**

''إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ''۔

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس میں قرآن اور اللہ کے ذکر سے رقیہ اور اس پر اجرت لینے کے جواز کی دلیل پائی جاتی ہے، کیونکہ قرأت اور رقیہ جائز افعال میں سے ہیں، اور اس میں طبیب اور معالج کی اجرت کی

---

① اس کی تخریج ابوداود نے اپنی سنن (ک: الطب، ب: كيف الرقى؟ ، ح (۳۸۹۶) ص (۶۹۹) میں کی ہے، اور احمد نے اپنی مسند (۳۶/۱۵۵) ح (۲۱۸۳۵) میں، اور حاکم نے المستدرک (۱/۷۴۷) ح (۲۰۵۵) میں اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے اور البانی نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ السلسلة الصحيحة (۵/۴۴-۴۵) ح (۲۰۲۷) میں ہے۔

اباحت بھی ہے۔[1]

● **اور نووی رحمہ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول :**

''خُذُوْا مِنْهُمْ وَاضْرِبُوْا لِيْ بِسَهْمٍ مَعَكُمْ''۔

پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ''یہ فاتحہ اور ذکر کے ذریعہ کئے گئے رقیہ پر اجرت لینے کے جواز کی تصریح ہے، اور یہ کہ وہ حلال ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، یہی معاملہ تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا بھی ہے، اور یہی شافعی، مالک، احمد، اسحاق، ابوثور، دیگر سلف اور ان کے بعد کے لوگوں کا مسلک بھی ہے، اور ابوحنیفہ نے تعلیم قرآن کے سلسلے میں اس سے منع کیا ہے اور رقیہ میں اس کی اجازت دی ہے۔[2]

● **شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''جب عبادت متعدی نفع والی ہو، اور انسان متعدی نفع پہنچانا چاہتا ہو تو اس پر اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، گو اس کا تعلق ان اشیاء میں سے ہو جو قربت کے طور پر ہی واقع ہوا کرتے ہیں، کیونکہ اس قاری نے قرأت سے تعبد للہ کا قصد نہیں کیا ہے، بلکہ اس کا قصد دوسرے کو نفع پہنچانے کا ہے، یا تعلیم، یا شفاء طلبی، یا کچھ اور، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے''۔[3]

## رقیہ میں لی جانے والی اجرت کی فقہی حیثیت

اس سلسلے میں علماء کے نزدیک ایک اہم بحث یہ ہے کہ رقیہ پر جو اجرت کا لینا جائز ہے وہ بحیثیت ''**استئجار**'' ہے یا بحیثیت ''**جُعْل**'' ہے۔

● **جُعْل کی لغوی تعریف :**

ابن فارس مقائیس اللغۃ (۱/۴۶۰) میں فرماتے ہیں :

---

[1] شرح السنۃ : ۲۶۷-۲۶۸۔

[2] شرح صحیح مسلم ۱۴/ ۱۶۵-۱۶۶ اور دیکھیے: فتح الباری : ۱/ ۱۱۹۷، عون المعبود شرح سنن ابی داود (۷/ ۴۳)، شرح صحیح بخاری لابن بطال (۶/ ۴۰۵-۴۰۶)، وعمدة القاري للعيني (۲۱/ ۳۹۳) سبل السلام للصنعاني (۳/ ۱۲۲)۔

[3] الشرح الممتع علی زاد المستنقع (۱۰/ ۵۵) دیکھیے شرح صحیح بخاری لابن بطال ۶/ ۴۰۵-۴۰۶، فتاوی اللجنة الدائمة (۹/ ۳۹-۴۰)۔

''اَلْجُعْلُ وَ الْجُعَالَةُ وَالْجَعِيْلَةُ : مَا يُجْعَلُ لِلْإِنْسَانِ عَلٰى أَمْرٍ يَفْعَلُهُ''۔

''جُعْل جُعَالَه اور جَعِيْلَة اس عوض کو کہتے ہیں جو کسی کام کے کرنے پر انسان کے لئے مقرر کیا جاتا ہے''۔ ①

- **اصطلاحی معنی :**

جو کچھ عامل کے لئے اس کے عمل پر مقرر کیا جاتا ہے۔ ②

- **فقہاء کی اصطلاح میں :**

کسی معلوم یا مجہول مدت میں کسی معلوم یا مجہول کام کو انجام دینے والے کے لئے کوئی معلوم عوض جو مقرر کیا گیا ہو۔ ③

- **جُعالہ کے جواز پر دلیل :**

**کتاب سے :**

﴿وَلِمَن جَآءَ بِهِۦ حِمۡلُ بَعِيرٍ﴾ [یوسف:۷۲] ''جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ ملے گا''۔

**اور سنت سے :** ابو سعید رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث۔

- جُعالہ ایک ایسا عقد (معاہدہ) ہوتا ہے جس میں دو میں سے ایک عوض کے معلوم ہونے کی شرط نہیں ہوتی ہے، چنانچہ اس میں ایک عوض ادا کیا جاتا ہے اور دوسرا عوض معمول (یعنی کوئی کام) ہوتا ہے، پھر وہ عوض جو ادا کیا جاتا ہے اس کا معلوم ہونا لازم ہے، اور عوض معمول (یعنی کام) کے معلوم ہونے کی شرط نہیں ہوتی ہے، اور ادائیگی جاعل (یعنی کام دینے والے) کی طرف سے ہوتی ہے، اور معمول (کام) عامل کی طرف سے ہوتا ہے، اس میں جاعل کہتا ہے کہ جو ایسا ایسا کرے گا اسے معلوم و مقرر ادائیگی کردی جائے گی، جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے قصے میں (ایک اونٹ کا بوجھ) عوض مقرر ہے جو ادا کیا جائے گا، اور عوض معمول مجہول ہے، ہوسکتا ہے کہ عامل پیمانہ لانے میں کامیاب ہوجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کامیاب نہ ہو، اور اگر کامیاب ہو بھی تو ممکن ہے مشقت سے کامیابی ملے اور کبھی نہ بھی ہو، اور کبھی وقت تھوڑا لگے اور کبھی زیادہ بھی لگ سکتا ہے، ایسا معاہدہ جائز ہے، اور فریقین میں سے

---

① النهاية في غريب الحديث والاثر لابن الأثير (۱/۲۵۳)، لسان العرب لابن منظور (۲/۳۰۱) ماده (جعل) بھی دیکھیے۔

② دیکھیے: التعريفات للجرجاني: ۱۳۰۔

③ دیکھیے: المغني لابن قدامة (۸/۱۲۰)، وزاد المستنقع في اختصار المقنع، لأبي النجا الحجاوي (۱۳۸) وحاشية الروض المربع شرح زاد المستقنع لابن قاسم (۵/۴۹۴-۴۹۵)۔

ہر ایک کے لئے اس معاہدے کا فسخ کر دینا اور اس کا روک دینا جائز ہے۔[1]

- **جعالہ حسب ذیل مسائل میں اجارہ سے مختلف ہوتا ہے :**

- جعالہ کی صحت کے لئے عمل **مُجَاعَلْ عليه** (جس کام پر عوض طے کیا گیا ہے) کے متعلق علم ہونے کی شرط نہیں لگائی جاتی ہے جبکہ اجارہ کا معاملہ اس سے مختلف ہے، کیونکہ اس میں عمل مؤاجر علیہ (جس کام پر اجرت طے کی جا رہی ہے) معلوم ہوتا ہے۔
- جعالہ میں مدت عمل کے معلوم ہونے کی شرط نہیں ہوتی ہے، جبکہ اجارہ میں یہ شرط ہوتی ہے کہ مدت عمل معلوم ہو۔
- جعالہ میں عمل اور مدت کے درمیان جمع کرنا جائز ہے، مثلاً یوں کہے کہ جو اس کپڑے کو ایک دن میں سی دے گا اسے اتنا ملے گا، لہٰذا اگر کوئی اسے ایک دن میں سی دے تو وہ جعل (عوض) کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں؛ بخلاف اجارہ کے، کیونکہ اس میں عمل اور مدت کے درمیان جمع کرنا صحیح نہیں ہے۔
- جعالہ میں عامل اپنے اوپر عمل کو لازم نہیں کرتا ہے، جبکہ اجارہ میں عامل عمل کا التزام کرتا ہے۔
- جعالہ میں عامل کی تعیین کی شرط نہیں ہوتی ہے، جبکہ اجارہ میں اس کی تعیین کی شرط ہوتی ہے۔
- جعالہ ایک ایسا جائز عقد (معاہدہ) ہے جس میں طرفین میں سے ہر ایک کو دوسرے کی اجازت کے بغیر اسے فسخ کر دینے کا حق ہوتا ہے، جبکہ اجارہ کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اجارہ ایک ایسا لازم عقد ہوتا ہے جس میں طرفین میں سے کسی کے لئے دوسرے کی مرضی کے بغیر اس کا فسخ کرنا جائز نہیں ہوتا ہے۔[2]
- یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اجارہ میں مال لینے کے لئے شفا کی شرط نہیں ہوتی ہے جبکہ جعل یا جعالہ میں حصول شفاء شرط ہے۔
- علماء کی ایک جماعت شفاء کی شرط کے بغیر اجرت لینے کے جواز کی قائل ہے، **النوازل في الرقيه**

---

① دیکھیے: **الشرح الممتع على زاد المستقنع لابن عثيمين (١٠/٣٤٤)، المجموع للنووي (١٦/٣)، الروض المربع شرح زاد المستقنع للإمام البهوتى (٣٧٩)، حاشية الروض المربع شرح زاد المستقنع لابن القاسم (٥/٤٩٦)، تفسير ابن كثير (٦٨٤)۔**

② دیکھیے: **المغني لإبن قدامه (٨/١٣٩-١٢٠)، الفروسية لابن القيم (٢٦٥)، حاشية الروض المربع شرح زاد المستقنع لإبن قاسم (٥/٣٢٠)، منهج السالكين للسعدي (١٦٤-١٦٦) الشرح الممتح على زاد المستقنع لابن عثيمين (١٠/٣٤٤)، الملخص الفقهي للشيخ صالح الفوزان (٣١٠)۔**

**الشرعیه** کی مولفہ بھی اسی کی قائل نظر آتی ہیں اور امام ابن تیمیہ کے اس قول کی تاویل کرتی ہیں جو شفاء کی شرط کے ساتھ اخذ اجرت کو جائز بتاتا ہے۔

- علماء کا دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ رقیہ میں جو عوض لیا جاتا ہے وہ بطور جعل جائز ہوتا ہے اس لئے اس کے حصول کے لئے شفا کی شرط لازم ہے۔

### اس کی دلیل :

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے جس میں انھوں نے ڈنسے ہوئے سردار کا رقیہ کیا تھا...اور اس سے حاصل شدہ عوض کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا : ''اسے لے لو اور اس میں اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگاؤ''۔

### وجہ دلالت یہ ہے کہ :

انھوں نے جعل (عوض) کی ادائیگی اس وقت کی جب ان کے مریض کو شفا مل گئی، اس لئے اس کا حصول بطور اجارہ نہیں بلکہ بطور جعالہ جائز ہوا، کیونکہ اجارہ میں مدت یا عمل کا معلوم ہونا لازم ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''جب طبیب کے لئے مریض کی شفا پر جعل (عوض) مقرر کیا جائے تو جائز ہے، جیسے کہ نبی ﷺ کے صحابہ نے بکری کا وہ ریوڑ لے لیا جو ان کے لئے قبیلے کے سردار کی شفاء پر مقرر کیا گیا تھا۔ ان میں سے کسی نے اس کا رقیہ کر دیا تو وہ ٹھیک ہو گیا، تب انھوں نے بکری کا ریوڑ لے لیا، کیونکہ شفاء پر جعل اس کی قدرت سے باہر ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ شفا دے دے اور ہوسکتا ہے کہ نہ بھی دے، اس لئے اس میں اور اس جیسی چیزوں میں جعالہ ہی جائز ہے نہ کہ اجارہ لازمہ۔ ①

- ### شیخ عبدالکریم بن صالح الحمید صاحب لکھتے ہیں :

''بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اجرت یا جعل کا لینا علی الاطلاق ہے، یہ ایک واضح خطا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول :

''إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ''۔

''تم نے جن پر اجرت لی ہے ان میں سب سے مستحق کتاب اللہ ہے''۔

---

① مجموع الفتاوی(۲/۵۵۷)الأحكام الفقهيه فى الرقيه الشرعيه(۳۸۲)۔

**بیان کرتے وقت فرمایا :** ''یہ جعل صرف تلاوت پر نہیں بلکہ قوم کے مریض کی عافیت پر تھا''۔انتھی ①

مزید فرمایا : ''کیونکہ جعل (عوض) محض قرأت پر نہیں بلکہ شفاء پر تھا''انتھی ②

مطلب یہ ہے کہ جعل۔یعنی اجرت۔شفاء کی شرط پر متعین ہوا تھا۔

مگر آجکل اس سلسلے کے پیشہ ور لوگ جو کام کرتے ہیں وہ سابقہ بیان کے خلاف ہے، وہ تو تلاوت پر اجرت لیتے ہیں، خواہ مریض پر پھونک مار کر حاصل کریں یا دواؤں پر جن کی قیمت مبالغے کے ساتھ محض اپنی پھونک اور قرأت کی وجہ سے حاصل کی جاتی ہے، اسی وجہ سے وہ اس کی اصلی قیمت سے کافی بڑھ جاتی ہے، اور کبھی تو وہ قرطاسوں پر بھاری قیمت میں رقیے لکھ کر مریضوں کو دیتے ہیں، یہ سب اور اسی جیسی چیزیں ایسی ہیں جن پر ان دونوں حدیثوں کا قصہ دلالت نہیں کرتا ہے، کیونکہ ان میں راقی کو جعل اس وقت دیا گیا جب مریض کو شفا مل گئی، اور یہی ان احادیث کا ظاہر ہے کہ جن کے مطابق رقیہ شفاء کے اشتراط کے مقتضی پر جاری ہوا، اس میں اور ان لوگوں کے فعل میں کیا جوڑ ہے جو شفاء کی شرط کے بغیر مال لے لیتے ہیں؟ اگر بات مثلاً ایک یا دو ریال کی ہوتی تب تو یہ بات شاید قابل برداشت ہوتی، مگر یہ لوگ تو باطل کے ساتھ بھاری مال حاصل کرتے ہیں؛ ... اسی لئے صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے علماء سے یہ بات معہود نہیں رہی کہ وہ رقیہ پر اس کیفیت کے ساتھ اجرت لیتے رہے ہوں جیسے موجودہ وقت کے لوگ لے رہے ہیں۔

مجھے تو یہ معلومات حاصل ہوئی ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ایک ورق کے مقابل جسے وہ لکھ کر دیتے ہیں پانچ سو ریال (یعنی نو یا دس ہزار روپے) وصول کر لیتے ہیں جبکہ اس کی قیمت ایک چونی بھی نہیں ہوتی ہے، اور ان میں سے کچھ لوگ ایک لائن سے پانی کے برتن لگوا دیتے ہیں، پھر ان پر ایک ہی بار پھونک مار دیتے ہیں، اور انہیں ان کی قیمت سے مہنگا فروخت کرتے ہیں گویا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں جو اللہ کے حکم سے اندھوں اور برص زدہ لوگوں کو اچھا کرتے ہوں۔ ③

- **ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''جہاں تک رقیہ پر اجرت لینے کی بات ہے تو احمد نے اس کے جواز کو اختیار کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ابو سعید کی حدیث بیان کی ہے، اور اس کے اور مختلف فیہ مسئلے کے درمیان فرق یہ ہے کہ رقیہ ایک

---

① دیکھیے : مجموع الفتاوی : ۱۲۸/۱۸۔ ② دیکھیے : مجموع الفتاوی : ۵۰۷/۲۰۔

③ الفرق بین الرقیه الشرعیه والرقیه التجاریة : ۸-۹۔

قسم کا دوا علاج ہے، اور اس سے لی جانے والی اجرت جعل ہے، اور علاج پر اجرت لینا جائز ہے، اور جعالہ اجارہ سے زیادہ وسعت کا حامل ہوتا ہے، اسی لئے عمل اور مدت کی جہالت کے ساتھ بھی جائز ہے، اور آنحضرت ﷺ کے قول :

''إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ''۔

میں بھی مراد رقیہ میں جعل لینا ہے، کیونکہ اس کا بھی ذکر رقیہ کی خبر کے سیاق میں ہوا ہے۔ ①

## • شیخ ربیع بن ھادی مدخلی صاحب فرماتے ہیں :

''اب تو راقی حضرات لوگوں سے اجرتیں اور مال لے ہی لیتے ہیں۔ گو انہیں ان سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا ہو۔!!

اور رقیہ پر اجرت کے لینے کا جواز اس مریض کی شفا کے ساتھ مشروط ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ : وہ اسی وقت ایسا ہو گیا جیسے بندش سے آزاد کر دیا گیا ہو! لہٰذا انھوں نے ریوڑ لے لیا، اور اگر اسے شفا نہ ملی ہوتی؛ تو وہ ریوڑ بھی نہ لیتے۔

اب تو راقی مال کا عاشق ہے، مریض اپنے مرض کے ساتھ اور مصیبت زدہ اپنی مصیبت کے ساتھ واپس جائے تو اس کی بلا سے، وہ کچھ فائدہ نہ اٹھائے اور اس کا مال لٹ جائے؟! تو یہ اموال جو وہ حاصل کرتا ہے حرام ہیں! اللہ آپ کو برکت عطا فرمائے۔ ②

## • شیخ محمد بن ابراہیم شقرہ صاحب فرماتے ہیں :

''یہ ایک مفید بات ہو گی کہ ہم چند ایسے امور کے متعلق متنبہ کریں جن کی تنبیہ لازم ہے اور وہ حسب ذیل ہیں :

ا۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ رقیہ ایک پیشہ بن چکا ہے جس سے کمائی کی جاتی ہے، اور اسے پیشہ اس کے چند دعویداروں نے بنا رکھا ہے، یہاں تک کہ اس کے لئے خاص کلینکیں بن چکی ہیں، اور جن کیسوں کے لئے رقیہ کیا جاتا ہے انہیں کے مطابق اس کی اجرتیں بھی مقرر ہو چکی ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے اس پر اجرت لینا کیسے جائز کر لیا ہے؟

---

① المغنی : ۱۳۹/۸، النوازل فی الرقیۃ ص ۱۳۳۔

② اسئلۃ مهمۃ حول الرقیۃ والرقاۃ : ص ۶۔

۲۔ شاید انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول :

''إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ''۔

سے اجرت لینے کو مباح کر لیا ہے، جبکہ یہ بات انھوں نے اس جماعت سے کہی تھی جو ایک پانی والے علاقے میں گئے تھے، اور ان لوگوں میں ایک ڈنسا ہوا شخص تھا، واقعہ یہ تھا کہ محلے والوں نے ان لوگوں کی مہمانی نہیں کی تھی، اس لئے انھوں نے یہ جعل (عوض) طلب کیا تھا اور اگر اس وفد کو پانی والی بستی میں اللہ کا مشروع کردہ حق ضیافت مل گیا ہوتا تو وہ اس کا مطالبہ نہ کرتے، لہٰذا اس صورت میں جب انھوں نے اس عوض کو لیا تو حقیقت میں انھوں نے اپنا حق لیا، اور اس نکتے کو بہت کم سمجھا جاتا ہے!

۳۔ شاید کچھ لوگوں کو التباس اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے جعل کو اجر سے تعبیر فرمادیا حالانکہ اس تسمیہ کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ کسی چیز کو اس کا کوئی اور مرادف نام دے دیا جائے، ممکن ہے اس لفظ سے اس کا معنی اسم جعل کے مقابلے میں زیادہ قریب ہو جاتا ہو، گویا کہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے اگرچہ اسے اجر کہا ہے مگر اس سے حقیقت امر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، کیونکہ صورت حال تو بس یہی تھی کہ انھوں نے ان پانی والوں سے وہ حق پورا پورا وصول کر لیا تھا جس کا انھوں نے انکار کر دیا تھا۔

۴۔ اور یہاں کچھ راقی تو ایسے ہیں جو خود اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں گر پڑے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو عورتوں کا رقیہ کرتے ہیں، جبکہ رقیہ ایک ذکر و دعا ہے جس میں اخلاص اور صدق توجہ إلی اللہ کی ضرورت ہوتی ہے؛ پھر ان کے ہاتھوں شفاء کا حصول کب ممکن ہے؟ جبکہ وہ رضا کارانہ اس فتنے میں جا پڑے ہیں اور ان کی معصیت ان پر چھائی ہوئی ہے۔ [1]

## ڈاکٹر محمد بن یوسف حورانی صاحب اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''رقیہ میں مال اور جعل کے حصول کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جو اس عظیم باب میں داخل ہونے والے بہت سے لوگوں پر ملتبس ہو چکا ہے؛ اور وہ یوں کہ کچھ لوگوں کے لئے یہ باب - رقیہ اور لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے اور ان کے رنج والم کو دور کرنے کا باب - بے تحاشا مالداری تک پہنچنے کی رسی بن چکا ہے!! اور یقیناً مال انہیں حاصل ہو رہا ہے، جبکہ کچھ لوگ بہت معمولی سی رقم لے رہے ہیں، اور میری رائے تو یہ ہے کہ انھوں نے اس معمولی رقم سے بھی اپنے رقیہ کو آلودہ کر لیا ہے حالانکہ اس سے کوئی خاص فائدہ ملتا ہے نہ حاجت پوری ہوتی ہے! اس مسئلے میں علم تو

[1] تقديم كتاب : الرقيه الشرعية من الكتاب والسنة النبوية مولفه د. محمد بن يوسف الحوراني : ١٥-١٦۔

اللہ ہی کو ہے مگر احادیث کے مطالعہ اور مسئلے کی تحقیق اور دلائل کو جمع کرنے کے بعد اس کتاب کے مولف کو جو نتیجہ ملا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے دو پہلو ہیں جبکہ اس کی تفصیل ''فقه الرقية'' نامی رسالے میں ہے :

قرأت قرآن پر اجرت لینے میں اصل عدم جواز ہے کیونکہ اس سلسلے میں شدید نھی کی حدیثوں کا عموم اسی پر دلالت کرتا ہے، اور یہ مسئلہ تعلیم سے متعلق ہے، اور اس میں تفصیل ہے جو۔ بطور استحسان۔ مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ اجرت تعلیم کے لئے تو نہیں البتہ وقت لگانے کے لئے لی جا سکتی ہے۔

**پھر (رقیہ کے مسئلے میں) گفتگو دو درجوں پر ہے :**

**اول :** جواز ہے؛ کیونکہ : ''**إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ**''۔

کہہ کر نبی ﷺ نے اس کی اجازت دی تھی۔ مگر ایک اہم شرط اور قید کے ساتھ؛ اور وہ ہے عافیت، صحتیابی اور شفاء کا حصول، اور اسی بات کو بہت سے لوگوں نے نہیں سمجھا ہے؛ اور جو بھی اس سلسلے میں وارد روایات پر غور کرے گا اسے ان میں شفاء اور عافیت کے حصول کا تذکرہ ضرور ملے گا، مثلاً وہ روایت جس میں آیا ہے کہ : ''وہ یوں اٹھ کھڑا ہوا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو'' اور ''گویا اس کی بندش کھول دی گئی ہو'' وغیرہ۔ یہی بات سلف اور اہل حدیث میں سے بہت سے لوگوں نے سمجھی ہے، اور اپنی کتابوں میں انھوں نے سرخی یوں لگائی ہے : ''**باب جواز أخذ الاجر علی قرأة القرآن**'' اور اس سے ان کی مراد حصول شفا و عافیت ہے، اس کی ایک دلیل ابن عبدالبر رحمہ اللہ کی وہ بات ہے جو انھوں نے ''**التمهيد**'' (۶/۲۴۱) میں درج فرمائی ہے :

''اس میں نشرہ (جادو اتارنے) کی اور اس کے اتارنے کا کام کرنے کی اباحت پائی جاتی ہے، اور زھری نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ بھی علم کا ایک حصہ ہے، اور جب وہ مباح ہے تو؛ اس پر بدل لینا بھی جائز ہے، اور یہ اس وقت درست ہوگا جب اس سے صحیح طور پر نفع حاصل ہوا ہوگا؛ کیونکہ ہر وہ چیز جس سے یقینی طور پر نفع حاصل نہ ہو، اس پر مال کھانا باطل اور حرام ہے''۔

- **اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''مجموع الفتاوی'' (۱۸/۱۲۷) میں فرماتے ہیں :**

اور لوگوں نے جو ''**أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ**'' کی روایت بیان کی ہے تو ہاں یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا : ''**أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ**'' مگر وہ رقیہ کی حدیث میں ہے، اور جُعْل۔ یعنی بدلہ۔ مریض قوم کی عافیت پر تھا نہ کہ تلاوت پر''۔

اور (۵۹/۱۹) پر بھی فرمایا : ''ڈنسے ہوئے کے شفا پانے پر انہیں رقیہ پر جعل لینے کی اجازت مرحمت فرمائی''۔

● اور ان کے شاگرد ابن قیم رحمہ اللہ نے ''اِعلام الموقعین'' (۵/۲) میں ان کاموں کے بیان میں جن سے مال مقصود ہوتا ہے تین قسموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا : ''اور جعل قرأت پر نہیں شفا پر تھا'' اور دیکھیے : ''الفروسية'' (۳۲۵)، اور اسی سے ناحق مال لینے کی سنگینی واضح ہو جاتی ہے!! بلکہ یہاں بعض روایات کی گہری فہم اور ایک دقیق نکتہ ہے کہ وہ اجرت تو دراصل مقابل میں تھی، کیونکہ انھوں نے حق ضیافت ادا نہیں کیا تھا، اسی لئے اس کے مقابل انھوں نے اجرت طلب کر لی تھی۔

● **اور اللہ تعالیٰ ابن قیم الجوزیہ سے راضی ہو کہ انھوں نے فرمایا :**

''تمہارے لئے سب سے نفع بخش وہ شخص ہے جو تمہیں اپنی ذات سے اس بات کا موقع فراہم کرے کہ تم اس کے اندر کسی چیز کی کاشت کر سکو، یا اس کے ساتھ کوئی بھلائی کر سکو، ایسی صورت میں وہ تمہاری منفعت اور کمال میں نہایت اچھا معاون ہے، چنانچہ حقیقت میں تمہارا اس سے فائدہ اٹھانا اتنا ہی ہے جتنا وہ تم سے فائدہ اٹھاتا ہے یا کچھ زیادہ ہی ہے۔ اور تمہارے لئے سب سے نقصاندہ انسان وہ ہے جو تمہیں اپنی ذات سے یہ موقع فراہم کرے کہ تم اس میں اللہ کی کوئی معصیت کرو، اس لئے کہ وہ تمہاری مضرت اور نقص میں بڑا مددگار بنتا ہے''۔ [1]

● **کحال رحمہ اللہ ''الأحكام النبوية'' (۸۸) میں فرماتے ہیں :**

''اس میں معروف (مستحق سلوک) کے ترک کر دینے پر معاوضے کا جواز پایا جاتا ہے، گو اس کے برعکس کرنا زیادہ اچھا ہو، کیونکہ راقی نے (اس حدیث میں) کہا تھا کہ : ''اِسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا'' ''ہم نے تم سے مہمانی طلب کی تھی مگر تم نے ہماری مہمانی نہیں کی'' چنانچہ یہاں انھوں نے بدلے کے طور پر رقیہ میں اپنا معروف روک لیا اور اجرت لے کر ہی رقیہ کیا''۔

● **اور ابن مُلَک نے ''مبارق الأزهار'' (۱۹۴/۱) میں فرمایا :**

''بہتر یہی ہے کہ اسے اس بات پر محمول کیا جائے کہ ان لوگوں پر حق ضیافت واجب تھا، اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں راقی نے ان کے رقیہ طلب کرنے پر کہا تھا : ''تم نے ہماری ضیافت نہیں کی، اس لئے میں اس وقت تک تم لوگوں کا رقیہ کرنے والا نہیں جب تک تم ہمارے لئے کوئی جُعْل (یعنی عوض) متعین نہ کر دو؛ اس

[1] الفوائد : ۴۰۷۔

لئے ایک سبب کی وجہ سے انہیں ان لوگوں کا مال لینا جائز ہو گیا'' اھ۔

اور یہی حضرت والد شیخ محمد شقرہ حفظہ اللہ وأطال عمرہ کا بھی اختیار ہے جیسا کہ انھوں نے اس کتاب کے لئے اپنی تقدیم میں بیان فرمایا ہے، مگر یہ ان کی مددگار نہیں ہو سکتی جبکہ دوسری روایتیں ان کی تردید کرتی ہیں، جن میں رقیہ اور اس پر اجرت لینے کا بلا حق ضیافت تذکرہ ہے، اور یہ ظاہر ہے واضح ہے۔ ①

مگر آج تو راقی حضرات - اور انہیں کے مثل نفسیاتی امراض کے اطباء کو بھی - علم رقیہ سے ناواقف ہونے کے باوجود حصول مال کا سودا سمایا ہے، اور عام طور پر ناحق لینے کا، اور قدیم کہاوت ہے کہ : ''جاہل کو مال کی طلب ہوتی ہے اور عالم کو کمال کی''، اور شکوہ تو بس اللہ ہی کی بارگاہ میں ہے۔

**دوم :** یہ ہے کہ شفاء کے حصول کے بعد بھی مال اور جعل سے بچنا چاہیے، تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے رقیہ میں برکت دے اور اس کے ہاتھوں کامرانی عطا فرمائے، اور وہ اللہ کے حکم سے اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو نفع پہنچانے لگے اور ان کی فکرمندیوں کا ازالہ اور ان کے غموں کا مداوا کرے، بس ایک مسلمان کو تو ایسا ہی ہونا چاہیے، اور ہم تو واللہ اسی کو دین سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ جب تک ہم باحیات ہیں وہ ہم پر کی ہوئی اس نوازش میں تبدیلی نہ پیدا کرے۔ ②

- **جزائری عالم شیخ محمد علی فرکوس صاحب لکھتے ہیں :**

''رقیہ شرعیہ پر بطور جُعْل عوض لینا جائز ہے، اور عوض کے مستحق اس وقت تک نہیں بن سکتے ہیں جب تک عاقد (معاہدہ کرنے والے) کی شرط کے مطابق عمل کو پورا نہ کر دیں، یعنی اس وقت مستحق ہوں گے جب مرض سے سلامتی حاصل ہو جائے اور اس کا اثر زائل ہو جائے۔

اور اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جس کی تخریج بخاری نے کی ہے :

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا گزر ... (وہی حدیث بیان کی ہے جس کے آخر میں ہے : **''إن أحق ما أخذتم عليه أجرا: كتاب الله''**)۔

**آگے فرماتے ہیں :** ''اور جعل اسی حدیث کی بنا پر مشروع ہے؛ کیونکہ اس میں عمل کا اثر مجہول ہے؛ اس لئے کہ ممکن ہے ڈنسا ہوا شخص شفایاب ہو جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اچھا نہ ہو سکے، اور یہ (جعل) عامل (کام کرنے

① یہاں انھوں نے بطور جعل لینے کی تردید نہیں کی ہے بلکہ حق ضیافت کے بغیر رقیہ پر جعل کے طور پر اجرت لینے کے جواز کی تائید کی ہے۔

② الرقية الشرعيه من الكتاب والسنة النبوية : ۲۰۸-۲۰۹۔

والے) کی تعیین کے بغیر بھی جائز ہے، اور یہی الوعد بالجائزہ (انعام کا وعدہ) سے معروف ہے، بخلاف اجارہ کے جس میں عمل کا معلوم ہونا اور عامل کا بعینہ متعین ہونا واجب ہوتا ہے۔

● **دادا ابن رشد فرماتے ہیں :** ''جُعْل اور اجارہ یکجا نہیں ہوسکتے ہیں؛ کیونکہ اجارہ تو معلوم در معلوم ہی میں منعقد ہوتا ہے، اور جُعْل میں مجہول بھی جائز ہے، چنانچہ وہ دونوں اپنے احکام کے افتراق کی وجہ سے دو جداگانہ اصلیں ہیں''۔ ①

یہ بات اگرچہ صاف ہوگئی کہ رقیہ کے عوض میں راقی کا استحقاق ثابت ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ اس کا رقیہ خالص ہو اس میں عوض کی شرط نہ لگائی جائے، اگر بلا شرط کچھ دے دیا جائے تو اسے لے لے، مگر رقیہ میں اس کا قصد نہ ہو، بلکہ اس سے مقصود مسلمانوں کو نفع پہنچانا، ان سے اذیت کا دور کرنا، اور مسلمانوں کی بیماری سے شفاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے حصول اجر کی چاہت ہو، اور اگر شرط بھی طے کرے تو اشتراط میں سختی نہ کرے، بلکہ بقدر حاجت وضرورت لے لے، اور اگر لوگ زائد دے بھی دیں تو جو استحقاق سے زائد ہو وہ انہیں واپس کردے، اور اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اس عمل کو کمائی کا ذریعہ بنائے نہ اسی کا ہو رہے، کیونکہ اس طرح کا پیشہ نہ سلف امت کے یہاں معہود تھا نہ ائمہ ہدی کے یہاں، ہاں یہ ایک حقیقت ہے کہ رقیہ کے ذریعہ فارغ ہوکر مریضوں کے علاج کے لئے جدوجہد کا انحصار، طاقتوں کا صرف کرنا، اسی میں سارا وقت لگا دینا اور خود کو اسی کے لئے مخصوص ومقید کرلینا ان میں معروف نہیں تھا، حالانکہ ان میں کچھ لوگ قبولیت دعا کے لئے مشہور بھی تھے اور ان کے زمانے میں اس کا مقتضی بھی قائم تھا①، بس ان کا وطیرہ تو یہی تھا کہ قدرت اور حاجت کے وقت اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق عدل کے ساتھ دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے، مثلاً کچھ اذکار اور ادعیہ وغیرہ پڑھ دیتے تھے جن میں کوئی شرعی محذور نہ شامل ہو، اور اس سلسلے میں ان کے پیش نظر یہ حدیث ہوا کرتی تھی کہ : ②

''مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ'' ''جو بھی اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو پہنچا دے''۔

مگر یہ چیز انہیں ایسی باتوں سے نہیں پھیرتی تھی جو اس سے بہتر یا واجب ہوں، بالخصوص جبکہ دوسرے لوگ یہ کام کردیتے ہوں، اور یہ روش ان کی فقاہت کی وجہ سے تھی؛ کیونکہ نیکی اور تقویٰ اور مظلوم کی مدد پر تعاون کا حکم حسب امکان دیا گیا ہے۔ ③

---

① المقدمات الممهدات لابن رشد ۲/۱۸۲۔ ② دیکھیے: ''الرقى'' د.علی العلياني : ۷۵-۸۹۔

③ المنية في توضيح ما أشكل من الرقية: ۵۱-۵۲۔

# مگر موجودہ اندھیر کا کوئی جواز نہیں ہے

یہ بحث اس صورت کی ہے کہ جب رقیہ جائز طریقے پر کیا گیا ہو، اور اسے حرفت بنا کر لوگوں کا مال بٹورنے کے مختلف ہتھکنڈے نہ اپنائے گئے ہوں، ورنہ تمام علماء اس کے نادرست ہونے کے قائل ہیں اور اس کا مؤید کوئی نہیں ہے کہ جس طرح چاہو رقیہ کے نام پر بے تحاشا مال کھینچتے رہو اور لوگوں کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے جاؤ۔ اور اگر رقیہ میں ناجائز طریقے اور وسیلے اپنائے جاتے ہوں تو اس کے حرام و باطل ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

## النوازل فی الرقیہ کی فاضل مولفہ لکھتی ہیں :

سابقہ تفصیلات سے یہ حکم واضح ہوگیا ہے کہ اصل کے اعتبار سے رقیہ پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے، کیونکہ اس کا تعلق متعدی نفع سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ''۔

مگر آج رقیہ پر حصول مال میں جو توسع پیدا کرلیا گیا ہے وہی محذور وممنوع ہے اسی لئے بعض اہل علم نے اس کا شمار لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے میں کیا ہے۔ اور آج رقیہ کو حرفت وتجارت بنانے اور کامل طور پر اس کے لئے فارغ ہونے کی جو بدعت چلی ہے وہ لاریب غیر مشروع ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے، نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہ سلف صالحین سے، ان میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ وہ رقیہ سے معروف ہوا ہو۔ حالانکہ ان میں سے بعض کی کرامتیں تو ظاہر ومعلوم تھیں، مثلاً سعد بن وقاص جیسی شخصیت جو قبولیت دعا سے معروف تھی، وہ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک تھے جنھیں جنت کی بشارت ملی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی دعا قبول ہونے کی دعا فرمائی تھی۔

انہیں میں سے اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی تھے، ان کے علاوہ دیگر لوگ بھی تھے اللہ ان سب سے راضی ہو، مگر اس کے باوجود یہ کہیں منقول نہیں کہ لوگوں نے رقیہ کی طلب میں اور اسی جیسی چیزوں کے لئے ان کے دروازوں پر بھیڑ لگائی ہو۔ اگر رقیہ کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنے کے لئے یکسو ہوجانا، اس کو اپنی حرفت اور پیشہ بنالینا اور لوگوں میں اسی سے مشہور ہوجانا کچھ اچھا کام ہوتا تو انھوں نے اس کام پر ضرور ہم سے سبقت کی ہوتی، حقیقت یہی ہے کہ اس کا تعلق محدثات امور سے ہے، اور اس پر عمل جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''۔

''جو ہمارے اس امر (یعنی دین) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے''۔

**اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ :**

''مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ'' ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے''۔

- **ابن حجر ڈنسے ہوئے کی حدیث کے فوائد میں بیان کرتے ہیں کہ :**

''اس میں کسی ایسی چیز کے لینے کا جواز پایا جاتا ہے جس کا ظاہر حلت ہو اور جب اس میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو پھر اس میں تصرف ترک کر دیا جائے۔ ①

- **ڈاکٹر علیانی صاحب فرماتے ہیں :**

''یہ اصول معلوم ہے کہ جب اصل مشروع میں کوئی نئی کیفیت (یعنی بدعت) پیدا ہو جاتی ہے تو اس سے روک دیا جاتا ہے۔ ②

اور آج بیشتر راقیوں کی صورت حال یہی ہے کہ انھوں نے معین طریقے اور کیفیتیں پیدا کر لی ہیں۔ جیسا کہ صورت حال کی تصویر بیان کرتے وقت تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔ یہ لوگ بے تحاشا مال کھینچ رہے ہیں۔

- **سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ سے پانیوں کی ٹنکیوں میں رقیہ کے متعلق سوال کیا گیا، سائل کہتا ہے :**

''بعض قراء (راقی حضرات) پانی کی بڑی سی ٹنکی کا استعمال کرتے ہیں جن میں وہ دس منٹ تک پڑھتے ہیں پھر کچھ ور کر لوگ بوتلیں بھرتے ہیں اور انہیں لوگوں کے ہاتھوں فروخت کیا جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

**شیخ نے جواب دیا :**

''میں تو نہیں جانتا کہ اس کی کوئی اصل ہے، قرأت صحیحہ تو بس یہی ہے کہ کسی معین مریض کے قصد سے پانی یا دودھ کے برتن میں یا اسی طرح کی چیز میں ہو۔ مگر یہ کہ ٹنکی یا ڈرم میں پڑھا جائے پھر اسے لوگوں پر تقسیم کیا جائے تو یہ نہیں...''۔ ③

- **شیخ محمد عثیمین رحمہ اللہ سے پڑھے ہوئے پانی اور تیل کے فروخت کرنے کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا :**

''اس کا عوض لینے کا جو پہلو ہے اور یہ بات کہ میڈیکل اسٹور کھول کر انسان اس میں یہ پانی یا تیل رکھ لے،

---

① فتح الباری : ۱/۱۱۹۹۔ ② الرقی : ۷۸۔ ③ مجلة الدعوة عدد: ۱۵۴۳ ، ۱۳/محرم: ۱۴۱۷ھ۔

اور میں نے تو ۔یہ بھی۔ سنا ہے کہ کچھ لوگ ہر قرأت کی الگ الگ قیمت لگائے بیٹھے ہیں، مثلاً: آیۃ الکرسی دس کی، فاتحہ بیس کی، اور یوں ہی، تو یہ غلط ہے، سبحان اللہ! میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ اس سے فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ یہ قاری اپنی قرأت میں مخلص نہیں تھا، یہ قرأت کے عمل سے دنیا کی چاہت رکھتا ہے، اس لئے فائدہ نہیں ہوگا، اور بعض مریضوں کو جو فائدہ ہوجاتا ہے تو ۔اللہ اعلم۔ یہ ان کے انفعال کا نتیجہ ہوتا ہے، وہ یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ انہیں اس سے فائدہ ملے گا، اور اعتقاد کی بدن پر بڑی مضبوط تاثیر ہوتی ہے، کیونکہ بدن نفس کے تابع ہوتا ہے۔اس لئے جب نفس کو اس پانی یا اس دوا سے اطمینان ہوتا ہے تو وہ بلا شک موثر بن جاتی ہے۔

اس لئے اس مقام سے میں اپنے بھائی قراء حضرات کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قرأت کو دنیاوی کمائی کا وسیلہ نہ بنائیں، اور ان کی بڑی غرض یہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچائیں، پھر اگر انہیں کچھ مل جائے اور وہ اسے قبول کرلیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور اگر وہ اسے ۔بھی۔ چھوڑ دیں، یہاں تک کہ بلا شرط پڑھیں تو یہ بلا شک افضل ہے، مگر ۔ہم نے جیسا کہ بیان کیا۔ جب اسے کوئی مقرر شدہ اور طے شدہ قانون بنالیں گویا کہ وہ میڈیکل اسٹور ہو جس میں مختلف دوائیں دی جاتی ہیں تو یہ غلط ہے''۔ [1]

## رقیہ کو کمائی کا ذریعہ بنانے والے پیشہ ور راقیوں پر ابن عثیمین کی شدید ناراضگی :

**سوال :** بہت سے صوفی حضرات ۔جنھیں کچھ علم نہیں ہوتا ہے۔ رقیہ کے لئے بیٹھ گئے ہیں، اسی کو انہوں نے کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے، چنانچہ یہ لوگ مریضوں پر علاج سے پہلے اور علاج کے بعد کچھ مال مقرر کردیتے ہیں، تو کیا ان کا یہ فعل جائز ہے؟

اور اگر کچھ طلاب علم (اہل علم) بھی انہیں کی روش پر چل پڑیں تو آپ ان سے کیا فرمائیں گے؟

**جواب :** یہ مسئلہ ہمارے یہاں بہت بڑھ گیا ہے، جہاں تک صوفیا اور متصوفین کی بات ہے تو الحمد للہ ہمارا ملک اس سے پاک ہے ان شاء اللہ، مگر رقیہ سے کمائی کا عمل بہت بڑھ گیا ہے، اور یہ کام کچھ ایسے لوگوں کی طرف سے ہو رہا ہے جن کی استقامت کا حال اللہ ہی جانتا ہے، تاہم جو مؤمن اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہو اور وہ کچھ پڑھ دیتا ہو، پھر اگر اسے کچھ دیا جائے تو لے لیتا ہو اور نہ دیا جائے تو مانگتا نہ ہو، تو یہی وہ آدمی ہے جس کے رقیے میں اللہ تعالیٰ برکت دے گا، مگر جس نے قرآن کریم کو کمائی کا ذریعہ بنالیا ہو، اس نے ۔العیاذ باللہ۔ آخرت کے عمل سے دنیا خرید لی ہے، اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا، یہ مسئلہ درحقیقت اب بہت بڑے پیمانے تک جاچکا ہے، اور

---

[1] لقاء الباب المفتوح : ۱۶/۱۲۴۔

ضرورت آن پڑی ہے کہ اس کا علاج حکومت کے ذمہ داروں کی طرف سے کیا جائے۔ ①

## • شیخ عبداللہ جبرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ پانی یا اسی طرح کی چیزوں میں تھوڑا سا پڑھنے کے بعد انہیں فروخت کرتے ہیں، تو اس پانی کا فائدہ اور تاثیر بہت کم ہوتی ہے، کیونکہ اس پانی یا تیل یا اسی جیسی چیزوں میں راقی کا اپنی قرأت سے مقصود صرف دنیا اور ذاتی مصلحت ہوا کرتا ہے، اور اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہے کہ اس سے کسی کو فائدہ ملے گا یا نہیں ملے گا، اس لئے ہم قاری کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے رقیہ میں ثواب کی نیت رکھے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچانے اور ان کی تکلیف اور پریشانی کو دور کرنے کا قصد رکھے، اور ان سے رقیہ کی اجرت بس اتنی ہی وصول کرے جتنا اس کا خرچ ہوا ہو، مثلاً اس پانی کی قیمت لے لے جس پر وہ پڑھتا ہے اور اسی جیسی چیزوں کی، اور ایسے ہی رقیہ کی اجرت بھی، اسے اس بات کا پابند رہنا چاہیے کہ ان سے مال طلب نہ کرے، اور اگر وہ اسے زیادہ دے دیں تو وہ انہیں واپس کردے، اور ہم مریض کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ ان نفع خوروں کے پاس نہ جائیں جن کا ہدف مال ہوتا ہے، کیونکہ ان کی تاثیر کم ہوتی ہے، واللہ اعلم''۔ ②

## • شیخ صالح آل شیخ فرماتے ہیں :

''ہم نے بعض قراء (راقیوں) کو پایا ہے کہ وہ قرأت کی تصنیف (تقسیم) کئے رکھتے ہیں، چنانچہ یہ اسے اتنی قیمت والی نارمل قرأت کا نام دیتے ہیں، اور دوسری قرأت اس سے اعلیٰ قیمت کی ہوتی ہے، اور تیسری قرأت... یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا ہے، اور یہ حرکت لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے والی ہے، اور یہ چیز رقیہ میں خلاف مشروع ہے، یہاں کوئی نارمل اور دوسرا ممتاز رقیہ نہیں ہوا کرتا ہے، نہ رقیہ کی الگ الگ قیمت طے ہوتی ہے، اس سے رکنا اور دور ہو جانا ضروری ہے''۔ ③

---

① الشیخ العلامة ابن عثیمین. "لقاء الباب المفتوح" شریط: ۱۱۶۔

② فتوی مکتوبه بتاریخ ۲۴ شعبان ۱۴۱۸ھ، بحوالہ: القواعد المثلی، لأسامه المعاني : ۴۳۔۴۴۔

③ مجلة الدعوة ص (۲۳) شماره : (۱۶۸۳) ماه ذوالقعده (۱۴۱۹ھ) بحواله القواعد المثلی لأسامة المعاني: ۴۳۔۴۴۔

- **ڈاکٹر عبداللہ طیار اور شیخ سامی مبارک صاحبان لکھتے ہیں :**

''آج رقیہ کرنے والے بہت سے لوگوں نے اس معاملے میں کافی توسع پیدا کر لیا ہے، یہ حضرات بہت مال طلب کرنے لگے ہیں، اور یہی مال ہی تنہا ان کی فکر کا محور بن چکا ہے یہاں تک کہ ان کی نیتوں میں کچھ شائبے پیدا ہو چلے ہیں جن کی وجہ سے ان کی قرأت کی برکت جاتی رہی ہے، جبکہ رقیہ کرنے والے پر واجب یہی ہے کہ وہ اپنے رب اللہ سے ڈرے اور مال کو اپنا سب سے بڑا مطمع نظر ٹھہرائے نہ بھاری رقومات کی شرط رکھے، بلکہ محتاجوں کے احوال کی رعایت کرے۔ ①

- **اور لجنہ دائمہ کے ایک فتویٰ میں آیا ہے کہ :**

''...مگر راقی پانی میں پڑھے پھر اسے حوض میں یا ٹنکی میں ڈال دے، یا کسی ٹنکی میں عام رقیہ کر دے، یا لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مریض کا رقیہ کرے، تو اس کی کوئی بھی دلیل وارد نہیں ہے، اور یہ چیز جائز رقیہ کے موضوع کے مخالف ہے، کیونکہ وہ براہ راست مریض پر ہوتا ہے، یا تھوڑے پانی میں ہوتا ہے جسے مریض کو پلایا جاتا ہے، اور رخصتوں میں اصل اسی پر اکتفا ہوتا ہے جو وارد ہو ②۔

- **شیخ محمد صالح الجزاع صاحب لکھتے ہیں :**

''ان آخری زمانوں میں کچھ طلاب علم مریضوں کا رقیہ کرنے میں مشہور ہو گئے ہیں اور ان کی شہرت آفاقی بن چکی ہے، اور اس کی وجہ وسائل نقل کی کثرت وسہولت ہے، نیز لوگوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے، اور وہ اس کثرت سے راقی کو مال دیتے ہیں کہ یہ رقیہ پڑھنے والے اپنے سب کاموں سے فراغت لے چکے ہیں اور اپنا سارا وقت مریضوں پر رقیہ پڑھنے کے لئے مخصوص کر دیا ہے، انھوں نے اپنے گھروں کو بھی کشادہ کر لیا ہے، اور ملاقاتیوں کے لئے تیار بیٹھے ہیں، انھوں نے ٹھیک اسی طرح اوقات کار اور اپائنٹمنٹ کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے جیسے بعض مخصوص اسپتالوں میں ہوتا ہے، اور اسی کو انھوں نے اپنا پیشہ بنا لیا ہے، تب پھر اس کیفیت کے ساتھ اس صورت کا جس کی سابقہ زمانوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی ہے کیا حکم ہے؟

اور اس سوال کے پیش نظر ہم اللہ کی توفیق سے عرض کرتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے شرعی

---

① فتح الحق المبين : ۱۱۲۔

② حقیقت یہ ہے کہ پانی پر پڑھنا نہ رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے نہ صحابہ سے اس لئے غیر مشروع ہے۔
المجموعة الثانية ... دیکھیے : النوازل فی الرقیہ الشرعیہ : ۱۳۶-۱۳۸

ضابطوں کے ساتھ رقیوں کو جائز ٹھہرایا ہے، اور جیسے کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا اس پر اجرت لینے کو بھی مباح کیا ہے، پھر جب رقیہ کی اباحت معلوم ہوگئی اور اس پر اجرت لینے کا جواز بھی معلوم ہوگیا تو اب موضوع بحث صرف اس کیفیت میں منحصر ہوگیا جس کے ساتھ بعض متاخر قاریوں کے یہاں رقیہ کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ ہے :

اس عمل کے لئے فارغ ہوجانا، اسی کو اپنی حرفت اور پیشہ بنالینا، اور لوگوں کے درمیان مشہور ہوجانا، اور رقیہ کرنے والے کو باہر سے بلانا، اور اسے اس کی فیس اور تنخواہ دینا۔ میری نظر میں اور بہت سے اہل علم کی نظر میں اس کیفیت پر قاری کے لئے بھی اور جن لوگوں پر پڑھا جاتا ہے ان کے لئے بھی بہت سے مفاسد مرتب ہوتے ہیں۔

پھر انھوں نے وہی باتیں بیان کی ہیں جو علیانی صاحب نے رقیہ کو حرفت اور پیشہ بنانے کے سلسلے میں پیش کی ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں :

''جب رقیہ کے لئے تفرغ کا عدم جواز معلوم ہوگیا کیونکہ وہ نبی ﷺ سے منقول ہے نہ صحابہ سے، اور اس طریقہ کار کے نتیجے میں لوگ ان کے متعلق جس فتنے میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اور ان پر برسنے والے مال کے فتنے کی وجہ سے، اور اس لئے کہ رقیہ ایک دعا ہے اور لوگوں کے لئے دعا کرنے کی خاطر یکسو اور فارغ ہو رہنا جائز نہیں ہے، اس کا حکم کھنچتا ہوا رقیہ تک بھی پہنچتا ہے۔ اور جب یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو باہر سے لوگوں پر رقیہ پڑھنے والے کو بلانا اور اسے اس پر فیس اور تنخواہ دینا جائز نہیں ہے''۔ [1]

## • شیخ فتحی جندی صاحب لکھتے ہیں :

راقی کے لئے اجرت کا استحقاق کب ہوتا ہے؟

اس سوال کا جواب دینے کے لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ اس مسئلے پر بحث (جُعَالہ) یعنی **الوعد بالجائزہ** (انعام کے وعدہ) کے باب میں کی جاتی ہے۔

اور جُعالہ یا جُعل وہ ہوتا ہے جو انسان کسی فائدے مند کام پر مقرر کرتا ہے، اور مالکیہ کے یہاں یہ وہ اجارہ ہوتا ہے جس کی منفعت کا حصول مظنون (غیر یقینی) ہو مثلاً کسی کہنے والے کا یہ کہنا کہ : ''جو میرے چوپائے یا بھاگے ہوئے غلام کو واپس لائے تو اسے اتنا اتنا دیا جائے گا۔ یہ حنفیہ کے برخلاف مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں

[1] دیکھیے : الأحکام الفقهية للرقية الشرعية : ٣٩٠-٣٩٩۔

جائز ہے، احناف کی رائے یہ ہے کہ وہ تمام اجاروں پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں عمل اور مدت دونوں میں جہالت پائی جاتی ہے اس لئے درست نہیں ہے، اور یہ قیاس مردود ہے کیونکہ نص کے ساتھ قیاس نہیں ہوتا ہے، اور جُعالہ اور اجارہ میں جوہری فرق یہ ہے کہ :

آدمی جعالہ کا یا اس کے کچھ حصے کا مستحق اس وقت تک نہیں ہوتا ہے جب تک مطلوب مکمل طور پر حاصل نہ ہو جائے، مگر اجارہ میں مزدور جتنا کام کر چکا ہوتا ہے وہ اتنی اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

- **ابن عبدالبر " نشرہ " کے متعلق فرماتے ہیں :**

"جب یہ مباح ہے تو اس پر بدل کا لینا بھی جائز ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب اس سے صحیح طور پر فائدہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ جس سے یقینی فائدہ نہ ہو اس پر مال کھانا باطل اور حرام ہے"۔ ①

**میں کہتا ہوں :** یہ جو بات ابن عبدالبر نے کہی وہی دلائل کا منطوق بھی ہے چنانچہ ابو سعید کی گزشتہ حدیث میں وارد ہے کہ : "وہ آدمی اچھا ہو گیا" اور ایک روایت میں ہے : ( گویا اسے بندش سے آزاد کر دیا گیا ہو' اور ایک روایت ہے کہ : "وہ یوں چلنے لگا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ رہی"۔

ہاں جناب اس میں حقیقت یہی ہے، اور اہل علم نے بھی دلائل کے منطوق کے مطابق اسی کا فیصلہ دیا ہے، مگر اب جو اس زمانے میں بہت سے معالجین کر رہے ہیں وہ کہاں ہے؟!

ہم تو اس باب میں عجائب وغرائب سنتے ہی چلے جا رہے ہیں :

ہاں صاحب! یہاں بہت سے پیشہ ور لوگ ایسے ہیں جو اسی کام کے ہو رہے ہیں، اور ان میں سے بعض تو ہر دم پابہ رکاب رہتے ہیں، ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک راجدھانی سے دوسری راجدھانی تک علاجی مہم پر محوسفر ہی رہتے ہیں۔

اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ کچھ لوگ فون ہی سے علاج کر رہے ہیں! اور بعض لوگ مریضوں کے استقبال کے لئے کلینکیں بلکہ ہاسپٹل کھولے بیٹھے ہیں، جہاں فائل کھولنے کا اتنا ہے، روبرو ہونے کا اتنا ہے۔ اور پڑھنے کا اتنا.. الخ

بسبب بڑھنے بھیڑ مریضوں کی ہم ان علاجی نشستوں کے متعلق سننے لگے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ یہ عمومی ہیں اور یہ خصوصی، اور ہر مجلس کا اپنا اپنا اور مخصوص دام ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ کچھ لوگ مریضوں کو بلیک میل کر کے غیر شریفانہ طور پر مال کھینچتے ہیں، ان کے ہاتھوں کچھ دوائیں اور دیگر اشیاء مثلاً شہد، برکتی دانہ ( کالا دانہ )، زیتون کا تیل وغیرہ فروخت کرتے ہیں اور کبھی منزل واٹر کے بوتل بھی

---

① التمہید : ۲۴۱/۶۔

اور بھاری قیمت پر، آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ معالج صاحب نے ان میں پھونک کر اپنا لعاب مبارک ڈال دیا ہے!
انہیں اشیاء میں سے جنھیں کچھ لوگوں کی طرف سے تجویز اور فروخت کیا جاتا ہے ہم نے سنا ہے کہ ایک تو پڑھا جانے والا مکتبہ ہوتا ہے اور دوسرا سنا جانے والا! اور عام طور پر وہ دونوں معالج ہی کی تجارتی کتابوں اور اشتہاری کیسیٹوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جن میں عام طور پر معالج صاحب ایک بزرگ ولی اللہ کے طور پر سامنے آتے ہیں جس کا شمار بلند حوصلہ، غیر معمولی ذہانت والے، تفقہ فی الدین میں ممتاز اور صاحب ورع لوگوں میں ہوتا ہے، اور عام طور پر ان صاحب بہادر کی جنوں کے شاہ اور ان کے بڑے بڑوں پر کافی فتوحات ہوتی ہیں، وہ ان سب کو زیر کر چکے ہوتے ہیں، تب ان کے چھوٹوں اور چھٹ بھیوں کا ذکر ہی کیا ہے! اور یہ سب کچھ ایک زبردست منظم تجارتی اور اشتہاری مہم کے طور پر چلتا ہے۔

دین کے نام پر چلنے والے اس خبیث شکار کا شکوہ تو بس اللہ ہی سے ہے، ہاں صاحب! ہر ایک شکاری ہے اور گھات میں لگا ہے، مگر جال اور پھندے مختلف و متنوع ہیں، بس ان میں وہی مستثنیٰ ہیں جن پر آپ کے پروردگار کا رحم و کرم ہے اور وہ برائے نام ہی ہیں! اور اللہ اس کا بھلا کرے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

تُوْشِکُ الْعَیْنُ تَغِیْضُ وَالْبُحَیْرَاتُ تَجِفُ

چشمے کا پانی بس زمین میں اترنے ہی والا ہے، اور جھیلیں خشک ہی ہوا چاہتی ہیں۔

بَعْضُنَا یَصْطَادُ بَعْضًا وَالشِّبَاکُ تَخْتَلِفُ

ہم میں سے ہر ایک دوسرے کا شکار کر رہا ہے، بس جال مختلف ہیں۔

ذَا یَجِیْءُ الْبَابَ رَأْساً ذَا یَدُوْرُ أَوْ یَلُفُ

وہ براہ راست دروازے پر چلا آتا ہے، اور وہ گھوم پھر کر اور دائیں بائیں مڑتا ہوا آتا ہے۔

وَالصَّغِیْرُ قَدْ یَعِفُّ وَالْکَبِیْرُ لَا یَعِفُ

چھوٹا تو کبھی پاکدامنی کی راہ پر لگ بھی جاتا ہے، مگر بڑا تر دامنی سے باز نہیں آتا ہے۔

وَالْإِمَامُ قَدْ یَسُفُّ وَالصَّغِیْرُ لَا یَسُفُ

پیشوا تو کبھی زخموں پر مرہم رکھ بھی دیتا ہے مگر چھوٹا نہیں رکھتا ہے۔

وَالثِّیَابُ قَدْ تَصُوْنُ وَالثِّیَابُ قَدْ تَشُفُ

اور کپڑے کبھی حفاظت کرتے اور چھپاتے ہیں، اور کپڑے ہی کبھی ساری جھلکیاں دکھاتے ہیں۔

وَالْبَغِيُ قَدْ تُدَارِيْ سَهْمَهَا وَ تَلْتَحِفْ

طوائف کبھی کبھی اپنے تیروں کو گھمادیتی ہے اور لبادے کے نیچے کر لیتی ہے۔

وَالشَّتَاتُ لَا يَزَالُ يَأْتَلِفْ وَ يَخْتَلِفْ

شیرازے ملتے اور بکھرتے رہتے ہیں۔

وَالْخَطِيْبُ لَا يَزَالُ بِالْعُقُوْلِ يَسْتَخِفْ

خطیب اور مقرر عقلوں سے کھیلے جارہا ہے۔

وَالْقُلُوْبُ لَا تَزَالُ لِلْشِمَالِ تَنْحَرِفْ

دل مسلسل بائیں طرف مائل ہوئے جارہے ہیں۔

وَالصَّغِيْرُ بَاتَ يَدْرِيْ كَيْفَ تُؤْكَلُ الْكَتِفْ!

چھوٹا یہ بات اچھی طرح جانے جارہا ہے کہ کندھا اور دست کیسے کھایا جاتا ہے!

لَا تُخَادِعْ يَا صَدِيْقِيْ بِالْحَقِيْقَةِ اعْتَرِفْ

اے دوست ! فریب نہ کر، حقیقت کا اعتراف کرلے۔

ہاں یہ لازم ہے کہ ہم اعتراف کرلیں، درہم و دینار کے لئے بری طرح مرمٹنے کے متعلق ہم نے کتنا سنا ہے اور سنتے ہی رہیں گے، ہم نے ان عمومی نشستوں کے بارے میں بھی سنا ہے جن میں معالج صاحب جملہ حاضرین کو پھونک دیتے ہیں یا سب پر دم کردیتے ہیں، ایک مزاحیہ ڈرامے کے تسلسل میں جو سرکس کے مداریوں اور جوکروں کے کھیل جیسا ہوتا ہے، اگر اپنے وقت میں شیخ محمد بن ابراہیم نے رقیہ میں ہونے والے توسع پر نکیر فرمائی تھی، تو آج اور اب جو کچھ ہو رہا ہے اسے دیکھ لیتے تو کیا فرماتے؟

آج تو اس قوم نے وہ کارنامے انجام دئے ہیں جو اگلوں سے ممکن نہ ہوسکتے تھے، ان میں سے کچھ بھی محمد ﷺ سے وارد ہے نہ ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے، اور تجدید کا یہ کام بالاستمرار جاری ہے۔

اکتشافات تابڑتوڑ ہو رہے ہیں۔

اور زبان حال یہ کہہ رہی ہے کہ :

وَ إِنِّيْ وَ إِنْ كُنْتُ الْأَخِيْرَ زَمَانُهُ لَآتٍ بِمَا لَمْ (تَكْتَشِفْهُ) الْأَوَائِلُ

''میں اگرچہ زمانے کے اعتبار سے آخر میں آیا ہوں، مگر ایسی ایسی چیزیں سامنے لانے والا ہوں جن کا اکتشاف

اگلوں سے نہیں ہوسکا تھا''۔

اوراس کی ایک مثال جانچ کا ایک نیا طریقہ کی سرخی کے تحت عورتوں کے فتنے سے متعلق جلد ہی آئے گی۔

ابھی اس سیاق میں تو یہی کافی ہے کہ ہم مادے کے پیچھے ہونے والی دوڑ کے مبغوض توسع اور نامسعود دیوانگی کے کچھ نمونے پیش کردیں جو حسب ذیل ہیں :

**١ - ایک ثقہ نے مجھ سے بیان کیا ہے، کہتا ہے کہ :**

ادھر ایک معالج صاحب ہیں - جو علم اور طلب علم سے کوسوں دور ہیں - یہ جناب پانی یا تیل سے بھرے ہوئے (ڈرم) میں رقیہ پڑھتے ہیں! پھر کھڑے ہوکر اسے ایک لاٹھی یا لکڑی سے ہلاتے ہیں، پھر اسے (اپنے مریضوں) یا یوں کہیں کہ (شکاروں اور قربانی کے بکروں) میں تقسیم کرتے ہیں!

اور ہم تو ''یارب سلم سلم!'' (پروردگار سلامت رکھ سلامت رکھ) ہی کہہ سکتے ہیں، اس کے سوا کچھ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔

**٢ - مجھ سے ایک ثقہ نے بیان کیا، کہتا ہے :**

مجھے یہ خبر ملی ہے کہ کچھ معالجین وقت بچانے کے لئے منرل واٹر کی بند بوتلوں پر ہی پڑھ دیتے ہیں تاکہ مال حرام سے اپنی تھیلیاں بھرلیں!

جب یہ سلسلہ ایسا ہی ہے تو نہ ہم تعجب کریں گے نہ کسی اور کو تعجب کرنا چاہیے کہ آج ہی یا کل کلاں کو یہ سننے کو ملے کہ ان میں سے کوئی صاحب کنوئیں پر ہی پڑھنے لگے ہیں، یا کنوئیں میں تھوک دیتے ہیں بلکہ ندی اور سمندر میں بھی!

٣ - مجھ سے ثقہ نے بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک صاحب - اور یہ وہی صاحب ہیں جو پڑھا جانے والا مکتبہ اور سنا جانے والا مکتبہ بیچتے ہیں - فائل کھولنے کا فقط دوسو ریال (تقریباً ٣٨٠٠ سو روپے) لیتے ہیں، ان حضرت کے بیک وقت ہنسانے اور رلانے والے نوادرات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مریضہ کے اپنے شوہر کے ساتھ کچھ اختلافات اور تنازعات چل رہے تھے جن کے پیچھے چند امور کارفرما تھے، انہیں میں سے ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ محترمہ کھانے پکانے اور امور خانہ داری میں سگھڑ اور سلیقہ شعار نہیں تھیں لہٰذا انھوں نے کوکنگ اور کھانے پکانے کی ایک کتاب ان کے لئے نامزد کی اور سو ریال میں وہ کتاب انہیں فراہم بھی کردی۔

- ایک اور مریض کی صلاۃ فجر میں اٹھانے میں انھوں نے یوں مدد کی کہ ایک (الارم گھڑی) یا (سمع خراش) پچاس ریال میں مہیا کردی! اور جناب ایسے ہی دیگر کارہائے خیر بھی انجام دیتے رہتے ہیں۔

۴ - مجھ سے ایک ثقہ نے بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک صاحب نے علاج کے ایک کیس میں کسی جن سے ان اشیاء کے بارے میں سوال کیا جو جنوں کو ناپسند ہوا کرتی ہیں؟

تو اس نے ایک ایسی چیز کا نام بتا دیا جو عطاروں کے یہاں (زبد البحر) کے نام سے معروف ہے، اور شاید وہ جن حضرت کے ساتھ کھیل رہا تھا! مگر جناب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بس لگے اس زبد البحر کی تجارت کرنے، ایک کیلو چالیس ریال میں خریدتے ہیں اور اپنے مریضوں یا شکاروں اور بکروں کے ہاتھ (ایک چمچہ) سو ریال (تقریباً ۱۹۰۰/روپے) میں بیچتے ہیں! اور مریض پر لازم ہے کہ وہ زبد مذکور کو پانی میں ملا کر اس سے غسل کرے!

۵ - مجھ سے ایک ثقہ نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک صاحب تمام حاضر مریضوں کو اپنے پاس جمع کر لیتے ہیں، پھر بیک وقت (مائکروفون) کے ذریعہ سب پر رقیہ پڑھ دیتے ہیں، پھر وہ لوگ ان کے پاس آتے ہیں یا خود یہی صاحب یکے بعد دیگرے سب کے پاس سے ایک ایک کے برتن میں تھوکتے ہوئے گزرتے ہیں! اور تھوکنے کا یہ عمل موجود تعداد کے اعتبار سے گھنٹے بھر چلتا ہے، یہ سب بس اسی اجتماعی قرأت پر چلتا ہے جو انھوں نے (مائکروفون) پر پڑھی تھی!! اس خوفناک توسع اور عجیب لالچ و فریفتگی کے بعد اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے جو ثقہ نے ثقہ کے واسطے سے بیان کی ہے کہ ان میں سے ایک صاحب گرفت میں آئے اور ماخوذ ہوئے تو انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ایک دن تو ان کی آمدنی ساٹھ ہزار ریال (تقریباً گیارہ لاکھ چالیس ہزار روپے) تک پہنچ گئی تھی۔

اور یہ تو فطری بات ہے کہ آج تو جناب بنگلوں، عمارتوں، سونے کی سلاخوں کے مالک ہیں، اور ہمارا کیا جاتا ہے کہ جناب اِن یا اُن کروڑوں اور عربوں کے مالک ہوں مگر ہم اتنا ہی چاہتے ہیں کہ وہ سب حلال طریقے سے حاصل کیا جائے۔

یہ تو بس چند مثالیں ہیں ورنہ اس نقطے پر گفتگو طویل ہے۔ [1]

● حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث یا رقیہ پر اجرت کی دیگر احادیث پیشہ ور راقیوں کے لئے مفید نہیں ہیں کیونکہ رقیہ کو پیشہ بنانا ہی بدعت اور ناجائز ہے اور اکثر راقی حضرات لوگوں کو بے وقوف بنانے اور ان کا مال ہتھیانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے اپناتے ہیں جن کا رقیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی کمائی بھی غیر مشروع اور ناجائز ہے واللہ اعلم۔

---

[1] النذير العريان لتحذير المرضى بالرقى والقرآن: ۲۳۷-۲۴۲۔

# پانی اور تیل پر قرأت اور دم کرنے کا حکم

## برتن یا کھانے پینے کی چیز میں پھونکنے کی ممانعت :

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :

''نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ أَوْ أَنْ يُنْفَخَ فِيْهِ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے''۔ ①

۲۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ :

''نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النَّفْخِ فِي الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے اور پینے کی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا ہے''۔ ②

۳۔ ابو المثنی فرماتے ہیں :

''كُنْتُ عِنْدَ مَرْوَانَ فَدَخَلَ أَبُوْ سَعِيْدٍ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ النَّفْخِ فِي الشَّرَابِ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَقَالَ رَجُلٌ : إِنِّي لَا أَرْوِيْ مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ ، قَالَ : أَبِنْهُ عَنْكَ، ثُمَّ تَنَفَّسْ ، قَالَ : أَرَى فِيْهِ اَلْقَذَاةَ ، قَالَ : فَأَهْرِقْهَا..''

''میں مروان کے پاس تھا کہ حضرت ابوسعید تشریف لائے، تب انھوں نے پوچھا : آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ پینے کی چیز میں پھونکنے سے منع فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ہاں، تب ایک آدمی نے کہا کہ میں ایک ہی سانس میں آسودہ نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا : اسے (یعنی برتن کو) اپنے منہ سے ہٹا لو پھر سانس لے لو، اس نے کہا : مجھے اس میں کچرا نظر آجاتا ہے، آپ نے فرمایا : تب تم اسے بہادو''۔ ③

آپ دیکھ رہے ہیں کہ مذکورہ احادیث میں برتن میں اور کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکنے بلکہ سانس تک لینے سے صاف صاف منع کر دیا گیا ہے اور یہ ممانعت مطلق ہے اس میں کسی حالت کا استثناء نہیں کیا گیا ہے اب اگر کوئی

---

① ابوداود : ۳۷۲۸ اور حدیث صحیح ہے۔

② مسند احمد : ۲۸۱۷ اور یہ حدیث مُعلّق کے مطابق بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

③ مسند احمد: ۱۱۲۰۳/ البانی نے اسے الصحیحة میں وارد کیا ہے، دیکھیے: ۳۸۵/ اور ابن حبان نے بھی اسے روایت کیا ہے، نمبر: ۵۳۲۷/ اس میں وضاحت ہے کہ آدمی کا سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا اور اس کی اسناد صحیح اور حدیث حسن ہے، اور اس حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے: ۱۸۸۷۔

شخص قرآن پڑھ کر پھونکنے کے جواز کا قائل ہے تو اس پر تخصیص کی دلیل لازم ہے۔

- ''عن أنس بن مالك، قال: كان رسول الله ﷺ إذا صلى الغداة جاء خدم المدينة بآنيتهم فيها الماء، فما يؤتى بإناء إلا غمس يده فيها، فربما جاءوه في الغداة الباردة، فيغمس يده فيها''

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ : جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھ لیتے تو مدینے کے خدام اپنے اپنے برتن لے کر حاضر ہوتے تھے جن میں پانی ہوا کرتا تھا، اور جو کوئی برتن بھی آپ کے سامنے لایا جاتا تھا آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے تھے، بسا اوقات تو سخت سردیوں میں وہ لوگ ان کے پاس آیا کرتے تھے مگر پھر بھی آپ اپنا ہاتھ ان میں ڈال دیا کرتے تھے''۔ ①

- رسول اللہ ﷺ جس طرح معنوی طور پر بابرکت تھے ویسے ہی حسی طور پر بھی بابرکت تھے اور صحابہ آپ کے جسم اور آثار سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے جس کی دلیلیں اس حدیث کے علاوہ بھی متعدد ہیں۔

- ایک خاص بات یہ بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ آپ کے بعد کسی اور کو یہ مزیت اور خصوصیت حاصل نہیں ہے کیونکہ انبیاء کے سوا یہ مقام کسی کو نہیں ملتا ہے، اسی لئے صحابہ کرام آپ کے بعد اس طرح کا تبرک کسی سے حاصل نہیں کرتے تھے خواہ وہ خلفائے راشدین ہوں یا اہل بیت کا کوئی فرد ہو۔

- مدینے کے یہ خدام اس پانی کو تبرک اور استشفا کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اور آپ اس سلسلے میں ان کے ساتھ پورا تعاون فرماتے تھے گو اس میں آپ کو تکلیف ہی کیوں نہ ہوتی رہی ہو جیسا کہ سردی کے مہینوں میں بھی ان کے پانی میں دست مبارک ڈالنے سے ظاہر ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تبرک اور شفاء طلبی کا ایک شرعی سبب تھا جیسا کہ دیگر آثار سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اب اگر قرآن پڑھ کر پانی میں دم کرنا بھی تبرک اور شفاء طلبی کا شرعی سبب ہوتا تو آپ ضرور اس سلسلے میں ان کی رہنمائی فرماتے بلکہ جس طرح آپ پانی میں ہاتھ ڈال کر ان کی مدد کرتے تھے ایسے ہی ان کے لئے پانی میں دم بھی کر دیا کرتے مگر جب داعیہ اور تقاضے کی موجودگی کے باوجود آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ شفاء طلبی کا شرعی سبب نہیں ہے۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین اور صحابہ نے بھی یہ کام نہیں کیا اس لئے یہ ایک امر محدث اور بدعت ہے۔ اور اس سلسلے میں تجربات کی کوئی شرعی اہمیت ہے نہ دوا علاج کے باب سے ہی اس کے جواز کی کوئی صورت ہے کیونکہ کسی متعین شکل میں قرآنی خواص اور اس کی منفعت کا دعوی کرنا

---

① مسلم : ۲۳۲۴۔

محتاج دلیل ہے اس لئے کہ قرآن کی تلاوت ایک عبادت ہے اور اس سے وابستہ استفادہ کے طریقے توقیفی ہیں۔

- امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے یہ بھی فرمادیا ہے کہ **فیه التبرک بآثار الصالحین** اس میں صالحین کے آثار سے تبرک پایا جاتا ہے جبکہ صالحین کا لفظ انبیاء اور غیر انبیاء سب کے لئے عام ہے حالانکہ اس میں غیر انبیاء سے تبرک کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔اس لئے ان کی یہ بات درست نہیں ہے۔

ذیل میں موضوع سے متعلق کچھ علماء کے فتاوے درج کیے جارہے ہیں :

## ۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ کے فتاوے

**سوال : یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو سلف کی کچھ کتابوں سے ہمارے خلاف استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں :**

*بعض صحابہ اور رسول ﷺ بیماریوں کی شفا کے لئے قرآن کا استعمال کیا کرتے تھے، اور ہمیں بھی یہ معلوم ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، تو کیا بعض صحابہ سے یہ بات صحیح طور سے ثابت ہے کہ انھوں نے مریضوں کی گردنوں میں کچھ قرآنی آیات لٹکائی ہوں یا قرآن کی بعض آیتیں لکھی ہوں اور انھیں پانی میں ڈبو کر پیا ہو اور مریضوں کو پلایا ہو، اور اس کا حکم کیا ہے؟*

**شیخ البانی فرماتے ہیں :**

''اب رہی یہ بات کہ کچھ صحابہ سے ثابت ہو کہ انھوں نے ایسا کیا ہو تو ایسا نہیں ہے، مگر یہ کہ کیا سلف کے بعض افراد نے ایسا کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں کیا ہے، مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور ہم کہتے کہ سلف سے جن چیزوں میں اختلاف منقول ہے ان میں ہم مذکورہ آیت پر عمل پیرا ہوں گے :

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ [النساء:۵۹]۔

''پھر اگر تمہارا آپس میں اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ''۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سنت کا مطالعہ کرنے والا یہ بات جانتا ہے کہ یہاں بہت سے رقیے اور پناہ مانگنے کی دعائیں ہیں جنھیں نبی ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے بہت سے امراض کی شفاء کے لئے اوران رقیوں اور

دعاؤں سے علاج کے لئے مسنون فرمایا ہے۔

پھر جب یہ بات پہلے تو اللہ کے نبی سے دوم صحابہ سے ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے کچھ آیتیں لٹکائی ہوں، اور نہ یہی ثابت ہے کہ انھوں نے ان آیتوں کو کسی برتن میں لکھا ہو پھر اس کا پانی علاج اور دوا کے لئے پیا ہو۔ اس لئے اس صورت میں ہم بعض ان سلف کی رائے کے قائل ہیں جو یہ فرماتے ہیں کہ بعض قرآنی آیات کا سینے پر یا بغل کے نیچے یا ایسے ہی کہیں اور لٹکانا ان تعویذوں میں سے ہے جو اسلام میں حرام ہیں، اور یہیں ہم یہ کہتے ہیں جیسا کہ رسول -علیہ الصلاۃ والسلام- نے ہمیں کہنا سکھایا تھا کہ ''سب سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے'' اور سلف کی طرف اپنے انتساب کی وجہ سے ایک بات کہنا ہمارے لئے لازم ہے، ہم کہتے ہیں ہم سلف کے اس منہج کے پابند ہیں جس پر وہ متفق ہیں اور اس میں انھوں نے کوئی اختلاف نہیں کیا ہے، مگر جب وہ کچھ فروعی مسائل میں اختلاف کریں تو اس وقت ہم اصل کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ ہے: کتاب وسنت۔ لہٰذا جب وہ متفق ہوں تو ہم ان کے ساتھ ہیں اور جب وہ اختلاف کریں تو ہم سابقہ آیت پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ﴾ [النساء:٥٩]۔

''پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے''۔ ①

### ● علامہ البانی کا دوسرا فتویٰ :

**سائل : بطریق قرأت مثلاً پانی کے پیالے میں یا منہ کو اس سے قریب کر کے... قرآن سے علاج کا حکم کیا ہے ؟**

**شیخ البانی فرماتے ہیں :**

''اس کی کوئی اصل نہیں ہے! یہ بھی کاغذ پر لکھ کر پھر اسے جلانے کی طرح ہی ہے جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے۔

ان سب کی کوئی اصل نہیں ہے۔

---

① مرجع فتاویٰ الشیخ الالبانی، کیسیٹ نمبر: ۵۴۴ فتوی نمبر: ۴، فتوی: کیا پانی پر رقیہ کرنا اور اسے مریض کو دینا جائز ہے (۱۴:۲۳:..)۔ بحوالہ حکم الله القرأة في الماء والزيت، بواسطہ سلطان الجهنی شبكة سحاب السلفية۔

اور ہر بھلائی سلف کی اتباع میں ہے...اور ہر برائی خلف کی بدعتوں میں ہے''۔ ①

- **علامہ البانی کا تیسرا فتویٰ : پانی پر رقیہ کا حکم :**

**سوال : پانی پر پڑھنا بعض لوگ کچھ حالتوں کا علاج...؟**

- **شیخ البانی :** اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ ②

- **علامہ البانی کا چوتھا فتویٰ :**

## کیا جن کو نکالنے کے لئے پانی اور بیری پر قرآن پڑھنا مشروع ہے؟

**سوال :** کچھ نوجوانوں نے پڑھنے کے لئے اوقات مقرر کر رکھتے ہیں...اور وہ مثلاً پانی اور بیری پر پڑھتے ہیں...تو کیا یہ جائز ہے؟

**شیخ :** ہمارے پاس شریعت میں تو بس ایک ہی طریقہ وارد ہے اور وہ قرآن پڑھنے کا طریقہ ہے، ہمارے پاس تو بس یہی ایک چیز وارد ہے، گو ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ابن القیم وغیرہ علماء دیگر چیزیں بھی لاتے ہیں، پتہ نہیں کیا کیا جو ان کے نزدیک تجربے سے ثابت ہے، مگر جہاں تک سنت کی بات ہے تو ہم نہیں جانتے کہ یہاں اس کی کوئی اصل موجود ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جو صرع میں مبتلا لوگوں سے کتاب اللہ عزوجل کی تلاوت سے جنات کو نکالتا ہے تو اس کا انکار جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک ثابت اور نفع بخش چیز ہے، البتہ وہاں کوئی شرک یا بدعت نہ پائے جاتے ہوں، ہمیں بس یہی معلوم ہے اور ہم اس پر اضافہ نہیں کرتے ہیں۔ ③

## کیا جنات کو گھر سے نکالنے کے لئے پانی پر پڑھنا اور اس میں دم کرنا اور اسے گھر میں چھڑکنا مشروع ہے؟

**سوال :** شیخ! اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے! کیا پانی پر قرآن پڑھ کر دم کرنے اور اسے اس گھر میں چھڑکنے میں کوئی حرج ہے جس میں جنات بستے ہوں؟

**شیخ :** سنت میں ایسی کوئی چیز نہیں پائی جاتی ہے، سنت تو بس یہی ہے کہ مسلمان اپنے گھر میں قرآن پڑھے بالخصوص سورۂ بقرہ کیونکہ شیطان اس گھر کے قریب نہیں آتا جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے، جس کے متعلق آپ

① حوالہ مذکور کیسیٹ نمبر ۵۷۳ فتوی نمبر ۹۰ ماحکم الرقية بقراءة الآيات و أدعية ماثورة في الماء؟۔

② حوالہ مذکورہ کیسیٹ نمبر: ۴۸۵ فتوی نمبر: ۰۸۔

③ لقاءات المدينة: ۴۱/۵۰/۲: .. موسوعة الألباني في العقيدة نمبر: ۴۰۸۔

نے پوچھا ہے اس کے بدلے علاج یہ ہے۔ ①

## ۲۔ فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی مدخلی حفظہ اللہ کا کلام

**سوال : پانی پر قرآن پڑھنے کا کیا حکم ہے؟**

**شیخ ربیع فرماتے ہیں :**

نہیں پڑھنا چاہیے، اگرچہ بعض علماء اس کے قائل ہیں؛ اس کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کام نہیں کیا، صحابہ نے نہیں کیا، اللہ آپ لوگوں کو برکت دے۔ اور بعض لوگ جو لکھنے کی، کچھ اشیاء کی، دھونے کی، اور اسی جیسی چیزوں کی اجازت دیتے ہیں ان کے پاس کچھ دلائل نہیں ہیں، اور انھوں نے ہی ہمیں سکھایا ہے کہ ہم بلا دلیل کوئی مسئلہ قبول نہ کریں، کیونکہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے سوا ہر ایک کی کچھ باتیں لے لی جاتی ہیں اور کچھ رد کر دی جاتی ہیں۔ ②

## ۳۔ فضیلۃ الشیخ محمد امان جامی رحمہ اللہ کا کلام

**قرآن سے علاج وارد شدہ (دلائل) کے مطابق قرأت سے ہوتا ہے نہ یوں کہ پانی میں محو کیا جائے اور پانی کو پیا جائے۔**

**ایک سائل پوچھتا ہے :** کیا ہم قیاس کو کام میں لائیں جیسا کہ صحابہ نے آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے بال کے ساتھ کیا کہ ہم کچھ قرآن لکھ کر اسے پانی میں ڈالیں، ایک ورق ہو جس میں قرآن لکھا ہو ہم اسے پانی میں ڈال دیں اور اس پانی سے تبرک حاصل کریں۔

**جواب :** ایسا وارد نہیں ہے، کتاب تو اس لئے نازل ہوئی ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے، اس پر تدبر کیا جائے اور عمل کیا جائے، اب رہی بات قرآن سے علاج کی کیفیت کی تو جیسا کہ وارد ہوا ہے اس کا طریقہ قرأت ہے، یہ نہیں کہ اسے پانی میں محو کیا جائے اور پانی کو پیا جائے یا اس پانی سے تبرک حاصل کیا جائے، اگر ایسا وارد ہوتا، شرعاً مناسب ہوتا تو صحابہ نے ضرور اس پر عمل کیا ہوتا یا رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے صحابہ کو سکھایا ہوتا، اور

---

① فتاویٰ جدہ : ۶/۵۷، ۱۱، .. موسوعة الألبانی في العقيدة : ۴۱۰۔

② شیخ ربیع کی سائٹ پر ان کا یہ فتویٰ موجود ہے۔

جب خیر القرون نے یہ عمل نہیں کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ یہ عمل غیر مشروع ہے، واللہ اعلم...

قرآن شفاء ہے، اصل یہ ہے کہ وہ باطنی امراض کے لئے شفاء ہے اور بدنی امراض کے لئے بھی شفا ہے، اور شفاء طلب کرنے کی کیفیت یہ ہے کہ قرآن کی کوئی آیت مرض کی جگہ پر پڑھی جائے، مرض کے مقام پر جیسا کہ صحابہ نے ڈنسے ہوئے کا علاج کیا تھا، انھوں نے ڈنسے ہوئے کا علاج قرآن سے کیا تھا، انھوں نے کیا کیا تھا؟

کیا انھوں نے لکھا اور محو کیا اور اسے پانی پلایا؟

نہیں، انھوں نے ڈنسے ہوئے پر فاتحۃ الکتاب یا آیت الکرسی پڑھی اور وہ کھڑا ہو گیا اور چلنے پھرنے لگا، تب پتہ چلا کہ قرآن سے علاج کی کیفیت یہ ہے کہ اسے پڑھا جائے، یہی ثابت ہے اور جو حدیث ہمارے ساتھ ہے وہ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ ہاں۔ پانی کا مسئلہ مجھے نہیں معلوم، میں نے تھوڑی دیر قبل آپ سے کہا کہ ہمارے کچھ مشائخ توسع اختیار کرتے ہیں اور پانی کے ایک پیالے پر قرآن پڑھتے ہیں یا ماثور دعائیں پڑھتے ہیں، اسے ہم نے اپنے مشائخ سے یاد رکھا ہے مگر ہمیں اس سے متعلق کوئی ثابت شدہ سنت نہیں معلوم ہے، مجھے علم نہیں ہے، میں اپنے علم کی نفی کرتا ہوں، ممکن ہے میرے علاوہ کسی کو معلوم ہو، واللہ اعلم۔ ①

## ۴۔ پانی پر قرأت سے متعلق مصری سلفی عالم شیخ محمد حامد فقی رحمہ اللہ کا کلام

جو انھوں نے فتح المجید شرح کتاب التوحید کے اپنے حاشیے میں فرمایا ہے :

شارح کتاب التوحید شیخ عبدالرحمان بن حسن آل شیخ نے اپنی کتاب فتح المجید شرح کتاب التوحید (۳۰۰/۳۰۱) میں فرمایا :

ان کا یہ فرمانا کہ : ''ابن القیم نے فرمایا: نشرہ کا مطلب ہوتا ہے اس شخص سے جادو کو دور کرنا جس پر جادو کیا گیا ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں: جادو کو اسی کے جیسے جادو سے دور کرنا اور یہی عمل شیطان میں سے ہے الی آخرہ''۔ اور جائز نشرہ (جادو دور کرنے) کی صفت میں جو وارد ہے وہ یہ ہے کہ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے لیث بن ابی سلیم سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ آیتیں باذن اللہ سحر سے شفاء کا ذریعہ ہیں، انہیں ایک برتن میں پڑھا جائے جس میں پانی ہو۔ پھر اسے مسحور (جس پر جادو کیا گیا ہو) پر ڈال دیا جائے، وہ آیت جو سورہ یونس میں ہے :

① الأجوبة الجامية على الأسئلة السلفية سوال نمبر ٦٦ جمع سلطان بن محمد جھنی ۱۲/۱۲/۱۴۳۲ھ۔

﴿فَلَمَّآ أَلْقَوْا۟ قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ ٱلسِّحْرُ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ سَيُبْطِلُهُۥٓ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ ٱللَّهُ ٱلْحَقَّ بِكَلِمَٰتِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُجْرِمُونَ﴾ [یونس:۸۱-۸۲]۔

''سو جب انہوں نے ڈالا تو موسی (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ اس کو ابھی درہم برہم کیے دیتا ہے، اللہ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے فرمان سے ثابت کر دیتا ہے گو مجرم کیسا ہی نا گوار سمجھیں''۔

اور : ﴿فَوَقَعَ ٱلْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوا۟ هُنَالِكَ وَٱنقَلَبُوا۟ صَٰغِرِينَ ﴿١١٩﴾ وَأُلْقِىَ ٱلسَّحَرَةُ سَٰجِدِينَ﴾ [الاعراف:۱۱۸-۱۲۰]۔

''پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا، پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر پھرے، اور وہ جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے''۔

**آخری چاروں آیتیں۔**

اور : ﴿إِنَّمَا صَنَعُوا۟ كَيْدُ سَٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾ [طہ:۶۹]۔

''انہوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف جادوگروں کے کرتب ہیں اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا''۔

**اور ابن بطال فرماتے ہیں :**

''وھب بن منبہ کی کتاب میں ہے کہ وہ سبز بیری کے سات پتے لے اور اسے دو پتھروں کے درمیان کوٹ ڈالے پھر اس پر پانی مارے اور اس میں آیت الکرسی اور قواقل (قل والی سورتیں) پڑھے، پھر اس سے تین گھونٹ پی لے، پھر اسی سے نہالے تو اس کی سب تکلیفیں دور ہو جائیں گی اور وہ مرد کے لئے عمدہ ہے اگر اس کی بیوی سے اس کی بندش کر دی جائے''۔

میں کہتا ہوں (یعنی صاحب فتح المجید) : علامہ ابن قیم کا یہ فرمانا کہ : نشرہ کی دوسری قسم وہ ہے جو رقیہ، تعوذات، دعاؤں اور مباح دواؤں سے ہوتی ہے، تو وہ جائز ہے'' اس سے آنجناب رحمہ اللہ اسی طرح کی چیزوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، اور اسی پر ان علماء کا کلام محمول ہے جنھوں نے نشرہ (جادو اتارنے) کی اجازت دی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اس میں سے جو جادو کے ذریعہ ہو تو وہ حرام ہے اور جو قرآن، دعاؤں اور مباح دواؤں سے ہو وہ جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

**مذکورہ بالا کلام پر حاشیہ لگاتے ہوئے شیخ حامد فقی صاحب فرماتے ہیں :**

''اس طرح کی چیزوں میں نہ لیث بن ابی سلیم کی رائے پر عمل کیا جاتا ہے نہ ابن قیم کی نہ ان دونوں کے علاوہ کسی اور کی۔ بلکہ عمل اس سنت پر ہوتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو ان میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں آئی ہے جو ابن ابی سلیم اور ابن قیم فرماتے ہیں۔ اور جو کچھ وھب بن منبہ سے نقل کیا جاتا ہے اس کی بنیاد اسرائیلیوں کی سنت ہے نہ کہ طریقۂ خیر المرسلین۔ اور اسی تساہل کے باب سے بدعتیں پھر شرک اکبر داخل ہوا ہے۔

اور مومن ناصح پر جو خود اپنا خیر خواہ ہو لازم ہے کہ طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو مضبوط پکڑ لے اور بدعتوں سے بچے خواہ وہ کسی کی بھی طرف سے آئی ہوں اور وہ جو بھی ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہر ایک کی کچھ باتیں لے لی جاتی ہیں اور کچھ رد کر دی جاتی ہیں''۔ ①

## ۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد فضیلۃ الشیخ علی حلبی حفظہ اللہ کا فتوی

**سوال : کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ وہ پانی پر پڑھا کرتے تھے ؟**

**شیخ حلبی کا جواب :**

''ہم کہتے ہیں: اس سلسلے میں ایک حدیث وارد ہے جسے امام ابوداود نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے، اس سلسلے میں حدیث صحیح نہیں ہے۔

اور امام ابوعبید قاسم بن سلام نے اپنی کتاب ''فضائل القرآن'' میں امام ابراہیم نخعی سے جو ائمہ تابعین میں سے ایک ہیں۔ روایت کیا ہے کہ وہ پانی پر قرأت کو ناپسند کرتے تھے۔

اور ہمارے شیخ کبیر البانی رحمہ اللہ تو اس مسئلے پر ایک عقلی مباحثہ فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے :

اے وہ شخص جو پانی پر پڑھتا ہے : کیا پانی کے بغیر قرأت درست اور صحیح نہیں ہوسکتی ہے؟!

اگر وہ کہتا : پانی کے بغیر درست ہے؛ تو فرماتے: تب پانی کیوں؟! اور اگر کہتا : پانی کے بغیر صحیح نہیں ہوگی؛ تو فرماتے : یہ قرآن کی قیمت گھٹانا ہے، اس قرأت کی قیمت گھٹانا ہے جو بذات خود مستقل ہے جیسا کہ نبی علیہ

---

① اھ (حوالہ مذکور جمع سلطان جہنی)۔

الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے وارد ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سب سے مضبوط قول یہی ہے کہ قرأت نہ پانی پر ہوگی نہ تیل پر؛ بلکہ قرأت براہ راست عضو پر ہوگی، اپنا ہاتھ وہاں رکھے جہاں درد ہوتا ہے، پھر پڑھے''۔ ①

# پانی پر دم کے جواز کے لئے پیش کئے جانے والے کچھ دلائل کا جائزہ

## حضرت قیس بن ثابت کے لئے پانی پر دم کرنے کی حدیث :

**عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مُحَمَّدٍ وَقَالَ ابْنُ صَالِحٍ : مُحَمَدُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ اَحْمَدُ: وَهُوَ مَرِيْضٌ، فَقَالَ: ''اِكْشِفِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ'' ثُمَّ أَخَذَ تُرَاباً مِنْ بُطْحَانَ فَجَعَلَهُ فِيْ قَدْحٍ، ثُمَّ نَفَثَ عَلَيْهِ بِمَاءٍ، وَصَبَّهُ عَلَيْهِ۔**

''یوسف بن محمد اور ابن صالح نے کہا : محمد بن یوسف بن ثابت بن قیس بن شماس اپنے والد کے واسطے سے اور وہ ان کے دادا کے واسطے سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت ثابت بن قیس کے پاس آئے، احمد فرماتے ہیں: اس حال میں کہ وہ بیمار تھے، تب انھوں نے فرمایا : ''لوگوں کے رب ثابت بن قیس بن شماس کی بیماری دور فرما دے، پھر انھوں نے بطحان کی کچھ مٹی لی اور اسے ایک پیالے میں ڈالا، پھر اس میں پانی ڈال کر پھونکا، اور اسے ان کے اوپر بہا دیا''۔ ②

- **عسر ولادت میں مبتلا عورت کے لئے حدیث ابن عباس :**

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

---

① من لقاء مفتوح بمسجد المغيرة بن شعبه ، بتاریخ ۲۶ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ من الدقيقة : ۸:۱۶ مجلس الوکہ.نت عنوان: اقوال العلماء فى عدم جواز القرأة في الماء لعدم وجود دليل من السنة عليها'' یہ فتوی منتديات كل السلفيين پر بھی موجود ہے۔

② ضعیف ہے، اسے ابوداود نے کتاب الطب/ باب فی الرقیۃ ۴/ ۲۱۴ میں اور نسائی نے الکبری ۶/ ۲۵۲ میں مسند و مرسل دونوں طرح سے روایت کیا ہے، اور ابن حبان نے بھی ۱۳/ ۴۳۲ (۶۰۶۹ احسان) پانی میں پھونکنے کا ذکر کئے بغیر روایت کیا ہے۔ اور صحیح یوسف بن محمد ہے نہ کہ محمد بن یوسف۔ ان سے عمرو بن یحییٰ مازنی کے سوا کسی نے روایت نہیں کی ہے اور انہیں ابن حبان کے سوا کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے اور وہ اس سلسلے میں متساہل ہیں۔ حدیث البانی کی ضعیف سنن ابی داود (۸۳۶) میں مذکور ہے۔ بطحان مدینہ کی ایک وادی ہے، اہل حدیث اسے با کے ضمہ اور طا کے سکون کے ساتھ ضبط کرتے ہیں جبکہ کچھ اہل لغت اسے با کے فتحہ اور طا کے کسرہ کے ساتھ ضبط کرتے ہیں۔

جب کسی عورت کا بچہ پیدا ہونے میں مشکل پیش آ رہی ہو تو ایک لطیف برتن لیں جس میں لکھیں :

﴿ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوٓاْ إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍۭ بَلَٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا ٱلْقَوْمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴾ [الاحقاف:۳۵]۔ آیت کے آخر تک۔

اور : ﴿ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓاْ إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَىٰهَا ﴾ [النازعات:۴۶]۔

اور : ﴿ لَقَدْ كَانَ فِى قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُوْلِى ٱلْأَلْبَٰبِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ ٱلَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ [یوسف:۱۱۱]۔

آیت کے آخر تک پھر اسے دھولیں، اور اس میں سے کچھ عورت کو پلائیں اور کچھ اس کے پیٹ اور شرمگاہ پر چھڑکیں۔

- **مرفوعاً سخت ضعیف ہے اور موقوفاً بھی ضعیف ہے۔**

ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں مرفوعاً روایت کیا ہے، نمبر (۶۱۹)۔ اس میں عبداللہ بن محمد بن مغیرہ ہیں: ابو حاتم فرماتے ہیں: قوی نہیں ہیں، ابن یونس فرماتے ہیں: منکر الحدیث ہیں، ابن عدی فرماتے ہیں: عام طور پر جو روایت کرتے ہیں اس پر ان کی متابعت نہیں ہوتی ہے، اور ان کی متعدد حدیثیں ذکر کی ہیں۔ ذھبی فرماتے ہیں: اور یہ سب موضوع ہیں۔ نسائی فرماتے ہیں: انھوں نے ثوری اور مالک بن مغول سے ایسی حدیثیں بیان کی ہیں کہ وہ دونوں اللہ سے اپنے تقویٰ کی وجہ سے ایسی حدیثیں بیان کرنے سے بلند تھے۔ میزان الاعتدال ۲/ ۴۸۷ (۴۵۴۱) مزید برآں اس میں محمد بن ابی لیلی کا سوء حفظ اور ان کی حدیثوں کا اضطراب بھی ہے، اور حکم بن عیتبہ کے سلسلے بھی جو گفتگو کی گئی ہے کہ وہ ثقہ وثبت ہیں مگر مختلف ہیں مراد ان کی حدیثوں کا اختلاف ہے، ہاں ابن مبارک اور یعلی بن عبید نے بھی اسے ثوری کے واسطے سے بیان کیا ہے مگر وہ ابن عباس پر موقوف ہے، اس کا ذکر آئے گا، سفیان کی متابعت بھی ہوئی ہے، چنانچہ علی بن مسہر نے اسے بواسطہ ابن ابی لیلی ذکر کیا ہے مگر وہ بھی موقوف ہے۔ اور پہلے ہی یہ بتایا جا چکا ہے کہ موقوف روایت بھی ضعیف ہے۔

- آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اس لئے ان سے استدلال بھی ساقط ہے۔

- **بچھو کے ڈنک کے علاج کے متعلق حدیث علی رضی اللہ عنہ علامہ البانی کی الصحیحۃ سے :**

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بچھو نے اس حال میں ڈنک مار دیا

کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، پھر جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا :

''لَعَنَ اللهُ الْعَقْرَبَ لَا تَدَعُ مُصَلِّياً وَ لَاغَيْرَهُ. ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍوَ مِلْحٍ وَجَعَلَ يَمْسَحُ عَلَيْهَا وَيَقْرأُ (بِقُلْ يَا اَيَّهَا الْكَافِرُوْنَ) وَ (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) وَ (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ)''۔

اللہ کی لعنت ہو بچھو پر وہ نہ کسی مصلی (نمازی) کو چھوڑتا ہے نہ کسی غیر نمازی کو، پھر آپ نے پانی اور نمک منگایا اور لگے اس پر ملنے اور پڑھتے تھے (قُلْ يَا اَيَّهَا الْكَافِرُوْنَ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اور (قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ)۔

اسے طبرانی نے المعجم الصغیر میں روایت کیا ہے (ص ١١٧)۔ اور ابونعیم نے اخبار اصبہان میں (٢/ ٢٢٣) اور ابو محمد خلال نے ''فضائل قل هو الله احد'' میں (ق ٢٠٢/١) متعدد طرق سے ... بواسطہ محمد بن حنفیہ بواسطہ علی روایت کیا ہے۔ الخ

- موجودہ دور کے کچھ لوگوں نے اس حدیث سے پانی پر پڑھنے یا دم کرنے پر استدلال کیا ہے حالانکہ متقدمین میں سے کسی نے بھی اس سے اس موضوع پر استدلال نہیں کیا خود علامہ ابن قیم جو پانی پر پڑھنے کے قائل ہیں انھوں نے بھی اس حدیث پر طویل گفتگو کرنے کے باوجود موضوع زیر بحث پر اس سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ ایک الگ معنی پر اس سے استدلال کیا ہے۔ ان کی بحث چونکہ کافی مفید اور دقیق ہے اس لئے ہم اسے ھدیۂ قارئین کر رہے ہیں :

- **علامہ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد (٤/ ١٨٠) میں طب نبوی کی بحث میں فرماتے ہیں :**

''اس حدیث میں دو مرکب چیزوں کی دوا سے علاج کا بیان ہے: ایک تو فطری ہے، دوسری الٰہی ہے، کیونکہ سورۂ اخلاص میں کمال توحید علمی اعتقادی اور اللہ کے لئے احدیت کا اثبات ہے جو اس سے ہر شرکت کی نفی کو مستلزم ہے..

فرمایا : اور معوذتین میں ہر مکروہ (ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیز سے) اجمالی اور تفصیلی استعاذہ (پناہ مانگنے کا عمل) پایا جاتا ہے، کیونکہ ہر مخلوق کے شر سے پناہ مانگنے میں ہر اس شر کی تعمیم ہے جس سے پناہ مانگی جاتی ہے خواہ وہ اجسام میں ہو یا ارواح میں...

اور دوسری سورت میں شیاطین انس وجن کے شر سے استعاذہ شامل ہے۔

یقیناً ان دونوں سورتوں میں ہر شر اور برائی سے استعاذہ شامل ہے، اور شرور (برائیوں اور تکلیفوں) کے واقع ہونے سے قبل ان سے بچانے میں ان دونوں سورتوں کی بڑی عظیم شان ہے، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے

پیچھے ان دونوں کے پڑھنے کی نصیحت فرمائی تھی..الخ۔

اور اس میں فطری علاج یہ ہے کہ نمک بہت سے زہروں میں نافع ہوتا ہے، بالخصوص بچھو کے ڈنک میں، جیسا کہ اطباء نے بیان کیا ہے، چنانچہ صاحب قانون نے لکھا ہے: ''اسے بچھو کے ڈنک مارنے کی جگہ پر کتان کے بیج کے ساتھ ضماد کر دیا جائے، دوسروں نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

اور نمک میں ایک تحلیل کرنے والی قوت جاذبہ پائی جاتی ہے جو زہروں کو جذب کر کے انہیں تحلیل کر دیتی ہے، اور چونکہ اس کے ڈنک میں ایک ایسی آتشیں قوت ہوتی ہے جو اس بات کی حاجت رکھتی ہے کہ اسے ٹھنڈا کیا جائے اور کھینچ کر نکال لیا جائے اس لئے ڈنک کی آگ کو ٹھنڈا کرنے والے پانی اور کھینچنے اور نکالنے والے نمک کے درمیان جمع فرمایا اور یہ کامل ترین، سب سے آسان اور سہولت والا علاج ہے، اور اس میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ یہ ٹھنڈا کرنے والا اور جذب واخراج والا علاج ہی اس بیماری کا علاج ہے واللہ اعلم۔انتھی.

آپ دیکھ رہے ہیں کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے دور یا قریب کہیں سے بھی اس بات کا اشارہ نہیں دیا ہے کہ یہ حدیث پانی پر پڑھنے یا دم کرنے پر دلالت کرتی ہے بلکہ انھوں نے اسے قرآنی رقیہ اور مباح فطری ادویہ سے مرکب علاج کی دلیل بتایا ہے۔

اور دونوں کے الگ الگ فوائد کی تفصیل بیان کی ہے، انھوں نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا ہے کہ یہ پانی اور نمک پر پڑھنے کا فائدہ ہے، اس لئے اسے پانی پر پڑھنے یا دم کرنے کی دلیل قرار دینا ایک امر مستحدث اور غلط استدلال ہے۔اس حدیث میں ایک خاص بات یہ بھی قابل ملاحظہ ہے کہ حضرت علی نے اس میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ آپ نے پانی اور نمک منگایا اور اس کو ملا کر اس پر دم کیا اور ڈنک مارنے کی جگہ پر بہایا بلکہ انھوں نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کی جگہ پر پانی اور نمک ملنے لگے (جو ایک فطری اور حسی دوا ہے) اور اس کے ساتھ اس جگہ پر مذکورہ سورتیں پڑھ کر دم بھی کرتے تھے (جو معنوی اور الٰہی علاج ہے)۔اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اقوال واعمال پر استدراک جائز نہیں ہے۔

اگر پانی پر اور دیگر جڑی بوٹیوں پر پڑھنا آپ کا طریقہ ہوتا تو آپ نے بالکل واضح طور پر اس جانب امت کی رہنمائی ضرور فرمائی ہوتی اور اس مسئلے کو یونہی نہ چھوڑ دیا ہوتا اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ عمل کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں ہے جبکہ اس کا داعیہ قائم تھا اور کوئی مانع بھی نہیں تھا اس لئے بعد کے لوگوں کے عمل کو دلیل بنا کر اسے مشروع علاج قرار دینا سلفیت کے مزاج اور اس کے تقاضوں سے ہرگز ہم آہنگ نہیں ہے۔

## • ایک اور حدیث سے اس مسئلے پر استدلال :

موجودہ دور کے کچھ لوگوں نے صحیحین کی حسب ذیل حدیث سے بھی پانی پر پڑھنے اور دم کرنے پر استدلال کیا ہے:

''عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى الْإِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ أَوْ كَانَتْ بِهِ قَرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِصْبَعِهِ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ سَبَّابَتَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا : بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى بِهِ سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا''

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب انسان اپنی کسی جگہ پر تکلیف محسوس کرتا تھا، یا اسے کوئی پھوڑا نکل آتا یا زخم ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنی انگلی کو اس طرح کرتے تھے اور سفیان نے اپنی انگشت شہادت زمین سے لگائی۔ پھر اسے اٹھاتے تھے (اور پڑھتے تھے) ''اللہ کے نام سے، ہم میں سے بعض کے تھوک کے ساتھ، تاکہ ہمارا مریض ہمارے رب کے حکم سے شفا پائے''۔ [1]

## • نووی فرماتے ہیں :

حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنا تھوک اپنی شہادت کی انگلی پر لگائے، پھر اسے مٹی پر رکھے تو کچھ مٹی اس پر لگ جائے گی، پھر اسے زخم کی جگہ پر یا بیماری کی جگہ پر ملے اور ملتے وقت یہ دعا پڑھے، اور بعض لوگوں نے اسے نبی ﷺ کے تھوک اور مدینہ کی مٹی کے ساتھ خاص کیا ہے جبکہ صحیح اس کا عموم ہے اور شفا اللہ سبحانہ کی طرف سے ہوتی ہے، اسباب میں سے جس میں چاہتا ہے شفا رکھ دیتا ہے۔

• یہ حدیث بھی طبرانی کی سابقہ حدیث کی طرح فطری اور الٰہی دونوں علاجوں کے درمیان جمع کرنے پر دلالت کرتی ہے، متقدمین میں سے کسی نے اسے پانی پر پڑھنے یا دم کرنے کی دلیل نہیں بنایا ہے، ابن مفلح جو پانی پر دم کرنے کے قائل نظر آتے ہیں انھوں نے اس سے علاج مرکب پر استدلال کیا ہے مگر یہ نہیں کہا ہے کہ یہ حدیث پانی پر پڑھنے کی دلیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

''یہ ایک آسان مرکب علاج ہے، کیونکہ عام طور پر پھوڑے پھنسیوں کے پیچھے سوء مزاج، ردی رطوبت اور سیلان ہوتا ہے، اور خالص مٹی کا مزاج سرد خشک ہوتا ہے اور اس کی برودت ہر مفرد دوا کی برودت سے اوپر ہوتی ہے، لہٰذا اس کی برودت اس حرارت کا اور اس کی خشکی اس رطوبت کا مقابلہ کرتی ہے، اور بیمار عضو کے مزاج میں

---

[1] بخاری : ۵۷۴۵ ، مسلم : ۲۱۹۴ الفاظ مسلم کے ہیں۔

اعتدال پیدا کرتی ہے اس طرح اس کی تدبیری قوت بڑھ جاتی ہے، اور وہ اللہ کے حکم سے دافع درد ہو جاتی ہے، اور اس کے ساتھ یہ کلام بھی شامل ہو جاتا ہے جو اللہ کے نام اور اس پر توکل کی برکت، اور معاملے کو اس کے حوالے کرنے پر مشتمل ہے۔انتھی (۳/ ۹۴)

● علامہ ابن قیم نے بھی اسے طبعی علاج (مباح دواؤں) اور الٰہی علاج (قرآن اور ثابت شدہ اذکار) سے مرکب علاج بتایا ہے، ان کا یہ کلام بالکل واضح ہے، انھوں نے کہیں یہ نہیں فرمایا ہے کہ یہ حدیث پانی پر دم کرنے کی دلیل ہے۔ چنانچہ ''الطب النبوی'' ج ۱ ص ۱۴۵ پر فرماتے ہیں :

''یہ سھل ومیسر اور نفع بخش مرکب علاج ہے''۔

یہ ایک لطیف معالجہ ہے جس سے پھوڑے پھنسیوں اور رطوبت والے زخموں کا علاج کیا جاتا ہے بالخصوص جبکہ دوسری دوائیں موجود نہ ہوں اور یہ تو ہر زمین میں پایا جانے والا علاج ہے۔

اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنا تھوک اپنی شہادت کی انگلی پر لگائے، پھر اسے مٹی پر رکھے تو تھوڑی مٹی اس پر لگ جائے گی پھر اسے زخم پر ملے اور یہ کلام کہے جس میں اللہ کے نام کی برکت، معاملے کو اس کے حوالے کرنے اور اس پر توکل کا عمل موجود ہے اس طرح ایک علاج دوسرے علاج سے مل جاتا ہے اور اس کی تاثیر بڑھ جاتی ہے۔(انتھی بہ اختصار)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ کس طرح صاف اور واضح لفظوں میں ابن قیم نے فرمایا کہ تھوک میں ملی ہوئی مٹی زخم پر ملنے کے بعد (جو طبعی علاج ہے) زخم پر ذکر اور رقیہ پڑھے (جو علاج الٰہی ہے)۔انھوں نے کہیں یہ نہیں فرمایا ہے کہ یہ حدیث پانی پر دم کرنے کی دلیل ہے۔

### ● حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے استدلال :

''أَرْسَلَنِيْ أَهْلِيْ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ مِنْ مَّاءٍ - وَقَبَضَ إِسْرَائِيْلُ ثَلَاثَ أَصَابِعَ - مِنْ قُصَّةٍ فِيْهَا شَعْرٌ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِذَا أَصَابَ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ، فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَأَيْتُ شَعْرًا حُمُرًا''

''اس حدیث میں عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھے ام سلمہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ایک پیالہ لے کر بھیجا۔اسرائیل نے تین انگلیاں موڑ لیں۔(یعنی پیالہ بہت چھوٹا تھا)۔

بالوں کے ایک گچھے کی وجہ سے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال تھے، اور جب کسی انسان کو نظر لگتی یا کچھ ہوتا تو وہ اپنا برتن ان کے پاس بھیجتا تھا۔ پھر میں نے ڈبیا میں جھانکا تو کچھ سرخ بال دیکھے''۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا لوگوں کے پانی کے برتن میں ان بالوں کو ڈال دیتی تھیں اور وہ انہیں شفاء کی غرض سے بطور تبرک پی لیا کرتے تھے۔

- بعض لوگ اس حدیث سے بھی پانی پر دم کرنے یا پانی میں قرآنی آیات گھول کر پینے پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابعاض (بال، ناخن وغیرہ) مبارک تھے تو قرآن بھی اسی طرح مبارک ہے لہٰذا اس پر قیاس کرتے ہوئے اسے بھی جائز کہا جائے گا۔

- اس کا جواب یہ ہے کہ رقیہ ایک عبادت ہے اور عبادات میں قیاس درست نہیں ہے، اس لئے پانی پر پڑھ کر اسے قرآن سے تبرک کے نام پر نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے آثار حسیہ پر قیاس کرنا قیاس فاسد ہے۔

اس لئے دونوں کے جواز کے لئے الگ الگ شرعی دلیل کی ضرورت ہے، اور شریعت نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے آثار حسیہ سے بطور تبرک شفاء حاصل کرنے اور زیادتی برکت کے لئے ان کا استعمال کرنے کی اجازت دی ہے جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل بھی اسی پر رہا ہے۔ اور ادھر قرآن سے شفا حاصل کرنے کی اجازت شریعت نے صرف رقیہ کی شکل میں دی ہے جیسا کہ صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اسی پر رہا ہے، مگر پانی پر دم کرنے یا اس میں قرآنی آیات گھول کر پینے کی کوئی بھی صحیح دلیل احادیث میں موجود نہیں ہے۔ اگر پانی پر پڑھنا یا گھول کر پینا یا اسی جیسے دیگر نو ایجاد اعمال جائز اور خیر ہوتے تو صحابہ کرام ہم سے پہلے انہیں اپنا چکے ہوتے جبکہ ان کا داعیہ بھی قائم تھا اور موانع بھی موجود نہیں تھے۔

لہٰذا جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے ان کا کوئی ثبوت ملتا ہے نہ صحابہ ہی نے ان پر عمل کیا ہے تو ان کا شمار ان سنن ترکیہ میں ہوگا جن کا انجام دینا ہی عین بدعت قرار پائے گا۔

- حقیقت یہ ہے کہ پانی پر دم کرنے یا پانی میں قرآنی آیات گھول کر پڑھنے کی ایک بھی صحیح دلیل نہیں ہے، نہ یہ عمل کسی صحابی سے ثابت ہے، مذکورہ دلیلوں کے علاوہ اور بھی جو دلیلیں اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہیں وہ یا تو ضعیف اور ناقابل استدلال ہیں یا پھر بہت دور دراز سے کھینچ تان کر انہیں دلیل بنانے کی ناکام کوششیں کی گئی ہیں، قدیم بزرگوں میں جن لوگوں نے اس مسئلے کو فروغ دیا ہے ان میں تین نام سرفہرست ہیں :

---

[1] بخاری : ۵۸۹۶۔

۱۔ وھب بن منبہ (جو اسرائیلی روایات سے بڑی شہرت رکھتے ہیں)۔
۲۔ امام احمد بن حنبل۔
۳۔ علامہ ابن القیم۔
مگر ان میں سے کسی نے کوئی دلیل تجربات کے سوا پیش نہیں کی ہے۔

علامہ ابن قیم نے تو دسیوں تعویذیں مختلف امراض میں گھول کر پلانے کی ذکر کی ہیں اور ان سب کا مستند تجربات ہیں۔مگر تجربات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس کی ضابطہ بندی تقریباً ناممکن ہے اس لئے طرح طرح کی بدعتیں بلکہ شرکیات بھی دین میں تجربات کے نام پر رائج ہیں۔ذیل میں ہم جادو اتارنے کا ایک طریقہ اور اس پر ایک اہم تبصرہ پیش کرنے جا رہے ہیں جس سے آپ کو یہ اندازہ ہوگا کہ تجربات نے اس سلسلے میں کیا رنگ اختیار کئے ہیں :

## یہ جادو اتارنے کے طریقے ہیں یا بدعات ومحدثات ہیں ؟

مذکورہ سرخی کے تحت النذیر العریان کے مولفین لکھتے ہیں:

- **عربی نشرہ (جادو اتارنے کا عمل) اور جادو کو تحلیل کرنے کا عمل :**

**حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں :**

"النشرہ ضمہ کے ساتھ، اور یہ علاج کی ایک قسم ہے جس سے اس شخص کا علاج کیا جاتا ہے جس کے بارے میں یہ گمان ہوتا ہے کہ اسے جادو لاحق ہوا ہے یا اس پر جن ہے، اسے نشرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعہ کسی شخص کو لاحق بیماری دور کر دی جاتی ہے۔اور مسلم (باب الرقیہ) میں جابر کی مرفوع روایت کے پاس سعید بن مسیب کا جو قول گزرا یہ اس کے موافق ہے، وہ روایت یہ ہے کہ "جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچادے" اور نشرہ (جادو اتارنے) کی تائید نظر لگانے والے سے غسل کرانے کے قصے میں سابقہ حدیث "(العین حق) نظر حق ہے" سے بھی ہوتی ہے، اور عبدالرزاق نے شعبی کے حوالے سے تخریج کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: "عربی نشرہ میں جسے روندنے سے کوئی تکلیف نہیں لاحق ہوتی ہے کوئی حرج نہیں ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان جھاڑیوں کے مقام پر جائے اور اپنے دائیں اور اپنے بائیں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے لے پھر اسے کوٹ ڈالے اور اس میں پڑھے پھر اس سے نہائے۔اور ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ وھب بن منبہ کی کتاب میں ہے کہ سبز بیری کے سات پتے لے اور اسے دو پتھروں کے

درمیان کوٹ لے پھر اس پر پانی مارے اور اس میں آیت الکرسی اور قو اقل (چاروں قل) پڑھے، پھر اس میں سے تین گھونٹ تو پی لے اور باقی سے نہالے اس طرح اس کی سب تکلیف دور ہو جائے گی، اور یہ نسخہ اس شخص کے حق میں بڑا عمدہ ہے جس کی اس کی بیوی سے بندش کردی گئی ہو، اور جس نے نشر (جادو اتارنے) کے جواز کی صراحت کی ہے وہ ہیں امام شافعی کے شاگرد مزنی اور ابوجعفر طحاوی وغیرہ، پھر مجھے جعفر مستغفری کی ''کتاب الطب النبوی'' میں نشرہ (جادو اتارنے) کے طریقے پر آگاہی ہوئی فرماتے ہیں: مجھے ''تفسیر قتیبہ بن احمد بخاری'' کے ایک جزء کی پشت پر نصوح بن واصل کے خط میں لکھا ملا کہ قتادہ نے سعید بن مسیب سے پوچھا: ایک شخص کو جادو ہے اس کی بیوی سے اس کی بندش کردی گئی ہے تو کیا اس کے لئے حلال ہوگا کہ وہ اس جادو کو دور کرنے کا عمل کرے؟ تو انھوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے، اس کا ارادہ تو اصلاح کا ہے، اور جو فائدہ مند ہو اس سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ نصوح بیان کرتے ہیں کہ پھر مجھ سے حماد بن شاکر نے پوچھا تحلیل کرنا اور نشرہ کیا ہے؟ تو میں ان کے متعلق کچھ سمجھ نہیں پایا، تو انھوں نے فرمایا: یہ ایک ایسے آدمی کی بات ہے جو اپنی بیوی سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہے، اور دیگر کاموں کی طاقت رکھتا ہے۔ تو اس مصیبت میں مبتلا شخص لکڑیوں کا ایک گٹھر اور دو لائنوں والی کلہاڑی لے اور اسے گٹھر کے وسط میں رکھ کر اس گٹھر کو آگ لگا دے، یہاں تک کہ جب کلہاڑی خوب گرم ہو جائے تو اسے آگ سے نکالے اور اس کی گرمی پر پیشاب کرے، تو وہ اللہ کے حکم سے شفایاب ہو جائے گا، اور نشرہ یہ ہے کہ ایام بہار میں جس قدر جنگلی گلاب اور چمنستانوں کے گلاب جمع کر سکتا ہو کر لے پھر انہیں ایک صاف برتن میں رکھے اور ان میں شیریں پانی ڈال کر گلاب کو پانی میں ہلکا جوش دے، پھر اسے چھوڑ دے، یہاں تک کہ جب پانی نتھر جائے تو اسے اپنے اوپر ڈال لے تو اللہ کے حکم سے وہ شفایاب ہوگا۔ حاشد نے کہا: میں نے یہ دونوں فائدے شام میں حاصل کئے۔ میں کہتا ہوں: یہ حاشد صحیح کے رواۃ میں سے ہیں جو بخاری سے روایت کرتے ہیں، اور مستغفری نے اس بات کو نظر انداز کر دیا ہے کہ قتادہ کے اس اثر کو بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور طبری نے اسے اپنی تفسیر میں موصولاً بیان کیا ہے، اور اگر انہیں اس پر آگاہی ہوتی تو وہ اسے بلا اسناد قتیبہ بن احمد کی تفسیر کی طرف منسوب کرنے پر اکتفا نہ کرتے، اور انھوں نے اس کے طریقے کے سلسلے میں شعبی کے اثر کو بھی نظر انداز کر دیا ہے جبکہ وہ ہم تک آنے والا سب سے اعلیٰ سلسلہ ہے''۔ [1]

---

[1] فتح الباری: ۱۰/ ۲۴۴-۲۴۵۔

**ہم کہتے ہیں : حافظ رحمہ اللہ کے ساتھ یہاں ہمارے چند وقفات ہیں :**

- ان کا یہ فرمانا کہ نظر لگانے والے سے غسل کرانے کے قصے میں سابقہ حدیث (العین حق) ''نظر حق ہے'' بھی نشرہ کی مشروعیت کی تائید کرتی ہے۔

**ہم کہتے ہیں :**

نشرہ (جادو اتارنے) کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، مگر وہ کون سا نشرہ ہے؟

رفو کرنے والے پر چاک بڑا وسیع ہو چکا ہے، بدعتیں اور خرافاتی افسانے اہل علم کی کتابوں تک در آئے ہیں، عوام اور غوغائیوں کا رونا کیا روئیں! ۔ ہم نے نظر اتارنے کے لئے نظر لگانے والے سے غسل کرانے کا طریقہ اس لئے تسلیم کیا ہے کیونکہ اس سلسلے میں حضرت معصوم سے صحیح نص وارد ہے، اور گو اس کا راز ہماری سمجھ میں نہ بھی آئے تو بھی اس پر حرف گیری کی ہمارے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے، ہاں یہ اور بات ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ کچھ اہل علم پر اس کا راز یوں ظاہر ہوا ہے جو بیماری اور دوا کے درمیان وجہ مناسبت کی ایک موزوں تعلیل بن سکتا ہے۔ [1]

مگر یہ کہ دروازہ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے، جمن، شبراتی اور بفاتی کے لئے کھول دیا جائے اور وہ : (نشرہ (جادو اتارنے) کی مشروعیت) کی آڑ میں گزر جائے تو یہ ایک خطرناک تفریط (کوتاہی) ہے جو کسی حال میں قابل قبول نہیں ہے، گرچہ اس کے قائل اہل علم میں سے فلاں اور فلاں ہوں، کیونکہ ان کے اقوال ہی وہ پل بن چکے ہیں جن سے تمام خرافاتی طریقے نشرہ شرعیہ کے نام پر گزر جاتے ہیں، ورنہ اللہ واسطے بتائیے کہ لکڑیوں کے جمع کرنے، دو لائنوں والی کہلاڑی، آگ اور پیشاب میں کون سی شریعت ہے! اور یہ لکڑیوں کا گٹھر ہی کیوں؟ کیا تارکول اور سیال آتش گیر اس کی جگہ نہیں لے سکتے ہیں؟! یہ بات انھوں نے کہاں سے لی کہ کلہاڑی دو لائنوں والی ہی ہو؟ کیا ایک لائن والی کلہاڑی اس کے لئے کافی نہیں ہو سکتی ہے؟

اللہ کی قسم! بالآخر ہم نے ایک کیسیٹ میں یہ سنا کہ: ممکن ہے کلہاڑی ایک لائن والی ہی استعمال کر لی جائے؟ الحمد للہ! مشقت تیسیر (آسانی) لے آئی، اور ہم دو لائنوں سے ایک لائن پر آ گئے، کل کلاں کو ممکن ہے گدھے کی نعل ہی کام آجائے یا کوئی کڑا یا کیل ہی استعمال کر لی جائے! ایک کو ہم نے اس قول میں تجدید کرتے ہوئے بھی سنا، جناب نے بصد شکریہ (پیشاب) کا بدل عنایت فرمایا ہے، یہ تجویز بعض کتابوں میں مسطور ہے، فاضل مولف نے نشرہ (پیشاب، کلہاڑی اور لکڑیوں) کا تذکرہ کرنے کے بعد جسے انھوں نے تحلیل کا نام دیا ہے فرماتے ہیں:

---

[1] دیکھئے : الطب النبوي ص ۱۷۱-۱۷۲۔

میں کہتا ہوں : اگر وہ اس پر پیشاب نہ بھی کرے بلکہ اسے پانی میں رکھ دے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول تین یا سات بار پڑھے :

﴿ وَأَنزَلْنَا ٱلْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ ﴾ [الحدید:۲۵]۔

''اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت ہیبت وقوت ہے اور لوگوں کے لیے اور بھی (بہت سے) فائدے ہیں''۔

پھر اس سے غسل کرے اور اسے پی بھی لے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفایاب ہو جائے گا کیونکہ یہ مجرب ہے۔ ①

میں کہتا ہوں اس طرح ان مزعوم شرعی نشرات (تعویذوں) کی بھیڑ میں لغویات بھی اپنا پاسپورٹ لئے چلی آتی ہیں جن پر (مجرب) کا ویزا لگا ہوتا ہے اور کالے دھوئیں کے بادل اٹھنے لگتے ہیں تاکہ اس کی دھند میں ہمارے پاس بھورے بھیڑیے، سفید مرغ اور سرخ گلاب کا نسخہ بھی چلا آئے!؟!

## ● علاج کے لئے بھیڑیے اور جن زدہ دوشیزہ سے مدد لینے کا حکم :

**سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔حفظہ اللہ۔ سے پوچھا گیا :**

**سوال :** سماحۃ الشیخ! مشائخ میں سے ایک صاحب قرآن سے علاج کرتے ہیں اور ان کے پاس ایک بھیڑیا بھی ہے، فرماتے ہیں کہ وہ جنوں کو کھا جاتا ہے، ان کے پاس ایک جن زدہ دوشیزہ بھی ہے جو انہیں جن کے مقام کی خبر دیتی ہے، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

**جواب :** اس غرض سے بھیڑیا رکھنا جائز نہیں ہے، یہ منکر کام ہے، اور کسی جن زدہ سے لوگوں کے احوال کے متعلق سوال کرنا بھی جائز نہیں ہے، یہ کاہنوں اور نجومیوں سے سوال کرنے جیسا ہے، اور نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی عراف یا کاہن کے پاس آئے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی باتوں کے ساتھ کفر کیا''۔

عرافوں اور کاہنوں کے جن ساتھی ہوا کرتے تھے جو انہیں خبریں دیا کرتے تھے، اس صورت حال میں نبی ﷺ نے لوگوں پر نکیر فرمائی تھی، اس لئے سوال کی خاطر جن رکھنا یا جنوں کو کھانے کے لئے بھیڑیا پالنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اگر اس کے پاس کوئی قرأت ہو تو وہ مصیبت زدہ پر اسے پڑھ دے۔ مگر بھیڑے پالنا اور سوال کرنے کے لئے کسی جن زدہ مرد یا خاتون کو رکھنا جائز نہیں ہے، یہ جادوگروں اور کاہنوں کا عمل ہے، واجب تو بس وہ علاج ہے جس سے وہ نکل جائے اور اسے یہ بتا دے کہ وہ ظالم ہے، یا حد سے گزر جانے والا ہے اگر اس کے اندر کوئی

① السحر حقیقته وحکمه والعلاج منه ص۶۵-۶۶۔

خیر ہو۔ ا۔ھ ①

- **یہاں سفید مرغ کا قضیہ بھی ہے ②:**

یہ تو اپنی جگہ پر ہے، اسی طرح ہم نے سفید مرغ کے بارے میں بھی سن لیا ہے! مگر افسوس ہے کہ اس کا ذکر ایک موضوع حدیث میں آیا ہے، ممکن ہے ان کا مستند وہی ہو۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سفید مرغ پالو کیونکہ جس گھر میں سفید مرغ ہوتا ہے اس گھر کے قریب نہ شیطان آتا ہے نہ جادوگر اور نہ اس کے اردگرد کے گھروں میں۔ ③

فرمایا: اسے طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن محصن عکاشی ہے جو کذاب ہے۔

## پھر سے حافظ ابن حجر کی طرف

**ہم کہتے ہیں:** ہماری بات پھر حافظ رحمہ اللہ کے کلام کی طرف پلٹ رہی ہے۔ ان کا یہ فرمانا کہ اس کی تخریج عبدالرزاق نے بطریق شعبی کی ہے...الخ

**ہم کہتے ہیں:** ظاہر کلام اس بات کا اشارہ دیتا ہے کہ اسے انھوں نے بسند روایت کیا ہے حالانکہ حقیقت حال

---

① **الطرق الحسان** ص۸۷ از ریکارڈ شدہ فتوی۔

② ● **ہمارے شہر کے فاضل گرامی:**

**قصہ ایک عالم صاحب کا:** ہمارے شہر میں اسلامک یونیورسٹی کے ایک قدیم فاضل ہیں۔

ایک راقی نے ان کے متعلق بیان کیا کہ انہیں شدید گھبراہٹ کا مرض لاحق ہوا جس کے ساتھ مختلف قسم کے دیگر اعراض بھی تھے، اور جناب نے اسے اوپری بلا سمجھتے ہوئے متعدد راقیوں سے رابطہ کیا اور خوب جھاڑ پھونک ہوئی، بعض راقیوں کی طرف سے یہ تجویز بھی پیش ہوئی کہ میاں صاحب اپنی جوتیاں آسیب کی شرانگیزیوں سے بچنے کے لئے اپنے سرہانے رکھ کر سویا کریں۔ ان کے حضور ایک راقی صاحب اپنی ایک صاحبزادی کو بھی لے کر آیا کرتے تھے جس پر حاضری ہوتی تھی اور وہ مرض کی تشخیص میں نمایاں کردار ادا کرتی تھی، اور اللہ کے فضل سے وہ راقی صاحب بھی صحیح العقیدہ اور صحیح المنہج تھے۔ **سبحان الله، والحمدلله، ولا إله الا الله، والله اكبر!**

عجب دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

الغرض بڑی فضیحتوں کے بعد بالآخر اس نتیجے پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے کہ مرض عضوی ہے اور اس کا کامیاب علاج آپریشن ہے۔ یا ممکن ہے آپریشن کے بعد بھی راقیوں اور ان کی چالوں پر اعتقاد باقی ہو، **والله اعلم بالصواب ونعوذ بالله من الخذلان۔** (فیضی)۔

③ **مجمع الزوائد:** ۲۰۱/۵ (۸۴۸۱)۔

اس کے برعکس ہے، چنانچہ ''مصنف ۱۱/ ۱۳/ [۱۹۷۶۳] میں عبدالرزاق بیان کرتے ہیں ''اور شعبی نے فرمایا'' یہاں اسناد کہاں ہے؟ اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ شعبی کی وفات ۱۰۴ یا پانچ یا چھ یا ایک سو سات میں ہوئی ہے۔ جبکہ عبدالرزاق ایک سو چھتیس میں پیدا ہوئے اور دو سو گیارہ میں ان کی وفات ہوئی، لہٰذا وہ شعبی سے جو کچھ ارسال فرماتے ہیں وہ ان کھلی ہوئی آزاد اونٹیوں کی طرح ہیں جن کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی ہے، اور عجیب یہ ہے کہ حافظ صاحب مستغفری پر تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اور اس کے طریق کے متعلق شعبی کا اثر بھی انھوں نے نظر انداز کر دیا ہے، جبکہ وہ ہم تک متصل پہنچنے والا سب سے اعلیٰ اثر ہے۔ میں کہتا ہوں: اللہ حافظ پر رحم فرمائے۔ ورنہ کہاں ہے علو؟ اور کہاں ہے اتصال؟ اور حماد بن شاکر نے جسے رشک کے ساتھ یوں بیان کیا ہے جیسے انہیں کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ جبکہ انھوں نے ہمیں یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ انہیں ملا کیسے؟ خیر اس پر گفتگو اور اس کے کھوٹ کا اظہار پہلے ہی ہو چکا ہے۔ مگر حاشد صاحب کا یہ فرمانا کہ میں نے یہ دونوں فائدے شام میں حاصل کئے تو **انا لله وإنا إليه راجعون**! یہ کون سا علم ہے؟ اور اس طرح کی باتوں کے کیا فوائد ہیں؟!

**اَلْعِلْمُ مَاکَانَ: قَالَ اللّٰهُ .. حَدَّثَنَا وَمَا عَدَا ذَاکَ وَسْوَاسُ الشَّیَاطِیْنِ.**

''علم وہ ہے جس میں اللہ نے فرمایا... اور حدثنا (ہم سے بیان کیا) آتا ہو اور اس کے سوا جو کچھ ہوتا ہے وہ سب شیطان کے وسوسے ہوتے ہیں''۔

## علامہ شوکانی کی ایک شاندار اصولی بات

اور یہاں ہم علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا وہ کلام پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو انھوں نے حد تواتر کے بیان میں ساقط اور متناقض اقوال پر تعاقب کرتے ہوئے فرمایا ہے، اپنی شدت کے باوجود وہ ایک اہم کلام ہے۔

**فرماتے ہیں :**

''اللہ کی شان یہ کیسی حیرت انگیز بات ہے کہ اس طرح کے اقوال جو نہ عقل کی طرف راجع ہیں نہ نقل کی طرف اہل علم کے قلم سے جاری ہوتے ہیں، جبکہ ان کے درمیان اور محل نزاع کے درمیان کوئی قدر مشترک بھی نہیں پایا جاتا ہے، اور ہم نے ان کا تذکرہ محض اس لئے کر دیا ہے کہ عبرت حاصل کرنے والا ان سے عبرت حاصل کرے اور یہ جان لے کہ بعض حالات میں اہل علم کی طرف سے جو قیل وقال ہوتا ہے وہ از قبیل بکواس ہوتا ہے، لہٰذا ایسے موقع پر آدمی تقلید سے محتاط اور ہشیار رہے، اور ان دلائل کی جستجو کرے جو اللہ

کی شریعت ہوتے ہیں جنھیں اللہ نے بندوں کے لئے مشروع کیا ہوتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے بندوں کے لئے صرف وہی مشروع کیا ہے جو اس کی کتاب میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہے''۔ ①

## نشرہ کی تعریف :

- نشرہ ان اذکار، دعاؤں، طلسمات اور افعال کو کہتے ہیں جن سے جادو اتارنے کا کام لیا جاتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

## کلہاڑی والے نسخے پر صاحب فتح المنعم کا تبصرہ :

(فتح المنعم شرح صحيح مسلم ٨/٥٦٠ پر، صاحب کتاب نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے کلہاڑی والا نسخہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ میرا ماننا تو یہی ہے ان امور کا تعلق شعبدہ بازی سے ہے جن کی کوئی اصل نہیں ہے ایسی چیزیں صرف سادہ لوحوں اور جاہلوں کے یہاں چلتی ہیں اور کبھی کبھی دماغ پر ان خیالات کو مسلط کرنے لینے کی وجہ سے شفا بھی مل جاتی ہے، واللہ اعلم.)

# قصیدۂ بردہ کی تلاوت اور اس کا پانی پینا

## ''کتب ليست من الاسلام'' کے مولف قصیدۂ بردہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

(....بہت سے جہال وسادہ لوح افراد اور مدعیان علم اسے گاتے ہیں، اور قرآن کی طرح اس کی تلاوت کرتے ہیں، اور برتن میں لکھ کر اس کا پانی پیتے ہیں'' کتنی ہی بار مریضوں نے اسے پڑھا ہوگا یا ان کے لئے اسے پڑھا گیا ہوگا، اور برتنوں میں لکھا گیا ہوگا اور ان کا پانی پیا گیا ہوگا)۔ ②

ہم کہتے ہیں نشرہ (جادو اتارنے کے طریقے) کے متعلق توسع ہی نے ان مفاسد کا دروازہ کھولا ہے، کیونکہ اس کے درمیان اور بہت سے ان نشرات (گھول کر پینے یا نہانے والی تعویذوں) کے درمیان کیا فرق ہے جن کے قائل بعض اہل علم ہیں؟ بلکہ بردہ تو بعض شائع شدہ مزعوم نشرات (تعویذوں) کے مقابلے میں بدر جہا اعلیٰ ہے!

کیا (اس قصیدے کے شرک اور فاسد عقیدوں پر مشتمل ہونے کے باوجود) جب بوصیری نے خواب میں اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا اور وہ اس پر خوش ہوئے اور انہیں اپنی چادر عطا فرمائی تو فالج سے انہیں شفا نہیں مل

---

① ارشاد الفحول ص۴۸۔ ② كتب ليست من الاسلام لمحمودمهدى استنبولى ص۴۔

گئی اور وہ ان لوگوں کے دعووں کے مطابق صبح اپنے مرض سے بالکل تندرست ہو کر نہیں اٹھے؟

اور جب دروازہ کھلا ہی ہو تو بات صرف (بردہ) پر آکر نہیں رکے گی، بلکہ صوفیوں کا سیل رواں ہم پر حملہ آور ہوگا، یہاں سبکی کا (قصیدہ منفرجہ) بھی ہے، شاذلی کی (حزب النصر) بھی ہے۔ اور (درود مشیشی) بھی ہے۔ جو ان کے سردار عبدالسلام بن مشیش کی طرف منسوب ہے۔ جس کے متعلق وارد ہے کہ جو اسے پڑھے گا اور اس کے پڑھنے کی پابندی کرے گا وہ مقام والا ہو جائے گا!.. اور بھی ہیں.. اور بھی ہیں.. اور بھی ہیں۔

**کتاب مذکور کے مولف لکھتے ہیں :**

''...اس حزب کے بعد نصر شاذلی کی حزب آتی ہے، اور وہ بھی ''دلائل'' کے حاشیے پر ہے اور اس میں یہ عبارت ہے :

حم (۸ / بار لکھو) **الأمر وجاء النصر فعلينا لا ينصرون حمعسق حمايتنا مما نخاف**...حکم اور مدد آ گئی پس ہمارے مقابلے میں مدد نہیں دیے جائیں گے۔ **حمعسق** ہماری حمایت ہے جس سے ہم ڈرتے ہیں...

اس کے بعد حزب بحری (دریائی وظیفہ) ہے اور اس میں (ص ۱۸۳) میں ہے: **يا ميسر كل عسير بحق أ ب ت ث ... ه لا ي. انصرنا و سخرلنا هذا البحر... وسخرلنا كل بحر... وبحر الدنيا وبحر الآخرة... كهيعص كهيعص حمعسق انصرنا فإنك خير الناصرين.**

**بسم الله بابنا، وتبارك حيطاننا، يس سقفنا، كهيعص كفايتنا، حمعسق حمايتنا ... إلى آخر هذه الخرافات.**

**ياستار أدخلنا فى مكنون غيب سر ماشاء الله''**

اے ہر مشکل کے آسان کر دینے والے بحق اَ ب ت ث ...ھ لا ی. (یہ پتہ نہیں کہ جن کا وسیلہ لیا جا رہا ہے یہ کون سے بزرگان یا بزرگائیں ہیں) ہماری مدد فرما اور اس دریا کو ہمارے لئے مسخر کر دے... اور ہر دریا کو ہمارے لئے مسخر کر دے... اور دنیا کے دریا کو اور آخرت کے دریا کو... **كهيعص كهيعص حمعسق** ہماری مدد فرما بیشک تو مددگاروں میں سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔

بسم اللہ ہمارا دروازہ ہے، تبارک ہماری دیواریں ہیں، **يس** ہماری چھت ہے، **كهيعص** ہماری کفایت ہے، **حمعسق** ہماری حمایت ہے... اس سلسلۂ خرافات کے آخر تک۔

اے ستار ہمیں ماشاء اللہ کے سرّ کے غیب کی کوٹھری میں داخل فرما دے''۔ ①

**ہم کہتے ہیں :**

- جیسا کہ بعض سلف سے وارد ہوا ہے اسی جیسی آزاد عبارتوں، زید وعمرو کے جذبات سے دست بستہ فتووں اور کمزور رخصتوں کی پشت پر سوار ہو کر یہ ضلالتیں (گمراہیاں) ہمارے اندر داخل ہوئی ہیں :

- **یہ چیز لوگوں میں رائج ہے۔** • **بعض اہل علم نے ایسا فرمایا ہے۔** • **مجرب ہے...الی آخرہ۔**

اس ضمن میں کچھ اہل علم وخیر اور اہل بدعات وضلالات کی باتیں یکساں ہیں، جس سواری کی پشت پر یہ سب لوگ سوار ہوئے ہیں وہ ایک ہی ہے :

**اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے۔**

**یہ مجرب ہے!** لہٰذا جو بھی اپنا خیر خواہ ہو (یعنی خود کا بھلا چاہنے والا ہو) اسے چاہیے کہ اپنے دین کے متعلق احتیاط برتے، اور چوپایوں کی طرح کسی کی اندھی تقلید نہ کرے، وہ محکم دلیل تلاش کرے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ شبہات سے بچے، اور چراگاہ میں منہ مار لینے کے خوف سے اس کے ارد گرد چکر لگانے سے بچے، (اور اگر اس میں جا پڑے تب) اس وقت جناب مسکین صاحب آپ کو یہ کہنے کا کچھ فائدہ نہیں ملے گا کہ: فلاں فلاں کبار (یعنی بڑوں) نے یہ بات فرمائی تھی، مجرب تھی، نفع بخش تھی... اس کا تجربہ کیا جا چکا تھا اور وہ مفید ثابت ہوئی تھی، کیونکہ اہل بدعت کی بھی حجت یہی ہے، وہ باطل کو بڑوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: تجربہ کیا گیا اور فائدہ مند ثابت ہوا۔ اس لئے ہم نے تجربوں کے سلسلے میں شیخ الاسلام کے کلام سے جو تحریر پیش کی ہے اس کی طرف رجوع فرمائیں۔ تاکہ آپ یہ بات ملاحظہ فرمالیں کہ تجربوں میں نہ تو حق وباطل کے درمیان تفریق کی جاتی ہے نہ مخطئ ومصیب (غلط وصحیح) کے درمیان۔

## تجربوں کو حجت بنانے کی تردید

یہ بحث شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام سے اخذ کی گئی ہے، جو اس سلسلے میں ہے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے کسی کی حاجات کا پورا کر دیا جانا یا دعا کا قبول ہو جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ (جو وسیلہ اختیار کیا گیا ہے) وہ وسیلہ مشروع ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کبھی کبھی دعا میں بندے کی صریح زیادتی، بلکہ شرک صریح کے باوجود اس کی دعا

---

① حوالہ مذکور ص ۳۹-۴۰۔

قبول کر لیتا ہے، اور اس (حقیقت کے واضح ہو جانے میں) ان لوگوں کی تردید ہے جو اپنے عمل کی مشروعیت پر اس چیز کو حجت بناتے ہیں کہ انھوں نے دعا کی تھی اور اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی، یا انھوں نے کسی چیز کا تجربہ کیا تھا اور وہ فائدہ مند ثابت ہوئی تھی، اور ان کے خیال میں اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ یہ چیز مشروع ہے۔

- **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

''بسا اوقات کچھ ایسی حکایات بھی بیان کی جاتی ہیں جن میں تاثیر ہوتی ہے، مثلاً ایک شخص نے اس کے پاس دعا کی تھی اور اس کی دعا قبول ہو گئی تھی، یا اس کے لئے منت مانی تھی کہ اگر اللہ نے اس کی حاجت پوری کر دی... پس اس کی حاجت پوری ہو گئی۔ اور اسی طرح کی چیزیں ہوتی ہیں۔ اور اسی طرح کے امور سے بت بھی پوجے جاتے تھے۔

- اس لئے کہ کبھی کبھی لوگوں کو بتوں کی طرف سے مخاطب کیا جاتا تھا۔ بسا اوقات جب وہ وہاں جاتے تو ان کی ضرورتیں پوری کر دی جاتیں۔ اسی لئے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی پیش آتا تھا جس طرح اہل ہند وغیرہ کے صنم پرستوں کو پیش آتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسے بیت اللہ شریف کی تعظیم کی مشروعیت پر قیاس کیا جاتا ہے جس کی تعظیم کو اللہ نے مشروع کیا ہے، جہاں لوگ حج کرنے آتے ہیں، حجر اسود پر قیاس کرتے ہیں جس کے استلام کرنے اور بوسہ دینے کو اللہ نے یوں مشروع فرمایا ہے جیسا وہ اس کا ہاتھ ہو، اور مسجدوں پر قیاس کرتے ہیں جو اللہ کا گھر ہوا کرتی ہیں۔

- سورج اور چاند کی عبادتیں بھی قیاسوں ہی کے ذریعہ کی گئی ہیں، اور اسی طرح کے شبہات سے اہل زمین میں شرک پیدا ہوا ہے۔[1]

## کبھی کبھی دعائیں تو قبول ہو جاتی ہیں مگر وہ ہلاکت کا سبب بھی بن جاتی ہیں

آنجناب رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

''کتنے ہی بندے ایسے ہیں جنھوں نے ناجائز دعائیں مانگیں اور ان دعاؤں میں مانگی ہوئی ان کی حاجتیں پوری ہو گئیں، مگر وہ دنیا و آخرت میں ان کی ہلاکت کا سبب بن گئیں۔

کبھی ان باتوں کا سوال کیا جن کا مانگنا ان کے لئے نازیبا تھا جیسا کہ بلعام اور ثعلبہ نے کیا، یا جیسے بہت سی مخلوقات نے وہ چیزیں مانگیں جن میں ان کی ہلاکت و بربادی تھی۔

اور کبھی ایسے طور پر سوال کیا جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ تھا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا:

---

[1] اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۲۰۔

﴿ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعٗا وَخُفۡيَةًۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُعۡتَدِينَ﴾ [الاعراف:۵۵]۔

''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑ گڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں''۔

## دعا یا مراد کے پورے ہو جانے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جس طریقے سے وہ دعا یا مراد مانگی گئی ہے وہ بھی مشروع اور جائز ہے

معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ نہ تو مانگی جانے والی چیز کے سلسلے میں اور نہ ہی دعا کے طریقے ہی میں حد سے گزر جانے کو پسند فرماتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ (اس کے باوجود) ان کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہوں۔ مثلاً کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی مناجاتیں کیں جن پر اللہ پر جرأت اور اس کی حدود میں تجاوز پایا جاتا تھا، مگر (اس کے باوجود) ان کی مراد فتنے اور آزمائش کے طور پر اور اللہ سبحانہ کی مشیت کے تحت پوری کر دی گئی۔ بلکہ اس سے بھی شدید (تاثیر والی چیزیں) موجود ہیں۔

- کیا آپ نہیں دیکھتے کہ سحر وطلسمات اور نظر وغیرہ عالم میں اثر کرنے والے دیگر موثرات کا اللہ کے حکم سے کیا اثر ہوتا ہے، کبھی کبھی تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ شریر نفوس کے بہت سے اغراض پورے فرما دیتا ہے۔ مگر اس کے باوجود اللہ سبحانہ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدۡ عَلِمُواْ لَمَنِ ٱشۡتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنۡ خَلَٰقٖۚ وَلَبِئۡسَ مَا شَرَوۡاْ بِهِۦٓ أَنفُسَهُمۡۚ لَوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ ۝١٠٢ وَلَوۡ أَنَّهُمۡ ءَامَنُواْ وَٱتَّقَوۡاْ لَمَثُوبَةٞ مِّنۡ عِندِ ٱللَّهِ خَيۡرٞۚ لَّوۡ كَانُواْ يَعۡلَمُونَ﴾ [البقرۃ:۱۰۲-۱۰۳]۔

''اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں، کاش کہ یہ جانتے ہوتے اگر یہ لوگ صاحب ایمان متقی بن جاتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب انہیں ملتا، اگر یہ جانتے ہوتے''۔

- یہ سب اس بات کے معترف ہیں کہ آخرت میں انہیں کوئی نفع نہیں ملے گا بلکہ ایسا کرنے والے قیامت میں خائب وخاسر ہوں گے، یہ تو اس کی منفعت کا دامن بس دنیا ہی میں تھامے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

''یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے''۔

- دعائیں کرنے والے اور سوال کرنے والے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کوئی حرام دعا مانگتے ہیں جس سے ان کی غرض تو پوری ہوجاتی ہے مگر وہ اس کے نتیجے میں اس سے بڑے نقصان سے دوچار ہوتے ہیں۔ اور کبھی دعا مکروہ ہوتی ہے مگر اس کے باوجود وہ قبول ہوجاتی ہے۔

- پھر کبھی تو داعی کو اس تحریم اور کراہت کا علم ہوجاتا ہے، اور کبھی اس کی لاعلمی ایسے طریقے پر ہوتی ہے کہ اسے معذور نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے کیونکہ طلب علم یا ترک حق میں کوتاہی اسی کی ہوتی ہے، اور کبھی اس کی لاعلمی ایسے طریقے پر ہوتی ہے جس میں وہ معذور ہوتا ہے، وہ یوں کہ وہ اس میں ان مقلدوں یا مجتہدوں کی طرح مجتہد یا مقلد ہوتا ہے جنھیں تمام اعمال میں معذور سمجھا جاتا ہے۔

- غیر معذور کا معاملہ بھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ صدق کے ساتھ اس کے کثرت حسنات (نیکیوں کی کثرت) کی وجہ سے، یا خالص اپنی رحمت کی وجہ سے، یا اسی جیسے اسباب سے (اللہ تعالیٰ) اسے معاف فرمادیتا ہے۔

- حاصل یہ ہے کہ جو بھی دعا کسی شرعی کراہت پر مشتمل ہوتی ہے وہ دیگر تمام عبادتوں جیسی ہی ہوتی ہے۔

- اور یہ بات معلوم ہے کہ کسی مکروہ طریقے پر مشتمل عبادت کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اسے انجام دینے والے کے لئے اس کراہت کو اس کے اجتہاد یا تقلید، یا حسنات، یا دیگر اسباب کی وجہ سے بخش دیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہ جاننے میں کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ طریقہ مکروہ ہے، اس سے روکا گیا ہے، یہ اور بات ہے کہ اس معین فاعل کے حق میں موجب کراہت زائل ہوگیا ہو۔

- بہت سے لوگوں نے یہیں سے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کیونکہ جب انہیں یہ خبر پہنچتی ہے کہ صالحین میں سے بعض اعیان نے کوئی عبادت کی یا کوئی دعا مانگی اور انہیں اس عبادت یا اس دعا کا اثر ملا تو وہ لوگ اسے اس عبادت یا دعا کے اچھا ماننے کی دلیل ٹھہرا لیتے ہیں۔ اور اس عمل کو یوں سنت بنا لیتے ہیں جیسے اسے کسی نبی نے کیا ہو۔ اور ہماری بیان کردہ تفصیل کی وجہ سے یہ غلط ہے، بالخصوص جبکہ اس عمل میں اثر اس لئے پیدا ہوا ہو جبکہ اسے انجام دیتے وقت انجام دینے والے کا دل صدق واخلاص سے معمور رہا ہو۔ پھر جب متبعین اسے انجام دیتے ہیں تو وہ ایک شکلی چیز ہوتی ہے اور اس کے اندر وہ صدق واخلاص نہیں ہوتا ہے اس لئے وہ اس سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ عمل مشروع نہیں تھا۔ اس لئے انہیں پیروکاروں والا ثواب نہیں ملے گا، اور ان کے اندر اس فاعل جیسا صدق بھی

نہیں ہوتا ہے جس کے متعلق ممکن ہے کہ صدق طلب اور صحت قصد کی وجہ سے اس کے کفارے کا سامان ہو گیا ہو۔

● اسی قبیل سے وہ حکایتیں بھی ہیں جو بدعتی سماع کے متعلق آتی ہیں کہ ان کی وجہ سے بعض مشائخ پر اس کے آثار ظاہر ہوئے تو وہ آثار ان احوال کا نتیجہ ہیں جو ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئے تھے جن کی تحریک کسی محرک نے ان کے سماع کے درمیان کی تھی، یا تو وہ اس میں مجتہد رہے ہوں، یا پھر ایسے قصور وار ہوں کہ ان کے قصد کی حسنات نے ان کی تقصیر کو ڈھانپ لیا ہو۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ جو پیروکار ہوتے ہیں وہ صورت سماع کی حاضری کے پابند ہو جاتے ہیں، جبکہ ان لوگوں کی حاضری کوئی ایسی سنت نہیں ہوتی ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، اور ان مقلدوں کے اندر وہ صدق اور (مخلصانہ) قصد بھی نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ معذور ٹھہرائے جائیں یا انہیں بخش دیا جائے، لہٰذا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے ہلاک و برباد ہو جاتے ہیں۔

● اور جیسا کہ بعض شیوخ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی موت کے بعد انہیں (خواب میں) دیکھا گیا، تو ان سے پوچھا گیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو انھوں نے جواب دیا: اس نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا: اے بد اطوار شیخ! تو ہی ہے جو سُعدیٰ اور لُبنیٰ کی باتیں کیا کرتا تھا؟ اگر میں نہ جانتا ہوتا کہ تو سچا ہے تو میں تجھے عذاب سے دو چار کر دیتا۔

● اس لئے جب کوئی ایسی دعا یا مناجات سنو جو شریعت میں مکروہ ہو اور اس سے مانگنے والے کی حاجت بھی پوری ہو گئی ہو تو یہ سمجھ لینا کہ ان میں سے بہت سی اسی (مذکورہ) قبیل سے ہوں گی۔

● اسی لئے شریعت الٰہیہ کے جاننے والے ائمہ اپنے ساتھیوں سے اس چیز کو مکروہ سمجھتے تھے، اگرچہ ان کے ساتھیوں نے اس کا اثر پایا ہو، جیسا کہ سمنون محب کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے کہا: ان آیتوں (معجزات) میں سے کوئی چیز میرے دل میں کھٹک گئی۔ تو میں دجلہ کے پاس گیا، اور میں نے عرض کیا: تیری عزت کی قسم! میں اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک میرے لئے کوئی مچھلی نہ نکل آئے۔ یہ کہتے ہی ایک بڑی سی مچھلی نکل آئی، اسی طرح کی کوئی بات انھوں نے بتائی۔

بیان کرتے ہیں کہ یہ خبر جنید تک پہنچ گئی، تب انھوں نے فرمایا: میری چاہت تو یہ ہے کہ کاش ان کی طرف کوئی سانپ نکل آیا ہوتا اور اس نے ان کی جان لے لی ہوتی۔

● اسی طرح ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ مدینے کے پڑوس میں رہنے والا کوئی شخص نبی ﷺ کی قبر کے پاس آیا، اور ان کے سامنے ایک قسم کے کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ تو ہاشمیوں میں سے کوئی اس کے پاس آیا اور اس سے

کہا۔ نبی ﷺ نے تیرے لئے یہ بھیجا ہے، اور تجھ سے فرمایا ہے کہ ہمارے یہاں سے نکل جاؤ۔ کیونکہ جو ہمارے یہاں رہتا ہے وہ اس جیسی اشتہا نہیں رکھتا ہے۔

- (اس طرح کی بے سند حکایتوں اور بے سروپا کہانیوں کو مسلمات کی طرح تسلیم کر لینا بذات خود ایک مصیبت ہے۔ اور شرعی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ فیضی)

- کچھ دوسرے ایسے بھی ہیں جن کی ضرورتیں پوری کر دی گئیں مگر ان کے اجتہاد یا تقلید، یا علم میں کوتاہی کی وجہ سے ایسا نہیں کہا گیا کیونکہ جاہل کی وہ خطائیں بھی بخش دی جاتی ہیں جو غیر جاہل کی نہیں بخشی جاتیں، جیسا کہ برخ نامی عابد[1] کے متعلق بیان کیا جاتا ہے جس نے بنی اسرائیل میں بارش طلب کی تھی۔

- اس لئے اس باب میں جو حکایتیں بیان کی جاتی ہیں وہ عام طور پر کوتاہ معرفت لوگوں کی ہیں۔ اگر یہی چیزیں دین وشریعت ہوتیں تو اہل معرفت اس کے زیادہ حقدار ہوتے۔

- اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ ان کی معرفت ناقص تھی اس لئے یہ چیز ان کے لئے درست ہوگئی، کیونکہ اللہ نے اسے کسی کے لئے درست نہیں کیا ہے، مگر بسا اوقات معرفت کی کوتاہی کے ساتھ عفو ومغفرت کی بھی امید ہوتی ہے۔

- جہاں تک بات مکروہات کے استحباب، یا محرمات کی اباحت کی ہے تو ہم لوگ فاعل کی معافی ومغفرت کے درمیان اور اس فعل کی اباحت یا اس کی محبت کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں[2] خواہ اس کا تعلق خود فعل سے ہو یا اس کے بعض طریقوں سے۔

- ایک جماعت کے بارے میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ان لوگوں نے کچھ انبیاء وصالحین کی قبروں کے پاس دعائیں کیں اور ان کی حاجتیں پوری ہوگئیں۔ اور یہ سب بھی اس سے خارج نہیں ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ کوئی شریعت یا سنت نہیں بن گئی کہ اس کی اتباع کی جائے۔ افعال کا استحباب اور انہیں دین بنانے کا حکم تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت اور سابقین اولین (صحابہ) کی روش سے ثابت ہوتا ہے۔ اور ان کے علاوہ جو نو ایجاد چیزیں (بدعتیں) ہیں وہ مستحب نہیں ہیں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی کچھ فائدہ دے جائیں، مگر

---

① بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کہا تھا: قدوس قدوس، جو تیرے پاس ہے وہ ختم نہیں ہوتا، تیرے خزانے فنا نہ ہوں گے، اور نہ تجھ پر بخیلی کی تہمت ہے، پھر یہ کیا ہے جس سے تو معروف نہیں ہے، ابھی ابھی اسی وقت ہمیں بارش سے سیراب کر دے، تو اللہ نے اس کی دعا قبول کر لی تھی۔ دیکھئے: کتاب التوابین لإبن قدامہ ص ۷۹-۸۰۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا یہ نامناسب اور گستاخانہ انداز تھا۔

② مطلب یہ ہے کہ فاعل کی معافی یا اس کی مغفرت اس بات کا تقاضا نہیں کرتی ہے کہ وہ فعل بھی مباح یا محبوب ہو گیا ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی معتبر شرعی دلیل نہ ہو اس کا کرنا جائز نہیں ہوتا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ ان کے مفاسد (نقصانات) ان کے فوائد پر غالب ہیں۔

- پھر یہ تحریم یا کراہت جو مکروہ دعاؤں کے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ یا تو مطلوب کی جہت سے ہے یا خود طلب کی جہت سے ہے، یہی معاملہ حرام یا مکروہ استعاذہ کا بھی ہے کہ اس کی کراہت یا تو مستعاذ منہ (جس چیز سے پناہ مانگی جا رہی ہے) کی جہت سے ہے یا خود استعاذہ (پناہ طلبی) ہی کی جہت سے ہے۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ اس شر سے تو انہیں نجات مل جاتی ہے، مگر وہ اس سے بھی بڑے شر میں جا پڑتے ہیں۔

- اور حرام مطلوب کی مثال یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز اللہ سے مانگے جو اس کی دنیا و آخرت میں اسے نقصان پہنچائے، اگرچہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز اسے نقصان پہنچائے گی، اور وہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ اس شخص کی مانند جس کا قصہ یہ تھا کہ جب نبی ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو اسے چوزے کے مثل پایا، تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے کوئی دعا کی تھی؟ تو اس نے بتایا: میں کہا کرتا تھا: اے اللہ جو سزا تو مجھے آخرت میں دینے والا ہے وہ تو مجھے فوری طور پر دنیا ہی میں دے دے۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے ہو، یا تمہارے اندر اس کی طاقت نہیں ہے، تم نے یہ کیوں نہ کہا :

''رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ؟''

''اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے''۔

**اور جابر بن عتیک کے گھر والوں کی مانند کہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا :**

''لَا تَدْعُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ''

''اپنے اوپر بددعا نہ کرو بس خیر ہی مانگو کیونکہ جو تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں''۔

- **اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جو صرف دنیا ہی کی طلب پر اکتفا کرتے ہیں، فرماتا ہے :**

﴿فَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا وَمَا لَهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنْ خَلَٰقٍ﴾ [البقرة:٢٠٠]۔

''بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے۔ ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔

اس نے یہ بتا دیا ہے کہ جو صرف دنیا ہی مانگے گا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

● اور اس کی ایک مثال یہ ہے کہ کسی کو ایسی بد دعا دے جو ممنوع ہو، جیسے بلعام باعوراء نے موسی علیہ السلام کی قوم کو بد دعا دی تھی۔ اور اہل دل عابدوں میں سے بہت سے اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ان پر کچھ لوگوں کی محبت یا نفرت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس سے ایک خاص حالت طاری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ کچھ لوگوں کو دعائیں اور کچھ لوگوں کو بد دعائیں دیتے ہیں جو نامناسب ہوتی ہیں۔ مگر ان کی وہ دعائیں قبول ہو جاتی ہیں اور ان دعاؤں کی وجہ سے وہ ایسے ہی سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں جیسے تمام گناہوں پر ہوتے ہیں۔ پھر اگر انھوں نے اس گناہ کو مٹا دینے والی توبہ نہ کی یا گناہوں کو مٹا دینے والی نیکیاں ان کے پاس نہ ہوں یا کسی دوسرے کی (مقبول) شفاعت وغیرہ یا دیگر چیزیں نہ ہوں تو وہ سزایاب بھی ہو سکتے ہیں: یا تو لذت ایمان اور اس کی حلاوت ان سے سلب کر لی جاتی ہے اور ان کا درجہ گھٹ جاتا ہے، یا پھر عمل ایمان ہی سلب کر لیا جاتا ہے اور وہ فاسق بن جاتے ہیں یا اصل ایمان ہی ان سے سلب کر لیا جاتا ہے اور وہ کافر منافق یا غیر منافق بن جاتے ہیں۔

● احوال قلبیہ کے ارباب میں سے متاخرین حضرات احوال قلوب کے متعلق عدم فقاہت، اور اعمال قلوب کے متعلق شریعت الٰہیہ کی عدم معرفت کے سبب بکثرت اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔

● کبھی کبھی ان میں سے کسی کسی پر اس کے قلب کا حال ایسا غالب ہوتا ہے کہ وہ اسے اس کی توجہ کے رخ سے پھیر نہیں پاتا ہے، تو جو کچھ اس سے نکلتا ہے وہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کی مانند ہو جاتا ہے۔ یہ غلبہ عام طور پر ان اعمال مشروعہ میں کوتاہی کی وجہ سے ہوتا ہے جو حال دل کی حفاظت کیا کرتے ہیں، بس اسی پر اس کا مواخذہ ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی صاحب اجتہاد کے غلط اجتہاد کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔

● پھر یہ ان کے اور ان جیسوں کے غرور ہی کی بات ہے کہ وہ ان دعاؤں کی قبولیت کو اللہ کی طرف سے بندے کی کرامت سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ کرامت نہیں ہوتی، بلکہ غالب ہو جانے والی قوت اور نافذ ہو جانے والی دعا کی جہت سے وہ کرامت کے مشابہ لگتی ہے۔ اور کرامت حقیقی تو وہ ہے جو آخرت میں نفع دے، یا دنیا میں بھی فائدہ پہنچائے اور آخرت میں بھی نقصان سے دوچار نہ کرے۔ اور یہ حقیقت میں بمنزلہ ان نعمتوں کے ہے جو اللہ تعالیٰ بعض کافروں اور فاسقوں کو دنیاوی ریاستوں اور مالوں کی شکل میں عطا فرماتا ہے۔ یہ سب چیزیں حقیقی نعمت اس وقت بنتی ہیں جب آخرت میں نقصان نہ پہنچائیں۔ اسی لئے ہمارے اصحاب اور دیگر علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کافر کو جو نعمت عطا ہوتی ہے وہ نعمت ہے بھی یا نہیں؟ گو یہ اختلاف لفظی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے :

﴿أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِۦ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي ٱلْخَيْرَٰتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ﴾[المؤمنون:۵۵-۵۶]۔

''کیا یہ (یوں) سمجھ بیٹھے ہیں؟ کہ ہم جو بھی ان کے مال واولاد بڑھا رہے ہیں، وہ ان کے لئے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں (نہیں نہیں) بلکہ یہ سمجھتے ہی نہیں''۔

**اور فرماتا ہے :**

﴿فَلَمَّا نَسُوا۟ مَا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَٰبَ كُلِّ شَىْءٍ حَتَّىٰٓ إِذَا فَرِحُوا۟ بِمَآ أُوتُوٓا۟ أَخَذْنَٰهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ﴾[الانعام:۴۴]۔

''پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے تو ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا، پھر تو وہ بالکل مایوس ہو گئے''۔

**اور حدیث میں آیا ہے کہ :**

''إِذَا رَأَيْتَ اللهَ يَنْعُمُ عَلىٰ الْعَبْدِ مَعَ اِقَامَتِهٖ عَلىٰ مَعْصِيَتِهٖ فَإِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ يَسْتَدْرِجُهُ بِهٖ''۔

''جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ معصیت پر قائم ہونے کے باوجود بندے کو نوازتا ہی جا رہا ہے تو وہ استدراج (رفتہ رفتہ گرفت میں لینے کی مہلت) ہے جس سے وہ اسے گرفت میں لیتا ہے''۔

- استعاذہ (پناہ مانگنے) میں اس کی مثال اس عورت کا قول ہے جو اس لئے آئی تھی کہ نبی ﷺ اسے پیغام نکاح دیں مگر اس نے کہا: ''میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے اس کی پناہ مانگی ہے جو حقیقت میں پناہ دینے والا ہے۔ پھر آپ اس سے رخ موڑ کر چلے گئے۔ پھر اسے بتایا گیا کہ یہ تو نبی ﷺ تھے تو اس نے کہا: اس سلسلے میں میں اتنی بدنصیب تھی کہ ان کا حصول میرے نصیب سے بالاتر تھا''۔
- اور طلب کی جہت سے تحریم کی صورت کبھی یہ ہوتی ہے کہ آدمی غیر اللہ سے مانگتا ہے اس لئے وہ طلب حرام ہو جاتی ہے مثلاً جادوگر لوگ ستاروں کو مخاطب کر کے، ان کی عبادت کر کے، یا اسی جیسے جو کام کرتے ہیں تو ان کے پیچھے مختلف فیصلے اس لئے ہو جاتے ہیں کہ اہل ایمان کی دعاؤں اور عبادتوں وغیرہ میں سے کوئی چیز اس کی معارض

نہیں ہوتی ہے۔ اسی لئے اس طرح کے امور کا نفاذ رسولوں کی فترت کے زمانے میں اور بلاد کفر و نفاق میں اتنا ہوتا ہے جتنا دارالاسلام میں اور رسولوں کے زمانے میں نہیں ہوتا ہے۔

- اور اسی قبیل سے ہے کہ: میں کچھ ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو مصیبتوں میں کچھ زندہ لوگوں سے استغاثہ کرتے ہیں (یعنی دور سے مافوق الاسباب طور پر ان کی مدد مانگتے ہیں) اور ان کی مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور بسا اوقات وہ کچھ امور کا معائنہ بھی کرتے ہیں، جبکہ اس زندہ شخص کو جس سے استغاثہ کیا جاتا ہے اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے، اسے قطعی اس کا کوئی علم نہیں ہوتا ہے۔ اور ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جو کچھ لوگوں پر بددعا کرتے ہیں اور ان کی ایذا رسانی پر متوجہ ہوتے ہیں۔ تو وہ بسا اوقات یہ دیکھتے ہیں کہ وہ انہیں تلوار سے مار دے رہا ہے، حالانکہ زندہ شخص کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کے فعل سے ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مقصود کے درمیان اور دفاع کرنے والے شخص کے درمیان کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے، یعنی وہ اسے اللہ کی طاعتوں وغیرہ کا جو حکم دیتا ہے وہ اس میں اس کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے یا اسی طرح کی کچھ چیزیں ہوتی ہیں۔ تو یہ قریب ہے۔
- اور کبھی کبھی اسی جنس حرام میں سے اصنام پرستوں کا ماجرا بھی ہوتا ہے جو شیاطین اپنے اعوان کے لئے انجام دیتے ہیں۔ جس کے متعلق لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کی محبت کا نتیجہ ہے۔۔ اگر اثر ایسی ذات سے دعا کے بعد سامنے آتا ہے جس کے متعلق یقین ہو کہ اس نے دعا سنی ہی نہیں ہے تو یہ خیال کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہی اس کا سبب بنا ہے، یا اس کا اس میں کوئی عمل دخل ہے؟ اور اس صورت میں بھی یہی بات ہے جب یہ کہا جائے کہ اسی سبب سے اللہ نے ایسا کیا ہے۔

کیونکہ جب سبب حرام ہو تو وہ جائز نہیں ہوتا ہے، مثلاً وہ امراض جو اللہ تعالیٰ زہر کھانے سے پیدا کر دیتا ہے، اور کبھی بذات خود حرام دعا وہ ہوتی ہے جو غیر اللہ سے کی جاتی ہے، اور غیر اللہ کو اس کی طرف شفارسی بنا کر کی جاتی ہے جیسے نصاری کہتے ہیں کہ: اے معبود کی والدہ! تو معبود کے یہاں میری شفارس کر۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دعاء تو اللہ ہی سے ہوتی ہے، مگر اس کے لئے ایسا وسیلہ لیا جاتا ہے جو اسے محبوب نہیں ہوتا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ اس سے مانگنے کے لئے ایسا وسیلہ لیا جائے۔ جیسا کہ وہ مشرکین کرتے ہیں جو اللہ سے مانگنے کے لئے اپنے بتوں کا وسیلہ لیتے ہیں۔ اور کبھی ایسے الفاظ میں اللہ سے دعا کی جاتی ہے کہ ان الفاظ سے اللہ کو پکارنا یا اس سے دعا کرنا درست نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں سرکشی اور زیادتی پائی جاتی ہے۔

- یہ اور اس طرح کی دیگر دعاؤں سے۔ اگرچہ کبھی کبھی دعا کرنے والے کی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ مگر ان کے

اندر ان کے فائدوں سے بڑا جو فساد موجود ہوتا ہے اس کی وجہ سے وہ حرام ہوتی ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اسی لئے جسے اللہ نے ہدایت نہیں دی ہوتی ہے اور اس کے دل کو یوں منور نہیں کیا ہوتا ہے کہ وہ امر تکوینی اور امر تشریعی کے درمیان فرق کر سکے اور تقدیر کے معاملے کے درمیان اور شریعت کے معاملے کے درمیان فرق کر سکے اور یہ جان سکے کہ اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں تو اس کے حق میں یہ چیز فتنہ بن جاتی ہے :

۱۔ کچھ امور تو ایسے ہوتے ہیں جنھیں اللہ نے مقدر کر رکھا ہے مگر وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا ہے کہ بندہ انہیں انجام دے اور وہ ان سے ناخوش ہوتا ہے۔ کیونکہ ان امور کی تحصیل کے اسباب حرام اور موجب عقاب الٰہی ہوتے ہیں۔

۲۔ اور کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جنھیں اس نے مشروع کیا ہے اور چاہتا ہے کہ بندہ انہیں انجام دے اور ان سے خوش ہوتا ہے، مگر ان کے حصول پر اس نے بندے کی مدد نہیں فرمائی۔ تو یہ امور اگرچہ انجام نہیں دئے گئے مگر اس کے نزدیک پسندیدہ اور اس کی رضامندی کا باعث ہوتے ہیں۔

۳۔ تیسری قسم یہ ہے کہ بندے سے اللہ کو جو چیز پسند ہے وہ اس پر اس کی مدد بھی فرمائے۔

**تو پہلی :** اللہ کی اعانت ہے۔

**اور دوسری :** اللہ کی عبادت ہے۔

**اور تیسری :** اس کے لئے عبادت اور اعانت دونوں کا جمع فرما دینا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾[الفاتحہ:۵]۔

''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں''۔

- لہٰذا جو بھی ناجائز دعا اثر والی ہوتی ہے اس کا تعلق اعانت کے باب سے ہے نہ کہ عبادت سے جیسے تمام کفار و منافقین اور فاسقوں کی دعائیں ہوتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے حق میں فرمایا: ﴿ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِۦ ﴾ (التحریم:۱۲) ''اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق''۔

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ان مکمل کلمات کی پناہ مانگا کرتے تھے جن سے کوئی نیک تجاوز کر سکتا ہے نہ بد۔ (یعنی یہ دعا : أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ...)

- اور یہ بھی اللہ کی رحمت ہی ہے کہ وہ دعا جو شرک پر مشتمل ہوتی ہے مثلاً غیر اللہ کو کچھ کرنے کے لئے پکارنا یا غیر اللہ کو اس لئے پکارنا کہ وہ اللہ سے دعا کر دے اور اسی طرح کی چیزوں سے جو دعا کی جاتی ہے: تو سوائے معمولی

امور کے۔ دعا کرنے والے کی مراد پوری ہی نہیں ہوتی ہے۔ نہ مراد کے پوری ہوجانے پر شبہ ہی ہوتا ہے۔ بلکہ بڑے بڑے امور میں مثلاً قحط سالی کے وقت بارش کا برسانا اور نازل ہونے والے عذاب کو ٹال دینا تو اس طرح کے امور میں یہ شرک کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۝٤٠ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ﴾ [الانعام:۴۰-۴۱]۔

’’آپ کہیے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آپہنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔ اگر تم سچے ہو، بلکہ خاص اسی کو پکارو گے، پھر جس کے لئے تم پکارو گے اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے اور جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ گے‘‘۔

**اور فرماتا ہے :**

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فِى ٱلْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّآ إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّىٰكُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ كَفُورًا﴾ [الاسراء:۶۷]۔

’’اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہوجاتے ہیں صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا تا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے‘‘۔

**اور فرمایا :**

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ﴾ [النمل:۶۲]۔

’’بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے‘‘۔

**اور فرمایا :**

﴿قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِۦ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ ٱلضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝٥٦ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا﴾ [الاسراء:۵۶-۵۷]۔

’’کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون

زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں، (بات بھی یہی ہے) کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے''۔

**اور فرمایا:**

﴿أَمِ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ ۚ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٤٣﴾ قُل لِّلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾ [الزمر: ۴۳-۴۴]۔

''کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا (اوروں) کو سفارشی مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجیے! کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں، کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے''۔ ①

## بسا اوقات جن چیزوں کو دعاؤں کی قبولیت کا سبب سمجھ لیا جاتا ہے وہ قطعی اس کا سبب نہیں ہوتی ہیں

- **آنجناب رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:**

اور اس سے اعلیٰ تو وہ ہے جو کتاب وسنت میں اپنے بندوں کے اعمال صالحہ پر اللہ تعالیٰ کی رضا، اس کی خوشی اور اس کے ہنسنے کے متعلق وارد ہوا ہے۔ اس کے متعلق نصوص موجود ہیں اسی طرح اس کے غضب اور ناراضگی کی بات بھی ہے۔

- اس باب کے متعلق اور اس ضمن میں لوگوں کے معتقدات اور اضطراب کے متعلق ہم نے دیگر مقامات پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔
- اور جن ممنوع دعاؤں کو سبب فرض کر لیا گیا ہے ان پر گفتگو کی جا چکی ہے۔
- اور ان غیر مشروع دعاؤں میں سے بیشتر کا حال یہ ہے کہ وہ نہ تو حصول مطلوب کا سبب ہوتی ہیں، اور نہ اس کا جزء ہی ہوتی ہیں۔ اور نہ یہ بات علم ہی میں آتی ہے، بلکہ سوائے جھوٹے وہم وخیال کے اس کا خیال تک بھی نہیں ہوتا ہے، اس کا معاملہ بالکل نذر کی طرح ہوتا ہے۔ یہ دیکھو صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی نبی ﷺ سے روایت ہے کہ: ''أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّذْرِ، وَقَالَ: إِنَّهُ لَا يَأْتِيْ بِخَيْرٍ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيْلِ''۔

''انھوں نے نذر (منت ماننے) سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ اس سے کچھ بھلائی حاصل نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کے ذریعہ بخیل سے (کچھ مال وغیرہ) نکال لیا جاتا ہے''۔ ②

---

① اقتضاء الصراط المستقیم: ۳۴۸-۳۵۶۔ ② مسلم: ۱۶۳۹۔

اور حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا :

''أَنَّ النَّذْرَ لَا يُقَرِّبُ مِنِ ابْنِ أَدَمَ شَيْئًا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ قَدَّرَهُ لَهُ، وَلَكِنَّ النَّذْرَ يُوَافِقُ الْقَدْرَ، فَيُخْرَجُ بِذٰلِکَ مِنَ الْبَخِيْلِ مَالَمْ يَكُنِ الْبَخِيْلُ يُرِيْدُ أَنْ يُّخْرِجَهُ''۔

''نذر (منت) ابن آدم سے کسی ایسی چیز کو قریب نہیں کرتی ہے جسے اللہ نے اس کے لئے مقدر نہ کیا ہو۔ مگر نذر تقدیر کے مطابق ہو جایا کرتی ہے۔ اس طرح بخیل سے وہ سب نکال لیا جاتا ہے جو وہ نکالنا نہیں چاہتا ہے''۔ ①

● نبی ﷺ نے تو یہ خبر دے دی کہ نذر سے کوئی بھلائی نہیں حاصل ہوتی ہے، اور وہ تحصیل خیر کے اسباب میں سے نہیں ہے اور نہ کوئی شر ہی اس سے کسی طرح دفع ہوتا ہے۔ وہ تو بس یونہی تقدیر کے موافق ہو جایا کرتی ہے جیسے دیگر اسباب اس کے موافق ہو جایا کرتے ہیں۔ اور اس طرح بخیل سے وہ چیزیں نکال لی جاتی ہیں جو وہ اس سے پہلے نکالنے والا نہیں تھا۔

## مگر اس وضاحت کے باوجود :

آپ بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ کچھ مشکلات کا شکار ہوئے تھے تو انھوں نے اپنی مشکلات کے خاتمے کی لئے نذر مانی تھی: یہ کہانیاں ان لوگوں سے بھی زیادہ ہیں یا ان کے قریب قریب ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے قبروں کے پاس یا دیگر چیزوں کے پاس دعائیں کی تھیں اور ان کی حاجتیں پوری ہوگئی تھیں، بلکہ اس ضمن میں گمراہ اور گمراہ گر لوگوں کی کثرت کی وجہ سے شریعت میں حرام کردہ یہ نذریں اور منتیں بہت سے مجاوروں اور قبروں وغیرہ پر بیٹھے خدام کے کھانے کمانے کا ذریعہ بن گئی ہیں جو بہت سارا مال ہڑپ کر لیتے ہیں، ان منتیں ماننے والوں میں سے کوئی کہتا ہے میں بیمار ہوا تو میں نے نذر مانی تھی۔ دوسرا کہتا ہے: میرے خلاف کچھ حملہ آوروں نے خروج کیا تو میں نے نذر مانی تھی۔ تیسرا کہتا ہے: میں سمندر کے سفر پر نکلا تھا تو میں نے نذر مانی تھی۔ چوتھا کہتا ہے میں گرفتار ہو گیا تو میں نے نذر مانی تھی۔ چھٹا کہتا ہے: میں فاقے کا شکار ہو گیا تھا تو میں نے نذر مانی تھی۔

● اور ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ ان کی یہ نذریں ہی ان کی مرادیں پوری کرانے اور ان چیزوں سے انہیں نجات دلانے کا سبب بنی تھیں جن سے وہ خوف کھایا کرتے تھے، جبکہ صادق و مصدوق ﷺ نے یہ خبر دے رکھی ہے کہ۔ معصیت کی نذریں تو ایک طرف رہیں۔ اللہ کی اطاعت والی نذریں بھی حصول خیر کا سبب

① مسلم : ۱۶۴۰۔

نہیں ہیں، بلکہ نذر ماننے والے کو جو خیر حاصل ہوتا ہے وہ ویسے ہی اس کے موافق ہوجاتا ہے جیسے سارے اسباب موافق ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا حصول مطلوب میں ان غیر مشروع دعاؤں کی حیثیت ان نذروں کے ذریعہ حصول مطلوب سے زیادہ نہیں ہے۔ بلکہ آپ بہت سے لوگوں کو یہ کہتا ہوا پائیں گے کہ فلاں مقام یا فلاں مزار یا فلاں قبر پر نذریں قبول ہوجاتی ہیں، ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ان کے لئے کوئی نذر مانی تھی کہ اگر ان کی حاجتیں پوری ہوگئیں (تو وہ ایسے ایسے چڑھاوے چڑھائیں گے یا ایسا ایسا کریں گے) تو ان کی وہ حاجتیں پوری ہوگئی تھیں اور مرادیں برآئی تھیں۔

اسی طرح کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں مزار یا فلاں قبر کے پاس دعا قبول ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ انھوں نے کبھی وہاں دعا کی تھی تو انہیں قبولیت کا اثر نظر آیا تھا، لہٰذا جب باطل پرست لوگ اپنی حاجتوں کے پورے ہونے کو معصیت والی نذروں کی خصوصیت بتاتے ہیں۔ جبکہ جنس نذر ہی کا اس میں کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ تو پھر ان سے یہ کیا بعید ہے کہ وہ اپنی مراد کے پورے ہونے کو کسی ایسے مقام کی خصوصیت بتائیں جن کی شریعت میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں تو جنس دعا موثر ہی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی طرف نسبت کرنا تو بخلاف جنس نذر کے ممکن ہے کیونکہ جنس نذر موثر ہی نہیں ہوتی ہے۔

● مقصود یہ بتانا ہے کہ جب شیطان ان کے لئے اثر کو ایسی چیزوں کی طرف منسوب کردینے کو مزین کردیتا ہے جو نہ وصف کے اعتبار سے موثر ہیں نہ نوع کے اعتبار سے، تو پھر اثر کو کسی ایسی چیز کی طرف منسوب کرنے کو مزین کردینا تو اس کے اور قرین ہے جس کے نوع کی تاثیر ثابت شدہ ہے۔ پھر جس طرح ان کا وہ اعتقاد صحیح نہیں تھا اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ دونوں ہی شریعت کے مخالف ہیں۔

● اس کی وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ معتقد کا یہ اعتقاد کہ یہ دعا یا نذر ہی حصول مطلوب کا سبب یا کچھ سبب ہے اس کے لئے کسی دلیل کی دلالت لازم اور ناگزیر ہے۔ اور عام طور پر بجز اقتران کے جو کبھی کبھی اس کے ساتھ ہوتی ہے اس کی اور کوئی دلیل نہیں ہوتی ہے۔ اور اقتران سے مراد یہ ہے کہ دونوں کا وجود ساتھ ہی پایا گیا ہوتا ہے۔ حالانکہ انتقاض (برعکس) کے ساتھ ایک کا دوسرے سے مقام یا زمانے کے اعتبار سے توقف کے ساتھ واقع ہونے کا معاملہ اقتران سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات کسی چیز کا کسی چیز سے اقتران (مل کر واقع ہونا) اس کے انتقاض (یعنی اس قاعدے یا عموم کے ٹوٹ جانے) کے باوجود باتفاق عقل علت کی دلیل نہیں ہے، اگر وہاں کوئی دوسرا مناسب سبب موجود ہو، کیونکہ اثر کا اس سے تخلف (پیچھے رہ جانا) عدم علیت پر دلالت

کرتا ہے (یعنی یہ بتاتا ہے کہ یہ چیز اس کا سبب نہیں ہے)

- اور اگر یہ کہا جائے کہ تخلف کسی شرط کے فوت ہونے یا کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اقتران ہی کسی دوسرے سبب کے پائے جانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مختلف قسم کے لاتعداد اسباب کی وجہ سے جن کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ہے ہر وقت حاجتیں پوری کرتا رہتا ہے اور مصیبتیں دور فرماتا رہتا ہے۔ اور ہم نے نہیں دیکھا کہ مطلوب اس بدعتی دعا کے ساتھ ہی پورا ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ جب ہم یہ دیکھیں کہ۔ اس بدعتی دعا کے وجود کے ساتھ کوئی چیز۔ وجود میں آئی ہے تو اس وجود میں آنے والی شئ کو ان معلوم اسباب کی طرف منسوب کرنا جنھیں اللہ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا ہے اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ اسے کسی ایسی چیز کی طرف منسوب کیا جائے جس کا سبب ہونا ثابت ہی نہ ہو۔

پھر اقتران اگر علت کی دلیل ہوتا تو انتقاض اس کے معدوم ہونے کی دلیل ہوتا۔

**اور یہیں لوگوں کے تین گروہ ہو گئے ہیں :**

(۱) مغضوب علیھم (جن پر اللہ کا غضب ہوا)

(۲) ضالین (جو گمراہ ہو گئے)

(۳) أنعم الله علیھم (جن پر اللہ نے انعام فرمایا)۔

- **مغضوب علیھم :**

عام اسباب پر اعتراض کرتے ہیں، خواہ وہ مشروع ہوں یا غیر مشروع۔ کہتے ہیں: مشروع دعا کبھی موثر ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی ہے، اور اسی سے متصل انبیاء علیہم السلام کی تصدیق پر آیات (یعنی معجزات) کی دلالت پر گفتگو بھی ہے۔

- **ضالون :**

تخیل میں جو چیزیں سبب بن سکتی ہیں ان سب کو سبب مان لیتے ہیں، اگر چہ وہ چیز یہود و نصاری اور مجوس وغیرہ کے دین سے تعلق رکھتی ہو۔ جبکہ فلاسفہ کے خود ساختہ دانشور اس چیز کو فلکیاتی امور، قوی نفسانیہ اور طبعی اسباب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان چیزوں سے باہر نہیں جاتے ہیں۔

- **مهتدون :**

راہ یاب لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اجسام وارواح میں جو قوی اور طبائع پیدا کئے ہیں وہ ان میں سے کسی کے منکر نہیں ہیں، کیونکہ سب اللہ کی مخلوق ہیں، مگر وہ ان سب کے ماوراء اللہ کی اس قدرت پر ایمان رکھتے ہیں جس سے وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ہر دن ایک شان میں ہوتا ہے۔ اور اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اس کا اپنے بندۂ مومن کی دعا قبول کرنا بندے کی قوت نفس اور اس کے جسم وروح کے تصرف سے خارج ہے۔ وہ اس بات کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے اپنے انبیاء کے صدق کا اظہار کرنے کے لئے اور ان کی تکریم کے لئے خرق عادات فرماتا رہتا ہے اور اسی جیسے کام کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے اولیاء کے لئے خرق عادات فرماتا ہے جس کا مقصد کبھی یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے دین کی تائید فرمائے، اور کبھی دنیا میں ان کے ثواب کی تعجیل فرمادیتا ہے (یعنی جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے)۔ اور کبھی کسی نعمت کے حصول کے ذریعہ یا کسی مشکل کو دور کر کے ان پر اپنا انعام فرماتا ہے، یا کسی اور سبب سے ایسا کر دیتا ہے۔ اور وہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جن اعمال صالحہ اور مشروع دعاؤں کا حکم دیا ہے وہ انہیں ان قوتوں کی طرف پلٹا دیتا ہے جو اس نے اجسام وانفس میں ڈال رکھی ہیں۔ اور وہ ان اوہام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جن کے فساد پر عقلی یا شرعی دلائل دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ ان اعمال سے دور رہتے ہیں جنھیں شریعت نے حرام کر دیا ہے گو ان کے متعلق یہ گمان کیا جاتا ہو کہ ان میں کوئی تاثیر پائی جاتی ہے۔

- حاصل یہ ہے کہ: اس بات کا علم کہ اس رونما ہونے والے امر میں یہی سبب ہے، یا بعض سبب ہے، یا شرط سبب ہے تو حقیقت یہ ہے کہ بہت جانا جاتا ہے، یا گمان کیا جاتا ہے، یا بہت وہم کیا جاتا ہے اور وہ ایسا ہوتا ہے کہ ضعف عقل کے سوا اس کا کوئی صحیح مستند نہیں ہوتا ہے۔

- آپ کے لئے یہی کافی ہے کہ شریعت کی حرام کردہ دعا یا دیگر جس چیز کے متعلق یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ حصول مطالب کا سبب ہے، اس میں دو میں سے ایک بات ضرور پائی جائے گی :

۱۔ یا تو وہ صحیح سبب ہی نہ ہوگی، مثلاً : کسی ایسے سے دعا کرنا جو سنتا ہے، نہ دیکھتا ہے، نہ کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ ۲۔ یا پھر اس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہوگا۔

- اب جو بھی سبب صحیح سبب ہوگا جس کا فائدہ اس کے نقصان سے زیادہ ہوگا: تو شریعت اس سے کسی حال

میں منع نہیں کرے گی۔ اور جو بھی عبادت اسے انجام دینے کے قیام مقتضی اور عدم مانع کے باوجود مشروع نہ کی گئی ہوگی تو اس کا تعلق جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اس باب سے ہوگا کہ وہ ممنوع ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ جس عبادت کا تقاضا دور رسول اور صحابہ میں موجود تھا اور اس میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی مگر اس کے باوجود وہ عبادت نہ کی گئی تو وہ ممنوع ہوگی)۔

- اب رہی بات غلبۂ سبب کے علم کی: تو اس کے لئے شرعی امور میں اور اسی طرح طبعی امور میں بھی متعدد طرق ہیں۔

- ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

- **اضطرار :** دیکھئے جب عہد رسول ﷺ میں لوگ بھوکے پیاسے ہوئے تو کئی بار ایسا ہوا کہ آپ نے تھوڑا سا پانی لیا اور اپنا دست مبارک اس میں ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا، اور آپ نے اپنا دست مبارک کھانے میں ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی تو وہ اس قدر بڑھ گیا کہ معمول سے بہت زیادہ ہو گیا۔ لہٰذا اس اقتران معین کا علم اس علم یقین کا موجب ہے کہ پانی اور کھانے کی کثرت آنحضرت ﷺ کے سبب سے تھی۔ اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہے کہ جب کسی آدمی کو تلوار کی ایسی سخت مار لگائی گئی کہ اس نے اسے ڈھیر کر کے موت سے ہمکنار کر دیا تو اس کی موت اسی مار کی وجہ سے ہوئی ہے۔ بلکہ اس کا زیادہ یقین ہوتا ہے، کیونکہ اس بات کا علم کہ اس طرح سے پانی اور کھانے کی کثرت کوئی معتاد سبب قطعی نہیں ہے، تب اس مقارنت کا علم اس کے یقینی علم کا موجب بن جاتا ہے۔ (یعنی اس وقت ایسا ضرور ہوتا تھا جب رسول اللہ ﷺ وہ عمل فرمایا کرتے تھے اس لئے یقینی طور پر یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ ایسا آپ ہی کے سبب سے ہوا کرتا ہے)

- اسی طرح جب نبی ﷺ نے حضرت انس بن مالک کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کے مال و اولاد میں اضافہ فرمائے'' تو ان کے ملک کی عادت کے برخلاف ان کا نخلستان سال میں دوبار پھل دیتا تھا، اور انھوں نے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد میں سے سو سے زائد کو دیکھا؛ چنانچہ اس طرح کے واقعے میں یہ بات معلوم ہے کہ ایسا اس دعا کے سبب سے ہوا تھا۔

- اور جس نے کسی بچے کو شدت سے روتا ہوا دیکھا اور اس کی ماں نے اپنی چھاتی اس کے منہ سے لگا دی تو وہ پرسکون ہو گیا: تو اس سے یقینی طور پر یہ علم ہو گیا کہ اس کا پرسکون ہونا دودھ پینے کی وجہ سے ہوا ہے۔

- احتمالات۔ اگر کسی نوع میں در آتے ہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی شخص اسی طرح مخصوص دعاؤں کے متعلق نہ

پیدا ہوں، کیونکہ مومن کوئی دعا کرتا ہے تو مراد کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے حالانکہ اس کا تقاضا کرنے والے اسباب معدوم ہوتے ہیں، یا اسی طرح وہ کوئی کام کرتا ہے تو بھی اس کا مقصد ایسے ہی پورا ہوجاتا ہے، مثلاً: جب حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''**یا علیم یا حلیم یا علی یا عظیم اسقنا**'' اے علیم (بڑا علم رکھنے والے) اے حلیم (بردبار) اے علی (بلند وبالا) اے عظیم (عظمتوں والے) ہمیں سیراب فرما۔ تو سخت گرمی کے دنوں میں ایسی بارش ہوئی جوان کی چھاؤنی سے آگے نہیں گئی' اور کہا کہ: ''ہمیں ندی پار کرادے، تو ایک بڑی ندی میں یوں چل کے گئے کہ ان کے جانوروں کے قدموں کے نیچے کے حصے بھی تر نہیں ہوئے۔ اور حضرت ایوب سختیانی نے جب اپنے ساتھی کے لئے پہاڑ کو ایک ایڑ لگائی تو ان کے لئے وہاں پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا اور جب انھوں نے پانی پی لیا تو وہ پھر اندر چلا گیا۔ چنانچہ اللہ وحدہ لاشریک لہ سے دعا کے فائدے اور منفعت پر تو وحی منزل اور عقول صحیحہ سب کی دلالت موجود ہے۔ پھر اس کے اتنے تجربے ہیں جن کا شمار اللہ کے سوا کسی کو نہیں معلوم ہے۔

● لہٰذا آپ اکثر مومنوں کو دیکھیں گے کہ انھوں نے اللہ سے دعا کی اور اس سے ایسی چیزیں مانگیں جن کے اسباب ان کے حق میں منتفی (یعنی غیر موجود) تھے۔ مگر پھر بھی اس نے ان کی مرادیں ٹھیک اسی طرح سے پوری کردیں جیسی انھوں نے مانگی تھیں، اور یہ سب اس طور پر ہوا کہ کبھی تو موجب علم بنا اور کبھی اس سے ظن غالب حاصل ہوا کہ دعا ہی اس کا سبب بنی تھی۔ اور آپ یہ چیز اصحاب عقل وبصیرت کے نزدیک جو جنس ادلہ، ان کے شرائط اور عام اصولوں کو جانتے ہیں ثابت پائیں گے۔

● اب رہی بات حرام دعاؤں کی تاثیر کا اعتقاد رکھنے کی: تو ان میں سے عام دعاؤں کے متعلق اعتقاد آپ کو ان جاہلوں کے یہاں ملے گا جو دلیل اور غیر دلیل کے درمیان تمیز نہیں کرتے ہیں نہ انہیں دلیلوں کے لئے جس تسلسل اور کثرت وقوع کی شرط ہوتی ہے اسی کی فہم ہوتی ہے۔ یہ چیز بس اہل ظلمت کفار ومنافقین اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے ان لوگوں میں واقع ہوتی ہے جن کے دل گناہوں سے تاریک ہوچکے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ لوگ حق وباطل کے درمیان تمیز کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔

① اقتضاء الصراط المستقیم : ۳٦۴-۳٦۵۔

# اسلام میں تعویذ گنڈوں کا حکم

## تعویذ گنڈے :

اس سائنس، ٹکنالوجی اور علمی ترقی کے دور میں بھی تعویذ گنڈوں کا کاروبار زوروں پر ہے، یہ تجارت کسی سرمایہ کاری کے بغیر ہی نہایت منفعت بخش اور سودمند ہے، اور اس کی آمدنی ہمہ اقسام کے ٹیکسوں سے مستثنیٰ ہے، اس بازار کے خریداروں کا تعلق وزیر سے فقیر تک معاشرے کے ہر طبقے سے ہے، شہ زوروں سے نازنینوں تک سبھی اس کے دلدادہ اور گرویدہ ہیں، ہائی پروفائل سوسائٹی سے لیکر جھگیوں جھونپڑیوں تک ہر جگہ اس کی اجارہ داری ہے، اور اس دیوانگی میں عالم اسلام بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے، ہر سو خدارسیدہ مداریوں اور اداکاروں کی بھرمار ہے۔

مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن

ان میں کوئی زلفوں اور گیسوؤں والا ہے، ریش دراز کی پرورش کئے ہوئے ہے، کاجل سرمے سے آراستہ پیراستہ ہے اور کوئی اپٹوڈیٹ، کلین شیو اور ماڈرن پیر ہے، جو جتنا بڑا اداکار ہے اتنی ہی اس کی چاندی ہے، روپیہ اڑ رہا ہے پکڑنے کا ہنر چاہیے، لوگ عقیدت کی طشتری میں سجا کر دھن دولت سے لیکر ایں وآں سب کچھ پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اس دنیا کے غوثوں قطبوں اور بلند بانگ خواجاؤں کا کیا کہنا ! چھٹ بھیے بھی اپنی جگہ سرخرو ہیں، لب پان کی گلوریوں سے لال اور رخسار بھری جیب سے دل تک پہنچنے والی گرمی سے دمکتے ہوئے۔

یہ ہمہ جہت قاضی الحاجات اور پور پور مشکل کشا ہیں، ان کی مسیحائی کا دائرہ کبھی تنگ نہیں ہوتا، یہ آرزوؤں کا چمن اور خوابوں کی جنت لئے گھومتے ہیں، ان کے پاس ہر ایک کے لئے بشارتوں کی سوغاتیں ہوتی ہیں، ہر مرید ان کے یہاں سخن در سخن اپنی مراد پالیتا ہے، یہاں ہر بیماری کا علاج ہے، ہر درد کا مداوا ہے، ہر مشکل کی چارہ گری ہے۔ ان دروں سے مایوس ہوکر کوئی نہیں جاتا یہاں سب کی جھولیاں بھرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کا حاصل کچھ نہ ہو۔ ان کے لغت میں نہیں اور ناممکن کا لفظ سرے سے ہے ہی نہیں۔

کوئی جن زدہ ہے دروازہ کھلا ہے، مزمن اور لاعلاج بیماری کا مریض ہے آستانہ وا ہے، نوکری نہیں ملتی چوکھٹ پر آجایئے، شادی نہیں ہوتی در اقدس پہ حاضری دیجئے، دوستی، دشمنی، محبت یا نفرت کا کوئی بھی قضیہ ہو دربار لگا ہے، نظر بد کے لئے انگوٹھی ہے، جادو اور جنات کے لئے عفریت خور تعویذیں ہیں، دیو پچھاڑ دھاگے ہیں، کچھ تعویذیں دکان، مکان، گھروں، بنگلوں، حویلیوں، کاروں اور سواریوں کے لئے ریڈی میڈ ہیں، کچھ فرمائش پر تیار کی جاتی

ہیں۔حسب خواہش ومنشا اعلیٰ درجے کا پروڈکٹ بھی ہے اور ادنیٰ درجے کی مصنوعات بھی ہیں،جتنی اونچی بولی لگائیں گے ویسا ہی تیر بہدف گنڈا زیب گلو کر لیجیے، بازوؤں کی مچھلیوں پر باندھنے کے کرشماتی دھاگے بھی ملیں گے، کھرے دام پر کلائی کے کنگن بھی دستیاب ہو جائیں گے، نگینے والی انگشتریاں بھی فراہم کی جائیں گی، زرنگار یا نقرئی بالیاں بھی کانوں میں لٹکا سکتے ہیں۔کمر بند اور زیر جامہ کے تعویذ الگ ہیں۔

ہر طرف شرک وبدعت کی گرم بازاری ہے،ضلالت وگمرہی کا کھوٹا سرمایہ اونچے بھاؤ بک رہا ہے،رسول گرامی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کے مقاصد یکسر نظر انداز کر دئے گئے ہیں،اللہ کے پلڑے میں وحدت کے سوا کچھ باقی نہیں چھوڑا گیا ہے، سب کچھ آستانوں اور درباروں سے حاصل کیا جاتا ہے، ان میں کوئی فرشتوں کے کاندھوں پہ سوار گھومتا ہے،کوئی جبریل امین کا ہم نوالہ وہم پیالہ ہے،جنوں کے شاہ دست بستہ ان کی چاکری پر لگے ہوئے ہیں، اس لئے ساری دنیا ان کی قدمبوسی پر مجبور ہے اور انہیں سجدۂ تعظیم بجالاتی ہے۔اور جب ان کے جی میں آتا ہے اللہ تعالیٰ کو بھی آنکھیں دکھا دیتے ہیں۔کعبہ ان کے طواف کو آتا ہے۔اور کبھی ان کے رقص وسماع کی محفلوں میں خدا خود میر مجلس ہوتا ہے۔عرش وکرسی اور لوح محفوظ کچھ بھی ان کی دست برد سے محفوظ نہیں ہے۔جی ہاں!

یہ مسلماں ہے جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ان آستانوں، چوکھٹوں اور سرکاروں درباروں کا جادو تعویذ گنڈوں اور ٹونوں اور منتروں ہی کی وجہ سے سر چڑھ کے بولتا رہا ہے، وہاں کے کرشموں اور کراماتوں کا مدار اکثر آسیبوں، بلاؤں، عاشقوں اور معشوقوں پر رہا ہے، اور وہاں زہد وتقویٰ کے شاہین جنوں اور شیطانوں کے پروں پر ہی پرواز کرتے رہے ہیں۔لات ومنات وہی ہیں مگر اب انہیں مسلمان کر لیا گیا ہے اب وہ جنیو اور تلک چھوڑ جبہ ودستار میں آ گئے ہیں۔مگر گلے میں وہی موٹی موٹی مالائیں ہیں گو ان کے رنگ بدل گئے ہیں۔

## تمائم یعنی تعویذ گنڈوں کے حقائق اور شرعی احکام

عربی میں تعویذ کو تمیمہ کہا جاتا ہے جس کی جمع تمائم آتی ہے [1] اور تمیمہ کے اصل معنی میں تین اقوال ہیں :

۱۔ (خرز) وہ کالے رنگ کے پتھر یا نگ ہوتے ہیں جن میں سفید نقطے [2] ہوتے ہیں،جنھیں دھاگوں میں پرویا جاتا ہے، پھر گردن اور بازو میں باندھ لیا جاتا ہے۔[3]

① لسان العرب - مادة (تمم) ۶۹/۱۲۔ ② دیکھیے : الصحاح للجوهري.مادة (رقط) ۱۱۲۸/۳۔

③ دیکھیے : غریب الحدیث لابن قتيبة : ۴۵/۱ ، الصحاح للجوهري وغیرہ ۔

۲۔ یہ دھاگوں سے بٹا ہوا ہار ہوتا ہے جس پر کچھ پڑھا گیا ہوتا ہے۔ ①

**اور فرزدق اسی کے متعلق کہتا ہے کہ :**

وَكَيْفَ يَضِلُّ الْعَنْبَرِيُّ بِبَلْدَةٍ
بِهَا قُطِعَتْ عَنْهُ سُيُوْرُ الْتَمَائِمِ ②

عنبری اس شہر میں کیسے بھٹک سکتا ہے، جہاں اس کی تعویذوں کے دھاگے کاٹے گئے تھے۔

**ازھری نے اس قول پر اعتراض کیا ہے، وہ کہتے ہیں :**

''تمائم سے مراد وہ پتھر ہی ہوتے ہیں جنھیں تعویذ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، اور جس نے انہیں دھاگوں یا پٹوں سے عبارت ٹھہرایا ہے وہ راہ صواب سے دور ہے اور فرزدق نے مذکورہ شعر میں دھاگوں کو تمائم کی طرف منسوب کیا ہے، کیونکہ تمائم تو ان پتھروں ہی کو کہا جاتا ہے جن میں سوراخ کیا جاتا ہے اور انہیں پٹوں اور دھاگوں میں پرو کر لٹکایا جاتا ہے، اور میں نے اعراب میں اس بابت کوئی اختلاف نہیں پایا کہ خود وہ پتھر ہی تمیمہ ہے''۔ ③

۳۔ تمائم ان تعویذوں کو کہتے ہیں جو آفات کو دفع کرنے کی غرض سے انسانوں وغیرہ پر لٹکائی جاتی ہیں، خواہ وہ کسی بھی چیز سے بنی ہوں۔ ④

ان سارے اقوال میں تیسرا ہی قول راجح معلوم ہوتا ہے، جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں :

ا۔ کیونکہ یہ ان دونوں سابقہ اقوال پر بھی مشتمل ہے اور دیگر چیزیں بھی اس میں شامل ہیں۔ اگر ہم عوذۃ کی جمع عوذ (تعویذوں) پر آئیں تو اس کا اطلاق ان تمام چیزوں پر ہوتا ہے جن کے ذریعہ پناہ اور حفاظت طلب کی جاتی ہے، لہٰذا جس نے پتھر یا گھونگھے وغیرہ یا کوئی بھی چیز لٹکائی وہ درحقیقت اس لٹکائی ہوئی چیز کو پناہ اور حفاظت طلب کرنے کا ذریعہ بناتا ہے اور اس کی پناہ میں آتا ہے۔ کہا جاتا ہے :

''**عذت بفلان واستعذت به**'' ''میں نے اس کی پناہ لی اور وہی میرا ملجا اور جائے پناہ ہے''۔ ⑤

---

① دیکھیے : لسان العرب : ۶۹/۱۲۔ ② دیوان الفرزدق : ۲۹۶/۲۔

③ تهذيب اللغة للأزهري : ۲۶۰/۱۴ اور دیکھیے : لسان العرب : ۶۹/۱۲-۷۰۔

④ دیکھیے : الصحاح للجوهري : ۱۸۷۸/۵ ولسان العرب : ۶۹/۱۲ وتيسير العزيز الحميد للشيخ سليمان: ۱۶۷ والشرک ومظاهره للميلي :۱۷۳۔

⑤ الصحاح للجوهري - مادة (عوذ): ۵۶۶/۲۔

۲۔ تمائم کو یہ نام اس لئے ملا کہ عرب کے لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ (یہ لٹکائی ہوئی چیز) تمام دوا و شفاء ہے، لہٰذا جو بھی کوئی چیز لٹکاتا تھا اس کا خیال یہی ہوتا تھا کہ اب اس کی حفاظت اور اس سے خطرات کو دفع کرنے کا کام اسی لٹکائی ہوئی چیز کے ذریعہ پورا ہوگا۔ کسی شئ کا تمام یا تمامۃ یا تتمہ اسے کہتے ہیں جس سے وہ پوری ہوتی ہے۔[1]

۳۔ اصل اعتبار مقاصد کا ہوتا ہے، اس لئے جب شریعت نے اس علت کے تحت تمائم سے روکا ہے کہ لوگ ان کے ذریعہ خود سے آفات کو دفع کرنے کی امید رکھتے تھے، تو اگر کوئی انسان پتھر یا گنڈوں اور پٹوں کے علاوہ کوئی اور چیز اسی مقصد سے لٹکا لیتا ہے تو کیا اس کا یہ عمل تمائم کے مسمی اور ان کے حکم سے خارج ہوگا ؟

ہرگز نہیں ! حکم تو سب کا ایک ہی ہوگا، گو سبب خاص ہو۔

لہٰذا بات صاف ہے کہ جو بھی چیز نظر بد وغیرہ کے خطروں سے بچنے کے لئے لٹکائی جائے وہ تمیمہ (تعویذ) ہے، اور جو یہ کہتا ہے کہ تمائم کا مطلب پتھر، گھونگھے، پٹے یا ڈورے وغیرہ ہوتا ہے تو اس کا کلام صحیح ہے؛ کیونکہ یہ چیزیں بھی خطروں سے بچنے کے لئے لٹکائی جاتی تھیں، اور اہل جاہلیت اکثر اپنے تمائم (تعویذوں) میں پتھر، ڈورے اور پٹے وغیرہ کا استعمال کیا کرتے تھے، اس لئے جسے جس بات کا علم ہوا اس نے اسی سے اس کی تعبیر کردی۔

اور جہاں تک بات تمیمہ کے صرف پتھروں یا کوڑیوں، گھونگھوں پر منحصر رہنے کی ہے تو یہ بات صحیح نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل عرب اپنے اوپر اور اپنی عورتوں اور بچوں پر پتھروں اور گھونگھوں وغیرہ کے علاوہ بھی دفع مضرت کے خیال سے بہت سی چیزیں لٹکایا کرتے تھے۔ اور نہی ان سب کے متعلق وارد ہوئی ہے، کچھ چیزوں کو ان کی شہرت کی وجہ سے نامزد طور پر ممنوع کیا گیا ہے، اور کچھ چیزیں نہی میں تمائم کے عموم میں داخل ہیں۔ اور اگر ہم از روئے جدل یہ تسلیم بھی کرلیں کہ تمائم کا اطلاق صرف پتھروں اور گھونگھوں وغیرہ پر ہی ہوتا ہے تو اہل جاہلیت ان پتھروں اور گھونگھوں کے علاوہ جو دیگر چیزیں لٹکایا کرتے تھے وہ بھی انہیں سے ملحق ہوں گی کیونکہ ان سب کے اندر ایک جامع علت پائی جاتی ہے، اور وہ ہے غیر اللہ سے نفع کی طلب اور مضرت کے دفع کرنے کی امید، واللہ اعلم۔

## زمانہ جاہلیت میں پائی جانے والی تعویذوں کا مختصر بیان

چونکہ عربوں میں شرک کا دور دورہ تھا اور اس کے اثرات ہمہ گیر تھے اس لئے ان کے یہاں مختلف قسم کے باطل تصورات اور اعتقادات پائے جاتے تھے، اور اسی ضمن میں اہل جاہلیت تعویذوں کے بھی بڑے معتقد تھے۔

---

① دیکھیے : النهاية في غريب الحديث لابن الأثير : ۱۹۸/۵ ، ولسان العرب لابن منظور : ۷۰/۱۲۔

ان کے مذہب میں یہ خیال عام تھا کہ تعویذیں لٹکانے سے تقدیریں بدل جاتی ہیں، اور وہ انہیں آنے والے متوقع خطرات سے بچاتی ہیں، اس لئے وہ اپنی حفاظت کے خیال سے، اپنے جانوروں کو بیماریوں سے بچانے کے لئے، شریر روحوں کو زیر کرنے کے لئے، نظر بد سے محفوظ رہنے کے لئے اور دیگر مضرتوں سے سلامتی کے لئے تعویذیں لٹکایا کرتے تھے۔[1]

## وہ جن تعویذوں کا استعمال کرتے تھے ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

۱۔ خرز (پتھر، گھونگھے، کوڑیاں، منکے اور نگینے وغیرہ) :

تمیمہ کے معنی میں خرز کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ یہ ایک کل کا جزء ہے؛ اہل جاہلیت اپنے بچوں پر خرز (پتھر، نگینے، گھونگھے، کوڑیاں) وغیرہ نظر بد سے[2] حفاظت کے لئے لٹکا دیا کرتے تھے، اور اس کا لٹکانا بچوں ہی پر منحصر نہیں تھا، بلکہ بڑے بوڑھے بھی اس کا استعمال کرتے تھے۔ اور ہر مہرے اور نگینے یا پتھر کا ایک مخصوص نام ہوتا تھا۔

ان میں سے کچھ کے نام آپ بھی ملاحظہ فرمایئے :

- **عقرہ :**

یہ وہ پتھر یا تعویذ ہوتی تھی جس کے متعلق عرب خواتین کا گمان یہ تھا کہ اگر کوئی عورت اسے اپنی کوکھ سے باندھ لے تو جماع کرنے پر اسے حمل نہیں قرار پائے گا۔

- **الوجیھہ :**

یہ سرخ رنگ کا پتھر ہوتا تھا جسے وہ اپنے خیال کے مطابق بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لئے لٹکایا کرتے تھے۔

- **الودع :**

یہ سفید کوڑی یا گھونگھا ہوتا تھا جو سمندر سے حاصل کیا جاتا تھا اور اسے نظر بد سے حفاظت کے لئے لٹکایا جاتا تھا۔

- **یشب : (ایک رنگا رنگ قیمتی پتھر)**

اپنے خیال کے مطابق وہ اس بات کے قائل تھے کہ اس سے جن زدگی اور دماغی دورے سے حفاظت ہوتی ہے۔

---

[1] دیکھیے : تهذيب اللغة للأزهري : ۲۶۰/۱۴ ومعالم السنن للخطابي : ۳۵۴/۵ و فتح الباري لابن حجر : ۱۹۶/۱۰ و المفصل في تاريخ العرب د.جواد علي : ۱۰۹/۸۔

[2] دیکھیے : تهذيب اللغة للأزهري : ۲۶۰/۴۔

● **زمرد :**

اپنے اعتقاد کے مطابق ان کا ماننا یہ تھا کہ یہ پتھر نظر لگانے والے کی اذیتوں کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے اور ان کے آڑے آتا ہے۔

**۲۔ تحویطۃ : (محافظ تعویذ گنڈے)**

یہ سرخ وسیاہ دھاگوں سے بٹا ہوا ایک ڈورا ہوتا تھا جسے بریم (دورنگی پٹکا اور نظر سے بچانے والا تعویذ) کہا جاتا تھا، خواتین اسے نظر بد سے حفاظت کے لئے کمر سے باندھ لیا کرتی تھیں، اور اس میں پتھروں کے کچھ نگ اور چاندی کا ایک ہلال پرویا جاتا تھا۔

**۳۔ حقاب : (عورت کی کمر کا پٹکا یا زیور لٹکانے کی پیٹی) :**

اور تعویذوں کی اصطلاح میں یہ ایک دھاگہ ہوتا تھا جو نظر بد کو دفع کرنے کے لئے بچے کی کمر پر باندھ دیا جاتا تھا۔

**۴۔ وَتر (تانت) :**

اس کی جمع اوتار ہے، تانت کمانوں میں لگائی جاتی تھی۔ ان لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ تانت لٹکانے سے نظر بد دفع ہوجاتی ہے اور آدمی مکروہات سے محفوظ رہتا ہے۔

**۵۔ توَلہ : (جادو ٹوٹکا، محبت کا تعویذ) :**

یہ وہ تعویذ ہوتی تھی جو خاتون اپنے شوہر کی نگاہوں میں آنے اور محبوب بننے کے لئے اپنی گردن پر ڈال لیا کرتی تھی، اس کا تعلق جادو کی ایک قسم سے تھا، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی یہی تفسیر بیان فرمائی تھی۔

**۶۔ خرگوش کا ٹخنہ : (كعب الأرنب) :**

وہ اپنے اوپر اسے اس اعتقاد کے ساتھ لٹکاتے تھے کہ ایسا کرنے والا نظر بد اور جادو سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

**۷۔ ڈنسے ہوئے شخص پر زیور لٹکانا :**

وہ ڈنسے ہوئے شخص کو سلیم کہتے تھے اور اس پر زیور لٹکا دیتے تھے، ان کا ماننا تھا کہ ایسا کرنے سے اسے افاقہ ہوجاتا ہے، اسی لئے وہ اس پر کنگن ڈال دیتے تھے اور سات دنوں تک پڑا رہنے دیتے تھے، اور اسے سونے نہیں دیا

جاتا تھا۔ شاعر کہتا ہے :

يَسْهَدُ فِيْ وَقْتِ الْعِشَاءِ سَلِيْمُهَا

لِحُلْيِ النِّسَاءِ فِيْ يَدِهِ قَعَاقِعُ[1]

وہاں کا ڈنسا ہوا عشاء کے وقت بے خوابی میں ہوتا ہے، اس کے ہاتھ میں عورتوں کے زیورات کی کھنک ہوتی ہے۔

تمائم (تعویذوں) کے متعلق عربوں کے اعتقادات سے وابستہ یہ کچھ باتیں تھیں جو کتابوں میں وارد ہوئی ہیں، اور سابقہ تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ان کی زندگی میں تعویذوں کا بڑا کردار تھا، اور عربوں کے وہ اشعار جن میں تعویذوں کا تذکرہ ہوتا ہے بڑی تعداد میں ہیں جس سے یہ حقیقت اور پختہ ہوجاتی ہے کہ یہ لوگ تعویذوں سے بہت وابستہ اور مربوط رہا کرتے تھے۔

لیجیے آپ بھی کچھ اشعار ملاحظہ فرمالیں :

**لبید بن ربیعہ[2] کہتا ہے :**

وَأَنْبُشُ مِنْ تَحْتِ الْقُبُوْرِ أُبُوَّةً

كِرَامًا هُمُ شَدُّوْا عَلَيَّ التَّمَائِمَا

میں قبروں کے اندر سے ایک باوقار اور معزز سلسلۂ ابوت برآمد کرلوں گا جس نے مجھ پر تعویذیں باندھی تھیں۔

**عمر بن ربیعہ[3] کا شعر کا ہے :**

هَلْ تَرَى مِثْلَ ظَبْيَةٍ

عَلَّقُوْهَا التَّمَائِمَا

کیا تمہیں اس جیسی ہرنی دکھائی دے گی جس پر انھوں نے تعویذیں لٹکا رکھی تھیں۔

---

① دیکھیے : نهاية الأرب للنويري : ۱۲۴/۳۔

② یہ ہیں جناب لبید بن ربیعہ بن مالک ابوعقیل عامری صاحب، معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ان شعراء میں سے ہیں جن کا شعر وسخن میں ناموری کے ساتھ شہ سواری اور جوانمردی میں بھی خاصا شہرہ تھا، جاہلی شعراء میں گنے جاتے ہیں مگر انہیں اسلام بھی ملا تھا اور جناب مسلمان ہوگئے تھے، ان کی وفات سن ۴۱ھ میں ہوئی تھی۔ دیکھیے : خزانة الأدب للبغدادی : ۲۴۶/۲۔

③ عمر بن عبداللہ بن أبی ربیعہ مخزومی صاحب، اپنے وقت کے نامور شعراء میں سے ہیں اور ان کا شمار جریر و فرزدق کے طبقے میں ہوتا تھا، غزل گوئی میں خاص ملکہ تھا اور رقیق ترین غزلیں کہا کرتے تھے، سن (۲۳) ھ میں عالم ہستی میں رونما ہوئے اور سن (۹۳) ھ کو اس دنیا کو خیرباد کہا۔ دیکھیے : خزانة الأدب للبغدادی : ۳۲/۲۔

ایک اور شاعر کہتا ہے :

بِلَادٌ بِهَا نِيْطَتْ عَلَيَّ تَمَائِمِيْ
وَ أَوَّلُ أَرْضٍ مَسَّ جِلْدِيْ تُرَابُهَا

وہ دیار جہاں مجھ پر تعویذیں لٹکائی گئی تھیں، اور وہ پہلی سرزمین جہاں کی مٹی نے میری جلد کو مس کیا تھا۔

**ہدبہ بن خشرم① کہتا ہے :**

وَاللّٰهِ مَا يَشْفِي الْفُؤَادَ الْهَائِمَا
نَفْثُ الرُّقَى وَعَقْدُكَ التَّمَائِمَا

واللہ ! دل عاشق کو تمہارے منتر پھونکنے اور تعویذیں باندھنے سے کچھ شفا نہ ملے گی۔

عرب کے اشعار میں دیگر بہت سے ابیات آپ کو نظر آئیں گے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ تعویذ گنڈے ان کے یہاں وسیع پیمانے پر رائج تھے اور وہاں ان کا دور دورہ تھا۔②

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اسلام ان ضلالتوں کو جن میں غیر اللہ کے نفع ونقصان کا اعتقاد پایا جاتا ہو ہرگز گوارا نہیں کرسکتا ہے نہ انہیں سند جواز عطا کرسکتا ہے۔③

# تمائم ( تعویذوں ) سے متعلق اسلام کا موقف

یقیناً تعویذوں کو لٹکانے کے پیچھے حصول خیر اور دفع مضرت میں غیر اللہ سے التجا اور وابستگی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے کوئی شرعی سبب نہیں بنایا ہے، اور یہ اعتقاد سراسر جہالت وضلالت اور اشراک باللہ پر مبنی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی روکنے والا ہے نہ دفع کرنے والا ہے۔

نیز اس عمل میں یہ بھی ایک بڑی قباحت ہے کہ دلوں کا تعلق غیر اللہ سے جوڑ کر لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے غافل ہوجاتے ہیں، اور ایسا کرنا لامحالہ توحید کے منافی ہے، اسی لئے اسلام نے اس پر سخت نکیر کی ہے، اور انہیں اس پر

---

① یہ ہیں جناب ہدبہ بن خشرم بن کرز صاحب، قبیلہ قضاعہ کے بنی عامر بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے ہیں، فصاحت ان کا طرۂ امتیاز تھی، فی البدیہہ کہنے والے شعراء میں سے تھے اور بادیہ حجاز والوں کے راوی بھی تھے، وفات سن ۵۰ ہجری میں ہوئی۔ دیکھیے : خزانة الأدب للبغدادى : ۹/ ۳۳۴۔

② دیکھیے بطور مثال : ديوان الفرزدق : ۲/ ۲۰۷ وغیرہ ، وديوان عبدالله الرقيات : ۱۹۵ و لسان العرب : ۱۲/ ۶۹-۷۰ وغیرہ۔ ان میں سے بعض اگرچہ عہد اسلامی میں گزرے ہیں مگر تعویذوں کو سراہنے میں وہ بھی شعرائے جاہلیت ہی کے نقش قدم پر تھے۔

③ دیکھیے : احكام الرقى والتمائم : ۲۰۹-۲۱۸۔

زجر وتوبیخ کا نشانا بنایا ہے، اور اس موضوع پر شرک کی وجہ سے نہایت شدید موقف اختیار کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ''

''جس نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا''۔ ①

- **عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :**

**''أن رسول الله ﷺ أقبل إليه رهط فبايع تسعة وأمسك عن واحد فقالوا : يا رسول الله بايعت تسعة وتركت هذا. قال : "إن عليه تميمة" فأدخل يده فقطعها فبايعه وقال : "من علق تميمة فقد أشرك"''۔**

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جماعت آئی تو آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک سے آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا، اس پر ان لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! آپ نے نو آدمیوں سے تو بیعت لے لی اور اسے چھوڑ دیا ؟ آپ نے فرمایا : اس پر تعویذ لٹک رہی ہے، تب اس نے اندر ہاتھ ڈال کر اسے کاٹ دیا اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بیعت لی، اور فرمایا : جس نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا''۔ ②

- **عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا :**

**''مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلَا أَتَمَّ اللهُ لَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً فَلَا وَدَعَ اللهُ لَهُ''**

''جس نے تعویذ لٹکائی اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے، اور جس نے کوڑی لٹکائی اللہ تعالیٰ اسے سکون نہ

---

① احمد : ۱۷۴۵۸ شعیب ارناؤط کی تعلیق ہے کہ حدیث کی اسناد قوی ہے ، حاکم : ۷۴۱۳ البانی نے السلسلة الصحيحة میں صحیح قرار دیا ہے ۱/۸۰۹ نمبر : ۴۹۲۔

② مسند الإمام أحمد : ۴/۱۵۶ والمستدرک للحاكم - كتاب الطب : ۴/۲۱۹ وقال الهيثمي: ورجال أحمد ثقات. دیکھیے : مجمع الزوائد : ۵/۱۰۶۔

سیوطی نے اس پر صحت کا رمز لگایا ہے. دیکھیے : الجامع الصغير مع فيض القدير حدیث نمبر : ۸۸۵۷ اور البانی نے اس کی تصحیح کی ہے. دیکھیے : سلسلة الأحاديث الصحيحة حدیث نمبر : ۴۹۲۔

بخشے (یا اس کا خوف دور نہ کرے)''۔ ①

● حضرت رویفع بن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''يَا رُوَيْفِعُ , لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي , فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ: مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ , أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا , أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ , فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيءٌ مِنْهُ''

''اے رویفع ! شاید میرے بعد بھی تمہاری زندگی کا سلسلہ دراز ہوجائے، تب لوگوں کو یہ بتا دینا جس نے اپنی داڑھی میں گرہ لگائی، یا کوئی تانت لٹکائی، یا کسی چوپائے کے گوبر سے استنجا کیا تو یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے بری ہیں''۔ ②

● حضرت ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ انھوں نے ایک پیغامبر روانہ کیا کہ :

''لَا يُبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قَلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ أَوْقِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ''

''کسی بھی اونٹ کی گردن پر تانت کی مالا نہ باقی رکھی جائے یا کوئی مالا باقی نہ رکھی جائے، سب کو کاٹ دیا جائے''۔ ③

● مذکورہ دونوں حدیثوں میں تانت لٹکانے کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اہل جاہلیت اپنے گلے میں تانت لٹکایا کرتے تھے، اور نظر بد سے بچانے کے لئے اسے اپنے جانوروں کے گلے میں بھی

---

① مسند الإمام أحمد : ۱۵۴/۴ والمستدرک للحاکم - کتاب الطب - : ۲۱۶/۴ حاکم نے بھی اسے صحیح بتایا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، منذری نے ترغیب میں فرمایا : اس کی سند عمدہ ہے : ۳۰۶/۴۔ اور ہیثمی نے فرمایا : اس کے رجال ثقہ ہیں، دیکھیے : مجمع الزوائد : ۱۰۶/۵ اور حافظ ابن حجر نے فرمایا : اس کے رجال موثوق ہیں مگر خالد بن عبید کی توثیق ابن حبان کے سوا کسی نے نہیں کی ہے۔ دیکھیے : التعجیل : ۱۱۴ ۔ اور مناوی نے التیسیر میں کہا کہ : اس کی اسناد صحیح ہے۔ (۴۳۱/۲) البانی نے فرمایا : خالد بن عبید کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھیے : سلسلة الأحاديث الضعيفة نمبر : ۱۲۶۶۔ شعیب ارناؤط کی تعلیق ہے کہ حدیث حسن ہے اور یہ سند خالد بن عبید کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے، میں کہتا ہوں : اگرچہ اس میں ضعف ہے مگر وہ ضعف خفیف سا ہے اور اکثر علماء نے اس کی تصحیح کی ہے اور یہ بھی لٹکانے کے متعلق وارد احادیث ہی کے تحت مندرج ہے۔

② دیکھیے : سنن النسائي - كتاب الزينة- باب عقد اللحية : ۱۳۵/۸ ، ۵۰۶۷ وسنن أبي داود مع عون المعبود -كتاب الطهارة - باب ماينهى عن أن يستنجى به : ۵۹/۱ ومسند الإمام أحمد : ۱۰۸/۴-۱۰۹ اور البانی نے فرمایا نسائی کی اسناد صحیح ہے۔ دیکھیے : صحيح النسائي للألباني : ۱۰۴۲/۳ وتحقيق مشكاة المصابيح : ۱۱۴/۱ نمبر : ۳۵۱۔

③ بخاری : ۲۸۴۳ ، مسلم : ۵۶۷۱۔

ڈالا کرتے تھے، جیسا کہ امام مالک وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ ①

- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''إِنَّ الرُّقٰی، وَالتَمَائِمَ، وَالتِوَلَةَ شِرْکٌ''

''بیشک رقیے (یعنی غیر شرعی رقیے) تعویذیں، اور محبت کی تعویذیں جو بیویاں جادوگروں سے لیتی ہیں شرک ہیں''۔ ②

- عیسی بن حمزہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عکیم کے پاس گیا اور انہیں سرخی لاحق تھی، میں نے ان سے کہا :

''أَلَا تُعلِّقُ تَمِيْمَةً؟ قَالَ: نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِکَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : "مَنْ عَلَّقَ شَيْئًا وُكِّلَ إِلَيْهِ"

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقُلْنَا: أَلَا تُعلِّقُ شَيْئًا؟ فَقَالَ: اَلْمَوْتُ اَقْرَبُ مِنْ ذٰلِکَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِّلَ إِلَيْهِ"''

''آپ تعویذ کیوں نہیں لٹکا لیتے؟ انھوں نے فرمایا: اس سے اللہ کی پناہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی چیز لٹکائے گا اسے اسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔

اور ایک روایت میں ہے: ہم نے عرض کیا: آپ کچھ لٹکا کیوں نہیں لیتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: موت اس سے زیادہ قریب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی چیز لٹکائے گا اسے اسی کے حوالے کر دیا جائے گا''۔ ③

---

① دیکھیے : موطأ الإمام مالک -کتاب صفة النبي ﷺ باب ماجاء في نزع المعاليق والجرس من العنق : ۲/ ۹۳۷ ، وصحيح مسلم : ۳/ ۱۶۷۳ وشرح النووي لمسلم : ۱۴/ ۹۶ ، والتمهيد لابن عبد البر : ۶/ ۱۸۱ وحاشية السيوطي على سنن النسائي : ۸/ ۱۳۶ وحاشية السندي على سنن النسائي : ۸/ ۱۳۶ وتيسير العزيز الحميد للشيخ سليمان: ۱۷۱۔

② ابوداود : ۳۸۸۲ ، ابن ماجہ : ۳۵۳۰ ، ابن حبان : ۶۰۹۰ ، احمد : ۳۶۱۵ ، البانی نے الصحیحۃ میں صحیح بتایا ہے : ۱/ ۵۸۴ نمبر : ۳۳۱۔

③ احمد : ۱۸۸۰۳ شعیب ارناؤط کی تعلیق ہے کہ حدیث حسن لغیرہ ہے، اور یہ سند ضعیف ہے، عبداللہ بن عکیم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے، اور البانی نے صحیح الترغیب والترھیب میں وارد کیا ہے : ۳/ ۱۹۳ نمبر : ۳۴۵۶ اور کہا ہے کہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

# تعویذوں کے متعلق آثار سلف

۱۔ ''رُوِيَ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهُ فَلَمَسَ عَضُدَهُ، فَإِذَا فِيْهِ خَيْطٌ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالَ: شَيْءٌ رُقِيَ لِيْ فِيْهِ۔ فَقَطَعَهُ، وَقَالَ: لَوْ مِتَّ وَهُوَ عَلَيْكَ مَا صَلَّيْتُ عَلَيْكَ''۔

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ وہ ایک مریض کی عیادت کرنے گئے تو اس کا بازو ٹٹول کر دیکھا تو انہیں لگا کہ اس پر کوئی دھاگہ بندھا ہوا ہے، انھوں نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں مجھے رقیہ کر کے دیا گیا ہے، تب آپ نے اسے کاٹ دیا، اور فرمایا: اگر تم اس حال میں مرجاتے کہ وہ تمہارے اوپر بندھا ہوتا تو میں تمہاری نماز جنازہ ہی نہیں پڑھتا''۔ ①

## ● عمران بن حصین کا اثر :

۲۔ ''عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى فِيْ يَدِ رَجُلٍ حَلَقَةً مِنْ صُفْرٍ، فَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟ قَالَ: مِنَ الْوَاهِنَةِ - وَالْوَاهِنَةُ: عِرْقٌ يَأْخُذُ فِي الْمَنْكِبِ وَفِي الْيَدِ كُلِّهَا فَيُرْقٰى مِنْهَا وَقِيْلَ: هُوَ مَرَضٌ يَأْخُذُ فِي الْعَضُدِ - قَالَ: لَمْ يَزِدْكَ إِلَّا وَهْنًا، لَوْ مِتَّ وَأَنْتَ تَرَاهَا نَافِعَتَكَ لَمِتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ''

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ بازو کی ایک بیماری کی وجہ سے ہے۔ واہنہ نامی بیماری رگ کی بیماری ہوتی ہے جو کندھے میں اور پورے ہاتھ میں ہوجاتی ہے اور اس کی وجہ سے رقیہ کیا جاتا ہے، کہا گیا کہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو بازو میں ہوا کرتی ہے۔ ② فرمایا : یہ تو تمہاری بیماری میں اضافہ ہی کرے گا، اور اگر تم اسے نفع بخش سمجھتے ہوئے مر گئے تو غیر فطرت پر مروگے''۔ ③

---

① مصنف ابن أبی شیبہ ۷/ ۳۷۳ نمبر ۲۳۹۲۸۔

② النهاية فی غريب الحديث والاثر لابن الاثير ۵/ ۵۲۶۔

③ المعجم الکبير للطبرانی (۴۱۴) مصنف ابن أبی شیبہ (۲۳۹۲۶) اسی کے مثل مرفوعا بھی مروی ہے جسے احمد، ابن ماجہ، حاکم اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، الضعيفة : ۱۰۲۹ ، حاکم نے کہا کہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے ان کے موافقت کی (۴/ ۲۱۶) اور بوصیری نے کہا کہ اس کی اسناد حسن ہے کیونکہ مبارک جو ہیں وہ ابن فضالہ ہیں مختلف فیہ ہیں۔ مصباح الزجاجة للبوصيری : ۳/ ۱۴۰۔

یہ روایت مرفوعا بھی وارد ہوئی ہے اگرچہ اس حدیث کی تحسین وتضعیف میں جیسا کہ گزرا اختلاف واقع ہوا ہے، تاہم اگر اسے ضعیف ہی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کا ضعف شدید نہیں ہے، اور شواہد میں اعتبار کے قابل ہے، اور لٹکانے کی ممانعت میں وارد احادیث ہی کے تحت مندرج ہے۔

- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث بازو میں رونما ہونے والی بیماری سے شفاء کے لئے کڑا پہننے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے، اور یہ حکم ہر اس چیز کو شامل ہے جو اسی مقصد کے تحت پہنی یا لٹکائی جائے، اور جو بھی شخص ان چیزوں میں سے کچھ بھی اپنے اوپر لٹکائے یا باندھے گا اسے اسی چیز کے حوالے کر دیا جائے گا، اور اس شخص کے خسارے کا کیا کہنا جسے یوں کسی چیز کے حوالے کر دیا جائے اور وہ اللہ کی مدد سے محروم ہو جائے !!!

جیسا کہ عبداللہ بن عکیم کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گزرا کہ :

''جو شخص کوئی چیز لٹکائے گا اسے اسی کے حوالے کر دیا جائے گا''۔

- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک بیوی کو دیکھا کہ وہ کچھ لٹکائے ہوئے ہیں تو انھوں نے اسے بڑی سختی کے ساتھ کھینچ کر نکال دیا، اور فرمایا :

''إِنَّ آلَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ''

''ابن مسعود کے گھر والے شرک سے بے نیاز ہیں''۔ ①

- ابن ابی حاتم کی ایک روایت حضرت حذیفہ سے ہے کہ انھوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں بخار کی وجہ سے ایک دھاگہ بندھا ہوا دیکھا تو اسے کاٹ دیا، اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت فرمائی :

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِٱللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ﴾ [یوسف:۱۰۶]۔

''ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں''۔ ②

- حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''مَنْ قَطَعَ تَمِيْمَةً مِنْ اِنْسَانٍ كَانَ كَعَدْلِ رَقَبَةٍ''۔

---

① حاکم : ۲۴۱/۴ نمبر : ۷۵۰۵ اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی، اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۳۹۲۵ ، طبرانی : ۸۸۶۱ ، ابن حبان : ۶۰۹۰ ، البانی نے الصحیحة میں صحیح قرار دیا ہے : ۲۹۷۲۔

② دیکھئے: القول المفيد على كتاب التوحيد لمحمد بن صالح بن عثيمين ۱۷۵/۱ اور وہ تفسیر ابن حاتم : ۲۲۰۸/۷ میں اور تفسیر ابن کثیر : ۴۱۸/۴ میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت حذیفہ ایک مریض کے پاس گئے تو اس کے بازو پر ایک دھاگہ بندھا دیکھا تو اسے کاٹ دیا یا کھینچ کر نکال دیا اس کے بعد پڑھا: (وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ)۔

''جس نے کسی انسان کی تعویذ کاٹ دی اس نے گردن آزاد کرنے جیسا کام کیا''۔ ①

- جاہلی تعویذوں سے متعلق اسلام کا حکم یہی ہے، جو صاف صاف حرمت اور ممانعت پر دلالت کرتا ہے، اور اس میں اس بات کی وضاحت بھی ہے کہ تعویذیں لٹکانے یا باندھنے کا یہ عمل شرک ہے اور توحید کے منافی ہے، کیونکہ اہل عرب یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ تعویذیں مکتوبہ تقدیروں کو پلٹ دیتی ہیں، اسی لئے شریعت نے ان سے سخت پرہیز کی تاکید کی ہے۔

**ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

یہ سب کی سب اہل جاہلیت کے تعویذ گنڈوں اور پٹوں کے لٹکانے کے عمل سے باز رہنے اور پرہیز کرنے کے حکم پر مشتمل ہیں جو یہ سمجھتے تھے کہ یہ تعویذیں ان کی حفاظت کا سامان کرتی ہیں اور بلاؤں کو ان سے دور رکھتی ہیں، جبکہ بلاؤں کا دور کرنے والا صرف اللہ عزوجل ہے، وہی عافیت دینے والا اور مبتلا کرنے والا بھی ہے اور اپنی اس خصوصیت میں لاشریک ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ان تمام باتوں سے روک دیا جو اہل جاہلیت کے یہاں رائج تھیں۔ لہٰذا جو شخص نازل ہونے والی کسی متوقع بلا کے ڈر سے اس کے نازل ہونے سے پہلے ہی کوئی تعویذ لٹکائے گا اللہ تعالیٰ اس کی صحت وعافیت کو پورا نہیں کرے گا، ایسے ہی اگر وہ کوئی گھونگھا یا کوڑی لٹکائے گا تو اللہ اسے نہیں چھوڑے گا، یعنی اس کی موجودہ عافیت کو باقی نہیں چھوڑے گا یا ایسی ہی کوئی بات ہوگی، واللہ اعلم۔ ②

مذکورہ تفصیلات کے بعد غور فرمائیے کہ عصر حاضر کے مسلمانوں کی اکثریت کس طرح اہل جاہلیت کی تقلید اور نقالی کررہی ہے، اور شرکیہ تعویذوں سے وابستہ ہوچکی ہے، آخر رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ حدیثوں کی ان کے نزدیک کیا حیثیت ہے ؟ کیا یہ حدیثیں کبھی ان کی سماعتوں سے نہیں گزری ہیں ؟ آخر یہ کیسے مدعیان اسلام ہیں ؟ ممکن ہے ان میں سے کوئی شخص خود کو ولی اللہ بھی باور کئے بیٹھا ہو !! مگر حاشا وکلا ! ولایت حقہ ایسی کہاں ہوتی ہے ! اس کے لئے تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ایک لازمی شرط ہے۔

---

① مصنف ابن ابی شیبة : ۳۷۵/۷ نمبر : ۲۳۹۳۹۔

② التمهيد لابن عبد البر : ۱۶۳/۱۷ اور دیکھیے : النهاية في غريب الحديث : ۱۹۸/۱ والسنن الكبرى للبيهقي : ۳۵۰/۹ ، ومعالم السنن للخطابي : ۳۵۴/۵ وفتح الباري لابن حجر : ۱۹۶/۱۰۔

# تعویذوں کی حرمت کے متعلق علماء کے اقوال

اس قسم کی تعویذوں کی حرمت پر علماء کا اتفاق ہے، ذیل میں ان کے کچھ اقوال پیش خدمت ہیں :

- **احناف :**

**فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں :**

''اَلتَّمِیْمَةُ هِيَ خَیْطٌ کَانَ یُرْبَطُ فِي الْعُنُقِ أَوْ فِي الْیَدِ فِي الْجَاهِلِیَّةِ لِدَفْعِ الْمَضَرَّةِ عَنْ أَنْفُسِهِمْ عَلٰی زَعْمِهِمْ، وَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَذَكَرَ فِي (حُدُوْدِ الْإِیْمَانِ) أَنَّهُ کُفْرٌ''.

''تمیمۃ (تعویذ) ایک دھاگہ ہے جسے جاہلیت کے زمانے میں اپنے خیال کے مطابق اپنی جانوں سے دفع مضرت کے لئے گردن یا ہاتھ میں باندھا کرتے تھے، اور وہ ممنوع ہے، اور (حدود ایمان) میں ذکر کیا ہے کہ وہ کفر ہے''۔ ①

- **مالکیہ :**

**محمد بن احمد بن جزی مالکی فرماتے ہیں :**

''وَأَمَّا الْحُرُوْزُ الَّتِيْ تُکْتَبُ بِخَوَاتِمَ وَ کِتَابَةٍ غَیْرِ عَرَبِیَةٍ فَلَا تَجُوْزُ لِمَرِیْضٍ وَلَا لِصَحِیْحٍ لِأَنَّ ذٰلِکَ الَّذِيْ فِیْهَا یُحْتَمَلُ أَن یَّکُوْنَ کُفْراً أَوْ سِحْراً''.

''رہیں وہ تعویذیں جو انگوٹھیوں پر لکھی جاتی ہیں اور غیر عربی تحریروں میں لکھی جاتی ہیں تو وہ نہ کسی مریض کے لئے جائز ہیں نہ کسی صحتمند کے لئے کیونکہ ان میں جو کچھ ہے ممکن ہے وہ کفر یا جادو ہو''۔ ②

- **شوافع :**

''قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِيْ تَعْلِیْقِ التَّمَائِمِ وَالْخَرْزِ وَالْقَلَائِدِ کَمَا کَانَ یَفْعَلُ أَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ: وَإِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ مِنَ الشِّرْکِ لِأَنَّهُمْ أَرَادُوْا دَفْعَ الْمَضَارِّ وَجَلْبَ الْمَنَافِعِ مِنْ عِنْدِ غَیْرِاللّٰهِ''

''اہل جاہلیت جس طرح تعویذیں، پتھر کے نگینے اور مالائیں لٹکایا کرتے تھے ان کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے

---

① تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للزیلعی الحنفی ۶/۱۱۷ اور دیکھئے: البحر الرائق شرح کنز الدقائق لزین الدین ابن نجیم الحنفی : ۸/۲۳۷۔

② القوانین الفقهیة لمحمد بن احمد بن جزی الکلبی المالکی الغرناطي ص۲۹۵۔

ہیں: یہ سب شرک میں داخل تھا کیونکہ وہ ان کے ذریعہ غیر اللہ سے دفع مضرت اور حصول منافع کے خواہاں ہوتے تھے''۔ ①

- **حنابلہ :**

**محمد بن مفلح اپنی کتاب الفروع میں فرماتے ہیں :**

''وَأَمَّا الْتَمِیْمَةُ وَهِيَ عُوْذَةٌ أَوْ خَرَزَةٌ أَوْ خَیْطٌ وَنَحْوُهُ فَنَهَی الشَّارِعُ عَنْهُ، وَدَعَا عَلٰی فَاعِلِهِ، وَقَالَ: "لَا تَزِیْدُکَ إِلاَّ وَهْنًا اِنْبِذْهَا عَنْکَ، لَوْ مِتَّ وَهِيَ عَلَیْکَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا" رَوَی ذٰلِکَ أَحْمَدُ وَغَیْرُهُ، وَالْإِسْنَادُ حَسَنٌ، قَالَ الْقَاضِيْ وَغَیْرُهُ: یَحْرُمُ ذٰلِکَ. وَقَالَ فِي الْإِقْنَاعِ: وَتَحْرُمُ الْتَمِیْمَةُ: وَهُوَ عُوْذَةٌ أَوْ خَرَزَةٌ أَوْ خَیْطٌ وَنَحْوُهُ یَتَعَلَّقُهَا''.

''جہاں تک تمیمہ کی بات ہے تو یہ تعویذ یا پتھر کا نگ یا دھاگہ یا اسی جیسی چیز ہے، شارع نے اس سے روک دیا تھا، اور اسے استعمال کرنے والے کو بددعا دی تھی، فرمایا : ''یہ تیری کمزوری کو اور بڑھادے گا، اسے خود سے اتار پھینک، اگر تو اس حال میں مرگیا کہ یہ تیرے اوپر ہوگا تو تو ہرگز کامیاب نہ ہوگا'' اسے احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے ② اور سند حسن ہے، قاضی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہے ③ اور الاقناع میں لکھا ہے کہ تمیمہ حرام ہے اور یہ تعویذ یا پتھر کا نگینہ، گھونگا یا دھاگہ اور اسی جیسی چیزیں ہوتی ہیں جنھیں آدمی لٹکاتا ہے''۔ ④

**اور شیخ صالح فوزان فرماتے ہیں :**

''وَکَذٰلِکَ یَحْرُمُ التَّدَاوِيْ بِمَا یَمُسُّ الْعَقِیْدَةَ، مِنْ تَعْلِیْقِ التَّمَائِمِ الْمُشْتَمِلَةِ عَلٰی أَلْفَاظٍ شِرْکِیَّةٍ أَوْ أَسْمَاءَ مَجْهُوْلَةٍ أَوْ طَلَاسِمَ أَوْ خَرْزٍ أَوْ خُیُوْطٍ أَوْ قَلَائِدَ أَوْ حِلَقٍ تُلْبَسُ عَلٰی

---

① فتح الباری لابن حجر العسقلاني الشافعي : ۱۰/۱۹۶۔

② وہ انہیں الفاظ میں مسند امام احمد میں حضرت عمران بن حصین کی روایت سے آیا ہے ۴/۴۴۵ نمبر (۲۰۰۱۴) اس میں شعیب ارناؤط صاحب کی تعلیق یہ ہے کہ حدیث کی سند ضعیف ہے، ابن ماجہ نے بھی مختصراً روایت کیا ہے (۳۵۳۱) اور ابن حبان نے بھی اسے وارد کیا ہے (۶۰۸۵) البانی نے اسے سلسلة الاحادیث الضعیفة میں بیان کیا ہے حدیث نمبر (۱۰۲۹)۔

③ الفروع مع تصحیح الفروع لمحمد بن مفلح المقدسی : ۳/۲۵۰ شرح منتهی الارادات المسمیٰ دقائق اولی النهی لشرح المنتهیٰ للبهوتی : ۱/۳۴۱۔

④ الإقناع في فقه الإمام احمد بن حنبل لشرف الدين موسى بن احمد بن موسى ابى النجا الحجاوي: ۱/۲۱۰۔

**الْعَضُدِ أَوِ الذِّرَاعِ أَوْ غَيْرِهِ، يُعْتَقَدُ فِيْهَا الشِّفَاءُ وَدَفْعُ الْعَيْنِ وَالْبَلَاءِ؛ لِمَا فِيْهَا مِنْ تَعَلُّقِ الْقَلْبِ عَلٰى غَيْرِ اللّٰهِ فِيْ جَلْبِ نَفْعٍ أَوْ دَفْعِ ضُرٍّ، وَذٰلِكَ كُلُّهُ مِنَ الشِّرْكِ أَوْ مِنْ وَسَائِلِهِ الْمُوْصِلَةِ إِلَيْهِ''.**

''اسی طرح ہر اس چیز سے علاج کرنا حرام ہے جس سے عقیدے پر ضرب پڑتی ہو یعنی شرکیہ الفاظ، یا مجہول ناموں یا طلسمات پر مشتمل تعویذیں، یا پتھر کے نگینے، یا دھاگے یا مالائیں، یا کڑے جو بازو یا ہاتھ میں پہنے جاتے ہیں یا ان کے علاوہ چیزیں جن کے متعلق شفا کا یا نظر بد اور بلاؤں کے دور کرنے کا اعتقاد پایا جاتا ہو، کیونکہ ان میں حصول نفع یا دفع مضرت کے لئے دل کو غیر اللہ سے وابستہ کر دیا جاتا ہے، اور یہ سب شرک ہے یا شرک تک پہنچانے کے وسائل میں سے ہے''۔ [1]

## ان تعویذوں کی اقسام جنھیں عالم اسلام میں فروغ حاصل ہے

### ۱۔ وہ تعویذیں جو متفقہ طور پر حرام ہیں :

گزشتہ بحث میں ان تعویذوں کے متعلق اسلام کا حکم بیان کیا جا چکا ہے جو اہل جاہلیت میں رائج تھیں اور ان کا استعمال ان میں عام تھا، یہ بتایا جا چکا ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کے اعتقاد کی وجہ سے ان سے گریز اور دوری لازم ہے اور ایک مسلمان کے لئے ان کا استعمال قطعی ناجائز ہے۔

مگر موجودہ دور کے مسلم معاشرے میں عالمی پیمانے پر شرک وخرافات کی بھرپور پذیرائی ہے اور شرکیہ اعمال کو خوب فروغ حاصل ہو رہا ہے، اور انہیں میں تعویذ گنڈوں کا شیوع اور گرم بازاری بھی ہے۔ مختلف صورتوں میں یہ کاروبار زوروں پر چل رہا ہے، جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں :

۱۔ بہت سے لوگ توحید کی حقیقت سے سراسر ناواقف ہیں، جہالت کی جڑیں مسلم معاشرے میں بہت گہری ہو چکی ہیں اور اس کے گوناگوں مظاہر سامنے آ رہے ہیں، شرک کی حقیقت اور اس کی قباحت وسنگینی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہو چکی ہے، اکثر لوگ تو یہ جانتے ہی نہیں کہ شرک ہے کیا ؟ بلکہ وہ وثنیات اور شرکیات ہی کو دین سمجھے بیٹھے ہیں، رسول گرامی علیہ السلام کی بعثت اور کتابوں کے نزول کا مقصد سراسر فوت ہو چکا ہے جو ان کے ابطال اور خاتمے ہی کے لئے بھیجے گئے تھے اور توحید خالص کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

---

[1] الملخص الفقهی للفوزان : ۱/ ۲۹۴۔

۲۔ مسلمانوں کی اکثریت نام نہاد اولیاء کے دامن سے وابستہ ہو چکی ہے ۔جو در حقیقت شیاطین کے اولیاء ہیں۔ یہی لوگ ان کا مرکز نگاہ بنے ہوئے ہیں، جسے کوئی حاجت پیش آتی ہے وہ اسی خودساختہ ولی کی طرف بھاگ کر جاتا ہے، اور قیمت چکانے کے بعد اس سے ایک تعویذ لے آتا ہے ۔اور یہی مال ہی ان فرضی اولیاء کا حاصل زندگی، بیت القصید، اور خلاصہ غزل ہے۔ ان جعلی پیروں کا جینا مرنا بس اسی لئے ہے کہ وہ لوگوں کا سرمایہ باطل کے ساتھ کھاتے رہیں اور اپنی جہنمی تجوریاں بھرتے رہیں۔

۳۔ فساد کی اس چنگاری کو ہوا دینے اور اسے شعلۂ جوالہ بنانے میں ان کتابوں کا بڑا ہاتھ ہے جو چند در چند باطل وضلال پر مشتمل ہوتی ہیں، بلکہ ان تعویذوں کے لئے خصوصی تالیفات اور مخصوص کتابیں بھی وجود میں آ چکی ہیں جن کی تعداد حیرت انگیز اور دام بالکل سستا ہے، یہ اپنی علمی بے وقعتی کی طرح قیمت میں بھی کمتر ہیں، لہٰذا کیچڑ میں پانی ڈالنے کے مصداق، ان کا پھیلاؤ وسیع تر ہے، اور یہ تمام لوگوں کی دسترس میں ہیں، اور ان میں موجود شرکیات پر عمل نہایت آسان ہے۔

اب آیئے ان تعویذوں کے کچھ نمونوں کا ایک سرسری جائزہ لے لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح شرکیات وخرافات کی بدبو سے معمور ہیں مگر اس کے باوجود عالم اسلام کا ایک بڑا طبقہ ان کا گرویدہ ہے۔ان ناجائز اور حرام تعویذوں کو اجمالی طور پر حسب ذیل انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

## نوع اول

## وہ تعویذیں جن میں بعض اسمائے مجہولہ اور شرکیہ اشعار پائے جاتے ہیں

عالم اسلام میں جو تعویذیں رائج ہیں ان میں وہ تعویذیں بھی ہیں جن میں کچھ مجہول ناموں کا ذکر آتا ہے۔اور جو شخص بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے دور ہو جاتا ہے اس کے اس طرح کی شرکیات میں ملوث ہو جانے میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، ایسے لوگ شعوری یا لاشعوری طور پر اسی انجام کو پہنچتے ہیں، اس قسم کی کچھ چیزیں حسب ذیل ہیں :

انہیں میں سے ایک قسم یہ ہے کہ : جو شخص حسب ذیل اسماء کو لٹکائے گا اسے کسی چیز کا خوف نہ ہوگا اور وہ اسماء ہیں : ''**خلعس دوس ملطوس ....**''[1]

---

① دیکھیے : كتاب الطب والحكمة المنسوب للسيوطي : ۲۳۸۔

- کہتے ہیں : جو شخص سواری سے بارش کو دور رکھنا چاہتا ہو اسے یہ عبارت لکھ لینی چاہیے :

''آهيا شراهيا ... ''①

- کچھ وہ تعویذیں جو شرکیہ اشعار پر مشتمل ہوتی ہیں :
- ان میں سے ایک تعویذ تو وہ ہے جو ام الصبیان کی اذیت سے محفوظ رکھنے کے لئے بچوں پر لٹکائی جاتی ہے۔②

یہ تعویذ لوگوں میں خوب متداول اور رائج ہے، کیونکہ اسے مستقل ایک کاغذ پر طبع کیا جاتا ہے اور مکتبات وغیرہ میں فروخت کی جاتی ہے، اسے سات سلیمانی عہود سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، اگر اسے غور سے دیکھا جائے تو اس پر کچھ سانپ بچھوؤں کی تصویریں بنی ہوتی ہیں اور کچھ دعائیں اور اشعار بھی لکھے ہوتے ہیں جن میں سے ایک حسب ذیل ہے :

نَبِيُّ الْهُدَى ضَاقَتْ بِيَ الْحَالُ فِي الْوَرَى
وَأَنْتَ بِمَا أَمَّلْتُ مِنْکَ جَدِيْرُ

اے نبی ہدایت ! مخلوق میں میرا حال پتلا ہے، اور میں آپ سے جس چیز کا امیدوار ہوں آپ اس کے سزاوار ہیں۔

مسلمانوں میں رائج بہت سی تعویذوں میں جو تحریریں لکھی ہوتی ہیں درحقیقت وہ غیر اللہ سے استغاثہ اور فریاد پر مشتمل ہوتی ہیں، جبکہ ایک مسلمان کو اس بات کا علم رکھنا چاہیے کہ ایسے امور میں غیر اللہ سے استغاثہ کرنا اور مدد مانگنا جس پر اللہ کے سوا اور کوئی قادر نہ ہو شرک ہے، کیونکہ یہ بھی دعا کی ایک قسم ہے اور دعا عبادت ہے، اسی لئے اس کا رخ غیر اللہ کی طرف موڑنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ

① دیکھیے : الأوفاق للغزالي : ۴۱ اور یہ اسماء جنوں کے ناموں میں سے ہیں۔ دیکھیے : إغاثة المظلوم فی کشف أسرار العلوم للطوخي : ۱۲۔

② أم الصبيان جنوں کی ایک زشت رو کھوسٹ بڑھیا ہوتی ہے جو بنی آدم کی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ دیکھیے : الطب والحكمة : ۲۱۹ اور ایسا ان کے زعم میں ہوتا ہے۔

يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴾ [یونس:۱۰۶-۱۰۷]۔

''اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے''۔

یہ آیت اس بارے میں صریح ہے کہ غیر اللہ سے دعا اور استغاثہ کرنا شرک اکبر ہے۔ [1]

## دوسری قسم

# مجہول تعویذیں

عالم اسلام میں رائج تعویذوں میں وہ مجہول تعویذیں بھی ہیں جن کے اندر صرف کچھ حروف اور نمبرات ہوتے ہیں، اور اسے فروغ دینے والے اس کا تعارف کراتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق حرف وطلسم کے علم سے ہے۔ ان میں سے جو تعویذیں حروف پر مشتمل ہوتی ہیں انہیں علم حرف سے متعلق بتایا جاتا ہے، اور اس کے متعلق ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اس میں مفرد ومرکب حروف کے خواص سے بحث کی جاتی ہے۔ اور اس کا تعلق فلک اور روحانیات سے ہے۔ اور ان باطل تعویذوں کے بنانے اور اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ایک خاص قسم کی دھونی اور خوشبوؤں کی حاجت ہوتی ہے، اور مبینہ طور پر اس کی تیاری اس طرح انجام پاتی ہے کہ نام کے متعدد حرفوں کو اسم حاجت کے ساتھ جمع کیا جاتا ہے اور انہیں مخصوص اوفاق [2] (خانوں) میں رکھا جاتا ہے، پھر کواکب، شیاطین اور لازمی خوشبوؤں اور دھونیوں کی مدد لی جاتی ہے، پھر صاحب طلب اسے لٹکا لیتا ہے۔ [3]

اور ان میں سے جو تعویذیں حسابی اعداد اور نمبرات پر مشتمل ہوتی ہیں وہ علم طلسم سے معروف ہیں، مزعومہ طور پر یہ ایک ایسا علم ہے جس کی تشکیل فلک، ستاروں کی روحانیات سے استعانت، عددوں کے اسرار اور لازمی خوشبو کی دھونی سے ہوتی ہے، پھر ان اعداد اور نمبروں کو معدنیات کے اجسام پر کندہ کیا جاتا ہے یا اوراق پر نقش کیا

---

① تیسیر العزیز الحمید للشیخ سلیمان : ۲۳۷۔

② وہ مثلث ومربع اور مسدس خانے جنھیں مخصوص طریقے اور ترکیب پر بنایا جاتا ہے اور اس کے لئے ان کے یہاں ضابطے بھی مقرر کئے گئے ہیں۔

③ دیکھیے : ذیل تذکرة أولی الألباب : ۸۸-۹۳۔

جاتا ہے۔[1] انھوں نے ہر کوکب کے لئے کچھ اعمال مقرر کر رکھے ہیں جو ان کے زعم باطل کے مطابق انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور اس پر بھی غور فرمائیے کہ یہ لوگ ان مجہول تعویذوں کو لکھتے وقت کون سی شرطیں رکھتے ہیں، غزالی صاحب اپنی کتاب الاوفاق میں فرماتے ہیں :

''اگر آپ زحل کے باب میں عمل کرنا چاہتے ہوں تب آپ کو اس بات کی حاجت پڑے گی کہ گندے اور نجس کپڑے زیب تن فرمائیں اور ناپاکی کی (مقدس) حالت میں ہوں۔[2]

جی ہاں ! یہی ان مجہول تعویذوں کی حقیقت ہے، شرک باللہ عزوجل اور مخبر ومظہر (ظاہر وباطن) کی نجاست۔ خواہ وہ علم حرف ہو یا طلسم دونوں کی حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے؛ کیونکہ وہ دونوں خاص اوفاق اور خاص شکلوں میں تیار کئے جاتے ہیں، اور دونوں میں کواکب اور ان کی مزعومہ روحانیت سے استعانت ہوتی ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مبینہ طور پر علم حرف کا موضوع حروف تہجی ہیں اور طلسم کا موضوع اعداد اور نمبروں کے اسرار ہیں۔

- ابا جاد لکھنے والوں اور ستاروں پر نگاہ رکھنے والے کچھ لوگوں کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

''ما أدرى من فعل ذلک ماله عندالله من خلاق''

''میں تو یہی جانتا ہوں کہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا''۔[3]

یہ لیجیے ان طلاسم کا شغف رکھنے والوں سے گفتگو کرنے والے ایک مشہور عالم کی شہادت بھی ملاحظہ فرمالیجیے، یہ بزرگ ہیں جناب ابن خلدون صاحب[4] فرماتے ہیں :

''طلسمات کا شغف رکھنے والی ایک جماعت سے میری ملاقات ہوئی، میں نے ان کے افعال کا مشاہدہ کیا، انھوں نے مجھے بتایا کہ ان کی ایک خاص توجہ اور خاص ریاضت ہے جو کفریہ دعاؤں اور جن وکواکب کی روحانیت کے شرک پر مشتمل ہوتی ہے''۔[5]

---

① دیکھیے : تذکرة أولي الألباب للأنطاكي : ٢/ ١٥٤-١٦٣ والفروق للقرافي : ٤/ ١١٢۔ ② الأوفاق للغزالي : ١٦۔

③ المصنف لعبد الرزاق ، باب الشهادة وغيرها والفخذ : ٢٦/١١ نمبر : ١٩٨٠٥ والسنن الكبرى للبيهقي -باب ماجاء فی كراهية اقتباس علم النجوم : ١٣٩/٨۔

④ یہ ہیں جناب عبدالرحمان بن محمد بن خلدون ابوزید اشبیلی مالکی صاحب، مورخ، علم الاجتماع کے متخصص اور صاحب تحقیق عالم ہیں، ۷۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۰۸ھ میں قاہرہ میں ان کی وفات ہوئی۔

⑤ دیکھیے : مقدمة ابن خلدون : ٢/ ٦٢٧۔

اگر بعض لوگوں کی کوئی مراد کبھی ان تعویذوں کے ذریعہ برآتی ہے تو وہ اس سے فریب کھا جاتے ہیں اور اسے جائز سمجھنے لگتے ہیں، یا ان کے بنانے والوں کی کرامت کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ اور اس بات پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے کہ یہ چیز نہ تو ان اشیاء کے جواز پر دلالت کرتی ہے نہ ان کے بنانے والوں کی کرامت پر، کیونکہ شیطان کے اولیاء کو بھی کبھی کبھی کچھ خوارق حاصل ہو جاتے ہیں، اور ان کے ہاتھوں کرشماتی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، اور یہ سب کرامت نہیں استدراج کے باب سے ہوتا ہے، اس لئے کہ کرامت صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہوتا ہے، اور بکثرت و بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ان شرکیہ تعویذوں سے ان کے استعمال کرنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، کیونکہ اس کی اساس شرک وضلال پر ہوتی ہے جن میں اصل ناکامی اور خسران ہے اور کبھی کبھی جو بظاہر ان سے فائدہ ہو جاتا ہے تو اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت اور ابتلا کا عمل کارفرما ہوتا ہے۔

- ممکن ہے اگر ان تعویذوں سے کسی کی کوئی مراد پوری ہو جائے تو وہ ان سے فریب کھا جائے اور اسے ان کے جواز کی دلیل بنالے، یا اسے ان تعویذوں کے بنانے والوں کی کرامت شمار کرنے لگے۔ حالانکہ ہم پہلے ہی اس بات کی وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ چیز ان اشیاء کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی ہے، نہ اس سے ان کے بنانے والوں کی کرامت پر استدلال کیا جا سکتا ہے؛ اس لئے کہ شیاطین کے کچھ اولیاء کو بھی بسا اوقات خوارق کا حصول ہوتا ہے اور ان کے ہاتھوں بھی اس طرح کی چیزیں انجام پا جاتی ہیں، مگر ان کا تعلق کرامت سے نہیں استدراج کے باب سے ہوتا ہے، اس لئے کہ کرامت تو بس اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبرداروں ہی کے ہاتھوں انجام پاتی ہے۔ اور بکثرت ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ تعویذیں بے سود ثابت ہوتی ہے اور انہیں لٹکانے والوں کو ان سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ہے؛ کیونکہ ان کی بنیاد ہی شرک وضلال پر ہوتی ہے، اسی سلسلے کا ایک اہم قصہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں بیان فرمایا ہے جو حسب ذیل ہے :

''مورخین نے بیان کیا ہے کہ کسریٰ کے علم ''درکش کاویان'' پر سیکڑے والے زرکار عددی نقش فلکی اوضاع کی رعایت سے بنائے ہوئے تھے جو ماہرین کے تیار کردہ تھے، مگر جس دن رستم قتل کیا گیا اور قادسیہ کے میدان میں فارسی قوم شکست سے دوچار ہو کر بھاگی تو وہ علم زمین پر پڑا ہوا تھا، اور جو نقش اس علم پر بنا ہوا تھا اس کے متعلق اہل طلسمات کا ماننا یہ تھا کہ وہ جنگوں میں کامرانی اور غلبے کے ساتھ مخصوص ہے، اور جس جھنڈے میں وہ نقش ہوگا یا جس کے ساتھ وہ علم ہوگا وہ ہرگز شکست سے دوچار نہیں ہو سکتا ہے''۔ [1]

---

[1] مقدمہ ابن خلدون : ۲/۶۲۹۔

اور شاعر نے کیا پیاری بات کہی ہے :

السَّيْفُ أَصْدَقُ أَنْبَاءً مِنَ الْكُتُبِ
فِيْ حَدِّهِ الْحَدُّ بَيْنَ الْجِدِّ وَ اللَّعِبِ

کتابوں (زائچوں) کی خبر سے سچی تلوار کی خبر ہوتی ہے، اور اسی کی دھار سے حقیقت اور تماشے کے درمیان فیصلہ ہوتا ہے۔ ①

ایسے ہی کسی کہنے والے کا یہ قول بھی ہے کہ :

''لَوْصَحَ الطِّلِسْمُ مَا احْتَجْنَا إِلَى الْأَجْنَادِ وَالْحَرَسِ''

''اگر واقعی طلسم اتنا موثر ہوتا تو ہمیں فوجوں اور دربانوں کی ضرورت نہ پڑتی''۔ ②

ذہن نشین رہے کہ جو لوگ ان تعویذوں پر فریفتہ ہیں انھوں نے ہر حاجت اور مراد کے لئے الگ الگ تعویذیں بنا رکھی ہیں جو اسی کے لئے خاص ہوتی ہیں.. اور وہ ان کے درمیان بڑے پیمانے پر شائع ہیں، اگر ان کی قباحت کا خیال نہ ہوتا تو ان کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی تھیں، مگر عاقل کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

## ● عصر حاضر کے بدلے ہوئے انداز :

اب دور جدید کے ترقی یافتہ معاشرے میں ان تعویذوں کے اطوار اور ڈھب بھی بدل گئے ہیں، ان تعویذوں کے لٹکانے والے بہت سے لوگ آج ان چمڑوں اور دھاگوں کو جوان کی گردنوں اور کلائیوں کا احاطہ کئے رہتے تھے اپنے شایان شان نہیں سمجھتے ہیں بلکہ ان سے خجالت محسوس کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا منظر ترقی یافتہ سماج اور جدید تمدن سے ہم آہنگ نہیں ہے، اس لئے اب اس طرح کے لوگ مذکورہ طلسمات کو سونے یا چاندی یا دیگر معدنیات کے ٹکڑوں پر کندہ کرا کے ان کا لاکٹ یا کنگن وغیرہ بنواتے ہیں اور انہیں کو زیب گلو کرتے ہیں یا کلائیوں میں ڈال لیتے ہیں یا انگشتریوں میں نقش کرا کے انگلیوں کی زینت بنا لیتے ہیں، جی ہاں ! شیطان نے اپنے اولیاء کے ذہنوں میں یہ خبیث تصور ڈالا اور انھوں نے بڑی کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اسے قبول کر لیا ہے، اسماء اور شکلیں چاہے جتنی بدل گئی ہوں مگر حقائق مضبوط چٹانوں کی طرح اپنے مقام پر باقی ہیں۔ اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ پرانے طریقے یکسر متروک ہو چکے ہیں بلکہ عوام کی اکثریت آج بھی اسی پرانی روش پر گامزن ہے کیونکہ اس کے پاس امیرانہ چونچلوں کے لئے سرمایہ نہیں ہے۔

---

① ديوان ابى تمام بشرح التبريزي : ۱/۴۳۔

② الآداب الشرعية لابن مفلح : ۲/۴۵۵۔

**خلاصہ یہ ہے کہ :** یقیناً اس طرح کی تعویذوں کی بنیاد شرک باللہ اور جادوئی اعمال پر ہوتی ہے۔

## تیسری قسم

## وہ تعویذیں جن میں درحقیقت کوئی نفع نہیں ہوتا ہے۔

## (یعنی پتھر، گھونگھے، کوڑیاں اور اسی جیسی چیزیں)

دور جاہلیت کی تعویذوں کے متعلق تفصیلات کے ضمن میں یہ بھی پیش کیا جاچکا ہے کہ وہ لوگ پتھر، کوڑیاں اور دھاگے وغیرہ لٹکایا اور باندھا کرتے تھے جن میں درحقیقت نہ کوئی نفع ہوتا ہے نہ نقصان [1]، اور بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ یہ چیزیں مسلمانوں میں بھی منتقل ہوگئی ہیں اور نمایاں طور پر ان کے معاشروں میں شائع ہیں جن کی شکلیں حسب ذیل ہیں :

۱۔ پتھروں اور کوڑیوں وغیرہ کا بچوں اور گاڑیوں وغیرہ پر لٹکانا۔ ۲۔ گاڑی کے آگے یا پیچھے چھوٹا سا جوتا لٹکانا۔ ۳۔ دکان کے اگلے حصے میں گھوڑے کا نعل لٹکانا۔ ۴۔ گاڑیوں یا گھروں میں کچھ حیوانات کے مجسمے رکھنا۔ ۵۔ گاڑیوں اور دکانوں پر لیموں اور مرچیں لٹکانا۔

یہ چیزیں ہم آپ اپنے معاشرے میں کھلے طور پر دیکھتے ہیں اور علامہ البانی اور ان جیسے دیگر علماء نے بھی اس طرح کی بہت سی اشیاء کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ [2]

- مسلمانوں کے درمیان موجود بہت سی کتابوں نے بھی ان ضلالتوں کی نشر واشاعت میں بڑا کردار ادا کیا ہے، اور ان میں سے کچھ چیزیں یہاں بیان کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیے :

۱۔ یاقوت کو جو ایک طرح کا سامان آرائش ہے زہر اور بلاؤں کے خلاف ایک زبردست تعویذ تسلیم کیا جاتا ہے، اور ایسا ہی اعتقاد عقیق، سنگ سلیمانی، زبرجد، موتی، مونگے، زمرد، ہیرے اور فیروزے وغیرہ کے متعلق بھی پایا جاتا ہے۔ [3]

---

① یعنی مادی فائدہ یا نقصان ورنہ معنوی طور پر عقیدے کا زبردست نقصان ہے۔

② دیکھیے : سلسلة الاحاديث الصحيحة للألباني : ۱/ ۵۸۵ ، نمبر : ۸۱۰۔

③ دیکھیے : عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات للقزويني: ۱۳۹-۱۶۱ ، وخريدة العجائب وفريدة الغرائب لابن الوردی : ۱۶۲-۱۷۰ ، وتذكرة أولي الألباب والجامع للعجب العجاب للأنطاكي: ۱۱۷-۱۲۰ ، والخرافات هل تؤمن بها لسمير شيخاني: ۹۴-۹۷۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ اشیاء اگر زیب وزینت کے لئے استعمال کی جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، مگر جب اس کے ساتھ یہ اعتقاد جڑ جائے کہ ان میں سے ہر ایک کا مخصوص قسم کے خطروں اور بلاؤں کے دفع کرنے میں ایک خاص فائدہ ہے تو اس باطل اعتقاد کی وجہ سے ان کا استعمال حرام ہو جاتا ہے ورنہ بذات خود ان میں حرمت نہیں پائی جاتی ہے۔

۲۔ اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ حیوانات کے بعض اجزاء کا حصول منفعت یا دفع مضرت میں کچھ اثر ہوتا ہے، مثلا:

- **گیدڑ :**

اس کے متعلق یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ جو شخص نظر بد سے خائف ہو اگر وہ اس کی دائیں آنکھ اپنے اوپر لٹکا لے تو اس سے مامون ہو جائے گا اور اسے کسی بھی نظر لگانے والے کی نظر نہیں لگے گی۔ ①

- **کوا :**

کوے کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ اگر اس کی چونچ کسی انسان پر لٹکا دی جائے تو وہ نظر بد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ ②

- **بھیڑیا :**

اگر بھیڑیئے کی آنکھ کسی صرع کے (دماغی دورے یا آسیب زدہ) مریض کے اوپر لٹکا دی جائے تو وہ اس کے دوروں سے اسے محفوظ کر دیتی ہے۔ ③

- **لومڑی :**

اگر لومڑی کا ناب (نوکیلا دانت) ریح الصبیان میں مبتلا کسی بچے کو باندھ دیا جائے تو اس کی وہ تکلیف جاتی رہتی ہے اور وہ نیند میں گھبرانے اور خوفزدہ ہونے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ ④

ایسے ہی دیگر بہت سارے باطل اعتقادات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے۔ بس جاہلوں کے مزعومہ مجربات اور خانہ ساز توہمات ہیں جنھیں مسلمات کی طرح فروغ حاصل ہوا ہے۔

- **حافظ حکمی صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ :**

''بہت سے لوگوں میں آج بھی یہ خرافات رائج ہیں، بھیڑیوں کی آنکھوں، لکڑبگھوں کے دانتوں، گدھوں کی

---

① ۔ ④ دیکھیے : حياة الحيوان الكبرى للدميري: ۱/۱۵۲ ، ۲۵۵ ، ۳۵۶ ، ۵۱۹۔

ہڈیوں کے متعلق ان کے اعتقاد کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے جن کے متعلق ان کا ماننا ہے کہ جو انہیں لٹکالیتا ہے وہ نظر بد سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی قبروں کی مٹی کے بارے میں بھی شفا کا اعتقاد رکھتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اس کا استعمال کرتے ہیں، کوئی اسے اپنے جسم پر ملتا ہے، کوئی ان پر ایسے لوٹ لگاتا ہے جیسے چوپائے لوٹتے ہیں، کوئی اسے پانی میں گھول کر اس سے نہاتا ہے، اور کوئی اس پانی کو پی جاتا ہے"۔ ①

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ مجرد تحریریں نہیں ہیں، بلکہ شیاطین کے اولیاء نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور انہیں مسلمانوں کی صفوں میں رائج کردیا ہے۔ جس کے نتیجے میں ان کے دل ایسی چیزوں کے ساتھ مربوط ہوچکے ہیں جو کسی صورت اپنے اندر نفع نقصان کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں، اور اس مالک حقیقی سے منہ موڑ لیا جو واقعی نفع نقصان کا اختیار رکھتا ہے"۔

## چوتھی قسم

## وہ تعویذیں جن میں کچھ قرآن بھی پایا جاتا ہے

عالم اسلام میں جن تعویذوں کا دور دورہ ہے اور جن سے بہت سے مسلمان فریب کھائے ہوئے ہیں وہ تعویذیں بھی ہیں جن میں کچھ قرآن بھی پایا جاتا ہے، اور شیاطین کے اولیاء کی یہی عادت ہے کہ وہ القائے شیطانی سے اپنے باطل میں تھوڑے سے حق کی آمیزش کرکے اسے فروغ دیتے ہیں، کیونکہ انہیں اس حقیقت کا اچھی طرح احساس ہے کہ حق مقبول ہوتا ہے۔ اس لئے جب آپ ان کے پاس آمدورفت رکھنے والے افراد سے پوچھیں جو ان کی بنائی ہوئی تعویذیں لٹکاتے ہیں تو وہ یہی کہیں گے کہ جناب ان میں تو قرآن لکھا ہوا ہے۔

جی ہاں ! یہ سچ ہے کہ ان میں کچھ قرآن بھی لکھا ہوتا ہے، مگر ان میں جو باطل ہوتا ہے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے، اور ان تعویذوں کی صورتیں متعدد اور مختلف ہوتی ہیں، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

ا۔ کسی سورت یا آیت کا لکھنا اور بتکرار متعدد بار مختلف شکلوں میں لکھنا، چنانچہ یہ لوگ اول سورت کو آخر میں کردیتے ہیں اور آخر کو اول میں۔

اور کبھی سورت یا آیت کو حروف مقطعات کی شکل میں لکھتے ہیں، ہر حرف کو الگ الگ تحریر کرتے ہیں، اور اس

① دیکھیے : معارج القبول للشيخ حافظ حكمي: ۱/ ۳۸۵۔

بات کے مدعی ہوتے ہیں کہ اس ہیئت پر اس میں وہ خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے جو دیگر ہیئتوں میں نہیں ہوتی ہے [1]، نیز ان کی تحریر میں ستاروں کے احوال کی بھی رعایت ہوتی ہے [2] اور اس طرح کی تعویذوں کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، گو وہ قرآن ہی سے کیوں نہ بنائی گئی ہوں کیونکہ اسے اس طور پر نہیں لایا گیا ہے جس طور پر وہ نازل ہوا تھا، اور ان کی تیاری کے وقت کواکب کے احوال کی رعایت اس پر مستزاد ہے۔

۲۔ اور اس صورت سے بھی زیادہ حرمت میں شدید وہ شکل ہے جس میں سورت اس طرح لکھی جاتی ہے کہ اس کے کچھ الفاظ حذف کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی جگہ پر دیگر کلمات لکھ دیئے جاتے ہیں جو قرآن کے الفاظ نہیں ہوتے ہیں، اور اسی قبیل کی ایک تعویذ وہ بھی ہے جسے ''حجاب قرینہ'' کہا جاتا ہے، اس میں انھوں نے سورۂ فیل میں عجب تصرف اور تبدیلی کا عمل کیا ہے، آپ بھی ملاحظہ فرمایئے :

**''ألم تركيف فعل ربک بالقرينة، ألم يجعل كيد القرينة في تضليل، و أرسل على القرينة طيرا أبابيل، ترميهم بحجارة من سجيل، فجعل القرينة كعصف مأكول''** [3]

اللہ کی پناہ ! یہی تحریف، تبدیلی اور اللہ کی آیتوں کے ساتھ تلاعب ہے، تعویذوں کو فروغ دینے والوں کی جرأت اس حد تک پہنچ گئی ہے۔ اور جو لوگ دنیا کے متاع حقیر وقلیل کے بدلے آخرت کو فروخت کر دینے والے ہوں ان سے اس طرح کی تعویذیں بنانا کچھ تعجب خیز اور مستغرب نہیں ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی اس آیت کو بھی کب خاطر میں لانے والے ہیں !

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ ٱلْكِتَٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ ٱللَّهِ لِيَشْتَرُوا۟ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ﴾ [البقرة:۷۹]۔

''ان لوگوں کے لئے ''ویل'' ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف کی کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں، ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کو ویل (ہلاکت) اور افسوس ہے''۔

---

① دیکھیے : معارج القبول للحكمي : ۱/۴۶۸۔

② دیکھیے : شموس الأنوار للتلمساني المغربي : ۲۸۔

③ دیکھیے : السنن والمبتدعات للقشيري : ۳۳۲۔

# مذکورہ ہمہ اقسام کی تعویذوں کا حکم

اگر کسی بھی شخص نے مذکورہ بالا کسی بھی چیز کے ساتھ خود کو یہ عقیدہ رکھتے ہوئے مربوط کیا کہ وہ اس کی حمایت کرنے والی اور اس کی تکلیفوں کو دور کرنے والی ہے تو یہی شرک اکبر ہے، کیونکہ اس میں شرک فی الربوبیت ہے، اس لئے کہ اس میں خلق وتدبیر میں اللہ کے ساتھ ایک اور شریک کا اعتقاد رکھا جاتا ہے اور اس میں اس اعتبار سے شرک فی العبودیت بھی ہے کہ اس چیز کو الوہیت کا حق عطا کر دیا جاتا ہے اور اس کے نفع کی لالچ اور امیدواری کے ساتھ دل کو اسی کے ساتھ وابستہ کر لیا جاتا ہے۔

اور اکثر لوگ جو ان اشیاء کو لٹکاتے یا باندھتے ہیں وہ ہمارے مشاہدے کے مطابق انہیں تعویذوں پر ہی توکل کر بیٹھتے ہیں، خیر کے حصول اور دفع مضرت میں انہیں کے سہارے جیتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ تعویذیں نہ ہوں تو وہ بلاؤں کا چارہ بن جائیں اور نظر بد کی لپیٹ میں آ جائیں، اگر ان کے اندر یہ باطل اعتقاد نہ ہوتا تو وہ ہرگز انہیں لٹکاتے نہ ان سے وابستہ ہوتے، اور یہ چیز بالکل معروف اور ظاہر ہے کہ جو ان کا معتقد نہیں ہوتا ہے وہ انہیں لٹکاتا ہے نہ انہیں پسند ہی کرتا ہے۔

- اور اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ صاحب ! میں تو اس بات کا اعتقاد رکھتا ہوں کہ رفع دفع کرنے والا تو تنہا اللہ ہی ہے مگر میرا ماننا یہ ہے کہ یہ اشیاء ان اسباب کے زمرے میں آتی ہیں جن سے بلاؤں کو دور کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ :

اسباب کے طور پر صرف انہیں چیزوں کا استعمال جائز ہے جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے مشروع کیا ہے، اور جو جائز اسباب ہیں ان میں بھی بھروسہ اور اعتماد اسباب پر نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں اس کی وضاحت کر آئے ہیں۔

لہٰذا اب ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا مذکورہ اشیاء جائز اسباب کے زمرے میں آتی ہیں ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول نے تو انہیں حرام ٹھہرایا ہے، لہٰذا جس نے انہیں اسباب میں شمار کیا اس نے ایک غیر شرعی سبب کو سبب ٹھہرایا ہے جو سراسر زیادتی اور سرکشی ہے۔

لہٰذا یہ بات صاف ہے کہ اس اعتقاد کے ساتھ ان تعویذوں کا لٹکانا حرام ہے اور اس کا فاعل آثم و گنہگار ہے۔

اور لٹکانے کا یہ عمل جملہ وسائل شرک میں سے ہے، اس لئے کہ یہ ناگزیر ہے کہ ان کے لٹکانے والوں کا دل ان سے وابستہ ہو جائے، اور یہ شرک اصغر ہونے کے ساتھ شرک اکبر کا وسیلہ ہے۔ ①

تب ایک مسلمان کو کب سزاوار ہے کہ وہ ایسی اشیاء اپنے اوپر لٹکائے جن پر ادنی سے ادنی حکم شرک اصغر کا لگایا جاتا ہے۔ جی ہاں صاحب دیکھیے گا ! آپ ہلاکت کی کگار پر کھڑے ہیں، ہم نے آگاہ کر دیا حق اخوت ادا کر دیا، خیر خواہی کے تقاضے پورے کر دئے، اب ذمہ داری آپ کی ہے، اس گڑھے میں گرنے سے پہلے خود کو بچا لیجیے، اور اپنے دل کا رشتہ اپنے اللہ سے جوڑ لیجیے جو واقعی آپ کے نفع ونقصان کا مالک ہے اور اپنے اس اختصاص میں وحدہ لاشریک ہے۔

اس بات پر جتنا افسوس کیا جائے اور جتنی بار اسے دہرایا جائے کم ہے کہ سارا عالم ان تعویذوں سے وابستہ اور ان پر فریفتہ ہے، جس کی وجہ سے شرک کی گرم بازاری ہے، عقیدۂ توحید بری طرح مجروح ہے، درست اعتقاد ہمہ وقت خطرات اور فتنوں سے دوچار ہے، اور یہ صورت حال صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ امت کی اکثریت صراط مستقیم اور راہ کتاب وسنت سے دامن کش اور گریزاں ہے، شرک وبدعات اور خرافات کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی ہے، اس کی گردن میں چمڑے، دھاگے اور معدنوں سے بنی تعویذوں کی غلامی کا پٹہ ڈالا ہوا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ آخری حد تک بودی اور کمزور ہو چکی ہے کہ ایسے بے بنیاد سہاروں پر جی رہی ہے اور اس نے اپنا رشتہ چمڑوں اور دھاگوں سے استوار کر لیا ہے اور انہیں کو اپنے دل کا کعبہ بنا رکھا ہے، اللہ عزوجل سے اس کی دوری بے انتہا بڑھ چکی ہے، اس سے تعلق قریب قریب ٹوٹ چکا ہے، اس غفلت اور پسماندگی کے ساتھ افاقہ کی سکت کہاں رہ جاتی ہے؟ آخر یہ قوم اعداء کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے جو اس کے گھروں میں اسے ذلیل کر رہے ہیں، ایک ایک کر کے تمام اسلامی حرمتیں پامال کئے جا رہے ہیں اور مقدسات کو بے آبرو کر کے چھوڑا ہے ؟

ہاں برادر ! یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس امت کی طاقت اس کے عقیدے کی پختگی اور صلابت میں ہے کیونکہ یہی اس کا حقیقی اسلحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

---

① دیکھیے : الزواجر عن اقتراف الكبائر للهيتمي : ١٦٦/١ ، وحاشية السندي على سنن النسائي : ١١٢/٧ و تيسير العزيز للشيخ سليمان : ١٥٤ ، ١٥٨ ، ١٦٢ ، والتوضيح عن توحيد الخلاق للشيخ سليمان : ٢٦٩-٢٧١ ، وقرة عيون الموحدين للشيخ عبدالرحمن حسن : ٦٦ ، والبيان الأظهر في الفرق بين الشرك الأصغر والأكبر للشيخ عبدالرحمن أبي بطين : ٣ ، والقول السديد في مقاصد التوحيد للشيخ عبدالرحمن السعدي : ٣٥-٣٧ ، و معارج القبول للحكمي : ٤٧٢/١ ، ومجموع فتاوى الشيخ عبدالعزيز بن باز : ٢٠٩۔

﴿إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ [محمد:7]۔

''اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا''۔

قلوب واذہان کو شرک وبدعات اور خرافات کے شائبوں سے پاک صاف رکھنا شریعت اسلامیہ کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے، تب اے امت اسلام! اے خیر امت جسے ساری دنیائے انسانیت کے لئے برپا کیا گیا تھا! غیر اللہ کے لئے یہ بے تحاشا انکساری اور خواری کب تلک؟ للہ بیدار ہو جاؤ اور اپنے صاف ستھرے دین اور خالص اسلام کی طرف واپس چلے آؤ، جس میں تمہاری کامرانی اور نجات کی ضمانت ہے، توحید میں اخلاص پیدا کرو اور حقیقت میں اللہ کو وحدہ لاشریک جانو؛ کیونکہ یہی اساس اور بنیاد ہے، اور جب بنیاد مضبوط ہوتی ہے تو عمارت پر خطرہ نہیں منڈلاتا ہے، بس گرہ سے باندھ لو بھائی کہ امت اسلامیہ کی نجات وحیات اسی کی تکمیل پر منحصر ہے، اللہ کرے وہ وقت جلد آجائے بیشک اللہ تعالیٰ بلند وبالا، قادر وقدیر اور سمیع ومجیب ہے۔

# قرآنی تعویذیں جن کے متعلق علماء کا اختلاف ہے

عالم اسلام میں رائج تعویذوں میں وہ تعویذیں بھی ہیں جو بعض قرآنی آیات اور ماثور دعاؤں پر مشتمل ہوتی ہیں، جن کی مختلف شکلیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

- اوراق میں لکھ کر انہیں چمڑے کے چھوٹے سے ٹکڑے میں رکھ کر سل دیا جاتا ہے یا کسی اور طریقے سے بند کر کے تعویذ بنا لیا جاتا ہے یا کسی معدنی ظرف میں رکھ کر لٹکا لیا جاتا ہے۔
- بڑی ہی چھوٹی سائز کے قرآن طبع کرا کے انہیں بغرض تعویذ فروخت کیا جاتا ہے، کچھ لوگ اسے گردن میں لٹکا لیتے ہیں، اور کچھ لوگ لٹکائے بغیر ہی اسے اپنے پاس رکھتے رہتے ہیں۔
- سونے یا چاندی[1] یا کسی دیگر معدنی چیز پر قرآنی آیات کو لکھوا کر بچوں یا بڑوں کی گردن پر لٹکایا جاتا ہے یا گاڑیوں وغیرہ پر لٹکا دیا جاتا ہے، یا فریم کرا کے لگا دیا جاتا ہے، یا دیگر صورتیں بھی اختیار کی جا سکتی ہیں۔

اس طرح کی تعویذوں کے متعلق جن میں قرآنی آیات یا صحیح طور پر وارد ماثور دعائیں ہی ہوتی ہیں، علماء کا اختلاف ہے کہ انہیں لٹکانا جائز ہے یا نہیں۔

[1] مردوں کے لئے سونے چاندی پہننا یا لٹکانا مطلق حرام ہے۔

# قائلین جواز اور ان کا موقف

## پہلا قول جواز کا ہے :

صحابہ میں یہ قول حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، تابعین میں سعید بن مسیب اس کے قائل بتائے جاتے ہیں، امام مالک، اکثر شوافع اور کچھ احناف سے بھی مروی ہے، اور اسی کی ایک روایت امام احمد سے بھی ہے، اس قول کا مستند حسب ذیل ہے :

۱۔ وہ تمام صحیح دلائل جو قرآن سے رقیہ کے جواز پر دلالت کرتے ہیں ان سب کو انھوں نے اپنی دلیل قرار دیا ہے، کہتے ہیں کہ قرآن کا لٹکانا بھی مریض پر قرأت جیسا ہی ہے۔

۲۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی وہ روایت جو انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا :

''إِذَا فَزِعَ أَحَدُكُمْ فِي النَوْمِ فَلْيَقُلْ : "أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ" فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ ، وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمَرٍو يُعَلِّمُهَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِهِ وَمَنْ لَّمْ يَبْلُغْ مِنْهُمْ كَتَبَهَا فِيْ صَكٍّ ثُمَّ عَلَّقَهَا فِيْ عُنُقِهِ''

جب تم میں کا کوئی شخص سوتے میں گھبرا اٹھے تو اسے پڑھنا چاہیے :

"أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ"

''میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں اس کے غضب سے، اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے، شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

ایسا کرنے پر وہ (خواب) اسے کچھ بھی نقصان نہ پہنچائے گا''۔ حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے سمجھدار بچوں کو یہ دعا سکھا دیا کرتے تھے، اور جو سمجھدار نہ ہوتا اسے ایک دفتی میں لکھ کر اس کی گردن میں لٹکا دیا کرتے تھے''۔ ①

---

① ترمذی نے سنن میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حدیث حسن غریب ہے ۵/۵۴۱ حدیث نمبر (۳۵۲۸)، ابوداود (۳۸۹۵)، احمد (۶۶۹۶) شعیب ارناؤط کی تعلیق ہے کہ حدیث تحسین کا احتمال رکھتی ہے جبکہ یہ اسناد ضعیف ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے ۷/۳۷۹، حاکم (۲۰۱۰) حدیث کو البانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو... لٹکا دیا کرتے تھے کہ اضافے کے بغیر حسن قرار دیا ہے اور اس اضافے کو ضعیف ٹھہرایا ہے، دیکھئے : صحیح الترغیب والترهيب ۲/۱۲۰ حدیث نمبر (۱۶۰۱) ، ضعیف الترغیب والترهيب ۱/۲۴۸، نمبر (۹۹۱)۔

۳- وہ روایت جو حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ قرآن لٹکانے کا حکم دیا کرتے تھے، اور فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ①

## تعویذوں سے ممانعت والی احادیث کا جواب

● تعویذیں لٹکانے کی ممانعت والے نصوص کا جواب انھوں نے یہ دیا ہے کہ وہ سب جاہلیت کی معروف تعویذوں کوڑیوں، نگینوں اور دھاگوں اور انہیں جیسی چیزوں پر محمول ہیں اور قرآنی آیتوں کے حکم میں اچھی اور صحیح دعائیں بھی شامل ہیں۔ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں: اور نھی کی جو باتیں مروی ہیں وہ سب جاہلیت کے رقیوں پر محمول ہیں کیونکہ وہ لوگ کفریہ الفاظ سے رقیہ کیا کرتے تھے، اور ابن مسعود نے جو حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا: ''رقیے، تعویذیں اور محبت پیدا کرنے کی تعویذیں شرک ہیں'' تو وہ اسی پر محمول ہیں جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ ②

## قائلین جواز میں اختلاف

قرآنی تعویذوں کے جواز کے قائلین میں سے کچھ لوگوں نے تو اسے مطلقاً جائز بتایا ہے، جبکہ کچھ لوگوں نے جواز کو بچوں پر اور بیماری کے لاحق ہونے کے بعد مریض پر لٹکانے کے ساتھ مقید کیا ہے، اور بلاء کے نزول سے پہلے لٹکانے سے منع کیا ہے، اور یہ بات حسب ذیل نصوص اور آثار میں واضح ہے :

۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے :

''لَيْسَتِ التَّمِيْمَةُ مَا تُعلِّقَ بِهٖ بَعْدَ الْبَلَاءِ إِنَّمَا التَّمِيْمَةُ مَا تُعلِّقَ بِهٖ قَبْلَ الْبَلَاءِ''

''تمیمہ وہ نہیں ہے جسے بلاء کے بعد لٹکایا جائے بلکہ تمیمہ وہ ہے جسے بلاء سے پہلے لٹکایا جائے''۔ ③

کچھ ان لوگوں نے بھی اس روایت کو دلیل ٹھہرایا ہے جو مطلق قرآن لٹکانے کے جواز کے قائل ہیں ④ حالانکہ یہ

---

① بیہقی نے السنن الکبری میں روایت کیا ہے ۳۵۱/۹ نمبر : ۱۹۳۹۶۔

② البحر الرائق شرح كنز الدقائق لزين الدين ابن نجيم الحنفي ۲۳۷/۸۔

③ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے مگر انھوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے ۲۴۲/۴، حدیث نمبر : ۷۵۰۶ السنن الكبرى للبيهقى مذيل بالجوهر النقى ۳۵۰/۹ نمبر : ۲۰۰۹۲۔

④ مثلاً بعض مالکیہ، دیکھئے : الثمر الداني في تقريب المعاني رسالة ابن ابى زيد القيرواني لصالح بن عبدالسميع الأبى الأزهرى ص ۷۱۲۔

واضح طور سے تفریق پر دلالت کرتی ہے کہ جو بیماری سے پہلے ہے -اس سے روکا جائے گا- اور جو بیماری کے بعد ہو جسے رقیہ سے تشبیہ دینا ممکن ہو گا وہ جائز ہو گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مطلق جواز کی قائل نہیں تھیں، اسی لئے ان سے وارد ہوا ہے کہ وہ ان چیزوں کو ناپسند کرتی تھیں جو عورتیں اپنے اوپر اور اپنے بچوں پر لٹکایا کرتی تھیں۔ ①

۲- احناف میں سے ابوجعفر طحاوی تعویذیں لٹکانے کی نہی کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک -واللہ اعلم- اس صورت پر محمول ہے جب اسے نزول بلا سے پہلے دفع بلاء کے لئے لٹکایا جائے، اور یہ کام اللہ عزوجل کے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا ہے، اسی لئے اس سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ شرک ہے، مگر جو نزول بلاء کے بعد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ علاج ہے، اور یہی بات بعینہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ ②

**۳- امام مالک فرماتے ہیں :**

صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث اور اسی جیسی دیگر کی وجہ سے نظر لگ جانے کے ڈر سے بنی آدم یا چوپایوں کی کسی بھی جگہ پر کسی بھی لٹکانے والی چیز کو لٹکانا جائز نہیں ہے، ③

مراد ہے حدیث :

**''لا تبقين في رقبة بعير قلادة من وتر أوقلادة إلا قطعت''**

''کسی بھی اونٹ کی گردن پر کوئی تانت کی مالا یا مالا نہ چھوڑی جائے اسے کاٹ دیا جائے''۔ ④

- اور مالک نے یہ بھی فرمایا کہ مریضوں کی گردن پر ان تحریروں کے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے جن پر اللہ کا نام لکھا ہو، ان میں سے مکروہ اسے ٹھہرایا ہے جس کا مقصد نظر بد کو دور رکھنا ہو۔ ⑤

- امام صاحب رحمہ اللہ کا کلام مرض سے پہلے اور مرض کے بعد لٹکانے کے درمیان تفریق کے سلسلے میں بالکل واضح ہے، اور اس کی تائید مالکیہ کے کلام سے بھی ہوتی ہے جو ابن عبدالبر نے تعویذ لٹکانے کی نہی کے وقت فرمایا: اور یہ سب اس صورت میں ہے جب وہ اپنی گردن میں کوئی تحریر لٹکائے یا خود اپنا یا دوسرے کا رقیہ اس لئے کرے تا کہ اسے بیماریاں لاحق نہ ہوں، اور وہ تمام باتیں جو علی، حذیفہ، عقبہ بن عامر اور سعید بن جبیر وغیرہ سے قرآن اور تمام تعویذیں

---

① الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار لأبى عمر يوسف بن عبدالله بن عبدالبر النمرى القرطبي٣٧٩/٨۔

② شرح معانى الآثار للطحاوي : ٣٢٥/٤ حدیث نمبر : ٦٦٦١۔

③ الاستذكار لأبى عمر ابن عبدالبر : ٣٩٧/٨۔

④ بخاری : ٢٨٤٣ ، مسلم : ٥٦٧١۔

⑤ الاستذكار : ٣٩٧/٨۔

لٹکانے اور رقیوں کی کراہت کے متعلق وارد ہوئی ہیں تو اس سے مراد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ (حوالہ مذکور ۸/۴۰۵)
یعنی بیماری کے نزول سے پہلے ممانعت کا اور نزول کے بعد علاج کے طور پر جواز کا جو ذکر کیا ہے وہ مراد ہے۔

۴۔ امام احمد بن حنبل کے ایک بڑے شاگرد میمونی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس سے سنا جس نے ابوعبداللہ -یعنی امام احمد- سے نزول بلاء کے بعد تعویذوں کے لٹکانے کے متعلق سوال کیا تھا تو انھوں نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہ ہو، اور خلال بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے -یعنی امام احمد نے- نزول بلاء کے بعد بخار کے لئے لکھا تھا، اور کراہت تو نزول بلاء سے پہلے لٹکانے میں ہے، عمل اسی پر ہے، انتہی [1]

# مانعین جواز اور ان کا موقف

## دوسرا قول: تحریم کا ہے:

یہی قول عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، حذیفہ (رضی اللہ عنہم) اور سلف کی ایک جماعت ابراہیم نخعی وغیرہ سے معروف ہے، یہی قول کچھ احناف اور کچھ شوافع [2] کا بھی ہے اور احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے، ان کے اصحاب میں سے بہت سے لوگوں نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور متاخرین نے بھی اسی کا فیصلہ کیا ہے۔ [3]

- **اس سلسلے میں وارد آثار حسب ذیل ہیں:**

**۱۔ ابراہیم نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:**

"أَنَّهُ كَرِهَ تَعْلِيْقَ شَيْئٍ مِنَ الْقُرْآنِ" "وہ قرآن سے کچھ بھی لٹکانے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے"۔ [4]

**۲۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے وارد ہے کہ انھوں نے فرمایا:**

"كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ التَّمَائِمَ كُلَّهَا، مِنَ الْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقُرْآنِ"

"وہ لوگ تمام قسم کی تعویذوں کو خواہ وہ قرآن سے ہوں یا غیر قرآن سے ناپسند فرمایا کرتے تھے"۔ [5]

---

① تصحیح الفروع لعلاء الدین علی بن سلیمان المرداوی، حاشیہ علی الفروع لابن مفلح المقدسی ۳/۲۴۹۔

② اسنی المطالب فی شرح روض الطالب لزکریا الانصاری: ۱/۶۱۔

③ حاشیة الروض المربع شرح زاد المستنقع لعبدالرحمان بن محمد بن قاسم النجدي: ۱/۱۲۹۔

④ مصنف ابن ابی شیبة: ۷/۳۷۳، (۲۳۹۳۰)۔

⑤ مصنف ابن ابی شیبة: ۷/۳۷۳، نمبر: ۲۳۹۳۰۔

● لوگ سے ان کی مراد اصحاب عبداللہ بن مسعود: علقمہ، اسود ابو وائل، حارث بن سوید، عبیدہ سلمانی، مسروق، ربیع بن خثیم اور سوید بن غفلہ وغیرہ ہیں اور یہ سب سادات تابعین میں سے ہیں، اور یہ صیغہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ انہیں کے اقوال نقل کرتے وقت استعمال کیا کرتے ہیں جیسا کہ عراقی وغیرہ حفاظ نے بیان فرمایا ہے۔ ①

۳۔ اسحاق بن منصور فرماتے ہیں: میں نے احمد بن حنبل سے کہا: کیا آدمی قرآن کی کوئی چیز لٹکا سکتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: لٹکانا سب کا سب مکروہ ہے۔ ②

۴۔ کوفی فقیہ مغیرہ بن مقسم فرماتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی سے عرض کیا: میں اپنے بازو پر یہ آیت :

﴿يَٰنَارُ كُونِي بَرۡدٗا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ﴾ [الانبیاء:۶۹]۔

''اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا''۔

بخار کے لئے جو مجھے لاحق ہے لٹکا لوں؟ تو انھوں نے اسے مکروہ گردانا۔ ③

### ۵۔ شوافع میں سے ابن صلاح فرماتے ہیں :

''تعویذیں مکروہ ہیں اور اختیار یہی ہے کہ انہیں لٹکانا ترک کر دیا جائے''۔ ④

● ان کی مراد قرآن کی چیزیں لٹکانا ہے، ورنہ صرف کراہت کے لفظ پر اکتفا نہ کرتے، اسی طرح ان کا یہ فرمایا کہ اختیار یہی ہے اختلاف کے اعتبار کی طرف اشارہ کرتا ہے، اس لئے اس کی دلالت یہی ہے کہ جو قرآن سے ہو وہ مراد ہے۔

## قرآنی تعویذیں لٹکانے کے مانعین اپنے مسلک پر حسب ذیل دلائل پیش کرتے ہیں :

۱۔ ان ثابت شدہ احادیث کی نہی کا عموم جو تعویذیں لٹکانے کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں، کیونکہ ان کے عموم کا مخصص کوئی نہیں ہے۔ ان احادیث میں سے ایک تو نبی ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے :

''مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلَا أَتَمَّ اللهُ لَهُ'' ''جو کوئی تعویذ لٹکائے اللہ اس کی مراد پوری نہ فرمائے''۔

---

① تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي لمحمد عبدالرحمان المباركفوری ۶/۲۰۰، اور مجلة البحوث الإسلامية الصادرة عن الرناسة العامة لإدارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد ۱۵/۵۷۔

② تصحيح الفروع للمرداوی حاشية على الفروع لابن مفلح المقدسی ۳/۲۴۹۔

③ مصنف ابن ابی شيبة : ۷/۳۷۴ ، نمبر : ۲۳۹۳۵۔

④ اسنى المطالب فی شرح روض الطالب لزكريا الانصاری : ۱/۶۱۔

**اور یہ ارشاد کہ :**

''مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ'' ''جس نے کوئی تعویذ لٹکائی اس نے بالیقین شرک کیا''۔

اور ان دونوں حدیثوں کا یہ صیغہ عموم کے صیغوں میں سے ہے، اور وہ ہے ''مَنْ'' کہ جب وہ شرط وجزا کے معنی میں آتا ہے تو تمام اصولیوں کے اتفاق کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے، ناظم کہتا ہے :

كَذَاكَ "مَنْ" وَ "مَا" تُفِيْدَانِ مَعَا ‌ ‌ ‌ ‌ كُلَّ الْعُمُوْمِ يَا أَخِيْ فَاسْمَعَا

''اسی طرح من اور ما دونوں کے دونوں اے میرے بھائی پورے عموم کا فائدہ دیتے ہیں، تو تم اسے سن رکھو''۔ ①

لہٰذا یہ صیغہ ہر اس شخص کے حق میں عموم کا فائدہ دیتا ہے جس نے کوئی بھی تعویذ لٹکائی ہو، جس نے بھی کچھ لٹکایا وہ اس حکم میں داخل ہوگا۔

**۲۔ سد ذریعہ :**

اور ذریعہ سے مراد وسیلہ ہے، چنانچہ جو بھی چیز کسی حرام کا وسیلہ ہوگی وہ خود بھی حرام ہو جائیگی جیسا کہ علمائے اصول نے فرمایا ہے۔ ②

۳۔ صحابہ سے اس سلسلے میں صریح نہی وارد ہوئی ہے جبکہ وہ نبی ﷺ کے طریقے کے بارے میں لوگوں میں سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں۔ ③

۴۔ تعویذ لٹکانے والا عام طور پر اسے قضائے حاجت اور استنجاء کے لئے جاتے وقت بیت الخلاء وغیرہ میں لے کر چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی توہین ہوتی ہے۔ ④ اور یہ بھی اس کی ممانعت کا ایک سبب ہے جس کی وجہ سے سلف نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ وہ بچوں کی تعویذ کو ناپسند کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ وہ اسے لیکر خلا میں جاتے ہیں۔ ⑤

---

① مجموعة الفوائد البهية على منظومة القواعد البهية لصالح بن محمد بن حسن الأسمرى ص ۱۰۳-۱۰۵ و دیگر کتب اصول۔

② دیکھئے : الفروق (انوار البروق في أنوار الفروق) لأبى العباس احمد بن ادريس الصنهاجي القرافي : ۶۱/۲ اور ارشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول لمحمد بن على بن محمد شوكاني : ۱۹۲/۲۔

③ التمائم في ميزان العقيده للدكتور على بن نفيع العلياني ص ۵۰۔

④ مجلة البحوث الاسلامية : ۱۶۰/۴۰، الموسوعة الفقهية الكويتيه : ۳۱/۱۴۔

⑤ مصنف ابن ابى شيبة ۳۶۷/۷ نمبر : ۲۳۹۴۲۔

۵- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رقیہ کیا اور آپ کا بھی رقیہ کیا گیا مگر آپ نے قرآن یا دعا کے لٹکانے کا حکم نہیں دیا، اور نہ کوئی ایسی روایت ہی ملتی ہے جو اس کام کے لئے ان کی اجازت پر دلالت کرتی ہو، یہ کام نہ خود انھوں نے کیا نہ ان کے صحابہ نے جبکہ اس کے دواعی اور اسباب متوفر تھے۔ ①

● اگر یہ عمل مشروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی امت سے ضرور بیان فرما دیا ہوتا، کیونکہ بیان کو وقت حاجت سے موخر نہیں کیا جاتا ہے، اور سنت کا تتبع کرنے والا اذکار اور دعاؤں کے متعلق وارد تمام حدیثوں میں یہ دیکھتا ہے کہ ان میں جس نے ایسا کہا یا جس نے ایسا پڑھا کا لفظ وارد ہوا ہے، ایک بھی حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا ہے کہ جس نے ایسا لکھا یا ایسا لٹکایا۔ اسی کے متعلق ابن العربی فرماتے ہیں: ''قرآن کا لٹکانا سنت سے ثابت نہیں، اس سلسلے میں سنت تو بس ذکر ہے لٹکانا سنت نہیں ہے۔ ②

# اس موضوع سے متعلق درست مسلک

● **ترجیح:**

-اللہ اعلم- راجح یہی لگتا ہے کہ تعویذیں لٹکانا مطلق منع ہے، خواہ وہ قرآنی تعویذیں ہوں یا غیر قرآنی، اور اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

۱- منع کے قائلین نے تعویذیں لٹکانے کی ممانعت کے متعلق وارد صحیح احادیث میں نہی کے عموم پر جو استدلال کیا ہے ان کا استدلال صحیح ہے۔

۲- جائز قرار دینے والوں نے جن دلائل سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک بھی بحث ومناقشہ سے خالی نہیں ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی یہ اثر ضعیف ہے کہ وہ اپنے بچوں پر (وہ دعا) لٹکا دیا کرتے تھے، اس لئے کہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں جو مدلس ہیں اور انھوں نے اس روایت میں عنعنہ کیا ہے، اور اگر بالفرض اس کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے حجت ضعیف ہوگی کیونکہ اس میں یہ وارد نہیں ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے دیکھا تھا اور اس کا اثبات فرمایا تھا، اس لئے اس کی وجہ سے احادیث صحیحہ کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ ③

---

① حاشية الروض المربع شرح زاد المستنقع لابن قاسم النجدى : ۱۲۹/۱۔

② حاشية السندى على النسائى : ۱۱۲/۷ عون المعبود شرح سنن ابى داود : ۲۵۰/۱۰۔

③ مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لأبى الحسن عبيدالله الرحمانى المباركفورى : ۲۴۰/۸۔

• **علامہ شوکانی اپنی کتاب تحفة الذاکرین میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''وہ دلائل وارد ہو چکے ہیں جو تعویذوں کے عدم جواز پر دلالت کرتے ہیں اس لئے حضرت عبداللہ بن عمرو کے فعل سے حجت قائم نہیں ہوگی۔ [1]

۳۔ سد ذریعہ شرعاً معتبر ہے، بالخصوص اس طرح کے امور میں جن میں نرمی وتساہل ان غیر قرآنی تعویذوں کے لٹکانے کی طرف لے جا سکتا ہے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک ہونے کا حکم لگایا ہے، اور عقیدے کے امور ان چیزوں میں سے نہیں ہیں جن میں تہاون اور سستی سے کام لیا جا سکتا ہو، جبکہ عملاً بھی اس سلسلے میں اس قدر توسع اختیار کیا جا چکا ہے کہ لوگ وہ چیزیں بھی لٹکانے لگے ہیں جو متفقہ طور پر حرام ہیں، اور اس تحقیق کے پیش کرنے والے نے سوڈان کے مختلف علاقوں میں لٹکانے والوں کی اجازت سے ڈھیر ساری تعویذیں کھولیں جن کے متعلق ان کا خیال یہی تھا کہ ان میں قرآن کے سوا کچھ اور نہیں ہے، مگر وہ سب کی سب نہ سمجھ میں آنے والے طلسمات اور رموز پر مشتمل تھیں، ان میں سے بعض میں غیر اللہ سے استغاثہ کیا گیا تھا اجنبی ناموں سے دعا ومناجات تھی، بعض آیتوں میں قرآنی کلمات کے درمیان لکھنے والے کی طرف سے دیگر کلمات داخل کر کے کھلواڑ کیا گیا تھا، اور مولف کو دسیوں تعویذوں کے درمیان جو اس کے ہاتھ لگی تھیں صرف ایک یا دو ہی ان مخالفتوں سے خالی ملی تھیں۔

۴۔ اس طرح پہننے اور لٹکانے سے قرآن کی توہین یقینی اور متحقق ہے، بالخصوص جبکہ ان تعویذوں کے پہننے والے خلاء میں داخل ہوتے وقت انہیں اتارا نہیں کرتے ہیں، اس طرح اور بھی حالات گزرتے ہیں جو قرآن کے لئے مناسب نہیں ہوتے ہیں، صاحب تحریر نے ان میں سے مختلف لوگوں سے سوال کیا تو انھوں نے اس بات کو پختہ کر دیا کہ وہ کسی بھی حال میں ان تعویذوں کے نہ اتارنے کا حد درجہ اہتمام کرتے ہیں، کیونکہ انہیں یہی ہدایات ملی ہیں اور انہیں ان تعویذوں کے اتارنے سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ اسی لئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان تعویذوں پر میل کچیل جم جاتی ہے اور وہ پسینے وغیرہ سے اس قدر آلودہ ہو جاتی ہیں کہ ان سے گھن آتی ہے، گو انہیں چمڑے کے غلاف میں رکھا گیا ہو پھر بھی وہ محفوظ نہیں ہوتی ہیں، اور یہ وہ حالت ہے جو ہرگز کتاب اللہ کے شایان شان نہیں ہے اگر واقعی وہ تعویذیں آیات قرآنی پر مشتمل ہوں۔

۵۔ قرآن لٹکانے کا نتیجہ ممکن ہے ترک قرآن کی شکل میں نکلے، کیونکہ آدمی یہ سوچنے لگے گا کہ جب میں نے قرآن لٹکا ہی لیا ہے تو پھر مجھے اس کی تلاوت کی کیا ضرورت ہے! ممکن ہے اس کی وجہ سے معوذات، آیۃ الکرسی

---

[1] تحفة الذاكرين بعدة الحصن الحصين لمحمد بن على بن محمد الشوكانی ص ۱۳۷۔

اور ثابت شدہ اذکار نبویہ سے تعوذ کی سنت بھی ترک کر دی جائے۔ ①

٦۔ ہمارے پاس ایسی مشروع چیزیں موجود ہیں جو ہمیں ان تعویذوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں، جن کا تعلق ان اسباب سے ہے جن کی مشروعیت کے متعلق صحیح آثار وارد ہیں مثلاً رقیہ شرعیہ اور نفع بخش حسی دواؤں سے علاج کرنا۔ والحمدللہ رب العالمین۔ ②

# قائلین جواز کے دلائل کا جائزہ

١۔ **من تعلق شيئا وكل عليه أو إليه۔** (اس کی تخریج گزر چکی ہے)

''جو شخص کوئی چیز لٹکائے گا اسے اسی پر چھوڑ دیا جائے گا یا اسے اسی کے حوالے کر دیا جائے گا''۔

**وجہ دلالت :**

یہ ہے کہ جو شخص شرکیہ تعویذیں لٹکائے گا اسے ان کے حوالے کر دیا جائے گا، اور جو قرآن لٹکائے گا اسے اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں لے لیگا اور اسے غیر کے حوالے نہیں کرے گا، کیونکہ یہ بندہ اللہ کی طرف راغب ہے اور قرآن سے شفاء طلبی میں اسی پر توکل کئے ہوئے ہے۔ ③

**اس کا جواب یہ ہے کہ :**

ہاں صاحب ! یہ بات تو صحیح ہے کہ یہاں بندہ قرآن سے شفاء طلبی میں اللہ عزوجل ہی کی طرف راغب ہے اور اسی پر توکل کئے ہوئے ہے، مگر یہ عمل شریعت میں وارد طریقے کے مطابق نہیں ہے جبکہ ہر معاملے میں شریعت پر کاربند رہنا واجب ہے، اور اس ضمن میں شریعت کی تعلیم حصول شفاء کی غرض سے رقیہ پڑھنے کی ہے نہ کہ لٹکانے کی، قرآن کے ذریعہ اللہ سے استعاذہ شریعت کی نگاہ میں اس وقت معتبر ہوگا جب ایک مسلمان بندہ صدق واخلاص کے ساتھ اس کی تلاوت کرے گا اور اس کا حق ادا کرے گا، یعنی اس پر ایمان رکھتا ہوگا، اس کی تعلیمات کی پیروی کرتا ہوگا، اور اس کے قوانین اور ضابطوں پر کاربند ہوگا، تب یقیناً اسے اللہ کے فضل سے حقیقی عافیت اور امن وسلامتی نصیب ہوگی، اور یہ چیز کوئی کاغذ اور جلد لٹکانے سے نہیں حاصل ہوسکتی ہے۔ ④

---

① التمائم في ميزان العقيدة از ڈاکٹر علی بن نفیع علیانی ص٥٠۔

② دیکھئے : الاحكام الفقهية للأمراض النفسية : ٢٣٣-٢٥٣۔

③ دیکھیے : الجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ٣٢٠/١٠ ، وفيض القدير للمناوي : ١٠٧/٦۔

④ حاشية مختصر المنذري لأحمد شاكر ومحمد الفقي : ٣٦٤/٥۔

اور اگر قرآن لٹکانے سے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی حمایت مل سکتی ہے تو پھر قرآن شریف اور صبح وشام کی دعا کی کتاب ہر آدمی اپنی گردن سے لٹکالے، اسے پڑھنے کی کیا حاجت رہ جاتی ہے ؟ اب اس کا کوئی داعیہ باقی نہیں رہ جاتا ہے کہ آدمی قرآن کی تلاوت کرے یا صبح وشام کی دعائیں پڑھے ! یقیناً اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ بے بنیاد اور بے اصل عمل کے ذریعہ سنت صحیحہ سے ثابت شدہ عمل متروک اور معطل ہو کر رہ جائے گا۔ ①

۲۔ حضرت عائشہ سے وارد روایت

اس ضمن میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ کے لئے یہ بات اپنی طرف سے کہنا ممکن نہیں ہے اس لئے ان کا یہ قول مرفوع کے حکم میں ہے۔ ②

اسی سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے محدث حاکم صاحب فرماتے ہیں :

''ہوسکتا ہے کہ کسی خیال کرنے والے کو یہ وہم ہو کہ یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی موقوف روایتوں کے زمرے میں آتی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بہت سی حدیثوں میں تمائم (تعویذوں) کا ذکر کیا ہے، پھر جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمیمہ کی تفسیر کردی (کہ اس کا مطلب کیا ہے) تو وہ حدیث مسند ہوگئی''۔ ③

اس کا جواب خود ابن حجر نے دیا ہے جبکہ وہ بھی قرآنی تعویذوں کے جواز کے قائل ہیں، فرماتے ہیں :

''صحابی اگر کسی حدیث کی تفسیر کرے تو اسے رفع کا حکم چند شرطوں کی تکمیل کے بغیر نہیں حاصل ہوگا جو حسب ذیل ہیں :

۱۔ اس کا تعلق ان امور سے ہو جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ ۲۔ وہ لغت عرب سے منقول نہ ہو۔ ۳۔ صحابی مسلم اہل کتاب کی طرح اسرائیلیات پر نظر رکھنے والا نہ ہو، اور عبداللہ بن عمرو بن عاص ان میں سے کچھ چیزوں پر نظر رکھتے تھے''۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے حاکم کا کلام انہیں کی عبارت میں پیش کرنے کے بعد فرمایا :

''تحقیق یہی ہے کہ صحابی کی شرح کے متعلق قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سب کا سب مرفوع کے حکم

---

① دیکھیے : تعليق الألباني على الكلم الطيب رقم : ۳۴۔

② دیکھیے : مسائل الكوسج خ : ۲/۲۱۷ ، والتمهيد لابن عبدالبر : ۱۷/۱۶۴ ، والبيان والتحصيل لابن رشد : ۱/۴۳۹ ، والجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ۱۰/۳۲۰۔

③ المستدرك للحاكم : ۴/۲۱۷۔

میں ہے، بلکہ اس میں احتمال واقع ہے، اس لئے رفع کا حکم اسی کو حاصل ہوگا جس کے مرفوع ہونے پر قرائن کی دلالت موجود ہوگی ورنہ اسے رفع کا حکم نہیں ملے گا"۔ ①

ہم کہتے ہیں : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض صحابہ نے ان کی مخالفت کی ہے، اس لئے اسے مرفوع کے حکم میں نہیں رکھا جا سکتا ہے، بلکہ یہ حضرت عائشہ کی رائے تسلیم کی جائے گی جو ان کے اجتہاد کا نتیجہ ہے۔

۳۔ عبداللہ بن عمرو کی حدیث پر کلام ہے۔

۴۔ ایک قیاسی استدلال :

کہتے ہیں : جن تعویذوں کی ممانعت ہے یہ وہ ہوتی ہیں جو شرک پر مشتمل ہوتی ہیں، اور دلیل یہ ہے کہ تعویذوں کی ممانعت کا ذکر جس حدیث میں آیا ہے اس میں انہیں شرکیہ رقیوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور وہ حدیث حسب ذیل ہے :

"**إن الرقى والتمائم والتولة شرک**" "رقیے، تعویذیں اور محبت کا تعویذ شرک ہے"۔ ②

لہٰذا جو تعویذیں شرک سے خالی ہوں وہ مشروع رقیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ ③

اس کا جواب یہ ہے کہ :

یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ جواز کے ساتھ مشروع رقیوں کو خاص کرنے کی بات اس وقت سامنے آئی جب آپ نے عام رقیوں کی ممانعت فرما دی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ ان کے پاس جاہلیت کے کچھ رقیے تھے جن سے وہ مستفید ہوا کرتے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ وہ رقیے میرے سامنے پیش کئے جائیں، اور جن رقیوں کو آپ نے شرک سے خالی پایا ان کی اجازت مرحمت فرما دی اور ارشاد ہوا کہ: "**لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرک**"

"ان رقیوں میں کوئی مضائقہ نہیں جن میں شرک نہ پایا جاتا ہو"۔ ④

---

① دیکھیے : النكت على ابن الصلاح : ۵۳۱/۲-۵۳۴۔

② اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

③ دیکھیے : التمهيد لابن عبدالبر : ۱۶۱/۱۷ ، والسنن الكبرى للبيهقي : ۳۵۰/۹ ، والجامع لأحكام القرآن للقرطبي : ۳۲۰/۱۰ ، وفيض القدير للمناوي : ۱۸۰/۶ ، وحاشية السندي على سنن النسائي : ۱۱۲/۷۔

④ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

مگر صحابہ نے تعویذوں کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے جواز کے متعلق کچھ بیان نہیں فرمایا، اس لئے ان کا لٹکانا اپنی ممانعت کی اصل پر باقی رہا اور اس قیاس کے عدم صحت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ہم انہیں ان رقیوں پر قیاس کس طرح کر سکتے ہیں جن کی تلاوت ہوتی ہے، اور جن میں آیات پر تدبر کیا جاتا ہے اور آدمی کو ذکر کی فضیلت بھی حاصل ہوتی ہے جبکہ لٹکانے میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی ہے، اس میں صرف کاغذ اور چمڑے مطلوب ہوتے ہیں، پھر آیات اور دعاؤں کو جلدی یا معدنی ظروف میں محفوظ کر کے انہیں لٹکا لیا جاتا ہے اور انہیں لٹکانے والا کچھ بھی نہیں پڑھتا ہے، بلکہ بسا اوقات وہ ریڈی میڈ تعویذیں خرید لاتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ ان کے اندر کیا بھرا ہوا ہے ؟[1]

نیز فوائد کے حصول کے اعتبار سے بھی دونوں میں واضح فرق ہے، مثلاً آپ کسی جن زدہ یا دورے کے مریض کو دیکھیں گے کہ جب اس پر قرآن پڑھا جاتا ہے اور مسنون دعائیں پڑھی جاتی ہیں اور اس کا شرعی رقیہ کیا جاتا ہے تو اس پر اس کا زبردست اثر ہوتا ہے اور وہ باذن اللہ صحتیاب ہو جاتا ہے، کیونکہ شیطان اللہ کے ذکر سے بھاگتا ہے، قرآن یا دعائیں اٹھانے یا لٹکانے سے اس کے بھاگنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۚ إِنَّهُۥ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [الاعراف:۲۰۰]۔

''اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذکر سے استعاذہ کا حکم دیا ہے، لٹکانے کی رہنمائی نہیں فرمائی ہے۔

ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

**''لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ''**

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، یقیناً شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے''۔

اس حدیث پر غور کیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ : ''جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے'' تو یہ نہیں فرمایا کہ لٹکائی جاتی ہے، تب بتائیے کہ اگر کوئی شخص سورہ بقرہ پڑھنے کے بجائے اسے اپنے گھر میں لٹکا لے تو کیا اس پر بھی اسے وہ خاصیت حاصل ہوگی جس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ حدیث میں فرمایا ہے ؟ ہرگز نہیں ! نہ جانے کتنے گھروں میں قرآن کریم کے کئی کئی نسخے رکھے ہوتے ہیں مگر شیاطین وہاں آرام فرماتے

---

[1] دیکھیے : تیسیر العزیز الحمید : ۱۶۸ ، وفتاوی ابن باز : ۳۸۵/۲۔

ہیں اور شب بسری کرتے ہیں۔

ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں بھی ارشاد فرمایا :

''مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ''

''کسی بھی رات جو شخص سورۂ بقرہ کی آخری دونوں آیتیں پڑھے گا وہ اس کے لئے کافی ہو جائیں گی''۔

آپ نے یہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ جو لٹکائے گا اس کے لئے کافی ہو جائیں گی۔ ایسی ہی دیگر لاتعداد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، مگر تطویل کا کوئی فائدہ نہیں ہے، بس اتنا سمجھ لیجیے کہ اگر لٹکانا جائز ہوتا، اور اس کی حیثیت رقیوں جیسی ہوتی تو حضرت مصطفی صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے ضرور ہماری رہنمائی اس جانب فرمائی ہوتی، کیونکہ سورۂ بقرہ پڑھنے سے آسان یہی ہے کہ اسے لٹکا لیا جائے، ایسے ہی سورۂ بقرہ کی آخری دونوں آیتوں کو ہر رات پڑھنے کے مقابلے میں ایک ہی بار لٹکا لینا بہت آسان ہے۔

اس مثال سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ تعویذوں کو رقیوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ واللہ اعلم۔

**راجح :**

سابقہ بحث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ قرآنی آیات اور صحیح مسنون دعاؤں پر مشتمل تعویذوں کا لٹکانا اہل علم کے نزدیک ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے، اور دونوں طرف فاضل علماء کی ایک جماعت ہے، مگر حق کو شخصیتوں سے نہیں تولا جاتا بلکہ شخصیتوں کا وزن حق سے کیا جاتا ہے۔

فریقین کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد عدم جواز کا قول ہی راجح نظر آتا ہے، کیونکہ اسی کے دلائل قوی ہیں، نیز اسی میں عقیدۂ توحید کی حمایت کا پہلو غالب اور تمام قسم کے شائبوں سے حفاظت اور اسے بے داغ رکھنے کی ضمانت ہے، اور یہی عین مطلوب ومقصود ہے۔

# تعویذوں کی دنیا آج بھی جاہلی خرافات کے قدم بہ قدم ہے

پچھلے صفحات پر یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے کہ

زمانہ جاہلیت میں رقیوں اور تعویذوں میں اوہام وخرافات کی آمیزش تھی، کچھ پتھروں کے متعلق ان کا اعتقاد یہ

تھا کہ ان سے مخصوص امراض میں شفاء حاصل ہوتی ہے،اور مصیبتوں کے دفع کرنے میں ان کا اہم کردار ہے ایسے ہی کچھ ادیان کے ماننے والے اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے کہ حروف کے اندر معین خصائص پائے جاتے ہیں جو شفائے امراض میں موثر ہوتے ہیں۔اور اس سلسلہ میں ان کا اہتمام اس قدر بڑھا کہ وہ باقاعدہ ایک علم بن گیا اور اس کے ماہرین و متخصصین وجود میں آگئے جو ان کے اسرار و رموز کی تفسیروں میں وہی انداز اپناتے تھے جو کاہنوں اور نجومیوں سے متوارث چلا آیا تھا۔منحرف مسلمانوں میں بھی اس فن کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی اور اپنے اپنے مقاصد کے لئے انھوں نے اس کا بھرپور استعمال کیا اور اس سے دجل اور شعبدے بازی کا بازار خوب گرم ہوا۔

- **علم الحروف کا تعارف :**

یہ ایک ایسا علم ہے جس میں مفرد و مرکب حروف کے خواص پر گفتگو کی جاتی ہے،اس کا موضوع حروف تہجی ہیں اور اس کا مادہ نقوش اور ترکیبیں ہیں۔اور اس کی غایت یہ ہے کہ اس فن کے مطابق ایسے طریقے پر تصرف کیا جائے جس سے واقع کرنے اور کھینچ لینے میں مطلوب کے حصول میں کامیابی مل جائے اور اس کا درجہ روحانیات اور فلک ونجوم کے بعد آتا ہے۔

اور ابن خلدون کے مطابق آج کے دور میں اسی کو سیمیا کہا جاتا ہے،اور اس کی وضع طلسمات سے منقول ہو کر یہاں آئی ہے جس کا ذریعہ صوفیاء کے اہل تصرف بنے ہیں،اور ملت میں یہ علم صدر اول کے بعد آیا ہے، جب غالی متصوفین کا ظہور ہوا اور وہ حسی حجاب کا پردہ چاک کرنے کے درپے ہوئے،اور ان کے اندر اپنے ہاتھوں خوارق کے ظہور اور عالم عناصر میں تصرفات کی خواہش بیدار ہوئی، ان کا دعویٰ ہے کہ اسمائی کمال کا مظہر افلاک وکواکب کی روحیں ہیں،اور حروف کے طبائع و اسرار اسماء میں جاری وساری ہیں، اس لئے وہ ساری کائنات میں رواں دواں ہیں،اس کا تعلق علم سیمیاء کی شقوں سے ہے، نہ اس کے موضوع کا پتا چلتا ہے نہ اس کے مسائل کا شمار کیا جاسکتا ہے، بونی اور ابن عربی وغیرہ کی اس فن میں متعدد تالیفات ہیں۔

ان کے نزدیک اس کا حاصل وثمرہ یہ ہے کہ نفوس ربانیہ عالم طبیعت میں اسمائے حسنی اور ان الٰہی کلمات کے ذریعہ تصرف کریں جو ان حروف سے بنے ہوتے ہیں جو کائنات میں جاری اسرار کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

پھر ان کے درمیان اس بابت اختلاف ہے کہ حروف میں پائے جانے والے تصرف کا راز کیا ہے ؟ بعض لوگوں نے اس کا تعلق حروف کے مزاج سے جوڑا ہے اور اس کی تقسیم طبائع کے اعتبار سے کی ہے، اور بعض لوگوں نے اسے حروف کی عددی نسبتوں سے مربوط کیا ہے۔

اور حروف اور طبائع کے مزاجوں میں جو تناسب پایا جاتا ہے، یا حروف اور اعداد کے درمیان جو تناسب پایا جاتا ہے اس کے اسرار کا سمجھنا نہایت دشوار اور پیچیدہ عمل ہے، یہ علوم وقیاسات کے زمرے میں نہیں آتا ہے، اس سلسلے میں ان کا مستند کشف وذوق کے سوا کچھ نہیں ہے۔

### بونی صاحب فرماتے ہیں :

''اس خیال میں نہ رہنا کہ عقلی قیاس کے ذریعہ ان حروف کے اسرار تک رسائی ہوسکتی ہے، اس کا حصول تو بس بطریق مشاہدہ اور بتوفیق الٰہی ہی ممکن ہے۔

اب رہی بات ان حروف اور ان سے مرکب اسماء کے عالم طبیعت میں تصرف کرنے اور اکوان کے ان سے متاثر ہونے کی تو یہ تو ایسی چیز ہے جس کا انکار کیا ہی نہیں جاسکتا ہے، کیونکہ یہ بتواتر ان لوگوں سے ثابت ہے، اور ممکن ہے کہ ان لوگوں کے تصرف کو اور طلسماتی اسماء سے متعلق لوگوں کے تصرف کو یکساں سمجھ لیا جائے جبکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے..الخ''۔

علامہ صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ ابن خلدون نے اس موضوع پر لگ بھگ تیرہ اوراق صرف کئے ہیں اور متعدد فصلوں میں طویل گفتگو کی ہے، مگر آج ہم عدم حاجت اور قلت فائدہ کے سبب اسے نظر انداز کررہے ہیں۔اور حروف کو نورانی اور تاریک حروف میں بھی تقسیم کیا گیا ہے اور مزعومہ طور پر نورانی حروف اعمال خیر میں اور تاریک حروف شر کے کاموں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ [1]

### مذکورہ تفصیلات سے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ حسب ذیل ہے :

۱۔ یہ علم کسی نہ کسی شکل میں پہلے سے موجود تھا۔ ۲۔ اسلام میں پہلی صدی کے بعد غالی صوفیاء کے ذریعہ داخل ہوا ہے۔ ۳۔ اس علم میں حروف، اعداد اور الفاظ کے خواص اور تاثیر اور ان کے استعمال کے طریقوں سے بحث کی جاتی ہے۔ ۴۔ اس علم کے مفاہیم کا خلاصہ یہ ہے کہ :

● اس کے ذریعہ علم غیب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ ● اس کے ذریعہ کائنات میں تصرف کیا جاتا ہے اور اشیاء پر اثر انداز ہوا جاتا ہے۔ ● اس کے ذریعہ کسی اعتقاد یا تصور کو پختہ کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ [2]

۵۔ یہ بھی ایک پراسرار علم ہے اور علمی قواعد وضوابط سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بس بزرگوں کے افادات سے

---

[1] دیکھیے : ابجدالعلوم للقنوجی : ۲۳۶/۲-۲۳۸ بتصرف واختصار۔

[2] دیکھیے : اسراء الحروف و حساب الجمل للغامدي : ۲۷۔

سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آیا ہے اور ہر شخص کے اپنے تجربات اور روحانی فیوض و برکات اور ترقی درجات سے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ٦ - اس کی درجہ بندی کہنوتی فلکیات اور علم نجوم کے ساتھ کی جاتی ہے۔

● **حروف اور اعداد کے درمیان تعلق کی نوعیت :**

بعض لوگوں کو اس سلسلے میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آخر حروف اور اعداد کے درمیان تعلق کی حقیقت کیا ہے ؟ جب کوئی شخص علم الحرف کی کتابوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ان میں نمبرات اور حروف کے بہت سے خانے نظر آتے ہیں تب اس کے ذہن میں مذکورہ سوال خود بخود پیدا ہوجاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا ماننا ہے کہ نمبر روح ہوتا ہے اور حروف جسم ہوتے ہیں، لہٰذا وہ سارے اسماء میں رواں دواں ہے۔اسی لئے کچھ لوگ اس تعلق کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

''اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخصوص ہیئتوں اور منضبط قواعد کے مطابق حروف یا کلمات کو نمبروں کے ضمن میں گویائی عطا کی جاتی ہے''۔ ①

● بات صرف جسم و روح تک ہی نہیں رہی بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر کہا گیا کہ : حروف کے پاس روح وجسم، نفس وقلب، عقل اور قوت کلیہ اور مزاجی قوت ہوتی ہے۔اور یہ لوگ اپنے علم کے ذریعہ حروف وکلمات کی قوتوں اور کواکب کی قوتوں کے درمیان آمیزش کرتے ہیں اور اس آمیزش سے انہیں غیبات کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور مقدرات کا پتہ چلتا ہے، اور ان کے خیال کے مطابق حروف کے خواص کو اس ڈھب سے بھی تقسیم کیا جاتا ہے کہ ان میں کچھ ناری (آتشیں) ہیں کچھ ہوائی، اور کچھ مائی (آبی) اور کچھ ترابی (خاکی) ہیں، اور یہ تقسیم عناصر کے تنوع کے اعتبار سے ہوتی ہے۔اور اس طرز تقسیم کے مطابق : الف آگ کے لئے ہے، باء ہوا کے لئے، جیم پانی کے لئے اور دال مٹی کے لئے...

آتشیں حروف سرد امراض کو دفع کرنے کے کام آتے ہیں، ان کے ذریعہ قوت حرارت میں اضافہ کیا جاتا ہے، جہاں اس کا اضافہ حسی یا حکمی طور پر مطلوب ہوتا ہے، اور آبی حروف گرم امراض کو دفع کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں، جن امراض کا شمار زمرۂ تپ وغیرہ میں کیا جاتا ہے، اور ان سے قوت باردہ میں اضافے کا کام ہوتا ہے۔ ②

اس ترکیب کو ترکیب الطعی یا ایقغی کہا جاتا ہے، اور اس کا مدار عناصر اربعہ کی ترتیب کے مطابق چار میزانوں کی

---

① دیکھیے : حوالہ مذکور : ٢٤۔

② دیکھیے : دراسات فقهيه فی قضايا طبيه معاصره : ٤٧٤۔

ترکیب پر ہوتا ہے۔یعنی ناری، ہوائی، ترابی، مائی۔اوران کے نزدیک اس پر اعتماد کا اساسی سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ حروف کے مخارج اوراس کی ہیئتوں کو اسماء وصفات کے الفاظ کے ساتھ قمر (چاند) کی اٹھائیس منزلوں سے مربوط کردیتے ہیں تاکہ اس سے معین تاثیر پیدا کی جائے۔ ①

- **ابجدی ترتیب حسب ذیل ہے :**

ابجد،ھوز،حطی،کلمن،سعفص،قرشت،ثخذ،ضظغ۔ان میں سے ہر حرف کے لئے مذکورہ ترتیب کے اعتبار سے ایک عدد متعین ہے۔جو درج ذیل ہے :

| حرف | عدد | حرف | عدد |
|---|---|---|---|
| ا | ۱ | س | ۶۰ |
| ب | ۲ | ع | ۷۰ |
| ج | ۳ | ف | ۸۰ |
| د | ۴ | ص | ۹۰ |
| ھ | ۵ | ق | ۱۰۰ |
| و | ۶ | ر | ۲۰۰ |
| ز | ۷ | ش | ۳۰۰ |
| ح | ۸ | ت | ۴۰۰ |
| ط | ۹ | ث | ۵۰۰ |
| ی | ۱۰ | خ | ۶۰۰ |
| ک | ۲۰ | ذ | ۷۰۰ |
| ل | ۳۰ | ض | ۸۰۰ |
| م | ۴۰ | ظ | ۹۰۰ |
| ن | ۵۰ | غ | ۱۰۰۰ |

① دیکھیے : اسرار الحروف وحساب الجمل :۲۴۔

اس کے علاوہ کچھ لوگ ابتشی ترکیب اب ت ث پر اعتماد کرتے ہیں۔

### • اس کی تاریخ :

درحقیقت اس کے آغاز کا تعین دشوار ہے تاہم ارسطو اور فیثا غورس وغیرہ فلاسفہ سے اس کا اہتمام مذکور ہے اور یہودیوں کے یہاں بھی اس فن کا استعمال ثابت ہے اور ان کے یہاں اس فن کی کتابیں بھی متداول ہیں اور قبالہ کا نام ان کے یہاں معروف ہے۔ اہل اسلام میں اس کا داخلہ اس وقت سے ہوا جب مامون وغیرہ خلفاء کے عہد میں عجمی کتابوں کے ترجمہ کا ذوق بڑھا اور وہ کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں تو اسی وقت غالی صوفیاء کے ذریعہ مسلمانوں میں بھی رائج ہو گیا اور روافض کے یہاں اپنی سریت اور زیر زمین سرگرمیوں سے ہم آہنگی کی وجہ سے اسے زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔

عالم تصوف میں اس فن کی تاریخ کے متعلق دلچسپ انکشافات پائے جاتے ہیں :

• ابن عربی صاحب اس علم کو عیسی علیہ السلام کی طرف منسوب فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ علم عیسوی یہی علم الحروف ہی تھا اسی لئے ان کو نفخ (دم) عطا کیا گیا تھا۔ ①

• قشیری صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو جس علم کا حصول ہوا وہ یہی علم تھا، فرماتے ہیں :

''جب اللہ تعالیٰ نے حروف کو پیدا فرمایا تھا تو ان کا ایک سربھی مقرر کر دیا تھا، پھر جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان میں اس سر کو نشر کر دیا تھا''۔ ②

• ابن سبعین صاحب کے روحانی فیوض نے ان کی رہنمائی اس جانب کی کہ اس علم کے موجد حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

''جان لو کہ علم الحرف ایک معزز علم اور سر لطیف ہے، ادریس علیہ السلام کی تالیف سے ہے، ارسطو یونانی نے سکندر ذوالقرنین کے لئے اس کے رموز کو حل کیا تھا اور اس کے معانی کی گتھیاں سلجھائی تھیں۔ ③

• اس ضمن میں روافض بھی صوفیاء کے ہمنوا ہیں اور اسے انبیاء سے متوارث علم قرار دیتے ہیں جو سینہ بہ سینہ ائمہ تک پہنچا ہے۔ ④

---

① دیکھیے : الفتوحات المکیة : ۱/۲۲۴ دار احیاء التراث۔

② الرسالة القشیریة : ۱/۱۸۔

③ دیکھیے : فلسفة ابن سبعین لدکتور ابو الوفاء الغیمی : ۱۴۱۔

④ دیکھیے : اسرار الحروف وحساب الجمل : ۴۶-۴۷۔

• **اس علم کو ممنوع اور حرام قرار دینے والے علماء وائمہ :**

حضرت عبداللہ بن عباس ① امام ابو بکر ابن العربی، امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، حافظ ابن کثیر، امام ذہبی، ابن خلدون، حافظ ابن حجر، علامہ سخاوی، علامہ سیوطی، علامہ صالحی، امام شاطبی، امام شوکانی، امام صنعانی، شیخ محمد بن عبدالوہاب، شیخ محمد رشید رضا، محمد عبدہ، شیخ عبدالرحمان بن حسن آل شیخ، علامہ عبدالرحمان معلمی۔ اور دیگر۔

یہ وہ علماء ہیں جنھوں نے اس کی حرمت اور ممانعت کی صراحت کی ہے ورنہ اہل سنت والجماعت میں اس کے جواز کا قائل کوئی نہیں ہے۔ ②

# علم الحرف یا علم الأوفاق پر مبنی نقوش اور تعویذوں کا حکم

علم الحرف کے متعلق آپ جان چکے ہیں اب علم الأوفاق کا تعارف پیش خدمت ہے :

**علم الأوفاق :**

اوفاق وفق کی جمع ہے، اس علم کے متعلق یہ جان لیجیے کہ اس کے ذریعہ اس فن تک رسائی حاصل کی جاتی ہے کہ اعداد اور حروف کے درمیان کیسے موافقت پیدا کی جائے، اور انہیں درست طور پر قطروں اور ضلعوں میں کیسے رکھا جائے، اور اس سلسلے میں عدم تکرار کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

اور اوفاق مختلف شکلوں کے ہندسی اشکال ہوتے ہیں جو چھوٹے چھوٹے مساوی مربعات میں تقسیم ہوتے ہیں، جن میں سیدھی اور مستقیم لکیریں کھینچی جاتی ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوتی ہیں، یا دیگر ہندسی اشکال کے اندر کسی جیومیٹریکل شکل میں ہوتے ہیں۔ ③

چونکہ اسلام کی اگلی پیڑھیوں میں یہ علم معروف نہیں تھا اس لئے علمائے متقدمین نے اس موضوع پر اظہار خیال بھی نہیں فرمایا، اور جب بعد کے ادوار میں مخصوص حلقوں میں اس کی پذیرائی ہوئی تو اس پر کلام کا آغاز بھی ہوا، مگر اس کی غرابت کی وجہ سے بہت کم علماء نے اس پر گفتگو کی حتی کہ علمائے متاخرین نے بھی اسے بہت کم موضوع بحث

---

① ان کے ارشاد کے لئے دیکھیے : مصنف ابن أبي شيبة ، نمبر : ۲۵۶۴۸ - ۱/۲۴۰۔

② دیکھیے : اسرار الحروف وحساب الجمل : ۷۰-۷۵۔

③ آراء ابن حجر الاعتقادية للشائع : ۱۷۸۔

بنایا ہے۔ ذیل میں اس موضوع سے متعلق علماء کے اقوال کا تذکرہ کیا جاتا ہے :

## قول اول :

یہ علم حرام، غیر مشروع اور ممنوع ہے۔

اس کے قائل حسب ذیل علماء وائمہ ہیں :

سلطان العلماء شیخ عز بن عبدالسلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ قرافی، مالکی فقیہ ابوالقاسم بن الشاط، علامہ ابن خلدون، امام شاطبی، امام صنعانی، علامہ صدیق حسن قنوجی اور علامہ معلمی یمانی وغیرہ۔

ان حضرات کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ چیز محدثات امور میں سے ہے، نو ایجاد ہے، سحر اور جادو کے حکم میں ہے، کیونکہ یہ بھی علم الحرف پر ہی مبنی ہے، اور اس کی ممانعت کے لئے انھوں نے بدعتوں سے روکنے والی حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔ ①

## قول ثانی :

یہ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حرام اور ضرررساں کاموں کے لئے ان کا استعمال حرام ہے، اور اس صورت میں اس کا حکم وہی ہے جو جادو اور سحر کا ہے، مگر جائز اغراض کے لئے انھوں نے اس کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا ہے، اور اس کے قائل علمائے صوفیاء ہیں، انہیں میں علامہ غزالی اور علامہ ابن حجر ہیتمی بھی ہیں۔ اور انھوں نے اس کے لئے تجربے پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تاثیر کو دلیل بنایا ہے۔

## ابن حجر ہیتمی صاحب فرماتے ہیں :

”علم الأوفاق کا مرجع حروف کے درمیان تناسب اور انہیں مخصوص شکل میں رکھنے کی طرف ہے، اور وہ یوں کہ مثلاً نو خانوں کی ایک شکل بنائی جائے اور ہر جہت سے عدد کا مبلغ پندرہ رہے، اور یہ (نقش) حوائج کی تکمیل، قیدی کے اخراج، وضع حمل اور اسی طرح کی تمام چیزوں میں نافع ہے، اور اس کا ضابطہ : بطد زھج واح ہے، ② اور غزالی رحمہ اللہ اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے یہاں تک کہ اسے انہیں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

① حروف کے اعداد کو کچھ مفید کاموں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے مثلاً تاریخ پیدائش یا تاریخ وفات یا عمارتوں وغیرہ کی تاریخ محفوظ رکھنے کے لئے ان کا استعمال کیا جاتا ہے اسے علماء نے جائز قرار دیا ہے۔

② اس کی شکل یہ ہے کہ وہ نو خانوں کا ایک نقش ہوتا ہے جسے تین اکائیوں یا جہات میں بانٹ دیا جاتا ہے، اس میں اول، بطد ہوتا ہے اور حساب جمل کے اعتبار سے اس کی قیمت ۱۵ر کے مساوی ہوتی ہے، دوسرا : زھج ہے اور اس کی قیمت بھی ۱۵ر کے مساوی ہے، اور تیسرا : واح ہے اور یہ بھی اپنی قیمت کے اعتبار سے ۱۵ر کے مساوی ہے، اس طرح یہ تینوں اکائیاں قیمت کے اعتبار سے متناسب ومتقابل ہیں اور جب ان کا نقش تیار کیا جائے تو وہ اس ....

اور اگر اسے کسی مباح کام کے لئے استعمال کیا جائے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں، البتہ اگر اسے کسی حرام کام پر استعانت کے لئے استعمال کیا جائے تو حکم اس کے برعکس ہوگا اور قراقی نے جو اوفاق کو سحر میں شمار کیا ہے تو ان کا قول اسی پر محمول ہے۔

## تصویب وترجیح :

دوسرا قول یعنی نقوش کے جواز کا قول مرجوح اور باطل ہے اور اس کی وجوہات حسب ذیل ہیں :

۱۔ ہیتمی صاحب نے قراقی کے قول کو محرم اغراض کے لئے بنائے جانے والے نقوش کے ساتھ مقید کر دیا ہے حالانکہ انھوں نے نقوش کو مطلق طور پر سحر اور جادو کے زمرے میں رکھا ہے اور علم الاوفاق کے بارے میں فرمایا ہے کہ :

''ان (نقوش) کی طرف جو اثر منسوب کیا گیا ہے وہ قلیل الوقوع یا معدوم ہے''۔

اور انھوں نے غزالی کے مذکورہ نقش کا تذکرہ محض مثال کے طور پر کیا ہے اور ہیتمی کی طرح اس کے نافع ہونے کی بات نہیں کہی ہے بلکہ ان کی رائے اس کے برعکس ہے۔

۲۔ ہیتمی صاحب کی رائے اس لئے بھی ناقابل قبول ہے کہ اس علم کا وجود صدر امت کے بعد ہوا ہے، اور اسکا تعلق چونکہ غیبی اور غیر حسی امور سے ہے، اس لئے بلا دلیل اس کا استعمال بدعت ہے، بلکہ اس کا تعلق سحر اور شعبدہ بازی کے باب سے ہے۔ اور جو بھی چیز ایسی ہو وہ مطلق حرام ہوتی ہے، اس میں استعمال کے اعتبار سے حرام اور مباح کے درمیان تفریق نہیں کی جاتی ہے۔

**شیخ محمد بن عبدالعزیز شائع صاحب ابن حجر ہیتمی کی مذکورہ رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :**

''...علم الأوفاق (نقوش کا علم) صدر امت صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے بعد پیدا ہونے والا علم ہے، اور اس علم اور سحر وطلسمات اور شعبدہ کا تعلق ایک ہی بات سے ہے، اس لئے کسی جائز غرض کے لئے اس کے مباح ہونے اور حرام مقصد کے لئے اس کے حرام ہونے کا ابن حجر کا قول مردود ہے، کیونکہ وہ مطلق حرام ہے

.... طرح ہوگا :

| | | |
|---|---|---|
| ب | ط | د |
| ز | ھ | ج |
| و | ا | ح |

خواہ اسے کسی مباح غرض کے لئے استعمال کیا جائے یا کسی حرام مقصد کے لئے، اس لئے کہ وہ شعبدے اور خرافات پر مبنی ہے۔

اور مربعات اور نقوش میں اعداد و حروف کے لکھنے کو اللہ تعالیٰ نے شرعاً یا قدراً شفا اور حصول منافع کا سبب نہیں بنایا ہے، اور اس سے کبھی کبھی جو نفع ہو جاتا ہے وہ اس کے جواز کا متقاضی نہیں ہے، کیونکہ ایسا اتفاقیہ طور پر ہو جایا کرتا ہے، یا اس میں شیاطین کی طرف سے استدراج اور فتنہ کارفرما ہوتا ہے''۔ ①

۳۔ رقیہ کے جواز کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ اس کا معنی معلوم ہو۔

## شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''...مسلمانوں کے علماء نے ان رقیوں کو ممنوع ٹھہرایا ہے جن کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو، کیونکہ ان میں احتمال پایا جاتا ہے، اگرچہ راقی کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ شرک ہے''۔ ②

اور اعداد و حروف سے بنے نقش اپنی جہالت اور غموض میں انہیں مجہول رقیوں کی طرح ہیں اس لئے ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اور ان کی تاثیر کے اعتقاد کے وجہ سے ان کا استعمال شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

## ۴۔ اس قول میں گناہ کے چار پہلو ہیں :

۱۔ مشروع کا ترک ۲۔ شریعت پر استدراک ۳۔ غیر مشروع کا استحباب

۴۔ عوام میں اس کی مشروعیت کا وہم پیدا کرنا۔

اس تفصیل کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ :

۱۔ دلائل کی موافقت کی وجہ سے راجح اور درست پہلا قول ہی ہے۔ اور دوسرا قول کسی بھی شرعی دلیل سے عاری ہے۔ ان کی حجت بس یہی ہے کہ یہ ایک مجرب طریقہ ہے جو اگر صحیح بھی ہو تو غیر مسلم ہے کیونکہ یہ شرعی دلیل بننے کے قابل نہیں ہے۔

۲۔ مجہول الفاظ والے رقیے اگرچہ ان نقوش سے مختلف ہوتے ہیں جن کا مدار اعداد و حروف پر ہوتا ہے جو چوکور یا دائری خانوں میں لکھے ہوتے ہیں مگر غیر معقول اور ناقابل فہم ہونے میں دونوں مشترک ہوتے ہیں، اس سلسلے میں اہم وہ غموض ہوتا ہے جو ان دونوں میں پایا جاتا ہے، اور جو چیز اس طرح کی ہوتی ہے وہ شرک کا ذریعہ ہوتی ہے اس لئے حرمت میں دونوں کا حکم یکساں ہے۔

---

① آراء ابن حجر الاعتقادیة : ۱۷۹۔

② مجموع الفتاویٰ : ۱۹/ ۱۳۔

الفاظ کے حروف میں تفریق اور ان کے اضافی مدلول مقرر کرنے کا مسئلہ کسی لفظ کے حروف میں خود ساختہ مدلول کا استخراج کرنے پر امام طبری نے سخت نکیر کی ہے۔ اس سلسلے میں ایک موضوع حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو حسب ذیل ہے :

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ :

''جب عیسیٰ علیہ السلام کی ماں نے انہیں حصول علم کے لئے مکتب کے حوالے کیا تو معلم نے ان سے کہا : لکھو بسم تو حضرت عیسیٰ نے اس سے پوچھا کہ بسم کیا ہے ؟ معلم نے ان سے کہا کہ مجھے تو نہیں معلوم۔ تب حضرت عیسیٰ نے فرمایا : باء اللہ کی رونق ہے، سین اس کی بلندی اور میم اس کی ملکیت ہے...''۔ ①

ابن جریر طبری نے اس اسلوب کو غریب بتاتے ہوئے اسے عربوں کے طریقے کے خلاف ٹھہرایا ہے اور اس کی تغلیط کی ہے اور کہا ہے کہ یہ طریقہ قرآن کے مقررہ اسلوب قرأت کے خلاف ہے اور اس کے معانی سے اس طرح کے مفہوم کا استخراج محال ہے۔ ②

یہ طریقہ اصل دین سے خارج اور بدعات ومحدثات کے زمرے میں داخل ہے۔

## ابن جوزی فرماتے ہیں کہ :

''...اس طرح کی حدیثیں کوئی ملحد ہی گھڑ سکتا ہے جو اسلام کی شہرت کو داغدار کرنا چاہتا ہو، یا انتہائی درجے کا جاہل اور دین کی بہت کم پرواہ کرنے والا شخص ایسا کر سکتا ہے، الفاظ کے یکجا حروف کی تفریق کر کے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ الف اس کا اور لام اس کا ہے، ایسا حروف مقطعہ میں ہوتا ہے...اس حدیث کو وضع کرنے والے نے بھاری جہالت کے ساتھ سنگین اقدام کیا ہے، اور ایک ایسی چیز برآمد کی ہے جس کی برودت اور کذب مخفی نہیں ہے''۔ ③

یہ علامہ ابن الجوزی اور دیگر علماء کی صائب نظری کی دلیل ہے، اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت لگتا ہے جب ہم منحرف اور گمراہ فرقوں کی کتابوں پر نظر ڈالتے ہیں جنھوں نے اس طرح کی مسالے دار چیزوں کا استعمال اپنے

---

① اس کی تخریج حسب ذیل مصادر میں موجود ہے : تفسیر ابن جریر : ۱/۵۰ ، **الکامل لابن عدی : ۱/۳۰۴، الحلیة لأبی نعیم :** ۷/۲۵۲-۲۵۴ ، **الموضوعات لابن الجوزی :** ۱/۱۴۵-۱۴۶۔ اس میں راوی اسماعیل بن عیاش جس کے متعلق امام دارقطنی نے فرمایا کہ : ''کذاب ہے متروک ہے'' اور نسائی نے ضعیف کہا ہے۔ ابونعیم نے اس روایت کو غریب بتایا ہے، ابن عدی نے باطل حدیث کہا ہے، ابن کثیر کے نزدیک سخت غریب ہے، ابن جوزی فرماتے ہیں : موضوع حدیث ہے محال ہے، سیوطی نے موضوع بتایا ہے۔

② دیکھیے : **التفسیر :** ۱/۵۰۔ ③ **الموضوعات :** ۱/۱۴۵-۱۴۶۔

مسلک کو چمکانے میں خوب خوب کیا ہے، جن کا بنیادی مقصد ہی یہی تھا کہ دین کو سرے سے نابود اور ملیا میٹ کر دیا جائے، اس طرح کی چیزوں کو فروغ دینے میں باطنی فرقے اور غالی صوفیاء ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ اس کی عملی تطبیق کی ایک مثال پیش خدمت ہے :

**قشیری صاحب (بسم اللہ الرحمان الرحیم) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ :**

"کچھ لوگوں کو بسم اللہ کے سنتے ہی یاد آتا ہے کہ یاء ہر برائی سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی براءت کے لئے ہے، سین ہر معیوب وصف سے اس کی بزرگی کے بیان کے لئے ہے، اور دوسرے کچھ لوگوں کو باء سے (بہاء) اس کا حسن و جمال یاد آتا ہے، سین سے (سناء) اس کی بلندی اور میم سے (مملکت) اس کی بادشاہی یاد آتی ہے..."۔ ①

قشیری صاحب اس کلام کو یہاں اگرچہ اشارات کے باب میں وارد کرتے ہیں تاہم اسی تفسیری اسلوب کو استعمال کرتے ہیں جس کی لغوی اعتبار سے گنجائش نہیں ہے اور محقق علماء نے اسے مسترد کر دیا ہے۔ دراصل یہ حضرات اسی طرح کی ضعیف اور خودساختہ روایتوں پر اعتماد کرتے ہیں اور الفاظ کے متصل حروف کی تفریق کر کے من مانی تفسیریں کرتے ہیں۔

**خلاصہ بحث :**

علم الحرف کا باطل ہونا خود نصوص کے مدلول ہی سے ثابت ہے اور اس کا علم نجوم، علم غیب کے ادعاء اور متشابہ کی پیروی سے مربوط ہونا واضح اور ثابت ہے جیسا کہ علماء کے کلام سے ظاہر ہوا ہے۔ اس لئے اس پر مبنی نقوش اور تعویذوں سے دور ہو جانا لازم اور واجب ہے۔ ②

# رقیہ کے لئے تفرغ کی شرعی قباحتیں

سلفیوں میں رقیہ کے لئے تفرغ، رقیہ کو پیشہ بنانا اور رقیہ سینٹروں اور اسپتالوں کا قیام موجودہ صدی کی ایجادات میں سے ہیں اور چند دہائیوں سے ان کا چلن ہوا ہے، صوفیاء کے یہاں خانقاہوں، درگاہوں اور مزاروں میں جنوں وشیطانوں کو بھگانے یا ان کے نام پر مریضوں کے استحصال اور انہیں اسی عمل کے ذریعہ حلقہ ارادت میں داخل

---

① دیکھیے : لطائف الارشادات للقشيري : ١/١٥۔

② تفصیل کے لئے دیکھیے : اسرار الحروف وحساب الجمل : ۹۴-۱۰۱۔

کرنے کا سلسلہ زمانۂ قدیم سے جاری ہے اور ان سرکاروں اور درباروں کی رونقوں اور رعنائیوں میں بڑا ہاتھ جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں ہی کا رہا ہے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانوں میں یہ چیز معہود تھی نہ اس کا کوئی تصور تھا، اس زمانے میں یہ کام کاہن، عراف، نجومی، اور یہود ونصاریٰ کے پوپ پادری اور پیر پگاڑے کیا کرتے تھے، تابعین اور ائمہ دین بھی اس فنکاری اور نامسعود سلسلے سے ناواقف تھے، ان میں اس کا کوئی رواج نہیں تھا۔ یہ بلائیں روافض اور صوفیاء کے ذریعہ ہی امت مسلمہ میں داخل ہوئی ہیں، مگر اب سلفی حضرات بھی پیری مریدی اور استحصال کے اس پیشے میں ببانگ دہل اور تال ٹھونک کر آ گئے ہیں، اور دھیرے دھیرے جیسے اشعریت، ماتریدیت، اخوانیت، تحریکیت بھی اپنا رشتہ کہیں سلفیت سے جوڑ کر لوگوں کو دھوکہ دیتی رہی بالکل اسی انداز میں اب سلفی بابائیت پروان چڑھ رہی ہے اور دینی بصیرت اور غیرت کا عالم یہ ہے کہ بھومی پوجن کی تقریبوں اور سرکاری منصوبوں کے افتتاح میں بعض اہل علم ناریل پھوڑ رہے ہیں، مالائیں چڑھائی جا رہی ہیں دینی جلسوں میں تالیاں پیٹی جا رہی ہیں، جھنڈوں کو سلامی دینے کے لئے قیام تعظیمی ہو رہا ہے، مردوں کے سوگ میں خاموشی اختیار کی جا رہی ہے، اپنے اپنے سیاسی سرپرست کو نمسکار کہا جا رہا ہے، اور اندھا دھند ان کی تائید کی جا رہی ہے، بعض لوگ اپنے مزعومہ ان داتاؤں کے ساتھ مندروں میں بھی حاضریاں دے رہے ہیں، غیر مسلم تہواروں میں مبارکبادیوں کی بڑی بڑی ہورڈنگیں لگائی جا رہی ہیں، سنت وبدعت کی تمیز اچھے اچھوں کو نہیں ہے یا اگر ہے تو پھر انہیں ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے، اب مدرسوں میں بھی افتتاحی پروگراموں کے لئے ربن کاٹی جاتی ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کے آزادانہ خیر سگالی جلسے ہوتے ہیں، جوان لڑکیاں قومی ترانے گاتی ہیں، ڈرامہ اسٹیج ہوتا ہے رقص اور گانے کا پروگرام چلتا ہے، میوزک کے لئے بھی حیلے استعمال کئے جاتے ہیں۔ سب کچھ جائز ہوتا جا رہا ہے، ایسے ماحول میں وبائی شکل میں پھیلنے والی ایک بڑی آفت ومصیبت راقیوں اور رقیہ سنٹروں کے نام پر سلفیوں پر مسلط ہوئی ہے اور بعض مشائخ اس کاروبار کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں، اللہ جانے اس کے پیچھے کیا جذبہ کارفرما ہے، مگر نیک نیتی منکرات اور بدعتوں کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتی ہے، اکثر راقی حضرات علم سے نابلد اور فقہی بصیرت سے عاری ہیں، اگر مشائخ انہیں خرقہ اور سند سے نوازیں، ان کے علم کا اشتہار کریں تو بھی ان کی جہالت کی تلافی نہیں ہوگی اور وہ اپنی جگہ چٹانوں کی طرح اٹل رہتی ہے اور گفتار وکردار میں بولتی رہتی ہے، ان لوگوں نے بڑا اودھم مچا رکھا ہے، یہ ایمان اور عقیدے پر کھلی ضرب لگا رہے، ضعیف الاعتقادی اور توہم پرستی کو بے طرح ہوا دے رہے ہیں، باقاعدہ اشتہاری پروگرام ہوتے ہیں، مرد وخواتین کا اجتماع ہوتا ہے، رقیہ کی ٹریننگ دی جاتی ہے پھر ان میں سے بہت سے لال بجھکڑ

صوفیاء کی طرح خلیفہ مجاز بنادئے جاتے ہیں اور انہیں کھل کھیلنے کی مستند آزادی مل جاتی ہے کیونکہ ان کے جاہل پیروں کو محدثین اور فقہاء کی تائید حاصل ہے۔ اور اب تو اس سلسلے میں مسجدوں کی حرمت اور تقدس کو بھی پامال کیا جارہا ہے، انارکی اور بداطواری کا ایسا طوفان کھڑا ہوتا ہے کہ الامان والحفیظ ! اور انہیں اس کا موقع فراہم کرنے والے یقیناً ظالم اور مفسد ہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رقیہ کے لئے تفرغ اور اسے پیسہ بنانا بڑے فساد کی جڑ اور مفاسد کا منبع ہے اور رقیہ سنٹروں کا قیام منکرات اور شرعی مخالفتوں اور اعتقادی خرابیوں کو فروغ دینے میں بڑا کردار ادا کر رہا ہے اسی لئے متعدد اہل علم نے ان دونوں قضیوں پر نکیریں کی ہیں کچھ لوگوں نے کھل کر انہیں حرام اور بدعت کہا ہے اور کچھ لوگوں نے مفاسد کی کثرت کی وجہ سے ان سے دور رہنے اور ان کا دروازہ بند کردینے کی نصیحت کی ہے۔ ذیل میں اسی سلسلے کی ایک اہم تحریر پیش خدمت ہے جس کی تائید اہل علم کی بڑی تعداد نے کی ہے :

**از ڈاکٹر علی بن نفیع علیانی حفظہ اللہ :**

**فرماتے ہیں [1] :**

''ان آخری زمانوں میں بعض اہل علم مریضوں کے رقیہ (جھاڑ پھونک) کے لئے کافی شہرت یافتہ ہیں اور چہار دانگ عالم میں مشہور ہو چکے ہیں کیونکہ آج وسائل نقل کی کثرت وسہولت ہے، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ (جھاڑ پھونک کرانے والے) لوگوں کی بھی کثرت ہے اور وہ راقیوں کو مال بھی خوب دیتے ہیں، یہ (رقیہ) پڑھنے والے حضرات اپنا سب کام دھام چھوڑ سارا وقت مریضوں کا رقیہ کرنے پر لگائے ہوئے ہیں، اس کے لئے انھوں نے اپنے گھروں کو کشادہ کر رکھا ہے اور آنے والوں کے لئے تیار بیٹھے ہیں، وہ انہیں بالکل اسی طرح اپائنٹمنٹ دیتے ہیں جیسے خاص اسپتالوں میں دئے جاتے ہیں، اور اس عمل کو انھوں نے اپنا پیشہ بنالیا ہے..

بتایا جائے کہ اس کیفیت کے ساتھ اس صورت کا جس کی سابقہ زمانوں میں کوئی مثال نہیں پائی جاتی ہے کیا حکم ہے؟

اس سوال کے پیش نظر اللہ کی توفیق سے عرض کرتا ہوں :

یہ بات معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے رقیہ اور جھاڑ پھونک کے کاموں کو ان کے شرعی ضوابط کے ساتھ مشروع کیا ہے اور ان پر اجرت لینے کو بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ صحیح بخاری رحمہ اللہ میں وارد ہے کہ انھوں نے فرمایا: ''فاتحة

---

[1] اپنی کتاب : " الرُّقى على ضوء عقيدة أهل السنة والجماعة واتخاذها حرفة " ط . دار الصفوة القاهرة ( ص ۷۵ - ۷۹) میں۔

الکتاب سے رقیہ کرنے کی شرطوں کا باب'' اور بسند خویش حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ :

''أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا بِمَاءٍ، فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ المَاءِ، فَقَالَ: هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ، إِنَّ فِي المَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ عَلَى شَاءٍ، فَبَرَأَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَكَرِهُوا ذَلِكَ وَقَالُوا: أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، حَتَّى قَدِمُوا المَدِينَةَ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخَذَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ أَجْرًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللَّهِ'' ①

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب کا گزر ایک پانی کے (تالاب کے) پاس سے ہوا جہاں ایک ڈنک مارا ہوا یا ڈنسا ہوا آدمی تھا، لہٰذا ان پانی والوں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: کیا تم میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے، پانی کے پاس ایک ڈنک مارا ہوا یا ڈنسا ہوا آدمی ہے؟ چنانچہ ان میں سے ایک شخص چل پڑا اور اس نے کچھ بکریوں کی شرط پر سورۂ فاتحہ پڑھی اور وہ اچھا ہو گیا پھر جب وہ شخص بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا اور کہا کہ تم نے اللہ کی کتاب پر اجرت لے لی، یہاں تک کہ وہ سب مدینہ آئے اور انھوں نے کہا: اس نے اللہ کی کتاب پر اجرت لی ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن پر تم نے اجرت لی ہے ان میں سب سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے''۔

---

① **صحيح البخاري مع الفتح ١٠/١٦٩۔**

(ہم کہتے ہیں : اسی طرح کی بات حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں بھی واقع ہوئی ہے جس کی تخریج حسب ذیل ہے :

[ رواه البخاري (2276،5736) ، ومسلم (2201) ، وأبو داود (3418،3419،3900) ، والترمذي (2063 - 2064) ، والنسائي في الكبرى (7533،7534) ، وفي عمل اليوم والليلة له (1035 -1038) ، وابن ماجه (2156)، وأحمد (3/44،10) ، وابن حبان (6079 - 6080) ، والبيهقي (1866 ، 11456) والحاكم (1/559) ، وابن السني (636) ، والدارقطني (3015-3018) ، وابن الجارود في المنتقى (588) ]،

توجہ فرمائیں کہ سنت کے ذخیرے میں کہیں بھی ۔ یہاں تک کہ کسی ضعیف اثر میں بھی ۔ وارد نہیں ہوا ہے کہ اس واقعے کے بعد لوگوں کی بھیڑ ابوسعید کے گھر میں ان سے رقیہ کرانے یا روحانی علاج کی طلب میں آتی رہی ہو!!.. اس لئے کہ دلوں کی توجہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں ہوئی بلکہ ان کی توجہ مقروء ۔ یعنی قرآن کریم ۔ کی طرف تھی۔ اور اگر ہمارے زمانے میں کسی بزرگ کے ساتھ ایسا ہوا ہوتا تو لوگوں کی بڑی بھیڑ ان کے دروازے پر جمع ہو جاتی اور ان کا گھر گھیر کر کھڑی ہو جاتی اور ان کا گھر سے نماز کے لئے بھی باہر آنا مشکل ہو جاتا اور بعض لوگ ان سے علاج کرانے کے لئے دور دراز کا سفر کر کے آنے لگتے ۔ (اس حقیقت پر ضرور غور فرمایئے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی خود اسے اپنا پیشہ نہیں بنایا تھا نہ راقی کے نام سے مشہور ہوئے تھے ۔

جب رقیوں کی اباحت معلوم ہوگئی اور اس پر اجرت لینے کی بھی اباحت علم میں آ گئی تو موضوع بحث اس کیفیت میں منحصر ہو گیا جس کے ذریعہ بعض متاخر قراء کے یہاں رقیہ کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ ہے :

**اس عمل کے لئے خود کو فارغ کرنا اور اسے پیشہ اور حرفت بنا لینا، اور لوگوں کے درمیان اسی سے مشہور ہو جانا :**

میرے نزدیک اس کیفیت پر قاری کے لئے بھی اور مقروء علیہم (جن پر رقیہ پڑھا جاتا ہے) ان کے لئے بھی بہت سے مفاسد مرتب ہوتے ہیں اور خرابیاں سامنے آتی ہیں جو حسب ذیل ہیں :

**اول : [اس سے لوگوں کا عقیدہ خراب ہوتا ہے اور قرآن کی اہمیت کم ہو جاتی ہے]**

جب لوگوں کی بہت بڑی بھیڑ قاری کے پاس جمع ہوتی ہے تو عام لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اس قاری میں کوئی خاص بات اور متعین خوبی ہے اسی لئے تو لوگ اس کے پاس اتنی بھیڑ لگائے رہتے ہیں، اور اس صورت حال میں قاری کی اہمیت مقروء ۔یعنی کلام اللہ۔ سے بھی بڑھ جاتی ہے، بلکہ بہت سے لوگ تو شاید مقروء کی اہمیت اور فائدے کے بارے میں سوچتے بھی نہیں ہیں، نظریں بس قاری (رقیہ کرنے والے) پر ہی لگی رہتی ہیں۔

جبکہ رقیہ میں اصل مقروء ہوتا ہے اور قاری اس کے تابع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ ٱلْقُرْءَانِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ [الاسراء:۸۲]۔

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے''۔

**اور فرماتا ہے :** ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هُدًى وَشِفَآءٌ﴾ [فصلت:۴۴]۔

''آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفاء ہے''۔

اس سے کوئی انکار نہیں کہ قاری کی نیکی، قوت ایمانی، اپنے رب پر اعتماد اور اس پر توکل کی اپنی تاثیر ہوتی ہے، مگر وہ موثر اصلی کے تابع ہوتی ہے اور موثر اصلی رب العالمین کا کلام ہے۔ لہٰذا جو بھی ذریعہ مقروء ۔یعنی کلام الٰہی۔ پر اعتماد کو کمزور کر دے اسے بند کر دینا چاہیے اور کھولنا نہیں چاہیے۔

**ابن قیم فرماتے ہیں :**

قرآن تو تمام قلبی وبدنی اور دنیا وآخرت کی بیماریوں کے لئے شفائے کامل ہے، مگر ہر ایک اس سے شفاء حاصل کرنے کا اہل ہے نہ اسے اس کی توفیق ملتی ہے، اور جب بیمار اس سے اچھی طرح دوا کر لے جائے اور صدق وایمان، قبول تام، پختہ اعتماد اور تمام شرطوں کی تکمیل کے ساتھ اسے اپنی بیماری پر رکھ دے تو بیماری اس کا مقابلہ ہرگز نہیں

کر سکے گی۔ اور بیماریاں آخر رب ارض وسماء کے کلام کا مقابلہ کیسے کر پائیں گی جسے اگر پہاڑوں پر نازل کیا گیا ہوتا تو اس کے ٹکڑے ہوجاتے اور اگر زمین پر نازل ہوگیا ہوتا تو اسے کاٹ کر رکھ دیتا۔ ①

## دوم : [رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میں کوئی اس کام کے لئے فارغ نہیں ہوا]

جب ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر، ان کے صحابہ کی سیرت پر اور ان علمائے اسلام کی سیرت پر جن کے علم وفضل پر اعتماد کیا جاتا ہے نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملتا ہے جو اپنا سب کام دھام چھوڑ کر رقیہ کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنے پر پل پڑا ہو، اسے اپنا پیشہ بنالیا ہو، اسی کے ساتھ لوگوں میں ایسا مشہور ہوگیا ہو کہ جب اس کا نام آتا ہو تو ساتھ ہی اس پیشے کا بھی ذکر کیا جاتا ہو، جبکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امراض کی کثرت تو ہر زمانے میں لوگوں کے اندر ہوا کرتی تھی، اور ہم نے مسلمانوں کے خلفاء میں سے بھی کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے کسی قاری کا تقرر اپنے اوپر اللہ کی کتاب پڑھنے کے لئے کیا ہو، ہاں اگر کوئی فاضل اور دیندار عالم ان کے سامنے آجاتا تو وہ اس سے رقیہ کی درخواست کر لیتے اور وہ ان پر قرآن پڑھ دیتا تھا اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے اگر کوئی چیز مشروع بھی ہو مگر اس کے ساتھ کوئی نئی کیفیت جوڑ دی جائے تو بھی وہ ممنوع ہوجاتی ہے۔

- چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر یہ ثابت ہے کہ :

"أَنَّهُ مَرَّ بِامْرَأَةٍ مَعَهَا تَسْبِيحٌ تُسَبِّحُ بِهِ فَقَطَعَهُ وَأَلْقَاهُ، ثُمَّ مَرَّ بِرَجُلٍ يُسَبِّحُ بِحَصًى فَضَرَبَهُ بِرِجلِه، ثُمَّ قَالَ : لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَةٍ ظُلْمًا أَوْ لَقَدْ غَلَبْتُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، ﷺ، عِلْمًا"

"ان کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جس کے پاس ایک تسبیح تھی جس پر وہ پڑھ رہی تھی تو آپ نے اسے کاٹ کر پھینک دیا، پھر ان کا گزر ایک ایسے آدمی کے پاس سے ہوا جو کنکریوں پر تسبیح پڑھ رہا تھا تو آپ نے اسے اپنے پاؤں سے مارا، اس کے بعد فرمایا: تم لوگ ظالمانہ طور پر ایک بدعت لائے ہو یا پھر علم میں اصحاب محمد ﷺ پر فائق ہو چکے ہو"؟ ②

## [اگر یہ خیر کا کام ہوتا تو سابقہ بزرگ اس میدان میں بھی سبقت لے گئے ہوتے]

- اگر رقیوں کے ذریعہ مریضوں کے علاج، کے لئے یکسو ہوجانا اسے پیشہ بنانا، اور اسی سے لوگوں میں مشہور

① زاد المعاد : ۳/۱۷۸۔

② سنن الدارمي : ۱/۶۸ والبدع لابن وضاح ص ۸ دوسری نے نہج میں کہا ہے کہ صحیح ہے، دیکھئے : النهج السديد ۳۵۔

ہونا خیر کا کام ہوتا تو ہم سے پہلے کے لوگ ایسا کر چکے ہوتے، اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ دوسرے زمانوں کے مقابلے میں ہمارے زمانے میں مریضوں کی تعداد زیادہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ نہ تو خلفاء کے درمیان ان کی کثرت کا مقابلہ ہوا نہ ائمہ اربعہ کے یہاں ان کی بڑی تعداد ایسی نظر آئی جیسے آج اس زمانے میں رقیہ پڑھنے والوں کی بھاری تعداد مشہور نظر آتی ہے، جو چیز قاری (یعنی جھاڑ پھونک کرنے والے) کو شہرت دلاتی ہے وہ ہے ان کے لئے جگہ کا خاص ہونا، اور اپنی چاہت کے مطابق وہاں لوگوں کا استقبال کرنا، اور ان کے لئے طبیبوں، دکانداروں اور صنعت کاروں کی طرح مخصوص اوقات متعین کرنا۔

**[قدیم بزرگوں نے اپنی دین فہمی اور فقاہت کی وجہ سے یہ پیشہ اختیار نہیں کیا تھا]**

● میرے خیال میں اگر ابن تیمیہ نے مریضوں پر (رقیہ) پڑھنے کی کوئی دکان کھول لی ہوتی اور ان کی چاہت کے مطابق ان کا استقبال کرتے تو پھر صفحۂ قرطاس کی سفیدی پر ایک بھی سیاہی نہ دوڑا سکتے، بالخصوص جبکہ زمانہ جہالت کا ہو، امیت وخرافات ہر سو چھائی ہوئی ہوں، اور لوگ (صوفی) مشائخ اور اصحاب طریقت کے دلدادہ ہوں۔ حقیقت یہی ہے کہ علمائے اہل سنت نے -ان پر اللہ کی بیشمار رحمتیں نازل ہوں- اس کام کو صرف اپنی فقاہت ہی کی وجہ سے ترک کر رکھا تھا[1]۔

**سوم : [لوگوں کا عقیدہ بگاڑنے کے لئے شیاطین لاشعوری طور پر راقیوں کی مدد کرتے ہیں]**

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب شیاطین یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ کسی شخص کے ساتھ ایسے جڑ گئے ہیں تو وہ اس طرح اس کی مدد کرتے ہیں کہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی ہے، لہٰذا وہ اس بات کا اعلان کرنے لگتے ہیں کہ وہ فلاں سے خائف ہیں اور اس کی وجہ سے مریض کے اندر سے نکل بھاگتے ہیں، اسی طرح کے دیگر کام بھی کرتے ہیں، مقصد یہی ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتا ہے اس کے مقابلے میں لوگوں کا اعتماد خود اس کی ذات پر بڑھ جائے اور وہ یہ اعتقاد رکھنے لگیں کہ اس آدمی کے اندر کوئی خاص راز کی بات پائی جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنی بیوی سے فرمایا تھا جب انھوں نے یہ کہا تھا کہ: میری آنکھ میں تکلیف ہوتی تھی تو میں فلاں یہودی کے پاس جاتی تھی اور وہ وہاں دم کر دیتا تھا، اور جب وہ دم کر دیتا تو وہ پرسکون ہوجاتی تھی۔ انھوں نے فرمایا: یہ تو شیطان کا کام تھا جو وہاں کچوکے لگاتا تھا، پھر جب وہ وہاں دم کر دیتا تو وہ اس سے رک جاتا تھا۔ الحدیث۔

---

① اکثر پیشہ ور رقاۃ تو جاہل اور نادان ہیں ہی مگر وہ علماء ومشائخ بھی حقیقت میں غیر فقیہ ہیں یا ان کی فقاہت کو زنگ لگ چکا ہے جو رقیہ کے لئے تفرغ، اسے پیشہ بنانے، یا رقیہ سنٹر کھولنے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس کی تائید کرتے ہیں۔

روایت حسب ذیل ہے :

''قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ لِزَوْجَتِهِ عِنْدَمَا قَالَتْ لَهُ : كَانَتْ عَيْنِيْ تَقْذِفُ فَكُنْتُ اخْتَلِفُ إِلٰى فُلَانِ الْيَهُوْدِي يَرْقِيْهَا، وَكَانَ إِذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ. قَالَ : إِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخُسُهَا بِيَدِهِ فَإِذَا رَقَيْتِهَا كَفَّ عَنْهَا''[1]

---

[1] دیکھئے المسند ۱/۳۸۱ اور حدیث کو البانی نے السلسلة الصحيحة : ۱/۵۴۴ میں صحیح کہا ہے، اور صحيح سنن ابن ماجة :۲/۲۶۹ میں بھی حدیث موجود ہے۔

**فائدہ :** بعد میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''**الصحيحة**'' میں حدیث نمبر: ۲۹۷۲ کے تحت جس کے الفاظ ہیں : ''**إن الرقى والتمائم والتولة شرك**'' لکھا ہے کہ :

''میں نے قیس بن سکن کے گزشتہ طریق کے ساتھ بروایت ابوداود و ابن ماجہ و ابن حبان واحمد قصہ اور دیگر روایات کو چھوڑ کر حدیث ترجمہ کے الفاظ میں اس کی تخریج : ''**الصحيحة**'':۱/۳۳۱ کے تحت کی تھی، اور اب ایسی صورت حال پیش آگئی ہے جو اس کے متعلق یہاں تفصیلی گفتگو کی متقاضی ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ اس طریق کا مدار یحییٰ بن جزار بواسطہ برادر زینب زوجۂ عبداللہ بواسطہ زینب زوجہ عبداللہ بواسطہ عبداللہ پر ہے.....اور لوگوں نے اس کے متن پر وسیع اختلاف کیا ہے مگر میں یہاں بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں جس کا بیان ناگزیر ہے، چنانچہ کہتا ہوں کہ :

مجموعی اعتبار سے یہ روایت طول واختصار کے لحاظ سے مختلف ہے، اس میں سب سے طویل روایت احمد اور بغوی کے یہاں ابومعاویہ کی ہے، اور اسے قدرے اختصار سے ابوداود نے بیان کیا ہے، اور طول میں اسی کے مثل عبداللہ بن بشر کی روایت ہے جو ابن ماجہ کے یہاں ہے، اور دونوں روایتوں میں یہ بات آئی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب ایک یہودی شخص کے پاس جایا کرتی تھیں اور وہ ان کا رقیہ کیا کرتا تھا!

اور یہ میرے نزدیک انتہائی خراب اور حیرت انگیز بات تھی کہ حضرت زینب جیسی کوئی بزرگ صحابیہ کسی یہودی کے پاس رقیہ کرانے جائے!! واللہ یہ تو بہت بڑی آفت ہے! مگر الحمدللہ کہ اس سلسلے میں سند ان تک صحیح نہیں ہے، اور نکارت وخرابی میں اسی جیسی ایک روایت ابن بشر کی بھی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے زینب سے کہا کہ اگر تم نے ویسا ہی کیا ہوتا جیسا رسول اللہ (ﷺ) نے کیا تھا تو وہ تمہارے لئے بہتر ہوتا اور اس بات کے قرین ہوتا کہ تمہیں شفا مل جاتی، تم اپنی آنکھوں میں پانی چھڑک لیتیں اور کہتیں : **أذهب البأس رب الناس** ...الخ وہ دعا جو معروف ہے۔ اس روایت میں پانی چھڑکنے کا تذکرہ کرنے میں عبداللہ بن بشر منفرد ہیں اور اس میں ابومعاویہ ان کے ہمنوا نہیں ہیں جبکہ وہ ان سے زیادہ ثقہ اور بڑے حافظ ہیں بالخصوص جبکہ وہ مختلف فیہ بھی ہیں،...

**میں کہتا ہوں :** ایسے شخص کی روایت بس حسن ہی ہوا کرتی ہے اگر وہ مخالفت نہ کرے، اور اگر مخالفت کرے تو وہ بھی نہیں۔ پھر اس صورت میں کیا کہا جائے جبکہ ان کے اوپر وہ مجہول بھی موجود ہے جس کا نام تک غیر معروف ہے، اور حدیث کے اکثر طرق کا مدار اسی پر ہے، اور بعض لوگوں نے جہالت کی وجہ سے ہوا یا عمداً اسے ساقط ہی کر دیا ہے۔ اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اس بیان اور تحقیق وتفصیل کی روشنی میں اپنے بھائی قارئین کرام سے مجھے امید ہے کہ وہ اگر میری قدیم کتابوں میں اس کے برخلاف کوئی چیز پائیں تو یہاں موجود تفصیل کے مطابق اس میں تبدیلی اور تصحیح کر لیں۔ مثلاً غاية المرام میں ابن ماجہ کی اس حدیث کی تصحیح کی گئی ہے جس کے ان دونوں منکر اضافوں کا بیان گزشتہ سطور میں کیا گیا۔ شکریہ۔

(دیکھئے : **تراجعات الألباني : ۱/۲۵ المكتبة الشاملة**) ....

## • شیطان کی چالیں صرف بڑے علماء اور فقہاء ہی سمجھتے ہیں، اس لئے خبردار!

لوگوں کے ساتھ شیاطین کا جو مکر ہوتا ہے وہ اتنا بڑا مکر ہوتا ہے کہ اسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اللہ کے دین

....

• **حضرت عائشہ کے یہودیہ سے رقیہ کرانے کی روایت منکر اور ضعیف ہے :**

**اس کے بعد علامہ فرماتے ہیں :**

پھر مجھے ایک ایسی روایت سے آگاہی ہوئی جو میرے نزدیک ابن مسعود کی بیوی کے یہودی سے رقیہ کرانے سے بھی زیادہ منکر ہے، اور یہ وہ روایت ہے جو یحیی بن سعید نے عمرہ بنت عبدالرحمان کے واسطے سے بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس ان کی بیماری کی حالت میں آئے تو ایک یہودی عورت ان کا رقیہ کر رہی تھی، اس پر حضرت ابوبکر نے فرمایا: ''ان کا رقیہ کتاب اللہ سے کرو'' اس کی تخریج مالک نے ''موطا'' (۳/۱۲۱) میں، ابن ابی شیبہ نے (۸/۵۰/۳۶۶۳) میں، خرائطی نے ''مکارم الاخلاق'' (۲/۹۷۷/۱۱۰۵) میں اور بیہقی نے (۹/۳۴۹) میں انہیں کے واسطے سے متعدد طرق سے کی ہے۔

**میں کہتا ہوں :** یہ ایک ایسی روایت ہے جس کے سب رواۃ ثقہ ہیں مگر یہ منقطع ہے، کیونکہ عمرہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا، کیونکہ وہ ان کی وفات کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئی تھیں۔ ہاں بیہقی کی ایک روایت میں بطریق محمد بن یوسف آیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: سفیان نے بواسطہ یحیی بن سعید بیان کیا ہے کہ انھوں نے عمرہ سے روایت کی اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انھوں نے بیان فرمایا کہ: ان کے پاس حضرت ابوبکر اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے پاس ایک یہودیہ.... الخ

انھوں نے ایسے ہی فرمایا ہے : ''بواسطہ عائشہ'' اور اس روایت کو ان سے موصول ذکر کر دیا ہے، اور میرا خیال ہے کہ محمد بن یوسف جو فریابی ہیں، ثقہ وفاضل ہیں، سفیان ثوری کے ساتھ ہمیشہ لگے رہیں۔ مگر اس کے باوجود ابن عدی وغیرہ نے سفیان سے ان کی بعض حدیثوں کے متعلق کلام کیا ہے۔ اور مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ان کا اس اسناد کو موصولا بیان کر دینا بھی انہیں حدیثوں میں نہ ہو جن کے متعلق ان لوگوں نے کلام کیا ہے، لہٰذا ان طرق کی مخالفت کی وجہ سے جو اس روایت کو مرسل بیان کرتی ہیں ان کی یہ حدیث شاذ ٹھہر جائے گی، یا پھر خطا ان سے نیچے کے لوگوں سے ہوئی ہوگی کیونکہ وہ لوگ روایت میں ان سے کمتر ہیں۔

اس بیان وتحقیق کے بعد میں ''التمہید'' (۵/۲۷۸) میں ابن عبدالبر کی اس بات کو درست نہیں سمجھتا کہ انھوں نے بالجزم اس واقعہ کی نسبت صدیق کی طرف کر دی ہے، فرماتے ہیں : ''اور حضرت ابوبکر سے کتاب اللہ کے علاوہ سے رقیہ کی کراہت وارد ہے، اور علماء بھی اسی بات کے قائل ہیں، اور انھوں نے یہودیہ کے لئے یہ جائز ٹھہرایا کہ وہ حضرت عائشہ کا رقیہ کتاب اللہ سے کرے''!

پھر یہ بات اسی طرح غیر معقول ہے کہ صدیق ایک یہودیہ سے کہیں کہ وہ حضرت عائشہ کا رقیہ کرے جس طرح یہ غیر معقول ہے کہ وہ اسے ان کے لئے دعا کرنے کو کہیں، اور بلاشک رقیہ بھی ایک دعا ہی ہے۔ اور میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَمَا دُعَآءُ ٱلْكَٰفِرِينَ إِلَّا فِى ضَلَٰلٍ﴾ [غافر:۵۰]۔ ''اور کافروں کی دعا محض بے اثر اور بے راہ ہے''۔

اور اس معاملے کی نکارت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ''کتاب اللہ'' سے مراد: قرآن کریم ہے، کیونکہ وہ (یہودیہ تو) اس (قرآن) پر اور اس کی دعاؤں پر ایمان ہی نہیں رکھتی ہے۔ اور اگر اس سے مراد تورات ہو تو اس طرح کی بات تو صدیق سے نہیں صادر ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ بات انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ انھوں نے اس میں تحریف وتفسیر اور تبدیلی کر دی ہے۔ ( الصحیحة : ۶/۱۱۶۸ المكتبة الشاملة)

میں فقاہت کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں، کیونکہ لوگوں کا معاملہ تو یہ ہوتا ہے کہ جب وہ عجیب وغریب حکایات سنتے ہیں اور انہیں معلوم ہوتا ہے کہ فلاں رقیہ پڑھنے والے قاری صاحب کے پاس اکثر آسیب زدہ لوگوں پر جنوں کی حاضری ہوتی ہے اور شیاطین ان کی زبان پر بولنے لگتے ہیں اور شیخ صاحب ان سے عہد لے لیتے ہیں کہ اب وہ دوبارہ اس آسیب زدہ پر سوار نہیں ہوں گے!!! اور اسی طرح کی کہانیاں کثرت سے سنائی دینے لگتی ہیں تو ہر مریض ان شیخ صاحب کی دید کا مشتاق ہو اٹھتا ہے اور لوگ جوق در جوق ادھر کا رخ کرنے لگتے ہیں اور رخت سفر باندھ باندھ کر آتے ہیں۔ ہر آنے والا یہ جان لینے کا خواہاں ہوتا ہے کہ اس کے اندر تو کوئی جن نہیں بیٹھا ہوا ہے، اگر اس کثرت سے یہ حال کرامات میں سے بھی ہو تو بھی قاری صاحب کو چاہیے کہ اس کے انجام سے خوف زدہ ہو جائیں۔ مگر جب یہ بھی احتمال موجود ہو کہ یہ صورت حال استدراج اور شیاطین کی چالوں کے قبیل سے بھی ہو سکتی ہے تب کس قدر متنبہ ہونے کی ضرورت ہے؟

- **ہشیار! خوارق سے آدمی کا درجہ گھٹ بھی جاتا ہے:**

**شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:**

''اور چونکہ خوارق سے بیشتر یہ ہوتا ہے کہ آدمی کا درجہ گھٹ جاتا ہے اس لئے بہت سے صالحین اس طرح کی چیزوں سے توبہ کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے جیسا کہ زنا اور چوری جیسے گناہوں سے توبہ کی جاتی ہے، اور بعض پر جب ان کی پیشکش ہوتی تو وہ اللہ سے ان کے زوال کی دعا کرتے تھے، اور سب کے سب (مشائخ) مرید سالک کو یہی حکم کرتے رہے کہ دیکھنا یہیں ٹھہر نہ جانا اور اسی کے پیچھے پڑ کر نہ رہ جانا، نہ انہیں کرامتیں سمجھ کر اتراتے پھرنا، پھر جب صورت یہ ہو کہ حقیقت میں ان چیزوں کے ذریعہ شیاطین انہیں اغوا کرتے ہوں تب کس قدر محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں نباتات جن سے گفتگو کرتے تھے اور انہیں یہ بتایا کرتے تھے کہ میرے اندر فلاں فلاں منفعتیں پائی جاتی ہیں، درحقیقت ان کے اندر سے شیاطین انہیں مخاطب کیا کرتے تھے! میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جن سے شجر وحجر باتیں کیا کرتے ہیں! اور کہتے ہیں: آپ کو مبارک ہو آپ کے کیا کہنے ہیں اے اللہ کے ولی! پھر جب وہ آیت الکرسی پڑھتے ہیں تو یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں کہ جب وہ پرندے کا شکار کرنا چاہتے ہیں تو چڑیاں وغیرہ ان سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ: آپ مجھے پکڑ لیجئے تاکہ غریب لوگ مجھے کھائیں۔ جبکہ ان کے اندر شیطان ہوتا ہے جیسا کہ انسان کے اندر داخل ہو کر وہ انہیں مخاطب کرتا ہے۔''[1]

---

(1) مجموع الفتاوی: ۱۱/۳۰۰۔

## • لوگوں کی بھیڑ سے راقی فریب نفس اور عجب وخود پسندی کا شکار ہوجاتا ہے :

**چہارم :** وہ (رقیہ کرنے والا) قاری جب یہ دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے دروازے پر بھیڑ لگا رہے ہیں، مریضوں کی بھاری تعداد کو اللہ تعالیٰ اس کے رقیہ (دم جھاڑے) کی وجہ سے شفا اور عافیت عطا فرمادیتا ہے، اور یہ شیاطین کس طرح اس سے ڈرتے ہیں اور آسیب زدوں کے اندر سے نکل جاتے ہیں؟ تو اس کے اندر یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ وہ اولیائے ابرار میں سے ہے، اور عجب وخود پسندی وغیرہ کا شکار ہوسکتا ہے۔ جبکہ سلف صالحین -رضوان اللہ علیہم- اس امر سے ڈرا کرتے تھے اور اس کے دروازے بند کردیا کرتے تھے۔

## • پیچھے پیچھے چلنے والوں اور ماننے والوں کی کثرت ایک فتنہ ہے :

**ابن عیینہ فرماتے ہیں :**

حضرت عمر بن خطاب -رضی اللہ عنہ- نے حضرت ابی کے ساتھ ایک جماعت کو دیکھا تو ان پر درہ [1] تان لیا، تب حضرت ابی نے فرمایا: -اللہ آپ پر رحم فرمائے- دیکھئے تو سہی آپ کیا کررہے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے فرمایا: آپ کو معلوم نہیں کہ یہ متبوع (جس کے پیچھے لوگ چلتے ہوں) کے لئے فتنہ اور تابع کے لئے سامان ذلت ہے''۔ [2]

اب دیکھئے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے متعلق پیروکاروں اور تلامذہ کی کثرت سے جو ان کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں خوف محسوس کررہے ہیں تو دوسرے لوگ تو خوف کے اور سد ذریعہ کے زیادہ حقدار ہیں۔

---

① درہ اسے کہتے ہیں جس سے مارا جاتا ہے (لاٹھی)۔

② عن سليم بن حنظلة قال : بينا نحن حول أُبيّ بن كعب نمشي خلفه إذ رآه عمر ، فعلاه بالدِّرة ، فقال : انظر ياأمير المؤمنين ما تصنع ! ، فقال : إن هذا ذلة للتابع وفتنة للمتبوع [ أخرجه ابن أبي الدنيا في التواضع والخمول (51) ، وابن المبارك في الزهد (48 - زيادات نعيم) ، والدارمي (523) ، وابن عبدالبر في جامع بيان العلم وفضله (1/ 144) ، والذهبي في تذكرة الحفاظ (8/1) ، والغزالي في إحياء علوم الدين (3/ 428) ] ]

اور ابن مسعود ایک دن باہر نکلے تو لوگ ان کے پیچھے لگ گئے، تو انھوں نے ان لوگوں سے فرمایا: کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ انھوں نے جواب دیا نہیں، مگر ہم آپ کے ساتھ ساتھ چلنا چاہتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: لوٹ جاؤ کیونکہ یہ عمل تابع (پیچھے چلنے والے) کے لئے ذلت اور متبوع (جس کے پیچھے چلا جاتا ہے) کے لئے فتنہ ہے۔

(وخرج ابن مسعود ذات يوم فاتبعه ناس ، فقال لهم : ألكم حاجة ؟ ، قالوا : لا ، ولكننا أردنا أن نمشي معك ، قال : ارجعوا فإنه ذلة للتابع وفتنة للمتبوع [ سنن الدرامي (527) ، صفة الصفوة ( 1/ 214) لابن الجوزي]۔

(تذكرة الحفاظ للذهبي :۱/۸)۔

اور (رقیہ کے) یہ قاری صاحب جن کی حالت بیان کی گئی ہے ان کا حال اس طبیب جیسا نہیں ہے جس کے دروازے پر لوگ بھیڑ لگاتے ہیں، کیونکہ طبیب تو ایک معروف طریقۂ علاج کے مطابق علاج کرتا ہے اور اس کے اندر یہ احساس نہیں ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اسی وقت مفید ہوگا جب وہی اسے لکھے گا بلکہ اس کا ماننا یہ ہوتا ہے کہ یہ معاملہ طبیب سے نہیں بلکہ علاج سے مربوط ہے جبکہ راقی کا معاملہ اس کے برخلاف ہوتا ہے کیونکہ بسا اوقات وہ یہی سمجھ بیٹھتا ہے کہ یہ معاملہ علاج سے نہیں اسی سے مربوط ہے، اس لئے کہ قرآن تو تمام مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور وہ اسے پڑھ بھی سکتے ہیں، اس کے باوجود لوگ اسی سے پڑھوانے پر مصر ہیں، لہٰذا اس کے اندر عجب وغرور پیدا ہوسکتا ہے، اور اس کے اندر اپنے متعلق طرح طرح کے خیال آسکتے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس طرح کی چیزوں سے دور رہنا زیادہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب [1]۔

## • راقی حضرات بلاعلم گفتگو اور اٹکل سے تشخیص کرتے ہیں :

**پنجم :** سابقہ کیفیت والے قراء (رقیہ کرنے والوں) کے متعلق یہ چیز دیکھنے میں آئی ہے کہ وہ بلاعلم باتیں کیا کرتے ہیں، اور وہ یوں کہ جب وہ کسی مریض پر پڑھتے ہیں اور جن اس کی زبان پر نہیں بولتا ہے (یعنی اس کی حاضری نہیں ہوتی ہے) تو کہہ دیتے ہیں کہ تمہارے اندر جن نہیں ہے، تمہیں نظر لگی ہے، یا یہ کہ تمہارے اندر جن ہے نہ تمہیں نظر لگی ہے اور اسی طرح کی دوسری باتیں بھی کہا کرتے ہیں، جبکہ لسان حال سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ کسی آسیب زدہ پر ہمارے پڑھتے ہی جن کو لازمی طور پر ہم سے یا ہماری قرأت سے ڈر کر حاضر ہونا چاہیے اور بات کرنی چاہیے۔ حالانکہ اس پر ذرا بھی کوئی علمی چھاپ نظر نہیں آتی ہے، کیونکہ جب آسیب زدہ پر رقیہ پڑھا جاتا ہے اور اس کے اندر بیٹھا ہوا جن خوفزدہ ہوجاتا ہے تو کبھی ڈر کر بولنے لگتا ہے، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ نہ بولتا ہے نہ خوفزدہ ہوتا ہے! تب یہ لوگ یقین کے ساتھ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ مقروء علیہ (یعنی جس پر رقیہ پڑھا جارہا ہے) کے اندر کوئی جن موجود نہیں ہے یا نظر لگی ہے؟ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قاری صاحب کے اس فیصلے کی وجہ سے وہ مریض اس طرح کے حالات کیلئے نبی ﷺ کی ماثور دعائیں بھی ترک کر بیٹھے، جبکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا﴾ [الاسراء:٣٦]۔

''جس بات کی تجھے خبر نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے''۔

---

① حقیقت یہی ہے کہ بیشتر رقاۃ جب اپنی فتوحات گناتے ہیں تو قرآن کی تاثیر کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں اور عمداً لوگوں کو اپنی ذات سے وابستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

- **ایک ہی قرأت میں سوسو آدمیوں کا کلیان کر دینے کی دلیل کہاں ہے :**

**ششم :** مذکورہ کیفیت والے قراء (رقیہ پڑھنے والوں) کو یوں بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کی ایک ٹولی کو جمع کر لیتے ہیں اور ملاقاتیوں کی کثرت کے باعث وقت بچانے کے لئے بیک وقت ان سب کے لئے ایک ہی قرأت پر اکتفا کرتے ہیں، پھر وہ ان کے برتنوں پر گشت کرتے ہیں اور ان میں اپنا تھوک یا لعاب ڈالتے جاتے ہیں جبکہ ان کے منہ کی وہ طراوٹ جس میں قراءت کی گئی ہوتی ہے وہ تو ایک ہی دو آدمیوں کے برتنوں میں ختم ہو جاتی ہے، تب اس قاری کو یہ فضیلت کب حاصل ہوگئی کہ اس کا لعاب پورا کا پورا مبارک ہے یہاں تک کہ اگر اس میں تلاوت قرآن کی آمیزش نہ ہو تو بھی اسے یہ خصوصیت حاصل ہے، جناب یہ کیسے جائز کر لیتے ہیں کہ وہ ایک قرأت پر سو برتنوں میں یا اس سے زیادہ میں تھوکیں (یا پھونک ماریں)؟ اور سلف صالح کے عمل سے اس صورت کی دلیل کہاں ہے؟

- **اگر اہل حق اس سے باز نہ آئے تو مال وزر کے لئے دجالوں کی کثرت ہوگی :**

**ہفتم :** سابقہ کیفیت کے ساتھ رقیہ کرنے والوں کو جس طرح بھاری مال ہاتھ آتا ہے اور ان پر روپوں کی بارش ہوتی ہے اسے دیکھتے ہوئے ہوسکتا ہے کہ کچھ شعبدہ باز اور دجال لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوں، اور قرأت کا سہارا لئے کمائی کے خیال سے دکان کھول کر بیٹھ جائیں، حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیں، اور لوگوں پر بڑے شر کا دروازہ کھل جائے، اور شعبدہ بازوں پر بھی کوئی نکیر اس لئے نہ کی جاسکے کہ ان کا معاملہ ان قراء کے ساتھ خلط ملط ہو چکا ہے جو اپنی قرأت اور رقیہ میں شعبدے اور کہانت سے کام نہیں لیتے ہیں، کیونکہ ان میں تمیز دشوار ہوگی، اور شر کی طرف لے جانے والے ذرائع کا راستہ مسدود کر دینا واجب ہے، یہاں تک کہ اگر ایسا کرنے والے کا مقصود حق بھی ہو تو بھی یہی کرنا چاہیے، یہ دیکھئے حضرت عبداللہ بن مسعود، ان کے شاگردوں اور علمائے محققین کی ایک جماعت نے سد ذریعہ کے طور پر قرآن لٹکانے سے بھی منع فرمایا ہے حالانکہ وہ اللہ کا کلام ہے، تاکہ اسے ذریعہ بناتے ہوئے لوگ تعویذیں نہ لٹکانے لگیں۔ [1]

- اسی تعلیل کا فتوی مملکت (سعودی عرب) کی دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء نے بھی فتوی نمبر ۹۹۲ تاریخ ۴/۴/۱۳۹۵ھ میں دیا ہے۔ [2]

---

① دیکھئے : فتح المجید : ۱۳۲ ، ومعارج القبول : ۱/۴۶۹۔

② مجلة البحوث الإسلامية شماره ۲۵ سن ۱۴۰۹ھ ، ص ۴۰ ۔

**• رقیہ کے پیشہ کو مستحب اور کارِ ثواب سمجھنا ایک بدعت ہے :**

**ہشتم :** مذکورہ کیفیت والے بعض قراء جو لوگوں پر (رقیہ) پڑھنے کے لئے خود کو فارغ کر لیتے ہیں اور اسی کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کام مستحبات میں سے ہے، جبکہ استحباب ایک حکم شرعی اور ایک عبادت ہوتا ہے، اور یہ خیال بدعت کے ارتکاب کی طرف لے جا سکتا ہے کیونکہ جس نے کسی ایسی چیز کو مستحب سمجھا جسے رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نے کیا ہے نہ ان کے خلفائے راشدین نے کیا ہے حالانکہ ان کے زمانے میں بھی اس کا مقتضیٰ موجود تھا (یعنی اس زمانے میں بھی یہ صورت حال موجود تھی اور ایسے مریض پائے جاتے تھے) تو اس نے بدعت ہی کا ایک عمل کیا ہے، کیونکہ رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نے اور ان کے خلفائے راشدین نے اگرچہ مریضوں پر رقیہ بھی پڑھا ہے اور (بعض صحابہ نے) اس پر اجرت بھی لی ہے جیسا کہ گزرا مگر وہ اس کام کے لئے فارغ ہو کر نہیں بیٹھ گئے تھے، اور اسی کے نام سے ان کی کوئی واضح شہرت بھی نہیں تھی کہ جب ان کا ذکر ہو تو ان کے اس کام کے لئے فارغ ہو جانے کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ بھی لگایا جائے کہ وہ آسیب زدہ پر رقیہ پڑھنے والے قاری صاحب ہیں۔ انھوں نے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اسے کمائی کا ذریعہ اور پیشہ وحرفت نہیں بنا لیا تھا۔

**• کچھ لوگ قبولیت دعا کے لئے معروف تھے مگر اس کے باوجود انھوں نے خود کو رقیہ کے لئے فارغ نہیں کیا :**

**نہم :** یقیناً صحابہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو قبولیت دعا کے لئے مشہور تھے، مثلاً سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جنھیں جنت کی خوشخبری ملی تھی، اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کے لئے رسول اللہ ۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نے قبولیت دعا کی دعا فرمائی تھی [1]۔ اور بعض تابعین بھی مشہور تھے مثلاً اویس قرنی۔ رضی اللہ عنہ۔ مگر اس کے باوجود یہ منقول نہیں ہے کہ مسلمانوں نے ان لوگوں کے دروازوں پر بھیڑ لگائی ہو اور فوج در فوج دعا کرانے آتے ہوں، جبکہ ان کے مستجاب الدعوات ہونے کی وجہ سے مسلمان دین ودنیا کی بھلائی کے لئے ان سے دعا کرانے کے ضرورتمند بھی تھے، اور اس بات میں شرعی اعتبار سے بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ مسلمانوں کا کوئی فرد ان میں سے کسی کے پاس جائے اور اپنے لئے دعا کا طالب ہو، جبکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اویس قرنی کے ساتھ ایسا کیا بھی تھا، کیونکہ رسول اللہ ۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نے انہیں اس کی رہنمائی بھی فرمائی تھی، اس کے باوجود اس

---

① سير أعلام النبلاء (۱/۱۱)، والحاكم في المستدرك (۳/۴۹۹) وصححه الذهبي ، والبيهقي في الدلائل (۶/۱۸۹) ، والسيوطي في الخصائص الكبرى (۲/۱۶۵)۔

میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر حضرت عمر بن خطاب یہ دیکھتے کہ دعا کرانے کے لئے اہل مدینہ حضرت اویس کے پاس بھیڑ لگائے ہوئے ہیں، اہل مکہ اور اہل عراق بھی اسی غرض سے ان کے پاس آ رہے ہیں تو گو انھوں نے خود ایسا کیا تھا مگر لوگوں کے اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے بلکہ خود اویس قرنی کے فتنے میں پڑ جانے کی وجہ سے انہیں اس کام سے منع کر دیتے، اور یہ حضرت اویس قرنی -رضی اللہ عنہ- کی فقاہت ہی تھی کہ انھوں نے خود کو مخفی رکھنے کی کوشش کی اور خود کو نہ دوسروں کو فتنہ کے لئے پیش فرمایا....

## • جس طرح خود کو دعا کے لئے خاص نہیں کر سکتے اسی طرح رقیہ کے لئے بھی خاص نہیں کرنا چاہیے

• اور میری نظر میں رقیہ بھی دعا ہی کی طرح ہے بلکہ وہ بھی دعا ہی ہے، لہٰذا اسی طرح اگر کسی بستی کے لوگ کسی شخص کی صالحیت کی ظاہری حالت سے متاثر ہو کر اپنی اولاد کو اس شخص کے پاس کھجور وغیرہ سے تحنیک کیلئے لانے لگیں تو یہ کام بھی نامناسب ہوگا کیونکہ اس میں شخص مذکور کے لئے بھی فتنے کا خدشہ ہے اور لوگوں کے لئے بھی اندیشہ ہے۔ شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے تبرک کی اس صورت اور دیگر صورتوں کے متعلق فرمایا: ''اسی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سے بھی طلب کیا جائے، جبکہ اس کے متعلق اس بارے میں اطمینان نہیں ہے کہ اس سے وہ فتنے میں پڑ جائے، اس کے اندر خود پسندی پیدا ہو جائے اور اس کی وجہ سے وہ عجب، کبر اور ریاء کا شکار ہو جائے، تب یہ چیز منہہ پر اس کی تعریف جیسی ہو جائے بلکہ اس سے بھی بڑی بات ہو جائے[1] ہمارا کہنا یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ہزاروں لوگ اپنا رقیہ کرانے آتے ہوں اور سب قاضیوں، مفتیوں اور اہل علم کو چھوڑ کر آتے ہوں اس کا کیا حال ہو سکتا ہے؟ کیا اس کے متعلق فتنے کا خوف نہیں ہے؟!

## • اگر فائدہ اور نقصان دونوں مقابل ہوں تو نقصان سے بچنا فائدے کے حصول پر مقدم ہے :

**دہم :** جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اس کام میں لوگوں کے ساتھ مفسدہ (ناپسندیدہ صورت حال اور نقصان) جڑا ہوا ہے بالخصوص عوام کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام سے زیادہ (رقیہ پڑھنے والے) قاری سے اپنا تعلق جوڑ لیتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء وصلحاء (نیک لوگوں اور بزرگوں) کے یہاں کوئی بھیڑ دکھائی نہیں دیتی جبکہ یہاں اتنی بھیڑ نظر آتی ہے تو وہ شفا کو اسی شخص کے ساتھ مرتبط ماننے لگتے ہیں۔ (بہت سے لوگوں کو

[1] تیسیر العزیز الحمید ص ۱۸۶۔

یہ کہتے سنا بھی جاتا ہے کہ اور کوئی فلاں فلاں کو ٹھیک نہیں کر پایا مگر فلاں صاحب نے آتے ہی اسے ٹھیک کر دیا)۔
اس کیفیت میں خود قاری (رقیہ کرنے والے) کے لئے شہرت اور عجب کی جہت سے اور ایسی کیفیت کی ایجاد (بدعت) کی وجہ سے بھی مفسدہ پایا جاتا ہے جو سلف صالح کے نزدیک معروف نہیں تھی کہ وہ سیکڑوں لوگوں پر ایک ہی بار پڑھ دیتے ہوں اور اس قرأت کے بعد ان سب کے برتنوں میں پھونک مارتے ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ درءِ مفسدہ (نقصان کا دور کرنا) حصول مصلحت (فائدے کے حصول) پر (اصولی اعتبار سے) مقدم ہے، بالخصوص اس صورت میں جبکہ مصلحت (فائدے) کے مقابلے میں مفسدہ (نقصان) بہت بڑا ہو۔

**جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :**

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [الانعام:۱۰۸]۔

''اور مت گالی دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ جہالت کی وجہ سے حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے''۔

ذہن نشین رہے کہ مشرکوں کا اللہ عز وجل کی شان میں گستاخی کرنا ایک بڑا مفسدہ ہے اور مومنوں کا مشرکوں کے معبودوں کی تنقیص کرنا ایک عظیم مصلحت ہے، مگر یہاں مفسدہ (نقصان اور خرابی) کے دور کرنے اور اس کا خاتمہ کرنے کو حصول مصلحت پر مقدم کیا گیا کیونکہ اس کی وجہ سے بہت بڑا بگاڑ اور فساد رونما ہو سکتا تھا۔

- **جب یہ نہیں کہتے کہ آؤ ہم سے دعا کرا لو تو یہ کیوں کہتے ہیں کہ آؤ ہم سے رقیہ کرا لو :**

**یازدھم :** لوگوں کے رقیہ کے لئے فارغ ہو رہنے والے کے اندر اس شخص کی مشابہت پائی جاتی ہے جو لوگوں کے لئے دعا کرنے کے لئے خود کو فارغ کر لے، کیونکہ رقیہ اور دعا ایک ہی جنس سے ہیں تو کیا کسی طالب علم کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ تم لوگ میرے پاس اپنے لئے دعا کرانے کی خاطر آیا کرو؟! یہ چیز سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے کیونکہ حضرت عمر بن خطاب وغیرہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم أجمعین اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی ان سے دعا کی گزارش کرے اور فرمایا کرتے تھے کہ کیا ہم لوگ انبیاء ہیں؟[1]

**رقیہ کو پیشہ بنانا لوگوں کو اللہ سے دور کر دیتا ہے :**

**دوازدھم :** اس کیفیت کے عام ہونے سے عوام میں اور علم سے نابلد لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہی کیفیت رقیہ کا صحیح طریقہ ہے لہٰذا لوگ دوسروں سے ہی رقیہ کے طلبگار رہتے رہیں گے اور خود اپنا اپنا رقیہ کرنے اور

---

[1] الحکم الجدیرة بالإذاعة بین یدي الساعة ، لابن رجب الحنبلي ص ۵۴۔

رب سماوات وارض کے سامنے خود کو ڈال دینے اور اس سے براہ راست شفا مانگنے کی سنت کو ترک کر بیٹھیں گے۔(انتھی)

متعدد کبار اہل علم نے رقیہ کے لئے تفرغ اسے پیشہ بنانے اور رقیہ سینٹر قائم کرنے پر سخت نکیر کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ بدعت اور کثرت مفاسد کی وجہ سے یہ دونوں شرعی اعتبار سے ناجائز ہیں۔ذیل میں ہم بالاختصار کچھ علماء کا تذکرہ کررہے ہیں جنھوں نے اس سلسلے میں صراحت کررکھی ہے :

## وہ علماء جو رقیہ کے لئے تفرغ یا رقیہ سینٹر یا کلینک کے مخالف ہیں اور انھیں غیر شرعی کام سمجھتے ہیں

(۱) محدث عصر وامام زمانہ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

(رقیہ کو پیشہ بنانے کے سخت مخالف ہیں اور مختلف فتووں میں پیشہ ور راقیوں پر سخت نکیر کی ہے)

(۲) محدث دیار ہندیہ علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ

(صاحب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح) (رقیہ کو پیشہ بنانے کے مخالف ہیں۔دیکھئے: فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری:۱/۳۴۴ ، ۱/۳۸ وغیرہ)

(۳) معالی الشیخ الدکتور صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ

(عضو هيئة كبار العلماء و عضو اللجنة الدائمة للافتاء) (متعدد فتووں میں رقیہ کو پیشہ بنانے اور رقیہ سینٹر کھولنے کو ناجائز بتایا ہے)

(۴) فضیلۃ الشیخ علامہ محدث ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ

سابق رئیس قسم السنة جامعه اسلامیه مدینه منوره

سابق ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ شعبۂ حدیث اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ

(پیشہ ور راقیوں اور رقیہ میں ایجادات کے سخت مخالف ہیں اور رقیہ سینٹر کھولنے والوں کو فریبی اور چالباز قرار دیتے ہیں)

(۵) سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن محمد آل الشیخ حفظہ اللہ

مفتی اعظم مملکت سعودی عرب (رقیہ میں توسع سے روکا ہے اور اسے ہر فرد کے لئے متروک بتایا ہے اور رقیہ سینٹر

کھولنے کو مبالغہ آرائی اور رقیہ کو اس کی شرعیت سے نکال دینے کا سبب بتایا ہے)[1]

(۶) معالی الدکتور عبدالرحمن بن عبداللہ بن محمد السند حفظہ اللہ

**الرئيس العام لهيئة الامر بالمعروف والنهي عن المنكر في السعودية و مدير الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة سابقا** [2]

(پیشہ ور راقیوں کے منکرات کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور رقیہ کے لئے تفرغ کی مخالفت کی ہے)

(۷) معالی الدکتور الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل الشیخ حفظہ اللہ

سابق وزیر الشئون الاسلامیہ مملکت سعودی عرب (اپنی کتاب **الاجوبة والبحوث والمدارسات المشتملة عليها الدروس العلمية تحت عنوان الرقية الشرعية وضوابطها** (ج:۱،ص:۸۵) میں رقیہ کو پیشہ بنانے والوں کو روکنے اور انھیں سزا دینے کو واجب بتایا ہے)

(۸) فضیلۃ الشیخ صالح السحیمی حفظہ اللہ

**أستاذ مشارك في كلية الدعوة وأصول الدين قسم العقيدة، بالجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية** (رقیہ کے پیشہ بنانے کو بدعت قرار دیا ہے اور رقیہ کے منکرات پر سخت نکیر کی ہے)[3]

(۹) فضیلۃ الشیخ دکتور محمد بن علی البار حفظہ اللہ

**عضوء الكلية الملكية للاطباء بلندن وخبير في المجمع الفقهى الاسلامي لرابطه العالم الاسلامي، مجمع الفقه الاسلامي في منظمة المؤتمر الاسلامي۔** [4]

(۱۰) فضیلۃ الشیخ ابوعبدالمعزّ محمّد علی فرکوس الجزائری حفظہ اللہ

اپنی کتاب **المنية في توضيح ما أشكل من الرقية** ص:۵۲ پر رقیہ کو پیشہ بنانے سے روکا ہے۔

(۱۱) فضیلۃ الشیخ محمد بن ابراہیم شقرۃ حفظہ اللہ (شاگرد علامہ ابن باز وعلامہ البانی)

**الرقية الشرعية من الكتاب والسنة النبوية تاليف محمد بن يوسف الحورانى** (ص۱۵) میں رقیہ کو پیشہ بنانے پر سخت نکیر کی ہے۔

---

① دیکھئے: https://goo.gl/HxKihf۔

② دیکھئے: اُن کی کتاب أحكام الرقية الشرعية۔

③ دیکھئے: https://youtu.be/qGiayOAuMUs، نیز دیکھئے : بعض الأخطاء المتعلقة بالرقية والرقاة۔

④ دیکھئے : کتاب الرقية النافعة للأمراض الشائعة کی تقریظ میں راقیوں پر نکیر : ص ۲۴۔

(۱۲) فضیلۃ الشیخ/ د. ناصر بن عبد الکریم العقل حفظہ اللہ

**أستاذ العقيدة والمذاهب المعاصرة بكلية أصول الدين بجامعة الإمام محمد بالرياض** [1]

(۱۳) عبداللہ بن عبدالرحیم البخاری حفظہ اللہ

**أستاذ مشارك في قسم فقه السنة ومصادرها في كلية الحديث الشريف والدراسات الإسلامية جامعه اسلاميه مدينه منوره** (دیکھئے ان کی کتاب: **صفة الرقية وأخطاء الرقاة**)

(۱۴) فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر اسماعیل المقدم مصری حفظہ اللہ

(رقیہ کے پیشہ بنانے کو دین کے نام پر چلنے والا ایک خبیث شکار قرار دیا ہے اور پیشہ ور راقیوں پر سخت نکیر کی ہے، اپنے محاضرات وقفة مع الجن میں دیکھئے: **المكتبة الشاملة دروس الشيخ محمد اسماعيل المقدم**)

(۱۵) فضیلۃ الشیخ سعید عبدالعظیم حفظہ اللہ

(اپنی کتاب: **الرقيه النافعة للأمراض الشائعة** میں رقیہ کے لئے تفرغ پر نکیر کی ہے: ص:۷۹)

(۱۶) فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح الجزاع حفظہ اللہ

(اپنی کتاب: **الأحكام الفقهية في الرقية الشرعية** (ص ۳۹۰) میں فرماتے ہیں: رقیہ کو پیشہ بنانا مفاسد کا حامل ہے اس لئے رقیہ کی خاطر تفرغ جائز نہیں ہے)

(۱۷) فضیلۃ الشیخ ابوانس محمد بن فتحی آل عبدالعزیز اور فضیلۃ الشیخ ابوعبدالرحمان محمود بن محمد الملاح حفظهما اللہ

(**فتح الرحمان في بيان هجر القرآن** (ص ۳۳۴) رقیہ کے لئے تفرغ بہت سے مفاسد کا حامل ہے اس لئے اس کی مخالفت کی ہے اور ڈاکٹر علی نفیع علیانی نے رقیہ کے لئے تفرغ کے جو مفاسد بیان کئے ہیں ان پر اپنی موافقت کا اظہار کیا ہے)

(۱۸) فضیلۃ الشیخ فتحی بن فتحی الجندی حفظہ اللہ

(اپنی کتاب: **النذير العريان لتحذير المرضى والمعالجين بالرقى والقرآن** (ص

---

[1] دیکھئے ان کا طویل محاضرہ بعنوان: **الرقية ما لها وما عليها / المكتبة الشاملة۔**

۲۴۳-۲۴۸) میں رقیہ کے لئے تفرغ اور رقیہ سنٹروں کے عمل کو دین کے نام پر خبیث شکار قرار دیا ہے۔ (ص ۲۳۹) رقیہ میں بہت سے مفاسد ہیں اور الرقی لعلی نفیع علیانی کے حوالے سے انہیں نقل کر کے ان پر صاد کیا ہے)

(۱۹) فضیلۃ الشیخ د.فہد بن ضویان بن عوض السحیمی حفظہ اللہ (استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)

(اپنی کتاب : **احكام الرقى والتمائم** (ص۸۱) میں فرماتے ہیں: رقیہ کے لئے تفرغ سلف صالحین کے عمل کے خلاف ہے، اس لئے رقیہ پر اجرت تو لی جا سکتی ہے مگر اسے تجارتی پیشہ بنانا درست نہیں ہے اور رقیہ کی عیادات (کلینکوں اور سنٹروں) کو بند کر دینا چاہیے)

(۲۰) صاحبۃ الفضیلۃ میثاء بنت عواد الشمری حفظہا اللہ

**النوازل في الرقية** (ص ۱۳۶) رقیہ کو حرفت وتجارت بنانا اور اس کے لئے کامل تفرغ اختیار کرنا غیر مشروع ہے...**و إنما هذا من الأمور المحدثة ولا يجوز العمل به**.یہ ایک نوایجاد عمل (یعنی بدعت ہے) اور اس پر عمل جائز نہیں ہے۔

(۲۱) فضیلۃ الشیخ / د.علی بن نفیع العلیانی حفظہ اللہ

(**الرقى على ضوء عقيدة أهل السنة والجماعة** رقیہ کو پیشہ بنانے اور اس کے لئے تفرغ پر طویل گفتگو کی ہے اور اس کے بارہ مفاسد ذکر کئے ہیں، دیکھئے: ص ۶۴ متعدد اہل علم نے اپنی کتابوں میں ان مفاسد کا تذکرہ کر کے رقیہ کے لئے تفرغ کو غیر مشروع قرار دیا ہے)

(۲۲) فضیلۃ الشیخ علی بن حسن بن علی بن عبد الحمید الحلبی الاثری حفظہ اللہ (شاگرد علامہ البانی)

(**برهان الشرع في اثبات المس والصرع** ص:۱۹ پر رقیہ کو پیشہ بنانے اور پیشہ ور راقیوں پر نکیر کی ہے، الدکتور علی بن نفیع کے بیان کردہ مفاسد پر غور کرنے کی دعوت دی ہے)

(۲۳) فضیلۃ الاستاذ الدکتور محمد بن عبد اللہ الصغیر حفظہ اللہ

(اپنی کتاب: **توعية المرضى بأمور التداوي والرقى** میں ص:۴۹ پر پیشہ ور راقیوں کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے)

(۲۴) فضیلۃ الشیخ الدکتور فلاح بن اسماعیل مندکار حفظہ اللہ

(**استاذ العقيدة بكلية الشريعة بجامعة الكويت**: اپنی کتاب **الرقى الشرعية بين التنزيل والتطبيق** میں رقیہ کے لئے تفرغ پر سخت نکیر کی ہے اور راقیوں کی منکرات پر بھی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے)

(۲۵) فضیلۃ الشیخ د. سلیم بن عید الہلالی حفظہ اللہ (شاگرد علامہ البانی رحمہ اللہ)

(اپنی کتاب **صحیح الطب النبوي** وغیرہ میں رقیہ کے لئے تفرغ کو راقیوں کے ناپسندیدہ تصرفات میں شمار کیا ہے)

(۲۶) فضیلۃ الشیخ مشہور حسن سلمان حفظہ اللہ (شاگرد علامہ البانی رحمہ اللہ)

(اپنی کتاب **المروءة وخوارمها** میں علامۂ شام جمال الدین قاسمی کے حوالے سے رقیہ کو گھٹیا پیشوں میں شمار کیا ہے اور راقیوں کے منکرات کی تفصیل بیان کی ہے)

# رقیہ اور راقیوں سے متعلق ۸۳ مخالفتیں اور منکرات

**شیخ عبدالحمید ہضابی صاحب نے رقیہ اور راقیوں سے متعلق ۸۳ منکرات، مخالفتوں اور بدعتوں کا ذکر کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:**

۱ - راقی کے منہج اور عقیدے کی سلامتی کے متعلق تحقیق اور معلومات نہ حاصل کرنا۔

۲ - راقی کا رقیہ اور اس سے متعلق امور کے احکام سے ناواقف اور جاہل ہونا۔

۳ - جادو کو اسی جیسے جادو سے اتارنے اور کھولنے کے لئے جادوگروں کے پاس جانا۔

۴ - یہ کہنا کہ رقیہ اللہ کا عطیہ ہے ہر کسی کو نہیں بلکہ کسی کسی کو ملتا ہے۔

۵ - یہ کہنا کہ اللہ کا کلام بعض امراض سے شفاء کا سبب نہیں ہوتا ہے۔

۶ - جنوں کو مخاطب کرنا اور ان سے بات چیت کرنا[1]۔

۷ - تعویذیں لٹکانا۔

۸ - رقیہ کے درمیان مریض کے سینے یا اس کے اعضاء میں سے کسی عضو پر مصحف (قرآن شریف) رکھنا۔

۹ - مریض کی ناک کے سامنے قرآن کی کچھ آیتیں جلانا۔

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ علاج میں جنوں سے بات چیت نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، نہ صحابہ سے اس لئے یہ امر محدث ہے، اور بہت سارے مفاسد اور ضلال کا باعث ہے اسی لئے بعض علماء مثلاً علامہ البانی وغیرہ نے اسے بدعت کہا ہے اور اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، اس لئے یہ دروازہ بالکل بند کر دینا چاہیے، اور جنوں سے قطعی کوئی مکالمہ نہیں کرنا چاہیے، خواہ دعوت دین ہی کے نام پر کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مکلف نہیں کیا ہے، نہ کسی صحابی سے ثابت ہے کہ اس نے اس طور پر کسی جن کو دعوت اسلام دی ہو، اور اگر اس میں کوئی خیر ہوتا تو ضرور اس عمل میں انھوں نے سبقت کی ہوتی۔ فیضی۔

۱۰ - رقیہ کے درمیان سب یا کچھ بتیاں بجھا دینا۔

۱۱ - رقیہ کے درمیان دونوں ہاتھوں یا دونوں پیروں کو باندھ دینا۔

۱۲ - جن کو بھگانے کے لئے شبہ یا دیگر جڑی بوٹیوں کی دھونی دینا۔

۱۳ - جن کو بھگانے کے لئے رقیہ کے درمیان نمک ملا پانی استعمال کرنا۔

۱۴ - جن کو بھگانے کے لئے گھر میں نمک ملا پانی چھڑکنا۔

۱۵ - راقی کا مریضوں کو یہ ہدایت دینا کہ وہ سمندر میں جا کر اس کے پانی سے غسل کریں۔

۱۶ - دعوت إلی اللہ کے نام پر رقیہ کے لئے فارغ ہو رہنا۔

۱۷ - رقیہ کے لئے تفرغ اور اسی کو پیشہ بنالینا۔

۱۸ - رقیہ کے لئے خصوصی چینل کھولنا۔

۱۹ - رقیہ کے لئے خصوصی سائٹیں کھولنا۔

۲۰ - رقیہ کے لئے خصوصی کلینک (رقیہ سینٹر) کھولنا۔

۲۱ - مریض کے علاج کے لئے بجلی (کے جھٹکے) کا استعمال کرنا۔

۲۲ - رقیہ کے درمیان مریض کا گلا گھونٹنا۔

۲۳ - مریض کو بری مار مارنا اور پیٹنا۔

۲۴ - راقی کا قرین سے یہ کہنا کہ وہ اس شخصیت کو مریض کے خیال میں لائے جس نے اسے نظر لگائی ہو۔

۲۵ - راقی کا مریض کے اوپر پڑھنے کے درمیان اس لئے کالی عباء ڈال دینا کہ نظر لگانے والا یا جادو کرنے والا اس کے تخیل میں آجائے۔

۲۶ - رقیہ کے درمیان راقی کا مریض کو یہ ہدایت دینا کہ وہ اپنی آنکھیں بند کرلے تاکہ اسے نظر لگانے والا اور اگر اس پر جادو کیا گیا ہو تو جادو کا مقام نظر آجائے۔

۲۷ - راقی کا کافر کا رقیہ کرنے سے رک جانا۔

۲۸ - رقیہ کے درمیان مریض کے سر پر مسواک رکھنا۔

۲۹ - اس حجت کے ساتھ بھیڑئے کی جلد استعمال کرنا کہ مریض اسے سونگھے گا تو جن کا پتہ چل جائے گا اور اس سے جن بھاگ جائے گا کیونکہ وہ بھیڑئے سے اور اس کی جلد سے ڈرتا ہے۔

۳۰ ۔ مریض کو لاحق جن سے یہ عہد لینا کہ وہ نکل جائے اور اس سے چھیڑ چھاڑ نہ کرے۔

۳۱ ۔ راقی کا اجنبی عورت کے ساتھ نرم لہجے میں (یعنی میٹھے انداز) میں گفتگو کرنا۔

۳۲ ۔ راقی کا اجنبی اور نامحرم عورتوں کے ساتھ بلاضرورت گفتگو کرنا۔

۳۳ ۔ رقیہ کے درمیان نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں جانا۔

۳۴ ۔ بے پردگی کی حالت میں نامحرم عورت کا رقیہ کرنا۔

۳۵ ۔ نامحرم عورت کا اس حال میں رقیہ کرنا کہ وہ خوشبو لگائے ہوتی ہے۔

۳۶ ۔ نامحرم عورت کو چھونا۔

۳۷ ۔ رقیہ کے درمیان نامحرم خاتون کو اپنا چہرہ یا جسم کا کوئی اور حصہ کھولنے کا حکم دینا۔

۳۸ ۔ نامحرم خواتین کا رقیہ کرتے ہوئے نگاہیں نیچی نہ رکھنا۔

۳۹ ۔ خبر گیری کے نام پر رابطے کے جدید وسائل کے ذریعہ ان خواتین سے ربط ضبط رکھنا جن کا رقیہ ہو چکا ہو۔

۴۰ ۔ راقی کا مریض کو یہ ہدایت دینا کہ وہ اس کے پاس رقیہ کا سلسلہ جاری رکھے، کیونکہ ایک نشست کافی نہیں ہے، اور اس کے پیچھے صرف مال کی طمع کارفرما ہوتی ہے۔

۴۱ ۔ اپنے لئے اشتہاری مہم کے طور پر راقی کا مریض کو یہ بتانا کہ اس کے ہاتھوں پر کئی لوگ شفایاب ہو چکے ہیں۔

۴۲ ۔ جن کو ایک عضو میں جمع کرنا مثلاً قدم کی بڑی انگلی میں یا ہاتھ کی کسی انگلی میں، پھر اس کے بعد انگلی کے گرد دھاگا باندھ دینا تاکہ خون جمع ہو جائے، اس کے بعد سوئی یا اسی جیسی کوئی چیز اس جگہ پر یہ کہہ کر چبھونا کہ اس طرح جن اسی راستے سے نکل جائے گا۔

۴۳ ۔ رقیہ میں مشغول رہنا اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے نہ جانا۔

۴۴ ۔ مریض پر پڑھنے کے عوض موٹی رقم طلب کرنا۔

۴۵ ۔ پانی اور تیل میں رقیہ کرنا۔

۴۶ ۔ رقیہ کیا ہوا پانی بھاری قیمت پر فروخت کرنا۔

۴۷ ۔ رقیہ کیا ہوا شہد اونچے داموں فروخت کرنا۔

۴۸ ۔ ڈھیر سارے پانی میں رقیہ کر کے اسے مریضوں میں تقسیم کرنا۔

۴۹ ۔ زعفران ملے ہوئے پانی پر پڑھنا، پھر اس میں اوراق کو ڈبونا، اس کے بعد انہیں خشک کرنا، بعد ازاں

انہیں پانی میں گھولنا، اس کے بعد اسے پینا۔

۵۰ - راقی کا مریض کو کچھ جڑی بوٹیوں کے استعمال کی ہدایت دینا جبکہ وہ ان جڑی بوٹیوں کے نقصانات اور خطرناکیوں سے کچھ بھی آگاہ نہیں ہوتا ہے۔

۵۱ - مریض کو اللہ کی اطاعت پر استقامت اور اس سے التجا کرنے کی نصیحت نہ کرنا۔

۵۲ - راقی کا جن کی اس بات کی تصدیق کرنا کہ فلاں یا فلانہ ہی اس کے مریض پر آنے کا سبب بنی ہے۔

۵۳ - ایسی جگہ پر رقیہ کرنا جہاں جانداروں کی تصویریں ہوں، مثلاً چوپایوں، پرندوں اور آدمیوں کی تصویریں۔

۵۴ - اجتماعی رقیہ۔

۵۵ - اجتماعی طور پر دم کرنا۔

۵۶ - لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ رقیہ کرنا۔

۵۷ - مریضوں کے علاج میں اس دعوے کے ساتھ جن سے مدد مانگنا اور استعانت کرنا کہ اس کا خیر اور بھلائی کے کاموں میں ان کے ساتھ تعاون کرنا جائز ہے۔

۵۸ - راقی کا مریض کو رقیہ کے درمیان اپنا منہ کھولنے کی ہدایت دینا اور اس کی وجہ یہ بتانا کہ اس طرح جن اس کے منہ کے راستے باہر نکل جائے گا۔

۵۹ - راقی کا جن کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا۔

۶۰ - راقی کا مریضوں کو دن بھر میں ستر یا سو بار آیت الکرسی، سو بار سورۂ فلق، سو بار سورۂ ناس، اسی طرح سو بار سورۂ صمد پڑھنے کی ہدایت دینا۔

۶۱ - جن سے یہ سوال کرنا کہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم اور یہ معلوم کرنا کہ وہ مریض کو کیوں لاحق ہوا ہے۔

۶۲ - راقی کا جن سے جادو کے مقام کے بارے میں پوچھنا۔

۶۳ - اس حجت کے ساتھ مریض کی گردن کی رگوں کو دبانا کہ اس سے جن پر اثر پڑتا ہے۔

۶۴ - جن کا راقی کو مریض کے متعلق کچھ متعین کام کرنے کی ہدایات دینا کہ وہ مخصوص مقام پر ضرب لگائے یا ایسا ہی کوئی اور کام کرے، اور جاہل و نادان راقی اس کا حکم بجالاتا ہے اور سب کام انجام دیتا ہے۔

۶۵ - جس جگہ رقیہ کرتا ہے اس جگہ آیت الکرسی اور معوذات پڑھے ہوئے پانی کا چھڑکاؤ کرنا۔

۶۶ - ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ رقیہ۔

۶۷ - جدید وسائل کے ذریعہ رقیہ کرنا۔

۶۸ - رقیہ کے درمیان کچھ نئی دعائیں ایجاد کرنا۔

۶۹ - کچھ راقی حضرات مریض کی معاشرتی حالت: ثروت اور عدم ثروت کا لحاظ کرتے ہوئے رقیہ کرتے ہیں۔

۷۰ - مریض کے ساتھ کچھ حرکتیں کرنا مثلاً اس کا ہاتھ موڑ کر گردن پر رکھ دینا، یا اس کی کھوپڑی یا گردن پر دباؤ ڈالنا، یا اپنی آنکھ کو مریض کی آنکھ میں ڈال دینا اور ان سب کے لئے تجربے کا حوالہ دینا۔

۷۱ - دائمی طور پر رقیہ کے درمیان راقی کا مریض کے سر پر ہاتھ رکھنا۔

۷۲ - جن کو بھگانے کے نام پر رقیہ میں عطر اور انجیکشن کا استعمال کرنا۔

۷۳ - جنوں کے بھگانے کے لئے خوشبوؤں کی دھونی کا استعمال کرنا۔

۷۴ - قرآنی آیات لکھنا اور اسے مریض پر لٹکا دینا۔

۷۵ - قرآن کریم کی بعض سورتوں کا معین عدد میں پڑھنا۔

۷۶ - کچھ آیتیں معین عدد میں پڑھنا۔

۷۷ - کچھ دعاؤں کا معین عدد میں پڑھنا۔ (یقیناً یہاں تعیین سے مراد خود ساختہ تعیین ہے جو نصوص سے ثابت نہ ہو)

۷۸ - ان میں سے کچھ لوگ حرف (ن) یا حرف (ک) مریض کی پیشانی پر لکھتے ہیں پھر جن کو یہ کہتے ہوئے مخاطب کرتے ہیں کہ :

میں نے تجھے **نون والقلم ومایسطرون** سے قید کیا، اور **ق والقرآن المجید** سے محبوس کیا۔

۷۹ - ان میں سے کچھ لوگ معین عدد میں معین آیتیں انڈوں پر لکھتے ہیں پھر یہ انڈے کھائے جاتے ہیں۔

۸۰ - ان میں سے کچھ لوگ فرماتے ہیں کہ اگر آپ کسی غیر شادی شدہ دوشیزہ کا علاج کر رہے ہوں تو لازمی طور پر اس کی حفاظتی بندش کرلیں اور **بسم الله علی عرضک ومستقبلک** (تیری عصمت اور مستقبل پر بسم اللہ) پڑھ لیں، اور اس کی تعلیل اپنے ارشاد سے یوں فرماتے ہیں کہ کہیں وہ جن اس کی شرمگاہ کی راہ سے باہر آتا ہوا اس کا کنوارا پن نہ زائل کر جائے۔

۸۱ - ایک سفید ورق پر قرآن کریم کی آیات کو اس دلیل کے ساتھ دائری شکل میں لکھنا اور مریض کے

سامنے رکھنا کہ اس دائرے میں جن کو قید کر دیا جائے گا۔

۸۲ ۔ کچھ لوگ بسم اللہ سے علاج کرتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مریض **بسم الله أوله و آخره** پڑھتا ہوا ہچکیاں لیتا جائے اور یہ سلسلہ پانچ منٹ تک چلتا رہتا ہے، اور ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح تنفس کی نالیاں شیطان پر تنگ ہو جاتی ہیں جس سے اسے اذیت محسوس ہوتی ہے اور وہ مجبور ہو کر جن زدہ مریض کے جسم سے باہر نکل جاتا ہے۔

۸۳ ۔ قرآن کریم کی کچھ آیتیں لکھ کر انہیں مریض کی ناف کے نیچے رکھنا۔ [1]

## ممبرا شہر کا ایک رقیہ سینٹر

بات آج سے دس بارہ سال قبل کی ہے ایک شخص بظاہر پابند شرع، ذکر واوراد میں ہمہ وقت مشغول، نیکی، تقویٰ، اصلاح عقیدہ، دعوت الی اللہ کی باتیں ہر دم اس کے نوک زبان رہتی تھیں، کہتا تھا میں سعودی میں بڑے بڑے علماء کا شاگرد رہا ہوں اور وہیں میں نے رقیہ کا عمل ماہر راقیوں سے سیکھا ہے۔ رقیہ شرعیہ کی اہمیت اور اصلاح معاشرہ میں مسلک اہل حدیث کے مطابق اس کے زبردست کردار کا خیال اس نے بعض نوجوانوں کے ذہنوں میں ایسا بیٹھا دیا کہ وہ سب اس کے گرویدہ ہو گئے اور دین کا سب سے بڑا کام ایک رقیہ سینٹر کے قیام کو سمجھنے لگے۔ موجودہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی مولانا عبدالسلام صاحب سلفی کی مخالفت اور نصیحت کے باوجود انھوں نے اس شخص کے لئے ایک فلیٹ میں ایک کمرہ کرائے پر لے کر سینٹر کھول دیا، دھیرے دھیرے اس کی شہرت ہوئی، اور خواتین کا جمگھٹا شروع ہوا، دو تین لڑکے اس راقی کے معاون بنے کچھ تماشہ بین یا رقیہ سیکھنے کی غرض سے آنے والے وہاں ڈیرا جمائے رہتے، جنوں، بھوتوں اور جادو ونظر بد کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو گیا، خواتین آتی تھیں، ان پر قرآن پڑھا جاتا تو انہیں حال آتا تھا، وہ بے قابو ہو کر جھومنے لگتی تھیں، حاضری ہوتی، جنوں سے بات چیت شروع ہوتی، پھر راقی صاحب غصے میں دیوانے ہو کر ان پر پل پڑتے، آنکھیں لال انگارہ ہو جاتی تھیں مارتے مارتے خود بھی بے حال ہو جاتے، روکنے پر ان کا جوش اور بڑھتا تھا جیسے نشہ چھایا ہو، وہ عورتیں چیختی چلاتیں، ہاتھ پاؤں چلاتیں وہاں موجود نوجوان انہیں پکڑتے بالآخر ایک چھوٹے حافظ جی ان کے سینے پر سوار ہو لیتے تھے، ہر روز ایک نیا تماشہ ہوتا تھا۔

ایک دن ان جوانوں میں سے ایک صاحب جو سینٹر کھلوانے میں پیش پیش تھے آئے تو دیکھا، صاحب تقوی راقی

---

[1] بعض الاخطاء المتعلقة بالرقيه والرقاة مرتبه عبدالحميد الهضابى۔

صاحب ایک حسینہ کی جھیل سی آنکھوں میں کھوئے اس کی گہرائیوں میں جن تلاش کررہے ہیں، اور حالت یہ تھی کہ :

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی خود ہماری خبر نہیں آتی۔

اس نوجوان کو بڑا تعجب ہوا یہ کیا ہورہا ہے، اس نے انہیں آواز دی، مگر صاحب تو کہیں اور گم تھے، غیر ارادی طور پر چونکے تو شی شی کر کے چپ کرانے لگے اور بولے تو یوں گویا ہوئے کہ تمہیں پتہ نہیں یہاں میرے دوستوں کی مجلس لگی ہوئی ہے :

یہ یہ دیکھو یہ موہن ہے، یہ شنکر ہے، یہ گنیش ہے۔

ان کا رفیق بڑے زور سے چونکا، بولا: آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں، فرمایا تمہیں سمجھ میں نہیں آئے گا۔

بظاہر جناب پیسہ بھی نہیں لیتے تھے مگر دھیرے دھیرے راز ہائے سربستہ کھلنے لگے تو پھر ان نوجوانوں کی تشویش بڑھنے لگی اور انھوں نے ان سے جلد دامن چھڑا لینے کی کوشش شروع کی مگر یہ کام ان کے لئے بڑی ٹیڑھی کھیر ثابت ہورہا تھا، طرفہ یہ تھا کہ اس نے اپنے محسنوں کو بھی نہیں بخشا تھا، گھر گھر فساد کا بیج بو دیا تھا، دیورانی جٹھانی میں، ساس بہو میں، بھائی بھائی میں جادو ٹونے کے حوالے سے ایسا گھمسان پڑا کہ زندگی پنچائتوں کے حوالے ہوگئی، دلوں میں ایسی دراڑ پڑی کی اس کی مرمت کو زمانے درکار تھے۔ دعوت کے نام پر گناہوں کا بوجھ ناقابل برداشت ہونے لگا تھا، بالآخر بڑی مشکل سے جان چھوٹی۔

جناب نے اپنی ایک مریضہ سے شادی رچالی، خون منہ کو لگ چکا تھا، اب نچلے کیونکر بیٹھ سکتے تھے، لہٰذا صاحب الگ اپنا سینٹر کھول کر بیٹھ گئے۔

پاپ کا گھڑا بھر چکا، تو ایک دن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ مارتے مارتے اپنی آسیب زدہ بیوی کی جان لے لی پھر خود بھی دیوانے ہوکر اس دنیا سے سدھارے۔

## حضرت رکشا ڈرائیور بھی راقی اعظم کے منصب جلیل پر فائز تھے

انہیں کے ثمرات وبرکات اور سلسلۃ الذھب کی ایک کڑی ایک محترم رکشا ڈرائیور صاحب قبلہ دامت برکاتھم تھے انھوں نے جب دیکھا کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا تو کالی پیلی آفت سے جسے رکشا کہتے تھے جان چھڑائی اور نئی نئی جنتوں میں اڑانیں بھرنے لگے ایک دن ایک گبرو جوان ہاتھ لگا، آسیب پیشہ سفاک نے اوپری بلا کے نام سے اسے رسیوں سے بری طرح جکڑا اور رات بھر اس پر ڈنڈوں کی برسات کر کے اپنے وحشی جذبات کی تسکین کی

اور جاہل ماں باپ نے اس کالی بلا سے جان چھڑانے کے لئے اپنے جگر گوشے کو اس خونخوار ظالم سے پٹوایا، صبح صبح مسجد کے ٹرسٹی صاحب نے اس کی رسی کھلوائی، تو وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہا تھا، بالآخر جان کی بازی ہار گیا، اور جناب ایسے رفو چکر ہوئے کہ پتہ ایڈریس بھی نہیں چھوڑ گئے۔

اسی رقیہ سینٹر کے ایں ہمہ خانہ آفتاب است سے دو اور نور پارے نکلے: ایک مسجد اہل حدیث کے ٹرسٹی کا بھائی تھا جبکہ دوسرا بھی ایک عرصے سے اہل حدیث تھا، ان دونوں نے جب رقیہ کی خیر وبرکات کا سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اس میں انہیں ہرے اور گلابی ہر طرح کے فیوض نظر آئے تو انھوں نے اہل حدیثیت کو بتہ دے کر بابائیت کی مالا گلے ڈال لی اور ایک پیر سے رشتۂ ولاء جوڑ لیا، پھر تو نقش سلیمانی اور طلسمات فلانی سے -معاذ اللہ- ایسے حاجت روا و مشکل کشا ہوئے کہ بڑے بوڑھے ان نوجوان چھوکروں کی راہ تکتے ہیں اور دست بوسی کے لئے دست بستہ باادب باملاحظہ ہشیار کھڑے رہتے ہیں۔کبھی شر سے بھی خیر کے کچھ پہلو نکل آتے ہیں، انہیں ٹرسٹی صاحب نے جو اس گزشتہ کہانی کے راوی اور چشم دید گواہ ہیں بیان کرنے لگے کہ اس رقیہ سینٹر کے ذمہ دار چونکہ ہمیں لوگ تھے اس لئے جب وہ سینٹر ختم ہو گیا تو آفت رسیدوں اور مصیبت زدوں کی آمد کا سلسلہ بالکل منقطع نہیں ہوا تھا، اکا دکا لوگ ادھر کا رخ کر ہی لیا کرتے تھے، ایسے لوگوں میں پڑوس کا ایک عمر رسیدہ جوڑا میرے پاس آیا اور لگا اپنی داستان غم سنانے، متعدد راقیوں نے بہورانی کے اندر بڑے عفریت قسم کے جن تشخیص کئے تھے جو کسی سے رام نہیں ہوتے تھے۔ بیٹا پردیس میں تھا، ادھر یہ لوگ بہورانی کے پیچھے ایک لاکھ کے اوپر راقیوں پر چڑھا چکے تھے مگر وہ جن تھا کہ قابو میں آتا ہی نہیں تھا، حاضری اور حال کا سلسلہ ضرور چلتا تھا مگر سب کاوشیں بے سود ہو رہی تھیں۔ٹرسٹی صاحب نے کہا اس جن کو جلانا پڑے گا تم لوگ لکڑیاں، بڑی تھال، اور کیروسین تیل (گھاسلیٹ) کا انتظام کرو پھر مجھے بتانا، کہا میں نے تو انہیں ٹالنے کے لئے یہ نسخہ بتایا تھا مگر انھوں نے اسے سچ جانا اور انتظام میں لگ گئے، پھر میرے پاس آئے اور بتایا کہ آپ کی طلب کردہ تمام چیزیں فراہم کر لی گئی ہیں، آپ تشریف لے چلیں۔ جب میں گیا تو دیکھا کہ بہو صاحبہ کمرے میں بند ہیں، پھر مشکل سے انہیں باہر لایا گیا، میں نے للکارا کہ اسے تھال میں کھڑا کر کے اس پر گھاسلیٹ ڈال دو آج ہم اس کے جن کو جلا کر خاک ہی کر دیں گے، اور جب گھر کے لوگ اس کام کے لئے آگے بڑھے تو اسے ہوش آ گیا، لگی خوشامد کرنے میں نے کہا: اب حقیقت بتادو تب اس نے بتایا کہ میں ساس سسر اور گھر والوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی مجھے الگ رہنا ہے اس لئے میں نے یہ سوانگ رچا ہوا تھا۔ بڑھیا رونے لگی کہا ظالم یہی بات تو نے پہلے بتادی ہوتی، ہم غریب کتنے روپے تیرے پیچھے پھونک چکے۔ بالآخر اسی دن سے محترمہ کے عفریت

مہاشے دوبارہ نہیں پدھارے۔

**ارے ہاں !**

یہ بتانا تو میں بھول ہی گیا کہ ان راقیوں نے کئی گھر خزانوں کی تلاش میں کھدوادئے تھے، کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ بعض لوگوں نے آکر بتایا کہ ان کے گھروں میں نیچے سے کچھ آوازیں آتی ہیں، بس کیا تھا، راقی صاحب ہاتھ لگے آسیب زدوں کو پیٹتے اور ان کے اندر کے مفروض جن سے ڈنڈوں کے زور پر خزانوں کا حال معلوم کرتے تھے، ان سے کہتے جاؤ فلاں گھر میں دیکھ آؤ کہ خزانہ کہاں موجود ہے، مرتا کیا نہ کرتا مریض کچھ نہ کچھ بتا ہی دیتا کہ کسی طرح جان تو چھوٹے، بس اسی سے اچھے خاصے گھر کھدوادئے گئے مگر جب کچھ ہاتھ نہیں آتا تو پھر اس جن کی پٹائی شروع ہوتی اور وہ معذرت کرتا کہ بھائی میں نے تو صحیح بتایا تھا مگر اب اندر ہی اندر دوسرے جن اسے لے اڑے اور وہاں سے خزانہ ہٹادیا گیا تو ہم کیا کریں۔

ایسے ایسے دعوت وتبلیغ، اصلاح عقیدہ واصلاح منہج کا کام ان صحیح عقیدہ اور صحیح عمل والے مجاہد فی سبیل اللہ رقاۃ کے ذریعہ انجام دئے جاتے تھے۔ اب آپ ہی بتلائیں کہ ہم بتلائیں کیا؟

## موضوع سے متعلق بعض شبہات اور ان کا ازالہ

● بعض احباب یہ کہتے ہیں کہ رقیہ کا تعلق علاج معالجے سے ہے، اس لئے اس میں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے، اگر کسی چیز کا اس سلسلے میں تجربے سے نفع بخش ہونا ثابت ہوجائے بشرطیکہ اس میں شرک نہ پایا جاتا ہو تو وہ جائز ہے۔

**جواب :** اگرچہ اس سلسلے میں کافی تفصیلات پیش کی جاچکی ہیں تاہم مختصراً عرض ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ رقیہ امر توقیفی ہے کیونکہ اس کا معنی پناہ طلب کرنا ہے جو دعا ہی کی جنس کا ایک عمل ہے، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الرقی بمعنی التعویذ، والاسترقاء طلب الرقیة، وهو من انواع الدعاء"۔

''رقیہ کا معنی پناہ میں دینا ہے، اور استرقاء کا معنی رقیہ طلب کرنا ہے، اور وہ دعا کی ایک قسم ہے''، انتہی۔ ①

**علامہ شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں :**

**الرقیة: هی العوذة بضم العین ای ما یرقی به من الدعاء لطلب الشفاء۔**

① مجموع الفتاوی: ۲۷/۶۸، ۱۰/۱۸۲-۱۹۵، ۱۰/۳۲۸۔

''رقیہ اس دعا کو کہتے ہیں جو طلب شفا کے لئے مانگی جاتی ہے''۔ ①

اور دعا کے عبادت ہونے پر سب متفق ہیں۔

**علامہ البانی فرماتے ہیں :**

**" الرقية لها جانب ثاني . الرقية عبادة سواء نفعت أو ما نفعت هي عبادة ''**

''رقیہ کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ رقیہ عبادت ہے۔ خواہ وہ فائدہ دے یا نہ دے عبادت ہے''۔ ②

**دوم :**

- رقیہ ان امور میں شامل ہے جس کا تعلق عقیدے سے ہے اس لئے طریقۂ استدلال اور تطبیق ہر اعتبار سے اسے شریعت کے موافق ہونا چاہیے۔

اور واضح شرعی دلائل کے بغیر اس سلسلے میں قدم بڑھانا سخت تباہی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ اجتہاد کے نام پر عقلی گھوڑے دوڑانے کی کوئی انتہا نہیں ہوتی ہے، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ خاص طور پر طریقۂ رقیہ میں بیشمار بدعتیں ایجاد ہو چکی ہیں اور اس پر جادوگروں، کاہنوں اور شعبدہ بازوں کی اجارہ داری ہے جو اس سلسلے میں نئے نئے تجربات کرتے رہتے ہیں جن کی سب سے پہلی ضرب عقیدے پر پڑتی ہے اور انہیں خرابیوں کے آثار اب اہل حدیث راقیوں میں بھی نمایاں ہونے لگے ہیں۔ اس لئے اس معاملے میں تساہل کسی طرح روا نہیں ہے۔

- **حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے عمومی استدلال درست نہیں ہے :**

**"كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول الله كيف ترى في ذلک؟ فقال: اعرضوا على رقاكم، لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرک"۔** ③

**مناوی فرماتے ہیں :** اپنے رقیے (یعنی دم کے الفاظ) مجھ پر پیش کرو، رقی رقیہ کی جمع ہے معنی عُوذہ ہے یعنی تعویذ، مراد یہاں وہ چیزیں ہیں جن سے جاہلیت میں رقیہ کیا جاتا تھا، ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے ان کے استعمال کی اجازت مانگی، تو آپ نے فرمایا: انہیں مجھ پر پیش کرو کیونکہ میں سب سے بڑا عالم ہوں، علماء کے معلم اور حکماء کو سمجھانے والے سب سے بڑے عالم سے علم لیتا ہوں، پھر جب ان لوگوں نے انہیں آپ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا: رقیوں میں کوئی مضائقہ نہیں یعنی وہ جائز ہیں جب تک ان میں یعنی جن سے رقیہ کیا جاتا ہے ان

---

① عون المعبود شرح سنن ابی داود : ۱۰/۳۷۰۔ ② الشريط رقم ۸۶۲۔

③ مسلم کتاب السلام : ۲۲۰۰ ابوداود کتاب الطب : ۳۸۸۶۔

میں کوئی شرک نہ پایا جاتا ہو، یعنی ان میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اعتقاد کفر کی موجب ہو یا اہل شرک کے کلام میں سے کوئی ایسی چیز ہو جو اسلامی اصولوں کے موافق نہ ہو کیونکہ یہ حرام ہے، یہیں سے لوگوں نے عبرانی، سریانی اور اسی طرح کی زبانوں میں رقیہ کرنے سے منع کیا ہے جن کا معنی مجہول ہو کیونکہ اس کی وجہ سے مذکورہ باتوں میں واقع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ①

مطلب واضح ہے کہ اس حدیث کا تعلق رقیہ کے الفاظ سے ہے رقیہ کے افعال سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اس حدیث سے افعال پر استدلال درست نہیں ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا :

"مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ" ''جس نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا''۔ ②

- بعض احباب حسب ذیل حدیث سے بھی رقیہ میں توسع اور خود ساختہ ایجادات کے جواز پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ حدیث بھی مشروع چیزوں سے مقید ہے۔

نیز اس سلسلے میں بھی تفصیلات پیش کی جا چکی ہیں کہ مذکورہ حدیث میں دو شرطیں تھیں، ایک تو نبی ﷺ کے سامنے رقیوں کی پیشی اور دوسری ان کا شرک سے خالی ہونا اور اب پہلی شرط کی تکمیل کا جو لازمی کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس لئے اب اس باب میں ایجادات کا دروازہ بند ہے، اور صحابہ کے تعامل سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ ③

**من استطاع منكم أن ينفع أخاه فليفعل** ④

**علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :** اس حدیث میں اس بات کا استحباب پایا جاتا ہے کہ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا رقیہ کردے ان رقیوں کے ذریعہ جن میں کوئی حرج نہ ہو، اور یہ ان رقیوں کے ذریعہ ہوگا جن کا معنی مفہوم و مشروع ہو، اور ایسے رقیے جن کے الفاظ کا معنی ہی سمجھ میں نہ آتا ہو نا جائز ہیں۔ مناوی فرماتے ہیں: کچھ لوگوں نے اس عموم کو پکڑ لیا اور ہر اس رقیہ کو جائز ٹھہرا دیا جس کی منفعت کا تجربہ کیا جا چکا ہو اگر چہ اس کا معنی سمجھ میں نہ آتا ہو، مگر حضرت عوف کی گزشتہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو چیز شرک تک لے جانے والی ہو اور جس کا معنی معلوم نہ ہو اور اس کے متعلق شرک تک لے جانے کا خدشہ ہو تو اس سے احتیاطاً روک دیا جائے گا''۔

**میں کہتا ہوں :** اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے آل عمرو بن حزم کو اس وقت تک رقیہ

---

① فیض القدیر : ۱/ ۵۵۸۔
② احمد۔
③ سلسلة الاحاديث الصحيحة : حدیث نمبر : ۴۷۲۔
④ مسلم ، احمد۔

کی اجازت نہیں دی جب تک آپ اس کی صفت سے آگاہ نہ ہو گئے اور یہ دیکھ نہ لیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث اپنی دوسری روایت سے جو بطریق ابوسفیان آئی ہے غیر معروف رقیوں کے ممنوع ہونے کے متعلق نص ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے شروع میں عام نفی فرما دی تھی، پھر بعد میں ان رقیوں کی اجازت دی جن میں کسی غلط چیز کا نہ پایا جانا واضح ہو گیا ہو، اور جس کا معنی معلوم نہ ہو اس کے متعلق اس بات کا فیصلہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے وہ اپنے عموم منع پر باقی رہے گا۔

اب رہی استرقاء کی بات جس کا مطلب دوسروں سے رقیہ طلب کرنا ہوتا ہے تو وہ اگرچہ جائز ہے مگر مکروہ ہے جیسا کہ حدیث "**هم الذين لا يسترقون.. ولا يكتوون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون.**" دلالت کرتی ہے۔[1]

- یہاں بھی یہ بات واضح ہے کہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے کہ جس طرح چاہو نفع پہنچاؤ بلکہ ان چیزوں سے نفع پہنچانے کی اجازت ہے جو مشروع اور جائز ہوں، ایسی چیزوں سے نفع پہنچانے کی بات اس حدیث میں نہیں کہی گئی ہے جو بدعت کے زمرے میں آتی ہوں۔
- متعدد احباب ان امور پر رقیہ کو پیشہ بنانے اور رقیہ سینٹر قائم کرنے کو قیاس کر رہے جو یا تو اصلا مشروع ہیں اور ان کی مشروعیت صریح دلائل سے ثابت ہے یا پھر یہ وہ چیزیں ہیں جو مصالح مرسلہ کے ضمن میں آتی ہیں۔

مثلا نماز باجماعت کے لئے پیدل جانا یا سواری سے جانا، مدرسے بنانا ان کے لئے ہاسٹل تعمیر کرنا، جمعیتیں بنانا، لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا استعمال کرنا وغیرہ۔تو ان میں سے مدرسہ بنانے، ہاسٹل قائم کرنے کی صاف صاف اصل مسجد نبوی کے صفہ اور صحابہ کے وہاں قیام اور وہاں حصول علم میں مشغول ہونے کی موجود ہے، مسجد میں سواری سے آنے یا پیدل آنے کی، واضح دلیلیں موجود ہیں، جمعیتوں کے قیام کے جواز پر علامہ البانی صاحب فرماتے ہیں: جو بھی جمعیت صحیح اسلام کی اساس پر قائم ہو جس کے احکام کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سلف صالحین کی روش سے مستنبط ہوں، جو بھی جمعیت اس اساس پر قائم ہو، اس پر نکیر کرنے یا اسے حزبیت سے متہم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو کے عموم میں داخل ہے، اور تعاون شرعا مقصود ہے، ممکن ہے ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں اس کے وسائل مختلف ہوں، اس لئے جو جمعیت اس اساس پر قائم ہو

[1] الصحیحۃ ۱/ ۸۸۳ حدیث نمبر ۴۷۲۔

اسے حزبیت یا بدعت سے متہم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس لئے کہ یہ علماء کے نزدیک مقرر اس اصول کے خلاف ہے کہ وہ عام طور پر گمراہی سے موصوف بدعت اور سنت حسنہ کے درمیان تفریق کے قائل ہیں۔

**سنت حسنہ :**

وہ طریقہ ہوتا ہے جو مسلمانوں کو کسی ایسے امر کی طرف پہنچانے کے لئے ایجاد کیا جاتا ہے اور وجود میں لایا جاتا ہے جو نص کے ذریعہ مقصود ومشروع ہو، اور اس زمانے میں یہ جمعیات اپنے وسائل کے اعتبار سے ان وسائل سے مختلف نہیں ہیں جو اسی زمانے میں نئے نئے وجود میں آئے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے مشروع غایتوں تک پہنچنے کا راستہ آسان کردیں، اور ہم ابھی اس جلسے میں۔مختلف شکلوں اور قسموں۔کے جو ٹیپ ریکارڈر استعمال کررہے ہیں وہ بھی اسی قبیل سے ہیں، بیشک یہ سب نوایجاد وسائل ہیں، پھر اگر ان کا استعمال کسی شرعی ہدف اور غرض کے حصول کے لئے کیا جارہا ہے تو یہ مشروع وسائل ہیں ورنہ نہیں، اسی طرح سواری کے جو بہت سارے اور قسم قسم کے وسائل ہیں مثلاً گاڑیاں اور ہوائی جہاز وغیرہ یہ بھی وسائل ہیں اگر ان کا استعمال شرعی مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے تو یہ شرعی ہیں ورنہ نہیں۔ ①

- اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ سے ان رفاہی جمعیتوں کے متعلق سوال کیا گیا جو محتاجوں اور فقیروں کی امداد کا کام کرتی ہیں اور رفاہی کاموں میں حصہ لیتی ہیں کہ ان کا حکم کیا ہے؟ تو :

**انھوں نے جواب دیا :**

''جب یہ جمعیت جیسا کہ آپ کہتے ہیں رفاہی ہے، تو ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ تمام اسلامی ممالک کا قضیہ ایک ہی ہے، اگر آپ کے پاس ایک رفاہی جمعیت ہے اور یہاں بھی یعنی سیریا میں بھی ایک سے زائد رفاہی جمعیتیں ہیں اور اسی طرح، تو ہمارے جواب میں دنیا کے تمام ملکوں کی جمعیتیں شامل ہیں بالخصوص ان لوگوں کی جو دیار کفر میں رہتے بستے ہیں، یورپ میں امریکا میں وغیرہ وغیرہ، جب یہ جمعیتیں شرعی احکام پر قائم ہوں تو وہ جائز ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس قول کے عموم ﴿أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يُكَذِّبُ بِٱلدِّينِ﴾ میں داخل ہیں جس میں آگے فرمایا: ﴿وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ ٱلْمِسْكِينِ﴾ اس آیت کو ہم ہمیشہ پڑھتے ہیں۔تب یہ واضح ہوا کہ مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ابھارنے کا یہ کام ایک مشروع کام ہے۔ ②

---

① سلسلة الهدى والنور بابت جمعية الحكمة االيمانية الخيرية کیسیٹ نمبر ۵۹۰۔

② سلسلة الهدى والنور کیسیٹ نمبر ۳۵۸۔

معلوم ہوا کہ جمعیتوں کا قیام اس مشن کی تکمیل کا ایک حصہ ہے جس کی ترغیب قرآن وسنت میں موجود ہے۔

لہٰذا مذکورہ امور یعنی مدارس کا قیام، جمعیات کا قیام، دعوتی مراکز کا قیام، دینی جلسے جو مشروع حد میں ہوں یا مدرسین کی تنخواہوں کا مسئلہ یا فقہی اصطلاح میں انہیں ''جُعل'' کا نام دے لیں یہ سب سنت حسنہ اور مصالح مرسلہ کے قبیل سے ہیں کیونکہ یہ سب مشروع ومطلوب کاموں کی تکمیل کے وسائل میں سے ہیں جن کے کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ مگر دوسروں سے رقیہ طلب کرنے کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ کیونکہ یہ کام شرعی طور پر مطلوب ومقصود عمل کے خلاف ہے۔ شرعی طور پر مطلوب یہ ہے کہ ہر آدمی اپنا رقیہ خود کرے، ابتلاء وآزمائش اور بیماریوں میں صبر سے کام لے اور اللہ پر توکل رکھے۔ اور اگر بلا طلب کوئی اس کا رقیہ کردے تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔مگر دوسروں سے رقیہ طلب کرنے کی شریعت اسلامیہ نے حوصلہ شکنی کی ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''مَنِ اكْتَوَى أَوِ اسْتَرْقَى فَقَدْ بَرِيْءَ مِنَ التَوَكُّلِ''

''جس نے آگ سے دغوایا یا رقیہ طلب کیا وہ توکل سے بری ہو گیا''۔ ①

## علّامہ البانی نے ترمذی، صحیح ابن حبّان، ابن ماجہ، حاکم اور احمد کے حوالے سے اسے الصحیحہ میں نقل کرنے کے بعد فرمایا :

''اس حدیث میں آگ سے دغوانے اور رقیہ طلب کرنے کی کراہت پائی جاتی ہے کیونکہ پہلے میں آگ کے ذریعہ تعذیب کا عمل ہوتا ہے اور دوسرے میں ایک ایسی چیز میں غیر کی طرف احتیاج کا مظاہرہ ہوتا ہے جس میں فائدہ مظنون (خیالی) اور غیر راجح ہے۔ اسی لیے ان لوگوں کی صفات میں جو بلا حساب جنّت میں داخل ہوں گے فرمایا کہ وہ نہ تو رقیہ طلب کرتے ہیں (یعنی جھاڑ پھونک کے لیے کسی دوسرے کو کہتے ہیں) نہ دغواتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں، بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ ②

**دوسری جگہ علّامہ البانی صاحب رحمہ اللہ بلا حساب جنّت میں جانے والی حدیث کے تحت فرماتے ہیں :**

''چنانچہ کسی شخص کا دوسرے کے پاس جا کر یہ کہنا کہ میرا رقیہ کردو اس فضیلت کے منافی ہے، اور غیر مشروع کہنے سے ہماری مراد یہی ہے یعنی یہ عمل غیر مستحب ہے، اسی طرح ہمارے سامنے کچھ کامیاب ومفید ڈاکٹری و مادّی علاج موجود ہے جن کا نفع تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور وہ ہے داغ کر علاج کرنا اور بعض صحیح احادیث میں رسول علیہ

---

① صحیح ابن حبّان مع التعلیقات الحسان للالبانی نمبر ۶۰۵۵ ، تعلیق الشیخ الالبانی صحیح الصحیحۃ ۲۴۴۔

② الصحیحہ جلد ۱ صفحہ ۴۹۰۔

السلام نے اس کی تائید بھی فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں : جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو ان میں سب سے بہتر ۔۔۔اور انہیں میں فرمایا: ''اور آگ سے داغنا، اور میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے روکتا ہوں'' لہٰذا معلوم ہوا کہ ہر علاج گو وہ کامیاب ہی کیوں نہ ہو شرعی اعتبار سے مشروع نہیں ہے۔انہیں علاجوں میں سے ایک آگ سے داغنا ہے اور دوسرا قرآن اور رسول علیہ السلام سے وارد مشروع تعویذوں (یعنی اللہ سے شفاء کی طلب کے لیے کی جانے والی دعاؤں) کے ذریعہ دوسرے سے رقیہ طلب کرنا ہے۔مگر فقہ حدیث کے تحت ابھی یہ سوال ہے کہ آخر ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے قرآن یا رسول علیہ السلام سے وارد تعویذوں (طلب شفاء کی دعاؤں) کے ذریعہ رقیہ طلب کرنا کیوں غیر مشروع بلکہ مکروہ ہے؟ آخر کیوں؟

**اہل علم فرماتے ہیں :** کیونکہ تمہارا غیر سے رقیہ طلب کرنا غالباً ناکام علاج ہے، ہوسکتا ہے کبھی کامیابی مل جائے اور کبھی نہ ملے، اس لیے اس حالت میں مسلمان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اللہ عزوجل پر توکل کرے، اسی لیے اس حدیث کو ''وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ'' اپنے رب پر توکّل کرتے ہیں پر ختم کیا ہے۔جن میں ان کے اوصاف یہ بیان کیے ہیں کہ وہ نہ رقیہ طلب کرتے ہیں نہ آگ سے داغتے ہیں، نہ بدشگونی لیتے ہیں۔

اس لیے ہم امراض کو (علاج کے اعتبار سے) تین قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی بحث بھی نہیں کرے گا کہ کچھ امراض کے علاج قطعی اور یقینی ہوتے ہیں، یہ واجب معالجے فرض ہیں اگر مریض انہیں ترک کرے گا تو نافرمان اور گنہگار ہوگا۔دوسرے کچھ امراض ایسے ہیں جن کے علاج کا نفع راجح ہوتا ہے، یہاں رسول علیہ السلام کا یہ قول آتا ہے کہ : ''تداووا عباداللّٰه ! ---''

''اللہ کے بندو! علاج کرو کیونکہ اللہ نے جو بھی بیماری اتاری ہے اس کی دوا بھی اتاری ہے، جس نے اسے جانا جانا اور جس نے نہیں جانا نہیں جانا''۔

اب یہاں اس علاج کو استعمال میں لانا مشروع ہے جس کا فائدہ راجح ہے مگر واجب نہیں ہے الا یہ کہ اس کا تعلق پہلی والی قسم سے ہو جہاں فائدہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔اب رہ جاتی ہے بات تیسرے علاج کی جس کا نفع مرجوح ہے، تو یہاں بات توکّل کی آتی ہے اور اسی مرجوحیت میں یہ قضیہ بھی ہے کہ آپ اپنے بھائی سے اپنے لیے رقیہ طلب کریں کہ وہ آپ کا رقیہ کرے یا آپ کے لیے دعا کرے یا اسی طرح کا کوئی کام کریں، یہ عمل اگرچہ جائز ہے مگر جائز مرجوح ہے، یہ ایک نکتہ تھا جس کی طرف میں نے چاہا کہ آپ کی توجہ مبذول کرادوں۔[1]

[1] موسوعة الالبانی فی العقيدة : ۳/۱۰۰۹-۱۰۱۱۔

مذکورہ حدیثوں اور ان کے متعلق شیخ کی ذکر کردہ تفصیلات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ دوسروں سے رقیہ کا مطالبہ کرنا یا اپنا رقیہ کرانے کسی کے پاس جانا شرعی اعتبار سے غیر مطلوب اور ناپسندیدہ ومکروہ عمل ہے اور کمال توکل کے منافی ہے اس لئے مکروہ کام کو منظم کرنے کے لئے کوئی ادارہ بنانے یا اسی کو پیشہ بنا کر اسے فروغ دینے کی کوشش کو ان امور کے منظم کرنے اور ان کے لئے ادارے قائم کرنے پر قیاس کرنا جو شرعی اعتبار سے مطلوب ومقصود ہیں علمی اعتبار سے بے اصولی اور عقلی اعتبار سے حد درجہ نامناسب عمل ہے اور قیاس مع الفارق سے بھی آگے کی چیز ہے۔

اس سلسلے میں ایک اہم اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ رقیہ میں شفا مظنون ہوتی ہے یعنی یقینی نہیں ہوتی ہے اس لئے یہ کہنا کہ رقیہ کے عمل کو منظم کرنے سے لوگ اہل بدعت اور شعبدہ باز وجادوگر راقیوں کے پاس نہیں جائیں گے حقائق سے چشم پوشی اور حالات کا بہت سطحی تجزیہ ہے، دراصل اس مسئلے میں اول تو اس پہلو پر توجہ نہیں دی جاتی ہے کہ اہل حدیثوں میں سے جو پیشہ ور راقی ہوتا ہے یا رقیہ سینٹر قائم کرتا ہے وہ (عام طور پر، الا ماشاء اللہ) رقیہ کرنے میں خود شرعی اصولوں کی پابندی نہیں کرتا ہے نہ سنت میں وارد رقیہ پر اکتفا کرتا ہے بلکہ مختلف قسم کی بدعات ومنکرات اور مخالفتوں کا ارتکاب کرتا ہے اس لئے خود اس کا رقیہ شرعی اعتبار سے محل نظر ہے اور ناجائز کاموں کے دائرے میں آتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ عام طور پر ایسے مریضوں کے سرپرست نہ دینی اصولوں اور شرعی ضابطوں کی اہمیت سمجھتے ہیں نہ ان کی پابندی اور لحاظ کرتے ہیں بلکہ موہوم سہاروں اور سراب کے پیچھے بھاگتے ہیں لہذا وہ جہاں فائدے کا گمان رکھتے ہیں بلا حدود وقیود بھاگ کر وہاں چلے جاتے ہیں کیونکہ ان کی تربیت صحیح عقیدے پر نہیں ہوتی ہے نہ ان کا مزاج دینی ہوتا ہے، ان کے اردگرد رہنے والے بھی انہیں درست مشورہ دینے والے نہیں ہوتے ہیں اس لئے وہ عام طور پر بھٹکتے رہتے ہیں اور انہیں اہل حدیث کے پاس فائدہ نظر نہیں آیا تو کسی بھی بدعتی کے پاس جانے میں انہیں جھجک کم ہی ہوتی ہے بلکہ غیر مسلموں کے پاس بھی چلے جاتے ہیں اور وہاں بھی انہیں وہی حاضری، جنوں بھوتوں سے گفتگو، مار پیٹ اور سب باتیں یہاں سے زیادہ مزید فنکاری کے ساتھ نظر آتی ہیں، اب انہیں اللہ کے حکم سے کہاں شفا ملے گی؟ کب شفا ملے گی؟ اس کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی ہے، بسا اوقات انہیں باذن اللہ کسی اہل حدیث کے پاس فائدہ مل جاتا ہے اور کبھی کسی غیر اہل حدیث کے پاس بلکہ کبھی غیر مسلموں کے پاس بھی، اور اکثر کسی کے پاس بھی نہیں، کیونکہ ہم نے جیسا کہ بیماریوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے گفتگو کی ہے ان مریضوں کی نوعیتیں الگ الگ ہوتی ہیں مگر یہ پیشہ ور حضرات سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔

اب رہی بات کہ ہم انہیں توحید پر لے آتے ہیں، ان کی تعویزیں کاٹ دیتے ہیں اور ایسا کرتے ہیں اور ویسا

کرتے ہیں تو یہ سب وقتی باتیں ہوتی ہیں اور لوگ بدرجہ مجبوری ایسا کر لیتے ہیں مگر یہاں سے جانے کے بعد پھر ان کا رویہ وہی ہوتا ہے، اس لئے یہ باتیں زیادہ تر حقائق سے نہیں بلکہ جذباتیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور اگر ان لوگوں سے یہ فائدہ ہوتا بھی ہو تو یہ ان کے منکرات اور بدعتوں کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتا ہے۔

- نیز یہ حقیقت بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اہل حدیث اور سلفیوں کے یہاں وسائل دعوت بھی توقیفی ہیں، دعوت کا کام پیغمبرانہ اسلوب اور منہج سے ہٹ کر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں آغاز دعوت کے وقت، جن، جادو، کہانت، اور راقیوں کا دور دورہ تھا، تعویذ، گنڈے عام تھے، بدعقیدگی، توہم پرستی اور شرک وبدعات کا غلبہ تھا مگر آپ نے اس وقت دعوت واصلاح کے لئے نہ پیشہ ور اور متفرغ راقی تیار کئے نہ رقیہ سینٹر کھلوائے نہ اپنے صحابہ کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ جاہلوں کا رقیہ کر کے ان کے عقیدوں کی اصلاح کریں اور انہیں دعوت اسلام دیں۔ بلکہ معاشرے کی خرابیوں کا علاج آپ نے قرآنی تعلیمات وہدایات اور اپنے فرمودات اور ارشادات کے ذریعہ کیا اور یہی طریقہ صحابہ کرام نے بھی اپنایا اور بقول امام مالک رحمہ اللہ: **''لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها''**

''اس امت کے اواخر کی اصلاح بھی اسی طور پر ممکن ہے جس پر اوائل کی اصلاح ہوئی تھی''۔ **(فافهم رحمك الله)**

یہ گفتگو جو ہم نے یہاں کی ہے اس کا تعلق رقیہ طلب کرنے والے سے ہے جبکہ رقیہ کو پیشہ بنا لینے یا اس کے لئے فارغ ہو جانے والے کی جہت سے بھی بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن کا ہم تفصیلی طور پر تذکرہ کر چکے ہیں۔

# مصالح مرسلہ

بعض احباب کہتے ہیں رقیہ شرعیہ کے لیے مراکز کا قیام مصالح مرسلہ میں شامل ہے اس کی حرمت کا فتویٰ محلّ نظر ہے۔

**ہم کہتے ہیں:** اس کے لیے سب سے پہلے شرعی اصولوں کے مطابق مصالح مرسلہ کو سمجھنا اور اس کے متعلق فقہی ضابطوں سے آگاہی لازم ہے۔ لہٰذا ہم سب سے پہلے مصلحت کی وہ اصطلاحی تعریف پیش کرتے ہیں جو سب سے مشہور ہے اور اسے علامہ غزالی نے پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:

''منفعت کے حصول اور نقصان کے دور کرنے کو مصلحت کہتے ہیں''۔

اس کے بعد انہوں نے ایک وضاحتی بیان پیش کیا ہے کہ: ''اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ مقصود شریعت کو اس لئے نظر انداز کر دیا جائے کہ منفعت کا حصول اور نقصان کا دور کرنا مخلوق کے مقاصد میں داخل ہے اور مخلوق کی بھلائی ان کے مقاصد کے حصول میں ہوتی ہے بلکہ مصلحت سے ہماری مراد مقصود شرع کی حفاظت ہے، اور مخلوق سے شریعت کے مقاصد پانچ ہیں: اور وہ یہ ہیں کہ شریعت ان کے دین کی، جان کی، عقل کی، نسل کی اور مال کی حفاظت کرے، لہذا جو چیز ان اصولوں کی حفاظت پر مشتمل ہوگی وہی مصلحت ہوگی اور جس چیز سے یہ اصول فوت ہو جائیں وہ مفسدہ ہوگی، اور اس کو دفع کرنا ہی مصلحت ہوگا۔ [1]

- غزالی کی وضاحت سے یہ حقیقت نمایاں ہو جاتی ہے کہ شریعت کی نگاہ میں مصلحت عام لوگوں کے نقطہ نظر سے مختلف ہوتی ہے جو اپنی اپنی خواہش کے مطابق شرعی احکام کو نظر انداز کر کے فائدہ کے حصول اور نقصان کے دور کرنے ہی کو مصلحت قرار دیتے ہیں اب خواہ وہ کسی بھی طرح حاصل ہو۔ لہٰذا بعض لوگوں کو شراب پینے میں، کچھ لوگوں کو سود کھانے میں، کچھ لوگوں کو رمضان کا روزہ نہ رکھنے میں مصلحت نظر آتی ہے۔ مگر شریعت کی نگاہ میں وہ مصلحت نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کا تعلق شہوات وخواہشات سے ہوتا ہے، جنہیں انسانی نفس مزین کر دیتا ہے اور عادات اور رسم ورواج اسے مصلحتوں کا جامہ پہنچا دیتے ہیں۔

- **فقہاء نے مصلحت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔**

### ۱۔ مصالح معتبرہ :

جن مصلحتوں کا شریعت نے اعتبار کیا ہو اور ان کی رعایت کی دلیل قائم ہو انہیں مصالح معتبرہ کہتے ہیں اور ان کے دو مراتب ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ اس مصلحت کی شہادت نص، اجماع یا ایماء سے ملتی ہو اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کی شہادت کسی معین اصل سے ملتی ہو۔

### ۲۔ لغو مصلحتیں (المصالح الملغاۃ) :

یہ وہ مصلحتیں ہیں جن کے باطل ہونے اور لغو قرار دیے جانے کی شرعی دلیلیں موجود ہوں۔ مثال :

**عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَنْ أَيْتَامٍ وَرِثُوا خَمْرًا؟ قَالَ: أَهْرِقْهَا، قَالَ: أَفَلَا أَجْعَلُهَا خَلًّا؟ قَالَ: لَا ـ**

---

[1] المستصفیٰ للغزالی ۱/۲۸۶۔

''انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ نے نبی ﷺ سے کچھ یتیموں کے بارے میں دریافت کیا جنہیں وراثت میں شراب ملی تھی تو آپ نے فرمایا: ''اسے بہادو'' ابوطلحہ نے کہا: ''کیا میں اسے سرکہ نہ بنادوں؟'' تو آپ نے فرمایا: ''نہیں''۔''[1]

بظاہر شراب کو سرکہ بنانے میں ایک یتیم کی بہت بڑی مصلحت نظر آتی ہے اور اس کا مال بہادینے میں جو شراب کی شکل میں ہے بڑا نقصان نظر آتا ہے مگر نص کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کے نبی ﷺ نے اس مصلحت کو لغو قرار دے دیا۔

- فقیہ اندلس یحییٰ ابن یحییٰ لیثی نے عبدالرحمٰن بن حکم امیر اندلس کو بیوی سے رمضان میں جماع کرنے پر دو مہینے مسلسل روزے رکھنے کا فتویٰ دیا۔ جب لوگوں نے ان سے پوچھا کہ یہ تو تنگ دستوں کے لیے ہے جب کہ ان کے پاس بے شمار غلام ہیں تو انہوں نے جواب دیا: ''اگر میں انہیں غلام آزاد کرنے کا فتویٰ دیتا تو وہ روز غلام آزاد کرتے اور اپنی بیوی سے جماع کرتے رہتے'' بظاہر یہ ایک مناسب حال مصلحت نظر آتی ہے مگر شریعت اس مصلحت کو لغو قرار دیتی ہے اسی لیے علماء نے ان کے اس فتوے پر سخت نکیر کی۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو شریعت کا حکم ہے وہ یا تو تخییر پر دلالت کرتا ہے یا ترتیب پر اس لیے رائے سے اس کو کسی خاص حکم میں محصور کر دینا درست نہیں ہے۔

- **علامہ غزالی فرماتے ہیں :**

''یہ باطل قول ہے، اور مصلحت کے نام پر نص کتاب کی مخالفت ہے۔ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے تو تغیر احوال کے سبب شریعت کے تمام حدود اور نصوص کے بدلنے کا راستہ ہموار ہو جائے گا، پھر جب یہ معروف ہوگا کہ یہ سب علماء کی کارستانی ہے تو شاہوں کو ان کے فتووں پر اعتماد نہیں رہے گا، کیونکہ یہ عمل ان کی طرف سے رائے کے ذریعہ ایک تحریف کے زمرے میں آتا ہے''۔[2]

### اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ نجم الدین طوفی فرماتے ہیں :

''یہ اور اس طرح کی چیزیں لغو اور غیر معتبر ہیں کیونکہ یہ شریعت کو رائے سے بدل دینا ہے جو ناجائز ہے، اگر شریعت کی منشا یہی ہوتی تو اعرابی وغیرہ کی حدیث میں اس کا بیان کر دیا گیا ہوتا کیونکہ حاجت کے وقت بیان کو موخر کرنا اور احکام میں لوگوں کے جدا ہونے کے باوجود ان میں سب کے برابر ہونے کا خیال پیدا کرنا جائز نہیں ہے''۔[3]

---

[1] احمد، مسلم، ابوداود۔

[2] المستصفیٰ للغزالی ۱/ ۲۸۵-۲۸۶۔

[3] شرح مختصر الروضۃ ۳/ ۲۰۶۔

- تعدد ازدواج سے روکنا بظاہر ایک مصلحت ہے کہ سوکنوں کے اختلاف سے پوری فیملی مشکل میں آجاتی ہے مگر شریعت نے اسے لغو قرار دے دیا ہے اور بشرط عدل تعدد کی اجازت دی ہے کیونکہ اس سے تکثیر نسل اور اعفاف نفس کی مصلحت کو معتبر مانا ہے۔
- بعض لوگوں کے نزدیک مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو طلاق کا مساوی حق دیا جائے مگر شریعت نے حق قوامیت اور عورت کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے اس مصلحت کو لغو قرار دیا ہے۔

## ۳۔ مصالح مرسلہ :

مصالح کا مطلب ہم واضح کر چکے ہیں اس لیے یہاں صرف مرسلہ کا مطلب بتاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس مصلحت کے اعتبار یا الغاء کی کوئی متعین دلیل نہیں پائی جاتی مگر بحث و تدقیق سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ اس کے معتبر ہونے کی تفصیلی تو نہیں مگر اجمالی دلیل موجود ہے اور وہ مصلحت مقاصد شریعت کے اعتبار سے مطلوب ہے اور ان کے مخالف نہیں ہے۔ [1]

اس تعریف کے اعتبار سے اگر ہم دیکھیں تو رقیہ کو پیشہ بنانا، اس کے لیے خود کو فارغ کر لینا اور رقیہ سینٹر بنانا مصالح مرسلہ میں داخل نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں مقاصد شریعت کی صریح خلاف ورزی پائی جاتی ہے جو کم از کم حسب ذیل ہے :

### ۱) حفاظت دین کے مقصد کی خلاف ورزی :

- ایک بدعتی عمل ہے۔
- ایک مکروہ کام کے فروغ کا ذریعہ ہے۔
- توکل علی اللہ میں خلل پیدا ہوتا ہے اور رقیہ کرانے والے کا اعتماد حد سے زیادہ رقیہ کرنے والے پر ہوجاتا ہے۔
- غیر شرعی رقیہ کرنے والے لوگ صحیح عقیدہ و منہج کے نام پر لوگوں کا عقیدہ خراب کرتے ہیں۔
- لوگوں کے اندر جنوں کا خوف پیدا کرتے ہیں۔
- جنوں سے استعانت کر کے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں اور بعض لوگ جنوں کو راضی کرنے کے لیے غیر شرعی اعمال انجام دیتے ہیں۔

---

[1] دیکھیے : روائع البیان فی الردّ علیٰ من زعم انّ البدعة کالمصلحة المرسلة للدکتور ابی عبدالرحمٰن سلمان ابن نصر الدایة بتصرف واختصار۔

## ۲) حفاظت عقل کے مقصد کی خلاف ورزی :

- توہّم پرستی پیدا کرتے ہیں۔
- خرافات کو فروغ دیتے ہیں۔
- شیاطین راقی اور مرقی دونوں کی عقل سے کھیلتے ہیں۔
- راقی حضرات طبّی علاج کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اس لیے دماغی خلل اور بڑھ جاتا ہے اور اس کا علاج نہیں ہو پاتا ہے۔

## ۳) حفاظت نسل کے مقصد کی خلاف ورزی :

- آزادانہ اختلاط مرد وزن کے مواقع اور غلط تعلقات قائم کرنے کے مواقع ان میں زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔
- عورتوں کے جسم پر تیل کی مالش، ان پر ہاتھ رکھ کر رقیہ کرنا، انہیں پکڑ لینا یہ سب کام عام طور پر ہوتا ہے جو فحش کاری کی طرف بھی لے جا سکتا ہے اور دینی اعتبار سے گناہ بھی ہے۔
- بعض راقی حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ بچّے جو فلاں عورت کے یہاں پیدا ہوئے ہیں وہ جنوں کی اولاد ہیں اس سے نسل کا معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور توہّم پرست لوگ اسے قبول بھی کر لیتے ہیں۔

## ۴) حفاظت نفس کے مقصد کی خلاف ورزی :

- راقی حضرات عام طور پر مریضوں کو پیٹتے ہیں جس کا ضرر مریض کو لاحق ہوتا ہے اور بسا اوقات سنگین صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض حالات میں مریضوں کی موت بھی واقع ہو چکی ہے اور کبھی وہ اپنی مختلف صلاحیتوں سے معذور بھی ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اذیت رسانی کی مختلف شکلیں ہیں۔
- کچھ ایسی دوائیں انہیں دیتے ہیں جو ان کی صحت کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں یا انہیں کچھ چیزیں اتنی مقدار میں کھلاتے یا پلاتے ہیں کہ انہیں موت وزیست کے دوراہے پر لا کھڑا کرتے ہیں۔
- بعض خطرناک مریضوں کو جنہیں فوری طبّی علاج کی ضرورت ہوتی ہے ڈاکٹروں کے پاس جانے سے روکتے ہیں یہاں تک کہ ان کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

## 5) حفاظت مال کے مقصد کی خلاف ورزی :

- اکثر دھوکہ اور فریب سے مال ہتھیاتے ہیں اور اس کے لیے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ مثلا یہ کہہ کر لوگوں کو خوف زدہ کرنا کہ تمہارے اندر بہت خطرناک جن ہے۔ جنوں کا قبیلہ آباد ہے، بہت خطرناک قسم کا جادو

ہے یا بڑی بھیانک قسم کی نظر بد لگی ہے اور اس کا علاج ایک طویل اور مشکل عمل ہے۔ جبکہ بعض صحیح سالم لوگوں نے بھی انہیں آزمایا تو ان کے اندر بھی یہی امراض تشخیص کر دیے گئے۔

- رقیہ کے لیے متعدد نشستیں مقرر کرنا اور ہر نشست کے لیے الگ الگ فیس وصول کرنا عام بات ہے۔
- رقیہ کے نام پر مریضوں کے ہاتھ جڑی بوٹیاں وغیرہ فروخت کرنا اور ان کی کئی گنا قیمت وصول کرنا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں مفاسد کے قبیل سے ان میں پائی جاتی ہیں۔

اس لیے رقیہ کو پیشہ بنانا، اس کے لیے خود کو فارغ کرنا اور رقیہ سینٹر قائم کرنا اگر بدعت نہ بھی ہو تو موجودہ حالات اور تجربات کے مطابق مفاسد راجحہ میں سے ہے اور ما ادیٰ الی حرام فھو حرام کے تحت بھی اس کا دروازہ بند کر دینا واجب ہے۔

- **مصلحت کے متعلق امام ابن تیمیہ کے گرانقدر ارشادات :**

مصلحت کے سلسلے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا یہ ارشاد لائق توجہ ہے کہ جامع بات یہ ہے کہ شریعت نے کبھی کسی مصلحت کو نظر انداز نہیں کیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دین مکمّل اور نعمت پوری کر دی ہے، جو بھی چیز ہمیں جنّت سے قریب کرنے والی ہے اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتادیا ہے، انہوں نے ہمیں ایک ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے جس کی راتیں بھی دنوں کی مانند ہیں، ان کے بعد اس سے انحراف وہی کرے گا جسے برباد ہونا ہو مگر عقل کبھی کسی چیز کو مصلحت باور کر لیتی ہے اگرچہ شرع میں اس کا ورود نہ ہوا ہو۔ ایسی صورت میں دو میں سے ایک امر لازم ہے: یا تو شریعت نے اس کی رہنمائی کی ہے مگر ناظر کو اس کا علم نہیں ہو سکا ہے، یا پھر وہ سرے سے مصلحت ہی نہیں ہوتی ہے گو وہ اپنے طور پر اسے مصلحت سمجھتا ہو، کیونکہ مصلحت حاصل ہونے والی منفعت کا یا جس میں منفعت کی امید غالب ہو کا نام ہے، اور بہت سی چیزوں کے متعلق لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ انہیں دین اور دنیا میں نفع دیں گی مگر ان کی منفعت نقصان کی وجہ سے مرجوح ہوتی ہے۔ [1]

- **اور مصالح مرسلہ کے سلسلے میں علامہ شنقیطی فرماتے ہیں :**

”حاصل یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مصالح مرسلہ کو اس وقت اختیار کرتے تھے جب ان کے لغو ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور کسی راجح یا مساوی مفسدہ (نقصان) سے ان کا تعارض نہ ہوتا ہو، اور مصالح مرسلہ کا استعمال تمام

---

① مجموع الفتاویٰ ۱۱/ ۳۴۴۔

مسلک والوں نے کیا ہے، گو وہ ان سے دور رہنے کا دعویٰ کرتے رہے ہوں ۔ اور جو شخص صحابہ کے واقعات اور مذاہب کے فروع کا جائزہ لے گا اسے اس بات کی صحت کا علم ہو جائے گا۔ مگر تحقیق یہی ہے کہ مصلحت مرسلہ پر عمل کرنے میں غایت درجہ کی احتیاط اور تحفظ واجب ہے، یہاں تک کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ مصلحت صحیح ہے اور خود سے راجح کسی مصلحت یا کسی راجح مفسدہ یا مساوی مفسدہ سے متعارض نہیں ہے۔ اور آگے چل کر بھی وہ کسی مفسدہ کی طرف لے جانے والی نہیں ہے''۔ ①

**بدعت اور مصلحت مرسلہ میں وجوہ اتفاق وافتراق :**

**شیخ محمد بن حسین جیزانی فرماتے ہیں :**

- **بدعت اور مصلحت مرسلہ کے درمیان وجوہ اجتماع واتفاق :**

ا۔ بدعت اور مصلحت مرسلہ میں سے کسی ایک کا بھی وقوع عصر نبوت میں معہود نہیں تھا، بالخصوص مصالح مرسلہ تو اس دور میں واقع ہی نہیں ہوئی تھیں اور بدعتوں میں بھی غالب یہی ہے، صرف چند ہی بدعتیں ایسی ہیں جو اس سے مستثنیٰ ہیں ۔ اور یہ بہت تھوڑی ہیں ۔ جیسا کہ ان تین لوگوں کے متعلق وارد ہے جو نبی ﷺ کی عبادتوں کے بارے میں سوال کرنے آئے تھے۔

۲۔ اکثر اور غالب یہی ہے کہ بدعت اور مصلحت مرسلہ میں سے ہر ایک کسی خاص اور معین دلیل سے خالی ہوتی ہے، بس زیادہ سے زیادہ عام اور مطلق دلائل ہی کے ذریعہ ان کے متعلق استدلال کا امکان پایا جاتا ہے۔

- **بدعت اور مصلحت مرسلہ کے درمیان وجوہ افتراق :**

ا۔ بدعت اس بات میں منفرد ہوتی ہے کہ وہ صرف امور تعبدیہ اور انہیں کے ضمن میں آنے والے امور دین میں ہوتی ہے، جبکہ مصلحت مرسلہ کا معاملہ اس کے برخلاف ہوتا ہے، کیونکہ عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس کا تعلق ان امور سے ہوتا ہے جس کا معنی سمجھ میں آتا ہے اور ایسی معقول مناسبتوں پر اس کا اجرا ہوتا ہے کہ جب وہ عقلوں پر پیش کی جاتی ہیں تو وہ ان میں مقبول ہو جاتی ہیں، اس لئے تعبدی امور میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے، نہ انہیں جیسے شرعی امور سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔

(مثلاً ہوائی جہاز سے سفر کی غایت سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس کے ذریعہ مناسب طریقے پر تیزی کے ساتھ منزل

---

① دیکھیے : المصالح المرسلة ضمن محاضرات الشنقيطي۔ ط : عالم الفوائد ص۴۵-۴۶ المكتبة الشاملة۔

مقصود پر پہنچ جاتے ہیں مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر فجر کی نماز دو رکعت ہی کیوں فرض ہے، یا ایک ماہ کے روزے رمضان ہی میں کیوں فرض کئے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔فیضی)

۲۔ بدعت اس بات میں منفرد ہوتی ہے کہ وہ اصحاب بدعت کے نزدیک قصد اول ہی میں مقصود ہوتی ہے؛ چنانچہ۔عام طور پر۔وہ لوگ اس کے ذریعہ اللہ کا تقرب چاہتے ہیں، اور اس سے کنارہ کش نہیں ہو سکتے ہیں، اور اہل بدعت کے نزدیک اس پر عمل کو ترک کر دینا بعید تر ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنی بدعت کو ہر اس چیز کے مقابلے میں راجح سمجھتے ہیں جو اس کی معارض ہوتی ہے، بخلاف مصلحت مرسلہ کے کہ وہ مقصود اول نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کا قصد ثانوی طور پر کیا جاتا ہے، اور اس کا شمار وسائل کے باب میں ہوتا ہے، کیونکہ وہ مقاصد شریعت میں سے کسی مصلحت کے حصول کے لئے بطور وسیلہ مشروع کی جاتی ہے، اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے یہ مصلحت اس وقت ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے اور اس کی طرف التفات ممنوع ہو جاتا ہے جب اس کا تعارض اس سے کسی بڑے مفسدہ (نقصان) کے ساتھ ہوتا ہے، اور ایسی حالت میں یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ مصالح مرسلہ کی جہت سے کوئی بدعت ایجاد کی جائے۔

۳۔ بدعت اس بات میں بھی منفرد ہوتی ہے کہ اس کا انجام مکلف لوگوں پر سختی کا حامل ہوتا ہے اور بالآخر وہ اضافی حرج میں پڑ جاتے ہیں، جبکہ مصلحت مرسلہ کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کہ اس سے مکلف لوگوں پر تخفیف ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ ان کا حرج رفع ہو جاتا ہے، یا اس کے ذریعہ ان کے لئے کسی ضروری امر کی حفاظت کا کام ہوتا ہے۔

۴۔ بدعت اس بات میں بھی منفرد ہوتی ہے کہ مقاصد شریعت کے ساتھ اس کا تعارض ہوتا ہے، اور وہ انہیں ڈھا دینے والی ہوتی ہے، جبکہ مصلحت مرسلہ کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ۔شرعی لحاظ سے معتبر ہونے کے لئے۔یہ لازم ہے کہ وہ مقاصد شریعت کے تحت ہی مندرج ہو اور ان کی خادم ہو ورنہ وہ غیر معتبر قرار پائے گی۔

۵۔ اور مصلحت مرسلہ اس بات میں منفرد ہوتی ہے کہ عصر نبوت میں اس کا وقوع اس لئے نہیں ہوتا ہے کہ اس کے فعل کا مقتضی ہی نہیں پایا جاتا ہے، یا اس کے فعل کا مقتضی تو قائم ہوتا ہے مگر کوئی مانع اس کو وقوع سے روک دیتا ہے، جبکہ بدعت کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ عہد نبوت میں اس کے فعل کا مقتضی قائم ہونے، اس کا داعیہ موجود ہونے اور کسی مانع (رکاوٹ) کے نہ پائے جانے کے باوجود اس کا وقوع نہیں ہوا ہوتا ہے۔

● حاصل گفتگو یہ ہے کہ مصالح مرسلہ میں اگر اس کی شرطوں کا لحاظ کیا گیا ہو تو وہ بدعت کے مخالف اور اس سے جدا ہوتی ہے، ان دونوں میں تباین پایا جاتا ہے، اور مصلحت مرسلہ کی جہت سے بدعت کا اجرا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ

۔اس حالت میں۔وہ ساقط الاعتبار ہوجائے گی اور اس وقت اسے مصلحت مرسلہ کا نام ہی نہیں دیا جا سکے گا، بلکہ اس کا نام مصلحت ملغاۃ یا مفسدہ ہوگا۔[1]

## رقیہ اور مادّی طب کا فرق

بعض احباب کہتے ہیں کہ رقیہ طب کا ایک حصہ ہے، مباحات کے دائرے میں ہے۔مباحات کا دائرہ اور اس پر عمل کی مخصوص کیفیت شرع میں متعیّن نہیں ہے، اسی طرح اس کی مخصوص کیفیت طے شدہ نہیں ہے۔

- یہ بات اس لیے درست نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہیں نہیں کہا ہے کہ اعرضوا علیّ اعشابکم وعقاقیرکم کہ تم اپنی جڑی بوٹیاں اور دوائیں مجھ پر پیش کرو مگر آپ نے رقیہ کے متعلق فرمایا کہ :

''اِعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ'' ''اپنے رقیے مجھ پر پیش کرو''۔

پھر آپ نے اس کی مشروط اجازت دی ہے۔اور اس کے مروجہ افعال کی بھی :

''مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ'' جس نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا''۔

کہہ کر ضابطہ بندی کردی ہے۔اسی طرح ان افراد کی بھی نشاندہی کردی جن سے رقیہ کرانا حرام اور ناجائز ہے اس لیے اسے مادّی طب میں شامل کرنا شدید غفلت کی نشانی ہے۔

- مادّی طب کا معاملہ نہ عبادت سے متعلّق ہے نہ عقیدہ سے مگر رقیہ کا معاملہ ان دونوں سے پوری طرح مربوط ہے۔

- مادّی طب میں تجربات محسوس چیزوں پر ہوتے ہیں جن کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ مقررہ پیمانوں کے مطابق اس فن کے ہر ماہر کے لیے آسان ہے۔جبکہ روحانی علاج میں تعامل عالم غیب سے ہوتا ہے اس لیے بڑے بڑے تجربہ کار بھی اس میدان میں اکثر غچّہ کھا جاتے ہیں اور انہیں ٹھوکروں پر ٹھوکریں لگتی ہیں۔ بالآخر حیران و ششدر رہ کر راہ گم کر بیٹھتے ہیں جیسا کہ بڑے بڑے راقیوں نے اس کا اعتراف کیا ہے اسی لیے محقق علماء نے اس راہ میں تجربہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔نقول کا پیش کرنا باعث طوالت ہوگا اس لیے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں مگر اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے کہ عالم غیب کے تجربات اکثر دھوکہ دیتے ہیں کچھ مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

---

① دیکھئے : ''قواعد معرفة البدع'' ص : ۱۹-۲۰۔

۱) یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ نذر کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے :

عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهى عَنِ النَّذْرِ، وَقَالَ: " إِنَّهُ لَا يَأْتِي بِخَيْرٍ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ.

''نذر سے کوئی بھلائی نہیں حاصل ہوتی ہے، بس اس کے ذریعہ سے بخیل کا مال نکال لیا جاتا ہے''۔ ①

مگر جب آپ مذہبی کتابوں میں درج واقعات کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو بے شمار واقعات ایسے ملیں گے کہ میں فلاں مصیبت میں پھنسا تھا اور جب میں نے یہ یہ منّت مانی تو میرا کام بن گیا۔ اور بعض لوگوں کے یہاں یہ چیز مسلّمات میں سے ہو چکی ہے کہ نذر مصیبتوں سے نجات کا ذریعہ ہوتی ہے۔ جب یہ بات ایک ایسی چیز کے بارے میں کہی جا رہی ہے جس کا غیر مفید ہونا منصوص ہے تو پھر دوسری چیزوں کے بارے میں جو کچھ بھی دعوے کیے جائیں کم ہیں۔

۲) غیر مشروع توسّل کے ذریعہ دعاوں کا قبول ہو جانا جس کے لاتعداد قصے مشہور ہیں اور اس عمل کا بھی لوگوں کے نزدیک کثرت تجربات سے نفع بخش ہونا مسلم ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ قبولیتیں از قبیل استدراج ہیں اور حقیقت میں اس طرح کے توسّل فائدہ مند نہیں ہیں۔ اور ظاہری طور پر حاصل ہونے والے فوائد اس کے مشروع ہونے کی دلیل نہیں بن سکتے ہیں اور جو کچھ ہوتا ہے وہ سب قضا وقدر کی موافقت سے ہو جاتا ہے۔

۳) اسی طرح بعض مقامات بھی مرادیں پانے کے لیے معروف ہیں۔ اور وہاں کچھ لوگوں کا اپنی اپنی سمجھ کے مطابق بھلا بھی ہو جاتا ہے مگر آپ جانتے ہیں اس میں مقامات کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ یہ بھی استدراج کے قبیل کی باتیں ہیں۔

- ایک بات قابل توجّہ ہے جو امام ابن تیمیہ نے بیان کی ہے کہ بظاہر کسی غیر مشروع اور بدعتی عمل سے بھی کسی خاص شخصیت کو نفع حاصل ہو جاتا ہے مگر وہ اس بدعتی عمل کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ وہ صاحب عمل کی صالحیت اور اخلاص کی وجہ سے ہو جاتا ہے اور نیک نیتی اور اجتہادی غلطی کی وجہ سے اس غیر شرعی عمل پر اس کی گرفت بھی نہیں ہوتی۔ مگر جب اس کے ماننے والے وہی عمل اپنی جہالت کی وجہ سے شرعی اعتبار سے درست جان کر کرتے ہیں اور ان کے اندر وہ اخلاص اور صالحیت اور اجتہادی صلاحیت بھی نہیں ہوتی تو وہ گنہگار رہوتے ہیں۔

اس لیے یہی بات سلفی مسلک کے مطابق درست ہے کہ اس طرح کے معاملات میں جو کچھ ثابت ہے اسی پر اکتفاء کیا جائے۔ اور اس ضمن میں تجربات کا دروازہ بند رکھا جائے۔

---

① صحیح مسلم ، کتاب النذر، باب النهى عن النذر حدیث نمبر ۱۶۳۹۔

# ممنوع پیشوں کی فہرست

بعض احباب یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں کونسا پیشہ اختیار کرنا جائز اور کون سا ناجائز ہے، اس میں شریعت نے ممنوع پیشوں کی فہرست فراہم کی ہے اور مباحات سے سکوت اختیار کیا ہے اور ممنوع پیشوں کی فہرست میں رقیہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

یہ کہنا کہ شریعت نے تمام ممنوع پیشوں کی فہرست فراہم کی ہے درست نہیں ہے کیونکہ شریعت نے جہاں کچھ پیشوں کو نامزد طور پر حرام کیا ہے وہیں کچھ پیشوں کی حرمت کے اصول مقرر کر دیے ہیں۔ اس لیے ہر زمانہ میں نئے نئے اختیار کیے جانے والے پیشوں کو کسی فہرست میں تلاش کرنا کارعبث ہے۔

**مثلا :**

- داڑھی مونڈنے کا پیشہ
- ناجائز اسقاط حمل کا پیشہ
- چوروں، ڈاکوؤں اور مافیاؤں کی وکالت کا پیشہ

اور اسی طرح کے سیکڑوں پیشے ایسے ہو سکتے ہیں جو کسی فہرست میں دستیاب نہیں ہو سکتے، ان پر حکم لگانے کے لیے اصولوں کو ہی بروئے کار لانا پڑے گا۔

**اور راقی کا پیشہ اختیار کرنا شرعی طور پر اس لیے درست نہیں ہے کہ :**

- اس میں عام طور پر بلاعوض ایک وہمی چیز کے پیسے وصول کیے جاتے ہیں۔
- غیر شرعی امور کے سہارے فیس لی جاتی ہے۔
- فریب اور حیلوں کے ذریعہ مال حاصل کیا جاتا ہے۔
- مریضوں کا بھیانک استحصال ہوتا ہے۔
- طب کی تعلیم اور طبی اصولوں سے ناواقفیت کے باوجود طبابت کی جاتی ہے۔
- اور بعض راقی حضرات تو غیبی خبریں بتانے، جنوں سے استعانت، اور امراض وغیرہ کی تشخیص اور علاج کے طریقوں میں بھی کہانت وعرافت کے حدود میں داخل ہو جاتے ہیں، اس لئے ان کی کمائی **حلوان الکاھن** کے زمرنے میں آجاتی ہے، جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''لَا يَحِلُّ ثَمَنُ الْكَلْبِ، وَلَا حُلْوَانُ الْكَاهِنِ، وَلَا مَهْرُ الْبَغِيِّ''

''نہ کتے کی قیمت حلال ہے نہ کاہن کا نذرانہ نہ فاحشہ عورت کی اجرت بدکاری''۔ ①

اور بخاری مسلم وغیرہ کی حدیث میں آیا ہے کہ :

''أن رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، بدکار عورت کی اجرت اور کاہن کے نذرانے سے روکا ہے''۔ ②

محقق علماء نے اس سلسلے میں صرف اتنی گنجائش بتائی ہے کہ رقیہ شرعیہ سے (رقیہ بدعیہ سے نہیں) بشرط شفاء بطور ''جُعل'' کچھ اجرت لی جاسکتی ہے اور بس۔

اور صحابہ وسلف میں احتیاج کے باوجود کسی نے یہ پیشہ اختیار نہیں کیا تھا۔ اسی طرح اقتضاء کے قیام اور عدم موانع کے باوجود نا کسی نے اس کے لیے خود کو فارغ کیا تھا، نہ اس کے لیے مراکز قائم کیے گئے تھے۔

اور جس احتیاج کا ڈھنڈورا شدّت سے پیٹا جارہا ہے اور اس کا اس قدر احساس دلایا جارہا ہے وہ پیشہ ور راقیوں کے پروپیگنڈے اور مارکیٹنگ کا نتیجہ ہے۔ اور اس میں بڑا ہاتھ علماء اور صالحین کے اپنی ذمہ داریوں سے فرار اور عافیت طلبی کا بھی ہے۔

اگر کوئی عمل انفرادی یا محدود سطح پر جائز ہو تو ضروری نہیں ہے کہ اس کے لیے کوئی اجتماعی نظام بنانا بھی جائز ہو مثلا کسی سے دعا کرانا یا کسی کے لیے دعا کر دینا جائز ہے مگر کیا اس کے لیے دعا سینٹر کا قیام بھی جائز ہوگا؟

- جن علماء نے دراصل اس سلسلے میں نرمی کا مظاہرہ کیا ان کے مدنظر مریضوں کی پریشانی کے ساتھ ساتھ ان کا رقیہ کرنے کے لئے آگے آنے والوں میں چند بزرگوں اور صالحین کا تصور تھا جن کی للّٰہیت واخلاص اور تقویٰ وطہارت کا انہیں یقین تھا، مگر آئندہ کے حالات کے متعلق کوئی صحیح تصور ان کے ذہن میں نہیں تھا اور آج بھی جو لوگ اس سلسلے میں تساہل کا شکار ہیں ان کے یہاں صورت حال کی صحیح معلومات نہیں ہیں۔

آج رقیہ کا پیشہ اختیار کرنے والوں میں بڑی تعداد کم علموں اور جاہلوں کی ہے جن کے یہاں حق وباطل اور جائز وناجائز کی تمیز نہیں ہے، علم اور تقویٰ دونوں کا فقدان ہے، لوگوں سے ہمدردی اور خدمت انسانیت کے نام پر ان کا مطمح نظر فقط دنیا کمانا اور اپنی بہت سی تشنہ آرزوؤں کی تکمیل ہے، ان میں اکثریت نوعمر لڑکوں اور نوجوانوں کی ہے، نئے نئے تدین کی راہ پر آئے، ان میں سے کچھ لوگ تو عجیب عجیب پیشوں سے وابستہ رہے تھے، ان میں کوئی پہلوانی

① ابوداود: ٣٤٨٤۔ ② بخاری: ٢٢٣٧، مسلم: ١٥٦٧۔

اور دادا گیری کا کام کرتا تھا، کوئی ڈراموں میں چھوٹے موٹے کردار ادا کرتا تھا، کوئی پہلے ہی سے مزاروں اور درگاہوں کی لائن پر تھا، کوئی رکشہ چلاتا تھا مگر کسی راقی کی صحبت نصیب ہوگئی، اور ایسے ہی بہت سے نوجوانوں کا بھی حال تھا کہ انہیں کسی راقی کا ساتھ مل گیا اور انہیں یہ پیشہ اپنے مزاج کے مطابق کمائی، خواہشات کی تکمیل اور مقبولیت کا آسان ذریعہ نظر لہٰذا وہ ادھر ہولئے۔ اور انھوں نے منکرات اور بدعتوں کو اس قدر فروغ دیا ہے اور موجب فساد ہوئے ہیں کہ الامان والحفیظ، یہ لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے اور ان کی عقلوں سے تلاعب کے نت نئے طریقے ایجاد کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اگلے صالحین واتقیاء پر نگاہ رکھتے ہوئے دنیا کے حریص اور غیر مہذب وغیر تربیت یافتہ نوجوانوں کے لئے اگر کوئی شخص یہ دروازہ چوپٹ کھول دینا چاہتا ہے تو پھر :

بریں عقل ودانش بباید گریست

# رقیہ ورقاۃ اور ان کی بدعات ومنکرات اور شرعی مخالفتوں پر اہل علم کی تحریریں وتقریریں، فرمودات وارشادات، فتاوے اور نصیحتیں

# رقیہ سینٹروں کے قیام اور رقیہ کو پیشہ بنانے کے متعلق علمائے کرام کی آراء اور فتاوے

رقیہ سینٹروں کا قیام اور رقیہ کو پیشہ بنانا عصر حاضر کا ایک بڑا فتنہ بن چکا ہے اور اس کے مفاسد کثرت سے منظر عام پر آنے لگے ہیں مگر اس کے باوجود مصیبت زدہ افراد جو عام طور پر طبقہ عوام سے تعلق رکھتے ہیں یا وہ خواص ہوتے ہیں جو عوام ہی کی سوچ رکھتے ہیں وہ بہت جلد پیشہ ور راقیوں کے چنگل اور دام تزویر میں پھنس کر اپنا عقیدہ، وقت اور پیسہ برباد کرتے ہیں۔ اور کثرت مال اور دیگر خواہشات کی تکمیل کا انتہائی آسان، غیر مشقت طلب اور بلا سرمائے کا پیشہ سمجھتے ہوئے بہت سے طالع آزما نوجوان جو عام طور پر شرعی علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں علماء ومشائخ کی شکل بنا کر بڑی تعداد میں ادھر کا رخ کر رہے ہیں اور صحیح عقیدہ ومنہج اور دعوت واصلاح کے نام پر بدعقیدگی، فساد عقیدہ، توہم پرستی اور اخلاقی تباہیوں اور دیگر بہت سے مفاسد کا سبب بن رہے ہیں، اس لئے ہم ذیل میں ان علماء کے فتاوے اور آرا پیش کرنے جا رہے ہیں جو کثرت مفاسد کی وجہ سے رقیہ کو پیشہ بنانے یا رقیہ سینٹروں کے قیام کے مخالف ہیں اور انہیں ممنوع قرار دیتے ہیں۔ اس موقع پر ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ کچھ اہل علم نے مصیبت زدہ افراد کی مشکلات کے پیش نظر جذبۂ ہمدردی کے غلبے کے تحت صالحین اور تقوی شعار لوگوں کو یہ پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دی تھی اور ان کے نزدیک رقیہ سینٹروں کے قیام میں بھی کوئی حرج نہیں تھا مگر تجربات نے ثابت کر دیا کہ ان کی رائے امت کے لئے مفید ثابت ہونے کے بجائے حد درجہ مضر ثابت ہوئی نیز شرعی مستند اور دلائل سے خالی ہونے کی وجہ سے بھی وہ ان علماء کے پورے احترام کے باوجود مسترد کئے جانے ہی کی متقاضی ہے۔

## محدث عصر وامام زمانہ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا فتویٰ

- **جن اتارنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :**

**جواب :** ہاں یہ عصر حاضر کا فتنہ ہے، افراط وتفریط، جیسا کہ اکثر معاملات میں ہمارا حال ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رقیہ شرعیہ ایک جائز چیز ہے، رسول علیہ السلام حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کا رقیہ کرتے تھے، اور دیگر بہت سے مریضوں کا بھی رقیہ کرتے تھے جو ان کے پاس آتے تھے، یا لائے جاتے تھے۔ اور آنحضرت علیہ السلام نے حسب ذیل فرمان میں اس کی ترغیب بھی دی ہے :

''مَنِ اسْتَطَاعَ أَن يَّنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ''

''جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو پہنچا دے''۔

مگر جیسا کہ ان شاء اللہ آپ تمام لوگوں پر یہ مخفی نہیں ہے کہ مشروع رقیہ تو وہی ہوتا ہے جو کتاب اللہ سے ہو یا صحیح سنت سے ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو، لہٰذا جب کوئی مسلمان کتاب اللہ کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے اپنے کسی بھائی کا رقیہ کرتا ہے تو وہ بلا شک مستحق اجر ہوگا اور ان شاء اللہ مریض کے لئے مفید بھی ہوگا اور کسی دورہ زدہ یا جن زدہ کا رقیہ کرنا بھی مشروع ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض ثابت شدہ قصوں میں ثابت بھی ہے کہ انھوں نے جن زدگی کا شکار بعض لوگوں کے اندر سے تلاوت قرآن کے ذریعہ جن کو نکالا ہے، آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے مریض پر کچھ آیات کریمہ کی تلاوت کی تھی۔

## رقیہ کا پیشہ اگر ثواب کی نیت سے ہو تو بدعت ہے اور اگر حصول مال وزر کی نیت سے ہو تو غیر شرعی پیشہ ہے

● البتہ آنحضرت علیہ السلام سے یہ باتیں ثابت نہیں ہیں جو آج ہم اس زمانے میں بعض ان لوگوں سے سنا کرتے ہیں جنھوں نے ان مریضوں کے رقیہ کا پیشہ اپنا رکھا ہے، میں تو یہی مانتا ہوں اور اسی بات کا قائل ہوں کہ اس پیشے کا منتشر ہونا نہ قریب سے مشروع ہے نہ بعید سے بلکہ میں تو اسے محدثات امور (بدعتوں) میں شمار کرتا ہوں۔ کیونکہ اس پیشے کو اختیار کرنے والوں میں جو مخلص ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میں تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے اجر کا خواہاں ہوں جبکہ دوسرے لوگ آخرت کے بجائے دنیا چاہتے ہیں۔ تو پہلی بات (یعنی اجر وثواب کے لئے یہ پیشہ اختیار کرنا) ان محدثات الامور (نوایجاد باتوں اور بدعتوں) میں داخل ہے جن کے متعلق رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے اس طرح کے فرمودات میں عام ممانعت فرمائی تھی :

(وَإِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ)

''اور خبردار (دین میں) نئی نئی باتوں سے بچنا کیوں کہ ہر نئی بات بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے''۔

● اس لئے اللہ عز وجل کی قربت کے طور پر اس پیشے کو اپنانے کی بدعیت کو جاننے کے لئے ہمیں یہی کافی ہے کہ قرون اولی (صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین کے ادوار) میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ اور یہاں ہم بھی اس شعر کو پڑھنے والوں کے ساتھ یہ پڑھتے ہیں کہ :

وَكُلُّ خَيْرٍ فِيْ اتِّبَاعِ مَنْ سَلَفْ          وَكُلُّ شَرٍّ فِيْ ابْتِدَاعِ مَنْ خَلَفْ

ہر بھلائی سلف کی پیروی میں ہے، اور ہر برائی خلف کی بدعتوں میں ہے۔

- مگر جب اس سے (یعنی اس پیشے کے اختیار کرنے سے) مقصود حصول دنیا اور عاجل کا جمع کرنا ہو (یعنی دنیا کا مال ومتاع مقصود ہو) تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ ایک غیر شرعی پیشہ ہے۔ کیونکہ جو لوگ اس پیشے کو اپناتے ہیں وہ (مقررہ) شرعی حدود پر اکتفا نہیں کرتے ہیں، یعنی مثلاً قرأت پر ہی اکتفا نہیں کرتے ہیں۔ اور یہ بات معروف ہے، ہمیں اس کی شرح کرنے کی چنداں حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ضرب شدید (مریض کو سخت مار مارنے) کے وسائل اختیار کرتے ہیں، بعض لوگوں کا معاملہ تو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ وہ بجلی کا بھی استعمال کرنے لگے ہیں۔ إلی آخرہ۔ پھر رفو کرنے والے پر چاک بہت وسیع ہو چکا ہے۔ اور اس پیشے میں فساق وفجار اور فاسقات وفاجرات داخل ہو چکی ہیں اور اور إلی آخرہ۔

## تنویم مقناطیسی اور روحوں کی حاضری کے بعد اب (تیسری گمراہی) جنوں سے مکالمے کا دور آیا ہے

- میں سمجھتا ہوں یہ بھی ان مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے جس سے یہ زمانہ گزر رہا ہے۔ اپنے علم واطلاع کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ یہ تیسرا مرحلہ ہے۔ اس کے بعد والے کے متعلق اللہ ہی بہتر جانتا ہے، میں سمجھتا ہوں آپ نے سنا ہوگا اس سے پہلے وہ عمل ہوتا تھا جسے روحوں کی حاضری (استحضار الارواح) کا نام دیا جاتا تھا، روحوں کی حاضری بھی جنوں کی طرف سے انسانوں کے گمراہ کرنے ہی کی ایک قسم تھی، جیسا کہ آج اس پیشہ کے اختیار کرنے میں ہو رہا ہے جس کا ذکر ابھی ہوا ہے۔ روحوں کی حاضری ایک یورپین خرافات تھی جس سے بہت سے مسلمانوں نے فریب کھایا تھا۔ اور یہ کام بھی منجملہ بہت سے ان امور میں سے تھا جن میں مسلمان نور اسلام سے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے اہل مغرب سے اخذ کرنے میں مبتلا ہوئے۔ اہل مغرب خواہ وہ یورپ والے ہوں یا امریکا والے سالوں روحوں کی حاضری کے عمل میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں، اور یہ سلسلہ اسلامی ممالک تک بھی پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ ایک ازہری عالم نے اس موضوع پر ایک مجلد تالیف کر ڈالا جس کا نام جناب نے کتاب ''الأرواح'' رکھا۔ یہ ایک معروف عالم طنطاوی جوہری صاحب ہیں۔ جن کی ایک تفسیر بھی ہے جو سب سے حیرت انگیز اور تعجب خیز تفسیروں میں سے ہے: ''**تفسير طنطاوي جوهري**'' مصور ہے، اس میں حیوانوں، پہاڑوں، اور وادیوں کی تصویریں ہیں اور بھانت بھانت کی شکلیں اور مختلف رنگ ہیں إلی آخرہ۔ دعوی یہ تھا کہ مقصود کائنات میں اللہ کی نشانیوں کا اظہار ہے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور ہماری مغفرت کرے اور ان

کی بھی۔ آنجناب بھی انہیں لوگوں میں سے ایک تھے جو اس مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے اور روحوں کی حاضری پر یقین رکھتے تھے، جبکہ یہ ایک گمراہی اور خرافات ہے۔ اگر وقت میں گنجائش نکلی تو آپ کے سامنے اس چیز کا بھی بیان کروں گا جو روحوں کی حاضری والی گمراہی سے قبل رائج تھی۔ وہ پہلا مرحلہ تھا، اس میں تنویم مقناطیسی کے نام سے ایک چیز چلتی تھی۔ ممکن ہے آپ میں سے کچھ لوگ تنویم مقناطیسی کے بارے میں جانتے ہوں۔ وہ بھی بلاشک ایک کارفریب ہی ہے۔ یہ پہلی چیز تھی جس کا رواج یورپی معاشرے میں ہوا، پھر وہ اسلامی ممالک میں سرایت کر آئی۔ پھر روحوں کے حاضر کرنے کا دور آیا۔

- اور اب جنوں سے مکالمے اور گفتگو کا سلسلہ چل پڑا ہے: ''تم مسلمان ہو''؟ ورنہ کس دھرم کے ماننے والے ہو؟ کرسچین ہو؟ بدھسٹ ہو؟ إلی آخرہ۔ اور فلاں مریض ہے۔ اسے کیا ہوا ہے؟ نظر لگ گئی ہے۔ اور تعویذ (جس میں کچھ اس کے خلاف کیا گیا ہے) فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے۔ إلی آخرہ۔ یہ جنوں کی فرمانبرداری کے سبب جنوں کے مسلط ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے بیان فرمایا :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔ یعنی وہ تکلیف دینے میں اور گمراہی میں بڑھ گئے۔

- آج تاریخ پھر سے اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ وہ کام جاہلیت میں ہوتا تھا۔ آج ہم پھر اسی جیسی جاہلیت میں جینے لگے ہیں۔ آج بہت سے لوگ اس جن کو مخاطب کر کے اللہ عزوجل کا تقرب تلاش کر رہے ہیں جس کے متعلق ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ اس مریض انسان پر سوار ہے۔ ممکن ہے یہ بات (یعنی سوار ہونے کی) صحیح ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ صحیح نہ ہو۔ مگر شرعی اعتبار سے ہمارے سامنے بعض آیات یا رسول علیہ السلام سے وارد بعض اوراد کے پڑھنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور اگر یہ یقین ہو جائے کہ وہ شخص واقعی جن زدہ ہے اور اس پر کوئی جن ہے تو زیادہ سے زیادہ ہم یہ حکم دے سکتے ہیں کہ وہ نکل جائے، کیونکہ یہ رسول علیہ السلام سے ثابت ہے، اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اخذ ورد، لینا دینا اور سوال وجواب شروع ہو جائے جیسا کہ آج ہو رہا ہے تو جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک گمراہی بھری بدعت ہے۔ یہ ہے جواب آپ کے سوال کا۔ [1]

---

[1] سلسلة الهدى والنور...

# علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس موضوع پر دوسرا فتوی

## پیشہ ور لوگوں کے پاس علاج کے لئے جانا ہرگز جائز نہیں ہے

**سوال :** اگر قرآن پڑھنے سے فائدہ نہ ہو تو رقیہ میں دوسرا وسیلہ کیا ہے؟

**سائل :** جیسا کہ حدیث میں آنحضرت علیہ الصلاۃ السلام سے وارد ہوا ہے اگر اس سے نتیجہ نہ ملے؟

**شیخ کا جواب :** مطلب یہ ہے کہ جب کلام اللہ کی تلاوت سے نتیجہ نہ ملے تو وہ شیخ مزعوم کے کمال سے نتیجہ پیدا کرنے جائے؟

- دل کی انتہائی گہرائی اور خشوع خضوع کے ساتھ اللہ سے التجا اور آہ وزاری اور شیاطین انس وجن کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنے اور اللہ سے عافیت اور شفاء مانگنے کے لئے پورے طور پر اس کی جانب متوجہ ہو جانے کے سوا دوسرا کوئی اور راستہ اور وسیلہ نہیں ہے، راستہ بس یہی ایک ہے۔

**سائل :** ٹھیک ہے شیخ محترم! کیا اس سلسلے میں رقیہ کے طور پر مثلاً رسول اللہ ﷺ سے معوذات کے سوا کچھ اور احادیث وارد ہیں؟

**شیخ :** مجھے تو دوسری کسی چیز کا علم نہیں ہے۔

**سوال :** تب ان (پیشہ ور راقیوں) کے پاس جانا صحیح نہیں ہے؟

**شیخ :** ہرگز جائز نہیں ہے؛ کیونکہ ان میں سے اکثر کے بارے میں بہتر سے بہتر جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ پیشہ ور لوگ ہیں اور یہی ان کی صنعت ہے، وہ اسی میں یا اسی سے کھانا جینا چاہتے ہیں۔ اور یہ ایک غیر مشروع صنعت اور پیشہ ہے۔ یہ کم سے کم بات ہے جو ان کے متعلق کہی جا سکتی ہے۔ ورنہ ان میں دجالوں کی کھیپ اور کذابوں کا گروہ بھی ہے۔ واللہ المستعان۔[1]

# علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس موضوع پر تیسرا بیان

## رقیہ کے موجودہ پیشے کا تعلق دجل وفریب، شیطانی وحی والہام اور کہانت سے ہے

**علامہ فرماتے ہیں :**

''سابقہ بحث سے میرا مقصد صرف یہی تھا کہ شریعت نے جن امور غیبیہ کا اثبات کیا ہے ان کا اثبات کیا جائے

[1] اسئلة عبر الهاتف : ۳۴۵ پیش کردہ : المعیصفی...۔

(مسئلہ جن کے انسان پر سوار ہونے یا اس کے اندر داخل ہونے کا ہے) اور ان کا انکار کرنے والوں کی تردید کی جائے۔ مگر دوسری جانب میں ان لوگوں پر بھی شدید ترین نکیر کرتا ہوں جو اس عقیدے کا استحصال کرتے ہیں، اور پاگلوں اور دماغی دوروں (صرع) کا شکار لوگوں کا علاج کرنے کے لئے جنوں کو حاضر کرنے اور انہیں مخاطب کرنے کو پیشہ بنا لیتے ہیں، اور وہ لوگ اس سلسلے میں وہ وسائل استعمال کرتے ہیں جو مجرد تلاوت قرآن سے زائد ہوتے ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے۔ مثلاً سخت مار مارنا جس کے نتیجے میں کبھی کبھی مریض کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے، جیسا کہ یہاں عمان میں واقع ہوا، اور مصر میں واقع ہوا، جو اخباروں اور مجلسوں کا موضوع گفتگو بن گیا تھا۔ پہلے جو لوگ دماغی دوروں کے شکار لوگوں پر پڑھا کرتے تھے وہ تھوڑے سے لوگ تھے جو نیک ہوا کرتے تھے، گزشتہ زمانے کا حال یہی تھا، مگر آج تو وہ سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، اور ان میں کچھ بے پردہ خواتین بھی ہیں، اب یہ معاملہ ایک شرعی وسیلے سے نکل کر جسے عام طور پر اطباء انجام دیا کرتے تھے ایسے دیگر امور اور وسائل کی طرف چلا گیا ہے جو ایک ساتھ شریعت اور طب دونوں کے نزدیک غیر معروف ہیں، اس لئے میرے نزدیک ان کا تعلق دجل وفریب اور ایسے وسوسوں سے ہے جو شیطانی وحی والہام کا نتیجہ ہوتے ہیں اور وہ انہیں اپنے دشمن انسانوں کے اندر ڈالتا ہے۔

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ [الانعام:۱۱۲]۔

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں''۔

یہ جنوں سے ایک طرح کا استعاذہ ہے جو اہل جاہلیت کا طریقہ تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے :

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:۶]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

لہٰذا جس نے بھی - اپنے زعم کے مطابق - جادو اتارنے میں ان سے مدد لی۔ یا اس جن کی شناخت کے لئے ان سے تعاون لیا جو انسان کو لاحق ہے کہ وہ مذکر ہے یا مونث؟ مسلم ہے یا کافر؟ اور اس کی تصدیق کی تو اس سے مدد لینے والا اور اس کی تصدیق کرنے والا اس کے پاس موجود حاضرین ان سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ذیل قول کی وعید شامل ہوگی :

'' مَنْ أَتَى كَاهِنًا، أَوْ عَرَّافًا، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم''

''جو شخص کسی عراف یا کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی، تو اس نے ان تمام باتوں کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہیں''۔

وفی حدیث آخر: '' لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ''

''اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ.. چالیس دنوں تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی''۔ ①

اس لئے اس بات پر ضرور توجہ دینی چاہیے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے لوگ جو اس پیشے میں مبتلا ہیں وہ اس حقیقت سے غافل ہیں، اس لئے میں انہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اگر وہ اپنے اس پیشے میں باقی ہی رہیں۔ تو وہ انہیں مخاطب کرنے میں نبی ﷺ کے اس قول سے آگے نہ بڑھیں:

''أُخْرُجْ عَدُوَّاللّٰهِ'' ''اللہ کے دشمن باہر نکل''۔

اور یہ نصیحت میں انہیں اللہ تعالیٰ کا وہ قول یاد دلاتے ہوئے کر رہا ہوں جس میں وہ فرماتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣]۔

''سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے''۔

والله المستعان ولاحول ولا قوة إلا بالله.②

# علامہ البانی رحمہ اللہ کی اس موضوع پر چوتھی رہنمائی

## جن اتارنے کا پیشہ اختیار کرنے والوں کا شمار کاہنوں میں ہے اور ان کے پاس جانے والے حدیث کی وعید میں شامل ہیں

**علامہ البانی رحمہ اللہ حدیث: ''من أتی کاهنا...'' پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:**

**فائدہ:** ابن اثیر نے ''النهاية'' میں فرمایا: ''کاہن وہ ہوتا ہے جو کائنات کے متعلق زمانہ مستقبل کی خبر

① اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس کی تخریج غایۃ المرام (نمبر ۲۸۴) میں کی گئی ہے...

② السلسلة الصحيحة للالبانى: ۶/۱۰۰۹-۱۰۱۰ نمبر: ۲۹۱۸۔

دیتا ہے اور معرفت اسرار کا مدعی ہوتا ہے، اور عربوں میں بھی شق و سطیح وغیرہ کے مثل کاہن ہوا کرتے تھے جو اس بات کے دعویدار تھے کہ ایک جن ان کا تابع ہے اور پراسرار باتوں کی خبر دینے والا ایک موکل ان کے پاس ہے جو انہیں خبریں بتایا کرتا ہے، اور ان میں سے کچھ لوگ اس بات کے دعویدار تھے کہ وہ کچھ اسباب کے مقدمات سے امور کو جان لیتے ہیں اور ان کے ذریعہ سوال کرنے والے کے کلام، یا اس کے فعل یا اس کے حال کے مختلف اثرات پر استدلال کرتے ہیں، اور یہ چیز عرافوں کے ساتھ خاص مانی جاتی تھی، جیسے وہ شخص ہوتا ہے جو مسروقہ چیزوں اور گم شدہ چیزوں وغیرہ کی معرفت کا دعوی کرتا ہے۔ اور وہ حدیث جس میں ہے کہ ''جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے...'' وہ کاہن، عراف اور منجم سب کو شامل ہے''۔

میں (یعنی علامہ البانی) کہتا ہوں : جب آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی تو (کہانت) میں وہ بھی شامل ہے جو چیز (تنویم مقناطیسی) سے معروف ہے، پھر جسے (استحضار ارواح - روحوں کو حاضر کرنا) کہتے ہیں، اور جس پر آج بہت سے لوگ ہیں - جن میں کچھ اچھے مسلمان بھی ہیں - جنھوں نے اسے پیشہ بنا کر اسی کو ذریعۂ معاش قرار دے لیا ہے، یعنی جن زدہ پر قرآن پڑھنا اور ان سے گفتگو کرنا، اور وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ انسان پر کیوں سوار ہوا، اس کی محبت میں، یا اس سے نفرت کی وجہ سے! اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اس سے اس کے دین کے بارے میں بھی پوچھتے ہیں، پھر جب وہ انہیں بتاتا ہے کہ وہ مسلمان ہے تو وہ اس کی بتائی ہوئی تمام خبروں کی تصدیق کرنے لگتے ہیں! اور یہ غفلت اور گمراہی کی انتہا ہے؛ کہ وہ اس کی تصدیق کرتا ہے جبکہ نہ اسے جانتا ہے نہ دیکھتا، اس لئے اے مسلمان بھائی! آپ ان (پیشہ ور راقیوں) سے ہوشیار رہیں! نہ ان کے پاس جائیں، نہ ان کی تصدیق کریں ورنہ آپ پر یہ صحیح حدیث اور اس کے معنی کی دیگر حدیثیں صادق آئیں گی''۔ ①

# علامہ البانی رحمہ اللہ کا اس موضوع پر پانچواں کلام

## رقیہ کا پیشہ اختیار کرنے والے لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھا کھا کر سرمایہ دار بن گئے

**علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

بعض معاصرین نے انسان کی حقیقی شیطان زدگی، اس کے انسان کے جسم میں داخل ہونے اور اسے دماغی دوروں کا شکار کر دینے کا انکار کیا ہے، اور ان میں سے کچھ لوگوں نے بعض تالیفات بھی کی ہیں، جن میں انھوں نے

① السلسلة الصحيحة للالبانی ۱۱۵۷/۷ حدیث نمبر ۳۳۸۷۔

لوگوں کو فریب دیا ہے، اور ان میں سب سے پیش پیش صحیح احادیث کی تضعیف کرنے والا (حسان بن عبدالمنان) ہے، جس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ یہ کام اس نے اپنی ''الاسطورۃ'' نامی کتاب میں کیا ہے، اور اپنی عادت کے مطابق اس سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث صحیحہ کی تضعیف کی ہے، اور اس نے بھی اور دیگر لوگوں نے بھی معتزلہ کی تاویلات کا سہارا لیا ہے۔ اور دوسرے کچھ لوگوں نے الگ زیادتی کی اور اس صحیح عقیدے کا استحصال کیا، اور اس کے ساتھ ایسی چیزیں لگا دیں جن کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے، جس کی وجہ سے اس کی حقیقت ہی بدل گئی۔ اس طرح انھوں نے اس عقیدے کے منکرین کی مدد کی! اس چیز کو انھوں نے اپنے خیال کے مطابق لوگوں کے سینوں سے جنوں کو نکالنے کے نام پر انہیں اپنے گرد جمع کرنے کا وسیلہ بنا لیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ (اسی کے نام پر) لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھایا جائے، یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگ تو بڑے سرمایہ داروں میں سے ہوگئے، اور حق ان باطل پرستوں اور ان منکرین کے درمیان ضائع ہو گیا ہے، میں نے ''**الصحیحۃ**'' کی چھٹی جلد میں (۲۹۱۸) نمبر کے تحت ان سب کی تردید کی ہے اور اس میں بعض صحیح احادیث کی تخریج کی ہے جو حقیقی جن زدگی کو پختہ کر دیتی ہیں۔ ①

## مذکورہ تبصرے اور ارشادات لائق تدبر و توجہ ہیں :

● یہ اس شخص کے ارشادات ہیں جو اپنے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ اپنے دامن میں سالہا سال کے تجربات رکھتا ہے، اس نے اپنی زندگی صرف عافیت والے ملک سعودی عرب میں نہیں گزاری تھی، بلکہ اس نے ایک لمبا زمانہ ایسے شہروں اور بستیوں میں گزارا جو فتنوں اور بدعتوں کی آماجگاہ تھیں۔ اور ان فتنوں اور بدعتوں کے ساتھ معرکہ آرائی اور سرداران فتنہ پیشہ کے ساتھ آویزشوں کی اس کے پاس ایک طویل تاریخ ہے۔ اس نے براہ راست انہیں دیکھا، سنا اور جھیلا تھا۔ جس نے اپنی پوری زندگی کتاب وسنت اور منہج سلف کی خدمت میں گزار دی اور تادم آخر مسلمانوں کا خیر خواہ رہا تھا جیسا کہ اس عظیم ہستی کی کتابیں اس حقیقت پر شاہد عدل ہیں۔ اس لئے اس باب میں اس شخص کے فرمودات کے گراں قیمت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ **والحمدللہ علی ذلک۔**

اور اب ہم ان کے تمام اقتباسات کا جو یہاں پیش کئے گئے ہیں خلاصہ نکات کی شکل میں بیان کرنے جا رہے ہیں جن سے اس موضوع پر ان کے ارشادات کو اچھی طرح سمجھ لینے میں آسانی ہوگی اور ان شاءاللہ اس کے مختلف پہلوؤں کی پوری طرح وضاحت ہو جائے گی۔

① تحریم آلات الطرب ص ۱۶۶۔ موسوعة الالبانی فی العقیدة : ۱۱۷/۸ نمبر ۱۲۵۷۔

- جن اتارنے کے کام کو مہم بنالینا یا کسی بھی طور سے اس پر کمر بستہ ہونا عصر حاضر کا ایک فتنہ ہے۔
- تفرغ اور تخصص کے بغیر کسی کا رقیہ کر دینا ایک جائز اور مشروع عمل ہے۔
- خود کو بلا اجرت اس کام کے لئے خاص کر لینا، پیشہ وروں کی طرح اسے انجام دینا اور محض حصول اجر وثواب کی نیت سے بھی ایسا کرنا ایک بدعت اور گمراہی ہے۔
- اور اگر اس کا مقصد حصول دنیا اور مال جمع کرنا ہو تو یہ ایک غیر شرعی اور ناجائز پیشہ ہے۔
- راقیوں کا مریضوں کو بری طرح مارنا یا ان پر بجلی کا استعمال کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام کرنا شرعی حدود سے تجاوز اور نادرست عمل ہے۔
- بہت سے فاسق وفاجر مرد اور عورتیں اس پیشے میں داخل ہو چکی ہیں۔
- جس طرح روحوں کی حاضری اور عمل تنویم وغیرہ شیطانی اعمال اور یورپین خرافات تھے جن کے ذریعہ لوگوں کو فریب دیا جاتا تھا اسی طرح موجودہ دور میں جنوں سے مکالمہ اور مریض کے اندر اسے حاضر کرا کے گفتگو کرنے کا عمل بھی ایک شدید قسم کی گمراہی، کار جاہلیت شیطانی عمل اور جنوں کی تابعداری کا مظہر ہے اور اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔
- راقی کے لئے قرآنی آیات یا ماثور دعاؤں سے رقیہ کے علاوہ دیگر مروجہ طریقوں کی طرف تجاوز کرنا شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے۔
- پیشہ ور راقیوں کے پاس جانا صحیح نہیں ہے جو اسے صنعت وحرفت بنائے ہوئے ہیں خواہ وہ ظاہری اعتبار سے کتنے ہی نیک اور صالح کیوں نہ نظر آتے ہوں کیونکہ ان کا یہ پیشہ ایک غیر مشروع صنعت اور پیشہ ہے۔
- جب بظاہر صالح نظر آنے والے راقیوں کے پاس جانا ہی درست نہیں تو پھر دجالوں اور کذابوں کے پاس جانا تو بدرجہ اولیٰ ناجائز اور غلط کام ہوگا۔
- جنوں کا انسان پر سوار ہونا یا اس کے اندر داخل ہو جانا شرعی اعتبار سے مستبعد نہیں ہے کیونکہ دلائل اس کا اثبات کرتے ہیں مگر پاگلوں اور دماغی دورے کے مریضوں کا علاج کرنے کے لئے جنوں کو حاضر کرنے اور انہیں مخاطب کرنے کا پیشہ اختیار کرنا عقیدے کا استحصال اور انتہائی منکر عمل ہے۔
- یہ جنوں سے استفادہ (ان کی پناہ طلب کرنے) کا عمل ہے، اور یہ کام دجل وفریب کے زمرے میں آتا ہے اور اس میں شیطانی وحی والہام کی کارفرمائی ہوتی ہے۔

● جو لوگ یہ پیشہ اختیار کرتے ہیں، یا ان کے پاس جاتے ہیں اور جن زدگی، جادو یا نظر بد وغیرہ سے متعلق ان کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں وہ سب لوگ ان حدیثوں کی وعید میں داخل ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ایسے لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی ہوئی باتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ اور چالیس دن تک ان کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔

● جو بھی شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ کوئی جن (یا بہت سے جنات) اس کے تابع ہیں یا اس کے پاس موکل ہیں جو اسے غیب کی خبریں دیتے ہیں یا مریض کی روحانی اور خفیہ بیماریوں کی اطلاع دیتے ہیں، اس کے اندر جن، جادو یا نظر بد کی معلومات فراہم کرتے ہیں، یا کوئی شخص کسی کا چہرہ دیکھ کر یا گفتگو کر کے یا اس کے احوال کے متعلق استفسار کر کے یا اس کے آثار (ناخن، بال، یا کپڑے وغیرہ) کے ذریعہ غیبی امور کی خبر دیتا ہے مثلاً کسی گم شدہ چیز کی یا دفینے وغیرہ کی جن کے متعلق وہ ظاہری اسباب کو بروئے کار لائے بغیر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو وہ کاہن اور عراف کے زمرے میں آتا ہے۔ اور اس پر وہ تمام احکام منطبق ہوتے ہیں جو کاہنوں اور عرافوں پر منطبق ہوتے ہیں (خواہ وہ اپنے سلفی یا اہل حدیث ہونے کا دعویدار ہی کیوں نہ ہو)۔

● جن انسانوں کے ساتھ ہم عرصہ دراز تک رہتے ہیں ان کے متعلق بھی ہم اکثر کوئی قطعی بات کہنے سے قاصر رہ جاتے ہیں، ان کے سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا ہمارے لئے مشکل ہو جاتا ہے، اور بسا اوقات خاصے حسن ظن کے باوجود ہم ان سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، اور ان کی ظاہری حالت پر اعتماد کر کے پچھتاتے ہیں تو پھر جنات جو عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں آخر ہم ان کی ثقاہت اور عدالت کا فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ ان کی باتوں کی صداقت کو جانچنے کا ہمارے پاس کوئی پیمانہ بھی نہیں ہے جس سے ہم یہ فیصلہ کر سکیں کہ جن جو باتیں ہمیں بتا رہا ہے ان میں وہ سچا ہے یا جھوٹا؟ اس لئے اس کی باتوں پر اعتماد کرنا کھلی ہوئی نادانی ہے۔ اور اس سے بہت سی بدعتوں اور گمراہیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں جن کی انتہا بہت مشکل ہوتی ہے۔

● رقیہ کا پیشہ لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کا ایک بھاری ذریعہ ہے یہاں تک کہ بعض لوگ اس پیشے کو اختیار کر کے بڑے سرمایہ دار بن گئے۔

# محدث دیارھندیہ علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کے فرمودات

علامہ عبیداللہ صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ اجرت رقیہ کے مسئلہ پر گفتگو کے آخر میں اپنی رائے درج کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :

''اسی لئے میں اس کا قائل ہوں، کہ اگر کوئی بوقت ضرورت یا بلاضرورت اتفاقی طور پر جائز رقیہ کی شرط کر کے اجرت لے لےتو جائز ہے، البتہ اس کو کسب معاش کا ذریعہ بنانا اور اس کا کاروبار و بیوپار کرنا ٹھیک نہیں ہے''۔ ①

- **ایک جگہ لکھتے ہیں :**

تعویذ، گنڈا، فلیتہ، طشتری لکھنے اور اس کا کاروبار کرنے کا جو رواج مسلمانوں میں عام ہے بلاشبہ غلط اور مذموم ہے، اس کے ختم کرنے کی کوشش محمود ہے۔ ②

**اسی مضمون کے آخر میں فرماتے ہیں :**

ہمارے نزدیک جھاڑ پھونک پر اجرت لینا جائز ہے۔ مگر اس کو ذریعۂ معاش بنانا اور اس کا کاروبار کرنا صحیح نہیں ہے واللہ اعلم۔ ③

## شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کا دوسرا فتویٰ

**سوال :** زید موحد اہل حدیث ہے۔ عمر رسیدہ بڑے بڑے علماء کا صحبت یافتہ ہے اور مسجد اہل حدیث میں امامت بھی کرتا ہے لیکن یہ پیشہ اختیار کر رکھا ہے کہ مسجد میں حاضرات کرتا ہے۔ یعنی ایک بچہ کو غسل کرا کر معطر کرتا ہے پھر آیۃ الکرسی اور سورۃ یٰسین پڑھتا ہے، بچہ کو بٹھا کر اس کے ہاتھ میں نقش دیتا ہے، بچہ سے کہا جاتا ہے کہ جنوں کے بادشاہ کو بلاؤ، چنانچہ جنوں کا بادشاہ آتا ہے۔ اور بچہ اس سے کچھ سوالات دریافت کرتا ہے۔ اسی حاضرات سے چوری بتاتا ہے۔ کسی کو سارق قرار دیتا ہے۔ اسی ذیل میں دفائن، گذشتہ باتیں بتاتا ہے۔ تعویذ، گنڈے، فلیتے وغیرہ وغیرہ بھی کرتا ہے۔ حاضرات کی فیس ایک روپیہ پانچ آنہ لیتا ہے ایک روپیہ تو خود لیتا ہے۔ چار

① فتاوی شیخ الحدیث مبارکپوری جلد اول ص۳۴۔

② حوالہ مذکور ص۳۵۔ ③ حوالہ مذکور ص۳۸۔

آنے مسجد میں دیتا ہے۔ پانچ پیسے بچہ کو دیتا ہے۔کیا ایسے افعال موحدین اہل حدیث کے نزدیک جائز ہیں، کیا یہ پیسہ مصارف مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے؟ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ بلکہ بکر کہتا ہے کہ یہ افعال شرک ہیں، اس لئے جواب قرآن وحدیث سے ہونا چاہیے ؟

**الجواب :** حضرات کا یہ عمل جس کو زید چوری بتانے اور چور کا پتہ لگانے، دفائن اور گذشتہ باتیں یا آئندہ واقعات بتانے کے لئے اختیار کرتا ہے۔قرآن وحدیث کی روشنی سے قطعاً ناجائز ہے زید اس عمل کی وجہ سے عاصی اور گنہگار.... مخالف قرآن وحدیث اور مستحق تادیب وتعزیر ہے۔

(۱) اس لئے کہ یہ طریق کار از قسم کہانت ہے۔جو نام ہے آئندہ ہونیوالے واقعات کے بتانے اور امور عینیہ کا پتہ لگانے اور ان کی خبر دینے سے تعرض کرنے کا اور ادعائے غیب دانی کا، اور کہانت سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی لکھتے ہیں :

**''ان النبی ﷺ نهى عن الكهانة وهى الاخبار عن الجن اشد النهى برئ ممن أتى كاهنا حجة الله (ج ۲،ص ۱۴۵) وقال الشيخ الدهلوى نقلا عن اللسان والنهاية والكاهن الذى يتعاطى الخبر عن الكائنات فى مستقبل الزمان ويدعى معرفة الاسرار على مواقعها من كلام اوفعل أوحال ويخص باسم العراف وهوالذى يتعاطى مكان المسروق ومكان الضالة ونحوهما وحديث من اتى كاهنا يشمل الكاهن والعراف والمنجم قالوا وينبغى للمحتسب منعهم وتأديبهم وان يؤدب الآخذ والمعطى''** ①

[ترجمہ : نبی ﷺ نے کہانت سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور کاہن کے پاس جانے والے سے براءت ظاہر کی ہے اور کہانت کا مطلب جنوں کے ذریعہ سے خبر دینا ہے۔ ②

شیخ دہلوی ''اللسان'' اور ''النہایۃ'' کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ کاہن وہ ہوتا ہے جو موجودات کے متعلق زمانہ مستقبل میں واقع ہونے والی باتیں بتاتا ہے، اور کلام یا فعل یا حال سے نتائج اخذ کرکے معرفت اسرار کا دعوی کرتا ہے، ایسے شخص کو خصوصی طور پر عراف کا نام بھی دیا جاتا ہے، اور یہ وہ ہوتا ہے جو مال مسروقہ اور گم شدہ چیزوں کے مقامات کی خبر دیتا ہے اور اسی طرح کی اور باتیں بتاتا ہے اور حدیث: ''من أتى كاهنا...'' ۔جو شخص کسی

① حاشیہ ابوداود : ج۲ ص۱۸۹۔ ② حجة الله البالغة : ج۲ ص۱۴۵۔

کاہن کے پاس جائے۔ کا حکم کاہن، عراف اور نجومی سب کو شامل ہے، علماء نے فرمایا ہے کہ محتسب کو چاہیے کہ ان سب کو (اپنے مذکورہ کاموں سے) روک دے اور ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرے، اور لینے دینے والے دونوں کی سرزنش کرے۔][1]

(۲) اور اس لئے کہ زید اس عمل میں بچہ کے ہاتھ پر نقش وخطوط کھینچتا ہے جو از قسم رمل ہے اور آنحضرت ﷺ نے رمل سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

''العیافة والطیرة والطرق من الجبت. الطرق الزجرو العیافة الخط''

[ترجمہ: ریت پر لکیریں کھینچنا، شگون لینا اور شگون کے لئے پرندوں کو بچکانا یا اڑانا کہانت وجادوگری کا حصہ ہے۔ (یہاں) طرق سے مراد شگون کے لئے پرندوں کو آواز دیکر اڑانا ہے اور عیافت کا مطلب لکیریں کھینچنا ہے)۔][2]

(۳) اور اس لئے کہ زید جنوں کے بادشاہ (شیطان) سے مغیبات ودفائن وسرقہ وغیرہ کا پتہ وحال پوچھتا ہے۔ کہ اس شیطان کو امور غیبیہ کا علم (ہے جبکہ ان کا علم) بجز اللہ تعالیٰ کے کسی بشر اور جن وغیرہ کو نہیں ہے، اگر بذریعہ استراق سمع بعض امور جزئیہ کا علم اس کو ہو بھی تو ہم کو اس پر اعتماد کرنے سے سخت منع کر دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے: (لا یعلم الغیب الا اللہ) [غیب کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے]

(۴) اور اس لئے کہ یہ صورت عمل حوائج ودفع مضرات میں شیطان وجن سے استمداد واستعانت کی ہے۔ جو شرک ہے۔

(۵) اور اس لئے کہ یہ صورت عمل فرقہ فریمیسن (ضالہ، مضلہ، مرتدہ واجب القتل) کے فن سے مشابہ ہے جس کا موضوع مغیبات سے بحث اور ان کا ادراک ہے۔ اور جس کی غرض وغایت حوائج ودفع مضرات میں شیاطین وجنات سے استمداد واستعانت ہے۔ تفصیل دلیل الطالب ص ۵۷۷ میں ملاحظہ ہو۔

(۶) اور اس لئے کہ یہ عرافت خاص خاص طریقے پر مسروقہ اشیاء اور گم شدہ جانور کا پتہ اور اس پر اعتماد کر کے کسی پر سارق کا حکم لگانے کی اجازت نہ آنحضرت ﷺ نے دی ہے۔ اور نہ صحابہ وتابعین سے یہ ثابت ومنقول ہے۔ بنابریں بدعت ومردود ہے۔ اور اس کا مرتکب مبتدع ضال ومضل ہے۔ علامہ نواب صدیق الحسن قنوجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] ابوداود ج ۲ ص ۱۸۵۔
[2] ابوداؤد: ج ۲ ص ۱۸۵۔

''علمے وعملے کہ شریعت حقہ برجوازش دال نباشد وماخذش غیر مشکوٰۃ نبوت محمدی بودو بعد اللیتا والتی یکے از اصناف غیوب قرار دادہ آید وایں نوع غیب شناسی در یکے از اقسام کہانت یا شعبدہ یا سحر باشد۔ شک نیست کہ فاعل آں وقائل بداں یکے از مشرکان وبرگردندگان از دین اسلام است وحکم کہانت وسحر وطلسمات وشعوذت وآنچہ بداں مے ماند در کتب دین بمواضع خود مبین است۔ حاجت ذکر ادلہ آں از کتاب وسنت مطہرہ دریں جا نیست پس ہیچ شک دراں نتواں کرد کہ صاحب ایں اعمال بے شک ضال ومضل است ومحاولت چیزے کردہ کہ راہ آں مسدود است وطرقش مردود ومدلولاتش باطل مطرود واعتقاد بموجب معلوماتش کفر صرف وردت محض است **وللہ درالعلامہ ابن خلدون حیث ختم کلامہ المبسوط علی ھذہ الاعمال بھذا الکلام الجامع وھو قولہ ولا سبیل الیٰ معرفۃ ذلک من ھذہ الاعمال بل البشر محجوبون عنہ وقد استأثراللہ تعالیٰ بعلمہ واللہ اعلم وانتم لا تعلمون انتھی.**[1]

[ترجمہ : ایسا علم وعمل جس کے جواز پر شریعت حقہ دلالت نہ کرتی ہو، اور اس کا ماخذ مشکاۃ نبوت محمدی کے سوا کچھ اور ہو پھر اس کے بعد وہ از قبیل غیب قرار پائے تو اس طرح کی غیب شناسی ایک قسم کی کہانت یا شعبدہ بازی یا جادوگری ہی ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کا فاعل وقائل مشرکوں اور دین اسلام سے پھر جانے والوں میں سے ایک ہوگا۔ اور کہانت وسحر اور طلسمات وشعبدوں کا حکم اور جو کچھ ان میں ہوتا ہے ان سب کا بیان دینی کتابوں میں اپنے مقامات پر مذکور ہے، اس لئے کتاب وسنت مطہرہ سے اس جگہ اس کے دلائل بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ البتہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان اعمال کا انجام دینے والا یقینی طور پر ضال ومضل ( گمراہ اور گمراہ گر ) ہے اور ایسی بات کے لئے کوشاں ہے جس کی راہ مسدود، اس کے طریقے مردود اور اس کے مدلولات باطل ومطرود ہیں، اور اس کی معلومات کے بموجب اعتقاد رکھنا خالص کفر اور ارتداد ہے، اور علامہ ابن خلدون کو شاباش ہے کہ انھوں نے ان اعمال کے متعلق اپنے جامع ومبسوط کلام کا خاتمہ ان الفاظ پر کیا ہے کہ :

''ان اعمال کے ذریعہ ان چیزوں کی معرفت کا کوئی راستہ نہیں ہے، بلکہ بشر کو اس سے محجوب رکھا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی معرفت کو اپنے علم کے ساتھ مخصوص کرلیا ہے۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جبکہ تمہیں علم نہیں ہے۔ انتھی۔ ][2]

---

① دلیل الطالب : ص ۷۹۲۔

② دلیل الطالب : ۷۹۲۔

(۷) اور اس لئے کہ زید اس طرح غیب دانی وغیب بینی کی کوشش کرتا ہے، اور تمام تر طریقے غیب دانی کے اور جمیع انواع غیب کے ضلالت ہیں، نواب ممدوح تحریر فرماتے ہیں :

وعلیٰ جملۃ ہر چہ باشد جز نبوت کہ افضل طرق مدارک حق است ہمہ انواع غیب دانی وغیب بینی ضلالت بحت است خواہ بمعانات اسباب واوضاع فلکیہ باشد یا ارضیہ وخواہ بواسطہ عزائم واسماء بود یا بغیر آن واز شریعت مطہرہ بضرورت نقل وشہادت عقل ثابت است کہ علم غیب از اں اشیار است کہ اوتعالیٰ متاثر بدانستن اوست احدے را ادعائے آں نمیرسد واگر یکے دعویٰ کند خلاف حق کردہ باشد وآنچہ از مغیبات بیان سازد ہر چند مطابق واقع شود در خور قبول نیست وہیچ مدرک ازیں مدارک خالی از مضادت شریعت حقہ نباشد ولہٰذا شریعت محمدی بابطال آں ہمہ وارد گشتہ واعتقاد غیب دانی وادعا غیب بینی راز موجبات کفر دکافری واز نوع مشرک و شرکے کہ مخالفت توحید الٰہی وتصدیق رسالت پناہی است گردانیدہ اند ابن خلدون گفتہ معارف وخوارق انبیاء علیہم السلام واخبار ایشاں بکائنات مغیبہ بتعلیم الٰہی است بشر را سبیل بمعرفت آں نیست مگر بوساطت ایشاں وایں معارف انبیاء عین حق است واما کہانت پس وحی شیطانی است.[1]

[ترجمہ : حاصل یہ ہے کہ جو کچھ جز و نبوت ہو کہ وہی حصول حق کا سب سے بہتر طریقہ ہے باقی غیب دانی وغیب بینی کے تمام طریقے خالص ضلالت ہیں، خواہ وہ فلکی اسباب واوضاع کو بروئے کار لا کر حاصل کئے جائیں یا ارضی اور خواہ تعویذوں یا ناموں کے ذریعہ ان کا حصول ہو، یا کوئی اور طریقہ استعمال کیا گیا ہو، اور نقل کی یقینیات اور شہادت عقل کے ذریعہ شریعت سے یہ اصول ثابت شدہ ہے کہ علم غیب ان اشیاء میں سے ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے، کسی کو بھی اس کی دعویداری کا حق نہیں ہے، اور اگر کوئی اس کا دعوی کرے تو اس کا یہ کام خلاف حق ہوگا، اور جو کچھ غیب کی باتیں وہ بتائے گا گو وہ واقع کے مطابق ہی ہو جائیں مگر وہ قابل قبول نہ ہوں گی، اور ان میں سے کوئی بھی سرچشمہ (اور ذریعۂ حصول) شریعت حقہ کی مخالفت سے خالی نہ ہوگا۔ اسی لئے شریعت محمدی ان تمام کے ابطال (باطل قرار دینے) میں وارد ہوئی ہے، اور اعتقاد غیب دانی وادعاء غیب بینی کو موجبات کفر وکافری اور از قبیل مشرک وشرک شمار کیا ہے جو توحید الٰہی اور تصدیق رسالت رسول کے منافی ہے۔

**ابن خلدون فرماتے ہیں :**

انبیاء علیہم السلام کے معارف وخوارق اور غیبی امور سے متعلق ان کی خبریں بتعلیم الٰہی ہوا کرتی ہیں، ان کے

[1] دلیل الطالب : ص ۷۰۔

واسطے کے بغیر بشر کو ان کی معرفت کی کوئی راہ نہیں ہے، اور انبیاء کے معارف عین حق ہیں، جبکہ کہانت بس ایک شیطانی وحی ہوا کرتی ہے۔][1]

(۸) اور اس لئے کہ زید قرآنی آیات اور سورتوں کو بے محل استعمال کر کے اس کی توہین کرتا ہے، قرآن کریم ان اعمال کے لئے نہیں نازل ہوا ہے۔ پس زید کو اپنے اس غیر شرعی عمل سے جلد باز آنا چاہیے، جو لوگ زید کے پاس اس مطلب کے لئے جاتے ہیں، اور عمل حاضرات کو درست سمجھ کر اس پر اعتماد کرتے ہیں، سخت گنہگار ہیں، ارشاد ہے:

**''من اتی کاھنا فصدقه بما یقول فقد برئ بما انزل علیٰ محمد ﷺ''**

[ترجمہ : جو کسی کاہن کے پاس آیا اور اس نے اس کی باتوں کی تصدیق کی تو وہ ان تمام چیزوں سے بیزار اور بری ہو گیا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں۔][2]

اس طرح سے حاصل شدہ پیسوں کا مسجد کے مصارف میں خرچ کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ وہ مال حرام ہے۔

**ونھی رسول الله ﷺ عن حلوان الکاھن.**

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاہن کی اجرت اور نذرانے سے منع فرمایا ہے] ترمذی وغیرہ۔

اور مال حرام وغیرہ کا مسجد میں صرف کرنا ممنوع و ناجائز ہے۔

**ان الله طیب لا یقبل الا الطیب.**

[اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاکیزہ چیزوں کو قبول فرماتا ہے][3]

اور ایسے شخص کو امامت سے قدرت ہو تو معزول کر دینا چاہیے ارشاد ہے :

**اجعلوا ائمتکم خیارکم.**

[اپنے امام اپنے اچھے لوگوں کو بنایا کرو]

وہ شخص ملعون ہے جس کی امامت کو بوجہ اس کے امر مذموم عند الشرع کے مرتکب ہونے کے لوگ ناپسند کریں، (ترمذی وغیرہ)

فلیتہ، گنڈے بنانا مکروہ ہے۔ گرہوں پر کچھ پڑھ کر پھونکنا **من شر النفاثات فی العقد...** میں داخل ہے۔ افسوس ہے کہ جن خرافات سے اہلحدیث پرہیز کرتے تھے اور جو بدعتیوں کے شعار بھی سمجھے جاتے ہیں، اب اہل حدیث عوام ہی نہیں بلکہ ہمارے بعض علماء نے بھی بغیر کسی جھجک کے ان کو اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہی

---

① دلیل الطالب : ص ۷۰۔ ② ابوداود۔ ③ صحیحین۔

نہیں بلکہ ذریعہ معاش بنالیا ہے۔

(مولانا) عبید اللہ رحمانی

محدث دہلی جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲

(بحوالہ فتاوی علمائے حدیث کتاب الصلاۃ حصہ اول ص ۸۷-۹۰)

[ ] ذہن نشین رہے کہ قوسین کے درمیان جو ترجمہ ہے وہ شیخ کا نہیں بلکہ میں نے کیا ہے۔

## علامہ شام جمال الدین قاسمی رحمہ اللہ کی اس موضوع پر ایک چشم کشا تحریر

علامہ البانی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید شیخ مشہور حسن سلمان صاحب اپنی کتاب المروءة وخوارمها میں جس میں انھوں نے خلاف مروءت کاموں اور پیشوں کو جمع کیا ہے راقی کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :

''راقی وہ ہوتا ہے جو ''رقیہ'' کو اپنا پیشہ بنالیتا ہے، اور رقیہ سے مراد مریض اور مصروع (دماغی دورے میں مبتلا شخص) پر پڑھنا اور دم کرنا، اور تمیمہ سے مراد تعویذیں لٹکانا ہے، اور شام میں اسے میم کے ضمہ، کاف کے فتحہ اور بائے مکسورہ کی تشدید کے ساتھ۔مُکَبِّس کہا جاتا ہے۔

**''قاموس الصناعات الشامية'' (ص ۱۲۳ وما بعد ها) میں قاسمی صاحب فرماتے ہیں :**

''اس حرفت اور پیشہ کو اپنانے والے انتہائی کثرت سے پائے جاتے ہیں، اور ان میں سے بعض بعض کے مقابلے میں زیادہ رواج یافتہ اور چلے ہوئے ہیں، خواتین ان کے پاس آتی ہیں۔اور ان کی زیادہ تر گاہک یہی ہیں۔پھر سادہ لوح مردوں کا نمبر آتا ہے، وہ ان کے پاس ایسے امراض کی شکایت لے کر آتے ہیں جن میں شفا کا حصول دشوار ہو چکا ہوتا ہے، یا وسوسے، یا ڈراؤنے خواب یا دراہم یا زیورات، یا جانور کے سرقہ کی کھوج، یا دشمن یا سوکن کو زیر کرنے اور زک پہنچانے کی غرض انہیں ان کے پاس لے آتی ہے، وہ ان سے حفاظتی تدبیروں کا مطالبہ کرتے ہیں؛ تب راقی صاحب مرقی (مریض) پر پڑھتے ہیں، اس پر دم کرتے ہیں، اور اسے لٹکانے کے لئے کوئی تعویذ یا ورق دینے کا وعدہ کرلیتے ہیں، مگر ایسا وہ کچھ مخصوص درہموں کی شرط پر کرتے ہیں، کچھ جلانے والی خوشبوئیں، تعویذوں کے سامان بھی اس میں شامل ہوتے ہیں، یہ فرمائش حسب خواہش اور بمطابق قلت دین وتقویٰ، اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ دلیل کے بغیر لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کے جذبے کے تحت ہوا کرتی ہے۔

اس حرفت میں دجالوں، کاہن نما ٹھگوں، اور جاہلوں کی عجیب کثرت ہے، ان میں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی، ان

میں لوگوں کا بڑا مضبوط اعتقاد قائم ہے، حالانکہ دنیا ہوشیار ہو چکی ہے، افکار ترقی یافتہ ہو چکے ہیں پھر بھی یہی صورت چلی جا رہی ہے، مگر اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے، اس لئے کہ دنیا احمقوں، بدھوؤں اور سادہ لوحوں سے کب خالی ہوئی ہے؟ ایسا کبھی نہیں ہوا! لہٰذا جب تک ان کا وجود باقی رہے گا تب تک ان کی معیشت کا دارومدار بھی انہیں پر رہے گا۔ اس ابلیسی حرفت کو بطور پیشہ اپنانے والے ان اشقیاء کی کن کن ذلیل اور رسوا کن حرکتوں اور باتوں کا آدمی شمار کرے گا! یہ بدبخت کتنی عزتوں کی پامالی اور جوڑوں کی تفریق کا باعث ہوئے! کتنی پردہ نشینوں کے ساتھ انھوں نے فواحش کا ارتکاب کیا جو ان کے پاس اپنے درد کا مداوا تلاش کرنے آئی تھیں اور خود کو ان کے حوالے کر دیا تھا، یہ سمجھتی تھیں کہ انہیں ان کے پاس شفا ملے گی یا ان کی امیدیں بر آئیں گی''۔

**فرماتے ہیں :**

- ''ثقات نے ایک دجال کے متعلق خبر دی جو درمیان شہر سکونت اختیار کئے ہوئے تھا، کہ وہ عورت کے پیٹ ہی پر لکھا کرتا تھا، اور کہتا تھا: تاثیر بس یہیں ہوگی، اور جب جب لکھتا تھا اسے چاٹ لیتا تھا، گو یا اس سے غلطی ہوگئی ہے اس لئے دوبارہ لکھنے جا رہا ہے؛ اس پر اللہ کی مار ہو!

- اور ایک دوسرے (راقی) نے ایک بار ایک عورت سے کہا: یہ تعویذ تو صرف دو پانیوں ہی سے لکھی جا سکتی ہے۔ ایک کسی مرد کا پانی اور دوسرا کسی خاتون کا پانی، اور اسے اس قدر فریب دیا کہ اس نے خود کو اس کے حوالے کر دیا، اس پر لعنت اللہ کی۔ اس عورت کے ذہن میں اس نے یہ بات بیٹھا دی کہ وہ اس کا اور اپنا پانی لینے کے لئے ایسا کر رہا ہے؛ پھر اس کی دکان کے قریب کے ایک سربراہ تک اس کی خبر پہنچی، تو وہ اس کے پاس گیا اور اسے لاتعداد کوڑے لگائے اور اس کی دکان سے اسے بھگا دیا۔

- یہ تو جانے ہی دیجئے کہ وہ کس طرح ان کے سامنے عریاں ہوتی ہیں، کیسی لعنتی صحبتیں گزرتی ہیں، کیسی انگڑائیاں لیتی اور مٹکتی ہیں، کیا کیا تخنث اور شہدے پن کے مظاہرے ہوتے ہیں، وہ سب کچھ ہوتا ہے جو تمام ملل ونحل کے اجماع کے ساتھ منکر ہوتا ہے، ہاں ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جن میں بظاہر تو کمال نظر آتا ہے مگر جو چراگاہ کے گرد گھومے گا...

- ان کے صالحین میں سے ایک نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے نہ چاہنے کے باوجود لوگ مجھے مجبور کر کے رقیہ کرانے لے جاتے ہیں، مگر جب بھی میں نے کسی خاتون سے گفتگو کی مجھے مذی ضرور نکل آئی۔ غور فرمائیے! یہ اس کا حال ہے جو ان میں سے نیک ہے؛ تب جو دیگر قماش کے ہیں ان کے متعلق کیا عرض کیا جا سکتا ہے؟!

● اور دھاگے، ریشم، ظروف، روشنائی، گورپے اور جھینگر کی فراہمی اور اس کے حجم کے مطابق ڈبیہ میں اسے رکھنے اور اس کے تانے بانے کے متعلق تجاویز پیش کرنے میں ان کے مختلف عجائبات ہیں، اسی طرح قدم کے نیچے لکھنے یا خون سے لکھنے وغیرہ کی بھی تجاویز ہوتی ہیں...!

● اور اس رَذیل حرفت کا کم سے کم حال یہ ہے کہ تمام تر ورع اور احتیاط کے باوجود اس میں جھوٹ اور فریب داخل ہوجاتا ہے، کیا (راقی صاحب) مرقی (مریض یا دوسرے لفظوں میں شکار) سے یہ نہیں فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک برتن لاؤ کہ میں اس پر لکھ دوں، اور فلاں وقت ہی لانا، دیکھنا تاخیر نہ ہونے پائے... ایسا ازروے تدلیس وتلبیس کیا جاتا ہے، اگر ان راقیوں نے علم نجوم اور اس کے مطالع کی تفصیلات پڑھی ہوتیں؛ تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ لوگ فلسفی نجومیوں کی راہ چلنا چاہتے ہیں، تب ان کے ساتھ گفتگو کا موضوع بدل جاتا اور بحث نجومیت اور مطالع پر ہوتی؛ اور اس وقت یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ کسی علم سے منسلک ہیں، قواعدفن کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے پاس تو نہ علم ہے نہ عمل نہ دین نہ تقوی۔

● ان میں سے کچھ لوگ ابن مسعود [1] کے بچھو سے ڈنسے ہوئے شخص کا رقیہ کرنے سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تو اسے درست ٹھہرادیا تھا، اور اس کے بدلے میں ان کے اور ان کی جماعت کے بکریاں لینے کے عمل کو بھی درست ٹھہرایا تھا۔

● اس سلسلے میں اولا: تو یہی کہا جائے گا کہ بہت سے علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہ ابن مسعود اور ان کی جماعت کی خصوصیت تھی، اور انہیں اجازت ان کی اضطراری حالت کی وجہ سے دی گئی تھی، وہ زمانہ بھی عصر نبوت کا تھا، اور وہ ایک عینی قضیہ تھا جس کی کوئی دوسری نظیر ابن مسعود کے علاوہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں نہیں سنی گئی، اور اس سے شفاء کا حصول آنحضرت ﷺ کا معجزہ اور ان کے صحابہ کی کرامت تھی۔

● دوسری بات یہ ہے کہ: اگر ہم تنازل اختیار کرتے ہوئے یہ مان بھی لیں کہ وہ ان کی خصوصیت نہیں تھی، تو پھر راقی اگر صرف سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرتا ہے اور اس کے عوض اجرت لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر وہ قضیے کا حاشیہ دراز کرنے کے لئے خود ساختہ بہلولی نسخوں اور مضحکہ خیز طریقوں کو کام میں لاتا ہے تو پھر اس کے لئے لوگوں کا مال باطل، فریب اور تلبیس کے ساتھ کھانا کہاں سے حلال ہوگا؟

● کیا آپ نے دیکھا کہ ان میں سے کچھ لوگ رقیہ میں ایسی شرطیں لگانے لگے ہیں جیسے کچہریوں کے وکلاء

[1] بلکہ وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تھے اور ان کا قصہ صحیح ہے۔

اور دعووں کی پیروی کرنے والے لگاتے ہیں، چنانچہ جب کچھ سادہ لوح افراد ان میں سے کسی مشہور راقی کے پاس جس نے خود کو چلا رکھا ہوتا ہے جاتے ہیں اور اسے اپنے مریض کا رقیہ کرانے کے لئے لے جانا چاہتے ہیں، تو وہ کہتا ہے: میں تو پیشگی چار لیرہ (شامی کرنسی) یا اس سے زیادہ لئے بغیر نہیں جاؤں گا، پھر جب مریض کو شفاء ہو جائیگی تو پھر اتنی ہی اور ادائیگی کرنی ہوگی؛ پھر وہ چلتا ہے، اور شرطوں اور تجویزوں میں اور اوراق کے رکھنے اور ان کی دھونی دینے کے معاملے میں خلط ملط کئے رکھتا ہے، اور جب مریض کو فائدہ نہیں ہوتا ہے اور اس کے گھر والے اس کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہتا ہے: تم نے میری شرطوں میں گڑبڑ کردی، کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تم لوگ اس وقت میں طشتری میرے پاس لانا، اور اس کو فلاں وقت پلانا، اور دیکھنا ایسا ایسا ہی کرنا؛ جھوٹ کے پلندے، گمراہ کن باتیں، فریب اور چالبازیاں، اور لوگوں کا مال بطریق باطل ہضم کرجانا، **إنا لله، ولاحول ولاقوة إلا بالله**۔

اگر کوئی شخص فارغ ہو کر ان کے افعال واحوال، فریب دہی، خواتین کے ساتھ تلاعب اور ان کے ساتھ گزرنے والے ان کے قصے، اور ان کے متعلق نقل کئے جانے والے منکرات لکھنے پر آجائے تو اسے کئی مجلدات کی حاجت پیش آئے گی، اور جتنا ہم نے بیان کردیا اتنا ہی کافی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اور ہماری ذریت کو اپنی بلاؤں سے عافیت میں رکھے، اور ہمیں بھی اور انہیں بھی ان باتوں سے دور رکھے جن سے وہ ناخوش ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ فاسق لوگوں سے خوش نہیں ہوتا ہے۔ ①

## ایک بنت حوا کی آپ بیتی

راوی جامعہ سلفیہ بنارس اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے قدیم فاضل مولانا شمیم احمد سلفی مدنی مقیم حال قطر ہیں، جو اپنے ایک ریکارڈ شدہ بیان میں جو ان دنوں وہاٹس ایپ پر گردش کر رہا ہے فرماتے ہیں :

## فون پر ایک راقی کی کہانی، اس کے مریض کی زبانی

یہاں قطر میں وزارة الأوقاف کی طرف سے راقیوں کو اجازت ملتی ہے تب کوئی رقیہ کرتا ہے، ائمہ مساجد ہی کو اجازت دیتے ہیں، رخصہ دیتے ہیں ان کو کہ آپ کر سکتے ہیں۔ کتنے راقی یہاں سے آج تک فنش ہوئے (یعنی ختم کردیے گئے) جن کا عقیدہ صحیح تھا، منہج صحیح تھا، سب کچھ صحیح تھا لیکن جب رقیہ کرنا شروع کیا تو ایسی ایسی حرکتیں ہوئیں ان سے جن کی وجہ سے ان کو یہاں سے کوچ کرنا پڑا۔ تجارت شروع کردی انھوں نے اور عورتوں کے فتنے

① المروءة و خوارمها : ۲۰۳-۲۰۶۔

میں مبتلا ہوئے۔ اس طرح کے فتنے جو ہیں پیدا ہوتے ہیں، جن وشیاطین راقیوں کو بھی گرفتار کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ واضح ہونا چاہیے۔

ایک واقعہ ہے، ایک خاتون نے فون کرکے بتایا کہ وہ کسی راقی کے پاس گئی رقیہ کرانے کیلئے، تنہا گئی تھی، تو رقیہ کرتے کرتے راقی نے اس کو بھینچ لیا اپنے سینے سے لگا لیا، چلائی تو راقی نے کہا کہ تمہارے اوپر جنیہ ہے میرے اوپر جن سوار ہے، جب تک اس جن اور جنیہ کا اتصال (ملاپ) نہیں ہوگا تب تک تمہاری بیماری دور نہیں ہوگی، اس کے بعد وہ عورت اس دن تو چلی گئی گھر، دوسرے دن اپنے شوہر کو لیکر آئی، یہ اس خاتون کا بیان ہے، خود اس نے بیان کیا ہے، اپنے شوہر کو اپنے ساتھ لیکر آئی رقیہ کرانے کے لئے تو راقی نے شوہر سے کہا کہ تو اپنی پیٹھ اپنی بیوی کی پیٹھ سے لگا کر بیٹھ جا، یعنی منہ تمہارا دوسری طرف ہوجائے، اور اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی کے ساتھ تھام لے، میں رقیہ کرتا ہوں، اس عورت کا بیان ہے کہ اس کے شوہر نے جیسا راقی نے کہا کیا، عورت بے دست وپا ہوگئی، شوہر دوسری طرف دیکھ رہا ہے، تو اس نے رقیہ کرتے ہوئے ......اس عورت کا بیان ہے کہ......اس نے میرے ہونٹ کاٹ ڈالے رقیہ کے نام پر۔ تو اس طرح کی خباثتیں رقیہ کے نام پر ہوتی ہیں۔

(ماخوذ از آڈیو درس شیخ شمیم سلفی۔ قطر)

- اس جرأت رندانہ کی کوئی حد ہے! دراصل بات یہ ہے کہ بنت حوا کا شباب ہی بذات خود بنی آدم کے لئے فتنہ ہے اسی لئے خلوت سے بار بار روکا گیا ہے اگر کوئی چہرہ نوکیلا ہو تو وہ سیدھے دل میں پیوست ہوجاتا ہے اور نینوں کا وار اپنا الگ حساب رکھتا ہے، اس لئے اکثر پارساؤں کو آفتِ دین وایمان اور غارت گرِ زہد وتقویٰ گلرخوں اور مہوشوں کے سامنے بے بس وبے قابو ہوتے دیکھا گیا ہے، اسی لئے اللہ نے اس باب میں آزادی کے تمام راستے بند کئے ہیں، مگر یہ حضرت انسان کچھ آپ کی نگاہ کا فرتھی کچھ مجھے بھی خراب ہونا تھا کے تحت بند دروازے کھول لیتا ہے، پھر اسے آفت رسیدگی سے بچنے کی ضمانت کون دے سکتا ہے؟ اب آپ ان محترمہ کی ستم ظریفی بھی دیکھئے! کیا یہ آ بیل مجھے مار والی کہانی نہیں ہوئی یا پھر...؟

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اور یہ شوہر نامدار بھی کس قدر حضرت بہلول واقع ہوئے تھے کہ اپنی محترمہ کو بے دست وپا کئے اس وحشی کو ان کی شوخ شوخ بلائیں لینے کا موقع فراہم کئے جارہے تھے!

اور محترمہ کی اس بے دست وپائی پر بھی قربان ہی جایئے.... اللہ جانے!!!

# فضیلۃ الشیخ علامہ محدث ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ

## سابق ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ شعبۂ حدیث اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ

## کے فرمودات بابت رقیہ ورقاۃ

- یہ علامہ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ ہیں جو جھاڑ پھونک کی راہ پکڑنے والے سلفیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''آپ لوگوں میں بھی دم اور جھاڑ پھونک کرنے والے (رقاۃ) ہیں؟ واللہ!

میں سلفیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس دروازے میں داخل نہ ہوں، نہ اس کام کے لئے اپنا تقرر کریں۔

البانی، ابن باز، ابن عثیمین؛ کیا ان سب لوگوں نے خود کو ان چیزوں کے لئے مخصوص کیا تھا؟ سلف: صحابہ، تابعین، ائمہ ھدی: احمد، مالک، شافعی؟ کیا ان لوگوں نے اسی طرح خود کو متعین مخصوص کر رکھا تھا؟! آپ آخر کہاں جا رہے ہیں؟ ہم کہتے ہیں: سلف سلف، ہم سلفی ہیں، اس کے بعد یہ چیزیں ایجاد کریں! رقیہ (جھاڑ پھونک) جائز ہے مگر ان طریقوں پر نہیں۔ - اللہ تعالیٰ آپ کو برکتوں سے نوازے - سچے اہل اتباع بنیے، ان چیزوں کو چھوڑ دیجئے جو دعوت کی شبیہ کو داغدار کرتی ہیں اور اس کے حاملین کے ناموں پر بٹہ لگاتی ہیں۔ - اللہ تعالیٰ آپ کو برکتوں سے نوازے - -

جب کوئی آپ سے رقیہ کا طالب ہو، آپ رقیہ کر دیں، یا وہ کہیں اور چلا جائے بس بات ختم، شفا اللہ کے ہاتھ ہے؛ اللہ عزوجل اسے شفا دے گا اور وہ خود اخلاص کا مظاہرہ کرے اپنے لئے خود ہی وہ دعائیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ نکال دے گا :

﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ﴾ [الطلاق:۲-۳]۔

''جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو''۔

**سوال : شیخ صاحب ! ہمیں ڈر ہے کہ عوام جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے پاس چلے جائیں گے ؟**

**جواب :** جانے دیجئے جائیں اور واپس نہ آئیں، آپ کو کس نے مکلف کیا ہے؟ آپ خود کو بگاڑ لیں اپنی زندگی اور دین تباہ کر لیں؛ صرف اس وجہ سے کہ لوگ جادوگروں کے پاس چلے جائیں گے! آپ رقیہ کریں گے؟

رقیہ کے لئے اپنا تقرر کر لیں گے؟

**سائل :** نہیں۔شیخ۔وہ خود ہمارے پاس آتے ہیں۔

**شیخ :** چھوڑو چھوڑو! وہ اس لئے آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ نے رقیہ کے لئے اپنا تقرر کر لیا ہے؛ آپ اس چیز کو ترک کر دیجئے۔اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔لوگوں کو اللہ عزوجل کے لئے چھوڑ دیجئے۔

**تکلف سے باز آئیں :**

﴿وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُتَكَلِّفِينَ﴾ [ص:٨٦]۔ ''میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

## مدینہ کے ایک راقی کو علامہ کی نصیحت :

● مدینہ کے پہلے راقی کی بھی یہی دلیل تھی۔وہ ہمارا رفیق تھا، بہت عمدہ سلفی تھا، مسجد نبوی میں درس دیتا تھا، واللہ! وہ شخص مدینہ کے بہت سے صوفی نوجوانوں پر اثر انداز ہوا تھا، دوسروں پر بھی اس نے بہت اچھا اثر قائم کیا تھا، پھر اس کے پاس شیطان آ گیا! واللہ! اس میدان میں آنے سے پہلے اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔کیونکہ وہ میرا دوست اور میرا رفیق تھا۔اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا اور کہنے لگا: اے شیخ ربیع! میں نے فلاں کو رقیہ سکھایا، اب وہ رقیہ کرتا ہے اور پیسے لیتا ہے، کبھی کبھی تو ایک ایک رقیہ کا ۱۴؍ہزار (ریال) لیتا ہے!! میں نے اس سے کہا: دیکھو اس راستے پر مت جاؤ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔اس نے جواب دیا: واللہ! مجھے لوگوں کے متعلق شعبدہ بازوں اور جادوگروں کا خوف ہے، میں نے کہا: واللہ! تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو، میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہیں جادوگروں اور شعبدہ بازوں پر قدرت نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا: ہے، میں نے اس سے کہا: تم بھی وہی کرو جو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے والے دعاۃ نے کیا ہے۔

## عقیدۂ توحید کے استحکام اور مضبوطی سے جنات اور شیطان دور بھاگتے ہیں :

● جب شیخ قرعاوی ہمارے پاس اس خطے میں آئے تو بہت سے لوگ صاحب فراش مریض تھے بستر سے اٹھ نہیں سکتے تھے، اس کی وجہ کیا تھی؟ جنات، زار (خبیث روحوں کا چکر)، اور یہ اور وہ، جب وہ راتوں کو نکلتے تو انہیں درختوں پر اور راہوں میں اور ایسے اور ویسے جنات ملا کرتے تھے۔شیطان ان پر مسلط رہتے تھے۔وہ جاہل لوگ تھے ان کے پاس توحید نہیں تھی۔پھر وہ تشریف لائے اور انھوں نے توحید کی نشر و اشاعت شروع کی، نہ کوئی رقیہ اور دم جھاڑ کیا نہ کچھ اور۔اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔یہ سب چیزیں ختم ہو گئیں ہاں جب توحید اور علم کی

نشر واشاعت ہوئی تو سب کچھ جاتا رہا، جب توحید اور علم کی نشر واشاعت ہوتی ہے تو یہ چیزیں خود بخود رخصت اور زائل ہوجاتی ہیں، اور جب جب جہالت بڑھتی ہے جادوگروں، کاہنوں اور شیطانوں کی کثرت ہوجاتی ہے واضح۔ اس کام میں جادوگروں، کاہنوں اور شیطانوں کے درمیان تعاون ہوتا ہے۔

● میں نے اسے نصیحت کی کہ دیکھو بھائی تم بھی وہی کرو جو دعوت توحید کا کام کرنے والے اور شرک وخرافات کے خلاف محاذ قائم کرنے والے مصلحین نے کیا ہے، شیاطین خود بخود رفو چکر ہوجائیں گے، لوگوں کو شیطانوں اور جادوگروں وغیرہ سے بچنے کے لئے رقیہ کی کوئی حاجت ہی نہیں رہے گی، مگر وہ نہیں مانا اور اس نے رقیہ کا کام شروع کردیا۔ -اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے-!

## پیشہ وارانہ مقابلہ آرائی کے بعد :

اس کے بعد جناب کے کمپٹیشن اور مقابلے میں کئی لوگ کھڑے ہوگئے: ایک ریاض میں ہے، دوسرا تبوک میں، تیسرا جدہ میں۔ تب اس نے اخبار میں لکھا کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہی نہیں ہوتا ہے!!

● اور جب وہ رقیہ کرتا تھا تو انسان کو بری مار مارتا تھا، اس سے کہتا تھا : نکل - اے اللہ کے دشمن - نکل! یعنی اس بات کا معترف تھا کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہوتا ہے!! پھر جب اس کے پیشہ ورانہ رقیبوں کی کثرت ہوگئی تو اس نے کہا : شیطان انسان کے اندر داخل ہی نہیں ہوتا!! فنکاریاں اور حیلے ہیں - اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے - ۔

## رقیہ میں بھی رسول کی اتباع ضروری ہے :

رسول کی اتباع : آپ بھی وہی کریں جو انھوں نے کیا ہے، تکلف نہ کریں، اللہ عزوجل کے ساتھ اخلاص رکھیں، اللہ عزوجل سے دعا کریں، اللہ عزوجل آپ کو نفع دے گا۔ بہتر طریقہ محمد -صلی اللہ علیہ وسلم- کا طریقہ ہے، رقیہ کے سلسلے میں بھی ان کا طریقہ موجود ہے، توسع نہ اختیار کیجئے، عقیدہ، علم، عمل ہر چیز میں آنحضرت -علیہ الصلاۃ والسلام- کا طریقہ ہی اپنائیے، یہاں تک کہ رقیہ میں بھی انہیں کی راہ چلئے، ایسی کسی چیز کا تکلف نہ کیجئے جو رسول -علیہ الصلاۃ والسلام- نے نہ کی ہو"۔

## رقیہ کے لئے خود کو فارغ کر لینے والا اپنے دین میں متہم ہے :

اسی مقالے میں جو رقیہ اور رقاۃ کے متعلق سوال وجواب کا مجموعہ ہے ایک جگہ فرماتے ہیں: "رہے وہ لوگ جو

رقیہ ہی کے لئے خاص ہو رہتے ہیں اور اسی میدان میں خود کو مشہور کرتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو اخباروں میں بھی اپنا اشتہار دیتے ہیں! کچھ لوگ سینٹر کھول کر بیٹھ رہتے ہیں! یہ سب فریبی اور چالباز لوگ ہیں! واللہ جو رقیہ کے لئے اپنا تقرر کر لیتا ہے وہ متہم ہے، وہ اپنے دین میں متہم ہے، آخر کس چیز نے اسے اس بات پر آمادہ کیا ہے؟! میرے بھائی! آپ بھی جملہ مسلمانوں میں سے ایک فرد ہیں، کون سی خصوصیت آپ کے اندر آ گئی ہے؟ اس امت میں بہت سے لوگ آپ سے زیادہ متقی، آپ سے افضل اور آپ سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں... و الخ۔ آپ کو یہ خصوصیت کیسے حاصل ہوگئی؟!! پھر آپ رقیہ شرعیہ پر اکتفا بھی نہیں کرتے بلکہ نئی نئی چیزوں کی ایجاد میں لگ جاتے ہیں!! اللہ تعالیٰ سب کو (نیک) توفیق دے۔

### شیخ سے ایک سائل نے پوچھا :

ہمارے پاس ایک راقی (جھاڑ پھونک کرنے والا) ہے جو آسیب زدہ خاتون سے کہتا ہے کہ وہ اپنی آگے پیچھے کی شرمگاہ اور چھاتیوں کی گھنڈیوں اور ہونٹوں پر مشک رکھ لے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس طرح کرنے پر جو جن اس پر سوار ہے اس کے ساتھ جماع نہیں کر سکے گا اور کہتا ہے کہ یہ خود اس کا مجرب طریقہ ہے جو تجربے سے ثابت شدہ ہے، کیا اس کا یہ کرنا درست ہے؟ آپ ہمیں مستفید فرمائیں۔ اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔

**جواب :** ... جادو ایک حقیقت ہے مگر اذن الٰہی کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، اور ساری ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ واقع ہوتی ہیں نہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ اور ان کا۔ یعنی جادو، نظر اور زہریلی چیزوں کے ڈنک کا۔ سب سے موثر علاج قرآن وسنت سے رقیہ شرعیہ کرنا ہے؛ بشرطیکہ صدق واخلاص متوفر ہو؛ کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کے پاس اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ ہی نہیں ہوتا ہے، ممکن ہے اس کے یہاں ۔معاذ اللہ۔ کچھ بدظنی اور بدگمانی بھی پائی جاتی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راقی (جھاڑ پھونک کرنے والا) خود ہی دجال کذاب ہو، قرآن کو استعمال ہی میں نہ لاتا ہو، بلکہ دوسرے حیلوں کا سہارا لیتا ہو!

### رقیہ کے لئے خود کو فارغ کر کے تشہیر کرنا دجل وفریب اور عیاری ہے :

### خسیس راقی کی برباد حرکتیں :

- بہت سے لوگ رقیہ کے کام پر لگے ہوئے ہیں، اس کے لئے خود کو خاص کر لیا ہے، اپنا اعلان دیتے رہتے ہیں اور ان کے متعلق اس بات کی نشر واشاعت ہوتی رہتی ہے کہ ماشاء اللہ! جناب راقی ہیں!!

بہت سے لوگوں نے خود کو رقیہ (جھاڑ پھونک) اسپیشلسٹ بنالیا ہے، وہ لوگ خود کو اس کام کے لئے مخصوص ومتعین کر کے اپنے متعلق اعلان کرتے ہیں اور ان کے متعلق شہرت دی جاتی ہے کہ صاحب ماشاء اللہ راقی ہیں!! یہ شعبدہ بازی، دجل وفریب اور عیاری کے کاموں میں سے ہے، اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کے زمرے میں آتا ہے، ایسے افراد لوگوں کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتے، ان کا اعتماد زیادہ تر حیلوں پر ہوتا ہے، یہ کھوکھلا اسلوب ہے!!

ذرا دیکھو تو سہی یہ کہتا ہے کہ اس کے پاس ایک عورت آتی ہے، دوسری آتی ہے، تیسری آتی ہے! اور وہ ایسے خسیس انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: اپنی آگے کی شرمگاہ پر رکھ لو.. پیچھے کی شرمگاہ پر رکھ لو!! بدخلق کہیں کا! یہ برباد شخص ہے! میں اس شخص کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرے اور رقیہ بازی چھوڑ دے۔

**منصب افتا کی طرح منصب رقیہ پر فائز ہونا سراسر غلط ہے :**

- کوئی بھی مسلم مخلص ہو صادق ہو نیکی اور تقوی سے موصوف ہو رقیہ کردے، مگر خود کو رقیہ اسپیشلسٹ نہ بنائے، لوگوں میں یہ اعلان نہ کرے کہ وہ راقی (دم جھاڑا کرنے والا) ہے اور اس کے پاس دور اور نزدیک سے آنے والے مردوں عورتوں کا جمگھٹا لگا رہے، یہ ہرگز مشروع نہیں ہے رسول نے اس طرح اپنا تقرر نہیں کیا تھا وہ اپنا بھی رقیہ کرتے تھے اور ضرورت پڑنے پر دوسروں کا بھی، مگر آدمی خود کو اس کام کے لئے مخصوص کر لے اور۔منصب افتا کی طرح۔منصب رقیہ پر فائز ہو جائے تو یہ سراسر غلط ہے، بالخصوص جبکہ وہ اس طرح کے اسلوبوں کا سہارا لیتا ہو جن سے سوءِ قصد وارادہ اور حماقت کا پتہ چلتا ہے۔

**علاج میں تکلف سے گریز اور شریعت کی پابندی لازم ہے :**

- **اے بھائی !** علاج کرو مگر تکلف نہ کرو :

﴿وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُتَكَلِّفِينَ﴾ [ص:٨٦]۔ ''میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

رسول نے آپ کو قرآن سے رقیہ بتایا ہے، سنت سے رقیہ بتایا ہے، سب معاملے اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں، بس آپ مشروع سبب کو کام میں لائیں، حیلوں اور قبیح تجربوں اور کھوکھلی باتوں کا سہارا نہ لیں۔

**رسول کی سچی اتباع یہی ہے کہ رقیہ میں ایجادات نہ کی جائیں :**

**رقیہ اسپیشلسٹ لوگوں کا مال کھانے کے لئے حیلوں کا سہارا لیتے ہیں :**

- رسول کی سچی اتباع یہی ہے کہ تم بھی ویسا ہی کرو جیسا رسول نے کیا ہے اور جس طور کیا ہے، اس میں کچھ

تبدیلی نہ کرو، نہ کیفیت میں، نہ صفت میں نہ اور کسی چیز میں، ویسا ہی کرو جیسا انھوں نے کیا ہے، نماز پڑھو رسول کی نماز کی طرح، حج کرو رسول کے حج کی طرح، اور جیسا کہ تم ہر چیز میں ان کی پیروی کرتے ہو، اور انہیں کے عمل جیسا عمل کرتے ہو۔ جہاں تک اس باب میں۔یعنی رقیہ کے باب میں۔ایجادات اور اس طرح کے کام کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی لزوم نہیں ہے۔ جب قرآن سے آپ کے رقیہ نے فائدہ نہ دیا، آپ نے قرآن سے رقیہ کیا نفع نہیں ہوا، سنت سے رقیہ کیا فائدہ نہیں ہوا؛ ہوسکتا ہے جس کا رقیہ کیا جا رہا ہے اس میں کچھ خلل ہو، یا کوئی ایسی بات ہو جو اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور ارادے کے تحت آتی ہو، پھر آپ کو دوسرے وسائل کی طرف جانے کی کیا ضرورت ہے، کیوں آپ دوسری چیزیں ایجاد کر رہے ہیں؟! کس نے آپ کو مکلف کیا؟ آخر مال کی محبت شہرت کی چاہت اور کھوکھلی باتوں کے سوا اس کے پیچھے اور کونسا جذبہ کارفرما ہے؟! میں کسی کو جھاڑ پھونک نہیں کرتا ہوں اور انہیں لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے رقیہ کو ناپسند کرنے لگا ہوں جنھوں نے لوگوں کا مال کھانے کے لئے خود کو رقیہ اسپیشلسٹ بنا رکھا ہے اور اس طرح کے اسلوبوں اور حیلوں کا سہارا لیتے ہیں!!

## اگر واقعی سلفی ہو تو رقیہ میں شہرت طلبی سے دور رہو اور رقیہ کے اجارہ دار نہ بنو :

● اگر یہ شخص سلفی ہے تو میں اسے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور شہرت طلبی سے کنارہ کش ہو جائے اور رقیہ کے لئے خود کو متعین ومخصوص نہ کرے، اس طریقے سے منہ موڑ لے۔ آپ مسلمانوں میں سے ایک فرد ہیں، کسی انسان کو آپ کی ضرورت ہوتی ہے تو شرعی طریقے سے اس کا رقیہ کر دیجئے، بس اتنا کافی ہے، اس کے بعد دوسروں کو موقع دیجئے، رقیہ کے ذخیرہ اندوز نہ بنیں، ۔اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔ یہ ذخیرہ اندوزی بدنیتی کی دلیل ہے۔ معاشرے میں آپ سے افضل لوگ موجود ہیں، اور ان کی دعائیں آپ کی دعاؤں سے زیادہ قبول ہوتی ہیں؛ پھر آپ اس منصب پر کنڈلی مار کر کیوں بیٹھ رہیں اور اس طرح کے وسائل کا سہارا لیں؟! میں ان صاحب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈریں، سبیل المؤمنین کی پیروی کریں اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں کی اتباع کریں، خود کو رقیہ کے منصب پر فائز نہ کریں، ان چیزوں کا تکلف نہ کریں اور دوسروں کو بھی موقع فراہم کریں، جس مسلمان کے اندر خیر ہو تقویٰ ہو اس کی دعا کی قبولیت متوقع ہے، جب وہ قرآن پڑھے، دعا کرے تو اسے قبولیت حاصل ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرے گا، اور اس کے سبب سے ۔اس کے اخلاص وصدق کے سبب سے۔ اور اس مریض کی شفا کے لئے اس کے اختیار کردہ شرعی وسیلہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ شفا دے دے گا۔

**سوال : کیا رقیہ میں تجربہ کی گنجائش ہے :**

**جواب :** تجربہ طب میں ہوتا ہے، طبابت تجربوں پر قائم ہے اور رقیہ میں بہتر یہی ہے کہ مسلمان صرف رقیہ شرعیہ پر اکتفا کرے، اور جہاں تک تجربوں کی بات ہے تو پہلی بات یہ ہے کہ آپ کو پتہ کیسے چلے گا اور آخر یہ تصور آپ کے ذہن میں آیا کہاں سے؟

**سوال : کیا مسلمان جن کو مخاطب کرنا جائز ہے؟**

**جواب :** ناجائز ہے۔ آپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ مسلمان ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہ منافق ہو اور کہتا ہو کہ میں مسلمان ہوں! ہوسکتا ہے کہ کافر ہو اور کہتا ہو کہ میں مسلمان ہوں! جن کو تو آپ جانتے نہیں ہیں، آپ کو تو غیب کا علم ہے نہیں، اللہ آپ کو برکت دے یہ جائز نہیں ہے۔ ایک انسان آپ کے سامنے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے آپ اس کے ظاہر کو لے لیتے ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور.. اور.. پھر بھی آپ اسے نہیں جانتے مگر ایک جن کسی انسان کے اندر داخل ہوتا ہے وہ آپ سے کہتا ہے میں مسلمان ہوں، ہوسکتا ہے کہ وہ فاجر ہو، بس آپ سے کہتا ہو کہ میں مسلمان ہوں! یہاں تکلف کا کوئی داعیہ نہیں ہے، آخر میرے بھائی آپ کو مکلف کس نے کیا؟! یہاں بہت سے ہاسپٹل کھلے ہوئے ہیں مریض اگر صبر کرے گا تو اللہ عزوجل اسے ثواب دے گا۔

ایک نابینا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا ہے اور اپنے لئے شفاء کی دعا کا طلبگار ہوتا ہے آپ اس سے فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کردوں اور اگر چاہو تو تم صبر کرلو، اور ایک لونڈی آپ کے پاس آتی ہے اور عرض کرتی ہے: اے اللہ کے رسول مجھ پر دورہ پڑتا ہے، آپ میرے لئے دعا کردیجئے تو آپ اس سے فرماتے ہیں: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کردوں اور اگر چاہو تو صبر کرو اور تمہیں جنت ملے۔ دیکھو یہاں کوئی تکلف نہیں ہے! کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ رحیم ہیں؟ اللہ اپنے بندوں کو بیماریوں سے آزماتا ہے، کسی بھی مومن کو کوئی بھی تھکان، غم اور مشکل درپیش ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر فکر مندی بھی اس سے لاحق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کا کفارہ کردیتا ہے۔

## رقیہ طلب کرنا مکروہ ہے اس سے توکل میں اور ایمان میں نقص پیدا ہوجاتا ہے

ہاں صاحب! مومن کو تو بیماریوں کا سامنا ہوتا ہی ہے اور اسے ثواب سے نوازا جاتا ہے، شرط یہی ہے کہ وہ صبر کرے:

﴿وَبَشِّرِ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٥٥﴾ ٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوٓاْ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ﴾[البقرہ:۱۵۵-۱۵۶]

''اوران صبر کرنے والوں کوخوشخبری دے دیجئے جنہیں، جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خوداللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اورہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔

مثلاً اس طرح کی بیماریاں جب لاحق ہوتی ہیں توصبر کرتے ہیں۔

اوررسول علیہ الصلاۃ والسلام ان ستر ہزارلوگوں کے متعلق جوجنت میں داخل ہوں گےفرماتے ہیں :

**''لا يسترقون ولا يكتوون، وعلى ربهم يتوكلون''**

''نہ وہ رقیہ طلب کرتے ہیں، نہ دغواتے ہیں اوراپنے رب پرتوکل کرتے ہیں''۔

کسی سے رقیہ طلب نہیں کرتے۔اور یہ جورقیہ طلب کرنے جاتا ہےاورایسا اورویسا تواس کے ایمان میں نقص پیدا ہوجاتا ہے،اللہ عزوجل پراس کاتوکل کم ہوجاتا ہے،اسے یہ باتیں بتادواوراس سے کہوکہ میاں صبرکرواوررقیہ طلب نہ کرو،اوراللہ سے التجا کرو،اللہ عزوجل سے دعا کرو،کیونکہ رقیہ ایک طرح کا سوال ہےاسی لئے وہ اللہ عزوجل کےتوکل کے مسئلے پراثرانداز ہوتا ہے،اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:''**لا يسترقون**''''وہ رقیہ طلب نہیں کرتے ہیں''کیونکہ رقیہ ایک سوال ہوتا ہےجس سےاس کے ایمان میں کمی ہوجاتی ہے،اس کےتوکل میں نقص واقع ہوجاتا ہے۔

مومن تواس زندگی میں بیماریوں،تکلیفوں اورمصیبتوں سےدوچارہوتا ہی رہتا ہے،جس کا فائدہ اسے یہ ملتا ہے کہ اگروہ صبرکرےتواس کےدرجات بلند ہوجاتے ہیں،اللہ آپ کوبرکت دے:

**''إن الله إذا أحب قوما ابتلاهم، فمن صبر؛ فله الصبر، ومن جزع؛ فله الجزع''**

''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سےمحبت کرتا ہےتوانھیں آزماتا ہےپھرجوصبرکرتا ہےتواس کے لئےصبرہےاورجو گھبراہٹ کامظاہرہ کرتا ہےاس کے لئےگھبراہٹ ہے''۔

چنانچہ پہلی بات تویہ ہےکہ مومن کواللہ تعالیٰ کے فیصلے پرصبرکرنا چاہئےاوراگربلند ہوکراللہ عزوجل کے فیصلے پر رضا کےدرجےتک پہنچ جائےتویہ توان شاءاللہ ایمان کےاعلیٰ ترین درجات میں سےہے،ہاں بھائی صبرواجب ہےاورجزع فزع حرام ہے،اس لئےاللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تقدیروں پرجزع فزع کااظہارنہ کرو:

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا﴾[التوبہ:۵۱]

''آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کہ کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی''۔

اگر اللہ چاہے گا کہ آپ کو شفاء نہ ملے تو نہ آپ کو کوئی رقیہ فائدہ دے گا اور نہ کوئی چیز، ہر چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ اور مشیئت سے ہوتی ہے، اسی لئے مومن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے قضاوقدر پر ایمان رکھتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی پر اعتماد کرتا ہے اور اس پر صبر کرتا ہے۔ اللہ آپ کو برکت دے۔ پھر اگر وہ شخص دوا کرنا چاہے تو دوا کرائے اور اگر رقیہ کرانا چاہے تو ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ حرام ہے مگر وہ مکروہ ضرور ہے - اللہ آپ کو برکت دے - اس سے اس کا درجہ کم ہوجائے گا۔

اور جو شخص رقیہ پر اُتارو ہوجاتا ہے اور اپنی تشہیر کا کام کرتا ہے بلکہ بعض لوگ اخباروں میں بھی اشتہار دیتے ہیں! اور بعض لوگ دفاتر کھول کر بیٹھ رہتے ہیں، یہ سب کے سب عیار اور فریبی ہیں، اللہ کی قسم جو رقیہ کے لئے اپنا تقرر کرلیتا ہے وہ اپنے دین میں متہم ہے۔ آخر اس بات پر اسے کونسی چیز آمادہ کرتی ہے؟! آپ اے برادر! سارے مسلمانوں میں سے ایک فرد ہیں، آخر آپ میں کونسی خصوصیت آ گئی ہے؟ اس امت میں آپ سے زیادہ متقی، آپ سے افضل، اور آپ سے زیادہ جاننے والے موجود ہیں...والخ.

آخر آپ کے پاس یہ خصوصیت کیسے آ گئی؟ پھر آپ رقیہ شرعیہ پر اکتفا بھی نہیں کرتے، بلکہ نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے چلے جاتے ہیں!!

## سوال : پانی پر قرآن پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

**جواب :** نہیں پڑھنا چاہئے، اگرچہ بعض علماء اس کے قائل ہیں، اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ نہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کیا ہے نہ صحابہ نے کیا ہے۔ اللہ آپ کو برکت دے یہ لوگ جو لکھنے کو، اور بعض چیزوں کو، اور دھونے کو، اور اس طرح کی اشیاء کو جائز ٹھہراتے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں، جبکہ اصول یہ ہے کہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے سوا ہر ایک کی کچھ باتیں قابل اخذ ہوتی ہے اور کچھ باتیں رد کردی جاتی ہیں۔

**وفق الله الجميع لما يحب ويرضى وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وسلم.**

(یہ اقتباسات اسئلة مهمة حول الرقية والرقاة ، تفریغ احمد الدیوانی ومراجعہ فواز الجزائری سے لئے گئے ہیں)

# فضيلة الشيخ صالح السحيمي حفظه الله

أستاذ مشارك في كلية الدعوة وأصول الدين قسم العقيدة، بالجامعة الإسلامية

## کے فرمودات وارشادات بابت رقیہ کی بدعات

### فضیلۃ الشیخ صالح سحیمی صاحب فرماتے ہیں :

''میں آپ کو بہت سے راقیوں سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ ان میں سے ایک کثیر تعداد حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر نہیں ہے، اور جو شخص رقیہ کو پیشہ بنالیتا ہے وہ بیشک بدعتی ہے، ہاں جو رقیہ کو پیشہ بناتا ہے وہ بدعتی ہے، ان الفاظ سے میں اللہ تعالی کا تقرب چاہتا ہوں؛ کیونکہ یہ چیز سلف سے ثابت نہیں ہے، البتہ جو بھی اپنے کسی بھائی سے رقیہ کی فرمائش کرے تو وہ اس کا رقیہ کردے۔

''مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَّنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ'' ''جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو پہنچا دے''۔

جیسا کہ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

''ایک مسئلے کے متعلق ہم تنبیہ کررہے ہیں جس کا تعلق رقیہ سے ہے؛ اور وہ ہے کمائی کے لئے اسے پیشہ بنالینا، اور اپنا اعتقاد تو یہی ہے کہ یہ حرام ہے، اور یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اس لئے رقیہ کے لئے کلینکیں کھولنا خلاف سنت ہے۔ بلکہ وہ لوگوں کی ایجاد کردہ بدعتوں میں سے ہے۔

ہاں ! اگر آپ لوجہ اللہ اپنے کسی بھائی کا رقیہ کردیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر وہ آپ کو کوئی ہدیہ دیتا ہے اور اس کا دل رکھنے کے لئے آپ کسی مبالغے کے بغیر اس کا وہ ہدیہ قبول کرلیتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مگر اسے پیشہ بنالینا، کلینکوں اور اسپتالوں جیسے مقامات کھول لینا اور اس کے پیچھے پیشہ ورانہ کمائی کا ایک راستہ نکال لینا تو اس میں بہت سی خرابیاں اور قابل احتراز چیزیں ہیں۔

- **ان خرابیوں میں سے ایک تو یہ ہے کہ :**

یہ کام عہد سلف میں نہیں کیا گیا، پھر اگر کوئی شخص حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حجت بنائے کہ جب انھوں نے ایک قوم سے ضیافت طلب کی تو انھوں نے ان کی ضیافت سے انکار کردیا پھر اس قوم کے سردار کو ڈنس لیا گیا، تب وہ لوگ راقی تلاش کرنے لگے، اس وقت ابوسعید اور ان کے ساتھی صحابہ نے کہا کہ ہاں ہم اس کا

رقیہ کر دیں گے، اور اس سے قبل کہا تھا کہ ہاں میں رقیہ کرنے والا ہوں، مگر چونکہ تم نے ہماری مہمانداری نہیں کی اس لئے ہم اس وقت تک تمہارا رقیہ نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لئے کوئی جعل (عوض) مقرر نہ کر دو، تب انھوں نے ان کے لئے بکریوں کا ایک ریوڑ مقرر کر دیا، پھر انھوں نے سورۂ فاتحہ سے اس کا رقیہ کر دیا، اور نبی ﷺ نے اسے جائز ٹھہرا دیا؛ بلکہ فرمایا : (اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگاؤ) تو یہ حدیث صحیح ہے مگر اس سے ان کا استدلال چند امور کی وجہ سے غیر صحیح ہے :

**امر اول :** ان کے اس جعل (عوض) کے لینے کا ایک سبب ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ بخیل تھے، اس لئے ان کے مقصود کے برخلاف سے انہیں سزا دی گئی۔

**دوم :** انھوں نے اس کے بعد اسے اپنا پیشہ نہیں بنایا۔

**سوم :** اس واقعے کو کسی بھی صحابی نے رقیہ کے لئے کلینکیں کھولنے کی دلیل نہیں بنائی، اور اگر یہ مشروع ہوتا تو ضرور انھوں نے ہم سے پہلے یہ کام کر لیا ہوتا، کیونکہ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے اور سنت پر عمل کرنے میں تمام لوگوں سے پیش پیش تھے۔

ہاں ! آپ اپنے کسی بھائی کا رقیہ کر دیں - بالخصوص جب وہ آپ سے طلب کرے۔ یا اگر طلب نہ بھی کرے اور آپ اسے رقیہ کا ضرورتمند دیکھیں تو اس کا رقیہ کر دیں (جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو پہنچا دے)۔

مگر جب بات اس کے پیشہ بنانے کی آ جائے، تو پھر یہ ایک سنگین معاملہ ہو جاتا ہے۔

### اس کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ :

اس کی وجہ سے بسا اوقات راقی اپنی دعا یا رقیے میں اخلاص کھو بیٹھتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ وہ بھاؤ تاؤ کر کے معاملات طے کرتا ہے؛ بلکہ ایک صندوق ہی رکھ دیتا ہے، یا اس کلینک میں پیسے وصول کرنے کے لئے ملازم رکھ لیتا ہے! حالانکہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین سے یہ چیز معہود نہیں رہی ہے۔

### • رقیہ کو پیشہ بنانے پر ایک خرابی یہ بھی پیدا ہوتی ہے کہ :

بہت سے شعبدے باز، دجال اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے والے اس کا استحصال کرتے ہیں اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ بھی رقیہ شرعیہ کے نام پر رقیہ کے لئے کلینکیں کھولنے لگے ہیں، جبکہ وہ اسے دجل وفریب اور خرافات سے پر رکھتے ہیں، بسا اوقات قرآن کی آڑ لیتے ہیں اور لوگوں پر ہنستے ہیں، اور اس کی وجہ سے اتنے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جو لاتعداد اور بیشمار ہیں۔

- **اس کے مفاسد اور خرابیوں میں سے یہ بھی ہے کہ :**

رقیہ کو پیشہ بنانے کی وجہ سے اس شعبے میں اس قدر سطحیت اور سوقیانہ پن پیدا ہو چلا ہے کہ اب بعض عورتیں بھی اس کا استحصال کرنے لگی ہیں، اور بعض راقیوں نے حصول زر کے لئے اس میں بڑا توسع پیدا کر لیا ہے، یہاں تک کہ جناب لوگوں کا اجتماعی رقیہ کرنے لگے ہیں، ان کے پاس آتے ہیں، اور ان کو ایک ہی پھونک مار دیتے ہیں، ان پر یوں گشت کرتے ہیں گویا وہ بکریوں کا ریوڑ ہوں ! ہاں صاحب بالکل بکریوں کے ریوڑ جیسا ہی برتاؤ کرتے ہیں ! اور یہ ایک حقیقت ہے کہ سلف میں یہ چیز کبھی معروف نہیں رہی؛ بلکہ اسے دجالوں اور باطل کے ساتھ لوگوں کا مال کھانے والوں نے ایجاد کیا ہے۔

- **ایک خرابی یہ بھی ہے کہ :**

بعض لوگوں نے اسے پڑھا ہوا یا دم کیا ہوا پانی فروخت کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے، یہاں تک کہ ایک صاحب کے متعلق بیان کیا گیا کہ وہ پانی کی ٹنکی ہی میں رقیہ کر دیتے ہیں، اور لوگوں کے لئے گیلن بھرے جاتے ہیں (اس کے لئے وہ ایک، دو اور تین ٹنکیاں لاتے ہیں) اور بھر دیتے ہیں، ایک گیلن ۷۰ ریال کا ہوتا ہے ! تصور کیجیے کہ اس ٹنکی میں کتنے گیلن ہوتے ہوں گے، اور کس قدر باطل مال ان پر برستا ہوگا جسے وہ ناحق لیتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے دوسرے طریقے اپنا رکھے ہیں، وہ تیل کی تجارت کرتے ہیں، زیتون کا تیل، یہاں تک کہ اب اسے لوگوں کے لئے مہنگا کر ڈالا ہے! مطلب یہ ہے کہ یہ ایک فتنہ بن چکا ہے، صاحب تیل کی دس لاکھ بوتلیں لاتے ہیں، اور اسے کئی گنا دام بڑھا کر بیچتے ہیں اور اس دلیل سے کہ یہ پڑھا ہوا تیل ہے۔

- **شیخ صالح السحیمی حفظہ اللہ سے سوال ہوا کہ :**

میرے لئے ایک ایسے شخص کا پیغام آیا ہے جو رقیہ کا پیشہ کرتا ہے، مگر اس کے رقیہ کے طریقے میں ایک غرابت پائی جاتی ہے کہ وہ مرقی (جس پر رقیہ پڑھا جا رہا ہو) کے سر پر مسواک رکھتا ہے اور رقیہ شروع کرتا ہے، اور کہتا ہے میں سنی ہوں سلفی نہیں ہوں، اب جناب والا یہ فرمائیں کہ اس سے منسلک ہونے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

**شیخ نے جواب دیا :**

''اس راقی نے دو بدعتوں کا ارتکاب کیا ہے، اور میں آپ کو ...

- **راقیوں کی ایک بدعت : اجتماعی رقیہ ہے۔**

- **راقیوں کی بدعتوں اور گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ :**

وہ عورتوں سے اپنا چہرہ کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں تا کہ براہ راست اس پر تھتکار سکیں۔

- **راقیوں کی ایک خرافات یہ بھی ہے کہ :**

وہ بھیڑیوں کی کھالیں لاتے ہیں، یا کسی ایسے شخص کو لاتے ہیں جس کے متعلق دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی نیک مسلمان جن رہتا ہے جو جنوں کے اخراج میں مدد کرتا ہے۔

یہ سب ایسی خرافات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ہے۔

اور اے سوال کرنے والی بہن ! جس راقی کا آپ نے تذکرہ کیا اس کے اندر دو (شرعی) مخالفتیں پائی جاتی ہیں :

**پہلی مخالفت :** یہ ہے کہ وہ مریض یا مریضہ کے سر پر مسواک رکھتا ہے، کیونکہ راقی کے لئے مریض کے سر پر یا جسم پر اپنا ہاتھ یا دیگر کوئی بھی چیز رکھے بغیر رقیہ کرنا ممکن ہے۔

**اور دوسری مخالفت :** جو اس سے بھی بڑی ہے یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں سنی ہوں سلفی نہیں ہوں، یہ ایک متناقض ومتضاد قول ہے، اس بیچارے کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ سنی ہی سلفی ہے اور سلفی ہی سنی ہے، اور جو ان دونوں کے درمیان فرق کرتا ہے وہ دو متماثل چیزوں میں فرق کرتا ہے، کیونکہ سلف ہی اہل سنت ہیں اور سلفی ہی سنت کے پیروکار ہیں، اور جو اس سے گراں خاطر ہو وہ نہ سنی ہے نہ سلفی، اور اگر کچھ لوگ سلفیت کا دعویٰ کر کے عملی طور پر اس کی نمائندگی نہ کرتے ہوں تو اس کی وجہ سے آپ کے لئے اس بات کا جواز نہیں پیدا ہو جاتا ہے کہ آپ سلفیت سے براءت اور بیزاری کا اظہار کریں؛ بلکہ آپ پر واجب ہے کہ سلف اور منہج سلف کی طرف منسوب ہونے کو آپ اپنے لئے باعث عزو شرف گردانیں، کیونکہ اس کی طرف انتساب واجب ہے، اور اہل سنت، سلف، اتباع سلف، فرقہ ناجیہ، طائفہ منصورہ، الجماعۃ، سلفی، سنی ان سب کا مسمی ایک ہی ہے، یہی لوگ جماعت ہیں، اور یہی لوگ بالکل اسی جیسے طریقے پر قائم ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب قائم تھے۔

اس لئے آپ درست راہ پر قائم رہنے والے سلفی بن جائیے، ہاں درست راہ پر قائم سلفی جیسا کہ سلف نے فرمایا ہے، قول وعمل اور اعتقاد میں منہج سلف کی طرف منسوب سلفی۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ جو مذکورہ کلام سے بکواس کرتا ہے وہ پوری طرح سنی منہج سے دور ہے جو سلفی منہج ہی کا دوسرا نام ہے، اس لئے آپ اس سے دور رہیں اور اس وقت تک اسے قبول نہ کریں جب تک وہ مذکورہ بات کے لئے اللہ سے توبہ نہ کر لے۔[1]

---

[1] دیکھئے: https://youtu.be/qGiayOAuMUs، نیز دیکھئے : بعض الأخطاء المتعلقة بالرقية والرقاة۔

## محدث یمن فضیلۃ الشیخ علامہ مقبل بن ھادی الوادعی رحمہ اللہ

## شیطان کی چالوں سے ہوشیار

**شیخ مقبل بن ھادی الوادعی رحمہ اللہ نے فرمایا :**

’’... اہل سنت کو چاہیے کہ اپنی طاقت بھر کچھ کریں، پھر ہم نصیحت نہیں کریں گے، اور نصیحت نہیں کریں گے اور نصیحت نہیں کریں گے اس بھائی کو جو رقیہ کرتا ہے کہ وہ اپنا وقت رقیہ ہی میں صرف کردے، گھنٹہ دو گھنٹہ تین گھنٹہ لوگوں کے لئے مقرر کرلے ورنہ اللہ کی قسم مجھے ڈر ہے کہ شیطان ایک شخص پر سوار ہوکر آئے گا اور اس کا مقصد یہ ہوگا کہ اس راقی (جھاڑ پھونک کرنے والے) کو مشغول کردے پھر دوسرے شخص پر اس لئے سوار ہوکر آئے کہ وہ لوگ جادوگر یا کاہن کے پاس جائیں اور وہ جادوگر یا کاہن کے ہاتھوں باہر آئے اور اس کا مقصد اس کے متعلق عقیدہ جمانا ہو، میں اس شخص سے یہی کہتا ہوں جو اس میں مبتلا ہوگیا ہے کہ وہ اپنے وقت کو منظم کرے اور بڑا وقت طلب علم میں لگائے، کیونکہ جن کبھی یہ کہتا ہے کہ وہ نصرانی (کرسچین) ہے، کبھی کہتا ہے کہ وہ مسلم ہے، کبھی کسی بچے کی آواز نکالتا ہے کبھی کسی عورت کی، میں نے کئی لوگوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ طلب علم کو ترک کرکے اس میں مشغول نہ ہوں ہوسکتا ہے کہ یہ طالب علموں کو طلب علم سے دور کردینے کے لئے شیطان کی چالوں میں سے کوئی چال ہو‘‘۔ ①

## جزائر کے مشہور سلفی عالم فضیلۃ الشیخ محمد علی فرکوس حفظہ اللہ کا فتویٰ

**شیخ محمد علی فرکوس حفظہ اللہ رقیہ کے متعلق ایک سوال کے ضمن میں فرماتے ہیں :**

’’یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ راقی پر یہ لازم ہے کہ وہ حاجت کے وقت قدرت ہونے پر عدل کے ساتھ اپنے بھائیوں کی مدد کرے مگر خود کو رقیہ کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنے کیلئے مخصوص نہ کرلے نہ اس کے لئے فارغ ہوکر بیٹھ جائے اور اسے ذریعۂ معاش بنالینا ایک ایسا پیشہ اور حرفت ہے جو سلف امت کے یہاں معہود نہیں تھا نہ ائمہ ہدی ہی نے ایسا کیا تھا حالانکہ ان میں سے بعض لوگ قبولیت دعا کے لئے معروف تھے اور مقتضی ان کے زمانے میں بھی قائم تھا (یعنی ایسے حالات اس زمانے میں بھی پائے جاتے تھے مگر کسی نے

① غارة الأشرطة : ۱/۶۴-۶۶۔

رقیہ کو اپنا پیشہ یا تخصص نہیں بنایا تھا)''۔ [1]

# رقیہ کو پیشہ بنانے کے متعلق معالی الشیخ الدکتور صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ

## (عضو هيئة كبار العلماء و عضو اللجنة الدائمة للافتاء)

## کی رائے

**سوال ہوتا ہے :**

سماحۃ الشیخ اس وقت رقیہ (جھاڑ پھونک) اور رقاۃ (جھاڑ پھونک کرنے والوں) کے متعلق گفتگو شائع ہے یا خوب ہو رہی ہے کچھ ڈھیلے ڈھالے ہیں کچھ متشدد ہیں، اور رقیہ کرنے والوں کے کچھ اعمال تو سنت کے مطابق ہیں اور کچھ ان میں سے بعض راقیوں کے اجتہاد کا نتیجہ ہیں، اللہ ہمیں بھی اور انہیں بھی ہدایت دے۔ پھر راقیوں کے لئے آپ کی رہنمائی اور نصیحت کیا ہے؟

**علامہ صالح فوزان حفظہ اللہ نے جواب دیا :**

''اس وقت رقیہ میں مادی لالچ داخل ہو چکی ہے، اس میں مادہ کی حرص وطمع میں کچھ ایسے لوگ آ گئے ہیں جنھیں یہ کام ٹھیک سے آتا بھی نہیں ہے، یا ایسے لوگ آ گئے ہیں جن کا عقیدہ خراب ہے بس مال کی لالچ انہیں یہاں لے آئی ہے، یا اس میں کچھ ایسے لوگ شامل ہو گئے ہیں جو رقیہ میں شرکیہ تعویذیں اور طلسمات داخل کر دیتے ہیں، یہ سب رقیہ کے پیچھے لالچ کے سبب سے ہو رہا ہے، رقیہ کو حرفت وتجارت بنالیا گیا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

رقیہ صرف وہی کرے جو رقیہ کا عالم ہو، اس کا عقیدہ اچھا ہو، اور اپنے بھائی کو نفع پہنچانا چاہتا ہو، اس کی نظر فقط درہم پر نہ ہو بلکہ اس کی چاہت اپنے بھائی کو نفع پہنچانا ہو، اور اگر کچھ مال مل گیا تو لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر یہ کہ اسے پیشہ بنا لے اس کے لئے دکانیں کھول لے تو یہ رقیہ میں مبالغہ ہے، نیز یہ فقط لالچ کی طلب ہے لوگوں کو نفع پہنچانا مقصود نہیں ہے، اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا اس میں کبھی کبھی اسی طرح کے شعبدہ باز اور

[1] حكم التفرغ للعمل كراقى شرعى ... پیش کردہ محمود بن ابراهيم مصرى، شبكه سحاب السلفية۔

خرافاتی لوگ داخل ہو جاتے ہیں، وہ شعبدہ بازی کی کتابوں میں (کچھ) پڑھتے ہیں اور اسی کو مادی کمائی کے لئے لوگوں پر پڑھتے ہیں... کیونکہ یہاں کچھ شعبدہ بازی کی کتابیں رقیہ کے نام سے موجود ہیں جن میں جادو ہے، شر ہے، جنوں سے استعانت ہے، شیاطین سے استعانت (مدد طلب کرنا) ہے، ان میں اللہ عزوجل کے علاوہ سے استغاثہ پایا جاتا ہے، اس لئے راقی کے اندر علم وبصیرت اور اعتماد کا پایا جانا ضروری ہے اسے درست عقیدہ ہونا لازم ہے، وہ خرافاتی وبدعتی اور شعبدے باز نہ ہو، ہاں۔ ①

## فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر سلیم بن عید ہلالی حفظہ اللہ
## محدث بلاد اردن کی پیشہ ور راقیوں پر شدید نکیر

ڈنسے ہوئے ہوئے سردار کا رقیہ کرنے کے متعلق ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''اس حدیث سے رقیہ پر اجرت لینے کا جواز مستفاد ہوتا ہے، مگر بہت سے (معالجین) یا (راقیوں) نے اس سلسلے میں ایک مذموم توسع پیدا کرلیا ہے، اور اس کا فساد جگ ظاہر ہو چکا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انھوں نے رقیہ کو لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کا منتر بنالیا ہے۔

اب تو انسان کو اس باب میں بڑے عجائب وغرائب سننے کو ملتے ہیں :

یہاں کچھ ایسے ہیں جو اسی کام کے ہو رہے ہیں۔

دوسرے کچھ لوگ علاجی اسفار میں ہر دم ملک ملک چکراتے پھرتے ہیں۔

تیسری قسم نے کلینکیں بلکہ مریضوں کے استقبال کے لئے ہاسپٹل کھول رکھے ہیں : فائل کھولنے کا اتنا... ڈاکٹر کے روبرو ہونے کا اتنا... پڑھنے کا اتنا... مراجعہ کا اتنا... خصوصی نشست اتنے کی ہے... عمومی نشست اتنے کی... رقیہ شرعیہ کے نام پر اس خبیث شکار کے آخری سلسلے تک، بالخصوص ان معالجین میں سے بڑی تعداد جنوں کے شاہوں اور ان کے بڑوں سر براہوں پر اپنی کرشماتی فتوحات کے نغمے گاتی رہتی ہے اور یہ داستان سناتی ہی رہتی ہے کہ اس نے ان کے لشکروں کو شرمناک ہزیمت سے دوچار کیا اور ان کی فوجوں کو نیست ونابود کیا... یہ سب کچھ ایک منظم تشہیری مہم اور فبریکیٹیڈ تجارتی جلسے کے طور پر چلتا ہی رہتا ہے۔ یہ لیجئے آپ بھی ان کے توسع کی کچھ صورتیں ملاحظہ

① از سلطان جہنی ۳۰ / جون ۲۰۱۳ حوالہ مذکور۔

فرما لیجئے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ لوگ تقویٰ اور ورع سے بالکل تہی دامن ہیں۔

أ- ان میں سے بعض لوگ (پانی) یا (تیل) سے بھرے ہوئے ڈرم میں پڑھ دیتے ہیں، پھر اسے ایک ڈنڈے سے ہلاتے ہیں۔ پھر اسے اپنے (مریضوں) بلکہ (قربانی کے بکروں) پر تقسیم کر دیتے ہیں۔

ب- ایک صاحب منرل واٹر کی بوتلوں پر منہ کھولے بغیر ہی پڑھ دیتے ہیں کیونکہ ان کا وقت تنگ اور قیمتی ہے۔

ت- ایک تیسرے صاحب ہیں ایک ہال میں اپنے سارے بیماروں کو جمع کر لیتے ہیں، اس کے بعد (مائکروفون) سے ایک ہی بار میں سب پر پڑھ دیتے ہیں!

ث- ایک چوتھے حضرت ہیں جو براعظموں کو عبور کرنے والے ٹیلیفون ہی سے اپنے مریضوں کو دم کر دیتے ہیں۔

د- ایک آخری جناب ہیں جو اپنے مریضوں کو قبرستانوں کی سیر کراتے ہیں وہ بھی رات کے وقت، ہدف یہ ہے کہ جنوں کو خوفزدہ کر دیا جائے...!!

## ان کے کچھ دینی و دنیاوی مفاسد :

أ- بہت سے لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اس قاری یا راقی میں کوئی خصوصیت یا خاص قسم کی برکت ہے، اور اب ان کا اعتماد کلام اللہ پر باقی نہیں رہا ہے جبکہ رقیہ میں اصل راقی نہیں کلام اللہ ہوتا ہے۔

ب- بہت سے معالجین اپنے دروازوں پر لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ نیک اور بزرگ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ جبکہ حقیقت میں یہ لوگ خودفریبی کا شکار ہوتے ہیں، بلکہ ان میں سے بعض تو گمراہوں اور فاجروں میں سے ہوتے ہیں!!

ت- اس قضیے کے رواج پانے کی وجہ سے بہت سے نوسرباز اور دجال قسم کے لوگ خود کو رقیہ کی آڑ میں چھپانے لگے ہیں، تاکہ ہر شکل و رنگ کی مہلکات کی مشق کریں، مختلف طرح کے کبائر کا ارتکاب کریں، اور -العیاذ باللہ- اسے عورتوں کے شکار کرنے کا وسیلہ بنالیں۔

میں نے بعض توبہ کرنے والے معالجین سے ایسے ایسے قصے سنے ہیں جن کی وجہ سے سر شرم سے جھک جاتا ہے...اور مدد کا سوال اللہ ہی سے ہے۔

سورۂ فاتحہ سے علاج کے سلسلے میں امام ابن القیم کی آپ بیتی پر حاشیہ لگاتے ہوئے فرماتے ہیں :

### ''مصنف رحمہ اللہ ''مدارج السالکین'' (۱/۵۷-۵۸) پر فرماتے ہیں :

''...جہاں تک اس سلسلے میں تجربوں کی شہادت کی بات ہے تو وہ تو اس قدر کثرت سے ہے کہ بیان سے باہر

ہے۔ اور یہ ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے، اور میں نے اور دیگر لوگوں نے بھی اس ضمن میں عجیب وغریب امور کے تجربات کئے ہیں، بالخصوص مکہ میں اقامت کے درمیان، واقعہ یہ ہے کہ مجھے سخت پریشان کن دردوں کا سامنا تھا، اس قدر کہ اس سے قریب قریب میری حرکت ہی ختم ہو کر رہ جاتی تھی۔

یہ صورت حال طواف وغیرہ کے درمیان پیش آیا کرتی تھی۔ تب میں فوری طور پر سورۂ فاتحہ پڑھنے لگتا تھا، اور اسی سے مقام الم پر ہاتھ پھیرا کرتا تھا، پھر تو گویا کوئی پتھری ہوتی ہو جو گر جاتی تھی۔ میں نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے، میں آب زمزم کا ایک پیالہ لیتا تھا، اور اس پر بار بار سورہ فاتحہ پڑھتا تھا، پھر اسے پی جاتا تھا۔ پھر اس سے مجھے ایسا فائدہ ملتا تھا ایسی قوت محسوس ہوتی تھی کہ اس جیسا اثر تو میں نے دوا میں بھی نہیں دیکھا تھا، اور یہ معاملہ اس سے کہیں بڑا ہے، مگر اس کا فائدہ قوت ایمانی اور صحت یقین کے مطابق ہی ملتا ہے۔

اور مدد کا سوال اللہ ہی سے کیا جاتا ہے''۔

**شیخ حامد فقی رحمہ اللہ مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''... کیا ان میں سے کچھ بھی کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین سے ثابت ہے؟ انہیں خندق کے دن بھوک کا سامنا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ پر پتھر باندھ لیا تھا، اور آپ کو اس سے بھی زیادہ شدائد کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

**میں کہتا ہوں :** شریعت میں تجربے کا دروازہ کھولنا ایک منتشر ہونے والے شر، نوسر بازی اور دجل وفریب کی نشر واشاعت اور اوہام کو رواج دینے کی طرف لے جائے گا۔

**شیخ الاسلام رحمہ اللہ ''اقتضاء الصراط المستقیم'' (ص ۳۲۰) میں فرماتے ہیں :**

''کبھی ایسی حکایات بیان کی جاتی ہیں جن میں تاثیر ہوتی ہے مثلاً ایک آدمی نے ان کے پاس دعا کی تو اس کی دعا قبول ہوگئی، یا اللہ کی طرف سے اپنی حاجت کے پورے ہو جانے پر ان کے لئے نذر مان لی تھی پھر وہ حاجت پوری ہوگئی تھی۔

اور ایسی ہی حکایتیں ہیں، اور انہیں جیسے امور سے اصنام پرستی ہوتی تھی۔

اس لئے کہ کبھی کبھی ان لوگوں کو بتوں کی طرف سے مخاطب کر لیا جاتا۔ بسا اوقات جب وہ ان کا قصد کرتے تھے تو ان کی ضرورتیں بھی پوری کر دی جاتی تھیں۔ اسی لئے ان کے ساتھ بھی وہی سب چلتا تھا جو ہندوستانی جوگیوں وغیرہ کے ساتھ ہوتا تھا۔

اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی مشروع کردہ چیزوں بیت اللہ جس کا حج کیا جاتا ہے اور حجر اسود جس کا یوں استلام کیا جاتا ہے اور بوسہ دیا جاتا ہے جیسے وہ اللہ کا دایاں ہاتھ ہو، اور وہ مساجد جو اس کا گھر ہیں کی تعظیم پر قیاس کرلیا جاتا ہے۔

سورج اور چاند کی پوجا بھی قیاسوں ہی سے کی گئی ہے۔ اور انہیں جیسے شبہات سے روئے زمین کے باشندوں میں شرک پیدا ہوا تھا''۔

شیخ الاسلام نے اس مسئلے پر ''اقتضاء الصراط المستقیم'' (ص:۲۴۸، ۳۵۹، اور ۳۶۵) پر سیر حاصل بحث کی ہے، آپ اسے ضرور دیکھ لیں۔ آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ شرعی امور میں تجارب کے باب کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ [1]

# رقیہ کے لئے خود کو فارغ کر لینے کا حکم
## از
## فضیلۃ الشیخ احمد بن یحییٰ النجمی رحمہ اللہ

**سوال ہوتا ہے :**

کیا رقیہ کے لئے خود کو فارغ کر لینا اور کچھ مال لے کر آسیب زدہ کا علاج کرنا جائز ہے؟

**فضیلۃ الشیخ احمد بن یحییٰ النجمی رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں :**

''رقیہ کے بدلے مال لینے کے متعلق مجھے ڈر ہے، اس کی وجہ سے میں اس کے متعلق خوفزدہ ہوں، اول اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے بکریوں کا ایک ریوڑ اس لئے حاصل کیا تھا کیونکہ انھوں نے اس بستی والوں سے ضیافت طلب کی تھی مگر انھوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا تھا، پھر جب ان کا سردار ڈنسا گیا تو انھوں نے کہا: تم نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کیا اللہ کی قسم ہم تو مقررہ بدل لئے بغیر تمہارا رقیہ نہیں کریں گے، لہٰذا پہلی بات تو یہ

[1] دیکھیے : صحیح الطب النبوي : ص : ۲۴۱-۲۴۲۔

نیز دیکھیے اس سائٹ پر : http://almenhaj.net/TextSubject.php?linkid=6991

هديه ﷺ فى العلاج بالرقية لسليم الهلالى

https://www.ruqya.net/forum/showthread.php?t=21266

ہوئی کہ انھوں نے یہ مال کفار سے لیا، اور دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ ان لوگوں نے ان کی مہمان نوازی نہیں کی اس لئے انھوں نے یہ بدل حاصل کیا، اور میری رائے نہیں ہے کہ رقیہ کے لئے خود کو فارغ کرنے والا بدل لے اور اسے پابندی سے وصول کرے کیونکہ اس کے جواز کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے اور جہاں تک نبی ﷺ کے اصحاب کے واقعے سے دلیل پکڑنے کی بات ہے تو اس میں جو کچھ ہے آپ نے سن لیا اور اس طرح کے معاملات میں پرہیز بہتر ہے اور یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے اور وہ یہ کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کا رقیہ کے لئے سفر کرنا، گویا اس میں راقی کے متعلق اعتقاد بیٹھ گیا ہو جبکہ عام طور پر جن شہروں میں وہ سفر کرتا ہے جہاں اس سے رقیہ طلب کیا جاتا ہے وہاں ممکن ہے دسیوں اہل علم موجود ہوں جو رقیہ کر دیتے ہوں۔ ①

# معالی الدکتور الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل الشیخ حفظہ اللہ

## سابق وزیر برائے دینی امور مملکت سعودی عرب

## کے خطاب سے چند اقتباسات

ذیل میں موضوع سے متعلق ایک اہم تقریر کے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ تقریر شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ کی ہے جو سعودی عرب میں وزیر برائے مذہبی امور رہ چکے ہیں اس تقریر کا عنوان تھا: ''**الرقی و احکامھا**'' اور جہاں یہ تقریر ہوئی اس مجلس میں بطور سرپرست مفتی اعظم سعودی عرب علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ موجود تھے اور انھوں نے وزیر محترم کی اس تقریر پر اپنا جامع تبصرہ بھی کیا تھا، ہم نے وزیر موصوف کی تقریر میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات لئے ہیں، اسی طرح شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے تبصرے میں سے بھی کچھ اہم باتیں نقل کی ہیں۔ ایک خاص بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ شیخ صالح نے رقیہ کو پیشہ بنانے کی مخالفت کی ہے اور اس کا دروازہ بند کر دینے پر زور دیا ہے مگر شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے ان کی مخالفت کی نہ ان کی اس بات پر کوئی تبصرہ کیا ہے بلکہ انھوں نے اس کے وزن کو محسوس کرتے ہوئے اس پر خاموشی اختیار کی ہے جبکہ شیخ ابن باز کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جس بات کے مخالف ہوتے تھے اس کا برملا اظہار فرماتے تھے۔

① فتح الرب الودود في الفتاوى والردود ص :۳۹۴ ج ۲ للعلامة احمد بن يحيىٰ النجمى رحمه الله تعالیٰ بحواله Ruqya.net-

- **رقیہ کو پیشہ بنانا سب سے بڑی شرعی مخالفت ہے :**

**فرماتے ہیں : رقیہ کرنے والوں کی مخالفتیں :**

(یعنی اصولی یا شرعی مخالفتیں) ان میں سب سے بڑی مخالفت تو یہ ہے کہ قرأت اور رقیہ (جھاڑ پھونک) کو پیشہ بنا کر اس کے لئے کامل طور پر فارغ ہو رہنا، اور یہ بات معلوم ہے کہ لوگوں کو تو رقیہ (جھاڑ پھونک) کی حاجت رہتی ہی ہے، مگر اسی کے لئے فارغ ہو رہنا نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے دور میں صحابہ کرام کا طریقہ نہیں رہا ہے، حالانکہ رقیہ کر دینے والے ان میں بھی موجود تھے مگر (اسی کا ہو رہنے والا کام) صحابہ اور تابعین کا طریقہ نہیں رہا ہے، یہ روش متاخر زمانوں میں شروع ہوئی ہے، سلف صالحین کا جو طریقہ رہا ہے، اور سنت جس پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائیوں کو نفع پہنچا دے اس کے لئے چاہے کچھ معاوضہ بھی لے لے یا بلا معاوضہ ہی یہ کام کر دے، مگر اسی کے لئے فارغ ہو کر نہ بیٹھ جائے کہ بالکل ایسے ہی اس کو اپنا پیشہ بنا لے جیسے طبیب (علاج کے لئے) فارغ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور اس کا یہ پہلو تو اس اعتبار سے ہے کہ حاجت اور ضرورت کے پائے جانے کے باوجود پہلے زمانے میں یہ صورت موجود نہیں تھی۔

- **رقیہ کا پیشہ اختیار کرنے والے ممنوع اور غیر شرعی کام کرتے ہیں :**

- اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم نے دیکھا کہ جو لوگ اس کام کے لئے فارغ ہو کر بیٹھ گئے انھوں نے اپنی فراغت کی وجہ سے بہت سی ممنوع چیزوں کا ارتکاب شروع کر دیا، جو لوگ رقیہ ہی کے کام پر لگ جاتے ہیں ان کے یہاں آپ کو بہت سی مخالفتیں ملیں گی، کیونکہ ایسے لوگوں کو کچھ کاموں کے کرنے کی اور کچھ کو ترک کرنے کی حاجت پیش آنے لگتی ہے، انھوں نے بلا برہان کچھ چیزیں بھی فروخت کر دیں، کچھ لوگوں نے کیسٹوں کے ذریعہ رقیہ کیا، آوازوں کا ذریعہ اپنایا کہ رقیہ کرنے والا ایک کمرے میں پڑھ رہا ہوتا ہے اور دوسرے کمروں میں لوگوں کے کانوں میں ائیر فون لگے ہوتے ہیں، اسی طرح کی حرکتیں ہوتی ہیں جو وارد شدہ طریقے کی مخالف ہوتی ہیں، اسے سد ذریعہ کے طور پر بند کر دینا چاہیے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے یہ لوگ مذموم چیزوں کی طرف جاسکتے ہیں، ان قراء کا توسع انہیں ناجائز امور کی طرف لے جاسکتا ہے، یا وہ ایسی باتوں کا ارتکاب کر سکتے ہیں جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے۔

- **راقی حضرات کا جنوں سے مدد لینا سخت منکر کام ہے :**

ان (رقیہ پڑھنے والے) قراء میں ایک مخالفت اور بھی پائی جاتی ہے اور یہ پہلے سے بھی زیادہ سنگین ہے، اور وہ

یہ ہے کہ ان میں سے بعض لوگ اپنے قرین (ساتھی) جن سے کام لیتے ہیں، اور وہ لوگ اس ضمن میں ایک شبہ بھی لاتے ہیں جو ان میں سے کچھ لوگوں میں چل بھی پڑا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ہم تو مسلمان جن سے یا اپنے مسلمان قرین سے مدد لیتے ہیں، میں تو حاضری کے وقت مسلم جنوں یا اپنے قرین سے مرقی (یعنی مریض) کے حالات جاننے کے لئے مدد لیتا ہوں کہ آیا اسے نظر لگی ہے؟ یا جادو ہے؟ یا اس کے اندر ایسا اور ویسا ہے؟

جبکہ جنوں سے مدد لینا اصولی اعتبار سے ممنوع ہے، بعض علماء نے صرف اس کی اجازت دی ہے کہ کبھی - یعنی نادر طور پر - اگر جن نے کسی مسلم کو اپنے ایمان کے متعلق بتا دیا تو وہ ایسا کر سکتا ہے؛ مگر یہ نہ تو نبی ﷺ کا طریقہ تھا نہ ان کے صحابہ کا؛ بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ فرماتے ہیں: جنوں سے متعلق نبی ﷺ کی دو حالتیں ہیں:

**اول:** یہ کہ وہ انہیں حکم دیتے ہیں اور روکتے ہیں؛ توحید کا حکم دیتے ہیں اور اس کی ضد (یعنی شرک) سے روکتے ہیں؛ کیونکہ وہ بھی مکلف ہیں اور امر ونہی کے معاملے میں وہ بھی دوسروں کی طرح ہیں۔

**اور دوسری:** جنوں کے ساتھ یعنی جن شیطانوں کے ساتھ یہ ہے کہ وہ ان کے شر سے اللہ جل وعلا کی پناہ مانگتے ہیں، اور ان کے شرور (برائیوں اور اذیتوں) کو دور رکھنے کے لئے محمود ومشروع رقیوں (یعنی دعاؤں اور استعاذوں) کے ذریعہ رقیہ کرتے ہیں۔

مگر جن سے استعانت (یعنی مدد مانگنا) - گو وہ حاضر ہو - نبی ﷺ کا طریقہ تھا نہ ان کے صحابہ کا - اور علماء میں سے جس نے اس کی اجازت دی ہے وہ بس یوں ہے کہ جب وہ کسی متعین حالت میں پیش ہو، اور اسے رقیہ کی حالت میں نہیں ہونا چاہیے۔

لہٰذا جنوں سے استعانت (مدد مانگنے) کو ترک کر دینا واجب ٹھہرا، کیونکہ یہ اللہ جل وعلا کے ساتھ شرک اور شرک کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔

- **جنوں سے مدد لینے والوں نے امت کو بڑی مصیبت میں ڈال دیا:**

- پھر یہ بھی ہوا کہ جن لوگوں نے جنوں سے مدد لی نتیجے میں انھوں نے مصیبتیں ڈال دیں، فرقت پیدا کر دی، جنھیں یہ مسلم جن سمجھتے رہے ان کی خبروں سے دلوں میں کینے پیدا ہو گئے، وہ انہیں بتاتے ہیں کہ اس شخص کو نظر لگی ہے اور یہ نظر اس کی دوسری بیوی نے لگائی ہے، ایک لڑکی کی طرف سے ہے، یا جادو ہے، یا ایسا ہے اور وہ فلاں سے ہے، اور وہ اس جن کی بتائی ہوئی خبریں لوگوں کو بتاتا ہے، جبکہ جن کی خبروں کی قبولیت اس بات پر موقوف ہے کہ وہ عادل ہے، ثقہ ہے، اور جن اگر کسی انسان کا قرین بھی ہو اور اس کے ساتھ حاضر بھی ہو تو اس کی

عدالت معلوم نہیں ہوسکتی ہے، جن کی عدالت کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ عادل ہے یا غیر عادل، اسی لئے علمائے حدیث نے اصطلاح کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جن کی روایت مسلمان جنوں کی روایت ضعیف ہوتی ہے، کیونکہ روایت کی صحت عدالت کی معرفت اور ثقاہت کی معرفت پر موقوف ہوتی ہے، اور یہاں اس کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، تب بھلا وہ اس دعوے کے ساتھ کہ جن مسلمان ہے اس کی بتائی خبریں کیوں بیان کرتا ہے وہ کیوں یہ کہتا ہے کہ جن نے مجھے بتایا کہ اس پر فلاں عورت کی طرف سے جادو کیا گیا ہے، اس خاتون پر جادو ہے اور یہ جادو اس کے شوہر کی دوسری بیوی نے ۔اس کی سوکن نے ۔کیا ہے، یا اس کے باپ کی بیوی نے کیا ہے، یا اس کی پھوپھی نے کیا ہے، وہ یہ باتیں بتاتا ہے اور نتیجے میں کینہ پیدا ہوجاتا ہے، رشتہ داری ٹوٹ جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ کبھی یہ کہتا ہے کہ یہ بلا تمہارے شوہر کی طرف سے ہے، تمہارے شوہر نے یہ سب کچھ کیا تھا، اور اس پر اعتماد کرنا ناجائز ہے، جن سے مدد لینا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور مومنوں میں پیدا ہونے والی فرقت کو روکنے کا یہی ذریعہ ہے۔

- **راقیوں کے غیر مشروع طریقے اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کے حرام وسیلے :**

- راقیوں (جھاڑ پھونک کرنے والوں) کی مخالفتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ رقیہ کے متعلق مشروع امور کے سلسلے میں تساہل برتنے لگتے ہیں، اور لوگوں کی کثرت اور وقت کی قلت کے پیش نظر وہ اپنے رقیوں میں ایسے قسم قسم کے وسیلے استعمال کرنے لگے ہیں جو مشروع وسیلے کے مخالف ہیں؛ مثلاً : بعض لوگ مہریں بنوالیتے ہیں جن میں آیت ثبت ہوتی ہے، پھر ان میں زعفران کی روشنائی استعمال کی جاتی ہے کہ انہیں زعفران لگا کر کاغذ پر مہر کی جاتی ہے، میں نے ایک بڑی مہر اس کام کے لئے دیکھی ہے، جس سے کاغذ پر مہر لگائی جاتی ہے، اور یہ لازم ہے کہ مہر لگانے کے لئے اسے کاغذ پر مارا جائے، جبکہ اس میں قرآن کی آیت ہوتی ہے اور یہ قرآن کی بے حرمتی ہے، کیونکہ وہ پہلے قرآن کی آیت کو زعفران پر مارتے ہیں پھر کاغذ پر مار کر مہر لگاتے ہیں، اور یہ ایک مخالفت ہے؛ کیونکہ اس میں قرآن کی توہین ہے، اور قرآن کی توہین حرام ہے۔

- ان کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ (قرأتوں میں تقسیم کرکے) کہتے ہیں :

یہ معمولی قرأت ہے، یہ توجہ والی قرأت ہے۔
اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شاہی قرأت ہے۔
آخر کیسے ؟

کہتے ہیں : اس میں میں نے یہاں سے یہاں تک پڑھا ہے، یہ سب لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے، خلاف اصل ہے، اور اصل یہ ہے کہ بلاتفریق مشروع قرأت کی جائے، یہ نہ کہیں کہ یہ معمولی قرأت ہے پچاس ریال کی، اور ممتاز قرأت دوسو ریال کی ہے، جبکہ شاہی قرأت ہزار ریال والی ہے، اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ اول تو یہ کام منکر چیزوں کی طرف لے جاتا ہے، پھر یہ نصوص سنت میں وارد امور۔یعنی اصل رقیہ کے متعلق وارد امور۔ کے مخالف ہے، لہٰذا اس کام سے بچنا چاہئے اور اس کی مخالفت کرنی چاہیے، اور رقیہ کرنے والے آدمی کو ایک سچا مخلص انسان ہونا چاہئے، جو صرف مشروع طریقے پر انحصار کرتا ہو اور غیر مشروع طریقے کو ترک کر دیتا ہو، اور اس بات سے بھی چوکنا اور ہشیار رہنا چاہئے کہ کہیں شیطان اسے لغزش میں نہ ڈال دے۔

**یہ ان لوگوں کی بعض مخالفتیں ہیں جو (شرعی) رقیہ کرتے ہیں۔**

مگر دوسری طرف کچھ بڑی بڑی اور بھاری شرکیہ مخالفتیں بھی ہیں جن کا ارتکاب جادوگر، شعبدہ باز اور باطل کے ساتھ علاج کرنے والے کیا کرتے ہیں، وہ آپ کے پاس شرکیہ منتر لے کر آتے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا، وہ کچھ اوراق دیتے ہیں جن میں شیطانوں کے نام ہوتے ہیں، یا ان میں غیر معروف نام ہوتے ہیں، یا اسی طرح کی اور چیزیں ہوتی ہیں، خبردار خبردار اس سے ہشیار رہیں؛ کیونکہ یہ اللہ جل وعلا کے ساتھ شرک ہے، اور کبھی کبھی اس کے ساتھ۔العیاذ باللہ۔اللہ جل جلالہ کے سوا اوروں کے لئے جانور ذبح کرنے کے لئے کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے آدمی اللہ کے دین سے نکل جاتا ہے؛ کیونکہ یہ شرک اکبر ہے، عبادت کا کام ہے جسے صرف اللہ جل جلالہ کے لئے ہونا چاہئے، یا یہ رقیہ کرنے والا۔العیاذ باللہ۔اسے کچھ شرکیہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے، یا کفر کے کام کرتا ہے مثلاً قرآن شریف کی توہین کراتا ہے، اور ایسے ہی کام لیتا ہے جو اللہ جَلَّ جَلَالَهُ کے ساتھ کفر ہوتا ہے۔

اسی لئے تمام لوگوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کریں، انکار منکر کے لئے مل جل کر کام کریں۔

## منکرات کا ارتکاب کرنے والے راقیوں کی شکایت سرکاری اداروں تک پہنچانا دینی ذمہ داری ہے

- جس کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی قرأت میں یا رقیہ (جھاڑ پھونک) میں غیر شرعی طریقے شرک، شعبدے بازی اور دجل وفریب اپناتا ہے اس کی باتیں (ذمہ دار لوگوں) تک پہنچا دینا واجب ہے، آپ اس وقت

تک بری الذمہ نہیں ہو سکتے ہیں جب تک اس کے متعلق خبر نہ دے دیں، کیونکہ یہ لوگ زمین میں فساد مچانے والے ہیں جبکہ اللہ جل وعلا نے زمین کی اصلاح کا حکم دیا ہے اور اس میں فساد پھیلانے سے روکا ہے، فریضۂ تعاون کا تقاضا یہ ہے کہ اگر آپ کو یہ بات معلوم ہو جائے یا آپ اسے دیکھ لیں تو پھر لازم ہے کہ چپ نہ بیٹھیں، بلکہ اس بات کا پہنچا دینا آپ پر واجب ہو جاتا ہے، آپ اس کی بات کہاں پہنچائیں گے؟ متعلقہ اداروں تک پہنچائیں گے، ھیئۃ (الامر بالمعروف والنهي عن المنكر) تک، یا پھر امارت تک، یا قاضی شہر تک، یا عدالت تک یا اسی طرح کے ذمہ دار اداروں تک جس سے آپ کی ذمہ داری ادا ہو جائے اور آپ بری الذمہ ہو جائیں یا کچھ اہل علم تک پہنچا دیں جنھیں آپ جانتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو لیں، سکوت قطعی جائز نہیں ہے۔

- **رقیہ سے متعلق مسائل سے آگاہ رہنا تمام مسلمانوں کی دینی ذمہ داری ہے :**

یہ چند باتیں تھیں جو اس لیکچر کے موضوع کے متعلق تعمق کے بغیر قریب سے آپ کی بصیرت کو روشن کرنے والی ہیں، موضوع ہے: رقیے اور ان کے احکامات۔

تمام لوگوں کے لئے اس موضوع کا اہتمام لازم ہے، اور یہ بھی کہ وہ اپنے دین میں فہم حاصل کریں کیونکہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

- **اپنے گھر کی خبر رکھیں غفلت تباہ کن نہ ہو جائے :**

- اپنے گھر کی عورتوں اور جاہلوں کے متعلق چوکنا اور ہشیار رہیں کہ وہ کہیں ایسے قاریوں یا رقیہ کرنے والوں کے پاس نہ جائیں جنھیں اچھی طرح جانتے نہ ہوں اور ان کی عدالت وثقاہت، امانت اور رقیہ کا درست اور بہتر استعمال معلوم نہ ہو۔

- سب لوگوں پر وسائل شرک سے آگاہی اور ان سے پرہیز لازم ہے، سنت کی پابندی اور اس میں پائی جانے والی رہنمائی اور وضاحتوں کا اہتمام ناگزیر ہے، کیونکہ ہر خیر سنت محمد علیہ الصلاۃ والسلام کی اتباع میں ہے، اس لئے کہ انھوں نے ہر خیر کی رہنمائی فرما دی ہے کچھ باقی نہیں چھوڑا ہے اور ہر شر سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے اور اس سے دور رہنے کی تلقین کر دی ہے، چنانچہ انھوں نے ہمیں مشروع رقیہ کا طریقہ بھی بتا دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ رقیہ قرآن سے ہو یا آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے جن معروف دعاؤں کی طرف رہنمائی فرمائی ہے ان سے ہو، اسی طرح انھوں نے ہمیں شرکیہ رقیوں (دعاؤں اور منتروں) کے شر سے اور انہیں جیسی چیزوں سے جو ان کی طرف لے جانے والی ہوں روک دیا ہے۔ اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیں ہر خیر کی ترغیب دی ہے۔

**شیخ کے محاضرے میں اور بھی بہت سی اہم باتیں موجود ہیں جن کا ذکر فائدے سے خالی نہیں اس لئے ان میں سے کچھ اہم نکات پیش کئے جا رہے ہیں :**

**فرماتے ہیں :**

ایک مسلمان کے لئے رقیہ کے متعلق علم رکھنے کی اہمیت اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ رقیوں میں مشروع وممنوع کے درمیان خلط ملط واقع ہو چکا ہے، شرعی رقیوں (جھاڑ پھونک اور دعاؤں) میں بدعی رقیوں (یعنی شرعی اعتبار سے بدعت اور ناجائز رقیوں) کی آمیزش ہو چکی ہے؛ بلکہ شرکیہ رقیے بھی اس میں داخل ہو چکے ہیں... لہٰذا شرعی رقیوں اور ممنوع رقیوں کے متعلق آپ کو بصیرت حاصل رہے یہ بہت اہم بات ہے کیونکہ اسی سے مشروع اور شرک اور وسائل شرک کے درمیان فرق ظاہر ہوگا۔

- **کسی کی ظاہری شخصیت سے دھوکہ نہ کھائیں اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیں :**

- اور بہت سے لوگ اس جھانسے میں آجاتے ہیں کہ رقیہ کرنے والا نیک آدمی ہے، یا دوا کرنے والے کی ظاہری نیکی کی وجہ سے وہ پھنس جاتے ہیں، چنانچہ جب وہ ان کے لئے کچھ چیزیں تجویز کرتا ہے، یا اذکار بتاتا ہے، یا اوراد متعین کرتا ہے یا اسی طرح کی چیزیں بتاتا ہے تو وہ اپنی ان تجویزوں میں اس کے ساتھ خیانت سے کام لیتا ہے اور اسے غیر مشروع چیزوں کی طرف پھیر دیتا ہے، اور اس کی رہنمائی کسی ایسے کام کی طرف کرتا ہے جس میں بدعت ہوتی ہے یا شرک ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اس لئے آپ پر واجب ہے کہ آپ اس وقت تک کوئی رقیہ استعمال نہ کریں جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ مشروع ہے؛ کیونکہ اصل اس میں منع (ممانعت) ہے اور صرف وہی اس ممانعت سے باہر ہے جو (شرعی طور پر) جائز ہے، اور اس کی کچھ شرطیں ہیں جن کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

- **خودساختہ قرآنی علاج کرنے والے امت کے لئے فتنہ بن چکے ہیں :**

- اس موضوع کی اہمیت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ بلاد اسلام میں بہت سے وسائل شرک ان خودساختہ معالجوں اور دواؤں اور قرآن کے ذریعہ علاج کرنے والوں کے ذریعہ ہی پھیلے ہیں، ان میں کچھ شعبدہ باز اور جادوگر بھی ہوتے ہیں جو - العیاذ باللہ - جن اور جنوں کے شیطانوں سے کام لیتے ہیں۔

# نجد میں شرک خود ساختہ معالجین کے ذریعہ پھیلا تھا

- ابن بشر نے تاریخ نجد کے شروع میں بیان فرمایا ہے کہ نجد میں شرک کے پھیلنے کا ایک سبب خود ساختہ معالجین اور دوائیں کرنے والوں کا ورود بھی ہے جو اہل بادیہ میں سے ہوتے تھے اور پھلوں کی پیداوار کے زمانے میں دیہاتوں میں آجایا کرتے تھے، تب لوگوں کو ان کی ضرورت ہونے لگتی تھی، یا تو جھاڑ پھونک کرانے کے لئے یا دواؤں کے لئے، پھر ان لوگوں نے انہیں شرک کرنے کا حکم دیا اور غیر مشروع کاموں کی تلقین کی، اس طرح۔ابن بشر رحمہ اللہ کے مطابق۔ان جاہلوں کے ذریعہ یا شعبدہ بازوں اور جادوگروں کے ذریعہ بہت کچھ شرک وفساد پھیل گیا، اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے کیونکہ طبیعتیں اس بات کی شدید خواہاں ہوتی ہیں کہ انہیں لاحق تکلیفیں دور ہو جائیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ان کا کام مشروع طریقے پر بنے یا غیر مشروع طریقے پر۔اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ جل وعلا نے اپنے رسول پر جو باتیں نازل فرمائی ہیں ان کے حدود کا علم امور عقیدہ اور امور احکام سب میں مطلوب ہے۔

اور یہ موضوع توحید اور عقیدے سے جڑا ہوا ہے، لہٰذا اس کے متعلق علم حاصل کرنے کا اہتمام ہر مسلمان کو کرنا چاہئے اور اس کے متعلق اللہ جل وعلا کے حکم کی معرفت ضرور حاصل کرنی چاہئے ...

# ایک بدعتی اور ممنوع رقیے کی مثال جس میں کوئی شرک نہیں پایا جاتا ہے

- **آگے ایک جگہ فرماتے ہیں :**

جو چیزیں اس میں یعنی ممنوع رقیوں میں داخل ہوتی ہیں ان میں بدعتی رقیے بھی ہوتے ہیں یا وہ رقیے ہوتے ہیں جن میں حد سے تجاوز پایا جاتا ہے، مثلاً ایک شخص رقیہ تالیف کرتا ہے، یا کوئی شخص رقیہ میں اجتہاد کرتا ہے جس میں حد سے تجاوز پایا جاتا ہے جیسا کہ یہ ایک رقیہ ہے جو بعض علماء کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ:

میں نے حاسد کی نظر خود اس کی طرف اور اس کے نزدیک سب سے عزیز شخص کی یا اس کے نزدیک سب سے محبوب آدمی کی طرف پلٹ دی۔

نظر لگانے والے نے زیادتی کی؛ مگر اس کے محبوب ترین لوگوں: اس کے والد، یا اس کی والدہ، یا اس کے رشتہ دار یا اس کے لڑکے نے زیادتی نہیں کی، پھر نظر ایسوں کی طرف کیوں لوٹائی جائے جنھوں نے زیادتی نہیں کی ہے؟

اس پکار میں گناہ ہے، کیونکہ اس کے اندر دعا میں حد سے تجاوز پایا جاتا ہے، لہٰذا یہ بدعتی دعاؤں یا رقیوں میں سے ہے، اگر چہ اس کا ذکر زاد المعاد میں ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی ایک گفتگو کے درمیان فرمایا ہے۔

لہٰذا اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ رقیوں میں اصل ممانعت ہے بجز ان کے جو جائز ہیں (یعنی شرعی اعتبار سے جائز ہیں)

- فیضی عرض کرتا ہے کہ یہ سلفی حس ہے کہ سب کی باتیں قرآن وسنت اور ان سے مستنبط وماخوذ اصولوں پر پیش کی جائیں پھر جن کی باتیں مذکورہ اصولوں پر کھری اتریں انہیں قبول کر لیا جائے ورنہ قائل چاہیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، مفتی اعظم شیخ ابن باز یا اور بھی کوئی چھوٹی بڑی شخصیتیں ہوں ان کی باتوں کو بصد ادب واحترام رد کر دیا جائے۔
- ایک حقیقت شیخ کے کلام میں یہ بھی واضح ہوئی کہ رقیہ کا معاملہ عادات سے یا ان دنیاوی منفعت کی چیزوں سے نہیں ہے جن میں اصل جواز ہوتا ہے بلکہ اس کا تعلق ان شرعی امور سے ہے جس میں اصل ممانعت ہوتی ہے اور اس سے متعلق صرف وہی چیزیں جائز ہوتی ہیں جو دلائل سے ثابت ہوں۔

## شیخ آگے فرماتے ہیں :

اس سے آپ کی رہنمائی اس بات کی طرف ہوتی ہے کہ چھان بین آپ پر واجب ہے، اور ایسا نہیں ہے کہ رقیہ آپ کسی بھی شخص سے قبول کر لیں، اور جس کسی کے متعلق کہہ دیا جائے کہ یہ راقی ہے بس اس کے پاس بھاگے چلے جائیں، کیونکہ یہ علم وہدایت کی بات نہیں رہی ہے، جب آپ کے سامنے کوئی رقیہ آئے، یا کسی چیز کی طرف آپ کی رہنمائی کی جائے، یا وہ کتاب وسنت سے نہ ہو تو اسے کسی اہل علم کے سامنے پیش کریں وہ آپ کو بتادیں گے کہ یہ جائز ہے یا نہیں ...

- **اچھا اور صحیح راقی لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی کرتا ہے نہ فتوحات گناتا ہے نہ لوگوں کو اپنی ذات سے وابستہ کرتا ہے**

### آگے ایک جگہ فرماتے ہیں :

راقی کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس پر رقیہ کر رہا ہو اسے اللہ سے جوڑے، مریض کو اپنی ذات سے نہ وابستہ کرے، اور اپنے آپ پر عظمت کا رنگ چڑھا کر نہ پیش کرے، یہ نہ ظاہر کرے کہ لوگ اس کے رقیہ سے فائدہ

اٹھا رہے ہیں، اور بہت ساری کہانیاں لے آئے کہ میں نے فلاں مرض سے شفا دیا، میں نے پڑھا اور کینسر سے شفا ہوگئی، میں نے فلاں پر پڑھا اور فلاں مرض سے اسے چھٹکارا دلایا، جن پر رقیہ پڑھتا ہے ان کے سامنے خود کو بڑا بنا کر پیش نہ کرے، اچھے راقی کی ایک خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ خشوع وخضوع کا حامل ہوتا ہے اللہ جل وعلا کے سامنے خود کو جھکائے رکھتا ہے، اسے خود پسند اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے والا نہیں ہونا چاہیے، اللہ عز وجل نے اسے جو صلاحیت عطا فرمائی ہے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچادے اور اپنی بڑائی کا اظہار نہ کرے، لوگوں کو خود سے نہ جوڑے، بلکہ لوگوں کو ان مشروع اذکار و اوراد کے ساتھ وابستہ کردے جو سنت میں ثابت ہوں، اور ایسا ہی کام کرے، انہیں بھلائی کی ترغیب دے اور برائی سے روکے، اور ان کے لئے اسباب خیر کا راستہ کھول دے، جبکہ حقیقت میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ بہت سے لوگ بالخصوص جاہل عوام اور خواتین راقیوں کے ساتھ خود کو وابستہ کر لیتی ہیں اور اسی کی حیثیت پر اعتماد کر لیتی ہیں، راقی کہتا ہے: میں نے فلاں کو ایسے دم کر دیا جبکہ ممکن ہے اس نے ایک لفظ بھی نہ پڑھا ہو، یا بہت معمولی پڑھا ہو، یوں ہی کیا ہو، مطلب یہ کہ اس نے کچھ زیادہ کوشش نہیں کی، درست طریقے کی جستجو نہیں کی نفع بخش آیتیں وغیرہ نہیں پڑھیں، بس نام کر دیا، یہ اچھی بات نہیں ہے، اور راقی کو یہ چاہیے کہ وہ لوگوں کو یہ سمجھائے کہ نفع دینے والا تو اللہ ہی ہے، میں تو بس ایک صاحب سبب ہوں اور رقیہ بھی ایک سبب ہی ہے، انہیں اچھے اچھے اوراد سکھائے، خیر بتائے اور شر سے روکے۔

● اچھے راقی کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ خود کو لغزشوں اور فتنوں کے حالات اور مواقع سے دور اور محفوظ رکھے، بالخصوص عورتوں پر رقیہ پڑھنے کے سلسلے میں احتیاط برتے کیونکہ ممکن ہے رقیہ کے نام پر عورت کے ساتھ خلوت کی وجہ سے شیطان کو انسان پر داخلے کا راستہ مل جائے، یا جب وہ کسی خاتون پر ہاتھ رکھے یا ایسا ہی کوئی اور کام کرے جو شرعی طور پر ممنوع ہے تب شیطان کو اس پر راہ مل جائے۔

لہٰذا جھاڑ پھونک کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ شیطانی وسائل اور فتنے کی راہوں سے بچتا رہے ورنہ ممکن ہے -العیاذ باللہ- کہ دینی فتنے ہی کا شکار ہو جائے، اور کچھ رقیہ پیشہ لوگوں کے ساتھ ایسا ہو بھی چکا ہے۔

## سب کے شیخ عزت مآب علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کا تبصرہ...

● **بہت سے راقیوں کے پاس رقیہ سے متعلق بصیرت نہیں ہوتی اس لئے ہر ایرے غیرے سے رقیہ نہ کرائیں :**

ہم سب نے یہ گرانقدر تقریر سنی جو صاحب فضیلت جناب شیخ صالح بن عبدالعزیز بن ابراہیم آل شیخ جزاہ اللہ خیراً أوضاعف مثوبتہ نے پیش فرمائی ہے۔

اپنے موضوع پر یہ ایک گرانقدر تقریر ہے جو لائق توجہ واہتمام ہے.... تمام لوگوں کو میری پختہ نصیحت ہے کہ آپ لوگوں نے رقیہ کے سلسلے میں جو فوائدے اور ارشادات سماعت فرمائے ہیں ان پر عمل پیرا ہوں، بہت سے راقیوں (جھاڑ پھونک کرنے والوں) کے پاس رقیہ کے متعلق بصیرت نہیں ہوتی ہے، اور ان میں سے بہتوں سے کچھ ایسے کام ہوجاتے ہیں جو نامناسب ہوتے ہیں، ایک مومن کو چاہئے کہ جب اسے رقیہ مطلوب ہوتو وہ خیر کے ساتھ مصروف لوگوں، استقامت کے ساتھ معروف لوگوں اور علم کے ساتھ معروف لوگوں کی جستجو کرے تاکہ مخالف شرع امور میں نہ جاپڑے.... لہٰذا راقی (جھاڑ پھونک کرنے والے) اور مرقی (جس کا رقیہ کیا جارہو) دونوں کو چاہیے کہ وہ بھروسہ اللہ ہی پر رکھیں اور اپنا تعلق اللہ سے جوڑیں اور اس بات پر ایمان رکھیں کہ نقصان اور نفع، دینا اور روکنا، اور شفاء اور عافیت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور دل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ جڑے رہیں اور اس سے مطمئن رہیں، راقی اور مرقی (جس پر رقیہ کیا جارہا ہو) دونوں اس بات کا یقین رکھیں کہ شفاء اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اپنی امیدیں اللہ ہی سے وابستہ رکھیں، اور اللہ سے دعا کریں کہ اسباب نفع بخش ہوجائیں خواہ وہ اسباب رقیہ کی شکل میں یا داغنا ہو یا دیگر دواؤں کے ذریعہ علاج ہو..... اور جیسا کہ آپ نے سنا رقیہ کی تین شرطیں ہیں :

**اول :** یہ کہ رقیہ قرآن سے ہو، یا احادیث میں وارد دعاؤں سے ہو، یا مباح دعاؤں اور واضح ومباح چیزوں سے ہو، مگر یہ کہ وہ مجہول ناموں یا مجہول چیزوں کے ذریعہ ہو یا (ملی جلی چیزوں کے ذریعہ ہو) یا غیر اللہ سے تعلق جوڑ کر کیا جائے، یا جنوں کے توسل سے ہوتو یہ سب کام ممنوع ہیں، اس معاملے میں لازم ہے کہ رقیہ واضح چیزوں کے ساتھ ہو، وہ آیات ہوں، احادیث ہوں یا ایسی واضح اور مباح چیزیں ہوں جن میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔

**دوم :** شریعت کی مخالف چیزوں یا مجہول ناموں کے ذریعہ رقیہ جائز نہیں ہے۔

**سوم :** اس سلسلے میں ہمارا اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ رقیہ بس ایک سبب ہے اور شفا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ جل وعلا ہی شفا دیتا ہے، یہ سب بس اسباب ہیں۔

- **یہ سب باطل اور جھوٹ ہے، جنوں کی باتوں پر اعتماد جائز نہیں :**

**اور جس بات کی تنبیہ ہونی چاہئے - جیسا کہ فضیلۃ الشیخ صالح نے بھی اس کی تنبیہ فرمائی ہے - وہ یہ ہے کہ :**

جنوں سے کچھ پوچھنے اور سوال کرنے سے دور رہیں، اور ان کی باتوں پر اعتماد نہ کریں، وہ کہتا ہے: اس کی بہن نے اس پر جادو کر دیا ہے، یا اس کی سالی نے یا اس کی ماں نے یا فلانہ نے یا فلاں نے۔ یہ سب باطل ہے، یہ سب جھوٹ ہے، اس پر اعتماد کرنا جائز نہیں، راقی کے لئے ان سے سوال کرنا اور ان کی باتوں پر اعتماد کرنا جائز نہیں: کیونکہ ان میں جھوٹے بھی ہوتے ہیں، مجہول بھی ہوتے ہیں، فاسق اور کافر بھی ہوتے ہیں، اس لئے نہ اس پر اعتماد جائز ہے نہ ان سے پوچھنا جائز ہے، بس اس کا رقیہ کر دیں، اور اگر اس کے اندر جن ظاہر ہو تو بس اس سے نصیحت ہی کی بات کرے، اسے سمجھائے اور انسان کے اندر باقی رہنے سے ڈرائے کہ یہ ظلم ہے، اور جائز نہیں ہے، اس پر اس کے اندر سے نکل جانا واجب ہے، اور اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، اگر مسلم ہو تو اللہ کو نگاہ میں رکھے اور ظلم کے انجام سے ڈرے۔

مگر یہ کہ اس بارے میں اس کی تصدیق کرے کہ میں فلاں کے سبب سے اس کے اندر داخل ہوا یا فلانہ نے کیا اور فلانہ نے کیا، تیری بہن نے، تیری ماں نے، یا تیری بھابھی نے یا تیرے پڑوسی نے یا فلاں نے، ان سب سے بچنا واجب ہے، اور ان جھوٹے جنوں کی تکذیب نہ کرے۔ بلکہ راقی انہیں وعظ ونصیحت کرے، انہیں نکل جانے کا حکم دے، اور یہ بتائے کہ وہ ظلم کر رہے ہیں، اگر مسلم ہو تو اللہ سے ڈرو اپنے بھائی پر ظلم نہ کرو اور اگر غیر مسلم ہو تو بھی ظلم سے بچنا واجب ہے، کیونکہ اس کا انجام بھیانک ہوتا ہے، اس طرح وہ ایک مسلم کے اندر باقی رہنے سے اسے ڈرائے، اور یہ بتائے کہ یہ ظلم ہے جس سے گریز واجب ہے۔

بہر حال راقیوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں، اور اسے نگاہ میں رکھیں، قرآنی آیات، نبوی دعاؤں اور مباح دعاؤں سے ہی رقیہ کریں، اور جن اسباب کو اللہ نے حرام کر دیا ہے ان حرام کردہ اسباب سے بچیں اور دور رہیں، جھوٹ بولنے سے پرہیز کریں، جن کی تصدیق، یا اس سے سوال کرنے یا جنوں پر اعتماد کرنے سے گریز کریں... [1]

[1] دیکھئے : الرقى وأحكامها لصالح بن عبدالعزيز آل الشيخ... شبكة السحاب السلفيه اور دیگر مواقع۔

# رقیہ کے لئے فراغت کے متعلق
# فضیلۃ الشیخ علامہ محدث عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ

سابق وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

## کا فتویٰ

**فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن العباد حفظہ اللہ سے سوال ہوا :**

''اس وقت کچھ قاری حضرات بیماری کے رقیہ (جھاڑ پھونک) کے لئے خاص ہوکر رہ جاتے (اسپیشلسٹ بن جاتے) ہیں، اس کام کے لئے وہ کلینک کھول لیتے ہیں، یا اپنے گھر ہی میں شروع کر دیتے ہیں، اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟

جواب میں فرمایا: ''لوگوں کو نفع پہنچانا اچھا ہے، مگر اس توسع کے ساتھ نہیں، اس اوچھے پن کے ساتھ نہیں جیسا کہ ہو رہا ہے، یہ توسع اچھا نہیں ہے، یہاں تک کہ بعض لوگ اپنے پاس علاج کرانے والوں کی کثرت کی وجہ سے متعدد اشخاص پر (ایک ہی بار میں) پڑھتے ہیں اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور یہ حضرات لوگوں کو پھونکا ہوا پانی بیچیں یہ توسع نامناسب ہے۔[1]

# فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر علی بن محمد بن ناصر الفقیہی حفظہ اللہ

(عميد شؤون المكتبات بالجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة و أمين عام الجامعة الإسلامية و رئيس مجلس شؤون الدعوة و عضو هيئة التدريس بالدراسات العليا)

# کی کتاب الرقية الشرعيه من الكتاب والسنة کے اقتباسات جو اس موضوع سے متعلق ہیں

- **رقیہ سنٹروں نے فساد عقیدہ اور فتنوں کا دروازہ کھول دیا ہے اس لئے انہیں بند کر دینا چاہیے**

**شیخ اپنی اس کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں :**

انسانوں کو جنوں کے لاحق ہونے کا انکار معتزلہ جیسے اہل بدعت اور بہت سے ڈاکٹروں کے سوا کوئی

[1] شرح سنن ابی داود: ۱۳/ ۳۹۱۔

نہیں کرتا ہے۔

اور حالت یہ ہے کہ آخری زمانے میں رقیہ شرعیہ کے نام سے کلینکیں (اور سینٹروں) سے پہلے معروف یہی تھا کہ جسے صرع (دماغی دورے) کا مرض لاحق ہوتا تھا وہ امام مسجد یا قاضی، یا قاریٔ قرآن کے پاس چلا جاتا تھا اور وہ جن زدگی کی مشکل میں اس کا رقیہ کر دیا کرتے تھے۔

سلف میں یہ بات کبھی نہیں جانی گئی کہ کسی نے اس عمل کے لئے خود کو فارغ کیا ہو اور خود کو مشتہر کرنے کے لئے ایسے پروپیگنڈے کئے ہوں جو آج ہم سن رہے ہیں۔

ان پروپیگنڈوں نے کمزور ایمان لوگوں کو بہت بودا کر دیا ہے، اب جو شخص اپنے اندر ذرا کچھ محسوس کرتا ہے وہ اپنے شہر سے کوچ کر کے اس شہر چلا جاتا ہے جس میں وہ کلینک واقع ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب آپ ان کلینکوں کا دورہ کریں گے تو آپ کو ان کے سامنے لوگوں کی ایک بھیڑ ملے گی جو بڑی تعداد میں ہوگی، وہ اپنے اوپر جنوں کی ستم رانیوں کی شکایتیں لئے حاضر ہوتے ہیں۔

- اور جیسا کہ میں نے عرض کیا جنوں کے تلبس اور لاحق ہونے کا انکار اہل بدعت کے سوا کوئی نہیں کرتا ہے، مگر اس دروازے کو کھول دینے سے کمزور ایمان والے لوگوں کے دلوں میں ابلیس کے وسوسہ پیدا کرنے کا دروازہ بھی کھل گیا ہے۔
- مشروع رقیہ تو اللہ کی کتاب بلکہ سورۂ فاتحہ اور معوذات سے ہوتا ہے، اور ہم ایسے زمانے میں ہیں جس میں تعلیم عام ہو چکی ہے اور حفاظ قرآن ہر شہر، ہر قریہ اور دور دراز کے دیہاتوں میں بھی موجود ہیں۔
- اور مسلمانوں کے عقیدے کی حفاظت علماء اور حکام کا فریضہ ہے۔

اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ ان کلینکوں (رقیہ سینٹروں) کو بند کر دیا جائے جن میں مشروع رقیہ کے ساتھ ممنوع رقیہ بھی داخل ہو چکا ہے، اور لوگوں کو اس بات کی تعلیم دی جائے کہ جو شخص جن زدہ ہو، یا نظر بد کا شکار ہو، یا ڈنسا ہوا ہو تو وہ اپنی بستی کے سب سے قریب ترین شخص کے پاس چلا جائے، اور اس سے گزارش کرے کہ وہ قرآن اور سنت سے ثابت (دعاؤں) کے ذریعہ اس کا رقیہ کر دے۔ اور اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ ایک شہر سے دوسرے شہر تک کوچ کرتا پھرے۔[1]

---

[1] دیکھئے: الرقیہ الشرعیة - مقدمہ۔

- **ہر شہر اور علاقے میں کثرت سے رقیہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے موجود ہیں اس لئے رقیہ سنٹروں کی کوئی ضرورت نہیں :**

- **دوسری نصیحت کے تحت لکھتے ہیں :**

سوال یہ ہے کہ اگر اللہ کے حکم سے رقیہ فاتحۃ الکتاب (سورۂ فاتحہ) کے ذریعہ مفید ہے تو کیا ہر مکلف مسلمان جو نماز پڑھتا ہے اسے سورۂ فاتحہ یاد نہیں ہے؟

الحمد للہ! ہر شہر اور بستی میں اس سورہ کو یاد رکھنے والے موجود ہیں، ہم ایسے زمانے میں زندگی گزار رہے ہیں جس میں تعلیم عام ہو چکی ہے، یہاں تک کہ دیہاتوں اور جنگلوں میں بھی اس کا سلسلہ قائم ہے، اور مختلف عمر کے حفاظ قرآن ہر جگہ پائے جاتے ہیں، ان میں مرد بھی ہیں اور خواتین بھی اور الحمد للہ ائمہ مساجد اور مدرسین میں ایسے لوگ موجود ہیں جن میں نیکی اور تقویٰ متوفر ہے، کیونکہ سابقہ بیان کے مطابق اللہ کے کلام سے تاثر اور تاثیر کے لئے دو شرطوں کی فراہمی اہم ہے :

اول : کا تعلق بیمار سے ہے، اور وہ ہے صدق قصد (یعنی یقین واخلاص)

دوم : جس کا تعلق معالج یعنی راقی سے ہے، اور وہ ہے اس کی قوت توجہ اور دل کا مضبوط تقویٰ و توکل۔

- اور جب ہر شہر اور قریہ میں سورہ فاتحہ اور معوذات اور رقیہ میں نبی ﷺ کی ماثور دعا یاد رکھنے والے موجود ہیں۔جن کا ذکر آئے گا۔تو کیا یہ لازم ہے کہ فلاں ملک یا فلاں شہر میں کلینکیں (اور سینٹر) کھولے جائیں، اور لوگ رقیہ شرعیہ کے نام پر دور دراز کی مسافتوں سے بھاگ کر وہاں آئیں۔

- **رقیہ سنٹروں پر آنے والے مریضوں کی اکثریت وہمی یا نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوتی ہے :**

- اب جو ان کلینکوں (اور رقیہ سینٹروں) کا دورہ کرتا ہے اسے مردوں اور عورتوں کی بھیڑ نظر آتی ہے، ان کلینکوں کے گرد روزی کے طلبگار بھی جمع نظر آتے ہیں، مطلوبہ اشیاء اور تیل وغیرہ کی فروخت میں جو مقابلہ آرائی ہوتی ہے، وہ سب دیکھ کر ان عوام اور مثل عوام لوگوں کی حالت قابل رحم نظر آتی ہے، کیونکہ ان سب کا دل اسی شخص سے جڑ گیا ہے اور ان کے اندر یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ رقیہ تو بس یہی جناب کریں گے اور ان کے سوا کسی اور کے رقیہ سے شفاء بھی نہیں ملے گی۔

**حالانکہ ان پیشہ ور راقیوں میں سے کچھ منصف لوگوں کے ہی بتانے سے جنھوں نے ایک مدت دراز تک اس پیشے**

**میں وقت گزارا ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان سینٹروں کا قصد کرنے والے اکثر لوگ صرف وہم کا شکار ہوتے ہیں اور ان کے اندر نفسیاتی بیماریاں پائی جاتی ہیں، اور وہ سب اوہام، ضعف ایمان اور اللہ پر ضعف توکل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔**

- میں کہتا ہوں کھلنے والے ان سینٹروں نے اور ان کے متعلق کئے جانے والے پروپیگنڈوں نے کمزوریوں کو چند در چند کر دیا ہے۔ [1]

- **اور الوصية الرابعة (چوتھی نصیحت) کے تحت عنوان لگاتے ہیں :**

**جب رقیہ شرعیہ قرآن کریم اور سورۂ فاتحہ سے ہوتا ہے تو پھر یہ مناسب نہیں کہ رقیہ شرعیہ کے نام پر کلینکیں اور سینٹر کھولنے کی اجازت دی جائے۔**

**اسی عنوان پر آگے چل کر لکھتے ہیں :**

''جب ہمیں قرآن کریم اور رسول امین کی سنت سے رقیہ شرعیہ کا پتہ چل گیا، اور ہم الحمدللہ! ایسے زمانے میں ہیں جس میں علم و تعلیم عام ہے، کتاب اللہ کے حفاظ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے والے شہروں کو تو چھوڑ یئے قریوں اور دور دراز کے دیہاتوں میں بھی پائے جا رہے ہیں، اس حقیقت کا اظہار ہم نے اپنے آباء سے سنا ہے کہ پچاس سال پہلے انہیں کوئی دستاویز لکھنے والا یا خط پڑھنے والا اس وقت تک دستیاب نہیں ہوتا تھا جب تک کہ وہ قریہ در قریہ نہ گھوم لیں، اور جیسا کہ کہا کرتے تھے، جاؤ فلاں بستی میں فلاں فقیہ صاحب رہتے ہیں۔ مگر آج تو عالم یہ ہے کہ قریہ کیا بادیہ نشین بکریوں والوں میں بھی پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں، اس کا بیٹا یا بیٹی کوئی نہ کوئی خط پڑھ ہی دے گا۔

یہ وہ نعمت ہے جس کا احاطہ ہمیں شکر سے کرنا چاہیے، اور اس سے بڑی نعمت امن و استقرار کی نعمت ہے جو اکثر ملکوں میں مفقود ہے، کیونکہ امن و استقرار ہی سے علم و تعلیم کو فروغ حاصل ہوا ہے، اور آبادیاں کھڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے یہ آباء کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے ابناء کو اپنا ماضی بتائیں تاکہ وہ حاضر پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

**حصول مال و زر کے لئے راقیوں کی مقابلہ آرائی اور سینٹروں کے لئے پروپیگنڈے :**

- پھر جب کتاب اللہ کے پڑھنے والے ہر شہر، ہر قریہ اور ہر دیہات میں موجود ہیں تو کیا یہ مناسب ہے کہ رقیہ شرعیہ کے نام پر یہاں وہاں کلینکیں اور رقیہ سینٹر کھولنے کی اجازت دی جائے، اور بسا اوقات تو آپ کو ایک ہی شہر میں کئی کئی سینٹر مل جائیں گے۔ شروعات تو پہلے کوئی ایک ہی کرتا ہے، مگر جب دوسرے یہ دیکھتے ہیں کہ اس پر تو

---

[1] دیکھئے کتاب مذکور۔

لوگوں کا ہجوم امڈا پڑا ہے، مال کی بوچھار ہورہی ہے، تو ان کے اندر بھی رقابت پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ بھی اسی طرح کے سینٹر کھول کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر اپنے سینٹروں کی طرف لوگوں کو کھینچنے کے لئے تشہیری جال بنتے ہیں، اور ان میں سے اکثر جن زدگی کے علاج کے لئے کھولے جاتے ہیں۔

- اگر آپ ان میں سے کسی سینٹر کا دورہ کریں تو آپ کو وہاں لوگوں کی بہت بڑی تعداد نظر آئے گی، وہ سیکڑوں میں ہوں گے، بالخصوص سابقہ اوقات میں ایسے ہی مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں، لوگ دور دراز سے آتے ہیں، مالدار حضرات فضائی سفر کر کے آئے ہیں، دوسرے لوگ گاڑیوں سے آئے ہوئے ہیں، اس پیشے کا اختصاص رکھنے والوں سے جنوں کی ستم رانیوں اور جفاؤں کا دکھڑا سنا رہے ہیں۔ یہ کہانیاں یا تو خود ان پیشہ ور ماہرین کی طرف سے بیان کی جاتی ہیں اور ہم نے خود انہیں کی زبانی جنوں کا احوال سنا ہے، کہ ان کے پاس یوں اور یوں اور یوں ہوا، ڈھیروں قصے تھے (ان کی فتوحات کے)۔ یا پھر ان کارندوں کی زبانی بیان ہوتی ہیں جو یہاں تک عورتوں اور مردوں کو کھینچ لاتے ہیں، کیونکہ فریقین میں سے جن زدہ گاہکوں کی خوب کثرت ہے، اب اسپشلسٹ صاحب مردوں کا رقیہ کرتے ہیں، اس کے بعد خواتین کا رقیہ کرنے تشریف لے جاتے ہیں۔

## لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے اشتہاری وسیلے :

اسی طرح ان سینٹروں کے آگے آپ کو رزق کے متلاشی بھی نظر آئیں گے، جو خرید وفروخت کا سلسلہ چلائے رکھتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ لینے کو حرام کر رکھا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ انھوں نے اپنی گاڑیاں قطار کے ساتھ لگا رکھی ہیں، یہی ان کی چلتی پھرتی دکانیں ہیں، ان کے سامنے تیل کے کنستر رکھے ہوئے ہیں جو رقیہ میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور اب کچھ اور ترقی ہوئی ہے اس لئے آب زمزم کے بڑے بڑے کین بھی یہاں موجود ہیں، تاکہ تیل کی جگہ انہیں میں دم کر کے رقیہ کے تقاضے پورے کئے جائیں، ہاں یہ بات تو معلوم ہے کہ آب زمزم ہر اس مقصد کے لئے ہے جس کی خاطر اسے پیا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات بتائی تھی تو اس وقت آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس سے شفاء اس وقت ملے گی جب اس میں رقیہ کیا جائے گا۔ یہ لوگوں کو کھینچنے کا اشتہاری وسیلہ ہے، جبکہ نص سے اس کی تردید ہوتی ہے، جس میں کوئی شرط نہیں لگائی گئی ہے۔

## سلف میں کوئی بھی رقیہ کا کام کرنے کے لئے فارغ نہیں تھا :

- کوئی آدمی یہ سوال کر سکتا ہے کہ علمائے سلف صالحین میں سے کوئی ایسا بھی تھا جس نے خود کو کسی ایسے عمل

کے لئے فارغ کیا تھا جس کا نام رقیہ شرعیہ ہے، اب خواہ وہ رقیہ مفت کرتا رہا ہو، یا اس پر اس لئے اجرت بھی لے لیتا رہا ہو کہ وہ جائز ہے، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اسے ثابت کرسکتا ہے۔

● حقیقت یہ ہے کہ پہلے جب کسی کو کوئی عارضہ لاحق ہوتا تھا، خواہ وہ جن زدگی ہو۔جس کا انکار اہل بدعت کے سوا کوئی نہیں کرتا۔ یا نظر لگی ہو، یا زہریلے جانوروں نے ڈنس لیا ہو، اس طرح کا کوئی بھی معاملہ کسی کو درپیش ہوتا تو وہ گاؤں میں موجود اہل صلاح وتقویٰ میں سے کسی کے پاس بھی چلا جاتا تھا، خواہ وہ امام مسجد ہو، کوئی عالم ہو، یا قرآن کا قاری ہو، کوئی بھی ہو وہ اس کے سامنے اپنا معاملہ رکھتا تھا اور وہ رقیہ کردیتا تھا، بس کام ختم ہوجاتا تھا۔

## کچھ عرصہ پہلے جن زدگی کے واقعات شاذونادر ہی ہوتے تھے مگر ان رقیہ سینٹروں اور راقیوں کی برکت سے ان میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے :

● **میں سمجھتا ہوں :** محترم قارئین! آپ میرے ساتھ اس بات پر اتفاق کریں گے کہ آج سے تقریباً دس سال پہلے ہم لوگ جن زدگی کے حوادث کے متعلق شاذونادر ہی سنا کرتے تھے۔

کیونکہ جن بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں، اور اللہ نے انسانوں پر انہیں راستہ نہیں دیا ہے، البتہ وہ لوگ ان کا شکار ضرور ہوتے ہیں جو انہیں مانتے ہیں اور ان سے رشتہ قربت استوار کرتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کو وہ ستایا کرتے ہیں۔ ہاں کبھی کبھی ان میں کے خبیثوں کے ذریعہ کچھ اور لوگوں کو بھی نشانا بنالیا جاتا ہے، کیونکہ انہیں کوئی صورت پسند آجاتی ہے، یا پھر وہ کسی مسلمان کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں، اور ایسا نادر ہی ہوتا ہے، جیسا کہ بنی آدم کے شرپسند اپنے ہم جنسوں کو نقصان پہنچادیا کرتے ہیں۔

● چنانچہ انسانوں میں سے ایسے شاذ آدمی کا علاج شرعی حاکم کے ذریعہ کیا جاتا ہے، نظم ونسق کے ذمہ داران اسے دیکھ لیتے ہیں۔ اور اس خبیث جن کا علاج قرآن کے ذریعہ ہوتا ہے، کتاب اللہ کا کوئی بھی پڑھنے والا یہ کام کردیتا ہے، اور بات وہیں ختم ہوجاتی ہے جہاں یہ معاملہ اٹھتا ہے، اور ایک شہر سے دوسرے شہر کوچ کرنے یا فلاں یا علاں کی طرف جانے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی ہے کہ رقیہ بس وہی کرسکتا ہے، کیونکہ رقیہ قرآن وسنت سے ہوتا ہے۔ اور قرآن پڑھنے والا ہر جگہ موجود ہے، جو بھی صاحب صلاح وتقویٰ ہو وہ رقیہ کرسکتا ہے۔

● مگر ان رقیہ سینٹروں کے کھلنے اور ان میں طلب رزق اور جمع اموال کے لئے ہونے والی مقابلہ آرائیوں کے بعد تو جنات اپنے قید خانوں سے آزاد ہوکر لوگوں ہی پر آپڑے ہیں، یہ سب ان پروپیگنڈوں اور اشتہارات کا کرشمہ ہے، مگر محترم قارئین! حقیقت حال تو یہ بتاتی ہے کہ اس کثرت سے جنات انسانوں پر مسلط نہیں ہوتے ہیں، بلکہ ان

کی طرف سے جو واقعات ہوتے ہیں وہ شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں، جیسا کہ ان سینٹروں کے کھلنے سے پہلے ہوا کرتا تھا، اور اس بات کی شہادت خود وہ شخص دیتا ہے جو اسی طرح کا ایک سینٹر چلاتا رہا ہے، طویل تجربے کے بعد اس پر یہ راز منکشف ہوا، اور وہ خود جنوں کے متعلق بہت ساری حکایتیں سنایا کرتا تھا اور ان کی ستم رانیوں کی داستان بیان کیا کرتا تھا۔ مگر بعد میں اس پر یہ حقیقت کھلی کہ اکثر مرد و خواتین جن کا وہ علاج کیا کرتا ہے وہ جن زدہ نہیں ہوتے ہیں، بلکہ ان کے اندر نفسیاتی بیماریاں ہوتی ہیں، ہسٹیریا کی بیماری ہوتی ہے، اور کبھی انسان خود کو یا اپنے معالج کو فریب بھی دیتا ہے، اور اس کے متعلق یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ جن زدگی کا شکار ہے، حالانکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہوتی ہے، جن زدگی کے مریض انتہائی قلیل تعداد میں ہوا کرتے ہیں، بلکہ آنجناب نے تو کافی آگے بڑھ کر یہ دعوی کر دیا کہ جن انسان کو بجز ایک صورت کے لاحق ہی نہیں ہوا کرتا ہے، اور یہ وہ حالت ہے جسے زار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

- شطر اول میں تو ہم جناب سے متفق ہیں کہ ان مریضوں کی بھاری اکثریت ضعف ایمان، نقص توکل، اور اوہام کا شکار ہے، اور ان سینٹروں کے کھل جانے سے تو یہ دروازہ چوپٹ کھل گیا ہے، اور انہیں خوب فروغ حاصل ہوا ہے اور مذکورہ کمزوریاں ترقی پر ہیں، عوام اور مثل عوام لوگوں کی وابستگی انہیں سینٹروں کے ساتھ استوار ہو چکی ہے، کیونکہ خود کو لاحق ہونے والی بیماریوں میں ان کا دعوی جنوں کے خلاف ہی دائر ہوتا ہے۔ اور طبیبوں کا عالم یہ ہے کہ اللہ جنھیں بچائے انہیں چھوڑ باقی اس قسم کی بیماری کے معترف ہی نہیں ہیں، اس لئے مریض کو خواہ اس کی بیماری وہم کی ہو خواہ جن زدگی کی اس سینٹر والے صاحب کے علاوہ نہ کہیں اپنا علاج دستیاب ہوتا ہے اور نہ کوئی اسے جنوں سے انصاف دلاتا ہے۔

## حکام کو چاہیے کہ لوگوں کے عقیدے کی حفاظت کے لئے ان رقیہ سینٹروں کو بند کرا دیں :

- مگر شطر ثانی میں۔ جس میں جناب کا دعویٰ یہ ہے کہ جن صرف ایک ہی حالت میں کسی پر آتے ہیں جسے ''زار'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہم ان سے متفق نہیں ہیں۔ کیونکہ مذکورہ آیت کریمہ اور احادیث صحیحہ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ جنوں کا تلبس (انسانوں پر آنا) مطلق ہوتا ہے، اور کسی بھی وقت ہو سکتا ہے، اور زار وغیرہ کا نام سامنے آنے سے پہلے بھی جن زدگی کے واقعات ہوا کرتے تھے۔

- مگر پھر بھی میرا کہنا یہی ہے کہ یہ ایک خبر دار و تجربہ کار کی شہادت ہے جو عوام اور مثل عوام لوگوں کی حفاظت کے ذمہ دار حکام پر یہ واجب کر دیتی ہے کہ وہ لوگوں کے عقیدوں کو ان اوہام سے بچانے کے لئے جو ناجائز چیزوں کے اعتقاد کی طرف لے جا سکتے ہیں اسے مضبوط تھام لیں، کیونکہ ان راقیوں کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اور یہ سمجھنے کی

وجہ سے کہ اس مرض کی شفاء صرف انہیں کے پاس مل سکتی ہے لوگوں کا ایمان برباد ہوسکتا ہے، اور دجالوں کے لئے بھی دروازہ کھل جاتا ہے کہ وہ اس دعوے کے ساتھ منظر عام پر آئیں کہ وہ رقیہ شرعیہ کرنے والے ہیں۔

- **رقیہ کے متعلق عوامی بیداری پیدا کرنا ائمہ مساجد کی ذمہ داری ہے :**

- اس لئے مناسب یہی ہے کہ عوام اور عوام جیسے لوگوں کو اس کا متبادل دے کر وزارت برائے اسلامی امور (وزارة الشئون الاسلامية) کی طرف سے احکام صادر کرکے ان سینٹروں کو بند کردیا جائے اور ائمہ مساجد کو یہ ہدایات جاری کی جائیں کہ وہ اپنے دروس اور خطبوں میں رقیہ شرعیہ کا بیان کریں۔ اور انہیں بتائیں کہ یہ قرآن کریم اور سنت نبویہ سے ہوتا ہے، اور ہر شہر اور ہر قریہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ کام کرسکتے ہیں، کیونکہ اہل صلاح وتقوی ہی یہ کام کیا کرتے ہیں، اسی طرح مسلمانوں کو اس بات پر بھی ابھارا جائے کہ وہ اپنے ایمان میں قوت پیدا کریں، اور اپنے تمام امور میں اللہ پر توکل اور اعتماد کو مضبوط کریں۔ اس گفتگو کے ساتھ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ سب کو حسن قصد اور توفیق بخشے۔ ①

## فضیلۃ الشیخ ناصر العقل کا اس موضوع پر ایک گرانقدر خطاب

**أستاذ العقيدة والمذاهب المعاصرة بكلية أصول الدين بجامعة الإمام محمد بالرياض**

### لوگوں کا خیال یہی ہے کہ رقیہ صرف دوسروں سے کرایا جاتا ہے :

- **شیخ ناصر العقل صاحب فرماتے ہیں :**

''عام طور پر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ رقیہ تو کسی دوسرے سے ہی کرایا جاتا ہے، جیسے ہی کسی کے ساتھ کوئی اچانک معاملہ پیش آجاتا ہے اور اسے کوئی تکلیف لاحق ہوتی ہے ویسے ہی اس کے گھر والے کسی شیخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس سے رابطہ کرکے کہتے ہیں: ہمیں راقیوں کا نمبر چاہیے، وہ کہتا ہے: ارے تم نے خود اس پر کچھ پڑھا ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: نہیں نہیں ہم کہاں پڑھتے ہیں، کیا ہمارے پڑھنے سے کچھ فائدہ ہوگا؟ بہت سے لوگ جو رابطہ کرتے ہیں ان کا یہی حال ہوتا ہے، انہیں یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اگر ممکن ہو تو سب سے پہلے لازم یہی ہے کہ مریض خود ہی اپنا رقیہ کرے، ہاں واجب اور اولیٰ یہی ہے کہ وہ خود ہی اپنا رقیہ کرے، پھر اس کے اردگرد رہنے والے اس کے چھوٹے بڑے اہل خانہ اس کا رقیہ کریں، حتی کہ اگر وہ کچھ گناہوں میں مبتلا ہوں تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے،

① دیکھئے : کتاب مذکور۔

اگر ان کے دل میں اخلاص ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھیں تو اللہ تعالیٰ مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے، بلکہ اگر مضطر (پریشاں حال) کافر بھی ہو تو اس کی دعا قبول کی جاتی ہے تو پھر مسلم کی دعا کیوں قبول نہ ہوگی، گو وہ کچھ گناہوں اور معصیتوں ہی کا مرتکب کیوں نہ ہو، یقیناً یہ ممکن ہے کہ مریض پر اس کا رقیہ موثر ثابت ہو۔ مگر یہ اہم ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر پڑھے اور اس کا دل مطمئن ہو، اسے اللہ کے وعدے پر اطمینان ہو۔

## راقیوں کی تلاش میں مارے مارے پھرنا صحیح نہیں ہے :

- تب اصل یہی ہے کہ اگر ممکن ہو تو مریض خود ہی پڑھے، یا پھر اس کے اردگرد والے پڑھیں، یہی واجب ہے، مگر یہ کہ جب جب انہیں رقیہ کی حاجت ہو وہ راقیوں کی تلاش میں بھاگتے پھریں تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اور اسی چیز نے راقیوں کو فتنے میں ڈال رکھا ہے، جب جمہور ان کے پیچھے لگ گئے تو ان کی وجہ سے وہ فتنے میں پڑ گئے، ورنہ قرآن تو سارے مسلمان پڑھتے ہیں۔
- اسی طرح یہ بات بھی نہیں ہے کہ رقیہ کے لئے کچھ محدد آیات ہی ہوں، کیونکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں رقیہ کی آیات نہیں معلوم ہیں، تو ہم ان سے کہتے ہیں: آپ وہی پڑھیں جو اپنی نماز میں پڑھتے ہیں، قرآن پورے کا پورا شفاء ہے، یہاں یہ بات اپنی جگہ ضرور ہے کہ ہر بیماری کی مناسب آیات کا پڑھنا سرعت شفاء کے اسباب میں سے ہے [1]، مگر یہاں کچھ آیات ایسی ہیں جو تمام امراض کے لئے مناسب ہیں، فاتحہ تمام امراض کے لئے مناسب رقیہ ہے اور ہر مسلم سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے، آیت الکرسی، (قل اللہ احد)، معوذتین یہ سب رقیے ہی ہیں، اور بیشتر مسلمان ان سورتوں کو جانتے ہیں، اور جہاں تک سورۂ فاتحہ کی بات ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہر مسلمان سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے، اور یہی سب سے پہلے رقیہ کے طور پر معروف ہوئی تھی، کیونکہ جس شخص نے اسے پڑھا تھا اس سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''وما ادراک أنها رقيه'' تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ ہے؟ نبی ﷺ نے ان کے اس عمل کو درست ٹھہرا دیا تھا۔

## رقیہ کے لئے مال کی شرط رکھنا جائز نہیں :

- **رقیہ کی اجرت کے متعلق فرماتے ہیں :**

رقیہ پر اجرت لینا جائز ہے مگر شرط نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ اس کی وجہ سے راقی کا دل مریض کے ساتھ اسی شرط،

---

[1] یہ بات عجیب لگتی ہے کیونکہ اس چیز کا تعین کیسے ہوگا کہ فلاں فلاں آیات اس اس مرض کے مناسب ہیں اس لئے کہ وحی الٰہی کے سوا اس کا کون سا موثوق ذریعہ ہے؟۔

مال اور متبادل حقوق سے وابستہ ہو جاتا ہے، ہاں ڈنسے ہوئے شخص کے قصے میں یہ ضرور وارد ہوا ہے کہ صحابہ نے عوض دینے کی شرط رکھی تھی جیسا کہ معروف ہے، مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کسی بھی صحابی نے اس کے بعد یہ عمل نہیں کیا، نہ سلف صالحین میں سے کسی نے یہ کام کیا، تب یہ ایک خصوصیت ہوئی، کیونکہ اس صحابی اور ان کے رفقاء نے یہ شرط اس لئے رکھی تھی کہ وہ کھانے کی ضرورت کے تحت اس کے محتاج تھے، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اس قبیلے سے مہمانداری طلب کی تھی مگر قبیلے والوں نے ان کی مہمانداری نہیں کی اس لئے وہ لوگ حصول طعام کے سخت حاجت مند تھے، لہٰذا اس صحابی نے اپنے رفقاء کی ضرورت پوری کرنے کے لئے یہ شرط رکھی تھی، وہ کوئی شخصی شرط نہیں تھی، اس لئے شخصی شرط نہیں رکھنی چاہیے، اور میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ چیز رقیہ پر بھی اثر انداز ہوگی، اور میرے اپنے اندازے میں یہ شرط رکھنا جائز نہیں ہے، اور بہت سے اہل علم کی بھی یہی رائے ہے، بلکہ جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ شرط رکھنا جائز نہیں ہے۔

**رقیہ کو پیشہ بنانا غلط اور بے بنیاد ہے، اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں :**

**اور ''بہت سے راقیوں کی خطائیں اور ان کا حد سے گزر جانا'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں :**

- **رقیہ کو پیشہ بنانا :**

**اول :** میرے علم کے مطابق اکثر راقی حضرات مختلف خطاؤں کا ارتکاب کرتے ہیں، جن میں سب سے پہلی خطا یہ ہے کہ آدمی رقیہ ہی کو اپنا پیشہ بنالے، یہ غلط ہے، کیونکہ سلف میں یہ چیز معروف نہیں تھی کہ ان میں کا کوئی گروہ رقیہ کو اپنا پیشہ بنائے رہا ہو، ہاں یہ ٹھیک ہے کہ آدمی خود کو نفع پہنچائے، دوسروں کو بھی نفع پہنچا دے، یہ عظیم ترین نیکیوں اور خیر کے کام میں سے ہے، مسلمانوں کو نفع پہنچانے کا عمل ہے، مگر یہ کہ یہی اس کا پیشہ بن جائے تو شریعت میں اس کی کوئی اصل معروف نہیں ہے، **اور حقیقت یہ ہے کہ رقیہ کا پیشہ اپنانے والے بیشتر لوگ بڑے بڑے فتنوں کا شکار ہوئے ہیں، انھوں نے جادوگری، شعبدہ بازی، بدعتوں اور بدترین قسم کی اخلاقی اور اعتقادی خطاؤں کا ارتکاب کیا ہے اور دیگر آفتوں میں بھی پڑے ہیں؛ اسی لئے کسی بھی طالب علم کے لئے مناسب نہیں ہے، بلکہ کسی بھی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ رقیہ کے لئے خود کو فارغ کرے، ہاں اپنے وقت کا کوئی جزء اس میں لگا دے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر یہ کہ وہی اس کا پیشہ بن جائے، اور اس کے متعلق یہی معروف ہو جائے کہ جناب راقی صاحب ہیں، اور اس کے لئے ادارے اور مخصوص اپارٹمنٹ جیسی چیزیں کھولی جائیں تو ایسا کرنا تو بدعت ہی کے زیادہ قریب ہے۔**

میری تجویز یہ ہے کہ اس طرح کی چیزیں علماء پر پیش کی جائیں، میں اس معاملے میں مفتی نہیں ہوں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ رقیہ کو منظم کرنے کے لئے ادارہ جاتی اعمال قائم کئے جائیں، جن پر شرعی کمیٹیوں کی نگرانی رکھی جائے اور وہ ان کا جائزہ لیتی رہیں، اس میں کوئی مانع نہیں ہے، ثواب کے کچھ طلبگاروں کی اس کے لئے تربیت کی جائے جو شرعی اصولوں پر قائم ہو، کیونکہ اسے اس طرح کے شرعی ضوابط کی حاجت ہے۔

## جنوں سے مدد لینا اور ان کی تصدیق کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے :

- **رقیہ میں جنوں سے استعانت کے تحت لکھتے ہیں :**

دوسری غلطی جنوں سے استعانت (مدد لینے) کی ہے، شرعی ضوابط کو تجاوز کر جانے والے اکثر راقی حضرات اس کا شکار ہیں، جنوں سے مدد طلب کرنا، انہیں بلوانا، اور ان کے ساتھ گفتگو کرنا، ان کے ساتھ اسی بات پر اتفاق کرنا کہ راقی کو جب ان کی حاجت ہوگی وہ انہیں نفع پہنچائیں گے، یہی وہ حرام استمتاع (فائدہ اٹھانا) ہے جس کا ذکر اللہ عزوجل نے اپنے اس قول میں فرمایا ہے :

﴿رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا﴾ [الانعام:١٢٨]۔

''اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو تونے ہمارے لئے معین فرمائی''۔

اس کے بعد فرمایا:

﴿النَّارُ مَثْوَاكُمْ﴾ [الانعام:١٢٨] ''تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے''۔

کیونکہ ان سے فریقین کے درمیان استمتاع کی خطا سرزد ہوئی، جبکہ جنوں سے استمتاع جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ خود غیب ہیں، ان کے احوال غیب ہیں، اور انسانوں کے ساتھ ان کا کھیلنا بکثرت واقع ہوتا ہے، ان کا جھوٹ ان کے سچ سے زیادہ ہوتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں: نہیں بھائی! یہ تو صالح جن ہیں، مگر یہ مان لو کہ وہ جن جو تمہارے ساتھ تعاون کرتا ہے وہ نافرمان ہے، مان لو کہ وہ جن جو انسان کو لاحق ہے وہ فاسق ہے، آخر وہ صالح کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ وہ انسان کو اذیت دے رہا ہے؟ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ بہت سے امور میں صالح ہو مگر وہ اپنے اس عمل سے بہت بڑے گناہ کا شکار ہو گیا ہے۔

اور کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے اب آپ اس کے ساتھ تعامل کیسے کر سکتے ہیں؟

- **جنوں سے بات چیت صحابہ اور سلف سے ثابت نہیں ہے :**

اسی طرح جنوں کی تصدیق کرنا اور ان کی سب باتوں کو تسلیم کر لینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے، ہاں کچھ سلف سے بعض معین حالات کا وقوع ہوا ہے، اور نبی ﷺ نے ان سے یہ بات فرمائی ہے کہ: (أخرج عدو الله)، (اخسأ عدو الله) اللہ کے دشمن باہر نکل جا، اللہ کے دشمن دور ہو جا۔ مگر ہم نہیں جانتے کہ نبی ﷺ، صحابہ، اور سلف امت یہ کہتے رہے ہوں کہ: تم اس انسان کے پاس کیوں آئے ہو؟ تم چاہتے کیا ہو؟ اور اگر کسی نے اسے اذیت پہنچائی ہو تو: کس نے اس سے حسد کیا ہے؟ کس نے اس پر جادو کیا ہے؟ کیونکہ یہ ایک غیبی چیز ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ وہ جن صالح ہے، یا شیطان ہے، یا سرکش جنوں میں سے ہے، یا اس کا تعلق کسی اور قسم سے ہے، اگر چہ وہ نیک ہونے کا دعویدار ہے مگر یہ سب سوالات اپنی جگہ پر قائم ہیں، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ اس بات کا دعویدار ہو کہ وہ مسلم ہے مگر اس وسیلے سے (یعنی انسان کو لاحق ہونے سے) تو وہ فاسق ہو چکا ہے، تب آپ اس پر کیسے بھروسہ کر سکتے ہیں؟ آپ اس سے بات کیوں کراتے ہیں؟! اس کی تصدیق کیسے کرتے ہیں! یہ چیز علی الاطلاق جائز نہیں ہے، اگر چہ اس میں کچھ لوگوں کے لئے راحت اور مخرج ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ابتلاء و آزمائش ہے جیسا کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے :

﴿وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾ [الانبیاء: ۳۵]۔

''ہم بطریق امتحان تم میں سے ہر ایک کو برائی بھلائی میں مبتلا کرتے ہیں اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے''۔

یہ ایک طرح کی ابتلاء و آزمائش اور حرام استمتاع (فائدہ اٹھانا) ہے۔

## شیاطین راقیوں سے کھیلتے ہیں اور انہیں بے وقوف بناتے ہیں :

- **رقیہ کے درمیان راقی کا مشروع سے زائد حرکتیں کرنا کے تحت فرماتے ہیں :**

تیسری چیز مشروع سے زائد حرکتوں کا استعمال ہے، اور یہ جنوں اور شیطانوں کی طرف سے راقیوں کے ساتھ کھلواڑ کا ایک حصہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر اس وقت آپ ان راقیوں کا جائزہ لیں جو مقررہ اصولوں سے تجاوز کرنے والے ہیں تو ان کے پاس آپ کو ایسی حرکتوں کا استعمال ملے گا جن کی کوئی اصل نہیں ہے، نفث (تھوتھو کرنے یا پھونک کے ساتھ تھتکارنے) کی اصل موجود ہے، مرض کی جگہ پر اگر وہ پردے والی چیز نہ ہو تو ہاتھ رکھنے کی اصل ہے، مگر ایسی حرکتوں کا استعمال جس کی نہ کوئی شرعی دلیل ہے، نہ عقلی نہ علمی تو یہ ایک طرح کا دجل وفریب اور

جادوگری وشعبدہ بازی ہے، گوان کے قائل نیک ترین راقی ہی کیوں نہ ہوں؛ کیونکہ اس مسئلے میں انہیں ٹھوکر لگی ہے، یہ صاحب مریض کی گردن موڑے ہوئے ہیں، دوسرے صاحب مریض کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بیٹھے ہیں، تیسرے نے پیچھے کی طرف ہاتھ موڑ رکھا ہے گویا وہ کوئی مشقت بھری ورزش کئے جارہے ہوں، اور یہ ایک اور صاحب ہیں جو مریض کو بری طرح پیٹ رہے ہیں، ادھر دوسرے صاحب چیخ رہے ہیں اور واویلا مچائے ہوئے ہیں، جیسے آپ مسلمانوں کی مجلس کے بجائے شیطانوں کی مجلس میں بیٹھے ہوں، میں نے بہت سے راقیوں سے اس فعل کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ تجربے سے میں نے پایا کہ یہ حرکت مجھے مرض کی یا جادو کی، یا مریض کے اندر مقام علت کی خبر دے دیتی ہے۔

- ہم ان صاحبان سے اور ان جیسے اوروں سے بھی یہی کہتے ہیں کہ: بھیا! اگرچہ آپ کو اس حرکت سے مرض کا پتہ چل جاتا ہو مگر یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جن وشیاطین آپ کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور وہی آپ کو یہ سگنل دیا کرتے ہیں۔

ابھی یہ صاحب بھی ہیں جو فلاں رگ ٹٹولتے پھرتے ہیں، اور یہ جناب بھی ہیں جو مریض کی کھوپڑی پر ضرب لگاتے ہیں، اور فلاں راقی صاحب تو مریض کو سامان ضرب سے یوں پیٹ رہے ہیں جیسے اسے کسی حد کے ارتکاب پر کوڑے لگا رہے ہوں، یہ سب تجاوزات اور بیجا تصرفات ہیں گوان میں ظاہری فوائد ہی کیوں نہ پائے جاتے ہوں، کیونکہ یہ ازقبیل ابتلاء وآزمائش ہوا کرتے ہیں، جیسے مشرکین اور اہل بدعت بھی اپنی کچھ بدعتوں سے مستفید ہوجایا کرتے ہیں، اور انہیں بھی ایسا لگتا ہے کہ ان فوائد کا حصول اور ان نقصات کا دفعیہ انہیں کی وجہ سے ہوا ہے، مگر وہ ایک آزمائش ہوتی ہے، اس طرح وہ اپنا دین وعقیدہ گنوا بیٹھتے ہیں!

- اسی لئے ہم کہتے ہیں : اے بھیا راقی صاحب! اور اے بابو مرقی (مریض) صاحب! اپنا دین نہ گنوایئے، اللہ تعالیٰ نے باب حلال میں استغنا رکھا ہے، ہم نہیں کہتے کہ آپ رقیہ ہی نہ کریں، نہیں نہیں اگر آپ کو ضرورت ہو آپ رقیہ کرلیں، اور حدیث: (جو لوگ رقیہ نہیں کراتے ہیں) کا تعلق مسلم عوام سے نہیں ہے، یہ جائز نہیں کہ ہم اسے لوگوں کو رقیہ سے باز رکھنے کا سبب بنالیں، نبی ﷺ نے خود اپنا رقیہ کیا، حضرت جبرئیل نے ان کا رقیہ کیا، اور جب وہ خود اپنا رقیہ کرلینے کی حالت میں نہ رہے تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا رقیہ کیا، ہاں یہ اور بات ہے کہ آپ نے ان لوگوں سے رقیہ طلب نہیں کیا تھا، مگر یہ ہدایت والی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ سب کچھ جو رقیوں میں ہوتا ہے، اور بعض راقیوں کی طرف سے جو یہ سب حرکتیں کی جاتی ہیں ان سے

دور ہو جانا اور اس سلسلے میں نصیحت ہونا واجب ہے۔

## یہ سب دجالوں کے طریقے ہیں :

- مزید برآں ان میں سے بعض راقیوں کی طرف سے جو دہشت ناک منظر اور ماحول تیار کیا جاتا ہے: یعنی بتیاں بجھادی جاتی ہیں، یا بہت مدہم لائٹیں جلائی جاتی ہیں، پردے پر پردے لگادئے جاتے ہیں، ایک دروازے کے پیچھے دوسرا دروازہ ہوتا ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟ کہتے ہیں: میرا تجربہ ہے کہ مریضوں پر اس کا نفسیاتی اثر پڑتا ہے، ہم کہتے ہیں: مریضوں پر یہ شیطانی اثر ہوتا ہے، نفسیاتی اثر نہیں ہوتا ہے، رقیہ کے اثر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے لئے دو دروازے بنوائیں: ایک داخلی ہو، دوسرا خارجی ہو، یا آپ سبز یا سرخ دھیمی لائٹیں جلائیں، یا یوں پردوں پر پردے لگائیں جیسے آپ بڑے بڑے دجالوں میں سے ہوں جو لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ یہاں کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کا اعتبار ہوتا ہے، اور صورت حال سے آپ ان کے دلوں میں خوف پیدا کردیں؟! یہ سب دجل وفریب اور جادوگری وشعبدہ بازی ہے، اگرچہ ایسا کام صالحین ہی میں سے کوئی کیوں نہ کرتا ہو، کیونکہ یہ بھی ان امور ہی کی ایک قسم ہے جن کے ذریعہ جن وشیاطین انہیں رفتہ رفتہ اپنی گرفت میں لیا کرتے ہیں۔
- لہٰذا حاصل یہ ہے کہ جن حرکتوں اور اشاروں کے ذریعہ مرض کا پتہ چلانا شرع میں وارد نہیں ہے ان سے استدلال ایسا معاملہ ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے، اس لئے راقی اور مرقی دونوں کو اس سے دور ہو جانا واجب ہے۔
- اسی زمرے میں بجلی کا استعمال بھی آتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ بجلی کا استعمال اگر متخصص طبیب (اسپیشلسٹ ڈاکٹر) کی نگرانی میں سائنٹفک طریقے پر نہ ہو تو وہ بھی دجل وفریب ہی کی ایک قسم ہے، اور اس کا ضرر نفع سے زیادہ ہے، ہاں کبھی راقی اور مرقی کو ابتلاء کے باب سے کوئی فائدہ بھی مل جاتا ہے، مگر یہ ایک غیر مشروع سبب ہے۔

جب اطباء کی رائے یہ ہے کہ جن کو نکالنے کے لئے بجلی کا استعمال خطا ہے، تو اس کا استعمال منصوبہ بند اور مامون سائنٹفک طریقے کے بغیر جائز نہیں ہوگا۔

## • ''اجتماعی رقیہ'' کی سرخی کے تحت فرماتے ہیں :

چوتھی بات یہ ہے کہ اجتماعی رقیہ محل نظر ہے، ہم نہیں جانتے کہ سلف جماعتی شکل میں رقیہ کرتے رہے ہوں، ممکن ہے اس سے فائدہ ہو جاتا ہو، آج مریضوں کی کثرت کی وجہ سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم انفرادی طور پر سب کا رقیہ نہیں کرسکتے ہیں، ہم کہتے ہیں: اللہ اپنے بندوں کی کارسازی کرے گا، لوگ اپنا رقیہ خود کرلیں گے، ان میں سے ایک دوسرے کا رقیہ کردے گا، آپ سے کس نے کہا کہ یہ فرمانے کے لئے اسپیشلسٹ بن جائیے کہ واللہ!

میرے پاس سیکڑوں ہیں، یا دسیوں ہیں، میں ہر ایک کا الگ الگ رقیہ نہیں کر سکتا! جناب من! آپ اپنا دروازہ بند کر لیجئے، آپ سے یہ کس نے کہا کہ مخلوق کے درد کا مداوا کرنے کے لئے حضور ہی کا نمایاں ہونا لازم ہے، تا کہ آپ انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح جمع فرمائیں پھر نتیجہ یہ ہو کہ جب قاری صاحب پڑھنے پر آئیں تو یہ گرنے لگے، وہ چیخنے لگے، اور بہت سے صحت مند بھی بیمار پڑ جائیں، جنات صاحبان ان سب پر چڑھ دوڑیں، اور وہ ایسے جنم لیں جو پہلے ہی سے معلوم ہیں۔

- لہٰذا میرے اپنے اندازے میں تو اجتماعی رقیہ کی کوئی اصل نہیں ہے، ورنہ اگر محدود تعداد میں ضابطوں کی پابندی کے ساتھ ہو تو یہ چیز اہل اختصاص کے یہاں معروف ہے۔

- **''آب کثیر میں رقیہ'' کے عنوان سے فرماتے ہیں :**

پانچویں بات: بہت سارے پانی میں رقیہ کر دینا ہے، ہم نہیں جانتے کہ سلف نے ایسا کیا ہو، بعض لوگ کہتے ہیں: سلف کے زمانے میں ٹنکیاں اور کین نہیں پائے جاتے تھے، ہم کہتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ وہ موجود تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں، آب پاشی کے تالاب تھے، حوض تھے، کنوئیں تھے، یہ ممکن تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنوئیں میں پڑھ دیتے، اور ان کے صحابہ بھی پڑھتے، پھر سب لوگ کنوئیں سے وہی پانی کھینچتے اور شفاء کے امیدوار رہتے، پھر ایسا کیوں نہ کریں کہ ٹنکیوں اور کینوں میں پڑھنے کے بجائے جہاں شرقیہ میں (حکومتی) فلٹر پلانٹ ہے وہیں چلیں اور اسی پر پڑھ دیں اور قصہ تمام، سب لوگوں کے لئے وہی کافی ہو جائے، اعلان کرا دیں کہ اب سرکاری واٹر پلانٹ کی سپلائی کے ذریعہ رقیہ خود آپ کے گھروں تک پہنچ جائے گا اس لئے آرام فرمائیں۔

- میرے اپنے اندازے کے مطابق یہ ایک آزمائش ہے اور شریعت کی توہین ہے، تمام امور کی ضابطہ بندی ہونی چاہیے، ہاں بڑے برتن میں قرأت وارد ہے،[1] مگر اس شکل میں قرأت تو لوگوں کو غیر اللہ سے وابستہ کر دیتی ہے۔

- **''رقیہ کے درمیان نظر لگانے والے کو خیال میں لانا''**

**فرماتے ہیں :**

چھٹی بات یہ ہے کہ چند راقیوں میں یہ عادت بھی زور پکڑے ہوئے ہے جسے تخییل کہا جاتا ہے، حالانکہ یہ بھی

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ سے تو وارد نہیں ہے باقی کسی کو کیا اختیار؟۔

انسانوں کے ساتھ جنوں اور شیطانوں کے کھیلنے ہی کے قبیل سے ہے، بعض راقیوں کا حال یہ ہے کہ جب وہ مریض پر پڑھنے لگتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں: جب میں تم پر پڑھنے لگوں تو تم ایسے لوگوں کو اپنے خیال میں لانا جن کا گزر تمہاری زندگی سے ہوا ہو، جو مجلسوں اور تقریبوں میں تمہارے سامنے آئے ہوں، پھر جو تمہارے خیال میں بیٹھ جائے تو اسی نے تم پر جادو کیا ہوگا، یا اسی کی نظر تم پر لگی ہوگی، یہ ایک طرح کا دجل وفریب ہے، تخییل کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ ایک طرح کا دجل اور اوہام پرستی ہے، ممکن ہے اسی سے جنوں اور شیطانوں کو تم پر راہ مل جائے اور وہ تمہارے خیال میں کسی بے قصور انسان کو لا بیٹھائیں جو تمہارا کوئی اپنا ہو، رشتہ دار ہو، پڑوسی ہو، اور نیک لوگوں میں سے ہو، پھر تم کہتے پھرو کہ اسی نے مجھے نظر لگائی ہے، اسی نے مجھ پر جادو کیا ہے، اس طرح خاندانوں اور برادریوں میں بڑا فتنہ وفساد رونما ہو جائے، اور اس طرح کے واقعات بہت سارے ہو چکے ہیں۔

- ممکن ہے ایک شرعی مسئلے کے ساتھ اسے خلط ملط کر دیا جائے جسے اتہام کہتے ہیں، جبکہ اتہام تخییل سے بالکل الگ چیز ہے، اتہام میں صورت حال کا تصور کیا جاتا ہے، اور اس احتمال کو پیش نگاہ رکھا جاتا ہے کہ اس مریض کو نظر لگی ہے، نظر حق ہے، جو کچھ حاسدوں کی طرف سے واقع ہوتی ہے، مگر یہ ممکن ہے کہ ہم مریض سے کہیں: یاد کرو تم کسے متہم سمجھتے ہو؟ کیا تم کسی مجلس میں بیٹھے تھے اور تم نے کوئی ایسی بات سنی تھی جس میں تمہاری تعریف کی گئی ہو؟ یاد کرو، ممکن ہے آپ ان لوگوں سے یہ چیز حاصل کر لیں جو اس مجلس میں شریک تھے، یہ عمل نظر کے علاج کے ایک شرعی سبب کے طور پر ہوتا ہے۔

- اس لئے اس صورت حال کو یاد کرنے جس میں بیماری واقع ہوئی اور تخییل کے درمیان فرق ہے، ممکن ہے آپ کے اوہام ہی آپ کے ذہن میں چلے آئیں، اور پہلا شخص جو آپ کے خیال میں آجائے آپ سمجھیں کہ اسی نے آپ کو نقصان پہنچایا ہے، حالانکہ وہ بالکل بے گناہ ہو اور فتنہ واقع ہو جائے۔

### • ''نظر لگانے والے اور جادو اور جادوگر کی معرفت کے لئے جنوں سے کام لینا''

ساتویں بات: نظر لگانے والے، جادو کرنے والے یا جادو کا پتہ لگانے کے لئے جنوں سے کام لینا، نیز نظر بد، جادوگر اور جادو کے مقام کی معرفت کے لئے کچھ مخصوص قسم کی حرکتیں کرنا، یہ سب جادوگری اور شعبدہ بازی ہے، انسان کو لاحق جن ہمیشہ اپنی جان چھڑانے کی فکر میں رہتا ہے، اور اپنی جان چھڑانے کے لئے وہ آپ سے کہہ دیتا ہے کہ ان صاحب کو نظر فلاں نے لگائی ہے، اور وہ نامزد شخص ممکن ہے اس کے گھر کا ہی کوئی فرد ہو سکتا ہے، کوئی اس کے چچاؤں، پھوپھیوں میں سے ہو، اس کے پڑوس میں سے ہو، دوستوں میں سے ہو، وہ اپنی جان چھڑانے کے لئے کسی

کے بھی سر الزام دھر دیتا ہے، اور مقام افسوس ہے کہ راقی صاحب اسی پر صاد فرما لیتے ہیں اور فیصلہ صادر کرتے ہوئے مرقی کو بتا دیتے ہیں کہ آپ کے چچا زاد نے یا فلاں دوست نے جو فلاں مقام پر آپ کے ساتھ بیٹھا تھا اسی نے آپ پر جادو کیا تھا، یا اسی نے آپ پر نظر لگائی ہے، اور قطع تعلق شروع ہو جاتا ہے، بلکہ کچھ حالات میں تو نوبت قتل تک بھی پہنچ جاتی ہے، ایک راقی نے فیصلہ سنایا کہ فلاں ہی جادوگر ہے، اور مرقی نے اسے سچ مان لیا اور اس کے پاس جا دھمکا اور فتنہ رونما ہو گیا، نہ جانے اس کی وجہ سے کتنے خاندانوں میں جدائیاں ہو گئیں، اور مؤمنین کے درمیان، رشتہ دار اور پڑوسیوں، اور غیر رشتہ دار پڑوسیوں کے بیچ عداوتیں جاگ گئیں، اس طرح کے واقعات بے شمار ہو چکے ہیں۔

- جنات جھوٹ بولتے ہیں، اور عالم یہ ہے کہ جو انسان آپ کے ارد گرد رہتے ہیں انہیں میں سے بہتوں کی اچھائی اور ثقاہت کے متعلق آپ کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں، پھر غیب سے تعلق رکھنے والے کسی جن کا تزکیہ آپ کس طرح کر سکتے ہیں جس کا کوئی حال آپ کو معلوم ہی نہیں ہے، اور نہ اس کے حالات کا پتہ چلانا ہی آپ کے لئے ممکن ہے؟ جن خالص غیب ہے اور آپ کو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ آپ جس کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں وہ کون ہے؟ اور یہ بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ وہ کہتا کیا ہے؟ کبھی تو وہ مریض کی ہیسٹیریائی کیفیت بول رہی ہوتی ہے اور وہاں کوئی بھی جن ون نہیں ہوتا ہے۔

- لہٰذا بہت سے راقیوں کے یہاں پائی جانے والی یہ چیزیں بڑی خطرناک ہوتی ہیں۔

علی کل حال! یہ ماجرا طویل ہے، مگر عرض یہ ہے کہ مشروع اسباب وافی اور کافی ہیں، اور ان کے ذریعہ اللہ نے ہمیں غیر مشروع اسباب سے بے نیاز کر رکھا ہے، گو ان کے ساتھ بعض لوگوں کے دل وابستہ ہو چکے ہوں، اور کچھ راقیوں کی وابستگی بھی انہیں سے ہو اور وہی ان کے لائحہ عمل کا حصہ بن چکے ہوں، ان کا حال تو یہی ہے کہ ان میں کوئی خیر نہیں ہے، اور اللہ عزوجل نے ہمیں مشروع میں وہ سب دے رکھا ہے جو حصول خیر کا کافی سبب ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر ہم اللہ سے ڈریں، شرعی ضابطوں کی پابندی کریں، دینی فقہ پر عمل کریں، اور راقی حضرات اور ثواب کی غرض سے رقیہ کرنے والے، اختصاص کے حامل طلاب علم اور علماء کے ساتھ تعاون کریں اور رقیہ میں انضباط پیدا کرنے کے لئے مرجعیت متعین ہو جائے، تو ہمیں بہت سارے خیر کا حصول ہوگا، اور اس بات کی حاجت ہی نہیں رہ جائے گی کہ لوگوں کو غیر مشروع اسباب کے ساتھ جوڑا جائے، بلکہ اس سلسلے کے مشکوک اسباب سے وابستہ کیا جائے۔

- کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان اسباب پر مسلسل فتاوے موجود ہیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کے

متعلق فتوے موجود ہوں، مگر اس کے باوجود ہم یقین کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی لوگوں کو خالص مشروع اسباب سے پھیرنے کا ایک سبب ہیں، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حلال قطعی میں مشتبہ چیزوں سے غنا موجود ہے۔

اپنی اس گفتگو کے اختتام پر ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور درستگی کے لئے دعا گو ہیں۔

وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.[1]

# ظنی علامتوں سے مرض کی تشخیص

● اور شیخ ناصر العقل صاحب اپنے ایک دوسرے خطاب میں ''ظنی علامتوں سے مرض کی تشخیص'' کے ذیلی عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

کچھ راقی حضرات جسم کے ظواہر سے از راہ گمان مرض کی تشخیص کر دیا کرتے ہیں، یہ تو مقبول ہوسکتا ہے کہ راقی کو کچھ قرائن اور غلبۂ ظن کے باب سے کچھ بیماریوں کا پتہ چل جاتا ہو۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کچھ قراء حضرات سر درد سے کسی امر معین پر استدلال کرتے ہوئے بالجزم بیماری سے متعلق ارشاد فرما دیا کرتے ہیں، اگر یہ غالب گمان کے باب سے ہو تو کوئی حرج نہیں، مگر جزم اور یقین کے ساتھ کوئی بات کہنا جائز نہیں ہے۔

یا جب مریض کو جھرجھری آجائے تو راقی صاحب تشخیص پر استدلال کرنے لگیں.. ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ جھرجھری عام طور سے قرآن سے متاثر ہونے کا قرینہ ہوتی ہے، یا یہ کہ نظر لگنے یا جادو، یا کسی بھی ایسی چیز کا قرینہ ہو جو اس پر اثر انداز ہوئی ہو، مگر اس کے ذریعہ جزم اور یقین کے ساتھ جادو کے مقام یا مرض کی نوعیت مقرر کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے کہ ممکن ہے یہ فلاں چیز کی علامت ہو، تو تحفظ اور احتراز کے ساتھ ایسا کہنے میں مجھے امید ہے کہ کوئی مانع نہیں ہے۔

● لہٰذا جھرجھری کا واقع ہونا، یا کسی عضو کا ڈھیلا ہو جانا، دل کا ڈھڑکنا، یا مریض کو رونا آنا یہ سب عام طور پر کسی مرض کے وجود کی علامتیں ہوسکتی ہیں، مگر ان اعراض کے ذریعہ بالتحدید کسی مرض کی تشخیص کر دینا رجم بالغیب اور اٹکل سے گفتگو کرنا ہے، اس سے مریض وہم کا شکار ہو جاتا ہے، اور کسی ایسے مرض کے علاجی اسباب بروئے کار لانے لگتا ہے جو درحقیقت اس کا مرض ہوتا ہی نہیں ہے، اور وہ ایسی بیماری کے علاج میں سرگرداں رہتا ہے جو اس کی حقیقی بیماری نہیں ہوتی ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ جادو کے توڑ کے لئے پریشان ہوتا پھرے جبکہ اسے جادو کی شکایت ہی نہ ہو،

---

[1] دیکھئے: المکتبة الشاملة: محاضرات مفرغه: دروس الشیخ ناصر العقل: الرقیه مالها وما علیها۔

ممکن ہے وہ اپنے سر کا علاج ڈھونڈتا ہو جبکہ اس کی بیماری بڑی آنت میں ہو۔

**اس میدان میں تجربے اکثر دھوکا دیتے ہیں اور شیاطین راقیوں کو تجربات کے نام پر بیوقوف بناتے ہیں :**

● بعض راقیوں کے اندر تو اس قدر افراط پایا جاتا ہے کہ وہ جسمانی بیماریوں کی بھی تشخیص کر دیتے ہیں، فرماتے ہیں: آپ کو فلاں مرض لاحق ہے، حالانکہ آج الحمدللہ! وسائل طب ہر دور سے زیادہ ترقی پر ہیں، اس لئے راقی صاحب کا جسمانی بیماری کی یوں تشخیص کر دینا کہ مریض اسی پر اعتماد کر کے کوئی فیصلہ کر لے تو یہ حرکت محل نظر ہے، اور جادوگری وشعبدہ بازی کے زمرے میں آتی ہے، ہاں کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ تجربے سے یہ چیز ثابت ہو چکی ہے، تو عرض ہے کہ تجربہ ان امور میں ہوتا ہے جن کے کچھ ظواہر اور کچھ قرائن ہوتے ہیں، مگر غامض اور پیچیدہ امور میں تجربہ کچھ نہیں دیتا ہے۔ پھر تجربے میں تخلف بہت ہوتا ہے اور وہ درست ثابت نہیں ہوتا ہے، ایک بار اس سے فائدہ ہوتا ہے اور دسیوں بار اس کے فائدے میں تخلف ہو جاتا ہے اور ناکامی ہاتھ آتی ہے، اور غالباً ایک یا دو بار وہ تجربہ اس لئے سچا ثابت ہوتا ہے کیونکہ شیطان اس کے ذریعہ انسان کو اغوا کرتا ہے، اس لئے کہ اس نے اللہ عزوجل پر توکل کرنے کے بجائے اپنی توجہ اسباب کی طرف موڑ دی، یا غیر مشروع طریقے پر اسباب کا استعمال کیا، کیونکہ اللہ عزوجل کبھی کبھی اپنے بندوں کو اسی طرح کے امور سے آزمالیا کرتا ہے۔

● جناب فرماتے ہیں : تجربہ کامیاب ہو گیا، ہم نے ان امور کا تجربہ کیا تو وہ نفع بخش ثابت ہوئے تھے، مگر یہ عام طور پر جنوں اور شیطانوں کے انسانوں کے ساتھ کھیلنے کے قبیل سے ہوتا ہے، جیسا کہ بدعتی سے بھی کبھی کبھی ایسا ہی نفع سامنے آتا ہے، اور وہ باطل پر ہونے کے باوجود یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے، کیونکہ اللہ عزوجل شیطانوں کو کافروں کے پاس بھیجتا ہے کہ وہ انہیں اکسائیں اور ورغلائیں، اور فاسقوں، فاجروں اور بدعتیوں کو بھی اس کا کچھ حصہ ملتا ہے، جتنا وہ اللہ عزوجل کے دین وشریعت سے اعراض اور روگردانی کئے ہوتے ہیں۔

**● دکتور ناصر العقل صاحب نے جادوٹونے کے آثار اور مشکلات کے علاج کے سلسلے میں کچھ حلول بھی پیش کئے ہیں جن کی سرخیاں میں ھدیہ قارئین کرتا ہوں کیونکہ کتاب کا بڑھتا ہوا حجم مکمل مضمون پیش کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑتا ہے :**

۱۔ لوگوں کے دلوں میں توحید کی بنیاد پختہ کرنا اور انہیں حقیقی توحید اور درست اعتقاد کی تعلیم وتربیت فراہم کرنا۔

۲۔ فرائض اور واجبات کی پابندی کرنا بالخصوص نماز باجماعت کا اہتمام کرنا اور وقت کی پابندی کے ساتھ ان کی ادائیگی کرنا۔

۳۔ فواحش ومنکرات سے دور رہنا اور اپنے گھروں کو ان کے وسائل ٹیلیویژن، فلموں، میوزک اور گندی تصویروں وغیرہ سے پاک رکھنا۔

۴۔ بکثرت تلاوت قرآن کرنا اور یومیہ ذکر اور اذکار کا اہتمام کرنا۔ (صبح وشام کے مسنون اذکار اور دعاؤں کی خصوصی پابندی)

۵۔ سات عجوہ کھجوریں کھانا اور رقیہ شرعیہ کا اہتمام کرنا۔

● اللہ کے حکم سے رقیہ شرعیہ ہی جادو اور نظر بد وغیرہ امراض کا حقیقی علاج ہے مگر اس کی شرطوں کی پابندی لازم ہے۔

٦۔ جادو اور نظر بد کے علاج کے لئے ثواب کی نیت سے باہمی تعاون کرنا، بالخصوص اہل علم کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے اور لوگوں کی مدد کی طرف متوجہ ہونے کی اس سلسلے میں خاص اہمیت اور ضرورت ہے۔

۷۔ برے دوستوں اور ہمنشینوں اور بری جگہوں سے اجتناب اور دوری اس سلسلے میں نہایت اہم ہے۔ اور ان کی جگہ پر شرعی وسائل کی فراہمی خاص معنویت کی حامل ہے۔

۸۔ بہت سی بیماریوں میں رقیہ شرعیہ کے ساتھ طبی علاج کی حاجت ہوتی ہے نیز ان کے لئے مزید تشخیص لازم ہوتی ہے اس لئے طبی علاج سے گریز کرنا نادانی ہے۔ [1]

# رقیہ اور راقیوں کے انحرافات اور مخالفتوں کے متعلق

## فضیلة الشيخ عبدالرحمان بن عبدالله السند ۔ حفظه الله

### رئیس هیئة الامر بالمعروف والنهی عن المنکر مملکت سعودی عرب ومدرس حرمین شریفین

# کی تحقیقی اور میدانی رپورٹ

سعودی عرب میں شرعی احکام کے عملی نفاذ اور منکرات کی روک تھام کے لئے سرکاری طور پر جو ادارے قائم کئے گئے ہیں انہیں میں سے ایک اہم شعبہ ھیئۃ الامر بالمعروف والنھی عن المنکر کے نام سے قائم ہے جو معاشرے میں اپنا فعال کردار ادا کرتا ہے اور انسداد جرائم کے دیگر اداروں سے اس کا تعاون بھی سرکاری طور پر متعین ہے اور دیگر بہت ساری ذمہ داریوں میں سے اس کا ایک کام راقیوں کی سرگرمیوں اور مذہب کے نام پر کاروبار کرنے والوں پر نظر رکھنا بھی ہے، اس لئے اس موضوع پر اس ادارے کے سربراہ کی جو تحریر منظر عام پر آئے گی اس کی

[1] حوالہ مذکور : خطر السحر والشعوذہ۔

واقعیت اور اہمیت کسی بھی عقلمند سے مخفی نہیں ہے۔ ذیل میں ہم ان کی تحریر اسی موضوع سے متعلق پیش کر رہے ہیں ممکن ہے وہ کسی کی آنکھیں کھول دے اور کوئی اللہ کا بندہ اسکی وجہ سے راہ راست پر آ جائے۔ اور توفیق وہدایت تو اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔

عنوان : **رقیہ میں شرعی مخالفتیں**

بیان کرتے ہیں کہ اس موضوع پر بحث کے تین رخ ہیں :

**اول : راقیوں کی شرعی مخالفتیں**

**دوم : مرقی (رقیہ کرانے والوں) کی شرعی مخالفتیں**

**سوم : مرقی بہ (وسائل رقیہ) میں شرعی مخالفتیں**

**اول : راقیوں کی شرعی مخالفتیں**

یہ ایک بڑا ہی وسیع باب ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ۔موجودہ زمانے میں۔رقیہ کے اندر نوع بہ نوع لالچوں اور شہوتوں کی آمیزش ہو چکی ہے، اب یہ جاہلوں اور بازاری لوگوں کی تجارت اور ان کا پیشہ بن چکا ہے، یہ ان کی کمائی کا ذریعہ ہے، اب ان کی اجرتیں حالات وظروف کے مطابق طے ہوتی ہیں، ایسی چیزوں کی بھی فیس اور اجرت لی جاتی ہے جن پر یہ لوگ پڑھا کرتے ہیں، انھوں نے قرأت میں ایسی نو ایجاد راہیں نکالی ہیں جو پہلے معروف نہیں تھیں!

کچھ دوسرے لوگ ایسے فتنے میں جا پڑے ہیں جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوکنا اور ہوشیار رہنے کی تعلیم دی تھی، وہ ہے عورتوں کا فتنہ، ہاں انھوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو مباح کر لیا ہے، یہ خلوت محرمہ کے مرتکب ہیں، یا براہ راست مریضہ کو چھوتے ہیں، یا اسے ضرورت کی دلیل دے کر بے پردہ ہو جانے کی ہدایت دیتے ہیں، آگے باذن اللہ اس کی تفصیل آئے گی۔

بتائیے صاحب! ان کا تقویٰ اور اخلاص سے کیا واسطہ ہے؟ جبکہ یہ حضرات دعائیں، اذکار اور رقیہ شرعیہ پڑھتے ہیں جو خود بھی دعا اور ذکر ہی ہے، جس میں اللہ عزوجل کے اخلاص اور طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی ضرورت ہوتی ہے۔

واقعات اور حادثات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس عمل کو اپنا پیشہ بنانے والوں میں سے کثیر تعداد کئی طرح کی مخالفتوں کا شکار رہی ہے، بلکہ بھانت بھانت کے شرور اور نقصانات سامنے آئے ہیں جن کی وجہ سے لوگ اپنے دین، اپنی ذات، اپنے خاندان اور اپنے اموال کے سلسلے میں آزمائش سے دوچار ہوتے ہیں، رقیہ شرعیہ کی معرفت

کا دعویٰ کرنے والے ان لوگوں کے دعووں کے وجہ سے نہ جانے کتنے خاندان بکھر چکے ہیں، جبکہ ان کے ان طریقوں کی کتاب اللہ سے کوئی دلیل ہے نہ سنت نبوی علی صاحبھا الصلاۃ والسلام سے کوئی حجت ہے، نہ حقیقت سے ان کا کوئی واسطہ ہے، وہ تو بس خیالات اور اوہام ہیں باقی کچھ نہیں۔

کتنے آباد گھرانے اجڑ چکے ہیں، کتنے محبت کرنے والے جوڑوں میں طلاقیں ہو چکی ہیں، کتنے الفت کرنے والے خاندانوں کے باہمی تعلقات کی ڈور ٹوٹ چکی ہے؛ بے انتہا شرور اور برائیاں ہیں جو ان لوگوں کے احوال سے آگاہ بہت سے لوگوں پر مخفی نہیں ہیں۔

آج لوگوں کے لئے راقیوں (جھاڑ پھونک کرنے والوں) کی حاجت وضرورت کا دعویٰ ایک مردود دعویٰ ہے؛ کیونکہ جس نے رقیہ کو مشروع کیا ہے اس نے ان طریقوں اور وسیلوں کو مشروع نہیں کیا ہے جو رقیہ کے لئے اختیار کر لئے گئے ہیں، کیونکہ رقیہ تو اللہ عزوجل کی کتاب، اس کے نبی ﷺ کی سنت اور نفع بخش دعاؤں سے ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی یہ اعتقاد بھی لازم ہوتا ہے کہ رقیہ تو بس ایک سبب ہے اور شفا دینے والا جیسا کہ ہم نے بیان کیا بس اللہ ہی ہے۔

- اس مجمع میں اہل خیر وصلاح (اچھے لوگ) معدوم نہیں ہیں، مگر وہ بالوں کی سیاہ مانگ میں ایک سفید بال کی طرح ہیں!

یہ مخالفتیں (خلاف ورزیاں) جو ہم پیش کرنے جا رہے ہیں وہ ان میں سے کچھ ہیں جو بعض قاریوں کے یہاں منتشر ہیں، اللہ انہیں راہ حق وصواب کی ہدایت دے۔

### ۱۔ رقیہ کو پیشہ بنا لینا، اسکے لئے پورے طور پر فارغ ہو جانا، اور اس کام میں مدد کے لئے معاونین (اسسٹنٹس) کا تقرر کرنا:

رقیہ پڑھنے کا کام کرنے والوں کے درمیان یہ چیز حد درجہ عام اور منتشر ہے، نہ یہ سلف صالحین کا طریقہ تھا، نہ عہد قریب تک قراءت اور رقیہ کے لئے فارغ ہونے والے حضرات لوگوں میں دیکھے اور جانے جاتے تھے؛ کوئی ایسا نہیں ہوتا تھا جس کا مشغلہ ہی یہی ہو اور یہی اس کی کمائی اور رزق کا ذریعہ ہو، اور اسی تفرغ کا نتیجہ ہے کہ خالی اوقات میں راقی کی تیار کردہ اشیاء بھی فروخت ہونے لگی ہیں، جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پڑھا ہوا تیل، پانی اور شہد ہے، اس کا بہتر حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے، البتہ یہ سب چیزیں بڑے مہنگے داموں فروخت ہوتی ہیں، بلکہ بعض لوگوں نے تو اس کے لئے مخصوص مقامات بنا رکھے ہیں جہاں ان اشیاء پر رقیہ کرنے کے کام میں ان کے معاونین

لگے رہتے ہیں، جبکہ ان کا حال بھی نا معلوم ہوتا ہے، وہ تو بس وہی پڑھ دیتے ہیں جو انہیں لکھ کر دیا جاتا ہے، اور اس میں کوئی خالص نیت بھی نہیں ہوتی ہے!

- **شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''رقیہ کو کمائی کا ذریعہ بنانے کا سلسلہ بہت بڑے پیمانے پر شروع ہو چکا ہے، اور اس میدان میں ایسے لوگ آ گئے ہیں جن کی استقامت کا حال بس اللہ ہی جانتا ہے، مگر جو مومن اپنے بھائی کو نفع پہنچانا چاہتا ہے، وہ تو بس قرأت کر دیتا ہے، اگر کچھ مل گیا تو لے لیتا ہے، نہ ملا تو سوال نہیں کرتا ہے، یہی وہ شخص ہوتا ہے جس کے رقیہ میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے، مگر قرآن کریم کو کمائی کا ذریعہ بنا لینا ۔ العیاذ باللہ ۔ عمل آخرت کے بدلے دنیا خریدنے کے مترادف ہے، آخرت میں ایسے آدمی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، مگر صورت حال یہی ہے کہ یہ مسئلہ آج بہت بڑے پیمانے پر چل رہا ہے''۔ ①

### ۲۔ عورتوں کا رقیہ کرنے میں تساہل سے کام لینا :

ایک بڑی سنگین بات جس کا شکار رقیہ پڑھنے والے ہوتے ہیں وہ ہے رقیہ کے درمیان نامحرم عورتوں کے ساتھ تعامل میں تساہل سے کام لینا، اور اس طرح یہ حضرات متعدد شرعی مخالفتوں کا شکار ہوتے ہیں، ان میں سے بعض لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ نامحرم عورت کے ساتھ خلوت میں جانے کو اپنے لئے جائز کر لیتے ہیں، تنہائی میں اس پر پڑھنے کا کام کرتے ہیں، اس کے جسم کے مختلف مقامات کو ٹٹولتے رہتے ہیں، یا اس کا کپڑا اتار کر اس جحت کے ساتھ اس کے جسم پر تیل کی مالش کرتے ہیں کہ یہ بھی رقیہ کی ضروریات میں سے ہے۔

یہ وہ حضرات ہیں جو اپنے اعمال میں شیطانی التباس کا شکار ہو چکے ہیں، آخر اس رقیہ میں کون سی عبادت باقی رہ جاتی ہے، اور اس کے سبب سے کس عافیت کی امید کی جا سکتی ہے جس میں تیسرا شیطان ہوتا ہے؟ اس حالت سے اللہ کی پناہ!

### ۳۔ کچھ راقیوں کا مریض کی حالت سے متعلق بعض غیبی امور کی معلومات کے لئے جنوں سے مدد لینا، یا خود اپنے ہی قرین سے مدد مانگنا، اور اس بات کا دعویٰ کرنا کہ وہ خیر کے کاموں میں اس کی مدد کرتا ہے :

پہلے یہ طریقہ معروف نہیں تھا، بس ابھی پچھلے دنوں ہی عام ہوا ہے، کیونکہ ان میں سے بعض لوگوں نے شیخ

① لقاءات الباب المفتوح : ۵/۵۰۱۔

الاسلام ابن تیمیہ کے ایک کلام سے وہ بات سمجھی ہے جو بے محل ہے، پھر اسے راقی حضرات ثقہ اہل علم سے پوچھے بغیر لے بڑھے ہیں اور نقل در نقل کا سلسلہ چل پڑا ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس باب میں جنوں سے مدد لینا حرام اور ناجائز ہے، اگر یہ شرک نہ بھی ہو تو وسیلۂ شرک ضرور ہے۔ ①

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَـٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ ٱلْإِنسِ رَبَّنَا ٱسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِىٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ ٱلنَّارُ مَثْوَىٰكُمْ خَـٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾ [الانعام:۱۲۸]۔

''اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کرے گا، (کہے گا) اے جماعت جنات کی! تم نے انسانوں میں سے بہت سے اپنا لیے جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آ پہنچے جو تو نے ہمارے لئے معین فرمائی، اللہ فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے، ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے''۔

- **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''جنوں سے انسانوں کے فائدہ اٹھانے میں یہ بھی شامل ہے کہ غائب امور کی خبروں میں ان سے ایسے ہی استفادہ کیا جائے جیسے کاہن لوگ خبریں دیا کرتے ہیں، اس لئے کہ انسانوں میں بھی کچھ ایسے لوگ ہوا کرتے ہیں جن کی اس مسئلے میں غرض ہوا کرتی ہے، کیونکہ اس سے انہیں سرداری اور مال وغیرہ حاصل ہوتا ہے''۔ ②

یہ (اس موضوع پر) آنجناب رحمہ اللہ کا صریح کلام ہے جو ان کے مجمل کلام کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا ہے۔ مثلاً ان کا حسب ذیل کلام :

''جو جنوں کو اپنے مباح امور میں استعمال کرتا ہے اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو انسانوں کو اپنے کچھ مباح

---

① دیکھئے: فتاوى اللجنة الدائمة : حسب ذیل نمبرات والے فتوے: (۱۶۱۷۱)، (۱۶۶۵۳)، (۱۷۷۹)، (۱۹۵۱۱)، (۲۰۳۶۱)، (۲۱۱۶۱)۔

② مجموع الفتاوی : ۱۳/ ۸۲۔

امور کے لئے استعمال کرتا ہے، اور اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ جیسے وہ انہیں ان چیزوں کا حکم دیتا ہے جو ان کے واجبات میں سے ہیں یا انہیں ان چیزوں سے روکتا ہے جو ان پر حرام ہیں، اور انہیں اپنے کچھ مباح کاموں میں استعمال کرتا ہے، تو وہ ان بادشاہوں جیسا ہے جو اس طرح کا کام کیا کرتے ہیں''۔ ①

**اور ہمارے شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی زیر سربراہی فتاوی لجنہ دائمہ میں آیا ہے کہ :**

''ہمیں اس کے جواز کے سلسلے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کسی صریح کلام کا پتہ نہیں ہے''۔ ②

- **اور مذکورہ مباحات کی طرف آنجناب رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے :**

''ان میں سے کچھ اپنے مباح امور میں ان کا استعمال کرتے ہیں، یعنی اپنا مال حاضر کرنے کے لئے، یا کسی ایسی جگہ کی رہنمائی کے لئے جہاں کوئی ایسا مال ہو جس کا کوئی معصوم مالک نہ ہو، یا اسے دور کرنے کے لئے جو انہیں اذیت پہنچاتا ہو، اور ایسے ہی دیگر کاموں کے لئے، تو اس کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے انسان اس طرح کے کچھ کاموں میں ایک دوسرے سے مدد لیا کرتے ہیں''۔ ③

- آنجناب رحمہ اللہ نے صاف صاف لفظوں میں یہ بات کہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرے سے جنوں سے کوئی کام نہیں لیا ہے، البتہ انہیں ایمان کی دعوت ضرور دی ہے۔ ④

- آنجناب رحمہ اللہ نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ جنات بلا کسی عوض معاوضہ کے انسانوں کی بات نہیں مانتے ہیں؛ چنانچہ فرماتے ہیں :

''جن - جس طرح اللہ کی تسخیر اور اس کے حکم سے حضرت سلیمان کی اطاعت کیا کرتے تھے - وہ ویسے ہی بلا معاوضہ کسی بھی آدمی کی مطلق اطاعت نہیں کرتے ہیں... اور جنات بھی انسانوں ہی کی طرح ہیں، ان میں فرمانبردار مسلمان بھی ہیں، جاہل یا منافق یا نافرمان مسلمان بھی ہیں، اور ان میں کافر بھی ہیں...

لہٰذا کوئی بھی شخص جنوں کو اپنی مطلق طاعت کے لئے مسخر کر سکتا ہے، نہ ان میں سے بلا معاوضہ کسی کو بھی استعمال کر سکتا ہے، یا تو وہ (معاوضہ) کوئی ایسا مذموم عمل ہوگا جو جنوں کو محبوب ہو، یا ایسا قول ہوگا شیاطین جس کے سامنے جھک جاتے ہوں گے؛ جیسے قسم دلانا یا منتروں وغیرہ کا استعمال کرنا''۔ ⑤

کہاں وہ بات اور کہاں ان کا علاج میں اور نظر بد کے شکار اور سحر زدہ کی معلومات کے لئے جنوں کا استعمال کرنا،

---

① مجموع الفتاوی : ۱۱/۳۰۷۔ ② فتویٰ نمبر : ۱۸۲۵۵۔ ③ مجموع الفتاویٰ : ۱۳/۸۷۔
④ مجموع الفتاویٰ : ۱۳/۸۹۔ ⑤ النبوات : ۲/۱۰۱۴۔

اور اس مجهول الحال جنات کی خبر کو مان لینے سے لوگوں کے درمیان جو تفرقہ پیدا ہوتا ہے اس کے متعلق کیا کہا جائے!

''جبکہ جنات زیادہ جاہل، زیادہ جھوٹے، زیادہ ظالم اور زیادہ دھوکے باز ہوتے ہیں''۔ ①

پھر یہ بھی تو ذہن نشین رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرین جن کا مسلمان ہوجانا تو ثابت شدہ امر ہے ②، مگر اس کے باوجود یہ بات منقول نہیں ہے کہ انھوں نے کبھی اپنے غزوات میں دشمن کی معرفت کے لئے اپنے قرین سے مدد لی ہو، نہ اسی وقت اس سے مدد لینا ثابت ہے جب لبید بن اعصم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا، اسی سے جان لیجیے کہ اگر یہ استعانت جائز ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور اس سے مدد لی ہوتی۔

## ۴۔ الیکٹرک شاک (بجلی کے جھٹکوں) کا استعمال :

کچھ رقیہ پڑھنے والے لوگ رقیہ کے درمیان بجلی کے جھٹکوں کا استعمال کرتے ہیں، رقیہ کرانے والے (مرقی) کے جسم پر اس دلیل سے الیکٹرک شاک لگاتے ہیں کہ وہ جھٹکے یقیناً انسان کے بجائے جن کو لگتے ہیں، اور اسے جن زدہ کو بعض سلف کے ضرب لگانے پر قیاس کرتے ہیں اور اس کا مقصد یہ بتاتے ہیں کہ اس سے جنات تنگ ہوتے ہیں یا اس طرح انہیں جلایا جاتا ہے! اور ان سب باتوں میں سے کسی کی بھی کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے، بلکہ یہ سب راقیوں کے خودساختہ اضافے ہیں جن میں ان کا کوئی سلف (پیشرو) نہیں ہے۔

- **ہمارے شیخ ابن باز رحمہ اللہ بجلی کے جھٹکوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ :**

''ان کی کوئی اصل نہیں ہے''

بجلی کا خطرہ بڑا سنگین ہے، اور ممکن ہے اس کا اثر استعمال کے مقام سے آگے بڑھ کر پورے جسم میں پھیل جائے اور ایسے آثار چھوڑ جائے جن سے ممکن ہے کہ مریض کو شفا نہ مل سکے، کہاں یہ اور کہاں محدود قسم کے ضرر کی حامل ضرب جسے سلف کے کچھ لوگوں نے استعمال کیا تھا؟!

## ۵۔ توجہ اور اہتمام والے رقیہ کی بدعت :

راقیوں کے درمیان ایک عجیب روش عام ہو چلی ہے جسے وہ رقیہ مرکزہ (توجہ اور اہتمام والا رقیہ) اور رقیہ عادیہ (عام قسم کے رقیہ) کا نام دیتے ہیں، اور ان میں ہر ایک کا ریٹ اور دام جدا جدا ہوتا ہے!

یہ سب دجل وفریب ہے، اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کے زمرے میں آتا ہے، اس تفریق کی کوئی

---

① مجموع الفتاوی : ۱۹/۴۶۔ ② اس کی تخریج مسلم نے کی ہے : ۵۴۔

شرعی اصل نہیں ہے۔

● **شیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں :**

''ہم نے ایسے لوگوں کو بھی سنا جو کہتے ہیں : توجہ اور اہتمام والی قرأت اتنے کی، اور غیر توجہ واہتمام والی قرأت اتنے کی، بتائیے صاحب! یہاں کچھ قرأتیں توجہ والی اور کچھ غیر توجہ والی ہیں؟!... یہ رقیہ کے ساتھ تلاعب اور کھلواڑ ہے''۔ ①

## ٦۔ فون یا ریکارڈنگ مشین ''ٹیپ ریکارڈر'' کے ذریعہ رقیہ :

میاں! یہ ناجائز ہے؛ کیونکہ رقیہ ایک ایسا عمل ہے جس میں ادائیگی کے وقت اعتقاد ونیت کی ضرورت ہوتی ہے، اور براہ راست مریض پر پھونک مارنی ہوتی ہے، جبکہ مشین سے یہ کام نہیں ہوسکتا ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اور بھلائی کے ساتھ رقیہ میں ان کی پیروی کرنے والے تابعین کے عمل کے خلاف ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هَذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ''۔

''جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔ ②

## ٧۔ تخیلی قرأت :

اس سے مراد یہ ہے کہ جب راقی رقیہ کرنے لگے تو مرقی (جس پر رقیہ کیا جارہا ہے) اسے اپنے خیال میں لائے جس نے اس پر کچھ کیا کرایا ہے، اور ان میں سے کچھ لوگ اس سلسلے میں جنوں سے بھی مدد لیتے ہیں۔

یہ سب حرام اور ناجائز ہے؛ کیونکہ اس میں جنوں سے استعانت (مدد لینے کا عمل) موجود ہے، اور اس میں یہ قباحت بھی ہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں میں عداوت پھیلتی ہے، جبکہ یہ محض خیالات اور گمانوں پر مبنی ہے، اور گمان سب سے جھوٹی بات ہے ③، یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس کی وجہ سے مریض اپنے اردگرد والے کے متعلق شک میں مبتلا ہوجاتا ہے، مزید برآں یہ ایک امر محدث (نئی بدعت) ہے جو اس امت کے سلف میں معروف نہیں تھی۔

---

① دیکھیے : انٹرنیٹ پر شیخ کی سائٹ۔

② بخاری : ٢٦٩٧ ، مسلم : ١٧١٨ ، اور دیکھیے : فتاویٰ اللجنة الدائمة فتویٰ نمبر : ١٦٩٥١ ، اور نمبر : ٢٠٣٦١۔

③ بخاری : ٦٠٦٤ اور مسلم : ٢٥٦٣ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''إياكم والظن فان الظن أكذب الحديث'' خبردار گمان سے بچنا کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔

● **ہمارے شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی سربراہی میں قائم فتوی کی دائمی کمیٹی کے فتوی میں وارد ہے کہ :**

''اپنے اوپر پڑھے جانے والے رقیہ کے وقت مریض کا نظر لگانے والے کو اپنے خیال میں لانا، اور قاری کا اسے اس بات کا حکم دینا ایک شیطانی عمل ہے جو ناجائز ہے؛ کیونکہ اس میں شیاطین سے مدد لینے کا عمل پایا جاتا ہے، وہی اس انسان کی شکل میں اس کے خیالوں میں آیا کرتے ہیں جس نے اس پر نظر لگائی ہوتی ہے، یہ ایک حرام عمل ہے؛ کیونکہ اس میں شیاطین سے مدد لی جاتی ہے، نیز اس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان خوف اور دشمنی پیدا ہوتی ہے، اور یہ عمل لوگوں کے درمیان خوف اور رعب کے پھیلنے کا سبب بھی بن جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہوجاتا ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔ ①

## ۸۔ اجتماعی رقیہ :

اور وہ یہ ہے کہ راقی (جھاڑ پھونک کرنے والا) ایک ہی جگہ پر مریضوں کو جمع کر لیتا ہے، پھر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ ایک ساتھ سب کا رقیہ کرتا ہے، پھر ایک ایک کو پھونکتا ہوا ان کے پاس سے گزرتا ہے، یا اپنی جگہ بیٹھے ہی بیٹھے ان پر پھونک مار دیتا ہے۔

رقیہ کے اس طریقے کی کوئی شرعی دلیل یا سنی اثر نہیں ہے، یہ بھی (قراء) یعنی راقیوں کی خودساختہ بدعت ہے۔ ②

● ہاں ہمارے شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے دو یا تین اشخاص کو اپنے سامنے بیٹھا کر پڑھنے اور قرأت کے ساتھ براہ راست ان پر پھونکنے کو جائز ٹھہرایا ہے ③ مگر یہ صورت اس سے بالکل مختلف ہے جو آجکل راقیوں کے طرز عمل میں نظر آتی ہے، ہمارے شیخ کا مقصد تو یہی ہے کہ اپنے سامنے بیٹھا کر محدود تعداد کا رقیہ کر سکتا ہے، اس طرح کہ اس کی قرأت ملی ہوئی پھونک ان تک پہنچ جاتی ہو، مگر راقیوں کے موجودہ طریقے میں صورت حال نہایت ہی افسوسناک

---

① فتویٰ نمبر : ۲۰۳۶۱۔

② دیکھیے : فتوی لجنه دائمه :۲۰۳۶۱۔

مجموع فتاویٰ ورسائل فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین : ۱۷/ ۱۸

③ آنجناب رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''اس کے لئے جائز ہے کہ کچھ اشخاص: دو تین کو اپنے سامنے بیٹھالے، اس پر پھونک مارے اور اس پر پڑھے، اگر ایسا کر سکے تو کوئی حرج نہیں ہے، دو یا تین اس کے سامنے ہوں اور وہ ان پر پھونک مارے، ان کے سینوں پر، ان کے ہاتھوں میں، یا ان کے سروں پر مرض کے تقاضے کے مطابق عمل کرے'' فتاویٰ نور علی الدرب :۱/ ۳۲۵۔

ہے، اس میں شریعت پر ظلم وزیادتی ہے، اور مریض کی انسانیت پر بھی، جب وہ اس بھیڑ کے سامنے پچھاڑ کھا کر گر جاتا ہے، اور فطری حیا پر بھی جب کوئی خاتون اپنی آواز بلند کر کے چیختی چلاتی ہے۔

**۹۔ مریض کو طبی دواؤں کے استعمال سے روک کر سنگین قسم کی جرأت سے اس کی جان جوکھم میں ڈالنا :**

کچھ راقی حضرات مریض کو یہ ہدایت دیتے ہیں کہ وہ ہر دوا علاج ترک کر دے خواہ وہ اس کے مرض کے لئے کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو، اور ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ ان کا رقیہ کافی شافی ہے!

ہم پہلے ہی یہ عرض کر چکے ہیں کہ رقیہ محض ایک سبب ہے اور شافی تو بس اللہ جل وعلا ہی ہے، اور ایسے ہی طبی دواؤں کے ذریعہ حسی علاج کرنا بھی اسباب شفا میں سے ایک سبب ہی ہے، اس لئے مریض کو چاہیے کہ ایسا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اپنے طبیب سے مشورہ ضرور کر لے۔

## ۲۔ مرقی (رقیہ کرانے والے) کی شرعی مخالفتیں

**مرقی (رقیہ کرانے والے) کی نمایاں شرعی مخالفتیں حسب ذیل ہیں :**

**۱۔ رقیہ کرانے والے کا سارا تعلق رقیہ کرنے والے یا خود رقیہ ہی سے جوڑ لینا :**

جبکہ اصل یہی ہے کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفاء کا سبب ہیں، اور چونکہ اس کے دل میں توحید کمزور تھی اس لئے اس نے اس سبب کو زیادہ ہی بڑا جان لیا، اور اسی پر شفاء کو معلق کر لیا، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عافیت اور سلامتی عطا فرمائے۔

یاد رکھیے ! ایک مسلم کا فریضہ یہی ہے کہ وہ اپنے دل اور امید کا تعلق اللہ ہی سے جوڑے رکھے اور اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ رقیہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفاء کا ایک سبب ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ وصیت ہمیشہ پیش نگاہ رکھنی چاہیے جو انھوں نے حضرت ابن عباس کو فرمائی تھی :

**’’ احفَظِ الله يَحْفَظْكَ ، احفَظِ الله تَجِدْهُ تجاهَكَ ، إذا سَأَلْت فاسألِ الله ، وإذا استَعنْتَ فاستَعِنْ باللهِ ، واعلم أنَّ الأُمَّةَ لو اجتمعت على أنْ ينفعوك بشيءٍ ، لم ينفعوك إلاَّ بشيءٍ قد كَتَبَهُ الله لكَ ، وإنِ اجتمعوا على أنْ يَضرُّوكَ بشيءٍ ، لم يضرُّوك إلاَّ بشيءٍ قد كتبهُ الله عليكَ ، رُفِعَتِ الأقلامُ وجَفَّتِ الصُّحُفُ "۔**

’’تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے

پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تم مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں"۔ ①

## ۲۔ کچھ عورتوں کی بے پردگی اور لباس میں احتیاط نہ کرنا :

جب راقی نامحرم ہو تو اس کے لئے عورت کا چھونا تو دور کی بات ہے اس کے جسم کے کسی حصے کو دیکھنا بھی جائز نہیں ہے، مگر کچھ عورتیں راقی پر اعتماد کی وجہ سے یا یہ سمجھتے ہوئے کہ شفاء اسی وقت حاصل ہوگی جب راقی ان کے جسم پر ہاتھ رکھے گا اس سلسلے میں تساہل سے کام لیتی ہیں۔

اور راقی کو طبیب پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ طبیب جس جگہ کا علاج کرنا چاہتا ہو وہاں چھوئے بغیر علاج ممکن ہی نہ ہو، اس لئے ضرورتاً اس کے لئے یہ عمل مباح ہوتا ہے، جبکہ راقی کا معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ اس کا کام بس پڑھنا اور پھونکنا ہے، اور یہ دونوں کام چھونے پر موقوف نہیں ہوتے ہیں۔

## ۳۔ ہمیشہ دوسرے ہی سے رقیہ طلب کرنا :

اس روش کی وجہ سے وہ یہ بات فراموش کر دیتا ہے کہ بہترین رقیہ وہ ہوتا ہے جو خود آدمی اپنے اوپر کرتا ہے، کیونکہ رقیہ دعا کی جنس سے ہے، اور کوئی بھی شخص اس کے لئے اتنا اخلاص اور اتنی کوشش اور اجتہاد سے کام نہیں لے سکتا ہے جتنی کوشش اور اخلاص سے وہ اپنا رقیہ خود کر سکتا ہے۔

اور ان ستر ہزار لوگوں کے وصف میں جو بلا حساب جنت میں جائیں گے وارد ہوا کہ :

''هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ''۔

"یہ وہ لوگ ہیں جو داغواتے ہیں نہ دوسروں سے رقیہ طلب کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔"②

اس لئے راقیوں سے رقیہ طلب کرنا یقیناً بلوغ کمال میں مانع ہے۔

ہاں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ انسان اپنا جو رقیہ خود کرتا ہے اس سے زیادہ نفع بخش اور سچا رقیہ کوئی نہیں ہوتا ہے، اور کرایے پر نوحہ کرنے والی اس عورت کی طرح نوحہ نہیں کر سکتی جس کا خود اپنا عزیز فوت ہو گیا ہو۔ کیونکہ جو خود مصیبت میں مبتلا ہو، یا اس کی کوئی اولاد، یا قرابتدار، یا والد مصیبت سے دوچار ہو اس سے زیادہ اللہ عزوجل

① احمد : ۲۷۶۳ ، ترمذی : ۲۵۱۶۔ ② بخاری : ۵۷۵۲ ، مسلم : ۲۱۸۔

سے سچی التجا کون کرے گا؟ پھر یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ شفا کی طلب اشخاص کے ذریعہ نہیں قرآن کے ذریعہ ہوتی ہے، اور یہ چیز بھی بطور تنازل اس حیثیت سے تسلیم کر لی جاتی ہے کہ وہ اشخاص نیکی، علم اور تقویٰ کے حامل ہیں۔

- آج جو لوگ رقیہ کے دعویدار ہیں اور اسی عمل کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے ہیں اگر ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو ان کی بڑی تعداد علمی اعتبار سے حد درجہ جاہل نظر آئے گی۔

## ۴۔ عافیت کی طلب میں جلد بازی کا مظاہرہ کرنا :

اسی وجہ سے تکلیف کو دفع کرنے کے متعلق کچھ مریضوں میں اللہ کی رحمت سے مایوسی کا پہلو غالب آ جاتا ہے، جبکہ یہ ممکن ہے کہ کسی ایسے سبب سے جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہو مصلحت شفا کے موخر ہونے ہی میں پائی جاتی ہو۔

## ۵۔ شفا کی جستجو میں بعض عورتیں ان راقیوں کے ساتھ کچھ ناجائز حرکتوں میں ملوث ہو جاتی ہیں، جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

أ۔ راقی کے ساتھ گفتگو میں تساہل : ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ اسے ہر خاص وعام بات بتانے لگتی ہیں، بلکہ کبھی کبھی تو زن وشوہر کے مخصوص امور پر بھی ان سے گفتگو کرتی ہیں [1]۔

ب۔ کچھ عورتیں راقی کو زندگی کی تمام مشکلات اور رنج وغم سے نجات دہندہ سمجھتی ہیں، اسی لئے اپنی معمول کی زندگی میں درپیش تمام مسائل اس راقی کے سامنے رکھ دیتی ہیں اور اس کی ہدایات کو من وعن تسلیم کر لیتی ہیں، جبکہ وہ اس کی وجہ سے اور بڑی مشکلات کا شکار ہو سکتی ہیں، کیونکہ ان کا سوال ایک جاہل سے ہوتا ہے اور وہ ایک ڈھول کے پول سے نصیحت کی خواستگار ہوتی ہیں!

ج۔ کچھ راقیوں نے خواتین کے ساتھ مباحات میں اس قدر توسع سے کام لیا ہے کہ محرمات سے دوچار ہو گئے ہیں، اس لئے عورت کو چاہیے کہ ہر راقی پر بھروسہ نہ کرے، نہ ہر طلب پوری کرے، جو محل شک وریب بھی ہو۔

## ۳۔ مرقی بہ (یعنی وسائل رقیہ) میں شرعی مخالفتیں

ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ غیر شرعی رقیے وہ ہوتے ہیں جو شرکیہ ہوتے ہیں یا حرام ہوتے ہیں، اور اس باب میں کچھ نمایاں مخالفتیں حسب ذیل ہیں :

---

[1] ایسا اکثر خوابوں اور سپنوں کی تعبیر بتانے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ ایسا شخص کسی خاتون کے انتہائی دقیق امور کو بھی کریدتا ہے، اور وہ اپنے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کی چاہت میں اسے سب کچھ بتا دیتی ہے! اللہ سب کو ہدایت دے۔

۱۔ رقیہ میں غیر اللہ سے استغاثہ یا استعاذہ کا پایا جانا۔ (یعنی غیر اللہ سے مدد یا پناہ مانگنا)۔

۲۔ رقیہ کے الفاظ کا سمجھ میں نہ آنا، یا سمجھ میں تو آتے ہیں مگر مجہول ہوتے ہیں۔ (یعنی ان کا معنی سمجھ میں نہیں آتا)۔

۳۔ بعض آیات اور احادیث کی مہریں بنوا کر رکھنا، پھر انہیں زعفران کے پانی میں ڈبو کر کاغذ پر لگانا، پھر راقی حضرات اسے مریض کے حوالے کرتے ہیں، یہ ایک ایسا عمل ہے جس کی کوئی اصل ہے نہ اس میں کوئی نیت ہی پائی جاتی ہے۔

۴۔ بڑے بڑے برتنوں مثلاً پانی کی ٹنکیوں میں قرأت کی جاتی ہے، پھر اسے بوتلوں میں بھر کر فروخت کرتے ہیں، یہ قرأت نفع بخش نہیں ہوسکتی ہے، اس کا مقصد خالص مادی فوائد کا حصول اور کمائی کرنا ہے۔

۵۔ غیر عربی زبان میں رقیہ کرنا۔

# راقیوں کی نگرانی سے متعلق
# شعبۂ امر بالمعروف والنھی عن المنکر کے مرکزی ادارے کی کاوشیں

...

شعبۂ امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا مرکزی ادارہ متعلقہ شعبوں کے ساتھ ملکر راقیوں کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے اور ولی امر حفظہ اللہ کی طرف سے مفوضہ واجبات کی ادائیگی میں لگا رہتا ہے۔

چنانچہ مرکزی ادارے اور صوبے کی امارتوں کو متعلقہ کمیٹیوں کی طرف سے جو سرکاری رپورٹیں پیش کی گئی ہیں ان کے ذریعہ نوٹ کی گئی متعدد مخالفتوں کا ذکر کیا جاسکتا ہے، اور انہیں میں سے کچھ چیزیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں :

## اول : راقیوں سے متعلق مخالفتیں :

### ۱۔ شرکیہ مخالفتیں :

سب سے بڑی اور سنگین مخالفت جس کا شکار یہ راقی حضرات ہوا کرتے ہیں یہ ہے کہ وہ مریض کو پوری طرح اپنے رقیہ سے جوڑ دیتے ہیں اور اسے باور کراتے ہیں کہ وہی شفاء ہے، اسی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اپنے پاس علاج کرانے والوں کے خطوط اور پیغامات کو تشہیری مقاصد کے تحت منظر عام پر لاتے ہیں، جن میں وہ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ انہیں شفاء اسی وقت ملی جب جناب نے ان کا رقیہ کیا تھا، ان پیغامات کو شوشل میڈیا کے ذرائع پر

بھی نشر کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں ان کے مختلف طریقے بھی ہیں، مثلاً راقی صاحب کے کچھ ریکارڈ شدہ اجزاء پیش کئے جاتے ہیں جن میں وہ دعویٰ کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ صاحب جادو کو نکال رہے ہیں، اسے کھول رہے [1]، یا پھر وہ مریضوں کو اپنی مصنوعات (پروڈکٹس) کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں جو انہیں بڑے مہنگے داموں فروخت کئے جاتے ہیں۔

- اسی میں یہ بھی شامل ہے کہ راقی حضرات جنوں سے بھی کام لیتے ہیں، بلکہ ان میں سے کوئی کوئی تو یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ جنات موبائل کے ذریعہ ان سے پیغامات کا تبادلہ کرتے ہیں اور رابطے میں رہتے ہیں۔

### ۲۔ رقیہ کی بدعتیں اور خودساختہ طریقے :

أ۔ ایک راقی صاحب پانی کے کارخانے پر تشریف لے جاتے ہیں اور بوتلوں میں بھرے جانے سے قبل پانی پر پڑھتے ہیں۔

ب۔ کچھ لوگ ٹوتھ پیسٹ (دانتوں کے منجن) پر قرأت فرماتے ہیں۔

ج۔ کچھ لوگ ٹیلیفونک رقیہ کرتے ہیں، یا (واٹس ایپ Whatsapp) کے ذریعہ رقیہ ارسال فرماتے ہیں۔

ث۔ کسی آیت کا معین لفظ کئی کئی بار پڑھا جاتا ہے، یا بعض قرآنی الفاظ کو اتنی بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے جیسے چیخ پکار ہو رہی ہو۔

چ۔ گھر میں مشکلات کی کثرت کے لئے معینہ آیات کی تخصیص۔

ح۔ ایسے علاجی نسخے تجویز کرنا جن کی کوئی شرعی دلیل نہیں پائی جاتی ہے، انہیں میں سے ایک نسخہ یہ ہے کہ :
''مغرب کی اذان کے ساتھ ایک پڑھا ہوا پیالہ پی لیا جائے''۔

خ۔ کچھ راقی حضرات اپنے مریضوں کو یہ ہدایت دیتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھیں بند کرلیں، پھر اٹھ کھڑے ہوں اور پنجوں کے بل چلیں۔

د۔ سارے کے سارے افراد خانہ بشمول مرد وخواتین کا اجتماعی رقیہ کیا جاتا ہے اور ایک ساتھ ان پر قرأت کی جاتی ہے۔

ذ۔ گھر کو جادو اور نظر بد سے محفوظ کیا جاتا ہے، اور اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ راقی صاحب گھر کے اندر تشریف

---

[1] جن صاحب کی وہ ویڈیو ہوتی ہے ان کے یہاں تعویذوں، پتھروں اور جادو میں کوئی تفریق نہیں ہوتی ہے! اور یہ جہالت بڑی بڑی برائیوں اور شرور کا باعث ہوتی ہے۔

لے جاتے ہیں، اور اس کے تمام گوشوں اور اساسوں اور کچھ کمروں کا رقیہ کرتے ہیں۔

ر۔ کسی مطبع کے ساتھ رقیہ کے اوراق چھاپنے کا معاہدہ کیا جاتا ہے، پھر ان اوراق کو مریضوں کے ہاتھ فروخت کیا جاتا ہے۔

ز۔ کچھ معمولی اور بیک ورڈ قسم کے لوگوں کو پانی اور شہد پر پڑھنے کے لئے ہائر کیا جاتا ہے اور اجرت پر رکھا جاتا ہے، پھر اسے اس طور پر بیچا جاتا ہے کہ خود راقی صاحب کا پڑھا ہوا ہے۔

س۔ لوگوں کے درمیان وہم فروخت کرنے کے لئے ان کی حاجت وضرورت کا استحصال کیا جاتا ہے، مثلاً کچھ راقی حضرات (جسم پر ملنے والا کریم) فروخت کرتے ہیں جس پر لکھا ہوتا ہے:

(نظر بد، حسد اور جن زدگی کے اثر کو زائل کرنے میں معاون ہے، وسوسوں اور شب کو نظر آنے والے کابوسوں کو دور بھگاتا ہے، نفسیاتی اضطرابات اور ڈپریشن کو کم کرتا ہے)۔

- دوسرے کچھ اور حضرات دیگر مادوں کے ساتھ مخلوط ایک (نمک) فروخت کرتے ہیں، اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ نظر بد، اور جادو کے علاج میں مفید ہے، شیطان کی چلنے والی نالیوں کو تنگ کرتا ہے، گھروں اور مملوکہ اشیاء کو لاحق نظر بد اور جادو کے لئے بھی سودمند ہے۔

ش۔ مریض کی چاہت اور طلب کے مطابق رقیہ کرنا۔ چنانچہ حسب ذیل امور کے لئے رقیے کئے جاتے ہیں:

- اتہام کی نیت سے۔ • شفا کے لئے۔ • ہدایت کے لئے۔ • تعذیب (سزا دینے اور تکلیف پہنچانے) کے لئے۔ • جلانے کے لئے۔ • کمزور کرنے کے لئے۔

ص۔ کچھ ایسی سرگرمیاں اور افعال جن کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

- بعض راقیوں کا مریض کو یہ ہدایت دینا کہ وہ بوقت رقیہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہے۔
- بعض لوگ پوری قوت کے ساتھ مریض کا ہاتھ موڑ کر اس کی پشت پر رکھ دیتے ہیں۔
- کچھ لوگ بتیاں بجھا دیتے ہیں۔

۳۔ یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ بیشتر خلاف ورزیاں کرنے والے راقیوں کا تعلیمی معیار نہایت پست ہے، ان میں سے بعض ثانوی تعلیم تک پہنچے ہیں، اور بعض ان پڑھ ہیں لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے ہیں۔

۴۔ یہ بھی واضح ہوا کہ شرعی مخالفتوں کے مرتکب بیشتر راقیوں کی شرعی تعلیم کی تحصیل حد درجہ کمزور ہے، ان میں سے اکثر کو تو قرآن کریم کے دو پارے بھی یاد نہیں ہیں، اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنھیں عم پارہ بھی یاد نہیں ہے،

اور جہاں تک شرعی علم کی بات ہے تو وہ لوگوں میں بدترین قسم کے جاہل ہیں اور انھوں نے دوسروں سے بطور تقلید رقیہ حاصل کیا ہے[1]، ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو اپنے گھر والوں کو راقی کے پاس لے جاتے تھے، پھر بعد میں خود ہی راقی بن گئے، یہی وجہ ہے کہ ان سے شرکیہ اور بدعیہ مخالفتیں بکثرت صادر ہوتی ہیں۔

۵۔ یہ بات بھی نمایاں طور پر سامنے آئی کہ خلاف ورزیاں کرنے والے کچھ راقیوں کے یہاں عورتوں کے ساتھ تعامل میں بڑا تساہل پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ متعدد مخالفتوں کا شکار ہوتے ہیں، جن کا آغاز کسی محرم کی موجودگی کے بغیر قرأت سے ہوتا ہے، یا عورت کے جسم کو چھونے یا اس کے ساتھ چپکنے کا عمل کیا جاتا ہے، اور انتہا اس کی آبرو کی پامالی اور عزت لوٹ لینے پر ہوتی ہے اور یہ حرکتیں اس دعوے کے ساتھ کی جاتی ہیں کہ اس طریقے کے بغیر جادو یا نظر بد کا اخراج ممکن نہیں ہے۔

۶۔ مادی طور پر بلیک میلنگ کے لئے بیماروں کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھانا اور ان کا استحصال کرنا، جس کی کچھ صورتیں حسب ذیل ہیں :

أ۔ بعض راقیوں کے رقیہ کی اجرت (۱۰،۰۰۰) ریال تک پہنچتی ہے (یعنی انڈین کرنسی کے مطابق کم وبیش پونے دو لاکھ روپے)۔ اس کے ساتھ رہائش کی فراہمی کی بھی شرط ہوتی ہے کیونکہ راقی صاحب کسی دوسرے صوبے سے تشریف لانے والے ہوتے ہیں۔

ب۔ کچھ راقی حضرات مریض کے ساتھ آنے والے پر بھی ایک معین مبلغ لازم کردیتے ہیں۔

ت۔ راقی کا اپنی مصنوعات کو بڑا مہنگا فروخت کرنا۔

۷۔ مریضوں کو وہم اور خوف کا شکار بنانا، اسی ضمن کا ایک واقعہ ہے کہ ایک راقی صاحب نے اپنے بھائی کے ساتھ آنے والی ایک دوشیزہ سے کہا کہ وہ سحر زدہ ہے، اور اس کا دوسرا بھائی اور اس کی ماں بھی سحر زدہ ہیں، اور ان سب کو رقیہ کے لئے یہاں لانا ضروری ہے۔

۸۔ تخییل سے معروف قرأت کے ذریعہ افراد خانہ میں تفرقہ پیدا کرنا اور ان کے اندر کینہ داخل کردینا، جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض راقی حضرات اس نوع کی قرأت کے درمیان میاں یا بیوی کے رشتے داروں میں سے کسی کو متہم کردیتے ہیں کہ اسی نے ان میں سے ایک پر جادو کردیا ہے یا نظر لگا دی ہے۔

---

[1] ان میں سے ایک تو اپنے بھائی کو کسی راقی کے پاس رقیہ کے لئے لے جایا کرتا تھا، اور اسی زمانے میں اس سے ''رقیہ کا فن'' سیکھ لیا، پھر وہ پورے طور پر رقیہ کے لئے فارغ ہو کر راقی صاحب بن گیا، اور اب ہر رقیے پر (۲۰۰) ریال کی شرط رکھتا ہے!۔

### دوم : جو باتیں مرقیوں (یعنی رقیہ کرانے والوں) سے متعلق ہیں :

سرکاری کاغذات کا جائزہ لینے والے پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ان پر جہالت کا غلبہ ہے، اور ان کے درمیان معلومات ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہیں، اور یہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض راقی حضرات مریضوں کے درمیان اپنے آدمی چھوڑ دیتے ہیں جو انہیں رواج دیتے اور چلاتے رہتے ہیں، اور یہ بتاتے رہتے ہیں کہ انہیں فلاں صاحب کے رقیہ سے فائدہ ہوگیا ہے۔

سب سے بھیانک بات عورتوں کے ساتھ یہ ہوتی ہے کہ وہ قول وعمل دونوں اعتبار سے راقی پر مطلق بھروسہ اور اندھا اعتماد کرلیتی ہیں جن کی وجہ سے آبرو کے معاملات میں تساہل کے ایسے امور رونما ہوتے ہیں جن کا انجام اچھا اور قابل تعریف نہیں ہوتا ہے۔

اور سب سے بڑا شر جس سے مریض دوچار ہوتے ہیں یہ ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب راقی کی ذات سے مربوط ہوجاتے ہیں، اور اس راقی کے سوا کسی اور کے پاس نہیں جاتے ہیں، خواہ اس کے لئے انہیں سفر کی مشقت ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے، یا بھاری بھرکم مال ہی کیوں نہ خرچ کرنا پڑے کیونکہ ان کے خیال میں اس کا رقیہ ہی شفاء ہے!

### سوم : جو باتیں رقیہ سے متعلق ہیں :

سرکاری کاغذات کا مطالعہ کرنے سے یہ صورت حال واضح ہوئی کہ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے راقیوں میں شرکیہ بدعیہ اور حرام رقیوں کی بھرمار ہے، مثلاً :

- غیر مفہوم (نا سمجھ میں آنے والے الفاظ) بدبدانا۔
- جنات کی مدد لینا اور بھیڑیے کی کھال کا استعمال کرنا۔
- اجتماعی رقیہ کرنا۔ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ پانی کی ٹنکی ہی میں پڑھ دیا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ سابقہ سطور میں بتایا جاچکا ہے کہ۔ راقی صاحب پانی کے کارخانے ہی سے معاہدہ کرلیتے ہیں کہ وہ پانی کے بوتلوں میں بھرے جانے سے پہلے ہی اس پر رقیہ پڑھ دیں گے۔
- زعفران میں ملے ہوئے پانی پر پڑھنا اور اس میں کاغذ کو ڈبو دینا پھر اسی کو حصول شفا کی غرض سے لوگوں کو فروخت کرنا۔

(اللجنة الدائمة للافتاء) کے فتاوی میں لکھا ہے کہ :

''زعفران ملے ہوئے پانی پر پڑھنا پھر اس پانی میں اوراق کو ڈبو کر لوگوں کو حصول شفاء کی غرض سے بیچنے کا یہ عمل

ناجائز ہے، اور اس سے روکنا واجب ہے، کیونکہ یہ دھوکہ دھڑی اور حیلہ سازی سے لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کی ایک شکل ہے۔ اور اس رقیہ شرعیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے جس کے جواز کی بعض اہل علم نے صراحت کی ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ کسی ورق پر یا کسی صاف ستھری چیز پر آیات کو لکھا جائے پھر اس تحریر کو دھو کر اس کا دھووَن پی لیا جائے''۔ ①

# رقیہ کرنے والوں کی کچھ بدعتیں اور خطائیں

## فضیلۃ الشیخ ابوانس محمد بن فتحی آل عبدالعزیز اور فضیلۃ الشیخ ابوعبدالرحمان محمود بن محمد الملاح

فتح الرحمان في بيان هجر القرآن کے مذکورہ بالا مولفین نے اپنی اس کتاب میں رقیہ کے متعلق ایک خاص عنوان: بدع وأخطاء المعالجين قائم کیا ہے جس کے تحت انہوں نے بہت سی بدعتوں اور مخالفتوں کا ذکر کیا ہے اور مفید نکتے بیان کئے ہیں جو ان شاء اللہ ہمارے قارئین کے علم وبصیرت میں اضافے کا باعث ہوں گے اس لئے ہم قدرے اختصار کے ساتھ پوری بحث کو یہاں پیش کر رہے ہیں :

### معالجین (رقیہ کرنے والوں) کی کچھ بدعتیں اور خطائیں :

علاج کے کام میں کچھ ایسے نوجوان داخل ہو گئے ہیں جو استقامت میں کمزور ہیں اور (علمی ودینی اعتبار سے) اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکے ہیں، فقہ میں بھی ان کا علم ناپختہ ہے، مگر انھوں نے اپنے گمان میں خود کو احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرح سمجھ کر قرآنی علاج کا بیڑا اٹھا لیا ہے، جبکہ ابھی انھوں نے حفظ قرآن بھی مکمل نہیں کیا ہے، بلکہ دیگر دینی امور تو ایک طرف رہے انہیں نواقض وضو (وضو کو توڑ دینی والی چیزوں) یا ارکان صلاۃ، یا صحت صلاۃ کی شرطوں کا بھی پتہ نہیں ہے، بس ان کی صلاحیتوں کی انتہا یہ ہے کہ انھوں نے رقیہ یاد کر لیا ہے یا ایک یا دو کتابیں پڑھ لی ہیں اور اسی پر علاج کرنے لگے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ محظورات (شرعی اعتبار سے نادرست وممنوع چیزوں) کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور انہیں۔ اپنی جہالت کی وجہ سے۔ ان چیزوں کا پتہ بھی نہیں چل پاتا ہے، لہٰذا ان کے علاج میں بدعتیں پھیل چکی ہیں اور خرافات کی کثرت ہو گئی ہے، اور اس کے دو اسباب ہیں:

① فتویٰ نمبر : ۲۰۳۶۱۔

دیکھیے : شیخ کی کتاب ''احكام الرقية الشرعية'' جسے مملکت سعودی عرب کے هيئة الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر کی ریاست عامہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے

**اول :** دینی امور کے متعلق معالج (رقیہ کرنے والے کی جہالت)

**دوم :** جنات کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق کرنا؛ کیونکہ بسااوقات جن معالج کو کچھ نصیحتیں کرتا ہے اور بطور مثال کہتا ہے کہ: فلاں حالت کے لئے فلاں فلاں آیتیں پڑھو، یا قرآن کو کسی خاص طریقے پر لکھو پھر ایسا کرو اور ویسا کرو، اور یہ معالج جن کی نصیحت پر عمل پیرا ہوجاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ محظورات (شرعی مخالفتوں) کا شکار ہوجاتے ہیں۔ [1]

## ان مخالفتوں اور محظورات میں سے کچھ امور حسب ذیل ہیں :

### اول : جنوں کے ساتھ گفتگو اور ان کی تصدیق :

جنوں کے ساتھ گفتگو اور ان سے بہت سارے سوالوں کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔ مثلاً لوگ جن سے یہ پوچھتے ہیں کہ: اس کا نام کیا ہے؟ عمر کیا ہے؟ مذہب کیا ہے؟ اور اس کی (ان باتوں میں) تصدیق بھی کرتے ہیں؛ اس کی وجہ سے بہت سے مفاسد اور مخالفتوں کا ارتکاب ہونے لگا ہے، اور یہ لوگ یہ بات فراموش کر چکے ہیں کہ جن حصول علم کا مصدر (سرچشمہ) نہیں ہیں، کیونکہ جنوں میں جھوٹ غالب ہوتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

"صَدَقَکَ وَھُوَ کَذُوْبٌ" "اس نے تم سے سچ کہا ہے جبکہ خود وہ جھوٹا ہے"۔

مزید برآں ایسے حالات میں نبی ﷺ کا جو طریقہ تھا یہ عمل اس کے خلاف ہے۔

### علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"پہلے گزشتہ ایام میں مصروعین (دماغی خلل کا شکار لوگوں یا آسیب زدوں) پر قراءت (رقیہ پڑھنے) کا کام بہت تھوڑے سے لوگ کیا کرتے تھے جو نیک لوگ ہوا کرتے تھے، مگر آج وہ سیکڑوں کی تعداد میں ہیں، ان میں کچھ بے پردہ خواتین بھی ہیں، لہٰذا ہو یہ رہا ہے کہ جو کام۔ عادتاً اطباء ہی انجام دیا کرتے تھے۔ وہ ایک شرعی وسیلے کی حیثیت سے تجاوز کر کے ایسے امور اور وسائل کی طرف چلا گیا ہے جو بیک وقت شرع اور طب دونوں کے نزدیک غیر معروف ہیں، لہٰذا میرے نزدیک ان کا شمار ایک طرح کے دجل (فریب اور فراڈ) اور ان وسوسوں میں ہوتا ہے جنھیں انسان کا دشمن شیطان ان کے دلوں میں ڈالتا ہے۔

---

[1] وقاية الانسان من الجن والشيطان ص (۹) مطبوعه مكتبة الصحابة طبع دهم۔

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ [الانعام:۱۱۲]۔

''اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے سوان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے''۔

● اور یہ جنوں سے ایک طرح کا استعاذہ (جنوں کی پناہ طلب کرنا) ہی ہے جو جاہلیت کے زمانے کے مشرکین کیا کرتے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ :

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔''

لہٰذا جس کسی نے ۔اپنے دعوے کے مطابق ۔ جادو کھولنے کے لئے ان کی مدد لی یا کسی انسان پر سوار جن کی شخصیت کے متعلق اس سے معلومات حاصل کی کہ وہ مذکر یا ہے مونث؟ مسلم ہے یا کافر؟ اور اس مدد طلب کرنے والے نے اس کی تصدیق کی پھر وہاں موجود لوگوں نے بھی اس کی تصدیق کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسب ذیل ارشاد کی وعید ان سب کو لاحق ہوگی جس میں آپ فرماتے ہیں :

''مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْكَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ''

''جو کسی کاہن یا عراف (غیب کی باتیں بتانے والے) کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل باتوں کے ساتھ کفر کیا''۔

**اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ :**

''لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً'' ''اس کی کوئی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوگی''۔

(اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور اس کی تخریج غایت المرام میں (۲۸۴) نمبر کے تحت کی گئی ہے اور جو حدیث اس سے پہلے ہے وہ بھی صحیح ہے، دیکھئے: الارواء: ۲۰۰۶)۔

● لہٰذا اس پر دھیان دینا چاہئے، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ بہت سے لوگ جو اس پیشے میں مبتلا ہیں وہ اس حقیقت سے غافل لوگوں میں شامل ہیں اسی لئے ۔اگر یہ اپنے اس پیشے میں لگے ہی رہنا چاہتے ہیں ۔تو میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان جنوں کو مخاطب کرنے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول: ''أُخرج عدو الله''

اللہ کے دشمن نکل جاسے آگے نہ بڑھیں، اور میں انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد دلاتا ہوں کہ :

﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣]۔

''سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی فتنہ (زبردست آفت) نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے''۔

**والله المستعان ولا حول ولا قوة إلا بالله۔**[1]

## جنوں سے کئے جانے والے ان مکالموں سے بہت سے مفاسد پیدا ہوئے جن میں کچھ حسب ذیل ہیں:

۱۔ لوگوں کے درمیان فتنے پیدا ہو گئے، جھگڑے کھڑے ہوئے، جب وہ کہتے ہیں کہ فلاں نے ہی جادو کیا ہے، اور یہ سب کام لوگوں کے سامنے ہی ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر دشمنی اور نفرت کی بنیاد پڑ جاتی ہے، نہ جانے اس کی وجہ سے کتنے رشتے ٹوٹ گئے، کتنے گھر اجڑ گئے، اور کتنے گھرانوں کی بنیادیں ڈھے گئیں، اور ان سب کی فریاد اللہ ہی سے ہے۔

۲۔ چونکہ اس کی وجہ سے قرآن کریم کی تلاوت اور اذکار نبویہ کی پابندی بھی لوگ چھوڑ بیٹھتے ہیں اس لئے جن کو لمبی مدت تک اس شخص کے جسم پر مسلط رہنے کا موقع ملتا ہے جسے اس نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہوتا ہے۔

### دوم : علاج میں جنوں سے مدد لینا :

### شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں :

''جنوں سے استعانت خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں شرک کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔ اور استعانت کا معنی: مدد طلب کرنا ہے، اسی لئے اہل علم کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ مسلم جنوں سے مدد مانگنا ناجائز ہے کیونکہ صحابہ۔رضوان اللہ علیہم۔نے ان سے مدد نہیں مانگی جبکہ وہ اس بات کے زیادہ مستحق تھے کہ جنات ان کی خدمت اور مدد کرتے۔

**جنوں سے استعانت کی اصل :** جب کوئی انسان کسی جن سے مدد لیتا ہے تو وہ اس کے ورغلانے اور اس کے مقام کو بلند کرنے کا اور اس سے فائدہ اٹھانے کا ایک سبب بن جاتا ہے، اللہ جل وعلا فرماتا ہے :

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ قَدِ ٱسْتَكْثَرْتُم مِّنَ ٱلْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُم مِّنَ

---

[1] السلسلة الصحيحة للألبانى : ٦/١٠٠٩۔١٠١٠ طبع مكتبة المعارف بالرياض۔

ٱلۡإِنسِ رَبَّنَا ٱسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ وَبَلَغۡنَآ أَجَلَنَا ٱلَّذِيٓ أَجَّلۡتَ لَنَا ﴾[الانعام:۱۲۸]۔

''اور جس روز اللہ تمام مخلوق کو جمع کرے گا، (کہے گا) اے جنوں کی جماعت! تم نے انسانوں میں سے بہت سے اپنا لئے، جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! (دنیا) میں ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو تو نے ہمارے لئے معین فرمائی''۔

اس طرح فائدہ اٹھانے کا عمل سامنے آتا ہے کہ مفسرین کے مطابق انسان جنوں سے فائدہ اس طرح اٹھاتے ہیں کہ وہ ان کا تقرب حاصل کرتے ہیں، ان کے سامنے جھک جاتے ہیں اور انکساری کا اظہار کرتے ہیں اور وہ ان کی ضرورتیں پوری کر دیتے ہیں اور اس فائدہ اٹھانے کے عمل میں انسان جنوں کے لئے جانور بھی ذبح کرتا ہے، اور مختلف قسم کی عبادتوں کے ذریعہ ان کا تقرب حاصل کرتا ہے یا۔العیاذ باللہ۔ اللہ جل وعلا کے ساتھ کفر ہی کر بیٹھتا ہے، وہ یوں کہ قرآن شریف کی توہین کرتا ہے، یا خود اسی کی توہین کرتا ہے یا اسی طرح کے دوسرے کام کرتا ہے، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی طرح استعانت جائز نہیں ہے، اس کی سب کی سب قسمیں ناجائز ہیں، مثلاً: جنوں کے کفار شیطانوں سے مدد طلب کرنا، اور کچھ ایسی ہیں جو شرک کا وسیلہ ہیں، جیسے مسلم جنوں سے مدد مانگنا۔

- شیخ الاسلام جیسے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ جن کچھ انسانوں کی خدمت کرتے ہیں۔ مگر یہ مقام محل نظر اور تفصیل طلب ہے۔ اس لئے آنجناب۔رحمہ اللہ۔ نے کتاب النبوات کے آخر میں بیان فرمایا ہے کہ: اولیاء اللہ جنوں سے خدمت نہیں لیتے ہیں وہ بس ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ کیا تھا کہ وہ ان میں امر ونہی کا کام کرتے ہیں، یعنی: شرعی اوامر ونواہی کا، مگر رہی ان سے خدمت لینے اور مدد طلب کرنے کی بات تو یہ اولیاء اللہ کے طور طریقوں اور ان کاموں میں سے نہیں ہے، فرماتے ہیں: حالانکہ ایسا ہوتا ہے کہ جنات کبھی کبھی انسانوں کو فائدہ پہنچا دیتے ہیں، ان کی کچھ خدمت کر گزرتے ہیں اور اسی طرح کی باتیں ہو جایا کرتی ہیں، امر واقعہ کے اعتبار سے یہ صحیح ہے۔

## حاصل یہ ہے کہ اس مقام میں تفصیل ہے :

اگر خدمت لینے کا طریقہ یہ ہو کہ مسلم جنات سے انسان مدد مانگتا ہو تو یہ شرک کا وسیلہ ہے، اور کسی بھی ایسے شخص کے پاس علاج کرانا جائز نہیں ہے جس کے بارے میں یہ معروف ہو کہ وہ مسلم جنوں سے مدد لیتا ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا ہو کہ جن بلا طلب کسی کی خدمت کر دیتے ہوں تو ایسا ہو سکتا ہے، مگر یہ اولیاء اللہ کے اخلاق میں سے نہیں رہا ہے ۔نہ اس کا تعلق ان چیزوں سے ہے جنھیں اللہ۔جل وعلا۔ نے اپنے خاص بندوں کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ لہٰذا جس

کی یہ حالت ہو وہ کسی ایسے خلل سے محفوظ نہیں ہے جس کی وجہ سے جن اس کی زیادہ خدمت کرتے ہوں اور اسے مختلف امور کی خبریں دیتے ہوں، اسی طرح کی اور کوئی خدمت کرتے ہوں۔

### حاصل گفتگو یہ ہے کہ :

اگر یہ خدمت (راقی) کی طلب پر ہوتو یہ ناجائز ہے، محرمات کی قسموں میں سے ایک قسم ہے؛ کیونکہ وہ ایک طرح کا استمتاع (فائدہ حاصل کرنا) ہے، اور اگر وہ بلا طلب ہوتو بھی شیطانوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے، اور سرکش جنوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے؛ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ (راقی) ان کی خبریں قبول کرنے لگے، ان پر اعتماد کرنے لگے، ان سے اسے انسیت ہوجائے، اور اس طرح خدمت لیتے لیتے وہ ان سے توسل کرنے لگے اور اس کی توجہ۔العیاذ باللہ۔انہیں کی طرف پھر جائے، جب یہ بات واضح ہوگئی تو یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اہل علم کے نزدیک جنوں کی خبر ضعیف ہوتی ہے، اہل حدیث کے نزدیک اسے حجت بنانا جائز نہیں ہے، اور فقہاء نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ اور یہ بات صحیح بھی ہے؛ کیونکہ خبر کو تسلیم کرنا اور قبول کرنا خبر دینے والے کی تعدیل (اسے عادل ماننے) کی ایک فرع ہے، جبکہ جنات غائب ہوتا ہے، اس کی عدالت غیر معروف ہے، اور سامع کو اس کا علم نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اگر یہ اس آدمی کی خبر قبول کرلیتا ہے جو وہ جنوں کے واسطے سے بیان کرتا ہے جبکہ اس نے انہیں دیکھا ہی نہیں ہوتا، اور ان کی عدالت کی تحقیق کا اس کے پاس کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے، بس ان سے سنی ہوئی باتیں ہی اس کے سامنے ہوتی ہیں، ۔ اور یہ کافی بھی نہیں ہے۔ تو اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس نے کسی ایسے شخص کی خبر سن لی ہو جس کے فاسق ہونے کا احتمال ہے؛ اسی لئے اللہ۔جل وعلا۔ نے فرمایا :

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمۡ فَاسِقُۢ بِنَبَإٖ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوۡمَۢا بِجَهَٰلَةٖ فَتُصۡبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلۡتُمۡ نَٰدِمِينَ﴾ [الحجرات:٦]۔

''اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچادو، پھر اپنے کئے پر پشیمانی اٹھاؤ''۔

- اور جو لوگ جنات کی خبریں قبول کرلیتے ہیں اور وہ جن واقعات کے متعلق بتاتے ہیں انہیں مان لیتے ہیں تو اس سے بھانت بھانت کے اور بہت سارے مفاسد (بگاڑ) پیدا ہوتے ہیں... لہٰذا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر نکیر کی کوشش کرنا اور جنوں سے خدمت لینے والوں پر حجت قائم کرنے کے لئے جو صرف اس بات کا سہارا لیکر بیٹھ جاتے ہیں کہ بعض علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے جدوجہد کرنا واجب ہے، حقیقت حال یہ ہے کہ یہ کام اللہ۔جل

وعلا۔ کے ساتھ شرک کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے، ابن بشر کی ''تاریخ نجد'' نامی کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھ لیجئے جہاں انھوں نے فرمایا کہ: نجد میں شرک کے داخل ہونے کا سبب یہ ہے کہ جب کھیتوں کی کٹائی کا وقت آجاتا یا کھجوروں کے توڑنے کا موسم آتا تو وہاں کے دیہاتوں میں کچھ بدوی لوگ چلے آتے تھے اور ان بستیوں کے ایک گوشے میں ڈیرا ڈال دیتے تھے، ان کے پاس کچھ دوائیں اور جڑی بوٹیاں بھی ہوا کرتی تھیں، جب وہ اس طرح جم جاتے تو ان بستیوں کے کچھ جاہل لوگ ان سے (اپنی مشکلات کے متعلق) سوال کر لیتے تھے، ان سے سوال کرنے کے نتیجے میں صورت حال یہ ہوگئی کہ انھوں نے دیہاتیوں کے دلوں میں ان حرام کاموں کی محبت ڈال دی، کچھ شرکیہ کاموں یا کچھ بدعتوں کا انہیں خوگر بنا دیا یہاں تک یہ چیزیں ان کے درمیان پھیل گئیں، ان خود ساختہ جاہل معالجوں، اور شعبدہ باز وحیلہ ساز قاریوں (جھاڑ پھونک کرنے والوں) کی وجہ سے۔قدیم زمانے میں۔شرک نجد اور اس کے اردگرد کی بستیوں میں پھیلا تھا جیسا کہ ابن غنام نے بیان فرمایا ہے۔

- یہ بھی ہوا کہ ان میں سے ایک شخص جو جنوں سے خدمت لیا کرتا تھا، پبلک اس کے پاس زیادہ آنے لگی، جب اس نے یہ دیکھا تو نفع بخش علاج کرنے لگا، پھر جنوں کا تسلط اس پر بڑھ گیا، یہاں تک کہ اس کی تاثیر کمزور پڑ گئی، پھر جب اس کی تاثیر کمزور ہوگئی، اور اپنے پاس قراءت (رقیہ پڑھانے) یا علاج کے لئے آنے والے بعض حالات میں وہ کچھ بھی نہیں کر سکا، تو جنوں سے اس کی وابستگی اور بڑھ گئی، اس کے دل میں یقین کی جو قوت تھی وہ مسلسل پست ہونے لگی، اس کے دل میں جنوں پر عدم اعتماد کا جو جذبہ تھا وہ گھٹنے لگا، یہاں تک کہ دھیرے دھیرے اس کا اعتماد انہیں پر ہو گیا، پھر۔العیاذ باللہ۔انھوں نے اسے سنت سے منحرف کر کے ہی چھوڑا، اس کے دل میں توحید الٰہی اور اس کی تعظیم کا جو لازمی عقیدہ تھا اور یہ اعتقاد تھا کہ شرکیہ اغراض کے لئے جنوں کا استعمال نہیں کرنا چاہئے انھوں نے اسے اس عقیدے سے پھیر دیا اور اسے اس حد تک لے گئے کہ وہ شرکیہ اغراض کے لئے بھی اور متفقہ طور پر ناجائز اسباب کے لئے بھی ان کا استعمال کرنے لگا۔ ①

## سوم : جنوں کی رضامندی کی جستجو اور ان کے لئے جانور ذبح کرنا :

اس طریقے میں معالج آسیب زدہ پر سوار جن کو راضی کرنے کے جتن کرتا ہے، اور اس کی تمام مانگیں پوری کرتا ہے، لہٰذا کبھی وہ اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے لئے کوئی حیوان ذبح کیا جائے، یا سونا پہنا جائے، یا سگریٹ پی جائے یا ان کے سوا دیگر حرام کاموں کا ارتکاب کیا جائے، اور اس طریقے کی حرمت۔اللہ اعلم۔متعدد

① التمهيد لشرح كتاب التوحيد ص(٦١٥-٦١٩) للشيخ صالح بن عبدالعزيز آل شيخ ط دارالتوحيد، طبع اول۔

امور کی وجہ سے ہے :

## ۱۔ جنوں کے لئے جانور ذبح کرنا شرک باللہ ہے :

**رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :**

''لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِاللّٰهِ'' ''جوشخص غیر اللہ کے لئے (جانور) ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو''۔ ①

اور شرک وکفر کے ذریعہ علاج کرانے کی حرمت میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسی چیزوں سے علاج متفقہ طور پر ناجائز ہے۔

۲۔ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے کہ آدمی جن کی اطاعت کرے اور-اگر مرد ہو تو- سونا پہنے یا سگریٹ پئے، یہ تمام چیزیں شرعی طور پر حرام ہیں۔

۳۔ مانگیں پوری کرنے پر جن کی سرکشی، کفر، اکڑفوں اور تمرد بڑھ جاتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

## چہارم : تجربے پر اعتماد کرنا :

جنوں کی وجہ سے دماغی دوروں (آسیب زدگی) کا علاج کرنے والوں نے دروازہ کشادہ کر دیا ہے، ہر شخص الگ الگ طریقہ استعمال کر رہا ہے، ہر ایک کا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ یہ مجرب ہے اور نفع بخش بھی ہے، اسی لئے ہم ان مجرب وسائل کے متعلق بہت کچھ سنا کرتے ہیں، وہ کچھ اس طرح ہیں :

۱۔ پانی پر پڑھنا اور اس سے وضوء کرنا اور اس سے غسل کرنا، اور اس سلسلے میں توسع اختیار کرنا۔

۲۔ معینہ جگہوں پر تیل کی مالش کرنا۔

۳۔ دھونی دینے والی اشیاء اور پتھر کے نگوں کا استعمال اور انہیں لٹکانا۔

۴۔ جنات کو خوفزدہ کرنا، اذیت پہنچانا، قید کرنا، جلا دینا، اور انہیں قتل کر دینا!! لہٰذا کبھی تو یہ لوگ ضرب لگانے (مارنے) کا اور گلا گھونٹنے کا طریقہ اپناتے ہیں، کبھی آسیب زدہ کے بدن کے خاص حصوں کو جلاتے ہیں، جگہ پر اندھیرا کر دیتے ہیں... ان میں سے بعض لوگ -اپنے خیال کے مطابق- جنات کو ڈرانے کے لئے مریض کو

① مسلم : ۱۹۷۸ بواسطہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

بھیڑیے جیسے جانوروں کے پاس لے جاتے ہیں، ان کے علاوہ دیگر بہت سی ترکیبیں آزماتے ہیں۔

۵۔ وقت بچانے کے لئے ایک ہی وقت میں لوگوں کی ایک جماعت پر رقیہ پڑھ دینا، اور یہ کام لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مسجدوں میں انجام دیا جاتا ہے، ان میں خصوصی طور پر کچھ محدد آیتوں پر اس دعوے کے ساتھ زور دیا جاتا ہے کہ یہ رقیہ کی آیات ہیں۔

## علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''ہر نفع بخش تجربہ اس (میں آزمائے ہوئے) وسیلے کی مشروعیت کی دلیل نہیں ہوتا ہے، ورنہ ہمارے سامنے دجل وفریب، اور بدعت وخرافات کا ایک وسیع دروازہ کھل جائے گا، بلکہ کبھی اس میں شرک بھی آسکتا ہے۔

جو لوگ انبیاء اور اولیائے صالحین کو وسیلہ بناتے ہیں، ان کی قبروں کے پاس آہ وزاری کرتے ہیں، ان سے قضائے حاجات کا سوال کرتے ہیں، کہتے ہیں ہم نے بارہا اور یکے بعد دیگرے انہیں آزمایا ہے یہاں تک کہ کتابوں میں یہ بات درج ہوچکی ہے کہ ''معروف'' کی قبر تریاق مجرب ہے، یہ بات تاریخی طور پر درج ہے، اور عملی طور پر لوگوں کے نزدیک معروف ہے ①... میں کہتا ہوں: تجربے کی کامیابی اس کی مشروعیت پر دلالت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اس کے لئے کسی ایسی دلیل کا پایا جانا ضروری ہے جو اس کی شرعیت کی تائید کرتی ہو، ورنہ نہیں۔

## ایک سائل نے کہا :

توسل تو خالص عبادت ہے اس لئے محتاج دلیل ہے، مگر علاج میں تو اصل مشروعیت اور جواز ہے، اس میں اصل عدم تقید ہے (یعنی کسی خاص طریقے کی پابندی لازم نہیں ہے)۔ تو اس تفریق کے متعلق آپ کا کیا جواب ہے ؟

## علامہ البانی نے فرمایا :

''میرے خیال میں یہ کلام اس وقت صحیح ہوتا جب علاج کا تعلق ایسے امور سے ہوتا جو غیب سے متعلق نہیں ہیں، اس کا تعلق ان چیزوں سے نہیں ہوتا جن کی تعبیر ان دنوں ماورائے مادہ سے کی جاتی ہے، اور جنات اسی قبیل سے ہیں

---

① مثلاً شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ (الكلمات النافعة) میں اس حیوان کے متعلق جسے پیشاب پاخانہ رک جانے کی شکایت ہوجاتی ہے اور جب اسے قبروں پر لے جایا جاتا ہے تو وہ ٹھیک ہوجاتا ہے لکھتے ہیں کہ :

یہ صاحب قبر کے نیک ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ہے، اس حالت کی تفسیر اہل علم نے یہ بیان کی ہے کہ انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہوتا ہے، اور جب حیوان ان کی چیخیں سنتا ہے اور قبر کے قریب پہنچتا ہے تو گھبرا اٹھتا ہے جس کی وجہ سے اس کی انتڑی اور کلیجہ ہلنے لگتا ہے اور اس کے اندر جو کچھ ہوتا ہے باہر آجاتا ہے، اس طرح وہ اچھا ہوجاتا ہے، لہٰذا یہ صاحب قبر کی نیکی کی دلیل نہیں ہے، بلکہ دلیل کفر وشرک وفساد ہے۔ مجلة التوحيد ص:۱۹۔

(یعنی ان کا تعلق غیبی چیزوں سے ہے)، اس لئے میں تو اسے (عام علاج کے مسائل میں سے) نہیں مانتا کہ تمہاری بات سے موافقت ظاہر کروں''۔ ①

## شیخ صفوت نورالدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''بہت سے لوگ جو مارنے، گلا گھوٹنے یا داغنے کا کام کرتے ہیں، اوران کاموں میں اسراف کا شکار ہوتے ہیں وہ شریعت میں وارد مقررہ حدوں سے باہر چلے جاتے ہیں، اور ایسی چیزوں سے استدلال کرتے ہیں جو دلیل بننے کے لائق نہیں ہیں، مثلاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ موثر مارنا یا گلا گھونٹنا نہیں ہوتا ہے بلکہ موثر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے دعا ہوتی ہے، تب یہ لوگ اعلیٰ سے ادنی کی طرف کیوں منتقل ہوتے ہیں، اور شریعت میں جس چیز کا نفع معلوم ہے وہ اس سے منتقل ہو کر ایسی چیز کی طرف جاتے ہیں جس سے نقصان واقع ہونے کا اندیشہ ہے، اس طرح مریض پر مار اور گلا گھوٹنے کا اثر ہوتا ہے، اور اگر (شفا میں) مار موثر ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسیب زدہ پر رقیہ کا حکم دینے کے بجائے کچھ لوگوں کو اسے پیٹنے پر لگا دیتے۔ ②

## پنجم : رقیہ کے لئے فارغ ہو رہنا :

''بہت سے معالجین رقیہ کے لئے فارغ ہو کر بیٹھ گئے ہیں اور اپنا سارا وقت مریضوں پر رقیہ پڑھنے میں صرف کرتے ہیں، انھوں نے اپنے گھروں کو کشادہ کر لیا ہے اور آنے والے ملاقاتیوں کے لئے مستعد بیٹھے ہیں، اور ان کو ایسے اپائنٹمنٹ دیتے ہیں جیسے مخصوص اسپتالوں میں وقت دیا جاتا ہے، اور اس عمل کو انھوں نے اپنا پیشہ بنا لیا ہے، اور اس کا سبب ان کے پاس آنے والی بھاری مادی آمدنی ہے، اور ان کی وجہ سے متعدد مفاسد پیدا ہوتے ہیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں :

۱۔ لوگوں کی بہت زیادہ بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے لوگ ایسا سمجھنے لگتے ہیں کہ بعینہ انہیں قاری صاحب کی کسی خصوصیت کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے، ایسی حالت میں قاری کی اہمیت مقروء (یعنی کلام اللہ) کی اہمیت سے زیادہ بڑھ جاتی ہے، اور ہر وہ ذریعہ جو قرآن پر لوگوں کا اعتماد کمزور کر دے اسے کھولنا نہیں بند کر دینا چاہئے۔

۲۔ ہوسکتا ہے کہ خود قاری صاحب کے اندر یہ خیال پیدا ہو جائے کہ شیاطین ان سے ڈرتے ہیں، اور آسیب زدوں کے اندر سے نکل بھاگتے ہیں، اس طرح وہ خود کو اولیائے ابرار میں سے سمجھنے لگیں اور عجب و کبر اور اسی طرح

---

① کیف یعالج المصروع للالبانی۔

② مجلۃ التوحید ص۲۰-۲۱ شمارہ : ۸ سال : ۲۴۔

کی دیگر خرابیوں کا شکار ہو جائیں۔

۳۔ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جیسے بہت سے صحابہ اور اویس قرنی رحمہ اللہ جیسے بہت سے تابعین قبولیت دعا کے لئے شہرت رکھتے تھے، مگر اس کے باوجود یہ منقول نہیں ہے کہ لوگوں نے ان کے دروازوں پر بھیڑ لگائی ہو اور ان کے یہاں دعا کرانے کے لئے فوج درفوج آتے رہے ہوں، حالانکہ اپنے دین ودنیا کی بھلائی کے لئے لوگ اس کے محتاج تھے۔

۴۔ رقیہ کے لئے خود کو فارغ کر لینے والے کی مثال خود کو دعا کے لئے فارغ کر لینے والوں جیسی ہے کیونکہ رقیہ اور دعا کا تعلق ایک ہی جنس سے ہے، تو کیا کسی طالب علم کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ لوگو! میرے پاس آؤ اور مجھ سے دعا کراؤ!! جبکہ اس کی وجہ سے یہ بھی ہوتا ہے کہ مریض خود اپنا رقیہ کرنے اور اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کرنے کی سنت سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ ①

## ششم : رقیہ کی اجرت اور فیس میں توسع :

پیشہ ور معالجین نے رقیہ میں اجرت کے حصول میں کافی توسع پیدا کر لیا ہے، جس کی وجہ سے بہت سی ناقابل قبول حالتیں سامنے آ رہی ہیں :

۱۔ کبھی کبھی بڑی بھاری رقوم کا مطالبہ کرنا۔

۲۔ مریض کے گھر والے جب تک پیشگی فیس نہ ادا کر دیں تب تک رقیہ اور علاج کے لئے آمادہ نہ ہونا۔

۳۔ بالقصد کئی کئی نشستیں منعقد کرنا اور انہیں طول دینا تاکہ ہر نشست کی الگ الگ اجرت حاصل کی جا سکے۔

۴۔ بعض لوگوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ اجرت نہیں لیتے ہیں، مگر اس کی جگہ وہ لوگ بھاری مال لے کر پڑھا ہوا پانی بیچتے ہیں جس میں کچھ جڑی بوٹیوں کی بھی آمیزش ہوتی ہے، یہ سب کاروبار اس صورت میں بھی جاری ہے کہ بیشتر حالات میں شفاء نہیں مل پاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معالجین کی شبیہ بہت داغدار ہو جاتی ہے اور یہ تاثر ابھرتا ہے کہ وہ (مادہ پرست) یا (موقع پرست) ہیں۔ اس رائے کے حامل افراد سنت صحیحہ میں وارد کچھ احادیث مثلاً ابوسعید خدری، اور خارجہ بن صلت کے چچا کی حدیثوں یا دیگر ان حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں جن سے رقیہ کی اجرت لینے کا جواز مستفاد ہوتا ہے۔ مگر ان احادیث پر غور کرنے والے پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ

---

① دیکھئے : کتاب الرقی علی ضوء الکتاب والسنة ص۷۵-۸۹ کیونکہ انھوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس سلسلے میں بڑی مفید باتیں پیش کی ہیں۔ طبع دار الوطن۔

صحابہ نے مکمل طور پر شفا حاصل ہونے کے بعد ہی اجرت لی تھی، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں آیا ہے کہ: ''انھوں نے اس پر ام الکتاب پڑھی، یہاں تک کہ ایسا لگا جیسے اسے کسی بندھن سے آزاد کر دیا گیا ہو، بیان کرتے ہیں: لہٰذا وہ مقررہ عوض جو انھوں نے طے کیا تھا ان کو دے دیا''[1]، اور ایک دوسری حدیث میں ہے: ''پھر میں نے فاتحۃ الکتاب سے رقیہ کیا اور وہ شفایاب ہو گیا، لہٰذا انھوں نے مجھے سو بکریاں دیں[2]۔

## ہفتم : خواتین کا علاج :

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :**

''مَاتَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ''

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے''۔ [3]

شیطان نے خواتین کے راستے بہت سے معالجین کو شرعی مخالفتوں کا شکار کیا، اس سلسلے میں اپنے خیال کے مطابق ان کی حجت یہ ہوتی ہے کہ وہ بھی تو اطباء کی طرح معالج ہیں، اور ان کے سامنے بھی مجبوریاں ہیں! اور ان کی کچھ شرعی مخالفتیں حسب ذیل ہیں :

۱۔ اپنے زعم کے مطابق اثنائے علاج جن کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے عورتوں کو دیکھنا، یا وہ عمل جسے ان کی اصطلاح میں نظر سے حقیقت حال معلوم کرنا کہتے ہیں۔ (صاحب المنہج القرآنی (ص ۵۱-۵۵)) کا دعوی ہے کہ نظر کے ذریعہ حقیقت حال کا پتہ چلانا اپنے باب میں انوکھی چیز ہے!! اور یہ چیز ان پر اللہ کی مہربانیوں کا حصہ ہے۔

۲۔ مریضہ کے جسم پر ہاتھ رکھنا اور کبھی کبھی اس کے جسم کے کسی حصے پر تیل کی مالش کرنا۔

۳۔ کسی محرم کی موجودگی کے بغیر مریضہ پر دم کرنا جس کی وجہ سے خلوت حرام کا ارتکاب ہوتا ہے۔

۴۔ شرمگاہوں کو کھولنا اور آبروؤں اور حرمتوں کو پامال کرنا۔

یہ سب ان کی جہالت کا نتیجہ ہے، اس لئے کہ اضطرار مادی اسباب میں واقع ہوتا ہے، کیونکہ کبھی طبیب کو مریض کا آپریشن کرنا پڑتا ہے، اس کا کوئی عضو کاٹ دینے کی ضرورت پڑتی ہے، اس کی کھال چیرنی پڑتی ہے، یا وہ اسے کوئی کڑوی دوا تجویز کرتا ہے، کبھی (بیماری کی وجہ سے) شرمگاہ کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور ایسی جگہ کو چھونا پڑتا

---

[1] متفق علیہ، بخاری: ۲۲۷۶، مسلم: ۲۲۰۱، دیکھئے: اس حدیث کی شرح فتح الباری: ۵۲۹/۴ طبع ریان میں۔

[2] حدیث صحیح ہے، اسے ابوداود نے (۳۸۹۶، ۳۹۰۱) روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح ابی داود (۳۹۰۱) میں اس کی تصحیح کی ہے۔

[3] متفق علیہ، بخاری: ۵۰۹۶، مسلم: ۲۷۴۰۔

ہے جس کا چھونا اس کے لئے (عام حالات میں) حلال نہیں ہوتا ہے، یا اسے کسی ایسی عورت پر نگاہ ڈالنی پڑتی ہے جو اس کے لئے حلال نہیں ہوتی ہے، کیونکہ بیماری کی تشخیص کے لئے یا دوا تجویز کرنے کے لئے یا علاج کے لئے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوتا ہے، اس لئے وہ مجبور ہوتا ہے اور بڑے ضرر (نقصان) کو دفع کرنے کے لئے ادنی ضرر کا ارتکاب کرتا ہے، مگر جہاں تک شرعی اسباب کی بات ہے تو بس اس میں صرف اللہ سے دعا کی جاتی ہے، اللہ سبحانہ سے شفا طلب کی جاتی ہے، اور اس میں (چھونے وغیرہ کی) کوئی مجبوری نہیں ہوتی ہے، اس لئے۔خواہ چھوٹی ہی سہی۔اس کام میں معصیت جائز نہیں ہے۔بلکہ اس کام میں اطاعت الٰہی کا خاص اہتمام ہونا چاہیے تاکہ دعا اوپر جا سکے، اس لئے بلا محرم نہ خلوت جائز ہے نہ اس کی طرف دیکھنا جائز ہے، نہ اسے چھونا جائز ہے، نہ ان کے علاوہ اور کوئی شرعی مخالفت درست ہے۔ [1]

## امام عصر و محقق دوراں محدث کبیر علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رحمہ اللہ پر تعویذ گنڈا کرنے والوں کی یلغار

انقلاب کا ہنگامہ سن کر اہل عزائم نے آگھیرا۔عام لوگوں کے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ امراء و رؤساء عملیات کے معتقد ہوتے ہیں۔حالاں کہ پہلی بات یہ ہے کہ میں امیر نہیں ہوں۔اور دوسری بات یہ ہے کہ علم سے فقیر بھی نہیں ہوں کہ اہل شرک و بدعت کے دامِ تزویر میں گرفتار ہو جاؤں۔میں تو اپنے اعتقاد کے مطابق کسی شخص کا معتقد نہیں ہوں۔خصوصاً ان فقراء و مشائخ کا تو بالکل نہیں جو جہالت کے اس دور میں دکان داری کرتے ہیں۔مجھے ان کی حرکات بے برکات پر تعجب ہے کہ یہ اپنی جہالت، خباثت اور شرک و بدعت میں کس موحد کو پھانسنا چاہتے ہیں۔ان احمقوں نے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ میں تو مشہور اہل حدیث ہوں، اور ''تقویۃ الایمان'' اور رسائل توحید کا پابند ہوں۔میرے سامنے کسی رمال، جفار، منجم اور عزیمت خواں کی اتنی قدر بھی نہیں، جتنی انسان کی نظر میں جانوروں کی ہوتی ہے۔کیوں کہ موحد تو ہر بلا و رخا اور مصیبت و عافیت میں اللہ ہی کو پکارتا ہے۔جان جائے، مال جائے، آبرو جائے مگر ایمان نہ جائے۔کچھ ہو مگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے انحراف نہ ہو ؎

من نخوا ہم کرو ترکِ لعلِ یارو جامِ مے!
زاہداں معذور دار یدم کہ ایں ہم مذہب ست

---

[1] دیکھئے : ۳۲۵-۳۳۷۔

عربی شاعر نے کہا ؎

مَذَاهِبُ شَتّٰى لِلْمُحِبِّيْنَ فِي الْهَوٰى
وَلِيَ مَذْهَبٌ وَاحِدٌ اَعِيْشُ بِهٖ وَحْدِي[1]

ہاں وہ لوگ جو عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ہیں، وہ جلد ان کے پھندے میں حصولِ مدعا اور دفع بلا کی امید سے پھنس جاتے ہیں، یا عوام کالانعام جنھیں دین وایمان سے کچھ حصہ نہیں ملا۔ وہ اپنا مال ان حرام خوروں اور دغا بازوں کو کھلاتے اور دیتے ہیں۔ اور جو شخص پاک دین والا، صاحب توحید ہے، وہ اپنے نشہ توحید، اور مستی حسن عقائد میں ان اکالین بطالین کی کچھ پروا نہیں کرتا ؎

سرم بدنیا و عقبیٰ فرو نمی آید
تبارک اللہ ازیں فتنہ ہا کہ در سرِ ماست
در اندرونِ مَنِ خستہ دل ندانم کیست
کہ من خموشم و او در فغان و در غوغاست!
ازاں بدیرِ مغانم عزیز میدارند
کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دلِ ماست

اللہ تعالیٰ مجھے اسی توحید وسنت پر زندہ رکھے اور مارے اور انواعِ شرک وبدعت سے بچائے کیونکہ میں توحید کے طفیل سارے جہاں کے علوم معارف سے بے نیاز ہوں ؎

زبادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ
گدائے خاک درِ دوست پادشاہِ من ست
مگر بہ تیغِ اجل خیمہ برکنم شاید
رمیدن از درِ دولت نہ رسم وراہِ من ست

اور اگر بالفرض حصولِ مدعا اور دفع کرب وبلا کے لیے عزائم وادعیہ کا بجالانا ضروری ہے تو آیاتِ کتاب اللہ اور اذکار وادعیہ ماثورہ ہی کافی ہیں۔ وہ کونسی دینی ودنیاوی آفت ومصیبت ہے، جس کا علمی علاج شرع شریف میں نہیں

---

[1] محبت وچاہت میں محبت کرنے والوں کے بہت سے طریقے ہیں، مگر میرا ایک ہی طریقہ ہے جس پر میں تنہا جیتا ہوں۔

ہے، اور وہ کونسی حاجت، مطلب اور مدعا ہے، جس کے لیے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی ذکر یا دعا تعلیم نہیں فرمائی ؎

باغِ مرا چہ حاجتِ سرو و صنوبر ست
شمشادِ خانہ پرورِ ما از کہ کمتر ست

ختم قرآنِ مجید، ختم حصن حصین، ختم بخاری شریف، اذکارِ دفع کرب اور ادعیہ دافعہ اسقام و مرض مجرب ہیں [1]۔ اور ان کے استعمال کا طریقہ اہل علم وولایت نے بیان کر دیا ہے۔ میں نے بھی اس باب میں ایک مختصر سا رسالہ ''کتاب الداء والدواء'' نامی لکھا ہے، جو سارے جہان کے عزائم ورقی واعمال کا بدل ہوسکتا ہے۔ نصوصِ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منصوص اور مشائخ وعلماء کے مجربات پر مشتمل ہے۔ وللہ الحمد!

دنیا دار اللہ تعالیٰ کو تو بھول جاتے ہیں۔ اور اس کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ استمداد واستعانت نہیں کرتے اور نہ اس آیت کو یاد رکھتے ہیں :

﴿اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾
''مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ''۔

مگر زید وعمرو کے ساختہ و پرداختہ عزائم اور غیر معتبر مشائخ کی ترتیبات پر جھک پڑتے ہیں۔ ان کو ہرگز فراموش نہیں کرتے۔ اس لیے نہ ان کی وہ مصیبت دور ہوتی ہے اور نہ ایمان سلامت رہتا ہے ؎

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ
وَلَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ [2]

---

[1] تجربات کے سلسلے میں کافی تفصیلات پیش کی جا چکی ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ تجربات شرعی امور میں دلیل نہیں بن سکتے اور مذکورہ امور کا تعلق بھی اسی طرح کے تجربات سے ہے جن سے مشروعیت ثابت نہیں ہوتی ہے اس لئے ان سے گریز کرنا لازم ہے۔

[2] ہر چیز کا جو تم سے جدا ہو جائے کوئی نہ کوئی عوض ہے
مگر اللہ تعالیٰ سے جدا ہو جانے کا کوئی عوض نہیں ہے

ابقاء المنن بالقاء المحن خودنوشت سوانح حیات نواب سید محمد صدیق حسن خان : ۲۸۹-۲۹۲۔

## فضیلۃ الشیخ ڈاکٹرحسان الدین عفانہ/حفظہ اللہ

**رئيس دائرة الفقه والتشريع / كلية الدعوة وأصول الدين / جامعة القدس**

**و رئيس هيئة الرقابة الشرعية لبنك الأقصى الإسلامي، فلسطين**

### رقیہ کے لئے تفرغ درست نہیں

**ڈاکٹرحسان الدین عفانہ** اپنے مضمون ''ضوابط الرقیۃ الشرعیۃ'' میں نمبر آٹھ کے تحت لکھتے ہیں: ''کسی بھی انسان کوقرآنی رقیوں اور واردشدہ اذکار کے ذریعہ علاج کے لئے فارغ ہونا چاہیے نہ اپنے بارے میں یہ اعلان کرنا چاہیے کہ وہ قرآن کے ذریعہ علاج کرنے والا معالج ہے اور جادو کا توڑ کرنے والا، جن زدگی، نظربد، بانجھ پن اور پیچیدہ ومشکل ترین امراض کا علاج کرنے والا شرعی بدیل ہے (یعنی غیر شرعی علاج کرنے والوں کی جگہ وہ شرعی علاج کرنے والا ہے) نہ اپنے متعلق قرآنی کلینک کا اعلان کرنا چاہیے نہ کارڈ تقسیم کرنا چاہیے، نہ اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کی طرح اپائنٹمنٹ دینا چاہیے۔ کیونکہ صحابہ، تابعین اور صالحین کے منہج میں یہ صورت نہیں ملتی ہے، نہ اس طرح کا تفرغ (خودکو فارغ کرلینا) ان میں معروف تھا حالانکہ لوگ تو تمام وقتوں اور زمانوں میں بیماریوں سے دوچار ہوتے رہے ہیں، یہ کام اس لئے بھی نہیں کرنا چاہیے کہ یہ دروازہ کھول دینے سے بہت سے مفاسد پیدا ہوسکتے ہیں۔اوراس سے دجال، شعبدہ باز اوراسی طرح کے لوگ بھی داخل ہوں گے۔ [1]

## دیوبندی مکتب فکر کے مشہورعالم دین حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی [2] صاحب کے فرمودات وارشادات

### تعویزات وعملیات اوراستخارہ کی اغلاط

**مسئلہ ۱:** بعض عاملوں کوگووہ اہل علم ہی ہوں، بعضے عملیات میں دن وغیرہ کی قید کی رعایت کرتے ہوئے

[1] دیکھئے فتاوى ودراسات وأبحاث العلماء وطلبة العلم والدعاة في الرقية والاستشفاء والأمراض الروحية، دیکھئے: ابوالبراء اسامہ بن یاسین المعانی کی سائٹ۔

[2] حضرت مولانا تھانوی صاحب کا تعلق بزرگوں کے اس حلقے سے ہے جو بدعتوں کے سلسلے میں متساہل واقع ہوا ہے، اوران کے ارشادات وفرمودات سے تصوف کی خرافات کوبڑافروغ حاصل ہوا ہے مگرزیرنظرتحریر میں ایک الگ ہی تحقیقی ذوق نظر آیا اس لئے ہم نے اسے ھدیۂ قارئین کردیا۔

دیکھا ہے۔ اکثر عملیات میں ساعت یا دن کی قید ہوتی ہے جس کی رعایت بعضے عامل کرتے ہیں، بعضے ماہ کے عروض ونزول کا لحاظ کرتے ہیں، اور مبنیٰ ان سب کا وہی اعتقاد تاثیر نجوم ہے یہ باطل اور معصیت ہے سو یہ شعبہ نجوم کا ہے، اور واجب الترک ہے۔ اور یہ خیال کہ یہ عمل کی شرط ہے یہ محض غلط ہے۔ میں نے ایسے اعمال میں یہ قید بالکل حذف کردی ہے، اور بفضلہٖ تعالیٰ اثر میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ عمل کا اثر زیادہ تر خیال سے ہوتا ہے اور ان قیود کو اس میں کوئی دخل نہیں، یہ (دن وغیرہ کی قید کے) سب دعوے ہیں عاملوں کے، جو کہ غلط اور باطل ہیں۔

**مسئلہ ۲ :** عوام میں بعضے اعمال چور کے معلوم کرنے کے جائز اور حجت سمجھے جاتے ہیں، سو سمجھ لینا چاہئے کہ نہ تو جائز ہیں نہ شرعاً حجت ہیں، اور جس فن کا وہ عمل ہے اس کے اصول سے وہ عمل قابل اعتبار نہیں، وہ بالکل خیال کے تابع ہے حتی کہ اگر دو عامل مختلف دو شخصوں پر گمان چوری کا رکھتے ہوں تو ہر عامل کے عمل کا الگ الگ نام نکل آوے گا بلکہ اگر ان عاملوں کو فرضی نام بھی بتلا دیئے جاویں تو اس عمل سے وہی نام نکل آویں گے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ عمل کوئی چیز نہیں، محض خیالی چیز ہے۔

**مسئلہ ۳ :** اس طرف بھی اکثر عامل التفات نہیں کرتے کہ آیات قرآنیہ کو بے وضو لکھ دیتے ہیں اسی طرح بے وضو آدمی کے ہاتھ میں دیدتے ہیں اس کا لکھنا اور مَس کرنا (یعنی چھونا) دونوں بلا وضو ناجائز ہیں۔

**مسئلہ ۴ :** بعض کو خاص استخارہ اس غرض سے بتلاتے دیکھا ہے کہ اس سے کوئی واقعہ ماضیہ یا مستقبلیہ معلوم ہوجائے گا سو استخارہ اس غرض کے لئے شریعت میں منقول نہیں بلکہ وہ تو محض کسی امر کے کرنے نہ کرنے کا تردّد رفع کرنے کے لئے ہے، نہ کہ واقعات معلوم کرنے کے لئے بلکہ ایسے استخارہ کے ثمرہ پر یقین کرنا بھی ناجائز ہے۔

# اضافہ

**مسئلہ ۵ :** ایک طحال (تلی) کے تعویذ میں قید تھی کہ سنیچر اور بدھ کے دن کیا جاوے اس کو حضرت والا نے ساقط کردیا اور فرمایا یہ کسی نجومی کی من گھڑت ہے اور بلا قید دن کے استعمال کرانا شروع کردیا اور باذنہ تعالیٰ وہی نفع ہوا۔ (مجالس الحکمۃ : ص۷۷)

**مسئلہ ۶ :** اکثر عوام عملیات کو ایسا مؤثر سمجھتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے غافل اور بے بہرہ ہوجاتے ہیں اور اسی پر

بھروسہ کر کے بیٹھے رہتے ہیں حتیٰ کہ عامل ان آثار کو قریب قریب اپنے اختیار اور قدرت میں سمجھنے لگتا ہے بلکہ کبھی زبان سے بھی دعویٰ کرنے لگتا ہے، کہ میں ایسا کردوں گا، تو ایسا جازم اعتقاد کہ ضرور اس میں فلاں تاثیر ہے اور اسی پر نظر اور کامل اعتماد یہ ناجائز ہے۔ اگر عامل کا اعتقاد نہ بھی ہوا (تو کیا ہوا جبکہ) جہلاء کا یہ اعتقاد ضرور ہوتا ہے چنانچہ حکمی عمل اور تیر بہدف کو تلاش کرتے پھرا کرتے ہیں، یا اولاد ہونے کے لئے دوسرے کی اولاد کو ضرر پہونچاتے ہیں، اور تعویذ دے کر اس فساد کا زیادہ سبب بنتا ہے۔ ایسے شخص کو تعویذ دینا درست نہیں معلوم ہوتا ہے، کیونکہ معصیت کا سبب بننا بھی معصیت ہے۔ اسی طرح بعض اوقات دوسرا مفسدہ اس پر مرتب ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اثر نہیں ہوتا تو جاہل، یوں کہتا ہے کہ اللہ کے نام میں بھی تاثیر نہیں حالانکہ اللہ کا نام ان باتوں کے لئے تھوڑا ہی ہے وہ تو دل کے امراض کے لئے ہے اس لئے (اگر ایسے تعویذ کا) اثر نہ ہو تو خواہ مخواہ (بلاوجہ) اللہ کے نام کو بے اثر سمجھنا غلط ہے، لہٰذا چاہیے کہ اس کو بے اثر نہ سمجھے۔ (حسن العزیز ص ۲۰۲)

**مسئلہ ۷ :** بعض اوقات اس سے نعوذ باللہ قرآن وحدیث کے صحیح ہونے اور حق تعالیٰ کے صادق الوعد ہونے میں شبہ کرنے لگتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مفسدہ سے بچنا اور بچانا دونوں امر واجب (اور لازم) ہیں پس ایسے لوگوں کو ہرگز تعویذ نہ دیا جائے اور جہاں ایسا (عقیدہ اور یقین نہ ہو بلکہ صرف ایسا اندیشہ) احتمال ہو تو کہہ دے کہ دیکھو یہ مثل دواء طبی کے ہے مؤثر حقیقی نہیں نہ اس پر اثر مرتب ہونے کا حتمی وعدہ اللہ اور رسول کی طرف سے ہوا نہ اللہ کے نام اور کلام کا یہ اصلی اثر ہے [1]۔

**مسئلہ ۸ :** لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو بات تعویذ سے ہوگی وہ پڑھنے سے بھی نہ ہوگی، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ (محض بے اصل اور بے دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے) تعویذ لکھنے کا طریقہ حضور ﷺ سے کہیں ثابت نہیں البتہ آپ کا معمول تھا کہ آپ پڑھ کر دم فرما دیا کرتے تھے۔ (اشرف العلوم ص:۲۶)

**مسئلہ ۹ :** تعلیق تمائم وتعاویذ (یعنی تعویذوں کا گلے وغیرہ میں لٹکانا) قائم مقام قراءت کے ہے یعنی جو لوگ نہ پڑھ سکیں مثلاً نابالغ ہوں تو ان کے گلے میں لکھ کر ڈال دیا جائے اور بڑے جو پڑھ سکتے ہیں ان کو قراءت کرنا ہی اصل ہے (یعنی ان کو خود پڑھنا چاہئے) دلیل اس کی حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص کی ہے جس میں ''اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ'' کا بڑوں کو یاد کرا دینا اور بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکانا آیا ہے۔ (مقالات ص۱۶)

---

[1] تعویذوں کے سلسلے میں ہم گفتگو کر چکے ہیں اس لئے یہاں اس کا اعادہ ضروری نہیں۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل عملیات (تعویذات) میں زبان سے ہی کہنا ہے، لیکن جو بچہ وغیرہ پڑھنے پر قادر نہ ہو اس کے واسطے حدیث میں ہی ایک صحابی سے منقول ہے : ''**كتبها فى صک وعلقها في عنقه**'' یعنی لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔
سمجھداروں کے واسطے کہیں کسی روایت سے ثابت نہیں کہ تعویذ اس کے گلے (وغیرہ) میں لٹکایا (یا باندھا) گیا ہو۔ اب تعویذ کی ایسی رسم ہوگئی ہے کہ بوڑھے بوڑھے تعویذ مانگتے ہیں یا آگے ترقی کی دعاء منگواتے ہیں، بس لوگ یوں چاہتے ہیں کہ محنت نہ کرنا پڑے، بس جو کام ہو وہ تعویذ (یا دوسرے کی دعاء) ہی سے نکل جائے خود کچھ نہ کرنا پڑے، یاد رکھو یہ تعویذ صرف بچوں کے لئے ہیں جو کہ خود پڑھنے اور لکھنے سے قاصر اور معذور ہیں۔ (اشرف ص۲۶)

**مسئلہ ۱۰ :** آجکل عملیات میں بکثرت دھوکا دیا جاتا ہے اور اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، بعض میں تو خود عامل ہی دھوکہ میں ہے اور بعض (خود تو دھوکا میں نہیں بلکہ حقیقت جانتے ہیں مگر پیسے کمانے کے لئے) قصداً معمول کو دھوکہ دیتے ہیں۔ بعضے لوگ حاضرات کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے جنات حاضر ہوتے ہیں اور کسی عورت یا طفل نابالغ کے ہاتھ میں کوئی نقش یا بعضے اس کے انگوٹھے پر سیاہی اور تیل لگا کر اس کو نگاہ جما کر دیکھنے کو کہتے ہیں اور اس کو کچھ صورتیں نظر آنے لگتی ہیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ جن ہیں، یہ جنات کے آنے کا دعویٰ نرا انخداع یا خداع ہے (یعنی دھوکہ کھانا یا دھوکہ دینا ہے)۔

**مسئلہ ۱۲ :** بعضے عامل ان امور کو (یعنی عملیات کو) داخل بزرگی سمجھتے ہیں، اور اس کی کوشش بھی کرتے ہیں کہ لوگ ان کو ان عملیات سے بزرگ اور ولی اور مقدس سمجھیں حالانکہ عملیات اگر صحیح اور مشروع بھی ہیں، تب بھی امور دنیویہ و اسباب طبعیہ سے مثل تدابیر طبیہ کے ہیں پس اس کو بزرگی سمجھنا یا سمجھانا بڑا دھوکہ ہے۔(التقی فی الرقی)

**مسئلہ ۱۳ :** یہ آفت بھی اس زمانہ میں بکثرت ہے کہ کسی آنے والے سے یہ نہیں کہتے ہیں کہ اس کام کا عمل ہم کو معلوم نہیں بلکہ کچھ نہ کچھ گھڑ کر لکھ دیتے ہیں، پڑھ دیتے ہیں، اور پیسے ٹھگ لیتے ہیں۔ (التقی)

**مسئلہ ۱۴ :** بعضے بلا اشتراط واقعی محض حیلہ سے مشک، زعفران وغیرہ قیمتیں چیزیں وصول کر لیتے ہیں۔ یہ بھی دھوکہ ہے۔ (التقی)

**مسئلہ ۱۵ :** بعضے عامل دھوکہ دینے کو کچھ شعبدے بھی یاد کر لیتے ہیں، مثلاً کاغذ پر پیاز وغیرہ کے عرق

سے کوئی ڈراؤنی شکل بنائی اور آگ کے قریب کر دینے سے وہ نمودار ہوگئی اور دیکھنے والوں سے کہہ دیا کہ بس وہ آسیب اس میں اُتر آیا یا ایسے ہی اس قسم کا کوئی دھوکہ ہو سب ناجائز ہیں۔ (التقی)

**مسئلہ ۱۶ :** اکثرت تعویذ لکھنے والوں کا آجکل بھی یہی حال ہے کہ اس نقش کی حقیقت بھی معلوم نہیں ہوتی لیکن ویسے ہی کسی کی تقلید (یعنی دیکھا دیکھی) سے یا کسی کتاب و بیاض وغیرہ سے نقل کر کے لکھ دیتے ہیں یہ سب ناجائز ہے۔ (التقی)

**مسئلہ ۱۷ :** بعضے الفاظ جن کے معنی معلوم نہ ہوں یا ایسا نقش جس میں ہندسے لکھے ہوں لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ کس چیز کے ہندسے لکھے ہیں، ایسے نقش و تعویذات کا استعمال ناجائز ہے۔ جب کلمات غیر معلوم المعنیٰ سے جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں تو جن الفاظ کے معنی یقیناً خلاف شرع ہوں مثلاً کسی مخلوق کو ندا ہوتی ہے، لکھنے میں یا پڑھنے میں جیسے بعض تعویذوں میں اَجِبْ یا جبرئیل، یا میکائیل ہوتا ہے، کسی عمل یا دردائیل یا کلکائیل ہوتا ہے۔ بعضے لوگ شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا ورد کرتے ہیں یا مثلاً بعضے تعویذوں میں ندا و دُعا تو نہیں ہوتی بلکہ کسی بزرگ کا توسل ہوتا ہے یا ان کے نام کی نذر و نیاز ہوتی ہے، لیکن اس کے اثر مرتب ہونے میں ان بزرگوں کا دخل بھی سمجھتے ہیں، یہ سب شرعاً ممنوع و باطل ہے۔ (التقی)

**مسئلہ ۱۸ :** اسی طرح بعضے اعمال (یعنی عملیات) میں تصویریں وغیرہ بنائی جاتی ہیں، بعضے قرآن الٹا پڑھتے ہیں، بعضے قرآن کے اندر اور عبارتیں اس طور سے داخل کر دیتے ہیں کہ نظمِ قرآنی مختل ہو جاتی ہے۔ یہ سب حرام اور معصیت ہیں۔ (التقی)

**مسئلہ ۱۹ :** لوگ جو تعویذوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں، اور طاعون کے زمانے میں اپنی درستی اعمال کی فکر نہیں کرتے سو میں بقسم کہتا ہوں کہ تعویذ سے کچھ معتدبہ فائدہ نہیں ہوتا اور میں تعویذ سے منع نہیں کرتا مگر اس میں یہ ڈر ضرور ہے کہ اس میں سے اکثر بے فکری ہو جاتی ہے، کہ فلاں بزرگ نے تعویذ دے دیا ہے بس کافی ہے پھر اس سے اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتے یہ سخت غلطی ہے۔ (مقالات ص ۲۴۳)

**مسئلہ ۲۰ :** یہ محض غلط مشہور ہے کہ تعویذ لے کر دریا سے عبور کرنا (یعنی پار ہونا) پڑے تو بغیر موم جامے تعویذ کا اثر جاتا رہتا ہے ہاں یہ تو سنا ہے کہ سحر (یعنی جادو) کا اثر دریا سے جاتا رہتا ہے کیونکہ وہ سفلی عمل ہوتا ہے تو ناپاک اثر پاک چیز سے زائل ہو سکتا ہے۔ (حسن العزیز)

**مسئلہ ۲۱ :** بہت بہت سے آدمی تعویذوں کی بدولت ہلاک ہو جاتے ہیں، کیونکہ تعویذوں کے بھروسے

پر مریض کے مرض کا علاج کرتے نہیں اور مریض ختم ہوجاتا ہے۔ (کمالات ص ۱۲۰ ج ۳)
اگر تعویذ کا اثر نہ ہو خواہ مخواہ اللہ کے نام کو بے اثر نہ سمجھیں، حالانکہ اللہ کا نام ان کاموں کے لئے تھوڑا ہی ہے وہ تو دل کے امراض کے لئے ہے۔ (حسن العزیز ص ۲۰۲)

**مسئلہ ۲۲ :** اگر عملیات میں غرض فاسد و نامشروع ہو گو وہ عملیات فی نفسہ مباح ہوں لیکن اس غرض نامشروع سے وہ عمل ناجائز ہوجاوے گا اس میں بھی لوگ بکثرت مبتلا ہیں کوئی تسخیر کا عمل پڑھتا ہے، جس کی حقیقت ہے قلوب کا مغلوب کرلینا کہ وہ ایک گونہ جبر ہے تحصیل مال یا استخدام میں چونکہ مسخر کے ذمہ یہ امور واجب نہیں ہیں، ایسا جبر اُن پر ڈالنا حرام ہوگا بالخصوص جبکہ مسخر سے کسی معصیت کا خواہاں ہو جیسا کہ عورت وغیرہ کو مسخر کیا جاوے یا بعضے بلا استحقاق شرعی اپنے دشمن کو ہلاک کر دیتے ہیں، یا مقدمہ کی فتحیابی کا تعویذ دیدیتے ہیں، گو وہ شخص ناحق ہی پر ہو یا بعضے زوجین میں تفریق کر دیتے ہیں، جو بالکل حرام ہے۔ یا جنات کو جلا دیا جاتا ہے، جس کی مخالفت حدیث میں وارد ہے ''اِلَّا اَنْ یَضْطَرَّ''۔ یہ سب اغراض اور مثل ان کے جو ہوں سب حرام اور معصیت ہیں اس لئے ایسے اعمال بھی ناجائز ہیں۔ بعضے عملوں میں صاحبِ حاجت کو تھپڑ مارتے ہیں ایذاء و اہانت و ظلم ہے جس کا حرام ہونا ظاہر ہے یا یہ کہ تحقیق نہ ہو کہ حق پر ہے یا باطل پر ہے۔ (التقی)

**مسئلہ ۲۳ :** (بعض لوگ کسی نئے کام کرنے کے لئے ہر حال میں استخارہ کے لئے کہہ دیتے ہیں سو یہ صحیح نہیں) بات یہ ہے کہ استخارہ (ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ) اس شخص کا (استخارہ کرنا) مفید ہوتا ہے جو خالی الذہن ہو ورنہ جو خیالات دماغ میں بھرے ہوتے ہیں، ادھر ہی قلب مائل ہوجاتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو استخارہ سے معلوم ہوئی ہے، حالانکہ جواب میں اس کے خیالات ہی نظر آتے ہیں۔ (اشرف العلوم: ۷/۴۳۵) ①

**مسئلہ ۲۴ :** تعویذ گنڈوں میں عاملوں نے اپنی دکان کی حفاظت کے لئے یہ مسئلہ بنا رکھا ہے کہ جب تک اجازت نہ ہو عمل چلتا ہی نہیں تو یہ سب مہمل باتیں ہیں ان کی کچھ اصل نہیں ہے کہ اجازت ہو تو عمل کا اثر ہو۔ (اشرف العلوم: ص ۲۴)

① جبکہ حدیث کی رہنمائی اس کے برعکس ہے، یعنی استخارے میں سابقہ خیالات کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اس لئے استخارہ ہر اس جائز کام کے لئے کیا جائے جس میں رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد مطلوب ہو۔

**مسئلہ ۲۵ :** تعویذ اور عملیات میں بہت سے لوگ اسی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، کہ جس عمل سے کسی کو نفع ہوتا ہو وہ جائز ہے خواہ اس میں شیاطین سے استعانت ہو یا کیسے ہی بیہودہ کلمات استعمال کرنے پڑتے ہوں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ شراب اور جوئے کی نسبت حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ان میں لوگوں کے لئے ایک نفع نہیں بلکہ بہت سے منافع ہیں مگر پھر بھی یہ حرام ہے۔ کیوں، محض اس لئے کہ خدا ان کو پسند نہیں فرماتے ان سے ناراض ہوتے ہیں۔ اب یہ مسئلہ بالکل حل ہو گیا کہ حرمت کا مدار خدا تعالیٰ کی ناراضی پر ہے۔ (تعلیم التعلیم ص ۲۱)

**مسئلہ ۲۶ :** بعضے عملیات میں ترکِ حیوانات وغیرہ ہوتا ہے اس میں بناء بر کسی مصلحت کے عمل کے درجہ تک تو کوئی ملامت نہیں لیکن اکثر عامل یا دیکھنے والے اس ترک کو موجب تقرب الی اللہ اور اطاعت مقصودہ سمجھنے لگتے ہیں، ایسا اعتقاد بدعتِ سیئہ اور ضلالتِ محضہ اور تعدّی حدودِ شریعت اور مخالفتِ سنتِ حقّہ ہے۔ (التقی ص ۳۲)[1]

# فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد احمد اسماعیل المقدم مصری رحفظہ اللہ

# کے خطاب سے چند اقتباسات

کچھ مدت ہوتی ہے جو کم نہیں کہ اس میں جنوں کے انسانوں پر مسلط ہونے اور ان پر سوار ہونے کی باتیں کثرت سے ہونے لگی ہیں، اسی طرح جادو اور حسد وغیرہ بھی موضوع گفتگو ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب امور واقعی ہیں جن کے انکار کی کوئی سبیل نہیں ہے، جیسا کہ علم کی طرف منسوب کچھ افراد نے جو قدیم وجدید میں عقلانیت کا دعویٰ رکھنے والے تھے کیا ہے اور کر رہے ہیں، ٹھیک اسی طرح اس امر کا مشغلہ اور اہتمام رکھنے والوں کی بھی کثرت ہو گئی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو حالات واقعہ کا علاج مباح شرعی وسائل کے ذریعہ کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں، یہ بڑی عمدہ بات ہے اگر فعل مطابق قول ہو، تا کہ لوگ جادوگروں، دجالوں اور شعبدہ بازوں کے پاس جانے پر مجبور نہ ہوں۔

## ایک خبیث شکار جو دین کے نام پر چل رہا ہے :

- مگر یہ بھی ناخوب ہے کہ جنوں کا خیال لوگوں کے دل ودماغ پر حاوی ہو جائے، اور جیسے ہی کسی انسان کو کوئی تکلیف ہو یا کوئی مرض لاحق ہو لوگ شور مچانے لگیں: جن!! نظر بد!! جادو!!

---

[1] اغلاط العوام مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی دسمبر ۲۰۰۳ء :۴۹-۵۷۔

اس صورت حال نے بہت سی ایسی مشکلات کھڑی کر دی ہیں جو سہل نہیں ہیں، جن کے متعلق بڑے خدشات ہیں، اس معاملے کی خرابی اس وقت چند در چند ہوجاتی ہے جب اس صورت حال میں کچھ لوگ رفتہ رفتہ اس ڈھب پر آ جائیں کہ اسے ایک پیشہ اور حرفت ہی بنا ڈالیں، یہاں تک کہ شیطان کو دخل اندازی کا موقع فراہم ہونے لگے - یہ اس صورت میں کہتے ہیں جب ہم حسن ظن سے کام لیں - ورنہ کہیں شروع ہی سے شیطان کا عمل دخل نہ ہو!!! پھر جناب ابلیس دلوں میں اپنی کارستانی کا آغاز فرمائیں، اور نیتیں بدل جائیں، کوئی شمار ہے کہ کتنے پردے اٹھائے گئے اور کتنے مال بطریق باطل ہتھیائے گئے، بلکہ کتنی عزتیں پامال ہوئیں یا پامال ہوتے ہوتے رہیں، اور اللہ ظالموں کے کرتوت سے بے خبر نہیں ہے۔

- یہیں آفتوں کا ظہور ہوتا ہے اور آفتیں آفتوں کو جنم دیتی ہیں، بیماریوں سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، فخر ومباہات، شہرت طلبی، وعدہ خلافیاں، کارہائے فریب، کبھی نہ مٹنے والی لالچ کی بھوک، کسب مال کے لئے چالبازیاں اور حیلہ سازیاں یہ سارے امراض وجود میں آ جاتے ہیں، پھر مزعوم علاج چاہے جتنا بھی ناکام ہو اور سر مو فائدہ نہ دے تو بھی مخرج انتہائی میسر اور سہل ہے، اگر مریض کے ہذیان پر اس بات کا دعوی کیا گیا ہو کہ ہم نے جن کو نکال بھگایا یا جلا دیا ہے (اور افاقہ نہ ہو) تو بھی راستہ موجود ہے، یہ کہہ کر دامن جھاڑ لیجئے کہ دوسرا، تیسرا، چوتھا بلکہ سوواں جن بھی اندر ہی براجمان ہے، جب ایک جن جل کر خاک ہوا تو اس کی ماں آ گئی، پھر اس کا باپ آ گیا، پھر بھائی آیا اور یہ سلسلہ دراز ہے ایک کے بعد دوسرا آتا جائے، بلکہ بعض حضرات تو خوب بڑھ چڑھ کر بولتے ہیں اور اپنی اوقات سے بہت آگے کی باتیں کرتے ہیں، ان کا عالم یہ ہے کہ کچھ کتابیں پکڑے بیٹھ جاتے ہیں اور ان میں درج علاجوں کے نت نئے طریقے آزماتے ہیں، اب وہ بلا سے سحر حرام ہی کیوں نہ ہو، کچھ لوگوں نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے، علاج کا آغاز تو بطریق قرآن واذکار ہی ہوتا ہے، مگر شرعی علم کی قلت کے باعث مرور ایام کے ساتھ رفتہ رفتہ نوبت سحر وطلسمات کے استعمال کی آ جاتی ہے کیونکہ جناب یہی سمجھتے ہیں کہ یہ سب جادو اتارنے کے ان طریقوں اور ان رقیوں کی جنس سے ہیں جو مبہم لگتے ہیں، حالانکہ اہل علم کی بعض کتابوں میں وہ موجود ہیں اور ان کی صراحت کی گئی ہے۔

بس فریاد اللہ ہی سے ہے، اس خبیث شکار کی جو دین کے نام پر چل رہا ہے، سب کے سب داؤ چل رہے ہیں اور شکار کئے جا رہے ہیں، بس جال مختلف ہیں اور رنگ رنگ کے ہیں۔ بس وہی محفوظ ہیں جن پر اللہ کی رحمت ہے! قریب ہے کہ چشموں کا پانی تہوں میں گم ہو جائے اور جھیلیں خشک ہو جائیں، بعض بعض کا شکار کر رہے ہیں بس جال

مختلف ہیں...ان معالجین سے ہم کہتے ہیں: اے صاحبو! اپنے متعلق اللہ سے ڈرو، لالچ کی مکھیاں، اور آگ کے پتنگے نہ بنو، لوگوں کی عزت وآبرو اور مال ومنال کے بارے میں اللہ کا خوف کھاؤ، اللہ کے اس دین کے متعلق اللہ سے ڈرو جس میں افترا پردازی کی جارہی ہے، کار حرام، بدعتوں اور شبہات سے بچو، جہنم پر ڈھیٹ نہ بنو، کہیں تم پر شاعر کا یہ قول نہ چسپاں ہوجائے کہ:

طَبِيْبٌ يُدَاوِي النَّاسَ وَهُوَ سَقِيْمُ ''ایک ڈاکٹر لوگوں کا علاج کرتا ہے مگر وہ خود ہی بیمار ہے''۔

﴿ وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا تُرۡجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفۡسٖ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ ﴾ [البقرۃ:۲۸۱]۔

''اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

## جن جادو وغیرہ پہلے نانیوں دادیوں کا موضوع سخن ہوا کرتے تھے مگر معالجین کی برکت سے اب ان کا چرچا ہر بزم میں ہے :

● ...پہلے جن، جادو اور حسد ان پڑھ نانیوں، دادیوں اور فارغ بیٹھی خواتین کا تخصص تھا، یہ سب انہیں کا موضوع سخن ہوا کرتے تھے، مرد حضرات عورتوں کے ان تخصصات پر گفتگو کرنا اپنے لئے باعث عار سمجھتے تھے۔مگر معالجین نامی ایک گروہ کی برکت سے یہ بلا مردوں کے معاشرے میں بھی درآئی ہے، اب کیا جوان، کیا بوڑھے، کیا نوعمر لڑکے، بلکہ بچوں تک میں اس کا چرچا ہے، اس نے دعوت إلی اللہ کی بڑی لمبی مسافت پر قبضہ کرلیا ہے بلکہ اسے غصب کرلیا ہے، ہونا یہی ہے کہ کچھ دعاۃ کی انرجی اسی میں برباد ہوگی۔جو منتخب مردوں میں سے تھے۔یہ چڑھا ہوا بخار جو ہے، کچھ لوگ بطور معالج اس میدان میں کود پڑیں گے، کچھ ان معالجین پر دھاوا بولیں گے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کی اس سے بڑی بھی کوئی دلیل ہوگی کہ لوگوں کی بھاری تعداد اس موضوع سے متعلق آگاہی کے لئے سراپا شوق ہے۔

جادو، جن زدگی اور جنوں سے متعلق موضوع لوگوں کے دل ودماغ پر تشویشناک حد تک چھا گیا ہے۔اتہام کی انگلیاں کتنی تیزی کے ساتھ جن زدگی کی طرف اٹھتی ہیں، بس ذرا سر درد ہونے دیجئے، یا کوئی سا بھی درد اٹھ جائے، خواہ کوئی نفسیاتی مشکل ہی رونما ہو رہے، سب کی تان وہیں ٹوٹتی ہے...یہ بس گروہ معالجین کے علاج کا ایک وقفہ ہے جن کی کاوشوں کی برکت سے یہ علاج بھی ایک وبائی مرض بن چکا ہے! یہ صاحبان کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کو پار کرجاتے ہیں، اور انحرافات کے ایسے ایسے چولے بدل بدل کرآتے ہیں کہ ان لوگوں کا ہاتھ پکڑ لینے

والوں کی ضرورت کا احساس شدت سے اٹھتا ہے، یا کم از کم ان کی دستگیری کرنے والے ہی سامنے آئیں۔

● اس بات سے آگاہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ ان سلبیات کا الزام ہم سبھی کے سر نہیں دھرتے ہیں، ان معالجین میں ایک قوم اصحاب علم وبصیرت اور صاحبان ورع وتقوی کی بھی ہے، بھائی ہم تو انہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں پر اللہ پر کسی کا تزکیہ نہیں کرتے ہیں، ہاں ہمارے خطاب کا رخ صرف اسی فریق کی طرف ہے جس کے اعمالنامے میں اچھائیاں برائیاں دونوں گڈ مڈ ہیں، یہ وہ بزرگان دین ہیں جو شرعی مخالفتوں میں ملوث ہیں...

● بلاد مشرق میں عالم جن اور سحر وحسد کو موضوع گفتگو ٹھہرانے میں لوگوں نے بڑے مبالغے سے کام لیا ہے، یہاں تک کہ حقیقت اپنے سے کئی گنا اور چند در چند خیالات واوہام اور حکایات کے ڈھیر میں جا بیٹھی ہے، عوام کے ذہنوں میں ہر شئ کی وابستگی جن، جادو اور حسد سے ہوگئی ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی ڈاکٹر کے پاس بھی جاتا ہے تو پہلے، یا بیچ میں یا بعد میں ایسے معالج کے پاس بھی ضرور جاتا ہے جو جن یا جادو یا ان کے سوا کسی اور بلا سے اس کی جان چھڑا سکے، اب صورت حال یہ ہے کہ بہت سے لوگ تو اسی کا پیشہ ہی اختیار کر چکے ہیں، اگر ان میں سے کچھ سچے ہیں تو زیادہ تر جھوٹے ہیں، اسی لئے ہمیں اس صورت کی وضاحت کی سخت حاجت محسوس ہوتی ہے، معاملات کی ضابطہ بندی ہونی چاہیے، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے حقیقت کو خیالات اور اوہام کے ڈھیر سے نکھر کر سامنے آنا چاہیے۔

## علاج سے پہلے مرض کی تحقیق ضروری ہے :

### اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں :

اس بات کی وضاحت لازم ہے کہ طب اور علاج کے میدان میں جو علمی ظہور اور حیرتناک اکتشافات ہوئے ہیں اور نفسیاتی امراض کے علاج کے سلسلے میں جو عجیب وغریب ترقی ہوئی ہے، اس کی وجہ سے مغربی طب وثقافت کے تربیت یافتہ بہت سے لوگ دھوکے میں پڑ گئے ہیں، اور ان کی آنکھیں بری طرح خیرہ ہوگئی ہیں یہاں تک کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہر وہ چیز جو وجود میں ہے ان پر واضح ہو چکی ہے، اور گزشتہ زمانے کے اگلے لوگ جنوں کے سوار ہونے کے متعلق جو اعتقاد رکھا کرتے تھے وہ آج سمجھ میں آنے لگا ہے کہ اس میں لاشعور کا عمل ہوتا ہے جو مریض کے توازن کی مصلحت میں دفاعی ذمہ داری نبھاتا ہے۔

● اور سب سے زیادہ بحث ومباحثے کا موضوع ہسٹیریائی حالات ہوتے ہیں، اور اس فکری تشویش کے ذمہ دار بھی یہی حالات ہوا کرتے ہیں، اور یہ دیسی معالجین بھی اپنے عمل کی صحت اور اس کی فعالیت کے اثبات کے لئے انہیں حالات کا استحصال کیا کرتے ہیں، یہ حالات انفعالی طور پر غیر پختہ شخصیات کو لاحق ہوا کرتے ہیں، جن کے

اندر اسی کے ساتھ ساتھ القاء اور تلقین کو قبول کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے، جب کسی طالب علم کے پاس اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کی قدرت یا چاہت نہیں ہوتی ہے یا کوئی بیوی اپنی شادی کو ناموافق پاتی ہے، یا اسی طرح کے دباؤ کی صورت حال پیدا ہوتی ہے، تو شعور کی سطح پر ایک طرح کا انشقاق پیدا ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بیہوشی یا ہیسٹیر یائی دورے کے حالات ظاہر ہونے لگتے ہیں، یا بالفعل اس شخص کے تصرفات ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ کوئی دوسری ہی شخصیت ہو، مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ باتیں کہہ لی جائیں جو عام حالات میں نہیں کہی جا سکتی ہیں، ایسا شخص کبھی کبھی اپنی آواز بھی بدل لیتا ہے، اطباء اسے اچھی طرح جانتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ مریض تعلیم یافتہ ہو، اور اس نے ہارٹ اٹیک کے متعلق پڑھ رکھا ہو، یا اس کے متعلق جانتا ہو، پھر اس پر وہم مسلط ہو جائے، اور وہ اپنے اوپر ہارٹ اٹیک کی ساری علامات طاری کر لے حالانکہ اسے ہارٹ اٹیک کی ذرا بھی شکایت نہ ہو، یا اپنے اوپر لقوے کی علامات طاری کر لے، حالانکہ اس پر فالج کا کہیں سے کوئی اثر نہ ہو، جیسا کہ پہلی ہیسٹیر یائی کیفیت کے علاج کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے پہل یہ حالت اغریق کے زمانے میں رونما ہوئی تھی، ماجرا یہ تھا کہ ایک نوجوان کو محسوس ہوا کہ اس پر فالج کا حملہ ہوا ہے، اور اسے فالج کے علاج کے لئے معبد لے جایا گیا جس نے اسے پوری طرح شل کر رکھا تھا۔ وہاں ان کے راہبوں اور گمراہ گروں میں سے ایک نے اچانک اس نوجوان کے ہاتھ سے اس کا بیگ چھینا اور بڑی تیزی سے بھاگ کھڑا ہوا، جب فالج کے مریض نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ لاشعوری طور پر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور لگا اس کے پیچھے بھاگنے! حقیقت یہ ہے کہ ہیسٹیر یا کے اکثر حالات التباس کے حالات ہوتے ہیں جو ان معالجین پر اثر انداز ہو جاتے ہیں.. علاج کرنے والا شخص بھی کبھی کبھی ایسے کام کرتا ہے کہ اپنے سلوک سے مریض کے اندر موجود ذاتی القاء کو پختہ کر دیتا ہے، جبکہ اس مریض کی عقل پہلے ہی بھری ہوتی ہے، اس میں جنوں سے متعلق دسیوں قصے موجود ہیں، اس نے دسیوں کتابیں پڑھی ہوتی ہیں، متعدد کیسٹیں اور تقریریں سنی ہوتی ہیں، دوستوں کی باتیں اور گفتگو کی مجلسیں وغیرہ اس کے سامنے ہوتی ہیں، یہ سب اس صورت میں جبکہ اس نے جن زدگی کے حالات کا بذات خود مشاہدہ نہ کیا ہو، لہٰذا وہ کامل مہارت کے ساتھ اس کردار کو ادا کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہوتا ہے، سارے سین اسے یاد ہوتے ہیں، - جیسا کہ کہا جاتا ہے - اسے الف سے یا تک کی کامل مہارت ہوتی ہے، یہ دیسی معالجین مریض کے ذہن میں ایک طرح کے القاء کا عمل کرتے ہیں، اور جب ضرورت پڑتی ہے تو مار کر اسے ایک طرح سے تکلیف بھی دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں اسے فراری انشقاق سے بڑی تیزی کے ساتھ افاقہ ہو جاتا ہے، اور پبلک دم بخود رہ جاتی ہے، اور ان معالج صاحب پر لوگوں کا اعتماد بڑھ جاتا ہے! لیکن

کچھ ہی دنوں میں پہلے ہی نفسیاتی یا معاشرتی دباؤ پر وہی اعراض پھر سے عود کر آتے ہیں، کیونکہ معالج نے حسی سبب کی جستجو نہیں کی تھی، اس نے ایک غموض کی فضا میں صرف موجودہ عارضے کا علاج کر دیا تھا، بلکہ مریض کے اعراض میں اب مزید شدت پیدا ہو جاتی ہے، جن زدگی کے حالات کی القائی کیفیات کو سننے کے بعد وہ ان کا پورا پورا تصور پیش کرنے لگتا ہے، صورت حال مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے، اور مریض کے گھر والے پھر سے اس معالج کے پاس جاتے ہیں جو جنوں کی تاثیر کے وہم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں بلیک میل کرتا ہے! ان میں سے کچھ راقیوں نے لوگوں پر اپنی تاثیر بڑھانے کے لئے کیسٹیں ریکارڈ کرادی ہیں جن میں وہ لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ کس طرح وہ مریضوں کے اندر سے جنوں کو نکال بھگاتے ہیں اب جو انہیں سنتا ہے دہشت زدہ ہو کر رفقاء کے ساتھ یا تنہا ہی اپنا جن بھگانے کے لئے ان معالج صاحب کا رخ کرتا ہے، جبکہ بہت سے نفسیاتی امراض کے ماہرین - جو صاحب تقویٰ مسلمان ہوتے ہیں اور جن زدگی کے قائل بھی ہوتے ہیں - جب ان کیسٹوں کو سنتے ہیں تو ایک لمحے کے لئے انہیں یہ شبہہ نہیں ہوتا ہے کہ یہ حقیقت میں مسّ شیطانی کے حالات نہیں ہیں بلکہ ہسٹیریائی کیفیات ہیں جو اس معالج کے القائی اعمال کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں، کیونکہ معالج پہلی خطا کا ارتکاب تو اسی وقت کرتا ہے جب وہ مرض کی یقینی اور پختہ تشخیص کے بغیر ہی علاج شروع کر دیتا ہے۔ پھر جیسے ہی وہ قرآن کی قرأت شروع کرتا ہے مریض یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ جن زدہ ہے، گو حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہ ہو۔

- اس لئے معالج کی خطا تو یہی ہے کہ وہ قرأت قرآن کو بلا تحقیق براہ راست جن زدگی سے جوڑ دیتا ہے، اس لئے جیسے ہی مریض کو یہ احساس ہوتا ہے کہ معالج اس پر قرآن کریم پڑھ رہا ہے بس فوراً اس وہم اور القاء کے باعث اس کے ذہن میں یہ خیال بیٹھ جاتا ہے کہ وہ یقیناً جن زدہ ہے...

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی سخت سزا مقرر کی ہے جو ضروری علم اور مہارت کے بغیر لوگوں کا علاج شروع کر دیتا ہے، یہ لازم ہے کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ غلطیوں کی وجہ سے لوگوں کو نقصان پہنچانے سے مامون ہو جائے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس نام نہاد طبیب و معالج پر دیت خطا لاگو فرما دی ہے، ارشاد فرمایا کہ :

(مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ يُعْلَمْ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَضَامِنٌ)

''جس نے ڈاکٹری کی اور وہ طب سے معروف نہ ہو تو وہ ضمانت دار ہے''۔

یعنی نقصان کا ذمہ دار ہے، اگر اس نے مریض کا کوئی عضو ضائع کر دیا تو اسے مجرم سمجھا جائے گا اور شرعی اعتبار سے اس کی گرفت کی جائے گی۔

● جب ہم پہلے بھی اور آج بھی ان لوگوں پر نکیر کرتے چلے آرہے ہیں جو انسانوں کو اذیت سے دوچار کرتے ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ایسے لوگوں کی صبح وشام اللہ کے غضب میں ہوتی ہے اور یہ ہمہ وقت اس کی ناراضگی کا شکار رہتے ہیں، چنانچہ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں :

''صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ''

''دو طرح کے جہنمی ایسے ہیں جنھیں میں نے نہیں دیکھا ہے، ایک تو وہ لوگ ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گایوں کی دم کی طرح کے کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہوں گے''۔

● جب مذکورہ لوگ ( مارنے ہی کی وجہ سے ) جہنمی ہوں گے تب پھر ان لوگوں کے ساتھ اس قدر تساہل کیوں برتا جاتا ہے جو قرآنی علاج کے نام پر قبیح ترین جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں؟ گویا لفظ ( قرآن ) ایک ایسی ڈھال ہے جس کے پیچھے وہ خود کو چھپائے رہتے ہیں، ایک ایسا قلعہ ہے جس میں محفوظ رہ کر خونریزی کرتے ہیں، اور جہالت، ظلم، اور سرکشی کی وجہ سے لوگوں کا قتل کرتے پھرتے ہیں۔

● جب ہم انسانوں کو اذیت دینے والے ان لوگوں پر نکیر کرتے ہیں تو پھر ان معالجین کے افعال پر ہم شرعی رنگ کیوں چڑھا دیتے ہیں؟ بلکہ یہ جرائم اور یہ مظالم جن کا ارتکاب قرآنی علاج کے نام پر کیا جاتا ہے کیا ان کے لئے قرآنی ڈھال وجہ جواز فراہم کر دیتی ہے، حالانکہ اسی جرم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ( جو طب سے معروف نہ ہو اس کے باوجود طبابت کرے تو وہ ضامن ہے )...ہم اس اہم معاملے کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ انسانی جان کی حفاظت شریعت کے اعلیٰ اور اساسی مقاصد میں سے ہے، انسانی جان اور تندرستی کھلواڑ کے لئے متروک نہیں ہے، یہ ممکن نہیں ہے کہ ہر کس وناکس کے لئے یہ دروازہ کھول دیا جائے کہ وہ اس طرح لوگوں کی جانوں اور اعضاء وجوارح سے کھیل کرتا رہے جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے۔

## کہانت وعرافت داڑھی پگڑی اور کُرتے میں

● **ایک جگہ فرماتے ہیں :**

دوسری طرف جنوں کے اسرار کی معرفت کا دعویٰ کرنے والوں نے اس معاملے میں بڑا مبالغہ کیا ہے، ہر مرض کے متعلق ان کا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ یہ جن زدگی یا جادو کی تاثیر کی وجہ سے ہوا ہے، مقصد یہی ہوتا ہے کہ بیچارے قسم کے مریضوں کی جیب خالی کرالی جائے، بالخصوص ان مریضوں سے اینٹھ لیا جائے جو مزمن بیماریوں کا شکار ہیں اور

شفاء کی تلاش میں دردر بھٹکتے رہتے ہیں خواہ وہ کسی بھی طریقے سے حاصل ہو، اس طرح ان معالجین کے ہاتھوں عرافت وکہانت ایک نئی شکل میں رواج پا گئی ہے مگر اس بار یہ داڑھی، پگڑی اور کرتے کے پیچھے چھپی ہے، قرآنی علاج کے دعووں کی سہارے آئی ہے، اب یہ لوگ قرآن کریم کی آڑ میں دجل وفریب کا کام کررہے ہیں، اس طرح عوام کا اعتماد بھی ان پر چڑھ جاتا ہے۔

- **جن زدگی اور جادو وغیرہ کے رواج کے اسباب وعوامل پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**
- **غیبی امور سے متعلق آگاہی کے شدید اشتیاق کا بھی اس میں کافی دخل ہے۔**

...اپنی ابتدا میں جنوں سے متعلق گفتگو بڑی پرشوق اور جذاب ہوتی ہے، اس موضوع کی اپنی خاص چمک ہے، کیونکہ یہ ہم میں سے ہر شخص کی حساس رگ کو چھوتی ہے، اس موضوع کی اپنی لذت اور کشش ہوتی ہے، اس پر ایک غموض سا چھایا رہتا ہے جو اکتشاف پر ابھارتا ہے اور اپنی طرف کھینچنے کا ایک سبب بن جاتا ہے، اس سے مجھول چیزوں کی تفتیش اور آگاہی کی چاہت کا غریزہ بھی تسکین پاتا ہے، اور یہ فضول کاری بھی جن زدگی کے دیسی علاج کے فروغ پانے کا ایک سبب ہے، اسی کی وجہ سے اس چیز کو خوب رواج ملا ہے اور یہ زبان زد خاص وعام ہے...

- اس صورت حال کے پیدا کرنے میں اور اسے فروغ دینے میں کچھ دعاۃ کا بھی ہاتھ ہے جنھوں نے اس سلسلے میں کسی ضابطے کا لحاظ نہیں رکھا ہے، مقام افسوس ہے کہ ان میں سرفہرست وہ مشہور دعاۃ اور مشائخ ہیں جنھوں نے شروع سے اس موضوع کا بڑا خیر مقدم کیا، اور بنفس نفیس ان کے قصے منبروں سے عام کرتے رہے، انھوں نے اس جمہور کے مزاج کو پیش نظر رکھے بغیر جس سے وہ خطاب کرتے تھے وہ سارے قصے اور واقعات مجمع میں بیان کئے جو انھوں نے ثقات کی زبانی سن رکھے تھے، اور اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ جس عوام سے وہ مخاطب ہیں اس کے اندر اس باب میں غلو کو قبول کر لینے کی پوری صلاحیت موجود ہے، اس طرح انھوں نے قیود اور ضوابط کے بغیر یہ دروازہ کھول دیا، ہاں جب انھوں نے یہ دروازہ کھولا تو نہ کوئی قید لگائی نہ اس کی ضابطہ بندی کی، اسی طرح انھوں نے اس معاملے میں کسی اجتماعی یا علمی نگرانی کا نظام بھی نہیں بنایا، لہٰذا انفرادی تجربے اور خطائیں عام ہوگئیں۔

**جن زدگی کو فروغ دینے میں کوتاہ علم اور کم ایمان معالجین اور ان کی کتابوں کا بڑا ہاتھ ہے :**

- اس صورت حال کے پیدا کرنے کے ذمہ دار وہ کوتاہ علم اور کم ایمان رکھنے والے معالجین بھی ہیں جنھوں نے جنوں کے موضوع پر کتابیں تالیف کی ہیں، انہیں لوگوں نے مختلف انداز میں نوجوانوں میں اس مصیبت کو فروغ

دیا ہے، اس موضوع پر ایک بھائی کے سروے کے مطابق (۸۴) کتابیں تالیف کی گئی ہیں۔ آپ جہاں کہیں جائیں، کتابوں کی نمائش میں پہونچیں، آپ کو جنوں سے متعلق کتابوں کی ایک خاص ونگ ملے گی، اگر ہم کامل اعداد وشمار جمع کریں تو اس موضوع پر تالیف کردہ کتابوں کی بھاری تعداد پر ششدر رہ جائیں گے، اس سنگین صورت حال کے پیدا کرنے کا یہ بھی ایک سبب ہے، کیونکہ ان کتابوں میں اس مزعوم جن زندگی کے اعراض اور علاج کے طریقوں پر تفصیلی بحث کی جاتی ہے، یہ کتابیں جنوں اور ان کے احوال واسرار، اور بشر پر ان کی زیادتیوں کی کیفیات پر گفتگو کرتی ہیں، ہر مولف آپ سے یہی کہے گا: یہ میرا شخصی تجربہ ہے، یہ وہ حالات ہیں جو میرے سامنے گزرتے رہتے ہیں، میں نے یوں کیا، اور ایسے علاج کیا، اور اللہ کا شکر واحسان کہ ہم جن کو نکال باہر کرنے میں کامیاب رہے۔

اسی طرح کی باتیں ہیں جو ہم سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں۔

- صرف اتنا ہی نہیں ہوا ہے بلکہ جوان، نوعمر اور نوخیز چھوکرے اس میدان میں کود پڑے ہیں! جنوں سے متعلق گفتگو مجلسوں کا موضوع بحث بن چکی ہے، یہ جنوں سے متعلق باتیں کرنے والی کتابیں پڑھتے ہیں، زیادہ تر وہ کیسٹیں سنتے ہیں جن میں جنوں کا بیان ہوتا ہے، یہاں ایک چیز ان کے دعووں کے مطابق جنوں سے مکالمہ ہے! ان میں کا ہر شخص یہی سمجھنے لگا ہے کہ بس اس کا کام اتنا ہی تو ہے کہ وہ قرآن کریم کی کچھ آیات پڑھے، اور اگر مریض رونے لگے، یا ہنس دے، یا اسے گلا گھونٹنے کا احساس ہو، یا اس پر تشنجی کیفیت طاری ہونے لگے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اس پر جادو کیا گیا ہے، یا وہ جن زدہ ہے، اور اگر وہ بول پڑا تو کیا کہنا! جھٹ معالج صاحب اس جن کے ساتھ سرگرم ہوجاتے ہیں، مکالمے کو ریکارڈ پر لگا دیا جاتا ہے، اس کے بعد لوگوں میں اسے نشر بھی کیا جاتا ہے۔
- علاج کی نشستوں میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی حکایتیں عام ہیں، اس معاملے کے پھیلنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے، ہم ان اسباب کا تذکرہ اس لئے کر رہے ہیں کہ اس آفت سے بچنے کے لئے اور اس صورت حال کے خلاف محاذ آرائی میں ان کا بیان بہت اہمیت رکھتا ہے، اور اس کا مقابلہ کرنے، اس کی آگ بجھانے اور اس کے خاتمے کے لئے ہم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے۔ کیونکہ اس کے نتائج بہت سنگین برآمد ہو رہے ہیں۔
- اسے ہوا دینے میں اخبارات کا کردار بھی بہت بڑا ہے کیونکہ انہیں بس توسیع اشاعت سے مطلب ہوتا ہے، ان کے مالکان کی جیب بھرتی رہے تو سب چلتا ہے، اور جن کا نام اسلامی ہے وہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ یہ سب بھی اس میدان میں کود پڑے ہیں، اور عام لوگوں کے اظہار خیال کے لئے اس موضوع کا دروازہ چوپٹ کھول دیا

ہے، یہ دروازہ دجالوں اور اس پیشے کے مدعیان کے لئے بھی پوری طرح کھلا ہوا ہے۔

اس تماشے کے بیان کے لئے یہی کافی ہے کہ ایک سیاسی پارٹی نے جلی خط میں اعلان شائع کیا ہے کہ جس کی منگنی بار بار ناکام ہوجاتی ہوان کا علاج ہمارے پاس موجود ہے، یہ لوگ جاہلوں اور کوتاہ عقلوں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہیں، لوگوں کو اکساتے ہیں کہ ان کے پاس ہر مشکل کا حل موجود ہے۔

- تب - ان کے خیال کے مطابق - ہمیں چاہیے کہ اس ڈاکٹری علاج کو دریا برد کردیں۔ کیونکہ ان کا دعوی یہی ہے کہ ہر مرض کا سبب جن زدگی ہے۔ بلکہ کچھ لوگ تو یہاں تک دعویدار ہیں کہ جنات صاحبان آپریشن بھی کرتے ہیں؛ بانجھ پن کا علاج کرتے ہیں! ہڈیوں کی ٹوٹ پھوٹ کا علاج فرماتے ہیں! اور یوں بھی کرتے ہیں اور ایسا ایسا بھی الخ۔

بہت سی حکایتیں ہیں ڈھیروں افسانے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ سلسلہ کہاں تھمے گا اور کیسے ختم ہوگا؟

- حقیقت یہی کہ ان معالجین کی سلبیات ہی اس سلسلے کو بڑھاوا دینے کا بنیادی سبب ہیں...

## یہ تو عورتوں کا وظیفہ تھا :

- جن زدگی کے حالات تو ہر زمانے میں موجود تھے مگر انتہائی محصور ومحدود تھے، یہی حال جادو اور حسد کے معاملات کا بھی تھا، اسلامی بیداری کے سرگرم ہونے سے پہلے لوگ خلاف تہذیب امور کا لحاظ رکھا کرتے تھے، پہلے یہ چیز بہت بڑا عیب شمار ہوتی تھی کہ آپ کسی مرد کی زبان سے یہ سنیں کہ کسی نے مجھ پر کوئی عمل کردیا ہے، کیونکہ یہ لفظ صرف کوتاہ ان پڑھ اور جاہل عورتوں کی زبانی ہی سننے کو ملتا تھا، یہ تعبیر خلاف تہذیب سمجھی جاتی تھی، جب میں سکنڈری اسکول میں پڑھتا تھا ماسٹر صاحب پوچھتے تھے کہ تم لوگ مسئلے کا کیا کررہے ہو؟ تو ہم جواب دیتے تھے کہ ہم کچھ عمل کررہے ہیں، (اور عام حالات میں) ہم میں سے ہر فرد یہ لفظ اپنی زبان پر لاتے ہوئے شرمایا کرتا تھا، کیونکہ یہ لفظ صرف ریاضی کے حصوں میں شائع تھا، باقی حالات میں ہر شخص نسوانی الفاظ کی مشابہت کی وجہ سے اس تعبیر سے بچا کرتا تھا، مگر اب تو یہ لفظ اس قدر رواج پا گیا ہے کہ کوتاہ عورتوں کی سطحی عقلیت اور بھاری بھرکم مرد کی سوچ میں کوئی فرق ہی نہیں رہ گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

﴿تُعۡجِبُكَ أَجۡسَامُهُمۡۖ وَإِن يَقُولُواْ تَسۡمَعۡ لِقَوۡلِهِمۡۖ﴾ [المنافقون: ۴]۔

''ان کے جسم آپ کو خوشنما معلوم ہوں، یہ جب باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتوں پر (اپنا) کان لگائیں''۔

پھر آپ دیکھتے ہیں کہ یہ حضرت فرماتے ہیں: مجھ پر کسی نے کوئی عمل کردیا ہے! وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جو

صرف خواتین کی زبان پر آیا کرتے تھے، وہ بھی سب خواتین نہیں بلکہ ان پڑھ اور جاہل خواتین ان کا استعمال کیا کرتی تھیں۔

- ان خودساختہ معالجین کی برکت سے جن، جادو اور حسد کا موضوع نسوانی محفلوں سے نکل کر مردوں کے بیچ بھی آگیا، بلکہ زیادہ دقیق تعبیر کے مطابق دعاۃ کے بیچ آ گیا ہے، اور کچھ دعاۃ کی وجہ سے اس کا چرچا رجالی محفلوں میں بھی ہونے لگا ہے اور اس سنگین صورت حال کے ساتھ استغراق اور وابستگی میں خواتین وحضرات برابر ہو گئے ہیں۔

## یہ راقیوں ہی کی برکت ہے کہ ہر بیمار جن زدہ لگتا ہے :

- ان معالجین نے کُل جو کام کیا ہے وہ درحقیقت علاج کا کام نہیں ہے، بلکہ انھوں نے اس بلا کا دائرہ وسیع کر دیا ہے، اس کی باتیں زیادہ سے زیادہ پھیلائی ہیں اور خوب خوب اس کا چرچا کیا ہے، لوگوں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی ہے، اور شر کا دروازہ چوپٹ کھول دیا ہے! جن زدگی، اور جناتی دورے بیشک موجود ہیں، مگر وہ حقیقت میں اس کثرت کے ساتھ نہیں ہیں جو آج ہمیں نظر آ رہے ہیں، بہت سے حالات جو ہم دیکھتے اور سنتے ہیں - بلکہ ان میں سے اکثر حقیقت میں - جن زدگی کے معاملات نہیں ہیں، نہ ان کا تعلق جناتی دورے سے ہے، گو معالجین کی کثرت تشخیص میں غلطی کا شکار ہو اور اسی وجہ سے ٹھوکریں کھاتی ہو ...

- بہت سے حالات - جو اصل میں جنوں سے محفوظ ہوتے ہیں - مریضوں کو یا تو جسمانی بیماری لاحق ہوتی ہے، یا وہ نفسیاتی مریض ہوتے ہیں، مگر آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ وہم میں اس قدر ڈوبے ہوتے ہیں کہ وہ وہم ہی ان کی نظر میں حقیقت واقعہ بن جاتا ہے، اور بسا اوقات تو نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ان پر حقیقت میں جناتی دورے پڑنے لگتے ہیں، اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی قماش کے معالجین کے پاس چلے جاتے ہیں، اور یہی معالجین ان پر جن طاری کرتے ہیں، اور ان پر ستم ڈھاتے ہیں۔

## ''جنوں کا حد سے بڑھا ہوا خوف اور اس میں مبالغہ آرائی'' کے تحت فرماتے ہیں :

اس کے عام ہونے اور اس کے متعلق کتابوں، کیسیٹوں اور اخباروں میں مبالغہ آرائی کی وجہ سے اوہام اور وسوسے ہر طرف پھیل چکے ہیں، مریضوں میں خوف ودہشت ہے، بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ خوف بری طرح گھر کر چکا ہے، یہاں تک کہ انھوں نے جنوں کو بہت بڑا سمجھ لیا ہے، ان سے خائف اور سہمے ہوئے سے رہتے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کمزور ہو گیا ہے، اس کے بجائے کمزور مخلوق سے وابستگی بڑھ گئی ہے جس کے متعلق یہ سمجھتے

ہیں کہ اس کے پاس ہمیں علاج فراہم ہوجائے گا، اللہ پر بھروسہ کرنے کے بدلے اسی پر اعتماد کر لیتے ہیں، اور ان کے اندر ان لوگوں کی مشابہت پیدا ہوگئی ہے جن کے متعلق مومن جنوں نے کہا تھا :

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلۡإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلۡجِنِّ فَزَادُوهُمۡ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]۔

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

بالکل یہی بات ان معالجوں اور ان مریضوں کے ساتھ ہوئی ہے۔ (رَهَقًا) کا مطلب غلطی اور گناہ ہے، قرطبی فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ عمل ہے جو وہ لوگ جاہلیت میں کیا کرتے تھے، جب آدمی کسی وادی میں اترتا تھا اور وہاں رات گزارنا چاہتا تھا تو کہتا تھا: ''میں اس وادی کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں اس کی قوم کے نادانوں کے شر سے''۔ پھر وہ صبح تک اس کی پناہ میں رات گزارتا تھا، مطلب یہ ہے کہ وہ اس علاقے کے جنوں کے بادشاہ کی پناہ مانگتا تھا تاکہ وہ اپنی قوم کے نادانوں کے شر سے اسے بچائے اور وہ اس سردار کی پناہ میں صبح تک رات گزارتا تھا۔

- ...ان چیزوں کے ساتھ مشغولیت نے شر وبلا کا دروازہ کھول دیا، توحید مخدوش ہوگئی، جادو عام ہوگیا، قیل وقال اور بحث ومباحثہ کی گرم بازاری ہوگئی، اور دعوت إلی اللہ سے بے اعتنائی کی گئی، ان سب چیزوں کی وجہ سے شر کا وہ دروازہ کھل گیا جس کے متعلق اس سے پہلے ہم کچھ نہیں سنا کرتے تھے۔

- چونکہ میں ہر چیز کو لادینی، یہودی، صلیبی، اور استشراقی سازش سے جوڑ دینے کی حمایت کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اس لئے یہ باتیں نہیں کرتا ورنہ میں یہ ضرور کہتا کہ ہونہ ہو اس میں دشمنان اسلام کا ہاتھ ہے، انھوں نے ہی اس لائن کی حوصلہ افزائی کی ہے، مگر میں اس منہج کے انصار میں سے نہیں ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے نادانستہ طور پر دشمنان اسلام کو بہت بڑا فائدہ پہنچایا ہے، اعدائے اسلام ضرور ان کے شکرگزار ہوں گے کہ انھوں نے لوگوں کو ان چیزوں میں مشغول کر کے ان کا رخ اللہ کی راہ سے پھیر دیا ہے، انہیں شرک میں ڈال دیا ہے، اور بہت سے ان فتنوں کو زندہ کر دیا ہے جنھیں ہم محسوس کر رہے ہیں!!

- اس آیت کی تفسیر میں رازی فرماتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ اس خوف سے جنوں کی پناہ چاہتے تھے کہ جن ان پر چھا جائیں گے، پھر ہوا یہ کہ وہ ان پر اور ہی چھانے لگے، کیونکہ جب ان لوگوں نے اللہ کی پناہ مانگنے کے بجائے ان کی پناہ مانگی تو انھوں نے ان کو خوب ذلیل کیا اور ان پر جری ہوگئے، اور ان پر مزید ستم ڈھانے لگے۔

## انسانوں نے ہی جنوں کو اپنے اوپر شیر کیا ہے :

- لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ انسان ہی جنوں کی سرکشی میں اضافے کا سبب بنے ہیں، بہت سے وہ لوگ جنھیں (جناتی) دوروں کا دعوی ہے، اور بہت سے وہ لوگ جو معالجین کہلاتے ہیں، ان سب کا اس وہمی جن زدگی اور حقیقی جن زدگی کے فروغ میں بڑا کردار تھا (انہیں لوگوں نے ان کی شرکشی میں اضافہ کیا ہے)، شیطان نے اس رعب اور خوف کی فضا کو غنیمت جانا جو وبائی شکل اختیار کرگئی ہے اور اس صورت حال کی وجہ سے اس قدر ادھم مچایا جتنا اپنی طبیعت اور اذیت کی عادت سے نہیں مچایا تھا۔

مَایَبْلُغُ الْاَعْدَاءُ مِنْ جَاهِلٍ مَایَبْلُغُ الْجَاهِلُ مِنْ نَفْسِهٖ

دشمن کسی جاہل کو ایسی زک نہیں پہنچا سکتے جیسا جاہل خود ہی اپنے لئے آفتوں کا سامان کرلیتا ہے۔

- جب شیطان نے یہ دیکھا کہ لوگوں میں جن زدگی کا بڑا چرچا ہے، تو وہ اور پھول گیا اور اپنی سرکشی میں کچھ اور آگے بڑھ گیا، حد ہوگئی لوگ شیطان سے ڈرنے لگے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد فراموش کر بیٹھے کہ :

﴿فَقَٰتِلُوٓاْ أَوۡلِيَآءَ ٱلشَّيۡطَٰنِۖ إِنَّ كَيۡدَ ٱلشَّيۡطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ [النساء:٧٦]۔

''پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے''۔

## شیطان ایمان والوں سے ہمیشہ مغلوب اور شکست خوردہ رہتا ہے :

- توحید کی دعوت دینے، ایمان کو مضبوط کرنے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کو پختہ کرنے، انہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

﴿فَلَا تَخَافُوهُمۡ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ﴾ [آل عمران:١٧٥]۔

''تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو''۔

سنانے، اور ارشاد باری تبارک وتعالیٰ :

﴿إِنَّ كَيۡدَ ٱلشَّيۡطَٰنِ كَانَ ضَعِيفًا﴾

''یقین مانو کہ شیطانی حیلہ (بالکل بودا اور) سخت کمزور ہے''۔

سنانے کے بجائے اس شیطان کی تعظیم کرنے لگے، اسے پھیلانے لگے جس کے متعلق ہمیں حکم تھا کہ اس کی تحقیر کریں، اسے چھوٹا دکھائیں، ہاں یہی درست طریقہ ہے کہ ہم اس کی تحقیر وتوہین کریں، جیسا کہ امام احمد نے روایت کیا ہے کہ :

”إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُنْضِيْ شَيَاطِيْنَهُ كَمَا يُنْضِيْ اَحَدُكُمْ بَعِيْرَهُ فِي السَّفَرِ“

”مؤمن اپنے شیطانوں کو ایسے تھکا تھکا کر قابو میں رکھتا ہے جیسے تم لوگ سفر میں اپنے اونٹ کو اپنے قابو میں رکھتے ہو“۔

آپ کے ارشاد: ”يُنْضِيْ“ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس کی پیشانی پکڑ لیتا ہے اور اسے مغلوب وذلیل کر کے رکھتا ہے، کیا ابلیس کی حالت وہ نہیں ہوتی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطاب کے متعلق فرمائی تھی :

”مَا رَآکَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَيْرَهُ“

”جب بھی شیطان تمہیں کسی راہ پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ اپنی راہ بدل کر دوسرا راستہ پکڑ لیتا ہے“۔

- چاہیے تو یہ تھا کہ یہ حضرات لوگوں کے دلوں میں ایمان ویقین اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل کا شعلہ روشن کرتے تاکہ ان کے نور سے یہ شیاطین جل کر خاکستر ہوجاتے مگر اس کے بجائے انھوں نے ان شیطانوں کا ہوا کھڑا کر کے کہ یہ شیطان ایسا کرتے ہیں اور ویسا کرتے ہیں لوگوں کے دلوں سے وہ شعلہ بجھا ڈالنے کی جدوجہد کرنے لگے، حالانکہ اس اعتقاد کی وجہ سے یہ لوگ اس منہج نبوی کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں جو انھوں نے ہمیں سکھایا تھا۔

- کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا تھا کہ ہم کس طرح شیطان کی تحقیر کر سکتے ہیں، اور ہمیں کن چیزوں سے بچنا چاہیے جو اس شیطان کو پھلاتی اور بڑا کر دیتی ہیں، چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

"كُنْتُ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَثَرَتْ دَابَّةٌ، فَقُلْتُ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَعَاظَمَ حَتَّى يَكُونَ مِثْلَ الْبَيْتِ، وَيَقُولُ: بِقُوَّتِي، وَلَكِنْ قُلْ: بِسْمِ اللَّهِ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذَلِكَ تَصَاغَرَ حَتَّى يَكُونَ مِثْلَ الذُّبَابِ".

”میں سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا تھا کہ میری سواری پھسل گئی، تب میں نے کہا: شیطان برباد ہو، تو آپ نے فرمایا: یہ نہ کہو: شیطان برباد ہو، بلکہ کہو: بسم اللہ، کیونکہ جب تم یہ کہو گے تو وہ چھوٹا ہوجائے گا، یہاں تک کہ مکھی کی طرح ہوجائے گا“۔ [1]

کیونکہ جب تم یہ کہتے ہو کہ (شیطان برباد ہو) تو گویا تم اس بات کی وضاحت کرتے ہو کہ شیطان اپنی چالوں سے تم پر پوری طرح حاوی ہوگیا ہے، اور اب وہ تمہارے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور یہی چیز اہل توحید کے سلوک کے منافی ہے۔

---

[1] سنن ابی داود ، کتاب الادب ، حدیث نمبر : ۴۹۸۲۔

● یہ لوگ جو رعب وخوف سے شکست خوردہ ہیں، وہ سب سنی سنائی باتوں کی وجہ سے بیمار ہیں، اس لئے یہ گھبراتے اور ڈرتے ہیں، اور بچوں کو بھی ڈراتے ہیں، کیونکہ بچے جب یہ چیزیں سنتے ہیں تو تاریکی میں سونے سے انہیں ڈر محسوس ہوتا ہے، گھر میں تنہا بیٹھنے سے خوف کھاتے ہیں، یہ ایک مریضانہ خوف ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ چیز بچوں کی نفسیات کے لئے بڑی خطرناک ہے۔

● اس رعب کی وجہ سے جو انھوں نے اپنے دلوں میں جنوں کے خوف کی وجہ سے پیدا کر لیا ہے یہ خود ہی اپنی ہزیمت کا سبب بن گئے ہیں، خوف سے ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ :

﴿ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴾ [المدثر:٥٠]۔

''گویا وہ بدکے ہوئے گدھے ہوں''۔

ان میں کا اول اپنے آخر کو پکار رہا ہوتا ہے، دیکھنا : جن جن، جادو جادو، نظر نظر !

## ''قرآن کریم کے متعلق عوامی نظریے کی تصحیح'' کے تحت فرماتے ہیں :

....بہت سے لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب ان کا کوئی مریض بیمار ہوتا ہے۔تو گو اسے جناتی دورہ نہ لاحق ہو تب بھی۔ وہ بڑی تیزی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے بھاگتے پھرتے ہیں کہ: ارے بھائی کوئی راقی تلاش کرو! اس کے لئے کوئی معالج ڈھونڈ لاؤ! ارے بھیا! کیا کوئی راقی ہے؟! ان کے اندر ذرا یہ جذبہ نہیں ابھرتا کہ آدمی خود اپنا رقیہ کرے، حالانکہ علاج میں اصل یہی ہے کہ ہر انسان اپنا رقیہ خود ہی کرے، ورنہ اس صورت حال کا دائرہ اور کس چیز نے وسیع کر رکھا ہے؟! آپ اپنا رقیہ قرآن سے خود کیوں نہیں کر لیتے ؟! کیا واسطوں کا وجود لازم ہے؟! ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ اسے اس تنگ دائرے میں محصور کیوں کرتے ہیں؟ کیوں نہ آدمی اپنی بیوی کو اٹھا کر ان لوگوں کے پاس لے جانے کے بجائے اس کا رقیہ خود ہی کرے؟! وہ اپنے لڑکے کا رقیہ خود کیوں نہ کرے؟ کیا ضروری ہے کہ اس کام کے لئے ہمارا منتخب کردہ کوئی معالج ہی رقیہ کرے؟ جیسے ہی اسی طرح کی کوئی حالت سامنے آتی ہے لوگوں کی تنہا کاوش اور اکیلا ھدف یہی ہوتا ہے کہ وہ کسی رقیہ پڑھنے والے کو تلاش کر لیں اور کام ختم! گویا لوگوں کا عقیدہ ہی یہ بن گیا ہے کہ اس سلسلے میں درست تصرف یہی ہے، اور اس بات کو انھوں نے نظر انداز کر دیا ہے کہ ہمارا رب سبحانہ وتعالیٰ ہم میں سے کسی کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، جبکہ قرآن موجود ہے، قرآنی علاج موجود ہے، نبوی دعائیں موجود ہیں، تب پھر آپ اپنا رقیہ خود کیوں نہ کریں؟ کیوں یہ لازم ہے کہ ان کے دعوؤں

کے مطابق کوئی معالج ہی آئے؟

## معالجین کی دہشت گردی اور سینہ زوری

### ''جناتی دوروں اور جن زدگی کے علاج میں تعمق اور اسی کے ساتھ کھنچتے چلے جانے کی سنگینی'' کے تحت فرماتے ہیں :

میں نہیں چاہتا تھا کہ اس موضوع پر وقت صرف کروں، مگر ایسا لگتا ہے کہ ہمیں جنوں کے بجائے معالجین کے ساتھ وقت لگانے کی زیادہ حاجت ہے۔ بہت سے لوگ اس موضوع پر گفتگو کرنے ہی سے ڈرتے ہیں، معالجین کی کثرت (قرآن کریم کے ذریعہ علاج) کے جملے کو اپنی ڈھال بنائے ہوئے ہے، جب آپ ان پر تنقید کرنے لگیں تو وہ فرماتے ہیں: اچھا! آپ اس بات کے منکر ہیں کہ قرآن کریم شفا ہے! یہ ایک طرح کی دہشت گردی اور تخویف ہے جس سے وہ اپنے جرائم کی پردہ پوشی کرتے ہیں، کہتے ہیں آپ جن زدگی کا انکار کر رہے ہیں جبکہ اہل سنت والجماعت اس کے اقراری ہیں، آپ جادو کے منکر ہیں جبکہ وہ قرآن میں مذکور ہے، یہ سب باتیں وہ اس لئے کرتے ہیں کہ آپ کو الفاظ کے گورکھ دھندوں میں پھنسا کر اپنی ساری شرعی مخالفتوں کو حلال کر لیں۔ یہ سب ان کی چالیں ہیں جن سے وہ خود کو محفوظ رکھتے ہیں۔

اگر ہم ان تمام پریشروں سے خود کو آزاد کر لیں جو اس قضیے میں ہم پر پڑتے ہیں تو ہم اسی حقیقت تک پہنچتے ہیں کہ عالم جن پر ہر پہلو سے ایک غموض سا چھایا ہوا ہے، اور اگر ہم اس موضوع کا دروازہ کھول لیں تو ہر چیز کی وضاحت ہمیں نہیں مل سکتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی زندگی سے متعلق ہر چیز ہمیں نہیں بتائی ہے، یہاں تک کہ ہم عالم انس سے عالم جن کی طرف نکل جائیں، اور یہ ڈھونڈنے لگیں کہ وہ کیا کھاتے، کیا پیتے اور کیا پہنتے ہیں! ہم بشر ہیں اور ہمارا تعامل بشر جیسا ہی ہونا چاہیے، اپنے ساتھ گزرنے والے حالات بیماری وغیرہ کے ساتھ ہمارا تفاعل اسی صلاحیت کے مطابق ہونا چاہیے جو اللہ نے ہمیں عطا کی ہے، بیماریوں کے ساتھ ہم بہت ہی فطری تعامل رکھیں، جو بیمار ہو وہ ماہر ڈاکٹر کے پاس جائے اور علاج کرائے، اس طرح وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ پر متوکل بھی ہوگا، اور ان اسباب کا بروئے کار لانے والا بھی ہوگا جن کی شرع نے ہمیں ترغیب دی ہے، مگر یہ کہ ہم جنوں کا دروازہ کھول دیں تو صاحب! یہ ایک بھول بھلیاں ہے؛ کیونکہ عالم جن مجھول مجھول مجھول ہے، غامض غامض غامض سا عالم ہے، اس کی کوئی حدود نہیں ہیں، جب انسان اس میں داخل ہوگا تو وہ ایسی بھول بھلیوں، گلیوں اور راہوں میں گم ہو جائے گا

جن کا نہ کوئی اول ہے نہ آخر۔ بلکہ یہ تو فقط ایک خالی حلقے سے عبارت ہے۔

- یہ دیکھئے یہ جنوں کے سب سے مشہور معالج جناب شیخ عمری صاحب -سامحه الله- ہیں، جب انھوں نے پوری دنیا ہلا کر رکھ دی، جنوں کا موضوع عام کیا، پھیلایا اور اس کی حوصلہ افزائی کی، جنوں کے متعلق طرح طرح کی باتیں حکایت فرمایا کرتے تھے، اور اب ان سب کے بعد یہ حضرت آتے ہیں اور فرماتے ہیں: صاحبو! اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ سب وہم ہے! اب دیکھو! اس ضلال مبین کو بڑھایا، پھیلایا اور رواج دیا اس کے بعد چلے ہیں اس کا علاج بالضد کرنے؟!

## کہاں گئی سلفیت ؟

- یہ موضوع ہی سارا کا سارا دھوئیں جیسا ہے، گویا ایک حیرت ہے، غموض ہے، دھندھ ہے اور عدم وضوح ہے، یہ ایک ایسا فن ہے جس کے لئے کوئی محدود اور پختہ نقلی ضوابط بھی نہیں ہیں، جو لوگ اس موضوع پر زیادہ باتیں کرتے ہیں وہ ادھر ادھر سے کچھ چیزیں چن کر لاتے ہیں، اور فرماتے ہیں: یہ چیز ہمیں قدیم کتابوں اور مراجع میں ملی ہے اور وہ عجیب وغریب اشیاء ہوتی ہیں، یا وہ چیزیں ہوتی ہیں جنھیں فاضل علماء نے بتایا ہوتا ہے، مگر وہ سب از قبیل اجتھاد ہوتی ہیں، ان کی دلیل بھی کوئی نہیں ہوتی ہے، تب ہم انہیں مسترد کیوں نہ کردیں؟ آخر کیوں ہم اپنے آپ کو ان چیزوں میں ملوث کرلیں جب کہ ان کی دلیل بھی کوئی نہ ہو؟ بالخصوص سلفی حضرات! کہاں گئی سلفیت؟ کیا یہی سلفیت نہیں ہے کہ ہر چیز کی اتباع دلیل سے کی جائے؟ کیا یہی سلفیت نہیں ہے کہ علماء کے اقوال کی جانچ پرکھ کی جائے اور جن چیزوں کی دلیل نہ ملے انہیں رد کردیا جائے؟! تب ہمارے ہی یہاں اس چیز کی کثرت کیوں ہوگئی جبکہ ہم ہی اس بات کے زیادہ حقدار تھے کہ اس کیچڑ میں لت پت ہونے سے خود کو محفوظ رکھتے؟! ان بھول بھلیوں میں لوگ ایسوں کے پیچھے مارے مارے پھر رہے ہیں جن کے متعلق انہیں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ کون ہیں اور کیسے ہیں؟ غیر معین علامتیں ہیں، کسی مرض کی غیر یقینی علامتیں ہیں، ایسی علامتیں ہیں جن میں احتمالات ہی احتمالات ہیں، اسی غیر معروف اور غیر محدد فضا میں علاج بھی خود ساختہ ہیں، نہ ان کا کوئی اول ہے نہ آخر۔

## مریضوں کو پیٹنے والے راقیوں سے سوال

- مگر جو دورے کے مریض کو پیٹتا ہے ہم اس پوچھتے ہیں :

تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ اس پر جن ہی سوار ہے؟ آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے کہ اس کا دورہ جناتی دورہ ہی ہے؟ مارنے سے پہلے اس بات کی کیا ضمانت دیتے ہیں آپ کہ یہ مار انسان کو نہیں جنات ہی کو لگے گی؟ اس بات کی ضمانت کہاں ہے کہ آپ اس بیچارے مریض پر ظلم نہیں فرما رہے ہیں؟ بہت سے حالات میں ایسا ہو چکا ہے کہ ان معالج صاحب نے خطا کی مریض کے جسم پر بے تحاشا مار لگائی، اس پر بری طرح ڈنڈے برساتے رہے، اور۔ جیسا انھوں نے کتاب میں پڑھا تھا۔ یہی سمجھتے رہے کہ مار تو جن پر پڑ رہی ہے انسان اس چوٹ سے محفوظ ہے، مگر اچانک یہ پتہ چلتا ہے کہ جن تو تھا ہی نہیں یا رفو چکر ہو گیا تھا اور مار بیچارے مریض پر پڑتی رہی تھی، اب جہاں تک بات علماء کے کلام کی ہے جنھوں نے یہ فرمایا ہے تو ان کا کلام سر آنکھوں پر، مگر صاحب اس کی دلیل کہاں ہے؟ آخر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جب آپ اس شخص کو پیٹتے ہیں تو مار ظالم جن کو ہی لگتی ہے اور مظلوم انسان اس مار کی چوٹ سے محفوظ رہتا ہے، کیا لوگوں کو عذاب دینا اور لوگوں کے جسموں پر اس طرح کی زیادتی کرنا ہر ایک کے لئے مباح ہے؟! کیا لوگوں کی جان لے لینا۔ جیسا کہ بہت بار ہو جاتا ہے۔ یوں ہی امر متروک ہے؟! کیا معالجین کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں؟!

﴿أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَـٰنُ أَن يُتْرَكَ سُدًى﴾ [القیامۃ:۳۶] ''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا''۔

- کیا اس معاملے کو حدود وضوابط کے بغیر یونہی آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ ضمانت کہاں ہے؟ کم از کم ایک دلیل ہمیں ایسی چاہیے جو اس بات کی ضمانت دے کہ مار انسان پر نہیں جنات پر ہی پڑتی ہے؟ جناتی علاج میں تفوق کا دعوی رکھنے والے یہ لوگ بہت سے حالات میں اپنے صحیح راستہ پکڑنے کے دعویدار ہوتے ہیں مگر دراصل ان میں وہ غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اور بالفعل مار تو انسان پر ہی پڑتی ہے، اور کبھی کبھی ان کوتاہوں کی وجہ سے حسن نیت کے باوجود مریض کی جان چلی جاتی ہے۔

- **''قرآن کریم سے علاج کرنے والوں کی بدعتیں اور خطائیں'' کے تحت فرماتے ہیں :**

یہ واجب ہے کہ ہم منضبط شرعی رقیوں اور بعض معالجین (راقیوں) کی منحرف سرگرمیوں کے درمیان فرق کریں، ہم دوبارہ ان معالجین سے عرض کرتے ہیں کہ آپ لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آیات کو اپنے لئے ڈھال نہ بنائیں کہ جب کوئی آپ کی ان غلط حرکتوں پر ٹوکے تو آپ ان کے پیچھے ہو لیں۔

## قرآنی علاج کو پیشہ بنانا

- یہ ایک نئی روش ہے کہ خود کو قرآنی معالج کے طور پر پیش کیا جائے، وہ یوں کہ مریضوں کے استقبال کے لئے کلینک کھول لی جائے! حالانکہ سلف کے یہاں یہ چیز غیر معروف تھی، جن حالات کا علاج ہوتا تھا وہ اتفاقیہ آیا کرتے تھے، مثلاً بیمار شخص صالحین میں سے کسی کے پاس چلا جاتا اور وہ اس کے لئے دعا کر دیتا یا اس کا رقیہ کر دیتا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر یہ کہ علاج کے لئے سینٹر کھولا جائے، یا اپنے قرآنی معالج ہونے کا اعلان کیا جائے، تو معالجین پر سب سے پہلی قابل گرفت چیز یہی ہے، بسا اوقات تو یہ لوگ مریضوں کی تلاش اور جستجو میں نکل جاتے ہیں اور کیس ڈھونڈا کرتے ہیں۔

ہم معالج صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ آپ کو یہ کہاں سے ملا؟ ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ آپ اپنے ان رویوں کی کوئی ایک دلیل تو پیش فرمائیں؟!

# جنوں سے استعانت اوران کی تصدیق

قرآن یا رقیوں سے علاج کرتے وقت کچھ معالجین اپنی شروعات تو مشروع طریقوں سے ہی کرتے ہیں، مگر آخر میں وہی راستہ پکڑ لیتے ہیں جو جنات انہیں سکھایا کرتے ہیں! ابتدائے امر میں جنوں سے استعانت کا موضوع غیر وارد تھا، بڑی احتیاطیں ملحوظ رہتی تھیں، کیونکہ ابھی تو وہ سلفیت اور دعوت توحید کے معانی سے آسودہ تھے، اس لئے سخت چوکنا رہا کرتے تھے، اب تک یہ نہ ہوا تھا کہ کسی نے جنوں سے استعانت کا موضوع چھیڑا تھا۔

(مگر بقول ہندوستانی مثل: بکرے کی اماں کب تک خیر منائے گی، اور بقول تجربہ کار شاعر :

راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں     اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں )

مرور وقت کے ساتھ یہ چیز بہت عادی ہوگئی، اب عالم یہ ہے کہ اگر راقی صاحب کا کسی سے جھگڑا ہو جائے تو ارشاد فرماتے ہیں: خبردار! بہت جلد میں تم پر اپنا جن چھوڑ دوں گا!! آخر یہ کیا بکواس ہے؟ یہ کیسی سرکشی ہے؟ جنات انہیں بہت سی باتیں سکھایا کرتے ہیں۔ ہم ایک بہت اہم قاعدے کو راسخ کر دینا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ: جو بھی معلومات جنوں کے واسطے سے حاصل ہوتی ہے وہ ہرگز قابل اعتماد نہیں ہوتی ہے، وہ آفت جو اس بلا کو ہمارے پاس لے آئی ہے وہ کچھ معالجین کا جنوں کی باتیں مان لینا ہے، ہم صوفیا کی بہت سی چیزوں پر قدغن لگایا کرتے تھے اور مصادر تلقی (حصول معلومات کے ذرائع) کے متعلق ہمارا ان سے اختلاف رہا کرتا تھا، کیونکہ ان کے یہاں وجد، کشف، اذواق، خواب اور اسی طرح کی دیگر اشیاء مصادر تلقی (حصول معلومات کے ذرائع) ہوا کرتی ہیں، مگر اب

تو ہم میں سے بھی بہت سے لوگ بالکل صوفیوں جیسے ہو گئے ہیں، کیونکہ ان کے حصول معلومات کا ذریعہ جنات بن چکے ہیں، ان کے علاج کے بہت سے طریقے جنوں سے اخذ کردہ ہیں، وہی جن ان کا مصدر تلقی ہے جس سے معالج صاحب اپنے علاج میں مدد لیا کرتے ہیں یہ بات حضرت جن نے ہی انہیں سکھائی ہے کہ جو مریض کی جانچ کرنا چاہتا ہو اسے دورے کے شکار مریض کا سر۔ اس کی دونوں آنکھوں کی جانب سے۔ انگشت شہادت اور انگوٹھے سے پکڑ لینا چاہیے، اور جیسے ہی وہ اسے پکڑے گا وہ زمین پر گر جائے گا، پھر اگر وہ جناتی دورے کا شکار ہو تو جنات صاحب سے مکالمہ شروع کیا جائے، ہاں یہ طریقۂ کار قبلہ جنات صاحب سے ماخوذ ہے۔

- ہمارا سوال ہے: ہاں بھئی سلفیو! ذرا بولنا: کیا جنوں کی خبر مقبول ہے؟ کیا تم نے کسی ایک عالم سے کوئی ایسی حدیث سنی ہے جو بواسطہ جنات صاحب اخذ کی گئی ہو! ہم سے فلاں جنات صاحب (رحمہ اللہ) نے فلاں جنات صاحب (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے؟ بتایئے صاحب وہ انسان جسے آپ دیکھتے جانتے ہیں، پھر اگر وہ ضابط وعادل نہ ہو تو کیا آپ اس کی روایت قبول فرمالیں گے؟ پھر حضرت جنات سے کیوں! جن کے متعلق آپ یہی نہیں جانتے کہ کون ذات شریف ہیں اور کیا بیچتے ہیں؟ اگر وہ آپ کو یہ بتائیں کہ میں مسلمان ہوں، تو آپ کے پاس تحقیق کا کیا ذریعہ ہے کہ وہ واقعی مسلمان ہیں؟ آپ ان کی تصدیق کیسے فرمائیں گے؟ اجی حضرت جنات ہم سے کھیلتے ہیں، وہ آپ کو الّو بناتے ہیں، اور ان کی سرکشی میں اضافہ بھی ہم نے ہی کیا ہے، جس طرح ہم پہلے صوفیاء پر تنقیدیں کیا کرتے تھے اب اسی طرح انہیں ہم پر تنقیدیں کرنے کا موقع مل گیا ہے، کیونکہ اب ہم میں سے کچھ لوگوں کے حصول معلومات اور ارشادات وہدایات کا سرچشمہ جنات بن چکے ہیں، حالانکہ وہ ایک غامض کائنات اور غیر مرئی دنیا سے متعلق ہیں، مگر آج ہم انہیں کے ساتھ مشغول ہیں اور انہیں میں ضم ہو چکے ہیں۔ اور نوبت جہاں تک پہنچنی تھی پہنچی ہے۔

## بے تحاشا پیٹنے اور بری طرح مارنے کا وطیرہ

بعض لوگ مریضوں کو اس طرح مارتے ہیں کہ آدمی یہ پوچھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آپ لوگ مار دھاڑ کا یہ طریقہ کہاں سے لائے ہیں؟ اس بری طرح پیٹنے اور خطرناک مار مارنے کا جو کام آپ حضرات کرتے ہیں اس کی مشروعیت کی دلیل کیا ہے؟ ان کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مار مار کر علاج کیا ہے۔

**ہم کہتے ہیں:**

شیخ الاسلام سر آنکھوں پر، وہ ہمارے دلوں میں گھر کئے بیٹھے ہیں، مگر اے سلفیو! کیا اس کی کوئی شرعی دلیل بھی

ہے؟ پھر یہ بھی دیکھو کہ شیخ الاسلام کی طرف جہنم کے فنا ہو جانے کا قول بھی منسوب ہے، تو کیا ان سے پہلے کے سلفیوں نے بھی یہ بات کہی ہے؟! وہ اپنے زمانے میں اور اپنے زمانے کے بعد بھی سلفیوں کے امام ہیں، ۔اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے ۔مگر اس کے باوجود شیخ الاسلام کے کلام کو کسوٹی پر کسا گیا اور قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں ان کے متعلق فیصلہ کیا گیا۔ممکن ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اپنے پاس موجود بصیرت کی وجہ سے شیطان کو مار لیتے ہوں؟ مگر کیا آپ کے پاس بھی ویسی ہی اثر دار بصیرت ہے جیسی شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے پاس تھی؟!

## یہ راقی ظالم، قاتل اور خونی ہیں :

ان راقیوں نے بڑی دراز نفسی دکھائی ہے۔جبکہ ان میں سے کچھ پرلے درجے کے جاہل ہیں۔اب تو یہ تمام امراض کو جن زدگی کا نتیجہ قرار دینے لگے ہیں، اور ان کے یہاں سب سے کامیاب وسیلہ دنادن پیٹنا، گلا گھوٹنا، داغنا یا مریض کی ایذا رسانی کا سامان کرنا ہے، دلیل یہ ہے کہ وہ اس طرح اس جنات کی خبر لیتے ہیں جو مریض پر سوار ہے! بڑے بڑے المیے جنم لے چکے ہیں جو آئے دن سننے میں آتے رہتے ہیں، اس کی وجہ سے حقیقت میں متعدد قتل کے واقعات رونما ہو چکے ہیں! جی ہاں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

- اسے قتل کے سوا کوئی اور نام نہیں دیا جا سکتا، یہ تو صاف صاف اس جان کا اتلاف ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ناحق مارنے کو حرام ٹھہرایا ہے، پس ہائے ان قاتلوں کی بربادی اس قتل اور اس جرم کے گناہ سے۔
- بی بی سی لندن سے یہ خبر نشر کی گئی تھی کہ ایک برطانوی عدالت نے ایک مسلم شخص کے خلاف ایک عورت کو قتل کرنے کے جرم میں سزا سنائی ہے جس نے اس دعوے کے ساتھ اسے پیٹا تھا کہ وہ اس کا جن نکال رہا ہے۔
- نہ جانے کتنی عورتوں کے بارے میں ہم نے سنا کہ ان راقیوں نے انہیں اتنا پیٹا کہ وہ مر گئیں۔
- یہ ایک اور نوجوان ہے جو شدید ضربات کی تاب نہ لاتے ہوئے فوت ہو گیا، اسے بھی جن نکالنے کے نام پر پیٹا گیا تھا !

وہ سوال جو اس موقعے پر خود بخود اٹھ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کون ہے جو جن زدگی کی حالت اور دیگر امراض کے حالات کے درمیان فرق کرنے کی استطاعت رکھتا ہے؟ اس سوال کا جواب نہ آسان ہے، نہ یہ ہلکا معاملہ ہے۔

## یہ جن زدہ نہیں جسمانی یا نفسیاتی مریض ہیں :

- ڈاکٹر محمد عبدالفتاح مہدی صاحب فاضل نفسیاتی اطباء میں سے ایک ہیں، وہ ایک دیندار شخص ہیں، جناتی

دوروں اور جن زدگی سب کے قائل ہیں، مگر وہ ایک با اصول آدمی ہیں، وہ فرماتے ہیں :

''میں نے نفسیاتی طب کے میدان میں کام کرتے ہوئے جنوں کے اخراج کے بہت سے دعویداروں کو دیکھا کہ وہ نفسیاتی امراض کے کیسوں کا علاج کرتے ہیں، بلکہ ایسی جسمانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں جن کے اسباب معروف ہوتے ہیں اور مریض کی زندگی میں ان کا صریح منطقی تسلسل ہوتا ہے، جن زدگی کے پہلو سے ان میں کوئی غموض نہیں ہوتا ہے۔ یعنی یہاں ایسے واضح اسباب موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جسمانی یا نفسیاتی امراض ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان کا اصرار یہی رہتا ہے کہ یہ سب جن زدگی کے مریض ہیں، اور مریضوں کے ذہنوں میں جو خیالات بیٹھا دئے گئے تھے ان کی وجہ سے یہ سب کیس بہت بگڑ چکے تھے، وہ سخت تکلیفیں جھیل رہے تھے، ان کی اصل بیماریوں میں شدید قسم کی نفسیاتی بیماریوں کا اضافہ ہو چکا تھا، کیونکہ وہ لوگ ان خفیہ طاقتوں سے حد درجہ خوفزدہ تھے جو ان سے برسر پیکار تھیں، اس کی وجہ وہ دہشتناک افسانوی فضا تھی جس میں وہ ان معالجین کے ساتھ وقت گزارا کرتے تھے''۔

## یہ معالجین شرک کا ارتکاب کرتے ہیں

ان معالجین کی سلبیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی یہ لوگ علاج میں حرام الفاظ کا استعمال کرتے ہیں، یا شرک کے مرتکب ہوجاتے ہیں۔

ہائے افسوس اس امت توحید پر!! ہائے افسوس ان شاطروں پر جو غلط طور پر سلفیت اور کتاب وسنت کی طرف منسوب ہیں۔

- اس غلو اور اس گمراہی میں ڈوبے ہوئے ایک راقی کی بیٹی نے ایک دن دیکھا کہ اس نے گھر میں ایک سنہری صلیب چھپا رکھی ہے! گھر میں اس صلیب کے وجود کا راز تو اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے مگر یہ ایک امر واقعہ ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے پیچھے جنات کس کس طرح لوگوں کی عقلوں سے کھیلتے ہیں اور انہیں الو بناتے ہیں۔
- یہاں ایک بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ: کچھ معالجین اس بات کے حد درجہ خواہشمند ہوتے ہیں کہ اس کیس میں مریض کو شفا مل جائے، اس لئے وہ جنوں کے بتائے ہوئے نسخے آزمانے لگتے ہیں، گمراہ کن اور خرافاتی کتابوں سے بھی کچھ چیزیں لے لیتے ہیں، کچھ ایسے کام کرتے ہیں جن میں شرک ہوتا ہے، یا ایک قسم کا جادو ہوتا ہے یا دیگر قطعی طور پر حرام چیزیں ہوتی ہیں، پھر وہ دیکھتے ہیں کہ یہ علاج اس کیس میں موثر ہوگیا ہے، لہٰذا وہ

مزید فتنوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر علاج نفع بخش ثابت ہو جائے تو پھر اس کا استعمال ان کے لئے جائز ہو جاتا ہے۔

## نیک مقصد کے لئے وسیلہ بھی جائز ہونا چاہیے :

- **ہم کہتے ہیں :** میاں! یہ حرام کام ہے، گو جن زدہ پر سوار جن اس کلام کی وجہ سے راہ فرار ہی کیوں نہ اختیار کر لے، کیونکہ اللہ نے اور اس کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے حرام کیا ہے، اس لئے اصل اس کا ترک ہے، کیونکہ اس کا ضرر اس کے نفع سے بڑا ہے، جب وہ حرام ہے تو اس سے علاج کی جستجو نہیں ہونی چاہیے۔ گو ان سے شفا ہی حاصل ہو جائے مگر ان حرام اشیاء کا استعمال جائز نہیں، کیونکہ اعتبار وسیلہ اور غایت دونوں کا ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک چور کو کھانا چاہیے اس لئے وہ چوری کرتا ہے، چوری کرنے سے اس کا مقصد تو حاصل ہو جاتا ہے، مگر کیا اس مقصد کی وجہ سے چوری اس کے لئے حلال ہو جائے گی؟

**جواب :** نہیں چوری اس کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

- اسی طرح اس کذاب کا معاملہ ہے جو اپنی مقصد برآری کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے، تو کیا جھوٹ بولنا اس کے لئے حلال ہو جائے گا؟

**جواب :** نہیں! جھوٹ بولنا اصلاً ناجائز ہے، یہی معاملہ خائن کا بھی ہے، اسی طرح دیگر مثالیں بھی ہیں۔

## کچھ کتابیں بڑا دھوکہ دیتی ہیں ان سے ہوشیار رہیں :

- کبھی کبھی معالج بڑی ڈینگیں مارتا ہے اور اپنی اوقات سے بڑھ کر باتیں کرتا ہے، پھر کتابوں میں ڈھونڈتا پھرتا ہے، پھر دوسری قسم کے نسخے نکالتا ہے جو سحر حرام کی جنس سے ہوتے ہیں، کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ان کتابوں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، ممکن ہے بعض کتابیں کچھ علماء کی طرف منسوب ہوں۔ جیسے ''**الرحمة فی الطب و الحکمة**'' نامی کتاب کا معاملہ ہے جو غلط طور پر امام سیوطی کی طرف منسوب ہے، کچھ لوگوں نے اسے مہدی بن ابراہیم طیبری کی طرف منسوب کیا ہے، یہ ایسی کتاب ہے جو شرکیات وضلالات، خرافات وطلسمات اور جہالتوں سے پر ہے، کچھ مشائخ نے اس کا نام ''**اللعنة فی الطب والحکمة**'' رکھا ہے، ہاں یہ کتاب لعنت ہی ہے رحمت نہیں ہے، دوسری جگہ انھوں نے اس کا نام ''**النقمة فی الطب والحکمة**'' قرار دیا ہے !

میں اس کی گھناؤنی باتوں، ضلال مبین اور کفر صریح کے نمونے یہاں پیش نہیں کرنا چاہتا؛ اس لئے غلط طور پر

کتاب کے غلاف پر کسی عالم کے نام کے پائے جانے کی وجہ سے کسی کو دھوکا نہیں کھانا چاہیے، کہ چلیں اس کے کچھ نسخوں اور ترکیبوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اور بعض معالجین نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے کہ حقیقت میں انھوں نے اس کتاب کے منکر نسخوں کا استعمال کیا تھا !

## علم طب کے بغیر طبی جڑی بوٹیوں اور دواؤں کا استعمال

یہ بھی بڑی المناک چیز ہے۔ بعض معالجین ادھر ادھر سے طبی معلومات لے لیتے ہیں، کہیں سے کوئی طبی کتاب اچک لائے، مریض آیا تو اس کے پاس موجود ڈاکٹری نسخے لے لئے، پھر ان دواؤں کا نام یاد کر لیا جو ڈاکٹر نے اس مریض کو دی تھیں، وہ مریضوں سے نسخے جمع کرتے ہیں اور ان دواؤں کی فہرست بنا لیتے ہیں، اور بعد میں اپنے کرتوت پر بے اعتمادی کے ساتھ ان سے علاج کرنا چاہتے ہیں، جناب کیا کریں گے؟ اس پانی میں دوا ڈال دیا کرتے ہیں جس پر پڑھتے ہیں، اور مریض کے علم میں لائے بغیر اسے پلا دیتے ہیں، یہ بدترین قسم کی زیادتی ہے؛ کیونکہ اگر کسی ماہر طبیب کی تجویز کے بغیر جو مقدار کا تعین بھی کرتا ہے ان دواؤں کا استعمال کیا جائے تو وہ حد درجہ خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔

خود مریض کا معاملہ یہ ہے کہ خواہ اس کی صحت میں کتنی بھی تبدیلیاں کیوں نہ واقع ہوں ہر قدم پر اسے طبیب کی رہنمائی کے لئے اس کی طرف رجوع کی ضرورت ہوتی ہے، وہی اسے مقدار میں تبدیلی کی ہدایات دیتا ہے، کیونکہ اس مسئلے میں زیادتی یا نقص پر خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، مگر یہ راقی صاحب اپنی جہالت کی وجہ سے کافی میں لکھی ہوئی دوا لاتے ہیں اور مریض کے علم میں لائے بغیر اپنے طریقے پر پیس کر اسے گھول کر پلا دیتے ہیں!

## کچھ راقیوں کے ناجائز حیلے جو حرام ہوتے ہیں

کچھ لوگوں کی خیانت۔ ہم کچھ لوگوں ہی کہتے ہیں سب کو شامل نہیں کر رہے ہیں۔ یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ کوئی مشروب یا اپنے دعوے کے مطابق پڑھا ہوا پانی لیتے ہیں اور خلوت میں مریض کا علاج کرنے کے لئے اسے خواب آور دوا پلا دیتے ہیں!! پھر جو کچھ ہوتا ہے میں اس کا بیان نہیں کر سکتا، بس برائی کا تصور کر لیجئے خبر نہ پوچھیے۔ پھر علاج چاہے جتنا ناکام ہو، مریض کسی حل تک پہنچے نہ پہنچے، معالج کے لئے مخرج اور عذر موجود ہے اور سہل و میسر ہے، بس جناب کو مریض سے یہی کہہ دینا ہے کہ اجی! میں نے تو اس جن کو نکال دیا یا جلا دیا ہے، مگر اب میرا کیا قصور! وہ نکلا

اوراس کی ماں، یا بہن یا بھائی یا باپ تمہیں آن لگا! گویا پورا قبیلہ ہی چلا آیا ہے، اب تو ہم یہ بھی سننے لگے ہیں کہ کسی مریض پر ہزار یا سو عفریت سوار ہیں!! آخر یہ کون سی بات ہے؟! ان معالجین میں سے کچھ کی بدترین روش یہ بھی ہے کہ وہ سیاستدانوں ، اداکاروں اور اداکاراؤں کے محلوں میں بھی ان کا علاج کرنے جاتے ہیں!! یہ سب ہم سنا کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کچھ کتابیں بھی ہیں جن میں اس پر گفتگو کی گئی ہے۔

ان میں سے ایک صاحب کی گمراہی کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی کو رواج دینے کے لئے فرماتے ہیں: میرا ماننا تو یہ ہے کہ مصر کی ساری عورتوں کو جن لاحق ہیں! جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ﴾ [الاسراء:٣٦]۔ ''جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ''۔

## جنھیں سورۂ فاتحہ بھی پڑھنا نہیں آتا وہ بھی راقی صاحب بن گئے ہیں

- ...ان میں سے کچھ لوگوں کا دعوی تو یہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم سے علاج کرتے ہیں مگر انہیں صحیح طریقے سے قرآن پڑھنا بھی نہیں آتا ہے، بلکہ مجھے تو یہ بھی بتایا گیا کہ کچھ راقی حضرات تو سورۂ فاتحہ بھی ٹھیک سے نہیں پڑھ پاتے ہیں یہاں تک کہ یہ بھی ہوا کہ ایک صاحب جن کو اتارنے کے لئے قرآن پڑھنے لگے تو یوں غلطیاں کرنے لگے کہ جن ان کا مذاق اڑانے لگا کیونکہ انہیں قرآن پڑھنا نہیں آتا تھا۔

## جنوں کے مطالبات پورے کرنا

کچھ معالجین جنوں کے مطالبات جھٹ پورے کر دیتے ہیں، مثلاً: جن ان سے کہتا ہے: میرے پاس دودھ جیسا سفید کپڑا لاؤ، یا دودھ کے رنگ کی طشتری لاؤ، یا دودھ جیسا پیالہ لاؤ، جنوں کے یہ سارے معروف چونچلے معالجین کو انگلیوں پر نچانے اور ان سے کھیلنے کے گر ہیں، ان مطالبات کے ذریعہ وہ یہی کام کیا کرتے ہیں، اگر معالج ان کا مطالبہ پورا کرنے لگے تو وہ بہت بڑے شر و فساد کا دروازہ کھول لیتا ہے۔

## رقیہ کے خودساختہ طریقوں میں توسع اور نت نئی بدعتیں

یہ بھی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے کہ برتنوں پر قرآن لکھا جائے اور مریض اسے دھو کر پی جائے، یہ سب نوایجاد طریقے ہیں (یعنی بدعت ہیں)۔ قرآن وسنت میں صحیح وثابت تو یہی ہے کہ آپ مریض کے پاس آئیں اور

اس پر قرآن کریم اور شرعی رقیے پڑھیں، پھر براہ راست اسے دم کر دیں، مگر وہ طریقے جو اب ایجاد کر لئے گئے ہیں ہم نے ان کے متعلق سلف صالحین سے کچھ نہیں سنا ہے، اس لئے انہیں اس طرح عام نہیں کرنا چاہیے گویا وہ دین بن چکے ہیں جن پر عمل ہونا چاہیے۔

**مثلاً : پانی پر دم کرنا، نہ تو نبی ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، یہ چیز تو بس آخری زمانوں میں شائع ہوئی ہے، چنانچہ ابراہیم بن مہاجر کے متعلق وارد ہوا ہے کہ ایک شخص پانی پر قرآن پڑھ کر پلایا کرتا تھا، انھوں نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ شخص ضرور کسی نہ کسی بلا کا شکار ہوگا۔**

- بہر حال آدمی کو کتاب وسنت کی مخالف چیزوں سے بچنا چاہیے، اور صرف وہی کام کرنا چاہیے جس کی مشروعیت ثابت ہو۔
- کچھ معالجین نے رقیہ کے موضوع پر بہت سے دروازے کھول دئے ہیں، کیونکہ انھوں نے رقیہ میں بہت سی ایسی نو ایجاد بدعتیں اور خود ساختہ موروثات داخل کر لی ہیں جن کا نہ اس سے کوئی تعلق ہے نہ ان کی کتاب وسنت اور طریقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی اصل ہی پائی جاتی ہے۔ بلکہ ان پر جادوگری اور شعبدہ بازی کا انطباق زیادہ ہوتا ہے اور وہ اسی سے قریب تر ہیں۔ دیکھ لیجیے! کچھ مسجدوں کے سامنے لوگوں کی بھیڑ جمع ہوجاتی ہے، اور راقی حضرات ان سب پر ایک ہی بار پڑھ دیتے ہیں، کیونکہ گراہکوں کی کثرت کی وجہ سے وقت ناکافی ہوتا ہے، اس لئے سب کو مسجد کے اندر ایک لمبی لائن میں کھڑا کر دیا جاتا ہے، پھر ہر شخص رسی یا پائپ یا اسی جیسی چیز پکڑ لیتا ہے، پھر راقی صاحب ایک ہی قرأت میں ان سب کا کلیان کر دیتے ہیں! واللہ المستعان !

## دجال کو دام کچھ نہیں لگتا صرف داڑھی، پگڑی یا ٹوپی سے کام چل جاتا ہے :

- کچھ دجالوں کا عالم یہ ہے کہ بظاہر قرآن سے علاج کا ڈھونگ رچاتے ہیں، اسی غرض سے دکانیں کھولتے ہیں، مگر حق میں باطل کی آمیزش کر دیتے ہیں، دجال کو دام کچھ نہیں لگتا ہے، بس اسے یہی کرنا پڑتا ہے کہ داڑھی بڑھا لیتا ہے، اپنے سر پر پگڑی جیسی کوئی چیز رکھ لیتا ہے، اور کرتے ہیں ملبوس ہو کر سائن بورڈ لگا دیتا ہے: ''قرآنی معالج'' (بس بلاسرمائے کی تجارت شروع) لوگوں کو جھانسہ یہی دیتا ہے کہ وہ قرآن سے علاج کرتا ہے، مگر حقیقت میں طلسمات یا جادو یا ان شرور وفتن کی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کا استعمال کرتا ہے، آپ کو کیا خبر! یہ امر واقعہ ہے کہ صحیح اور غلط قاریوں میں خلط ملط ہونے کی وجہ سے دجالوں اور شعبدہ بازوں کے لئے دروازہ کھل گیا ہے۔

● ایک شیخ کی حکایت ہے کہ ان راقیوں میں سے ایک صاحب پانی یا تیل سے بھرے ہوئے ڈرم کے پاس تشریف لے جاتے ہیں اور اسی پر چڑھ کر ڈنڈے یا لکڑی سے اسے ہلا دیتے ہیں، اس کے بعد ان مریضوں میں یہی (تبرک) تقسیم کیا جاتا ہے !

● ایک اور بزرگ ہیں جو منرل واٹر کی بوتلوں کی ڈاٹ کھولے بغیر ہی ان پر پڑھ دیتے ہیں، بیچارے عدیم الفرصت جو ٹھہرے، کس کس کی بوتل کھولتے پھریں! جناب یہ سارے حیلے اس غریب توسع کا نتیجہ ہیں جس کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

## رقیہ کی تجارت، چالیس ریال کیلو کا مال سو ریال چمچہ فروخت کرتے ہیں :

● اس معاملے میں یہ بھی ایک طرفہ ہے کہ ان راقیوں میں سے ایک صاحب نے ایک کیس کا علاج کرتے ہوئے حضرت جن سے کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں پوچھ لیا جن سے وہ کھار کھائے بیٹھے تھے۔ہم یہ بات طے کر چکے ہیں کہ جنات حصول معلومات کا درست سرچشمہ نہیں ہیں اس لئے جنوں سے کوئی معلومات نہ لیجئے، کیونکہ آپ کو خبر نہیں کہ جو جن آپ سے مخاطب ہے وہ سچا ہے یا جھوٹا، آپ کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے؟ اس لئے اس کی خبر مشکوک ہے۔ ہاں تو ہوا یہ کہ جب راقی نے اس سے پوچھا تو جن نے اسے ایک نسخہ بتا دیا جو عطاروں کے یہاں زبد البحر (سمندری جھاگ) کے نام سے معروف ہے! شاید جن اس سے کھیل رہا تھا، کیا کوئی چیز اس نام سے عطاروں کے یہاں پائی جاتی ہے؟! خیر! معالج صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ گئے اور زبد البحر کا ایک ڈھیر اٹھالائے، اور شروع ہوگئی زبد البحر کی تجارت! خبر دینے والے صاحب سعودی عرب کے ہیں، اور وہ ہیں صاحب کتاب: ''النذیر العریان''۔

بیان فرماتے ہیں کہ جناب ایک کیلو چالیس ریال میں خریدتے تھے، اور اپنے مریضوں یا شکاروں کو ایک چمچہ سو ریال میں دیتے تھے!! ہدایات یہ ہوتی تھیں کہ مریض اس زبد البحر مذکور کو پانی میں ڈال کر اسی سے نہالے۔

● فرماتے ہیں: ان کے پاس حاضر ہونے والے مریضوں میں سے ایک نے مجھے بتایا کہ جناب والا سارے مریضوں پر ایک ہی بار میکروفون کے ذریعہ پڑھ دیا کرتے تھے!! پھر ایک ایک پر حضرت کا گزر ہوتا تھا اور وہ ہر ایک کے برتن میں تھوکتے چلے جاتے تھے، اور تھوکنے کا یہ عمل گھنٹہ بھر یا موجود تعداد کے مطابق کم وبیش ہوتا تھا، اور یہ تھوک (مبارک) اسی اجتماعی قرأت کا ہوتا تھا جو وہ میکروفون کے ذریعہ پڑھا کرتے تھے!! خلاصہ یہ ہے کہ اس باب کا سب سے قاتل خطرہ یہی ہے کہ وہ شر کا دروازہ چوپٹ کھول دیتا ہے، یہ لوگ اسی سے داخل ہوئے اور قرآنی

علاج کی آڑ میں دجل وفریب، جادوگری وشعبدہ بازی اور شرک کا سارا کاروبار چلاتے رہے۔ اور یہ جو لوگ قرآنی علاج کے ایک حد تک واقعی پابند ہیں، درحقیقت انھوں نے ہی اہل باطل کی مدد کی ہے۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ: بکری کی سینگ پکڑنے والے کی طرح ہے کہ دوسرا دودھ دوھ کر چلتا بنے، کیونکہ یہی لوگ انہیں اس بات کا وجہ جواز فراہم کر دیتے ہیں کہ وہ زمین میں فساد مچاتے پھریں۔

## ظنون واوہام کے کرشمے، اداکاریاں اور راقیوں کی چاندی

کچھ لوگ قرآن کریم سے علاج کی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں، دماغی دوروں کے حالات دیکھتے ہیں، آنے والے مریضوں کے امراض کے یا معالجین کے قصے سنتے ہیں، اور زندگی کی لاتعداد مشکلوں کے بیچ یہ وہم خود ان کے اندر بھی سرایت کر جاتا ہے، بس جیسے ہی کسی کی زندگی میں کوئی مشکل آئی، خواہ وہ ازدواجی مشکل ہو، معاشرتی مشکل ہو، کام کی مشکل ہو، جو کچھ بھی ہو بڑی تیزی سے یہ خیال ذہن میں بیٹھ جاتا ہے کہ ضرور کسی نے اس پر جادو کر دیا ہے، یا اس پر حضرت جنات کی سواری آ گئی ہے! کچھ دنوں پہلے میں ایک کے پاس تھا تو اس کا آئینہ گر کر ٹوٹ گیا، پھر کیا تھا، اس نے مجھ سے کہا: ایک جنات یہاں دکان میں میری جان کو آ گیا ہے میرے ساتھ کچھ نہ کچھ شرارتیں کرتا رہتا ہے! یہ خیال اس کے اندر اس لئے آیا کہ اس کا آئینہ ٹوٹ کر گر گیا تھا، یہ وہم لوگوں میں پھیلا ہوا ہے، ایسے ہی اگر کسی کا اپنی بیوی سے کوئی ٹنٹا ہو جائے تو جھٹ یہی فیصلہ کر لیتا ہے کہ ضرور کسی نے اسے نظر لگا دی ہے، اس میں حسد کی کارستانی ہے، کوئی اگر زمین پر گر کر چوٹ کھا جاتا ہے، یا اس کی پشت میں درد اٹھتا ہے، یا کسی بھی طرح کا دوسرا درد اٹھتا ہے، کچھ بھی ہو اولین فرصت میں ان سب کا الزام جنوں کے سر رکھ دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ ہر چیز انہیں سے منسوب کر دی جاتی ہے۔

- وہم کی یہ بیماری ہی ہر بیماری کا سبب بن گئی ہے، یہ وہم کا مرض ہی ہے جس کے سبب آدمی کے اندر اس حالت کا ایسا تصور پیدا ہو جاتا ہے جو بیہوشی یا تشنج تک پہنچا دیتا ہے جسے ''ایماء ذاتی'' (ذاتی تلقین) سے تعبیر کیا جاتا ہے، یا بالکل عادی قسم کے جسمانی امراض کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں، مگر اس کا سبب جنات نہیں بلکہ قلق یا خوف ہوا کرتا ہے، اکثر حالات میں یہی ہوتا ہے، اس بات کو ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ دیکھیں کہ مریض پر تشنجی کیفیت طاری ہو رہی ہے، وہ بول رہا ہے، اس کی آواز بدل رہی ہے، اور وہ بیشتر حالات میں پورا ڈرامہ ہی منچ کر لیتا ہے! یہ مریض کی خود ساختہ حرکتیں ہوتی ہیں، ان امور کے کثرت سماع اور تصور کی وجہ

سے اس کے پاس کافی تجربہ اور مشق ہو جاتی ہے، وہ ان تبدیلیوں کو بڑی مہارت کے ساتھ انجام دینے لگتا ہے، بسا اوقات وہ معالج سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ تم میرے سامنے اسلام پیش کرو، میں اسلام کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، راقی صاحب اس کے سامنے اسلام کی وضاحت فرماتے ہیں، وہ کہتا ہے: لو میں مسلمان ہو گیا، معالج کہتا ہے: نکل جا، وہ کہتا ہے: نہیں نہیں! میں اس کی جدائی نہیں برداشت کر سکتا، میں اس کے اندر سے نکلنا نہیں چاہتا، میں اس سے پیار کرتا ہوں؛ میں اسے دیگر جنوں سے بچانا چاہتا ہوں!! اوہام، کہانیاں اور محفوظ مناظر ہیں، مریض پر یہ وہم مسلط ہو جاتا ہے، معالج خود اس ہسٹیریائی روش کو تقویت پہنچاتا ہے، اس کا تصرف ایسا ہوتا ہے جیسے واقعی وہ جنات ہی کا کیس ہو، اور یہ فطری بات ہے کہ خود اس کے پاس اس کا کوئی علم نہیں ہوتا ہے، بس وہ اسے پیٹتا جاتا ہے اور گھنٹوں اس پر پڑھتا ہے، پھر جب وہ اس جن کو نکالنے سے عاجز رہ جاتا ہے تو وہ اس کے سامنے ایک چیلنج والا کیس بن جاتا ہے، حالانکہ وہ خود مریض ہی یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں تو نہ جاؤں گا! پھر اسے نکالنے سے عاجزی کی صورت میں معالج اپنے شیخ کو استاذ کو رفیقوں کو بلا لاتا ہے، وہ یکے بعد دیگرے فوج در فوج اس کے پاس آتے جاتے ہیں، اور مریض کا یقین بڑھتا ہی جاتا ہے کہ واقعی اس کا کیس جن زدگی کا ہی کیس ہے، ادھر ان علامتوں کے خاتمے کے لئے معالجین کا جوش خروش بھی بڑھتا ہی جاتا ہے جن میں آئے دن اضافہ ہی درج ہو رہا ہے، یہاں تک کہ بعض حضرات تو یہ دعویٰ بھی کر بیٹھے کہ اس کے اندر مارد جنوں کی تعداد چھ سو تک پہنچ چکی ہے، اور ہر مارد کی الگ الگ داستان ہے، اب معالج صاحب کی حیرت بڑھتی جا رہی ہے، وہ فرماتے ہیں: میں نے تیرے جن کو جلا دیا، مریض کہتا ہے: اجی حضرت! یہ کیسے ہو سکتا ہے، میں تو ''مُنظَرِیْن'' (مہلت دئے گئے) جنوں میں سے ہوں، اگر میں مر بھی گیا تو دوبارہ زندہ ہو جاؤں گا! ایک دوسرا ہے جو سرینڈر ہو چکا ہے مگر عورت کا دفاع کرنے کے لئے اس کے اندر باقی رہنے کی درخواست کرتا ہے، وہ دیگر مشرک جنوں کے افراد سے اسے بچانا چاہتا ہے جو فوج در فوج ہر وادی اور ہر گھاٹی سے اس پر ہجوم کئے ہوئے ہیں!

● اس کا حقیقی علاج یہی ہے کہ مریض کو اس بات کا قائل کر لیا جائے کہ وہ اپنی تفکیر کا اسیر ہے۔ بالکل ریشم کے کیڑے کی طرح جو اپنے ارد گرد ایک تنگ خول بنا لیتا ہے، اور خود کو اسی میں محصور کر لیتا ہے، اب اس کی نظر میں پوری دنیا بس اسی ایک تنگ خول میں منحصر ہے! اس تفکیر کی وجہ سے بالکل یہی کام وہ مریض بھی اپنے ساتھ کرتا ہے، وہی یہ وہم بناتا ہے، اور اسی میں خود کو محصور کر لیتا ہے، اور اسی کی تاریکیوں کو وہ اپنی قبر بنا لیتا ہے، اور دنیا کو اسی کے تنگ حدود میں دیکھتا ہے، اس لئے ہونا یہی چاہیے کہ اس مریض کو قائل کیا جائے کہ بھائی دراصل تم اپنی

ہی تفکیر کے اسیر ہو، اور یہ وہم تم نے خود ہی اپنے اوپر مسلط کیا ہے، اسے اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ نارمل زندگی گزارے، اور یہ یقین دلایا جائے کہ تم بالکل ٹھیک ٹھاک ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

- کیونکہ مریض خود ہی یہ تخیل کئے بیٹھا ہوتا ہے کہ وہ جن زدہ ہے، وہ اپنی زبان سے جنات کے کلمے بولتا ہے، اور ان معلوماتوں کی بنیاد پر جو اس نے اپنے دوستوں کی محفلوں میں، کیسیٹوں میں، لوگوں کی حکایات میں سنی ہیں، کتابوں اور اخباروں سے اخذ کی ہیں، اور وہ سب اس کے ذہن میں چسپاں ہوتی ہیں اپنے ڈرامے کو لمبا کئے جاتا ہے۔ ضرورت بس کچھ اینٹھنوں اور جسمانی حرکتوں کی ہوتی ہے جو اس کے خیال میں جنوں کی زیادتی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں!

- ہر علاجی نشست کے بعد یہ وہم پختہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے اس کے اس یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے کہ وہ جن زدہ اور مریض ہے، مدت علاج کی طوالت کے ساتھ ساتھ یہ بات اس کے تخیل میں راسخ ہوتی جاتی ہے کہ بالخصوص اس کا جن ایک خطرناک قسم کا ماردجن ہے جس کے اخراج پر کوئی بھی قادر نہیں ہے، اور یہی چیز اسے مایوسی کی حالت اور خود اعتمادی کے فقدان تک پہنچا دیتی ہے، اور اس کی فلمیں اور ڈرامے اسٹیج کرنے کی کاریگری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے! اس مسئلے کی پیچیدگی اس سے اور بڑھ جاتی ہے کہ اس حالت میں اس پر قرآن پڑھنے کی وجہ سے اس کے اس وہم کو زبردست تقویت فراہم ہوتی ہے، پھر وہ اپنے جی ہی جی میں کہتا ہے: اگر میرے اندر جن موجود نہ ہوتا تو شیخ صاحب آخر مجھ پر قرأت کیوں فرماتے؟ ضرور مجھے جن زدگی کی شکایت ہے! ان شیخ صاحب کے پاس اس کا بڑا تجربہ ہے! اس حالت میں اسے اپنے اس پختہ تصور سے دامن کش ہونے کے لئے قائل کرنا نہایت ضروری ہے، اس کے اوپر مسلط اس وہم کو دور کرنے کے لئے اللہ سے مدد بھی مانگنی چاہیے، اور ایسا آدمی معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

- مثلاً اگر کوئی شخص چوری کرنے لگے اور وہ سرقہ کو ہی اپنا پیشہ بنالے اور اپنے دل میں یہ خیال جمالے کہ وہ اس چوری کے جرم کا ارتکاب اپنے اندر مسلط کسی طاقت کے ابھارنے پر کرتا ہے، اور وہ اس ورغلانے کے عمل سے دامن کش ہونے پر قادر نہیں ہے، تو کیا اس کا حل یہ ہے کہ ہم کسی قاری صاحب کو لائیں اور وہ اسے چوری سے باز رکھنے کے لئے اس پر آیت الکرسی کی تلاوت فرمائیں؟!

نہیں یہ اس کیس کا علاج نہیں ہے، بلکہ یہ لازم ہے کہ اسے چوری سے باز رہنے کا قائل کیا جائے، کیونکہ وہ ایسا مریض نہیں جسے معذور گردانا جاتا ہے، بلکہ وہ صاحب ارادہ ہے، بلکہ زیادہ دقیق تعبیر میں وہ مجرم یا چور ہے، کیا ہم

اسے معذور گردانتے ہوئے یہ کہیں گے کہ: ہائے! یہ تو بیچارہ ہے؟! یا جنوں کا مارا ہے؟ اور بیٹھ کر اس کا رقیہ کرنے لگیں گے [1] یا اس سے یہ بیان کریں گے کہ میاں چوری سے باز آنا ناگزیر ہے، کیونکہ چوری حرام ہے، اس کا گناہ اتنا بڑا ہے اور اس کی سزا یہ ہے، اور اسے توبہ اور ثواب کی ترغیب دیں گے؟! آپ نفس لوامہ کو مخاطب کرتے ہیں، جبکہ شیطان برائی پر اکسانے والے نفس امارہ کو خطاب کرتا ہے۔

## جن زدگی اور وہم کے شکار مریضوں کے نمونے

اس سلسلے میں یہ معالجین جو حکایتیں بیان کرتے ہیں انہیں میں سے ایک قصہ یہ بھی تھا کہ ایک وکیل صاحب کا اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی مسئلے میں کوئی جھمیلا تھا، لہٰذا جناب کسی مشہور حضرت قبلہ کے پاس تشریف لے گئے جنھیں یہ دعوی تھا کہ وہ بزرگ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور ان کا شمار اپنے خیال کے مطابق ان لوگوں میں ہے جن سے حجاب اٹھ چکا ہے، حضرت جی نے فرمایا: میاں! تم پر ایک خاتون جنیہ کا سایہ ہے جو تم پر بری طرح فریفتہ ہے، وہ تم سے عشق کرتی ہے، اور وہ حضرت جی ابھی وکیل صاحب کو اس عاشق جنیہ کا قصہ سناتے ہوئے یہ بتانے ہی لگے تھے کہ وہ جلد ہی تمہاری زوجہ محترمہ کی خبر لے گی اور ان کا گلا گھونٹ دے گی، اب محترمہ نے جو ساتھ ہی تھیں یہ سنا تو ان پر گلا گھونٹنے کی ساری علامتیں ظاہر ہونے لگیں، یوں لگا جیسے انہیں سانس لینے کی طاقت ہی نہیں رہ گئی ہے، اوئی میں مری کوئی میرا گلا گھونٹ رہا ہے!! اب اس کی کیا تفسیر کہ اس کہانی کے سننے سے پیشتر ان کا گلا کیوں نہیں گھونٹا گیا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ جیسے ہی محترمہ اس بات کی قائل ہوئیں ان کے لاشعور میں جو قدیم معلومات جمع تھیں وہ متحرک ہوگئیں، پھر جناب شیخ کی باتوں پر انہیں کامل اعتماد جو تھا۔ اب حضرت کا فرمایا ہوا تو یہی تھا کہ وہ محترمہ جنیہ صاحبہ جو وکیل صاحب پر فریفتہ ہیں یہ سب انہیں کی کارفرمائی ہے، اور وہی ان کی نصف بہتر کے گلے پر زور آزمائی فرماتی ہیں، اسی لئے فوراً زوجہ محترمہ کو احساس ہونے لگا کہ ضرور کوئی ان کا گلا گھونٹ رہا ہے۔

حضرت نے تو یہ بھی فرما دیا تھا کہ وہ جنیہ ہی آپ کے ساتھ یہ معاملہ کرتی ہے، یہ جنیہ ہی آپ کے اندر تشنج پیدا کرتی ہے، اور یہ سنتے ہی جناب کو بھی تشنج کا احساس ہونے لگا، انہیں محسوس ہوا کہ وہ عاشق زار جناتی حسینہ ان کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہی ہے، وغیرہ وغیرہ آخری فسانے تک۔

---

[1] یہ دنیا عجائب کی ہے سعودی عرب کے کورٹ میں ایک مجرم کے ساتھ ایسا ہی ہوا، کیونکہ جیوری کے ایک جج راقی بھی تھے، جب قاتل مجرم نے فیصلہ سناتے وقت ڈرامہ کیا تو وہ اس کا رقیہ کرنے لگے اور مجرم کو بری کر دیا گیا مگر سپریم کورٹ نے اس فیصلے کو رد کر کے اسے سزا سنائی۔

- تب کھلا کہ یہ سب کیفیات اس (غیبی) کلام کو سننے کے بعد ہی وارد ہونے لگیں، کچھ مریضوں کے اندر انہیں اسباب سے وہم کو تقویت فراہم ہوتی ہے۔
- آخر کو ہوا یہ کہ جناب وکیل صاحب کسی نفسیاتی طبیب کے پاس گئے، تو اس نے سمجھایا کہ یہ موضوع ہی سرے سے بے بنیاد ہے، حضرت جی کا یہ القا سراسر جھوٹ ہے، اس ڈاکٹر نے جناب کے ساتھ صحیح راستہ اپنایا اور انہیں قائل کر لیا کہ راقی کی وہ بات بالکل بے اصل ہے، لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کیفیت بالکل زائل ہوگئی اور اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔
- **ان مبینہ حکایات میں ایک راقی صاحب کی زوجۂ محترمہ کا قصہ بھی ہے :**

ایک واقعہ سابقہ مثال سے ملتا جلتا ہے جو ایک راقی صاحب کی زوجہ محترمہ کا ہے، وہ تنہا اپنے کمرے میں بیٹھی ہیں، پھر یکا یک وہ اس پر شوق موضوع اور عجائبات کی اس دنیا کے متعلق سوچنے لگتی ہیں، انہیں ایک کیس یاد آ گیا، وہ یہ کہ ایک جنات صاحب کا دل ایک محترمہ پر آ گیا اور انھوں نے کئی باران کے ساتھ زیادتی کی اور انہیں اپنی ہوس کا نشانا بنایا تھا، اب ان صاحبہ کی پرواز تخیل انہیں اس طرف لے گئی کہ ایسا تو خود ان کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے، اس کے بعد کہا: مگر میرے ساتھ تو ایسا نہیں ہوا؟ وہ تنہا بیٹھی سوچ رہی ہیں، جنات موقع کی تاک میں ہے، وہ ان کے شوہر سے انتقام لینا چاہتا ہے، جو اسے مریضوں کے جسم سے نکال بھگا تا ہے، اس تفکیر کے ساتھ محترمہ کا سلسلہ دراز ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچ گیا کہ وہ واقعتاً اس بات کی قائل ہوگئیں کہ میرے ساتھ ایسا اور ایسا اور ایسا ہو رہا ہے، یہاں تک کہ ان کے شوہر کے ساتھ ان کا ایک لمبا چوڑا قصہ شروع ہو گیا اور یہ سب کا سب کارنامہ ایک بے اصل وہم وتخیل کا تھا۔

- کچھ مریض اپنے طور پر سچے ہوتے ہیں، وہ بالقصد جھوٹ نہیں بول رہے ہوتے ہیں، بالکل سچ بولتے ہیں، مگر جو کچھ ہوتا ہے وہ وہم، القائے ذاتی اور اردگرد کے ماحول، اور ذہن میں جمع سابقہ فکری معلومات کی وجہ سے ہو رہا ہوتا ہے، پھر اسے ایسے حالات درپیش ہوتے ہیں کہ وہ خود وہی کردار ادا کرنے لگتا ہے، اپنی آواز بدل لیتا ہے اور بولنے لگتا ہے، کچھ ایسے لوگ یہاں موجود ہیں جو گانے والوں، اور اداکاروں کی آواز کی نقالی انتہائی مہارت کے ساتھ کر لیتے ہیں، تب مشکل کیا ہے؟! مرد کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ کسی بچے کی یا بوڑھے کی آواز نکالنے لگے، ایسا ہونا ممکن ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ واقعی کوئی جن اسے لاحق ہو، میں اس کا منکر نہیں ہوں، مگر ایسا ہوسکتا ہے کہ اگر آپ مذکورہ قسم کے کسی آدمی سے کہیں کہ آواز بدل لو تو وہ ایسا کر سکتا ہے، وہ پورا کردار ادا کر سکتا ہے، اس کے لئے ممکن ہے کہ وہ کسی عورت کی یا بچے کی آواز نکالے، یا کوئی اور آواز نکال دے، حقیقی جن زدہ اور اپنی آواز بدلنے

والے میں فرق ہوتا ہے۔

## مخصوص اغراض کے لئے جن زدگی کے ڈرامے

● انہیں وہمیوں کے محور میں بعض وہ حضرات بھی گردش کرتے ہیں جو اپنے حالات کے پیش نظر کسی مخصوص مشکل سے بچنے کے لئے بالقصد جھوٹ بولتے ہیں۔

● مثلاً : ایک خاتون ایک معالج کے پاس آئی اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ جن زدہ ہے، یہ محترمہ اپنے شوہر کے بستر سے دور رہتی تھیں، اس کے قابو سے باہر تھیں، اور اس کی زندگی اجیرن کئے ہوئے تھیں، کہتی تھیں میرے اوپر ایک جن کا سایہ ہے اور وہ کہتا ہے: اگر تم نے اپنے شوہر کی بات مانی تو میں تمہارے ساتھ ایسا اور ویسا کر دوں گا، لہٰذا اب طلاق کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے، اس لئے تم جلد از جلد اس سے طلاق لے لو. الخ۔

ایک مدت کے علاج کے بعد جب کچھ فائدہ نہیں ہوا، اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو بالآخر اس نے معالج کے سامنے اعتراف حقیقت کیا اور بتایا کہ اسے جن ون کچھ نہیں لگا ہے، یہ سارا کھڑاگ اس لئے پھیلایا ہے کہ وہ مجبور ہو کر اسے طلاق دے دے۔ کیونکہ اس کا یہ شوہر حد درجہ بخیل اور مکھی چوس ہے، اس نے بتایا کہ اس کی بخالت اور خست کی وجہ سے زندگی جہنم بن چکی ہے، کیا آپ نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو فریج میں رکھے پنیر کی نگرانی کرتا ہو؟ وہ یہ جاننے کے لئے کہ کتنا تیل خرچ ہوا ہے بوتل میں اسکیل ڈال کر تیل کی پیمائش کرتا ہے؟! یہ صورت حال میرے لئے نا قابل برداشت ہے۔

**اس خاتون نے کہا :** نہ میں پاگل ہوں، نہ سحر زدہ ہوں، نہ ہی جن زدہ ہوں، میں تو بس اس جہنم سے چھٹکارا چاہتی ہوں، اسی لئے یہ قدم اٹھایا ہے، تاکہ وہ میری حالت سے مایوس ہو کر مجھے طلاق دے دے۔

### جناب من! تجربات کی واماندگی ایک اجلی حقیقت ہے، اس لئے بڑے بول نہ بولیے :

● شروع میں معالج اپنے طریقے کے مطابق اس کے ساتھ تعامل کرتا رہا اور اس حالت کا درست اندازہ لگانے سے قاصر رہا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجربہ کار لوگ بھی ان معاملات میں دھوکہ کھا جاتے ہیں، اور انہیں حالات کی تمیز نہیں ہوتی ہے، بس انہیں یہی راستہ نظر آتا ہے کہ مریض کو پیٹو، ایک لمبی مدت کے بعد انہیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عمل تو بے نتیجہ ہو رہا ہے، اب بتائیے اس چیز کا آخر کیا مطلب ہوا؟ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ تو یہی ہوتا ہے کہ ہمارے پاس تجربات ہیں، یہ لوگ کتابیں لکھتے ہیں، دوسروں کی تردید کرتے ہیں، شعبدہ بازوں کو برا بھلا

کہتے ہیں، انہیں صلواتیں سناتے ہیں، مگر اس کے باوجود آپ پر بھی یہ حقیقتیں مخفی رہ جاتی ہیں؟! اس لئے ہم اس غموض کے اصل راز کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں نہ تو کچھ محدود معین علامتیں پائی جاتی ہیں، نہ اس کے کچھ واضح حدود ہوتے ہیں کہ ہر آنکھ اسی پر ٹھہر جائے۔

- معاشرے کے مشاہدات میں متعدد قصیے ہیں: مثلاً: ایک دوشیزہ کسی ایسے شخص سے شادی پر مجبور کی جاتی ہے جسے وہ ناپسند کرتی ہے تو کچھ تیز وطرار قسم کی جہاندیدہ خواتین اسے مشورہ دیتی ہیں کہ وہ آسیب زدہ بن جائے، اور یہ دعویٰ کرنے لگے کہ جن کہتا ہے کہ اگر تو نے اس سے طلاق نہیں لی تو میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔

- ایک خاتون اپنے عاشق سے ساز باز کرکے آسیب زدہ بن جاتی ہے، دعویٰ کرتی ہے کہ وہ جن زدہ ہے، اور جن کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ فوراً طلاق لے لے، اور اگر اس کے شوہر نے اسے چھوا تو پھر ایسا اور ویسا ہو جائے گا۔

- ایک نوجوان جن زدگی کے علاج کے لئے لایا جاتا ہے، راقی صاحب اس پر پڑھتے ہیں، جن یہ کہتے ہوئے حاضر ہو جاتا ہے کہ میں سلمان بن ابی سلیمان ہوں، اچانک دوسرا جن بھی آدھمکتا ہے، جناب اس سے پوچھتے ہیں : آپ کا اسم شریف؟ وہ جواب دیتا ہے: میں جرجر ہوں، حضرت فرماتے ہیں : تم یہودی ہو یا کرسچین؟ جنات کہتا ہے: میں کرسچین ہوں۔ اس سے کہا جاتا ہے: کیا تم اسلام قبول کرو گے؟ وہ کہتا ہے: اسلام کیا ہوتا ہے؟ معالج صاحب بڑے تفنن کے ساتھ اسے اسلام سمجھاتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ آدمی اسلام میں کیسے داخل ہوتا ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں: اچھا چل اب نکل جا، ورنہ میں تجھے قرآن سے خاکستر کر دوں گا، یہی ریکارڈر ہر کیس میں مکرر گھومتا رہتا ہے۔

- حاضرین میں سے ایک صاحب نے خود اپنا قصہ سنایا کہ میرے سامنے بھی ایک کیس اسی سلمان بن ابی سلیمان کا آیا تھا، اس کے ڈرامے کی انتہا پر میں نے کہا: تو پکا جھوٹا ہے، تجھے کوئی جن ون نہیں لگا ہے، اس نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں، میں جن زدہ نہیں ہوں، مگر میرے باپ کے ساتھ میرے کچھ مسائل ہیں، میں انہیں یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں جن زدہ ہوں تاکہ وہ اپنا پریشر اور دباؤ مجھ پر کم کر دیں۔

- ایک نوجوان سڑکوں پر چلتی ہوئی لڑکیوں کے ساتھ چھیڑ خانی کی عادت بد میں مبتلا تھا اور بڑی غیر مہذب حرکتیں کیا کرتا تھا، جب اسے اس بات پر ملامت کی جاتی وہ جھٹ یہی عذر پیش کرتا کہ کیا کروں مجھے تو جن اس بات پر اکساتا ہے، وہ جن ہی مجھے اس طرح کے اقدامات پر مجبور کرتا ہے، اس موضوع سے متعلق یہ سب سے خطرناک صورت حال ہے، اس کی وجہ سے فساد کا دروازہ چوپٹ کھل جاتا ہے۔

● ایک عورت بدکاری کا ارتکاب کرتی ہے اور کہہ دیتی ہے کہ یہ سب زور زبردستی اس کے ساتھ جنوں کی ہے؟
-ایک شخص چوری کرتا ہے اور کہہ دیتا ہے یہ چوری جنوں نے کی ہے، اگر یہی عذر قرار پا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلامی حکومت میں حدود قائم ہی نہ کئے جائیں گے، کیونکہ جو عورت بدکاری کرے گی وہ دعوی کر دے گی کہ اس کا فاعل جن ہے، پھر ہم غموض، دھند، دھوئیں اور وہم کی ایسی فضا میں داخل ہو جائیں گے جو لامحدود ہوگی، گویا ہم انسان نہ رہے، اب ہم دوسرے قوانین اور دوسری شریعتوں کی سنتوں پر عمل پیرا ہوں گے، اس لئے شریعت ان سارے اعتبارات کو باطل ٹھہراتی ہے، لہٰذا[1] جو شخص چوری کرے گا شریعت اسے پکڑ کر اس کا ہاتھ کاٹ دے گی، اس طرح کے عذر شریعت کے نزدیک قطعی لائق توجہ نہ ہوں گے، لوگوں کی جان، مال اور آبرو کو کھیل تماشا بنانے کی اجازت قطعاً نہیں دی جا سکتی ہے، شریعت اس ادعا کو پورے طور پر باطل ٹھہراتی ہے، یہ ہرگز چلنے والی بات نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی جرم کا ارتکاب کرے پھر کہہ دے کہ صاحب مجھے تو ان جرائم پر اکسانے والا جن ہے۔

## قرآنی علاج کا پیشہ اختیار کرنا طریق سلف کے خلاف ہے

اب ہم قدرے اختصار کے ساتھ قرآنی علاج کو بطور پیشہ وحرفت اختیار کرنے پر گفتگو کرنے جا رہے ہیں، جو جاہلوں کی لغزشوں کا مقام ہے؛ اس لئے کہ بعض لوگوں نے اس میں بڑا توسع پیدا کر لیا ہے، ان کے نزدیک جنوں کے علاج کا پیشہ حصول زر کے سنہرے مواقع حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ بن چکا ہے، اب یہ محض حاجت براری اور سدرمق کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ حد سے بڑھی خوشحالی، نا آسودہ خواہشات کی تکمیل، بلیک میلنگ اور موقع پرستی کا کھلا سرچشمہ ثابت ہو رہا ہے، کچھ پیشہ ور راقیوں نے لوگوں پر بڑی بڑی فیسیں مقرر کر رکھی ہیں، پڑھے ہوئے پانی کے گیلنوں اور کینوں کی تجارت اس پر مستزاد ہے، مسجدوں کے سامنے آپ کو پانی کے کین نظر آئیں گے جن پر لکھا ہوتا ہے: (یہ قرآن پڑھا ہوا پانی ہے)، اس دلیل سے اسے فروخت کیا جاتا ہے کہ حضرت شیخ نے اس پر قرآن پڑھ رکھا ہے، شہد اور زیتون کا تیل بھی اسی نام پر بیچا جاتا ہے کہ وہ بھی پڑھا ہوا ہے، اس تیل کو بدن پر مالش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، نوبت باینجا رسید کہ ایک صاحب کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ انھوں نے نام اور پیشہ کے ساتھ اپنا کارڈ چھپوا رکھا ہے، جس پر لکھا ہے: قرآنی معالج، چیک اپ کی فیس دس جنیہ (مصری روپیہ)، اپائنٹمنٹ پیشگی

[1] جس شخص کے حق میں شرعی بینات ودلائل سے کوئی جرم ثابت ہوگا اسے اپنے فعل پر دھر لیا جائے گا۔

لے لیں، پتہ: مسجد فلاں۔ یہ موضوع درحقیقت بڑا المناک ہو چکا ہے۔ مزید یہ کہ یہ سلف کا طریقہ کبھی بھی نہیں رہا ہے، ان کے زمانے میں کہیں اس پیشے کے لئے فارغ افراد، اصحابِ مراکز اور شفاخانوں کے مالکان نہیں ہوا کرتے تھے جو جن زدہ مریضوں کے لئے خاص رہتے ہوں، حالانکہ یہ مرض تو ہر زمانے میں موجود تھا، جب بھی کوئی شخص ایسے حالات سے دوچار ہوتا تو راہ چلتے جس شیخ یا عالم سے اس کا سابقہ پڑتا وہ بلاتکلف اس پر پڑھ دیا کرتا تھا یا دعا یا رقیہ کر دیتا تھا، مگر یہ کہ اس کے لئے مجلسیں خاص کی جائیں، سنٹر بنائے جائیں اور کلینکیں کھولی جائیں تو اب وقت آ گیا ہے کہ ان پر لگام کسی جائے اور انہیں اپنی حدوں میں رکھا جائے۔ اس میں توسع کا مطلب یہ ہے کہ آپ بے شعوری کو فروغ دیں، ایک کہر آلود، ابر زدہ اور غامض فضا میں زندگی گزاریں جس کی کوئی انتہا نہ ہو، ہم میں سے ہر شخص اس کا ذمہ دار ہے، اس کا علاج یہی ہے کہ سرے سے اس موضوع کو نظر انداز کر دیا جائے۔

میں تو یہی سمجھتا تھا کہ اسے نظر انداز کر دینے میں یہ بھی شامل ہے کہ اس موضوع پر میں کوئی گفتگو ہی نہ کروں، اسی لئے میں نے اب تک اس کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی، یہ پہلی مرتبہ ہے کہ میں اس پر تفصیلی گفتگو کر رہا ہوں۔

الغرض اس کا علاج یہی ہے کہ ہم پورے طور پر اس موضوع سے چشم پوشی کر لیں، کوئی کسی سے کچھ بیان نہ کرے، نہ کیسٹوں کو رواج دے، نہ انہیں سنے، نہ یہ کتابیں پڑھے، نہ ان (پیشہ ور) لوگوں کے پاس جائے، جسے کوئی مرض لاحق ہو وہ خود ہی قرآن کریم سے اپنا علاج کر لے۔ گو وہ جن زدہ ہی کیوں نہ ہو خود ہی علاج کرے، شوہر اپنی بیوی کا رقیہ کرے، باپ اپنی بیٹی کا رقیہ کرے، اور ایسے ہی ایک دوسرے کے ساتھ کر لیا کریں۔

آپ ذرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو تو دیکھئے، کتنے لوگ ان میں قبولیت دعا کے ساتھ مشہور تھے، مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ میں سے تھے، انہیں جنت کی بشارت تھی، ان کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت دعا کی دعا مانگی تھی، اسی طرح حضرت اویس قرنی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ وہ مستجاب الدعوات ہوں گے، اس کے باوجود انھوں نے (قرآنی) علاج کے سنٹر نہیں کھولے، نہ لوگ ان کے پاس دعا کے لئے آیا کرتے تھے، ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، لوگوں نے ہر دیار اور ہر نگر سے طلب دعا کے لئے ان کی رہائش گاہوں پر جمگھٹے نہیں لگائے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ عمل طریق سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے خلاف ہے۔

پھر بات بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ لوگوں کی توجہ مقروء (قرآن یا دعا) کے بجائے قاری پر مرکوز ہو جاتی ہے، عوام کے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑ لیتا ہے کہ ساری برکت قاری صاحب کے ہی اندر ہے اور مقروء یعنی قرآن کریم کی اہمیت کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

● مجھے اس بات پر اعتراض نہیں ہے کہ کوئی صاحب رقیہ پر کچھ رقم یا اجرت لے لیں، اس لئے کہ یہ جائز ہے، مگر بات یہ ہے کہ شریعت جہاں ختم کرتی ہے ہم وہیں سے شروع ہوتے ہیں۔ ہم ان معاملات میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی، یہ تو بذات خود ایک مرض ہوجاتا ہے۔

## مریضوں پر پڑھنے کا پیشہ اختیار کرنا عورتوں کے فتنے سے دوچار ہونے کے اسباب میں سے ہے

چولھے کی تیسری اینٹ، مصیبتوں کی مصیبت اور فتنوں کا فتنہ خواتین کا فتنہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ وَٱلْبَنِينَ وَٱلْقَنَٰطِيرِ ٱلْمُقَنطَرَةِ مِنَ ٱلذَّهَبِ وَٱلْفِضَّةِ﴾ [آل عمران: ۱۴]۔

''مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کردی گئی ہے، جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے''۔

ایک فتنہ دوسرے فتنوں کی طرف لے جاتا ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''مَاتَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ''

''میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا ہے''۔

ان میں سے کچھ معالجوں نے رخصتیں ڈھونڈ نکالیں، تساہل سے کام لیا اور خلوت کے سلسلے میں شریعت کی مقرر کردہ حدیں پھلانگ گئے، یہی رویہ انھوں نے چھونے اور نظر بازی کے متعلق بھی اپنایا، شیطان انہیں بتدریج خلوت کی اباحت کی طرف لے گیا، پھر ان سے ان حصوں کو بے پردہ کرایا جن کا کھولنا حرام تھا، پھر رقیہ کے نام پر ہاتھ پھیرنے تک لے گیا اور وہاں سے پڑھا ہوا تیل مالش کرنے پر لگادیا، بسا اوقات کسی حائل کے بغیر کھلی آنکھوں دیکھتے ہوئے یہ فریضہ انجام دیا جاتا ہے، اب کیا شک ہے کہ اس سے شیطان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، ابلیس کا دل خوشی سے لبریز ہوجاتا ہے، میں اس سلسلے کو آگے نہیں بڑھانا چاہتا، درحقیقت مجھ جیسی حیثیت کے آدمی کو یہ زیب بھی نہیں دیتا کہ آپ کے کانوں میں نامناسب حکایات ڈالوں جو ہم میں سے کسی کے لئے سزاوار نہیں، ہاں یہ ضرور یاد رکھیں کہ:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱللَّهَ غَٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ ٱلظَّٰلِمُونَ﴾ [ابراہیم: ۴۲]۔

''ناانصافوں کے اعمال سے اللہ کو غافل نہ سمجھ وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دیے ہوئے ہے''۔

- مریض اور اس کے دیگر متعلقین اس فتنے سے جو فصل کاٹتے ہیں اور جو نقصان اٹھاتے ہیں ان میں سے یہ بھی ایک ہے، واجب ہے کہ اس فتنے کو بجھا دیا جائے، اس کا خاتمہ کر دیا جائے، جیسا کہ شاعر نے کہا :

كَانَ مَاكَانَ مِمَّالَسْتُ أَذْكُرُهُ

فَظُنَّ شَرًّا وَلَاتَسَأَلْ عَنِ الْخَبَرِ

جو کچھ ہونا تھا ہوا جسے میں بیان نہیں کرتا۔ بس برائی کا خیال کرلو اور خبر نہ پوچھو۔

ایک شخص اپنی پیٹھ آپ تھپتھپاتا ہے، کیونکہ ہر روز وہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرتا ہے، صرف گزشتہ لوگوں سے اخذ کردہ طریقوں پر اکتفا نہیں کرتا ہے، بلکہ کچھ حضرات اس فن میں اختراع اور تجدید کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک صاحب ہیں فرماتے ہیں کہ انھوں نے مریضوں کی تشخیص کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، اور اس کا نام نظر سے تشخیص کا طریقہ رکھا ہے، اجی صاحب یہ کوئی نیا طریقہ نہیں ہے، یہ تو آفت وشر کی کنجی اور بدی کی روش ہے، سنت سیئہ ہے، لیجئے جناب وہ طریقہ تو جان لیجئے کہ کیا ہے، راقی صاحب مریض یا مریضہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں،[1] اور مریض یا مریضہ سے فرماتے ہیں کہ وہ بھی جواب آں غزل کے طور پر وہی کرے اور مصرعے پر مصرعہ لگائے، وہ بھی ان کی آنکھوں کی گہرائیاں ناپے، اور جناب والا شیطان کو بھگانے کے لئے قرآن پڑھتے رہیں، اس عظیم الشان طریقہ تشخیص کے موجد صاحب فرماتے ہیں: پھر میں نے مریضہ کو ہدایات دیں کہ وہ بھی میری آنکھوں میں ٹکٹکی لگائے رکھے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، بس پھر کیا تھا، جن (باادب ودست بستہ) حاضر خدمت ہوا، میں اس پر پڑھنے لگا اور وہ چلانے لگا، اور میں محترمہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پڑھتا گیا اور اسے نصیحت بھی کرتا جاتا تھا، بالآخر وہ جن جل کر خاکستر ہو گیا، اور جب دیگر احباب نے جنھوں نے اس جن پر بہت پڑھا تھا ان سے اس سلسلے میں استفسار کیا تو حضرت نے فرمایا :

(ذَلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ)

''یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے''۔

اللہ خیر فرمائے، جب ان سے نظر کی اس آزادی (یا آوارگی) کی مشروعیت کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ جب

---

① اس سے قریب ہو جاتے ہیں اور جیسے ایک طبیب آشوب چشم کے مریض کی پلکیں کھول کر دیکھتا ہے ویسے ہی جناب من بھی اپنا وظیفہ شروع کرتے ہیں۔

شیخ عبدالخالق سے اس کے متعلق پوچھا گیا تھا (اللہ معاف کرے ان صاحب کا اس صورت حال کے فروغ اور تاسیس میں بڑا کردار رہا ہے) تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ تم نے جو بیان کیا ہے وہ حق ہے، اس کی دلیل تو قرآن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ﴾ [القلم:۵-۶]۔

''پس اب تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون فتنہ میں پڑا ہوا ہے''۔

جناب اپنے اس کارفضول اور فعل عبث کی مشروعیت پر آیت ھذا سے استدلال کرتے ہیں اور اس طرح مریضہ سے قریب ہو کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بیٹھ رہتے ہیں، جب ہم قرآن پڑھ کر غور کرتے ہیں تو صاف پتہ چل جاتا ہے کہ مفتون کون ہے؟ مگر ٹھہر جایئے، اس کا پتہ مذکورہ آیت سے نہیں بلکہ اس آیت سے لگتا ہے :

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ [النور:۳۰]۔ ''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں''۔

ہاں اس سے معلوم ہو گیا کہ فتنے میں پڑا ہوا کون ہے؟ یہی بات اس حدیث کے یاد کرنے سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے حضرت فضل بن عباس کو خثعمی عورت کو دیکھتے رہنے سے روک دیا تھا، گرامی مرتبت جناب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضل صاحب کی گردن دوسری طرف موڑ دی تھی، اور جب اس کے متعلق آپ سے استفسار ہوا تو فرمایا: ''میں نے ایک جواں سال لڑکے اور نوخیز لڑکی کو دیکھا تو مجھے ان کے متعلق شیطان کا خوف لاحق ہو گیا''۔

حیرت پر حیرت تو اس مرد پر ہوتی ہے جو اپنی خاتون خانہ کو، بیٹی یا بیوی کو بنفس نفیس لئے جاتا ہے اور اس طرح کے لوگوں سے علاج کرانے کے لئے ازدحام میں کھڑا اپنی باری کا انتظار کرتا ہے!

علاج نسواں کے موضوع پر یہ ایک پیش آمدہ مصیبت ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جس کے اندر تحریک نہیں پیدا ہوتی، جو بجھ چکا، جس کا خون اس حد تک سرد ہو چکا ہے کہ اسے اس طرح کی چیزوں کی پرواہ ہو اس کے متحرک کرنے کے لئے بھی یہ چیز کافی ہے، بس یہ موضوع ہی خط فاصل ہے، اس کے آگے کسی مرد سے کسی عورت کا علاج کرانا ناحق و ناجائز ہے، ضروری ہے کہ فیصلہ بہرحال ہو جائے، اس اخلاقی بے راہ روی اور فضول کاری کے متعلق فیصلہ کر دینا واجب ہو گیا ہے، اس سلسلے میں اختلاف مطلق طور پر ناقابل قبول ہے۔

کچھ راقیوں کی یہ انتہائی قبیح حرکت ہے کہ وہ خواتین کی آنکھیں کھلوا کر ان میں اپنی نظریں گاڑ دیتے ہیں اور ممکنہ طور پر یہاں وہاں چھپے جن کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔

ہم ان صاحبوں سے پوچھتے ہیں آخر آبرو کی کچھ پرواہ ہے، کہاں گئی غیرت؟ پیشی کے دن کا بھی کچھ خوف ہے؟

اس پر تو یہ مقولہ صادق آتا ہے کہ ''اس کا معالج ہی اس کا لٹیرا ہے'' جیسا کہ شاعر کہتا ہے :

وَرَاعِي الشَّاةِ يَحْمِيْ الذِّئْبَ عَنْهَا
فَكَيْفَ إِذَا الرُّعَاةُ لَهَا ذِئَابُ

بکریوں کا چرواہا انہیں بھیڑیوں سے بچاتا ہے، مگر جب خود چرواہے ہی بھیڑئے بن جائیں تب کیا ہوگا؟

## جہالت اور سرکشی سے جان محترم کا قتل ناحق

یہ بھی ان جرائم اور مظالم میں سے ہے جن کا اس قضیے میں ارتکاب کیا جاتا ہے، کتنی بار ہم نے ان جلادوں کو ڈانٹ پلائی، ان پر نکیریں کیں، ان کی مذمت کرتے رہے جو دنیا میں لوگوں کو ستاتے رہتے ہیں اور انہیں اس طرح کی آیتوں سے ڈرایا اور خوف دلایا کہ :

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ فَتَنُوا۟ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا۟ فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ ٱلْحَرِيقِ﴾ [البروج:١٠]۔

''بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کا عذاب ہے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی بھی وعید سنائی کہ :

''صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ''

''دو قسم کے جہنمی ایسے ہیں جنھیں میں نے نہیں دیکھا ہے، ایک تو وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھوں میں گایوں کی دموں کی طرح کے کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو مارتے ہوں گے''۔

انہیں ہم آنکھیں دکھاتے تھے اور ان پر نکیریں کیا کرتے تھے، پھر اب حال یہ ہے کہ ہم اپنے درمیان ان معالجین سے چشم پوشی کرتے ہیں جو جنوں کو نکالنے اور بھگانے کے نام پر جسمانی اور نفسیاتی تعذیب کی حد درجہ بھیانک صورتیں اختیار کرتے ہیں، عذاب سے دوچار کرنے کے لئے بھانت بھانت کی شکلیں اپناتے ہیں اور تفنن سے کام لیتے ہیں، یہاں تک کہ بسا اوقات قتل تک کی نوبت آجاتی ہے، اور بہت سی جہالتیں قاتل ہی ہوا کرتی ہیں۔

## بیچاری وھیبہ کا قصہ

کچھ راقیوں کی زبانی ایک قصہ سنا جو آپ کے سامنے حرف بہ حرف بیان کئے دیتا ہوں، یہ داستان وھیبہ نامی ایک مریضہ کی ہے، راوی کہتا ہے: وھیبہ ایک نفسیاتی مریضہ تھی جس کی بیماری طول پکڑ گئی تھی، اس کے گھر والے اسے نوجوانوں کے ایک گروہ کے پاس لے گئے جو اس طرح کے حالات کا علاج کرنے کی شہرت رکھتے تھے، یہ نوجوان نفسیاتی بیماری اور شیطان زدگی کے درمیان تفریق کرنے سے قاصر رہے، وھیبہ ان کے سامنے بیٹھائی گئی، اور وہ اس پر پڑھنے لگے، مگر جن نہیں بولا، پھر کیا تھا انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ یہ کہتے ہوئے اس کی دھنائی کرنے لگے کہ یہ بڑا مکار شیطان ہے، بول کر ہی نہیں دیتا، وہ رہ رہ کر اسے مارتے رہے یہاں تک کہ اس کا جسم ساکت ہوگیا اور اس میں کوئی جنبش باقی نہیں رہی۔ تب ان مدعیان فن نے کہا: لو جی! وہ ملعون نکل بھاگا، حالانکہ اپنی جہالت سے وہ یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ جن نہیں گیا بلکہ وھیبہ ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئی، اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اس کا پتہ انہیں تب چلا جب ایک مدت تک اسے آرام کی مہلت دینے کے بعد انھوں نے اسے کھڑے ہونے کا حکم دیا، اس سے کہنے لگے: وھیبہ کھڑی ہوجا! مگر وھیبہ اس دنیا میں کہاں تھی، وہ تو بہت دور جا چکی تھی، **انا لله وإنا إليه راجعون!**

(اے کاش اس سے کوئی نادان راقی سبق لے لے اور اپنی اور دوسروں کی جان جوکھم میں نہ ڈالے! اے کاش ایسا ہوجائے!)

# جنوں سے استعانت (مدد لینے) کی حرمت

جنوں سے استعانت کے موضوع پر تنبیہ کرنا بھی ایک اہم بات ہے، یہ بھی ابواب فتن کا ایک باب ہے، شروع شروع میں تو انہیں اس وضع کی جرأت نہیں ہوتی تھی مگر رفتہ رفتہ انھوں نے یہ دروازہ بھی کھول ہی لیا، پہلے تو جنوں سے استعانت کا موضوع آتے ہی ہر شخص منقبض ہوجاتا تھا، کہنے لگتا: توبہ توبہ بھلا جنوں سے بھی مدد لی جاسکتی ہے؟ یہ تو شرک ہے میاں، اور ایسا ہے اور ویسا ہے۔ پھر انھوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ایک عبارت نادرست فہم کے ساتھ اٹھائی اور جہاں شیخ الاسلام نے ختم کیا تھا وہیں سے وہ شروع ہوگئے، پھر جنوں سے استعانت کے موضوع پر بڑی دور کی کوڑیاں لانے لگے اور افق در افق پرواز ہونے لگی۔

اس گفتگو کے آخر میں جس بات کی وضاحت لازم ہے وہ یہ ہے کہ جنات کی خبر نا قابل قبول ہوتی ہے، اس لئے جو چیز بطریق جن پہنچے اس پر سیاہی پھیر دو، اب وہ سنی ہوئی بات چاہے جیسی بھی ہو، اس لئے اگر جن کا دعوی یہ ہو کہ

مجھے فلاں چیز محبوب ہے یا فلاں شیٔ ناپسند ہے، یا وہ ہمیں فلاں فلاں چیز کی خبر دے، یا کوئی یہ کہے کہ فلاں صالح جن ہے، وہ میری مدد کرتا ہے، یا میں اس سے مدد لیتا ہوں، یا وہ آپریشن کیا کرتا ہے، یا بانجھ پن کا علاج کرتا ہے۔ ان سب باتوں کو حرف غلط کی طرح مٹادو اور یوں سمجھو کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔اس صورت حال میں مخرج یہی ہے۔

جنات کی خبر میں عدالت وضبط کہاں؟ یہ جن صاحب آخر کون ذات شریف ہیں؟ کسے معلوم، سچے ہیں یا جھوٹے؟ مسلم ہیں یا کافر؟ گو وہ اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھتے ہوں، مگر ان کا سچا ہونا آپ پر کیسے کھلے گا؟ اس بات کی تحقیق کا آپ کے پاس کیا ذریعہ ہے کہ جناب اپنے اس دعوے میں صادق ہیں؟ کیا اسلام محض ایک لفظ کا نام ہے جسے یوں ہی بول دیا جائے اور بس؟ میاں اس سے بڑا خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے، میرا مطلب ہے: بطریق جن غیب کا حال معلوم کرنے کی کوشش سے۔

بعض لوگ تو اس کی وجہ سے مندل [1] جیسے بدترین کام کرنے لگے، اگر کوئی چیز چوری ہو جائے تو کہتے ہیں: چلو اب دکھاؤ ہمیں اپنے جنوں کا کمال، بتاؤ کہ وہ چیز کس نے چرائی ہے؟ دوسرے بھی بہت سے کام کئے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ہم پر ایسی برائیوں کے دروازے کھل گئے جن سے ہم اب تک عافیت میں تھے، بات یہاں تک جا پہنچی کہ کچھ راقی حضرات دوسروں کو دھمکیاں دینے لگے ہیں، وہ بڑ ہانکتے ہوئے کہتے ہیں: میرے پاس جنات ہیں میں انہیں تم پر مسلط کر دوں گا اور وہ تمہاری خبر لیتے رہیں گے، جس کے نتیجے میں خصومتیں پیدا ہو جاتی ہیں، جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ صورت حال نہایت سنگین ہے۔

## جن زدگی کا قرآنی علاج کرنے والوں کو نصیحت

مجھے امید ہے مطلوبہ پیغام آپ تک پہنچ گیا ہوگا۔ان تمام امور میں شریعت کی پابندی کے ساتھ۔اس صورت حال کا درست حل یہ ہے کہ دائرہ محدود کر دیا جائے، اور اسے اسی حجم پر لوٹا دیا جائے جس پر وہ پہلے تھی، جن زدگی کے سلسلے میں ہمیں یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ ہر کیس جن زدگی کا نہیں ہوا کرتا ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے بیماری کا سبب وہم ہو، ہیسٹیریائی حالات ہوں، انسان پر مسلط کوئی خیال ہو، یا اس کا سبب اداکاری ہو جس میں انسان اپنے

---

① یہ عمل حاضرات کہلاتا ہے جس میں چوری کی ہوئی چیزوں یا گم شدہ چیزوں کا سراغ لگانے کے لئے مخصوص عمل کیا جاتا ہے اور جادو منتر وغیرہ سے بھی کام لیا جاتا ہے، یہ بھی کہانت اور جادوگری ہی کی ایک قسم ہے۔

② دیکھئے دروس الشیخ محمد اسماعیل المقدم بعنوان وقفة مع الجن ١-٢-٣ محاضرات مفرغة، المكتبة الشاملة قدرے اختصار اور تصرف کے ساتھ۔

سارے رول مہارت کے ساتھ ادا کرتا ہے، اس لئے ان لوگوں کی درست رہنمائی لازم ہے۔ [2]

## فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالرحیم بخاری حفظہ اللہ

أستاذ مشارك في قسم فقه السنة ومصادرها في كلية الحديث الشريف
والدراسات الإسلامية جامعه اسلامیه مدینه منوره

## رقیہ کا طریقہ اور راقیوں کی خطائیں

- چاہتا ہوں کہ موضوع پر آنے سے پہلے ایک قضیے کی جانب اشارہ کردوں، جس کے متعلق بہت سے احباب کی جانب سے بار بار سوال ہوتا رہتا ہے جس کا تعلق ایک بہت ہی نازک اور اہم موضوع اور صورت حال سے ہے، اور یہ ایک ایسا چلن ہے کہ اگر اسے نادرست طریقے پر برتا گیا اور غلط طور پر سمجھا گیا تو اس کے نتائج بہت برے ہو سکتے ہیں۔

**وہ ہے : ''رقیہ شرعیہ کو مشغلہ بنانے کا قضیہ'' رقیہ شرعیہ ہی کے کام میں مصروف ہو جانا۔**

- **پیارے بھائیو!**

اس موضوع پر گفتگو طویل اور تفصیل طلب ہے اور اس بات کی متقاضی ہے کہ اسے ٹکڑوں میں بیان کیا جائے کیونکہ یہ شاخ در شاخ اور متعدد رخوں کی حامل ہے۔

- بعض قاریوں کی خطائیں اور ان کی طرف سے استعمال کئے جانے والے وسائل بھی قدرے وضاحت کے محتاج ہیں۔
- مگر اس جلد بازی میں فیصلہ یہی ہوا کہ گفتگو محض کچھ اساسی امور پر ہی کی جائے گی، تاکہ مسائل ایک دوسرے کے ساتھ گڈ مڈ نہ ہو جائیں۔
- بہت سے لوگوں نے رقیہ میں توسع اختیار کرلیا ہے، رقیہ کے باب میں وسعت پیدا کرلی گئی ہے، یہاں تک کہ اس ضمن میں غیبی امور کے متعلق اٹکل سے کام لیا جانے لگا ہے، امراض کی اقسام کے متعلق خیالی گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں-معاذ اللہ-یہ کام دانستہ یا غیر دانستہ طور پر نادرست طریقے سے ہو رہا ہے۔
- **پیارے بھائیو !**

**رقیہ شرعیہ :** (بلکہ) عام طور پر رقیہ مباح بھی ہوتا ہے اور حرام بھی ہوتا ہے، اور کبھی کبھی کیا ہوتا ہے؟ شرک بھی

ہوتا ہے۔

## اٹکل سے تشخیص :

- جب وہ کچھ بدعتی یا شرکیہ اوراد واذکار اور طلسمات پر مشتمل ہوتا ہے تو شرک ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں اللہ عزوجل کے علاوہ اوروں سے استعانت پائی جاتی ہے، مدد طلبی ہوتی ہے۔
- اور جب رقیہ قرآنی آیات اور صحیح وثابت احادیث نبویہ پر مشتمل ہوتا ہے تو اصول کے مطابق مباح یا جائز ہوتا ہے۔
- یہ لوگ پڑھتے پڑھتے اپنا دائرۂ کار آگے بڑھاتے جاتے ہیں، چنانچہ پہلے وہ مریض پر پڑھتے ہیں، پھر دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے، اور وہ ہے: بیماری کی تشخیص کا مرحلہ۔
- یکایک صاحب یہ فیصلہ سنا دیتے ہیں کہ مریض پر جادو کیا گیا ہے، یہ شخص جن زدہ ہے، اسے نظر بد لگی ہے، اور اس میں یہ ہے اور اس میں وہ ہے، مختلف قسم کی باتیں ہونے لگتی ہیں۔
- ٹھیک ہے صاحب اس پر معارضہ نہیں، ممکن ہے ایسا ہی ہو، ممکن ہے اس بات میں کچھ صحت پائی جاتی ہو، ہوسکتا ہے ان میں سے کوئی مسحور ہو، کسی کو جن لگا ہو وغیرہ وغیرہ۔
- مگر قضیہ تو جزم اور حتمی فیصلے کا ہے، جناب مریض کو دیکھتے ہی جھٹ فرمانے لگتے ہیں کہ اسے نظر بد کی شکایت ہے، اسے جن لگا ہے، یہ دیوانہ ہے، یہ جادو کا شکار ہے، بس یوں ہی اٹکل لگاتے چلے جاتے ہیں۔
- ان رقیہ پڑھنے والوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی ہے جو ان کے مذکورہ دعوی کی صحت پر دلالت کرتی ہو۔

## تجربے نہیں دلیلیں دیجیے :

### میں کہتا ہوں :

ان کے پاس اپنے مذکورہ دعوے کی کوئی دلیل نہیں، بس ان سب کے پاس ایک ہی چیز ہے، وہ کیا ہے؟ تجربہ سچ جانیے ان سب کے فرمودات میں یہی ایک بات ہے، بولیے ہے کہ نہیں؟ یقین مانیے ان کے پاس تجربے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

- **ایک خاص بات کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں :**

قرآنی آیات، پورا کا پورا قرآن خیر ہی خیر ہے، پورے قرآن سے رقیہ کرنے میں بھلائی ہے، مگر کچھ متعین

آیات کی تخصیص؟ ہم یہ کہنے لگیں کہ صاحب یہ جادو میں نافع ہے، اور یہ فلاں بیماری میں سودمند ہے، تو اس تخصیص کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے؟ اس کے لئے مستند دلیل کی ضرورت ہے جو اس قول کی اہلیت پیدا کر سکے۔

- ہم سورۂ فاتحہ پڑھیں، سورۂ بقرہ پڑھیں، آیات اور سورتیں پڑھیں جن کے متعلق شرعی نصوص موجود ہوں، جو کس بات کی وضاحت کرتے ہوں؟ اس بات کی وضاحت کرتے ہوں کہ ان کا استعمال کیا جا سکتا ہے، یا یہ بتاتے ہوں کہ بندہ انہیں پڑھ سکتا ہے، یعنی کس باب میں؟ رقیہ کے باب میں، وہ خود اپنا رقیہ کرے، یا کوئی اور اس کا رقیہ کردے، جس جس کے متعلق کوئی نص وارد ہوا ہے اس پر ہمارا سر تسلیم خم ہے، البتہ جس کے متعلق کچھ وارد نہیں ہوا ہے اور کوئی صاحب اٹھ کر یہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان آیات کا تجربہ کیا ہے اور انہیں نفع بخش پایا ہے اور ان سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے تو :

- **ہم کہیں گے :**

نہیں صاحب کوئی رکاوٹ نہیں ہے، یہ بھی پڑھیں ان کے علاوہ دوسری بھی پڑھیں، اب اگر آپ ان آیات کی یوں تحدید فرماتے ہیں کہ ہم ان سے آگے نہ بڑھیں، ان کے علاوہ سے جادو یا نظر بد کے مریض کو فائدہ ہو ہی نہیں سکتا ہے تو ہم عرض کریں گے کہ اسے کس چیز کی حاجت ہے؟ ایک ایسی دلیل کی جو اس حصر کے ساتھ قول کی اہلیت پیدا کر سکے، کہیے بات واضح ہے کہ نہیں ؟

- **محترم بھائیو !**

اس باب میں تجربے کو معمول نہیں بنایا جاتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس نقطے کی طرف اشارہ کروں اور قدرے اختصار کے ساتھ اس پر تحقیقی کلام پیش کردوں، پھر دوسرے نقطے پر گفتگو کروں اور ہم ان شاء اللہ وہاں پر ذرا سا توقف کریں گے۔

- تجربہ صحیح نہیں ہوتا، اس باب میں تجربہ صحیح نہیں ہوتا ہے، یہ میں نہیں کہتا کہ آیات ہی میں نہیں، بلکہ کچھ لوگ تو پڑھتے پڑھتے بہت آگے چلے جاتے ہیں، کیا ہوتا ہے؟ نمک پر پڑھنے لگتے ہیں، فرماتے ہیں: نمک جنات کو جلا کر رکھ دے گا، اور ادھر دوسرے صاحب پڑھتے پڑھتے کس چیز کو کام میں لاتے ہیں؟ جناب قسم قسم کی خوشبوئیں سلگاتے ہیں، اور وہ تیسرے صاحب بھیڑیے کا استعمال کرتے ہیں، چوتھے حضرت بھیڑے کی دم کو کام میں لاتے، پانچویں جناب بھیڑیے کے قدم آزماتے ہیں، اور چھٹے، ساتویں، دسویں اور، اور، اور ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو ختم ہونے ہی میں نہیں آتا ہے، یہ جملہ حضرات یہی فرماتے ہیں کہ ہم نے تجربے سے پایا کہ یہ .... آخر کیا؟ نفع بخش

ہے، میں نے اس چیز کا تجربہ کیا تو اسے فائدے مند پایا، تب صاحب آخر اس کا کوئی اصول وضابطہ بھی ہے ؟

- اگر یہ سب کا سب نفع بخش ہے تو پھر قضیہ میں ضابطہ کیا ہے؟ ان حضرت میں اور شعبدہ باز اور جادوگر میں آخر کیسے فرق کیا جا سکے گا؟

وہ بھی تو یہی کہتا ہے کہ میں نے اس خوشبو کے سلگانے کا تجربہ کیا اور اسے نفع بخش پایا، اس چیز کا تجربہ کیا اور اسے سودمند دیکھا، اور فلاں چیز کی آزمائش کی تو اسے فائدہ مند محسوس کیا، فرمایئے صحیح ہے کہ نہیں؟ کیا شعبدہ باز جادوگر اور کاہن لوگ بھی یہی سب باتیں نہیں کیا کرتے ہیں ؟

کیا وہ لوگ بھی یہی نہیں کہتے کہ میں نے اس چیز کا تجربہ کیا تو اسے نفع بخش پایا؟ یقیناً وہ بھی یہی کہتے ہیں۔

- تب پھر کیا ہو؟ ہاں تب ہم نے یہ جان لیا کہ اس جگہ یا اس مقام پر تجربہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے، اس لئے کہ محض ظاہری طور پر اس بندے کے کسی چیز سے فائدہ پا جانے کو کسی بات کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا ہے؟ اس تجربے کی صحت کی، ہاں صاحب! تجربے کی اصل یہی ہے کہ اس کا تعلق عالم محسوسات سے ہو جو مشاہدے میں آتا ہو، بات واضح ہے نا؟ اس کا نام کیا ہے؟ تجربہ، اس کا نام تجربہ ہے جو صحیح بھی ہو سکتا ہے اور قابل تردید بھی۔

## • اس باب میں تجربے کے عدم صحت کی مختلف وجوہات ہیں :

سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ عالم جن کا تعلق عالم غیب سے ہے جبکہ ہمارا تعلق عالم شہادت سے ہے (یعنی جن نگاہوں سے اوجھل ہیں اور ہم نگاہوں میں ہوتے ہیں) اللہ تعالیٰ جو اپنی بلندی کے ساتھ عزت والا ہے فرماتا ہے :

﴿ إِنَّهُۥ يَرَىٰكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُۥ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ [الاعراف:۲۷]۔

''وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو''۔

## • تب پھر اس تجربے کی صداقت کیونکر متحقق ہو سکے گی ؟

آپ کو اپنے رب کا واسطہ جواب دیجیے کہ یہ کیونکر ممکن ہوگا؟ یہ چیز ایک اور نقطے یا دوسرے نقطے کے ساتھ مربوط ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب کچھ راقی حضرات کسی مریض پر پڑھتے ہیں تو اس مریض کی زبان پر جنات بولنے لگتا ہے، صحیح ہے نا؟ کبھی کبھی وہ بولتا ہے، پھر جب وہ بولتا ہے تو یوں گویا ہوتا ہے: میرا نام یہ ہے، میں فلاں جگہ سے آیا ہوں، پھر وہ مکالمہ شروع ہو جاتا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا ہے، ہاں صاحب! آپ اندر کیسے تشریف لائے؟ اجی! میں تو اس وجہ سے اس پر آیا ہوں، اچھا اب نکل جاؤ، نہیں میاں میں تو نہیں نکلتا، میں یوں کر دوں گا، اب حضرت نے

اس پر نمک آزمایا اور وہ نکل بھاگا، چلو چھٹی ہوئی، بات پکی ہوگئی کہ نمک مفید ہے، بس پھر کیا ہے، راقی صاحب نے یہ نسخہ گرہ سے باندھ لیا، فرماتے ہیں: یہ نسخہ انھوں نے ایک جن پر آزمایا تھا اور ان کا کام بن گیا تھا، اب قدم بہ قدم تجربہ آگے بڑھتا جاتا ہے، یکے بعد دیگرے سلسلہ چل پڑتا ہے، جناب یہ خطا ہے، کیا جنات کی تصدیق جائز ہے؟ یہ قضیہ اس پر مبنی ہے اور یہ قول اس پر مبنی ہے۔

### جنات غیبی دنیا کی مخلوق ہیں اور ان کے اپنے طور طریقے ہیں جن کے متعلق ہمارا علم غیر یقینی ہے :

- **پیارے بھائیو !**

بیشک جنات کی دنیا ایک غیبی دنیا ہے، اور وہ ایک ایسا عالم ہے کہ جس شدت سے وہ انسان کے ادراک واحساس اور نگاہوں سے پرے اور اوجھل ہے اسی شدت سے وہ اس کی معرفت کا دلدادہ ہے، کیا بات ایسی ہی نہیں ہے؟ ہر عجیب وغریب چیز جو نفس کے لئے اجنبی ہوتی ہے اس کے دل میں اتنی ہی شدت سے یہ جذبہ ابھرتا ہے کہ وہ اس بات کا پتہ لگائے کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور اس کے پیچھے کیا کچھ پایا جاتا ہے؟ یہی انسانی فطرت ہے، جس طرح آپ اس قسم کی خبروں کی جستجو میں رہتے ہیں اور ان میں آپ کو لذت محسوس ہوتی ہے، اسی طرح وہ بھی اس سے لطف اٹھاتے ہیں، کس چیز سے انہیں لذت ملتی ہے، انسانوں کو مخاطب کرنے اور ان سے گفتگو کرنے میں، اور اسی طرح کی چیزوں میں انہیں لطف آتا ہے اسی طرح ان کی بھی ایک دنیا ہے بالکل اسی دنیا جیسی۔

- **برادران گرامی !**

### کیا ان کی تصدیق کرنا جائز ہے ؟

### اس بات کا فیصلہ حسب ذیل طریقے پر ہوسکتا ہے :

وہ جن جو انسان کے اندر داخل ہوا ہے اس کے متعلق غالب گمان کیا ہے؟ یہی کہ وہ کافروں میں سے ہے، اور اس چیز میں بھی کوئی مانع ہے، کس چیز میں؟ اس چیز میں کہ ممکن ہے وہ فاسق اور بدمعاش جنوں میں سے ہو، کیونکہ یہ حقیقت آپ سے مخفی نہیں ہے کہ جنوں میں بھی مومنین وکفار، صالحین واتقیاء اور فساق وعصاۃ (نافرمان) وغیرہ ہوا کرتے ہیں، جیسا کہ حال ہے کن کا؟ انسانوں کا، بالکل اسی جیسا، اس لئے اصل یا غالب یہی ہے کہ وہ کیا ہو؟ کافر ہو، اور اس بات میں بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ وہ کن کے فاسقوں میں سے ہو؟ جنوں کے، وہ جنات کے فساق میں سے ہو۔

- آپ کہہ سکتے ہیں کہ جناب یہ استنباط کہاں سے ہو گیا؟ تب اس کا جواب یہی ہوگا کہ دیکھو صاحب! جب

قاری میاں اس پر پڑھنے لگے تو وہ کہنے لگا: بھئی میں تو مسلمان ہوں، تو اس جیسے برادر سے جو اس طرح کی باتیں کہتا ہے یہ کہا جائے گا کہ بھیا چلو قاعدے کی طرف رجوع کر لیتے ہیں، بطور جدل ہم نے یہ تسلیم کر لیا کہ آپ مسلمان ہیں، چلو علی سبیل التنازل والجدل ہم نے یہ مان لیا کہ وہ صاحب مسلم ہیں، تب یہ فرمائیے کہ کیا کسی مسلمان کے لئے اپنے کسی مسلمان بھائی کو اذیت دینا جائز ہے ؟

- ابوداود نے اپنی سنن میں تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

"لَايَحِلُّ تَرْوِيْعُ الْمُؤْمِنِ" "کسی مومن کو خوفزدہ کرنا حلال نہیں ہے"۔

ہاں کسی مومن کو ڈرانا حلال نہیں ہے، تب کسی مومن کو ڈرانے کا شمار کن چیزوں میں ہے؟ گناہوں میں، ہاں گناہوں میں، بعض اہل علم نے اس کا شمار کبائر میں کیا ہے، ہوسکتا ہے اسے خوفزدہ کرنے سے اس کی جان ہی چلی جائے، کیا یہ حقیقت نہیں ہے ؟

ٹھیک ہے جب بات ایسی ہے، یعنی اسے ڈرایا گیا ہے، تب کیا اس جنات نے جو اس انسان کے اندر داخل ہو گیا ہے اس سے بھی بڑی چیز کا ارتکاب نہیں کیا ہے، کس سے بڑی چیز کا؟ ڈرانے سے بڑی چیز کا!

ارے صاحب! یہ معاملہ تو حد سے تجاوز کر گیا ہے، یہ جن زدہ مسلم یا جسے یہ جن لاحق ہے کیا اس حال کو نہیں پہنچ گیا ہے کہ اس کی عقل ماؤف ہو جائے، کیا ایسا نہیں ہے؟ ممکن ہے اس کے تصرفات ایسے ہو جائیں اور وہ کچھ ایسے کام کرنے لگے جن کا تعلق ۔معاذ اللہ۔ منکرات سے ہو۔ اور اس کا سبب یہی ہے کہ وہ جن اس پر مسلط ہے۔

### انسان کو اذیت پہنچانے والا جن کم از کم فاسق ہوتا ہے :

- تب کم سے کم حال یہ ہے کہ جن اپنے اس فعل سے کیا ہو جائے؟ فاسق ہو جائے، کیا ایسا نہیں ہے؟

آپ لوگ اس ترتیب میں میرے ساتھ ہیں؟ اس کی کم از کم حالت کیا ہوگئی؟ وہ یہ ہوگئی کہ وہ جن فاسق بن گیا، ٹھیک ہے جب حقیقت حال یہی ہے تو کسی فاسق کی خبر کے متعلق ایک مسلمان سے کیا مطلوب ہے ؟

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقُۢ بِنَبَإٍ﴾ [الحجرات:٦]۔

"اے ایمان والو جب تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے..."۔

### تو پھر کیا ہونا چاہیے ؟

﴿..فَتَبَيَّنُوٓاْ..﴾ اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

مگر آپ تحقیق کیسے کریں گے؟ آپ مجھے بتائیں کہ کیسے تحقیق کریں گے؟ کیا آپ کے لئے ایسا ممکن ہے؟ نہیں

یہ ہرگز ہرگز ممکن نہیں، آپ اس بات کی تحقیق کر ہی نہیں سکتے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے ؟

- جب صورت حال ایسی ہے تو، حدیث ابوہریرہ دیکھئے۔صدقہ کی کھجوروں والی حدیث۔اس میں آنحضرت ﷺ نے حدیث کے آخر میں کیا فرمایا تھا؟

''صَدَقَکَ وَھُوَ کَذُوْبٌ'' ''اس نے تم سے سچ بات کہی ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے''۔

اور کذوب فعول کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے، لہٰذا اس میں اصل یہ ہوئی کہ ممکن ہے وہ کبھی سچ بول جائے، مگر آپ کو کب یہ پتہ چل سکے گا کہ اس نے سچ کہا ہے؟ آپ کو کیسے معلوم ہوگا؟ ہاں تو اس صورت حال کے ساتھ وہ کیا ہو گیا؟ فاسق ہو گیا، آپ کے لئے اس کے معاملے کی تحقیق ممکن نہیں ہے، اب اس طرح تو آپ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔

**راقی حضرات اپنی جہالت سے جنوں کی تصدیق کرتے ہیں اور ان سے معاشرے میں فساد ہوتا ہے :**

- جب یہ حقیقت واضح اور طے ہو چکی تو اب ہم پھر سے سابقہ مسئلے کی طرف واپس آتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ بہت سے راقی حضرات جو باتیں بتاتے ہیں ان کی بنیاد ان مکالموں پر ہوتی ہے جو ان کے اور جنوں کے درمیان جاری رہے ہوتے ہیں، کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟

ہاں پیارے بھائیو! حال یہی ہے، راقی صاحب سے جنات کی گفتگو ہوتی ہے اور وہ بتاتا ہے کہ اس نے ایسا کیا، اور ایسا کہا، اور..اور..اور..اور..اور..وغیرہ وغیرہ، اب یہ راقی صاحب شرعی حقائق سے ناواقفیت اور جہالت کے سبب اسی کو بنیاد بنا کر اس بات کے قائل ہو جاتے ہیں کہ ہاں صاحب اس انسان نے ایسا ہی کیا ہے، اور اسی سبب سے جنات اس کے اندر داخل ہوا، اور قطعیت کے ساتھ فیصلہ سنا دیتے ہیں۔

- مشکل یہ ہے کہ ان حضرت نے اپنے اس کلام کی بنیاد ایک فاسق کی خبر پر رکھی ہے، اب بتائیے کیا لوگوں کو گمان پر ماخوذ کرنا درست ہے؟ نہیں صاحب بالکل نادرست ہے۔
- ابھی بات ختم کہاں ہوئی، یہاں تو یہ طرفہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ ان میں سے کچھ جنات حضرات قسم کھاتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ :

یہ فلاں صاحب پر جادو ہوا ہے، اور مجھے تو فلاں صاحب نے بھیجا ہے، اب ان سے سوال ہوتا ہے کہ جناب آپ کو کس نے بھیجا ہے، اور وہ جادوگر کون ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں: اس کا بھائی، اس کا باپ، اس کا چچا، کیا ایسا نہیں ہوتا ہے؟ ہاں صاحب! انہیں میں سے کچھ الزامات کچھ رشتہ داروں کے سر تھوپ دئے جاتے ہیں اور دلوں میں شگاف پڑ جاتے ہیں، رشتوں کی ڈور ٹوٹ جاتی ہے، یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ بس غیبی امور میں اٹکل لگانے اور

خیالی گھوڑے دوڑانے کی وجہ سے۔

ہم کہتے ہیں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ایسا ہوسکتا ہے، مگر حتمی فیصلہ نہ کرو اس طرح کی باتیں مت کیجئے۔

### جنوں سے مکالمہ کا حق آپ کو کس نے دیا ہے؟ اس کی دلیل کیا ہے ؟

• دراصل یہ مکالمہ اور گفتگو ہی محل نظر ہے، آخر آپ کو کیا حق ہے کہ اس جنات کے ساتھ گفتگو کریں، اور اس کے ساتھ اپنا مکالمہ جاری رکھیں، ہاں بھائی! شرعی طور پر آپ کو یہ حق کیسے مل گیا کہ آپ اس جن کو اس انسان کے بدن میں روکے رکھیں اور وہ اسے اذیت دیتا رہے، گو یہ معاملہ منٹوں ہی کا کیوں نہ ہو؟ آخر کس نے آپ کے لئے اس بات کو جائز کیا ہے؟ کیا اس شخص کے جسم میں اس کے باقی رہنے سے اس مومن کو اذیت کا سامنا نہیں ہے؟

### ہاں بھائیو !

بولئے نا، کس نے آپ کے لئے یہ جائز کیا ہے کہ آپ اسے پکڑے ہوئے اس کے ساتھ گپ شپ کریں؟ اور وہ اس مدت تک، پندرہ منٹ، آدھا گھنٹہ اس کے جسم میں بیٹھا رہے، آخر اس کی دلیل کیا ہے؟ کوئی دلیل نہیں ہے۔

• تب حقیقت کھل گئی کہ یہ طریقہ غلط اور بے بنیاد ہے۔

اب یہ بتائیے کہ آیا جنات آج کی پیداوار ہیں یا ان کا وجود عہد مصطفی ﷺ اور ان کے پہلے سے ہے؟ یقینا جنات پہلے سے موجود رہے ہیں، کیا اس وقت اس بات چیت اور مکالمے کا طریقہ استعمال میں لایا جاتا تھا؟ ''اللہ کے دشمن نکل جا''، بس اتنا ہی کہا گیا، ''اللہ کے دشمن نکل جا'' اس کے آگے کچھ نہیں کہا گیا، لہٰذا اس قضیے میں گفتگو کئے چلے جانا کس بات کی دلیل ہے؟ اس طریقے کو اپنانے والے کی جہالت کی دلیل، -اللہ کی پناہ-۔

### کیا وہ آپ سے پوچھ کر اندر گیا تھا کہ آپ اسے باہر آنے کا طریقہ بتاتے ہیں ؟

• مزید برآں آپ کو یہ بھی نظر آئے گا کہ جب کچھ راقی حضرات پڑھتے پڑھتے جنات کی اسی طرح کی باتوں سے منسلک ہوجاتے ہیں، اور سلسلہ کلام اس موضوع پر یکے بعد دیگرے یوں بڑھتا چلا جاتا ہے کہ صاحب اس سے فرماتے ہیں: نکل جا، نکل جاؤں؟ نہیں نکلے گا، کہاں سے نکلوں؟ فرماتے ہیں: اس کی انگلی سے نکل جا، یا اس کے کان سے نکل، اور جو جی میں آئے کر، صاحب کا ارشاد ہے کہ اس سے یہ نہ کہو کہ اس کی آنکھ سے باہر آ، نہ یہ کہو کہ اس کی ناک سے باہر آ، اس لئے کہ اگر وہ آنکھ کے راستے باہر آئے گا تو اسے پھوڑتا ہوا جائے گا، کیا ایسا نہیں ہوتا؟ ہاں وہ اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں، اگر وہ یہاں سے نکلا تو پھر ایسا کرے گا اور ایسا کرے گا اور ایسا کرے گا، ہاں جناب آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ ایسا کرے گا ؟

- میرا سوال یہ ہے کہ جب جن اس کے اندر گیا تھا تو کیا ان سے پوچھ کر گیا تھا کہ کیسے اندر جاؤں؟ کیا اس بات کا احتمال نہیں ہے کہ وہ اس کی ناک سے، کان سے یا آنکھ سے اندر گیا ہو، صحیح ہے کہ نہیں؟ تب پھر جناب والا کے خیال کے مطابق وہ بات کیوں واقع نہیں ہوئی؟ کیا یہ نکتہ واضح ہے ؟
- جناب فرماتے ہیں کہ جب انھوں نے اس پر پڑھا تو اس کا پاؤں پھول گیا، تب کہہ دیا کہ نکل گیا، آخر کیسے آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ نکل گیا ؟

## تجربہ کار راقی صاحب بھول بھلیوں میں چکراتے پھرتے ہیں :

- **فرماتے ہیں :**

میں نے اس پر پڑھا مگر اس پر دورہ نہیں پڑا، یہ بھی ایک طرح کا خلل ہی ہے، کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب وہ کسی پر پڑھیں تو لازم ہے کہ اس پر دورہ پڑ جائے، نہیں جناب یہ کوئی ضروری امر نہیں ہے۔ کچھ صاحبان فرماتے ہیں : میں نے اس پر پڑھا پھر جب اس پر دورہ پڑا اور میں نے اس کا گلا گھونٹا تو اس (جن) نے اس کی زبان پر بات ہی نہیں کی، تب اس کے اندر نہیں ہے، کیا نہیں ہے؟ جن نہیں ہے، کیونکہ اس جن نے اس مریض کی زبان پر بات ہی نہیں کی، کیا ایسا نہیں ہے ؟

- اس کیفیت سے جناب اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ اس میں کیا نہیں ہے؟ کوئی جن نہیں، تب اس میں کیا ہے بھائی؟ مثلاً وہ نفسیاتی بیماری کا شکار ہے، یہ کوئی حتمی طور پر لازمی چیز نہیں ہے کہ ہر جن زدہ کے اندر کا جن بولتا ہی ہو، ہوسکتا ہے یہ جن صاحب گونگے ہوں، کیا انسانوں میں گونگے اور نہ بولنے والے نہیں ہوتے؟ آخر جنوں میں اس بات سے کیا مانع ہے؟ بات واضح ہے نا ؟
- یہ ایسے امور ہیں کہ جو ان کے پیچھے لگ جاتا ہے وہ بھول بھلیوں میں سرگرداں ہی رہتا ہے، کچھ لوگ (رقیہ) پڑھنے میں حد سے گزر جاتے ہیں، وہ یہاں رخساروں کے اوپر اس قدر زور سے دباتے ہیں کہ غیبوبت طاری ہو جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مریض اول فول بکنے لگتا ہے، تب جناب فرماتے ہیں کہ اس شخص کی زبان پر جو بول رہا ہے وہ کون ہے؟ وہ جن ہے، اور شروع ہو جاتے ہیں۔

## یہ دورہ آپ ہی کا وارد کردہ ہے جناب راقی صاحب !

## پیارے بھائیو !

وہ کون سا شخص ہوگا جس کے ان مقامات پر۔ان رگوں کے پاس-دبائیں اور اس کا دماغ نہ چکرانے لگے، کسی بھی انسان پر دورہ پڑ جائے گا، ایسا ہونا لازمی ہے کیونکہ اس صورت میں خون رک جاتا ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ آپ خون کو دماغ کی طرف چڑھنے سے روک دیتے ہیں، یہ چیز مشہور ہے، بہت سے لوگ اس طرح سے دبانے اور گھونٹنے وغیرہ کا طریقہ اپناتے ہیں، پھر ہوگا کیا؟ یہی ہوگا کہ اس پر دورہ پڑ جائے، اور یہ جناب جو یہ شغل فرماتے ہیں وہ ایک حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں، یا کچھ راقی حضرات اسے اپنی دلیل بناتے ہیں، جبکہ مجھے یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ان میں کچھ لوگ سرے سے حدیث کی معرفت اور اس سے استدلال کرنے کے طریقے ہی سے آگاہ نہیں ہوتے ہیں۔

- مگر بعض راقیوں کے لئے نکلنے کا ایک راستہ یہ ہے کہ انھوں نے حسب ذیل حدیث کو اپنی دلیل بنایا ہے :

"إِنَ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوْا عَلَيْهِ"

"یقیناً شیطان ابن آدم کے خون کی نالیوں میں دوڑتا ہے، اس لئے تم اس کی راہ تنگ کردو"۔ ①

## آخر آپ اسی جگہ کیوں دباتے ہیں ؟

## مگر صاحب !

آپ کے علم کا مصدر کیا ہے، آپ یہیں کیوں دباتے ہیں؟ اس کے پیٹ کے کسی حصے کو دبایئے نا، اس کے قدم میں کوئی جگہ دبانے کے لئے منتخب کر لیجیے، اس کے ہاتھوں کے کسی مقام کو دبا لیجیے، آخر آپ اسی جگہ کی تخصیص کیوں فرماتے ہیں؟ کسی بھی انسان کے ان دونوں مقامات ہی کو کیوں دبایا جاتا ہے؟ تاکہ اسے پچھاڑ دیا جائے، مگر اس غریب کو یہ نہیں پتہ کہ خون کو دماغ کی طرف چڑھنے سے روکنے کی وجہ سے کبھی کبھی کیا ہوجاتا ہے؟ میاں! جیسا

---

① اس کی راہ تنگ کردو حدیث کا حصہ نہیں محض بے اصل ہے، حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے، اس کا ماخذ غزالی کی احیاء وغیرہ ہیں۔ دیکھیے : الضعيفة للالبانی : ۱۰۱۴ ، اور یہ حدیث جن زدگی کی دلیل نہیں ہے شیطانی وسوسوں کی دلیل ہے، جن زدگی کے دلائل اور ہیں۔ دیکھیے : موسوعة العقيدة للالبانی : ۱۲۶۱۔

② حقیقت یہ ہے کہ جھاڑ پھونک اور باوا گیری کرنے والے کسی مداری سے کم نہیں ہوتے، وہ اپنے پیشے میں بڑے فنکار واقع ہوتے ہیں، ان کے پاس لوگوں پر حاوی ہونے اور انہیں اپنی انگلیوں پر نچانے کے مختلف گر اور نسخے ہوتے ہیں، جنھیں وہ حسب منشا، اور ضرورت اپنے شکار پر آزماتے رہتے ہیں، یہ حضرات نفسیات کے بھی بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ اور اپنی مختلف مہارتوں سے کام لیکر لوگوں کو خوب بے وقوف بناتے ہیں مگر کبھی کبھی ان کا کوئی داؤ الٹا بھی ہوجاتا ہے، یا پھر کوئی نووارد ہوتا ہے جو فاؤل کرتے کرتے سیکھ رہا ہوتا ہے۔

کہ بتایا جاتا ہے دماغ کے کچھ خلیوں کی موت واقع ہوجاتی ہے [2]، آخر اس کا ذمہ دار اور ضامن کون ہوگا؟

## یہ خونخوار وحشی لوگوں کی جان بھی لے لیتے ہیں :

- کئی لوگ جو اس مشغلے میں نمایاں ہوئے انھوں نے دوسروں پر پڑھا اور انہیں گھونٹا دبایا، ان پر مار لگائی، اور سوئیوں سے ان کے جسموں کو گودا، اور وجہ یہ بتائی کہ اگر اس شخص کے اندر کوئی جن ہوگا تو اس جگہ سیاہ خون نکلے گا، اور یوں ایک صاحب اس دنیا ہی سے رخصت ہوگئے، میں اس آدمی کو جانتا ہوں کہ وہ مرگیا تھا، اور جب اس کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو آپ کو معلوم ہے کہ اس کی موت کا سبب کیا نکلا تھا، اس کا سبب اس احمق وجاہل کی طرف سے ہونے والی تعذیب اور ایذا رسانی تھی جو رقیہ کرنے کی آڑ میں چل رہی تھی، اللہ اسے معاف فرمائے۔ بات سمجھ میں آئی ؟

- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب کسی انسان پر دورہ پڑتا ہے یا بے ہوشی طاری ہوتی ہے تو وہ اول فول بکنے لگتا ہے، اس کے منہ سے غیر مربوط جملے نکلنے لگتے ہیں، کیا ایسا نہیں ہوتا ہے ؟

- **میں آپ کو اس کی ایک مثال دیتا ہوں :**

دیکھئے جب کسی کو تیز بخار ہوتا ہے اور اس کا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے، یہ بات معروف ہے کہ درجہ حرارت بڑھ جانے پر کیا ہوتا ہے؟ بیہوشی طاری ہوجاتی ہے اور وہ مریض ہذیان گوئی کرنے لگتا ہے، جو باتیں اس کے منہ سے نکلتی ہیں وہ خود اس کی سمجھ میں نہیں آتی ہیں، اسے نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا بول رہا ہے، تب یہ (راقی) صاحب فرمانے لگتے ہیں کہ ضرور اس کے اندر کوئی ہے، کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جن زدہ ہے ؟

## دھوکہ دیتے ہیں یہ بازیگر کھلا :

- یہ سب نادرست وناروا طریقے ہیں، گھونٹنا دبانا، مارنا پیٹنا، اور مار بھی کیسی؟ اللہ کا دیا ہوا پورا زور اسی پر صرف کردیا جاتا ہے، جیسے بات کسی انتقام کی ہو، اسی بہانے کوئی حساب کتاب چکایا جارہا ہو، اور طرفہ یہ ہے کہ فرماتے ہیں : نہیں جی! مریض کہاں متاثر ہوتا ہے؟ متاثر تو وہ جن ہوتا ہے، چلو مان لیتے ہیں کہ بیشک ایسا ہوسکتا ہے، مگر یہ حتمی تو نہیں ہے، پتہ چلتا ہے کہ چوٹ وہی غریب کھا رہا ہے، آپ دیکھیں گے کہ صاحب کے اس آپریشن سے فراغت اور اس معرکہ آرائی کے اختتام پر مضروب بیچارہ نیلا لال اور کالا ہرا ہوگیا ہے، ہر طرف سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں، اور حضرت فرماتے ہیں کہ مار کس پر پڑی ہے؟ جنات پر پڑی ہے۔

- **عزیز بھائیو !**

یہ سارے امور از قبیل فضولیات ہیں، لوگوں کی عقلوں سے کھیلا جارہا ہے۔

## میرے محترم بھائیو !

**للہ بتائیے :** کیا ان مدعیان فن کے لئے جو اس طرح کے کاموں کے ماہر بن کے نمایاں ہوئے ہیں یہ کافی نہیں تھا کہ وہ ان طریقوں سے کنارہ کش ہو کر محض کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ثابت رقیہ شرعیہ پر اکتفا کرتے؟ ہاں بولیے نا! کافی تھا یا نہیں؟ صرف قرآن اور سنت صحیحہ پر اکتفا کریں، کیوں ترقی یافتہ بنیں اور زمانے کی ہمنوائی کریں اور نئے نئے طریقے آزمائیں ؟

## راقی کا بھیڑیا جنات خور ہوتا ہے :

- **اودیکھو صاحب !**

یہ ایک دوسرے حضرت ہیں جو بھیڑیا لئے چلے آتے ہیں، لوگوں کے بیچ بھیڑیا گھسا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: اس کے سامنے جس پر دورہ پڑنے لگے سمجھو اس کے اندر کیا ہے؟ جنات ہے، کیونکہ بھیڑیا جنات کو کھا جاتا ہے۔

- **ہاں میرے عزیز بھائیو !**

یہ سچ ہے کہ یہ بات بلا ریب وشک مضحکہ خیز ہے، مگر ایسا ہوتا ضرور ہے، یہ حضرات لوگوں کی عقلوں سے کھیلتے ہیں، یہ ممکن ہے برادر کہ ایسے میں جس پر دورہ پڑتا ہو وہ خوف کے مارے اس کا شکار ہو جاتا ہو، کیا ایسا نہیں ہوسکتا؟

- آپ کسی زید، عمرو، بکر کے پاس کوئی شیر، بھیڑیا یا چیتا لے آئیں یا انہیں جیسا کوئی درندہ لے آئیں، تب دیکھیں کہ کیسے ان پر دورہ پڑتا ہے، ہاں صاحب! دورہ ہی پڑے گا، لوگوں کے دلوں کی قوت وصلابت مختلف ہوتی ہے، کیا ایسا نہیں ہے؟

تو کیا یہ غریب جو بیہوش ہو گیا ہے اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ بیمار ہے؟

﴿خُذُوهُ فَغُلُّوهُ﴾ [الحاقۃ:۳۰]۔

''اسے پکڑ کر بیڑیوں میں جکڑ لو''۔

## پھر اس کے بعد کیا ہو ؟

اس کے بعد دوسرا ایکشن شروع ہو جاتا ہے، اور وہ ہے (دے دنادن دے دنادن) آپریشن ضرب ومضروب،

اور ایک دوسری دنیا کا منظر سامنے آتا ہے۔

## اس کام کے لئے فارغ ہونا خطا اور سلف کی روش کے خلاف ہے :

• **اور پیارے بھائیو !**

اس میدان میں نمایاں ہونے والوں کی جملہ خطاؤں میں ایک خطا یہ بھی ہے کہ یہ لوگ بالکل فارغ ہو رہتے ہیں، کس لئے صاحب؟ رقیہ کے لئے۔کوئی کام دھام نہیں، کوئی مشغلہ نہیں، کوئی ڈیوٹی نہیں، اب سب کچھ چھوڑ چھاڑ ان کے پاس ایک ہی مہم رہ گئی ہے، وہ کیا ہے؟ رقیہ بس صبح شام لوگوں کا رقیہ کرنا، کیا یہ مشغلہ طریقۂ سلف رہا ہے؟ اگر آپ تاریخ کا استقراء کریں تو مشہور یا معروف ائمہ اسلام اور علماء ملت میں سے ایک بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے اس کام کے لئے خود کو فارغ کر رکھا ہو اور یہی اس کا مشغلہ بن گیا ہو، ہرگز آپ کو ایسا کوئی نہیں ملے گا۔

## ہوشیار! جہال بھی رقیہ کا کام کر رہے ہیں :

• جن امور پر دھیان رکھنا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو لوگ اس میدان میں نمایاں ہوئے ہیں ان میں سے کچھ لوگ۔ میں کچھ ہی کہتا ہوں تمام لوگ نہیں کہتا۔علم شریعت کے معاملے میں نرے جاہل ہیں۔

**اور پیارے بھائیو !**

یہ مسئلہ یوں ہی سرسری سا نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق جانوں سے اور عزت وآبرو سے ہے، یہ دینی مسئلہ ہے، اور دین پانچوں ضروریات: ''جان، مال، آبرو، دین اور عقل'' کی حفاظت کے لئے آیا ہے، لہٰذا اس کا تعلق عظیم ترین امور سے ہے، آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے کچھ لوگوں کو تو علم سے ذرا بھی واسطہ نہیں ہوتا، بلکہ کچھ لوگوں کو تو یہی معلوم نہیں ہوتا کہ رقیہ شرعیہ کی شرائط کیا ہیں، تب یہ حضرات کس طرح کا رقیہ کریں گے ؟

نادرست ہوگا، غیر صحیح ہوگا!

یہ مسائل لوگوں کی عزت وناموس سے جڑے ہوئے ہیں، کن چیزوں سے مربوط ہیں؟ ان کا تعلق لوگوں کی عقلوں سے ہے، لوگوں کی جانوں سے ہے، اسے پڑھا لکھا اور سیکھنے سکھانے والا ہونا چاہیے، اخذ وحصول کے متعلق علماء کرام رحمہم اللہ نے جن امور کا تذکرہ کیا ہے ان میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ وہ طلب علم سے معروف ہو، تب پھر جو شخص اس باب میں مشیخت کی گدی پر بیٹھا ہے اور مسند نشین ہوتا ہے اور لوگ اس سے لیتے ہیں اور اس کی باتوں کو

مانتے ہیں اسے کیسا ہونا چاہیے ؟

## نامحرم عورتوں کے ساتھ خلوت کا کیا جواز ہے ؟

- **اس باب میں ایک بڑی خطا یہ بھی ہے :**

درحقیقت میری نظر میں یہ ایک خطا ہی ہے، راقی سے اس کا ارتکاب ہوسکتا ہے، مگر ولی سے اس کا وقوع ہو! میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ آخر اس کی عقل پر کیسے پردہ پڑ جاتا ہے؟ راقی یا قاری کس کے ساتھ خلوت میں جاتا ہے؟ ان عورتوں کے ساتھ جن کے ساتھ خلوت اس کے لئے حلال نہیں ہوتی، جو اس کی محرمات میں سے نہیں ہوتی ہیں، ان کے ساتھ وہ تنہائی میں ہوتا ہے، ہاں صاحب! کس نے آپ کے لئے اس خلوت کو مباح کردیا؟

یہ تو کسی ضرورت کا تقاضا نہیں ہے بھائی، واللہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے آپ کے لئے خلوت جائز ہوجائے، کسی ایسی عورت کے ساتھ جو آپ کے لئے حلال نہیں ہے، جھوٹ بالکل جھوٹ ہے، اس کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے، نا قریب یا بعید کہیں سے نہیں ہے، مجھے ڈر ہے کہ یہ شیطانی وسوسوں کی پیروی نہ ہو!

## ادھر دست درازی اور ادھر بے غیرتی کیوں ؟

- **بڑی غلطیوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو سابقہ خطاؤں ہی سے تعلق رکھتی ہے :**

وہ یہ ہے کہ راقی صاحب ایسی عورت کو چھوئیں جو ان کے لئے حلال نہیں ہے گو وہ حجاب ہی میں کیوں نہ ہو، اور حجت یہ پیش کریں کہ صاحب وہ کیا کررہے ہیں؟ اس کا رقیہ کررہے ہیں، ہاں جناب! ان میں سے کچھ حضرات یہی فرماتے ہیں کہ سر پر ہاتھ رکھنا لازم ہے، دوسرے صاحب فرماتے ہیں : منہ پر ہاتھ رکھنا ضروری ہے، اور چوتھے صاحب پیٹ پر ہاتھ رکھنے کو لازم بتاتے ہیں، اس طرح ہر ایک اپنے اپنے طور طریقوں کا مدعی ہے، اور دعوی یہ ہوتا کہ وہ اسی مقام پر نمایاں ہوتا ہے اور پکڑ میں آتا ہے، اور کچھ لوگوں نے اس سے بھی آگے کی باتیں کی ہیں اور دست درازی کی حدیں بڑھادی ہیں، عرض کرتا ہوں کہ یہ سارے حضرات اس بات کے مدعی ہیں کہ قراءت کے وقت ان مقامات پر جنوں کا وجود نمایاں ہوجاتا ہے۔

- **واللہ پیارے بھائیو !**

رب سماء کی قسم ہے کہ لوگوں کی عزت و ناموس سے کھلواڑ ہورہا ہے، اس مسلم کو کیا کہیں کہ اس رقیہ کی جگہ کے

علاوہ دیگر مقامات سڑک وغیرہ پر یا کسی اور جگہ پر تو غیرت کا مظاہرہ کرتا ہے اپنی خواتین کی حفاظت کرتا ہے، کس چیز سے؟ بھیڑیوں ( کی نگاہوں ) کے تیر سے، اور وہی اس جگہ خود اسے آسان شکار بنا کر چھوڑ دیتا ہے، اور بے دست و پا بنا اس نابکار مدعی کے کرتوتوں کو جنوں کے نام پر ( ٹھنڈے پیٹوں ) دیکھتا رہتا ہے!

- اے میاں راقی صاحب اگر آپ ضرور ہی اس پر کمر بستہ ہوں تو صرف پڑھ دیجیے ہاتھ نہ لگایئے، اس لئے کہ آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ آپ کسی ایسی عورت کو ہاتھ لگائیں اور مس کریں جو آپ کے لئے جائز اور حلال نہیں ہے۔ آخر اس کے جواز کی دلیل کیا ہے؟ آپ پڑھ رہے ہیں؟ عورت پر دورہ پڑ گیا؟ پھر جب اس پر دورہ پڑا ہے تو آپ اس کے ساتھ خلوت میں کیوں جا رہے ہیں؟ اس کا شوہر یا اس کا ولی اسے کیوں نہیں پکڑتا ہے؟ بولئے صحیح ہے نا؟ آپ کا کام کیا ہے؟ فقط قراءت، اور دوسرا آپ کے پاس کونسا کام ہے؟ جناب کوئی کام نہیں ہے، پھر ہم حد سے کیوں گزر جاتے ہیں؟

## یہ رقیہ کے تقاضے نہیں شہوتوں اور جہالتوں کے تقاضے ہیں :

- کچھ راقی حضرات چہرہ کھلا رکھنے کی شرط لگاتے ہیں، کچھ لوگ پنڈلیاں کھولنے کی شرط رکھتے ہیں، اور کچھ لوگ.... اور کچھ لوگ.... اور کچھ لوگ.... بھانت بھانت کے طریقے ہیں صاحب جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، بیچارے قسم کے مسلمانوں کی عقلوں پر ٹھٹھا کرتے ہیں اس دعوے کے ساتھ کہ اس رقیہ کا تقاضا یہی ہے، میں نے اس کا تجربہ کیا ہے اور میں نے پایا ہے، آپ سے فرماتے ہیں کہ اس میں تجربہ سب سے بڑا برہان ہوتا ہے، اس موقع پر ایسی ہی نادرست اور ظالمانہ عبارتیں بولی جاتی ہیں۔

ناجی نا یہ بالکل صحیح نہیں ہے، اگر کتاب وسنت کو ترک کرتا ہے تو جان لو کہ غلطی پر ہے، اور اگر یہ راقی اس طرح کی خطاؤں کی طرف حدیں پھلانگ جاتا ہے اور گہرائیوں میں ملوث ہو جاتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ شرکی دلدل میں پھنس چکا ہے، فقط کتاب وسنت کافی ہیں، اور اگر کسی نے ان کے سوا اور کسی چیز کا دعویٰ کیا تو جان لو کہ وہ مخالفانہ روش پر ہے۔

- **پیارے بھائیو !**

اس تفصیل کو جان لینے کے بعد اس امر کی حقیقت ہم پر کھل چکی، اور اس کی طرف انتساب رکھنے والے کچھ لوگوں کی حقیقت بھی واضح ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ وہ غیبی امور میں کیسی اٹکلیں لگاتے ہیں۔

## یہ جنات بھی بڑے ظریف اور شوخ ہوتے ہیں :

● یہ جنات کس طرح اس راقی کا مذاق اڑاتے ہیں اس کا ایک قصہ جو اس وقت میرے ذہن میں آ رہا ہے وہ یوں ہے کہ جن کہتا ہے کہ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہیں کہ جن نکل گیا ہے یا نہیں تو اس مریض کے نیچے پانی کا ایک پیالہ رکھ دیں اور پڑھنا شروع کریں، پھر جب وہ نکلے گا تو پانی بہہ جائے گا۔ ذرا دیکھیے تو سہی مریض کے اندر سے نکلنے پر کس چیز سے استدلال کرتے ہیں؟ پانی کے بہہ جانے سے۔ ٹھیک ہے صاحب! یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ جنات صاحب دست درازی یا قدم درازی کر کے ہی اسے گرا دیں!

ہاں کیا فرماتے ہیں؟ آخر اس میں کیا مانع ہے؟ میں پوچھتا ہوں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ یہ احتمال درست ہے نا؟ تب پھر واضح ہوا کہ یہ قول غیر صحیح ہے۔

● **ایک دوسرے صاحب فرماتے ہیں :**

اگر آپ جنات کو باہر لانا چاہتے ہیں تو کالے دانے کی دھونی دیجیے۔

● تیسرے صاحب کا ارشاد یوں ہوتا ہے کہ اگر آپ جنات کو نکالنا چاہتے ہیں تو میرے پاس بوتلیں رکھ دیجیے، شیشے کی بوتل لے آیئے۔ پڑھتے ہیں، پڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں: ''لو میاں میں نے اسے قید کر کے اس میں بند کر دیا ہے، اب بے فکر ہو جاؤ، لو اسے لے جاؤ''۔

## جناتوں کے قاتل راقی صاحب! آخر یہ کس جرم کی سزا ہے ؟

● ایک اور صاحب اپنا دعویٰ یوں پیش کرتے ہیں کہ جی میں تو پڑھتا ہوں پڑھتا ہوں اور اس مقام پر یا بازو کے اس مقام پر نظریں گاڑے رکھتا ہوں، نگاہیں جما جما کے دیکھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ نظر کردہ مقام پر خون جمع ہو جاتا ہے اور وہ سرخ ہو جاتا ہے۔

**فرماتے ہیں :**

اب میں وہاں کان لگا کر غور سے سنتا ہوں، کہتے ہیں : جب وہ جمع ہو گیا اور سرخ ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہے میں نے اس مقام پر جمع کر دیا، محصور کر دیا، اس کے بعد میں استرا لیتا ہوں، جانتے ہیں استرا کیا ہوتا ہے؟ کاٹنے والی چھری، پھر اس جگہ کو کاٹ کر جن کا کام تمام کر دیتا ہوں اور اسے قتل کر دیتا ہوں، میں نے عرض کیا : وہ مر جاتا ہے؟ فرمایا ہاں جی ہاں مر جاتا ہے؟ مر جاتا ہے؟ بالکل مر جاتا ہے۔

**میں نے ان سے کہا :**

جناب اس جن کا قتل کس نے آپ کے لئے جائز کر دیا؟ آخر آپ کو اس کا حق کیسے مل گیا؟ اس نے کون سے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جس کی وجہ سے قتل کا مستحق ٹھہرایا گیا؟ کیا اس نے کسی کی جان لی ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ احکام شرعیہ کا انطباق تو سبھی پر ہوتا ہے، کیونکہ نبی ﷺ تو سارے جہاں والوں کے لئے رسول بن کر آئے تھے، کیا ایسا نہیں ہے؟

- ہاں تو اب آپ یہ بتائیے کہ آخر اس نے کیا کیا ہے کہ قابل گردن زدنی ٹھہرا ہے؟ یہ بس جہالت کا مظہر ہے، کیا ایسا نہیں ہے؟ آپ مخالف کو یا خطا کار کو اس کی کرنی سے بڑی سزا دیتے ہیں، اسے قتل کر دیتے ہیں، جیل میں ڈال دیتے ہیں، قید کر دیتے ہیں، گویا کہ آپ کو کیا مل گیا ہے؟ وہ مقام مل گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو بھی عطا نہیں فرمایا تھا۔

- **حدیث صحیح میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: -واقعہ یہ تھا کہ ایک دن آپ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے-اسی کے بعد فرمایا تھا :**

''اعْتَرَضَ لِي شَيْطَانٌ فِي مُصَلايَ هَذَا ، فَأَخَذْتُهُ ، فَخَنَقْتُهُ حَتَّى إِنِّي لأَجِدُ بَرْدَ لِسَانِهِ عَلَى ظَهْرِ كَفِّي ، فَلَوْلا دَعْوَةُ أَخِي سُلَيْمَانَ ، لأَصْبَحَ مَرْبُوطًا تَنْظُرُونَ إِلَيْهِ ''

''ابھی شیطان میری نماز میں میرے سامنے آیا تھا، تب میں نے اسے پکڑ لیا یہاں تک کہ اس کے لعاب کی ٹھنڈک میری ہتھیلیوں کی پشت تک چلی آئی، اگر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی دعا نہ یاد آ گئی ہوتی تو-میں اسے کیا بنا دیتا؟-مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دیتا اور مدینے کے بچے اس سے کھیلتے''۔ [1]

نبی ﷺ خیر خلق ہیں مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا، اور آپ اسے قتل کرتے ہیں، مارتے ہیں، قید کرتے ہیں اور جیل میں ڈال دیتے ہیں۔

## یہ سارا کھڑاگ صرف اسی لئے ہے کہ لوگ صرف میرے پاس ہی آئیں : بات سمجھ میں آئی ؟

- ان لغویات اور دعووں پر نظر ڈالیے جن کی کوئی انتہا نہیں ہے، وہ کبھی ختم ہونے میں نہیں آتے ہیں، یہ سب لوگوں کی عقلوں کا مضحکہ اڑانا ہے، محض اس دعوے کے ساتھ کہ جنات کی دنیا ایک ایسی دنیا ہے جس کے متعلق بس

---

[1] صحیح ہے، دیکھئے صفة الصلاة۔

فلاں راقی صاحب ہی جانتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ ان کی سچ مچ کی دنیا ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے، جنوں کے وجود کو تسلیم کرنا لازم ہے، اور یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہ بیشک انسانوں کو لگ جاتے ہیں، مگر ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم اس میدان کو کھلا چھوڑ دیں اور صرف اس وجہ سے لوگوں سے جھوٹ بولتے رہیں، کس وجہ سے؟ اس وجہ سے کہ وہ دوسروں کے پاس نہ جائیں بس میرے ہی پاس آتے رہیں۔

## اصل یہی ہے کہ آدمی اپنا رقیہ خود کرے :

- عزیز بھائیو !

یہ موضوع بڑا ہی نازک ہے، جو اس باب میں صحیح منہج صحیح طریقہ اور نجات والا درست راستہ چھوڑ دیتا ہے اس کی خطائیں لاتعداد ہوتی ہیں، اور یہ چیز مریض اور راقی دونوں کے ساتھ مربوط ہے، جبکہ رقیہ میں اصل یہی ہے کہ آدمی اپنا رقیہ خود کرے، ہاں اصل یہی ہے۔

- مسلم کی حدیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا، اس وقت آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا کیا تھا؟ نہ انھوں نے ابوبکر کو بلایا نہ عمر کو اور ان سے رقیہ کی فرمائش کی، نہ خود ان کے پاس تشریف لے گئے، پھر ہوا کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف دو فرشتوں کو بھیجا تھا، خواب کا قصہ آپ حضرات کو معلوم ہے، آپ نے دو فرشتوں کو دیکھا، ایک آپ کے سر کے پاس اور دوسرا قدموں کے پاس تھا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا : ''انہیں ہوا کیا ہے؟'' دوسرے نے کہا : ''ان پر جادو کیا گیا ہے''۔ مطبوب کا لفظ استعمال کیا ہے، طب کا مطلب جادو ہوتا ہے اور طب اس علاج کو بھی کہتے ہیں۔ پوچھا : ''کس نے ان پر جادو کیا ہے'' کہا : ''لبید بن اعصم یہودی نے''، کہاں ہے؟ ''کنگھی اور بالوں میں جو فلاں کنوئیں میں ڈالے ہوئے ہیں'' یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے، اور اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے نکال لیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کنوئیں کے وصف میں جس میں یہ جادو تھا فرماتی ہیں : ''گویا وہ مہندی کا پانی ہو''۔ جادو موجود ہے، ہم اس کے منکر نہیں ہے، اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جادو کا تعلق محض دنیاوی امور سے تھا، اور جہاں تک احکام الٰہی کی تبلیغ اور عبادت کا پہلو ہے تو اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا، اور اس میں وہ ذرا بھی اثر انداز نہیں ہوا تھا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں : ''انہیں ایسا لگتا تھا کہ انھوں نے اپنی بیوی سے مباشرت فرمائی ہے حالانکہ ایسا ہوتا نہیں تھا''۔ ''یا انہیں یوں لگتا تھا کہ انھوں نے کچھ کیا ہے حالانکہ انھوں نے وہ کیا نہیں ہوتا تھا''۔

اس کا تعلق محض دنیوی امور سے تھا۔

خیر جب ہمیں یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ اصل کیا ہے؟ انسان کس کا رقیہ کرے؟ خود اپنا رقیہ کرے۔ یہ بات آپ پر مخفی نہیں کہ ایک مسلمان سے مطلوب ہے کہ وہ کس کا رقیہ کرے؟ خود اپنا رقیہ کرے، اور اللہ عزوجل کی پناہ مانگے۔ اور اس کی قریب ترین مثال یہ ہے کہ وہ سونے سے پہلے اپنی ہتھیلیوں کو ملائے اور معوذتین اور قل ھو اللہ احد تین بار پڑھے اور پھونک کر اپنے جسم کے جن حصوں پر مل سکتا ہو مل لے، کیا ایسا نہیں ہے؟ حدیث صحیح ہے نا؟ اس عمل کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ رقیہ نہیں ہے؟ انسان خود اپنا رقیہ کرے اور شیطان مردود سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگے، ہاں بھائی میں تو ایسے ہی کہتا ہوں کہ اصل یہی ہے، اس لئے لوگوں کو توسع نہیں اختیار کرنا چاہیے۔

### رقیہ مروجہ شرک کا وسیلہ بنتا جا رہا ہے :

- **میں کہتا ہوں لوگوں کی ایک خطا یہ بھی ہے :**

جس سے بہت سے ملکوں میں رقیہ کا دروازہ اس شکل میں کھل گیا ہے، بعض لوگ ان اشخاص کے متعلق کس چیز کا اعتقاد رکھتے ہیں؟ اس بات کا کہ۔ معاذ اللہ۔ وہ لوگ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں، یہ ایسا اعتقاد ہے جو اپنے ماننے والے کو کہاں لے جاتا ہے؟ شرک باللہ اور کفر باللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف، نافع وضار (نفع ونقصان پہنچانے والا) تو فقط اللہ عزوجل ہی ہے۔

### ابلیس راقیوں میں غرور پیدا کر دیتا ہے :

- **ان مسند نشین راقیوں کے خطرات میں سے ایک :**

وہ غرور بھی ہے جو اس فعل کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، پھر ہوتا یہ ہے کہ ابلیس اس راقی کے اندر کیا پھونک دیتا ہے؟ یہ کہ وہ صالح ہے، متقی ہے، قوی ایمان والا ہے، اسی کے اندر وہ تمام شرطیں پائی جاتی ہیں جن کے کسی بندے کے اندر پائے جانے پر وہ قدرت پیدا ہوجاتی ہے جس سے وہ اس طرح کے امراض کو نکال سکتا ہے۔ اے برادران گرامی ! کیا یہ غرور نہیں ہے؟

### یہ تو عین غرور ہے، ہاں میاں عین غرور ہے۔

- مجھے اس وقت ایک قصہ یاد آرہا ہے جسے انہیں میں سے ایک نے بیان کیا ہے اپنی ایک کتاب میں جس کے

متعلق مجھ سے پوچھا بھی گیا تھا، لکھتے ہیں : انھوں نے ایک آدمی پر رقیہ پڑھا اور انہیں اس کے اندر ایک جن ملا، اس جن کا نام شفیق تھا، انھوں نے پڑھا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

**میرا خیال ہے :**

**انھوں نے فرمایا :** اس جن زدہ کے اندر پوری فیملی موجود ہے، باپ، ماں، بہنیں اور بھائی سب کے سب ایک ہی جسم میں جمع ہو گئے ہیں، فرماتے ہیں : جب وہ مسلمان ہو گیا تو میں نے اس سے کہا : جاؤ اپنے بھائی کو اور اپنے باپ کو اور.... آخر تک کو لے آؤ، فرماتے ہیں : وہ جاتا اور آتا رہا، آوازیں بدلتی رہیں۔

**برادران گرامی !**

ہم کچھ لوگوں پر ہنستے ہیں، یہ عقلوں سے کیسا کھلواڑ ہے؟ جاتا ہے! کہاں جاتا ہے؟ آدمی کا جسم ایک میٹر بائی ایک میٹر ہے تب وہ جاتا کہاں ہے؟ فرماتے ہیں : مطلب یہ ہے کہ وہ اسے پکارتا ہے اور وہ آتا ہے، اسے کہاں سے پکارتا ہے؟ اجی حضرت یہ راقی کے ساتھ استخفاف ہو رہا ہے اور راقیوں کی عقلوں سے کھیلا جا رہا ہے، میاں عیب ہے یہ بات عیب۔ ہم اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ لوگ ہماری عقلوں سے کھیلنے لگیں، اور ہمارے اہل قلم اس طرح کی تحریریں لکھیں؟ ان قاریوں اور راقیوں کی عقلوں کا کوئی احترام نہیں رہا؟ اول، آخر، ثانی، ثالث، شفیق اور پوری فیملی! بات سمجھ میں آئی؟

- **اس فریب خوردہ راقی کے اندر ایک غرور یوں بھی رینگ آیا تھا کہ وہ کہتا ہے :**

مجھ سے کچھ احباب نے کہا کہ ہمارے محلے میں ایک جن زدہ نوجوان ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس پر پڑھیں، جناب فرماتے ہیں : وہ نوجوان برآمدے میں کھڑا تھا، اہل مصر کی زبان میں برآمدہ کیا ہوتا ہے؟ برآمدہ اس بالکنی کو کہتے جس سے سڑک کا منظر دکھائی دیتا ہے، وہ لوگ اسے برآمدہ کہتے ہیں، جناب نے ایسے ہی لکھا ہے، میں تو وہی نقل کر رہا ہوں جو انھوں نے لکھا ہے، فرماتے ہیں : وہ نوجوان برآمدے میں کھڑا تھا، فرماتے ہیں : جیسے ہی میں پہنچا وہ دورے کا شکار ہو کر گر پڑا، فوراً ہی گر پڑا اس کے پاس تک جانے سے پیشتر ہی وہ گر پڑا، محلے کے اگلے سرے پر انہیں دیکھا اور دورے کا شکار ہو کر گر پڑا، اب اللہ واسطے بتائیے کہ جناب کے من میں کیسا لڈو پھوٹے گا؟ کیا حضرت کے دل میں غرور نہیں سمائے گا؟ یعنی صاحب کے اندر ایسا ایمان اور قوت ایمانی کہ بس جنات انہیں دیکھتے ہی پچھاڑ کھانے لگتے ہیں، کیا یہ غرور نہیں ہے؟

- **انہیں میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں :**

ایک بار میں ایک محلے کی ایک سڑک سے چلا جا رہا تھا کہ میرے بغل سے ایک شخص کا گزر ہوا اور وہ چکرا کے گر پڑا، میں نے کہا: تب یقیناً یہ جن زدہ ہے۔

**ارے بھائی میاں !**

ہوسکتا ہے وہ مریض ہو، بات سمجھ میں آتی ہے نا؟ آخر یہ کیا ہے؟ بلا سوچے سمجھے اس طرح کے الفاظ بول دینا، بلا دلیل پھیکم پھاک کرنا اور یوں غرور سے اکڑتے اور اتراتے پھرنا، معاذ اللہ یہ سب کیا ہے؟

**آغاز تو اچھا ہوتا ہے مگر انجام برا ہو جاتا ہے :**

- **ہاں صاحب یہ بھی ایک غلطی ہے :**

بعض راقی حضرات اللہ انہیں معاف کرے ان غلطیوں کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یہ شیطان یا یہ جن انہیں رفتہ رفتہ گھیرتا ہے اور دھیرے دھیرے اپنی گرفت میں لیتا ہے، یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی کی ابتدا تو درست ہوتی ہے، اس کی شروعات آیت یا سنت سے ہوتی ہے، پھر شدہ شدہ وہ راہ سے ہٹنے لگتا ہے اور بالآخر صراط مستقیم سے نکل جاتا ہے۔

ایک بار نمک کا تجربہ کیا، دوسری بار کالے دانے کو آزمایا، تیسری بار سر کے کو پرکھا اور چوتھی بار اس کو اس کو، دیکھا کہ یہ سب سودمند نکل رہے ہیں، اور اب اس کے سامنے بہت سی راہیں کھلی ہوتی ہیں۔

**ایک باکمال راقی کا ہوائی رقیہ! ایک زبردست ایجاد :**

- ان میں سے ایک سے میں نے سنا اور اسے اس نے اپنی کتاب **"البدیل الاسلامی لفک السحر"** (جادو اتارنے کا اسلامی متبادل) میں درج کیا ہے۔ جناب لکھتے ہیں کہ وہ اپنے ایک ریکارڈ شدہ لیکچر میں فرماتے ہیں: ''مجھے ایک ایسی چیز ہاتھ آئی جو میرے سوا کسی اور کو نہیں ملی' یا اسی طرح کی عبارت ہے۔'' اور وہ دریافت یہ ہے: ہوا پر بسم اللہ پڑھنا'' یہ ہوا جس میں آپ سانس لیتے ہیں، جناب کے پاس رقیہ کے لئے ایک جگہ ہے، اس کے لئے دلیل کہاں سے لائے؟ صاحب کہتے ہیں کہ : ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں فرمایا : جب تم میں کا کوئی شخص اپنے گھر والوں کے پاس آئے تو انہیں سلام کرلے اور جب رات کا کھانا تناول کرنے لگے تو بسم اللہ پڑھ

لے'' تب شیطان کیا کہتا ہے؟''تمہارے لئے نہ شب بسری کی کوئی جگہ ہے نہ رات کے کھانے کا کوئی انتظام ہے'' ہاں بات ایسی ہی ہے نا؟ اور اگر سلام نہیں کرتا تو وہ اندر چلا آتا ہے اور رات کے کھانے میں شامل ہوجاتا ہے ...پوری حدیث پڑھ لیں''

ہاں تسمیہ کا مطلب ہے بسم اللہ پڑھ لے، جناب فرماتے ہیں : ''جب میں نے دیکھا کہ تسمیہ کا کمال یہ ہے کہ وہ شیطان کو بھگا دیتی ہے، اور شیطان کو گھر میں داخل ہونے دیتی ہے نہ کھانے اور پینے میں شریک ہونے دیتی ہے، تو پھر جب میں کلینک میں آتا ہوں'' [جناب ایسا ہی فرماتے ہیں، ڈاکٹر جیسی کلینک] ہاں تو فرماتے ہیں : ''میں اسے کھولتا ہوں اور کہتا ہوں :

"بِسْمِ رَبِّ هٰذَا الْهَوَاءِ"

''اس ہوا کے رب کے نام سے''۔

جناب ہوا پر بسم اللہ پڑھتے ہیں، فرماتے ہیں : ''تب ہوتا یہ ہے کہ جیسے ہی مریض یہاں آکر دروازہ کھولتا ہے بس اسی وقت بیہوش ہوجاتا ہے، کیونکہ ہوا بسم اللہ پڑھی ہوئی ہے'' ٹھیک ہے صاحب تب آپ اس کائنات کی ہوا پر ہی بسم اللہ کیوں نہیں پڑھ دیتے اور لوگوں کو راحت دیتے اور خود بھی آرام فرماتے، آخر اس میں رکاوٹ کیا ہے؟ کہیے کیسی رہی؟ کیا نبی ﷺ کی نگاہوں سے یہ عمل اوجھل رہا اور آپ نے اس کا سراغ پالیا؟ کیا نبی ﷺ اس ہوا پر بسم اللہ نہیں پڑھ سکتے تھے کہ مومن ہی اسے اپنے اندر لیتا؟

میاں یہ ظلم وزیادتی اور سرکشی ہے، حد سے تجاوز ہے۔

- **پہلے میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہی صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ :**

''مجھے رقیہ میں یہ صورت نفع بخش لگی کہ جب میں کسی مریض کا رقیہ کرتا ہوں اور اسے تلقین کرتا ہوں کہ وہ جب معوذات پڑھے تو اس سے کہتا ہوں کہ یوں پڑھے : **(أعوذ برب الفلق من شر ماخلق)** یعنی آیت مکمل کرے مگر لفظ ''قل'' کو حذف کردیا کرے اور کہے : **(اعوذ برب الناس)** ہاں لفظ ''قل'' کو حذف کردے، اور جناب جب خود اس کا رقیہ کرتے ہیں تو فرماتے ہیں :

**میں کہتا ہوں : (أعیذک برب الفلق، أعیذک برب الناس)**

اس طرح یہ صاحب قرآنی آیت میں تحریف کرتے ہیں، ممکن ہے ابتدا صحیح ہوئی ہو ایسے طریقے پر رقیہ کرتے رہے ہوں جس میں کوئی حرج نہ ہو مگر ان لغویات نے انہیں کہاں پہنچا دیا؟ جناب کفر بکنے لگے، کتاب اللہ کا ایک

حرف عمدا حذف کر دیتے ہیں، کیا یہ -معاذ اللہ- کفر نہیں ہے؟ قرآن کا ایک لفظ، اور میں کہتا ہوں کفر کیا، یہ نہیں کہتا کہ کافر ہو گئے، خیال رکھیں، کوئی صاحب یہ نہ کہنے لگیں کہ دیکھو دیکھو جی یہ تو اسے کافر ٹھہراتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ -معاذ اللہ- یہ کفر ہے۔

- **اسی طرح صاحب کتاب : (حوار صحفی مع جنی مسلم ایک صحافی کی ایک مسلمان جن سے گفتگو)** کا معاملہ بھی ہے، سین وجیم صحافی کی گفتگو۔ سوال و جواب، سوال جن نے کہا اور کہا اور میں نے کہا اور صحافی نے کہا...

**ارے میرے بھائی یہ لوگوں کی عقل سے کھلواڑ ہے، ہاں بھائیو !**

بدترین مصیبت وہ ہوتی ہے جس پر ہنسی آئے، مگر جب ہمیں مذکورہ تفصیلات کا علم ہوا تو ہمیں یہ بھی معلوم ہو کہ نجات کس چیز میں ہے؟

نبی ﷺ اور ان کے اصحاب کی درست پیروی میں نجات ہے، انہیں کی راہ پر چلنے میں کامیابی ہے، اور اگر ہم یہ دروازہ کھلا چھوڑ دیں تو یقینا ہمیں مختلف قسموں اور بھانت بھانت کی کن چیزوں کا سامنا کرنے پڑے گا؟ خرافات وفضولیات ولغویات کا، جو لوگوں کی عقلوں کو ہلکا کر کے ان کے اموال وآبرو اور عقلوں پر دست درازی کا راستہ دھڑلے سے کھول دیتی ہیں، لہٰذا جو لوگ اس طرح کے کاموں کے اسپیشلسٹ بنے ہوئے ہیں انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے، ان کا اپنے گھروں میں بیٹھ رہنا کافی ہونا چاہیے، یہ لازم نہیں کہ اس دروازے کو چوپٹ کھول دیا جائے۔

**اے میاں راقی صاحب! کیا تم جادوگروں سے کچھ کم ہو ؟**

- **ان میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں :**

**اے شیخ !**

پتہ ہے ہمارا یہ رقیہ پڑھنا کس قبیل سے ہے؟ آپ جانتے ہیں ان کی حجت کیا ہے؟ ہم تو صاحب اس لئے پڑھتے ہیں اور فیمس راقی بن جاتے ہیں تاکہ لوگ ان کی طرف نہ جائیں، کن کی طرف؟ جادوگروں اور کاہنوں کی طرف! اس میں کوئی شک نہیں کہ جادوگر بڑا مجرم وخطاکار اور خطرناک ہے مگر اللہ واسطے بتانا میاں تم بھی اپنے ان کاموں میں شعبدہ بازوں ہی جیسے ہو، کیا ایسا نہیں ہے؟ بیشک اگر قرأت صرف کتاب وسنت سے ہوتی، سنی جاتی من

ہی من میں نہ رہ جاتی، میں سنا کے پڑھتا ہوں، سنا کے رقیہ شرعیہ کرتا ہوں، حق ان کے سامنے ظاہر کرتا ہوں، پھر اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے؟ آپ کو آخر اللہ نے کس بات کا حکم دیا ہے؟ اس بات کا کہ آپ ضرور لوگوں کا گلا گھونٹیں اور دبائیں، لازم ہے کہ آپ کے ہاتھوں سے جن وانس نکلتے رہیں؟ کون سی شرط ہے! کوئی شرط نہیں ہے، پڑھنا چاہتے ہوتو پڑھو مگر اسی کے لئے فارغ نہ ہو جاؤ، اے میرے بھائی! اس فراغت اور تخصص میں بہت سی سنگینیاں اور خطرے ہیں، آپ کے اطمینان کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ طریقۂ سلف نہیں تھا، یہ سابقہ بزرگوں کی روش نہیں تھی، جبکہ جادو اور جادوگر عہد قدیم اور زمانۂ قدیم سے چلے آتے ہیں۔

- اللہ سب کو برکت دے مقصد بس اس موضوع سے متعلق کچھ امور کی طرف توجہ دلانا ہی تھا، کیونکہ موضوع سے متعلق بہت سوالات تھے اور بڑا اصرار تھا، یہ تو محض اشارے تھے، میں نے آپ سے پہلے ہی کہا ہے کہ موضوع مختلف گوشوں کا حامل ہے اور ایک ایک پہلو کو الگ الگ کر کے تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہے، مگر ہو سکتا ہے کہ صاحب دل اور حاضر رہ کر سننے والوں کے لئے یہی باتیں نصیحت کا سامان ہو جائیں۔

عظمتوں والے اللہ سے جو عرش کریم کا رب ہے دعا گو ہوں کہ مجھے اور آپ سب کو ہر خیر کی توفیق بخشے، اور ہمیں ان باتوں کا نفع عطا کرے جو ہم کہتے یا سنتے ہیں۔

**وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين**

(ابوعبیدہ منجد بن فضل حداد نے بروز جمعرات بتاریخ ۱ رصفر ۱۴۳۱ھ کو اس کی تفریغ کی ہے)

# ذکر الٰہی کی اہمیت اور فوائد

چونکہ ذکر اور دعا کا ہماری اس کتاب کے موضوع سے خصوصی تعلق ہے اس لئے یہاں ہم نے ان دونوں کے متعلق اختصار کے ساتھ کچھ اہم باتیں پیش کی ہیں جن کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید اور ایمان میں تازگی کا باعث ہوگا۔

**ملاحظہ فرمایئے :**

## ذکر کا لغوی معنی :

لغوی اعتبار سے ذکر کا معنی یاد کرنا ہوتا ہے، زبان پر کسی چیز کو جاری رکھنے کو بھی ذکر کہتے ہیں، اور ذکر کا معنی شہرت بھی ہوتا ہے، نیز ذکر ثنا کے معنی میں بھی آتا ہے، اور نماز، دعا اور قرآن کریم کو بھی ذکر کہا جاتا ہے۔

## ذکر کا اصطلاحی معنی :

غفلت اور نسیان سے محفوظ رہنے کا نام ذکر ہے، راغب فرماتے ہیں : ذکر بول کر کبھی نفس کی وہ ہیئت مراد ہوتی ہے جس سے انسان کے لئے حاصل شدہ معرفت کا محفوظ رکھنا ممکن ہوتا ہے، اور کبھی کسی چیز کے دل میں حاضر ہونے کا نام ذکر ہوتا ہے اور کبھی زبان سے اس کے بولنے کو ذکر کہتے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ذکر دو طرح کا ہوتا ہے : ذکر بالقلب اور ذکر باللسان۔

دل سے ذکر اور زبان سے ذکر۔

- اللہ کا ذکر ایک عظیم نعمت اور گرانقدر عطیہ ہے، اس کے ذریعہ نعمتوں کا حصول اور بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت ہوتی ہے، ذکر دلوں کی غذا، آنکھوں کا نور، جانوں کا سرور ہے، زندگی کی روح اور روحوں کی زندگی ہے۔ بندوں کو اس کی بڑی احتیاج ہے اور وہ سب اس کے نہایت ضرورتمند ہیں، کوئی بھی مسلم اس سے کسی بھی حال میں مستغنیٰ اور بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے۔

اور جب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی یہ قدر و منزلت، ایسی عظیم شان اور ایسا عالی مقام ہے تو ہر مسلم کو چاہیے کہ وہ اس کے فضائل و اقسام اور فوائد کی معرفت حاصل کرنے کی سعی کرے اور اس کے ثمرات و برکات سے مستفید ہو۔ اور اسی مقصد کے پیش نظر ہم چاہتے ہیں کہ حکیم امت علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ''**الوابل الصیب**'' سے ذکر کے متعلق کچھ باتیں اختصار کے ساتھ یہاں نقل کر دیں جو بڑی گرانقدر اور پرنور ہیں :

## ذکر کی فضیلت :

● حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''**أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ "، قَالُوا: بَلَى، قَالَ: " ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى "**''

''کیا میں تمھیں تمہارے شاہ (اور مالک) کے نزدیک تمہارے اعمال میں سب سے اچھے اور پاکیزہ اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والے اور تمہارے سونے چاندی خرچ کرنے سے بھی اچھے اور دشمنوں سے مقابلہ کر کے ان کی گردن مارنے اور ان سے اپنی گردن کٹانے سے بھی اچھے عمل کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! ضرور بتائیے، آپ نے فرمایا : اللہ عزوجل کا ذکر۔[1]

● حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا :

''**مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ**''۔

''اپنے رب کا ذکر کرنے والے اور اپنے رب کا ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے''۔[2]

یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہوتا ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ۔

● صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''**يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى : أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً**''۔

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے : میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو

---

[1] ترمذی : ۳۳۷۷، سنن ابن ماجہ : ۳۷۹۰۔ [2] بخاری۔

میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر جماعت میں کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہوجاتا ہوں، اور اگر وہ ایک ہاتھ مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں دو دو ہاتھ اس کے قریب آجاتا ہوں، اور وہ جب چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں''۔[1]

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾ [الاحزاب:۴۱]۔

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو''۔

اور فرماتا ہے: ﴿وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ﴾ [الاحزاب:۳۵]۔

''بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں''۔

ان آیات میں کثرت اور شدت کے ساتھ ذکر کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ثمرات بیان کئے گئے ہیں اور اس بات کا اشارہ دیا گیا ہے کہ بندہ اس کا شدید محتاج ہے اور اسے ایک لمحے کے لئے بھی ذکر الٰہی سے استغنا حاصل نہیں ہے۔

- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لِكُلِّ شَيْءٍ جِلاءٌ ، وَإِنَّ جِلاءَ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ''

''ہر چیز کو چمکانے کا ایک عمل ہوتا ہے اور دلوں کو چمکانے کا عمل اللہ عزوجل کا ذکر ہے''۔

اور اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ دلوں پر بھی ایسے ہی میل بیٹھ جاتی ہے جیسے تانبے پیتل اور سونے چاندی وغیرہ پر بیٹھ جاتی ہے، اور انہیں چمکانے اور صاف کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح دلوں کو بھی اس کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ ان کا زنگ دور ہوجائے، اور انہیں صیقل کرنے کا کام ذکر الٰہی سے لیا جاتا ہے کیونکہ ذکر سے وہ آئینے کی طرح صاف وشفاف اور چمکدار ہوجاتے ہیں، اور جب ذکر ترک کر دیا جاتا ہے تو پھر ان پر زنگ آجاتا ہے، اور جب پھر ذکر کرتے ہیں وہ دوبارہ چمک اٹھتے ہیں اور یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

### اور دلوں پر سیاہی اور زنگ دو باتوں کی وجہ سے لگتے ہیں:

غفلت اور گناہ کی وجہ سے۔ اور ان کو صیقل بھی دو ہی چیزوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے: استغفار اور ذکر۔

---

[1] بخاری: ۷۴۰۵، مسلم: ۶۸۳۲۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ [الکھف:۲۸]۔

''دیکھ اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے''۔

● اگر کسی آدمی کو کسی کا ساتھ پکڑنا ہو اور اس کی پیروی کرنی ہو تو وہ یہ دیکھ لے کہ شخص مطلوب اہل ذکر سے ہے یا اس کا شمار غافلوں میں ہے، اس پر ہوائے نفس کی حکمرانی ہے یا وہ وحی الٰہی کا متبع ہے؟ اگر ہوائے نفس کا اسیر ہو، اہل غفلت میں سے ہو، اپنے معاملات میں افراط وتفریط کا شکار ہو تو پھر اس کی اقتدا اور پیروی سے باز آجائے ورنہ ہلاکت سے دوچار ہوئے بغیر نہ رہے گا، وہ ضرور اسے تباہی کی راہ پر ڈال دے گا۔

## ذکر کے اقسام :

## ذکر کی دو قسمیں ہیں :

**اول :** رب تبارک وتعالیٰ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اس کا ذکر کرنا اور اس کی ثنا خوانی کے لئے انہیں کا سہارا لینا اور نامناسب باتوں سے اس کی تنزیہ وتقدیس کرنا۔ اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں :

۱۔ ان کے ذریعہ ذاکر بس اپنے طور پر اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اسی طرح کے الفاظ بولتا ہے کہ اللہ پاک ہے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اور ایسے ہیں الفاظ میں اللہ کی حمد وثنا کرتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی خبر نہیں ہوتی کہ وہ ایسا ایسا کرتا ہے۔ اور اسی قسم کا تذکرہ احادیث میں کیا گیا ہے۔ مثلاً :

**سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ** وغیرہ۔

اور اس قسم میں سب سے افضل ذکر وہ ہوتا ہے جس میں ثنا جامعیت اور تعمیم کے ساتھ کی گئی ہو، مثلاً :

**سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ .**

''میں تعریفوں کے ساتھ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی مخلوقات کے شمار کے برابر اور اس کی رضامندی اور خوشی کے برابر اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر''۔

اور

**الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَعَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَعَدَدَ مَا بَيْنَهُمَا...**

جیسے اذکار جو مجرد سبحان اللہ اور الحمد للہ سے افضل ہیں۔

۲۔ اس میں ذکر کرنے والا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے متعلق احکام کی خبر دیتا ہے، مثلاً یہ کہتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کی آوازیں سنتا ہے، اوران کی حرکتوں کو دیکھتا ہے، ان کے اعمال میں سے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں ہوتی ہے، وہ ان کے آباء اوران کی ماؤں سے زیادہ ان پر مہربان ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، وہ اپنے بندوں کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا جیسے کسی کی سواری گم ہونے کے بعد مل جانے پر اسے خوشی ہوتی ہے۔

- اس قسم میں ان الفاظ میں اس کی ثنا خوانی افضل ہے جن سے خود اس نے اپنی تعریف کی ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی ثنا خوانی میں استعمال کیا ہے، اوران میں کوئی تشبیہ وتمثیل ہو، نہ تحریف وتعطیل۔

**اس قسم کی بھی تین قسمیں ہیں :**

۱۔ حمد ۲۔ ثناء ۳۔ مجد۔

- محبت ورضا کے ساتھ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے صفات کمال کا ذکر کیا جائے تو وہ حمد کہلاتی ہے۔
- اور اگر یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ کے محامد اور خوبیوں کو دہرایا جائے تو اسے ثناء کہتے ہیں۔
- اور اگر اللہ تعالیٰ کے صفات جلال وعظمت اوراس کی کبریائی وبادشاہت کا بیان کیا جائے تو اس کا نام مجد ہوتا ہے۔

**اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسموں کو سورۂ فاتحہ کے آغاز میں جمع کر دیا ہے۔ جب بندہ کہتا ہے :**

﴿ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :(حمدني عبدي) میرے بندے نے میری حمد کی۔

اور جب وہ کہتا ہے : ﴿ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ﴾ تو وہ فرماتا ہے: (أثنیٰ علي عبدي) میرے بندے نے میری ثنا کی۔

اور جب وہ کہتا ہے : ﴿ مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : (مجدني عبدي) میرے بندے نے میری بزرگی اور بڑائی بیان کی۔[1]

**ذکر کی دوسری قسم :** اس کے امر ونھی اوراس کے احکام کا ذکر ہے :

**اوراس کی بھی دو قسمیں ہیں :**

---

[1] مسلم۔

۱- اس کے متعلق یہ خبر دے کر اس کا ذکر کرنا کہ اس نے فلاں کام کا حکم دیا ہے، اور فلاں فلاں کام سے روکا ہے۔

۲- جب اس کا کوئی حکم سامنے آئے تو اسے یاد کر کے فوراً اس کی تعمیل کی جائے۔ اسی طرح اگر وہ کسی چیز سے روکتا ہو تو بلا تامل اس سے باز آجائیں اور دور ہو جائیں۔ اگر کسی ذاکر (ذکر کرنے والے) کے یہاں ذکر کی یہ ساری اقسام جمع ہو جائیں تو اس کا ذکر افضل الذکر ہے، اور اس کا فائدہ سب سے بڑا اور عظیم ہے۔

- اور یہی (دوسرا والا ذکر یعنی امر و نھی کی پابندی والا) فقہ اکبر ہے۔
- اور جو اس سے کم درجے کا ہے (یعنی پہلے والا جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اس نے فلاں کام کا حکم دیا ہے اور فلاں کام سے روکا ہے وغیرہ) وہ افضل الذکر کے زمرے میں ہے بشرطیکہ اس میں نیت صحیح ہو۔
- اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں، اس کے احسانات وانعامات اور فضل وکرم کا بیان کرنا اور بندوں پر اس کے احسانات کے پہلوؤں کی نشاندہی کرنا بھی ذکر میں داخل ہے، اور اس کا شمار بھی ذکر کی اہم ترین قسموں میں ہوتا ہے۔
- اس طرح ذکر کی پانچ قسمیں ہو گئیں۔
- اور ذکر کبھی زبان وقلب دونوں سے بیک وقت ہوتا ہے، اور یہی ذکر سب سے افضل ہوتا ہے۔
- اور کبھی صرف دل سے ہوتا ہے، اور یہ ذکر کا دوسرا درجہ ہے۔
- اور کبھی محض زبان سے ہوتا ہے، اور یہ اس کا تیسرا درجہ ہے۔
- تب یہ حقیقت ذہنوں میں روشن رہے کہ افضل الذکر وہی ہوتا ہے جس میں زبان اور دل ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں۔ اور تنہا قلب کا ذکر صرف زبانی ذکر سے افضل ہوتا ہے، اس لئے کہ قلبی ذکر کے ثمرات حسب ذیل ہیں:
- اس سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔
- اس کی محبت جوش میں آجاتی ہے۔
- حیا بیدار ہو جاتی ہے اور اسے فروغ ملتا ہے۔
- اس سے جذبہ خوف ابھر آتا ہے۔
- انجام کی فکر پیدا ہو جاتی ہے اور نگرانی کے خیال سے آدمی چوکنا رہنے لگتا ہے۔
- آدمی نیکیوں میں کوتاہی سے گریز کرنے لگتا ہے۔
- انسان معصیتوں اور گناہوں کو ہلکا لینا چھوڑ دیتا ہے اور ان کی سنگینیوں کو مدنظر رکھنے لگتا ہے۔

اور محض زبانی ذکر سے یہ آثار حاصل نہیں ہوتے، اور اگر کچھ ثمرہ ملا بھی تو وہ کمزور کمزور سا ہوتا ہے۔

## • ذکر دعا سے افضل ہے :

ذکر دعا سے افضل ہوتا ہے کیونکہ ذکر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوبیوں، اس کے سوالات، خوبصورت اوصاف، اس کے پیارے پیارے ناموں اور اس کے احسانات پر اس کی مدح سرائی اور ثنا خوانی کی جائے۔ جبکہ دعا میں بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت برآری کا سوال کرتا ہے۔ تو اس میں اور اس میں کیا مقابلہ ہوسکتا ہے؟! اسی لئے حدیث میں آیا ہے :

''مَنْ شَغَلَهُ ذِكْرِي عَنْ مَسْأَلَتِي ، أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِي السَّائِلِينَ''

''جو میرے ذکر میں مشغول ہو کر مجھ سے مانگنے سے رہ جائے تو میں اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں گا''۔ ①

اس لئے دعا میں مستحب یہ ہے کہ داعی اپنی دعا کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے کرے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی رہنمائی فرمائی ہے کہ اگر دعا سے پیشتر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کا ذکر کیا جائے تو دعا قبول ہوتی ہے۔ اور یہ ذکر وثنا کی ایک مزید فضیلت ہے کہ اس کی وجہ سے دعا کی قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے۔

اسی لئے مجرد دعا کے مقابلے میں وہ دعا افضل ہوتی ہے جس کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی شامل ہوجاتی ہے۔ اور اگر اس دعا میں حمد وثنا کے ساتھ اپنے فقر ومسکنت اور محتاجی کا اظہار واعتراف بھی شامل ہو تو کیا کہنا! یہ تو سونے پر سہاگہ ہوجاتا ہے، اس سے دعا کی رسائی اور قبولیت کی امید خوب بڑھ جاتی ہے اور اس کی افضلیت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

## • قرآن کی تلاوت ذکر سے افضل ہوتی ہے :

قرآن کی تلاوت ذکر سے افضل ہے، اور ذکر دعا سے افضل ہے، اور یہ اس صورت میں جبکہ ان میں سے ہر ایک کو (دیگر اعتبارات سے الگ کر کے) مجرد طور پر دیکھا جائے۔

• اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ مفضول کو ایسے حالات درپیش ہوتے ہیں جو اسے فاضل سے اولیٰ اور بہتر بنا دیتے ہیں، بلکہ اسی کو متعین کر دیتے ہیں، اسے چھوڑ کر فاضل کی طرف جانا اس وقت جائز ہی نہیں ہوتا ہے، اس کی مثال میں رکوع وسجود کی تسبیحات کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس مقام پر تلاوت قرآن سے افضل ہوتی ہیں، بلکہ ان

① اس حدیث کو البانی نے ''الضعیفة میں ضعیف ٹھہرایا ہے۔ دیکھئے : حدیث نمبر : ۴۹۸۹۔

دونوں جگہوں پر قرآن کی تلاوت حرمت یا کراہت کے ساتھ ممنوع ہے اسی طرح تسمیع وتحمید (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدَ) اپنے مقام پر تلاوت قرآن سے افضل ہیں۔اسی طرح نماز کے بعد کے اذکار کا پڑھنا اور موذن کا جواب دینا تلاوت قرآن سے افضل ہے۔

- اسی طرح مخصوص مقامات کے مقید اذکار تلاوت قرآن سے افضل ہوتے ہیں، اور مطلق تلاوت مطلق اذکار سے افضل ہوتی ہے، البتہ اگر بندے کو ایسے حالات پیش آجائیں جو اس کے لئے ذکر یا دعا کو تلاوت قرآن سے زیادہ نفع بخش بنادیں تو پھر الگ بات ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کوئی شخص اپنے گناہوں کے متعلق سوچ رہا ہو پھر اس کے اندر احساس ندامت بیدار ہوجائے اور وہ توبہ واستغفار کرنے لگے۔

یا ایسے حالات سامنے آجائیں کہ اسے شیاطین انس وجن کی اذیت رسانیوں کا خوف لاحق ہوجائے اور وہ ایسے اذکار اور دعاؤں کا ورد کرنے لگے جو ایسے حالات میں اس کی حفاظت اور حصار بندی کے کام آتی ہوں۔

اس کی ایک صورت یوں بھی ہوسکتی ہے کہ بندے کو کسی چیز کی سخت احتیاج ہے، اسے اس کی بڑی ضرورت لاحق ہے، اب اگر وہ اپنی ضرورت کے لئے دعا مانگنے کے بجائے تلاوت قرآن اور ذکر میں مشغول ہوجاتا ہے تو اس کا دل ان کاموں میں بالکل نہیں لگتا ہے، لیکن اگر وہ اپنی ضرورت اور حاجت کے متعلق اللہ سے دعا کرتا ہے تو اسے خوب دلجمعی حاصل ہوتی ہے اور وہ پورے خشوع وخضوع اور تضرع وزاری کے ساتھ دعا میں مشغول ہوتا ہے۔

یقیناً ایسے حالات میں اس بات کا امکان قوی ہے کہ دعا کا مشغلہ اس کے لئے زیادہ مفید اور نفع بخش ثابت ہو، گو تلاوت اور ذکر میں سے ہر ایک زیادہ افضل اور زیادہ اجر کا باعث ہوتا ہو۔

- یہ ایک نفع بخش اور مفید باب ہے جس میں فقہ نفس کی حاجت ہوتی ہے، جس سے انسان کے اندر یہ تمیز پیدا ہوتی ہے کہ کس چیز میں بذاتہ فضیلت ہے اور کس چیز کی فضیلت عارضی ہے اور ہر حقدار کو اس کا حق دینے اور ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے کی صلاحیت وجود میں آتی ہے۔

## نماز ان سب سے افضل ہوتی ہے :

- چونکہ نماز تلاوت، ذکر اور دعا ان سب پر مشتمل ہوتی ہے، اور تمام وجوہ سے کامل طور پر عبودیت کے اجزاء کی جامع ہوتی ہے اس لئے تلاوت، ذکر اور دعا الگ الگ ہر ایک سے افضل ہوتی ہے کیونکہ اس میں عبودیت کے سارے ارکان یکجا طور پر پائے جاتے ہیں۔

● اس بات کو دوبارہ ذہن نشین کرلیں کہ یہ بڑی مفید اصل ہے، اس سے مراتب اعمال اور ان میں سے ہر ایک کو اس کا صحیح مقام عطا کرنے کی معرفت کا دروازہ کھل جاتا ہے، جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان فاضل کو چھوڑ کر مفضول کے ساتھ مشغول ہونے سے محفوظ ہوجاتا ہے، ورنہ ان دونوں کے درمیان کی فضیلت ابلیس اچک لے جاتا ہے۔ نیز اس کے اندر یہ بصیرت بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ اگر وقت مفضول کا وقت ہوتا ہے تو محض فاضل پر نظر رکھتے ہوئے اس میں مشغول نہیں ہوتا ہے کہ کلی طور پر اپنے مفاد اور مصلحت ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور یہی خیال کئے رہ جائے کہ فاضل کے ساتھ اشتغال زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔

اس بصیرت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کے پاس مراتب اعمال، ان کے باہمی تفاوت اور ان کے مقاصد کا علم ہو اور اسے اس بات کی فہم بھی ہو کہ ان میں سے ہر عمل کو اس کا حق کیسے دیا جائے اور اسے اس کے صحیح مقام پر کیسے رکھا جائے؟ اور کب اسے چھوڑ کر اس سے اہم پر توجہ دی جائے، یا اس سے اولیٰ و افضل کو کس موقع پر چھوڑ دیا جائے، اس لئے کہ اس کا تدارک کرنا اور پھر سے اسے انجام دے لینا ممکن ہوگا، لیکن یہ مفضول اگر اس وقت چھوٹ گیا تو پھر اس کا تدارک ممکن نہیں ہوگا، لہٰذا ایسے وقت میں اسی کے ساتھ اشتغال اولیٰ ہوگا۔

اس کی مثال یوں سمجھیے کہ کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کررہا ہے اور دوسرے شخص نے اسے سلام کرلیا یا کسی کو چھینک آگئی اور اس نے الحمدللہ کہا تو ایسے موقع پر تلاوت چھوڑ کر سلام کا جواب دینا اور یرحمک اللہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا گو قرآن کی تلاوت اس سے افضل کام ہو کیونکہ اس مفضول کام کو انجام دے کر پھر سے فاضل کی طرف واپسی بآسانی ہوسکتی ہے۔ اور معاملہ اس صورت میں مختلف ہوجائے گا اگر وہ تلاوت قرآن جاری رکھے کیونکہ سلام کا جواب دینے اور چھینکنے والے کا جواب دینے کی مصلحت فوت ہوجائے گی۔ اور یہی معاملہ سارے اعمال کے ہجوم کا بھی ہے (کہ اس گھڑی ان میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ترجیحات متعین کرلی جائیں) توفیق دینے والا تو اللہ ہی ہے۔

## علامہ ابن قیم فرماتے ہیں :

میں نے ایک دن شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے عرض کیا کہ ایک اہل علم سے سوال کیا گیا کہ صاحب! بندے کے لئے کونسی چیز زیادہ نفع بخش ہے، تسبیح یا استغفار؟ انھوں نے فرمایا: اگر کپڑا صاف ستھرا ہو تو (خوشبو کی) دھونی اور عرق گلاب زیادہ مفید ہوگا، اور اگر وہ گندا ہو تو صابن اور گرم پانی اس کے لئے زیادہ سود مند رہے گا۔ تو آنجناب رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا: بتاؤ اگر کپڑے مسلسل گندے ہی رہیں تو کیا کیا جائے؟!۔

## ذکر کے فوائد :

۱۔ ذکر شیطان کو بھگا دیتا ہے، اسے مغلوب کر دیتا ہے۔

۲۔ اس سے رحمن عزوجل کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ دلوں سے رنج وغم کا ازالہ کرتا ہے۔

۴۔ اس سے فرح وسرور اور انبساط حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ اس سے قلب وبدن کو طاقت ملتی ہے۔

۶۔ اس سے دل کے ساتھ چہرے پر بھی نور آتا ہے۔

۷۔ اس سے روزی ملتی ہے۔

۸۔ اس سے ذاکر کے اندر وقار، حلاوت اور بشاشت پیدا ہوتی ہے۔

۹۔ اس سے محبت وجود میں آتی ہے جو اسلام کی زندگی، دینی چکی کا قطب اور مدار سعادت ونجات ہے۔

۱۰۔ اس سے حالت مراقبہ (احساس نگہہ داری) کا ظہور ہوتا ہے جس کے ذریعہ باب احسان میں داخلہ ملتا ہے، اور اللہ کی عبادت یوں ہونے لگتی ہے گویا اسے دیکھ رہے ہوں، اور جو ذکر سے غافل ہو اس کے لئے احسان کا راستہ ایسے ہی مسدود ہوتا ہے جیسے بیٹھ رہنے والے کو گھر تک پہنچنے کی راہ نہیں ملتی ہے۔

۱۱۔ اس سے انابت پیدا ہوتی ہے جس کا مطلب رجوع إلی اللہ ہوتا ہے۔

۱۲۔ اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، بندہ جس قدر اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے اتنا ہی اس سے قریب ہوتا ہے۔

۱۳۔ اس کی وجہ سے بندے کے لئے معرفت کا ایک عظیم دروازہ کھل جاتا ہے۔

۱۴۔ اس سے بندے کے دل میں اللہ کی عظمت اور ہیبت وجلال کا احساس ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ شدت کے ساتھ اس کے دل پر چھایا رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضوری قلب کی حالت میں رہتا ہے، جبکہ غافل کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ اس کے دل پر ہیبت کا پردہ باریک سا ہوتا ہے۔

۱۵۔ اس کی وجہ سے یہ حالت پیدا ہوجاتی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا:

﴿فَٱذۡكُرُونِيٓ أَذۡكُرۡكُمۡ﴾ [البقرۃ:۱۵۲]۔ ’’تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا‘‘۔

اگر ذکر کا صرف یہی فائدہ ہوتا تو یہ اس کے شرف وفضل کے لئے کافی ہوتا۔

۱۶۔ اس سے قلب میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔

۱۷۔ وہ قلب وروح کی غذا ہے، جب بندہ اس سے محروم ہوجاتا ہے تو اس جسم کی طرح ہوجاتا ہے جسے اس کی غذا سے روک دیا گیا ہو۔

۱۸۔ اس سے دل کا زنگ اور میل دور ہوتا ہے اور اس میں چمک پیدا ہوجاتی ہے۔

۱۹۔ اس سے خطائیں جھڑتی اور زائل ہوتی ہیں۔

۲۰۔ وہ بندے اور رب تبارک وتعالیٰ کے درمیان سے وحشت کو دور کردیتا ہے۔

۲۱۔ بندہ جس تسبیح وتحمید وتہلیل وغیرہ کے ذریعہ اللہ کا ذکر کرتا ہے وہ سب مصیبت کے وقت رب کے دربار میں اس کا تذکرہ کرتی ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

''إِنَّ مِمَّا تَذْكُرُونَ مِنْ جَلَالِ اللَّهِ : التَّسْبِيحَ , وَالتَّهْلِيلَ , وَالتَّحْمِيدَ , يَنْعَطِفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ , لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ , تُذَكِّرُ بِصَاحِبِهَا , أَمَا يُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَكُونَ لَهُ , أَوْ لَا يَزَالَ لَهُ مَنْ يُذَكِّرُ بِهِ''۔

''جن چیزوں سے تم اللہ عزوجل کی عظمت وجلال کا ذکر کرتے ہو یعنی تسبیح، تہلیل، تکبیر، اور تحمید وہ سب عرش کے گرد جمع ہوجاتی ہیں، اور شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے جیسی ان کی آواز ہوتی ہے، وہ ذکر کرنے والے کی یاد دلاتی ہیں، تو کیا تم میں کا کوئی شخص یہ نہیں چاہے گا کہ اس کے لئے کوئی ایسی چیز ہو یا مسلسل ایسی چیز ہو جو اس کی یاد دلائے''؟!۔ ①

۲۲۔ جب بندہ فراخی اور سہولت کے زمانے میں اس کے ساتھ شناسائی بنالیتا ہے تو مشکلات میں وہ ضرور اسے پہچان لیتا ہے۔

۲۳۔ اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والا ہے، اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ :

''مَا عَمِلَ امْرُؤٌ بِعَمَلٍ، أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ''۔

''آدمی نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا ہے جو اللہ کے ذکر سے زیادہ اسے نجات دلانے والا ہو''۔ ②

---

① مسند احمد : ۱۸۳۶۲ ، ابن ماجہ : ۳۸۰۹ ، البانی نے مختصر العلو میں اس کی تصحیح کی ہے۔ دیکھئے نمبر : ۲۴/۳۲۔

② صحیح الجامع : ۵۶۴۴۔

۲۴۔ وہ سکینت کے نزول اور رحمت کے ڈھانپ لینے کا سبب ہے، فرشتے ذکر کے حلقوں کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔

۲۵۔ وہ زبان کو غیبت، چغلخوری، جھوٹ، فحش باتوں اور باطل سے محفوظ رکھنے کا سبب ہے۔

۲۶۔ ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں، اور لغو وغفلت (فضول گوئی اور بکواس) کی مجلسیں شیطانوں کی مجلسیں ہوتی ہیں۔ اب آدمی کو اختیار ہے دونوں میں سے جو اسے پسند ہو اسے منتخب کر لے، ہاں اپنے ذہن میں یہ بات ضرورت رکھے کہ جو دنیا میں اس کے ہمنشین اور ساتھی ہوں گے وہی آخرت میں بھی ہوں گے۔

۲۷۔ ذاکر اپنے ذکر سے شاد ہوتا ہے، اور اس کا ہمنشین بھی اس سے محظوظ اور مستفید ہوتا ہے۔ اور یہی درحقیقت جہاں بھی ہوتا ہے مبارک ہوتا ہے، اور غافل وفضول کار اور لغو کا خوگر اپنے لغو وغفلت سے بدبخت ونامراد ہوتا ہے اور اس کے رفقاء اور ہمنشین بھی اس کی وجہ سے بدحال رہتے ہیں۔

۲۸۔ ذکر بندے کو قیامت کے دن کی حسرت سے بچاتا ہے، کیونکہ جس مجلس میں بندہ اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ قیامت کے دن اس کے لئے باعث حسرت وافسوس ہوگی۔

۲۹۔ خلوت میں رونے کے ساتھ اللہ کا ذکر بندے کو قیامت کی شدید اور ناقابل برداشت گرمی میں اس کے عرش کا سایہ دلائے گا۔

۳۰۔ ذکر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ مانگنے والوں سے بہتر عطا فرماتا ہے۔

۳۱۔ سب سے آسان عبادت ہونے کے باوجود سب سے افضل اور عظیم عبادت ہے۔

۳۲۔ اس سے جنت کی باغبانی اور چمن بندی ہوتی ہے، وہاں اس کی وجہ سے پودے لگتے ہیں۔

۳۳۔ جو نوازش اور مہربانی اس پر مرتب ہوتی ہے وہ دیگر اعمال پر مرتب نہیں ہوتی ہے۔

۳۴۔ رب تبارک وتعالیٰ کے ذکر کا دوام اسے فراموش کرنے سے محفوظ رکھتا ہے جو بندے کے معاش ومعاد (دنیا وآخرت) کی تمام شقاوتوں اور بدبختیوں کا سبب ہے۔

۳۵۔ ذکر اپنے ذاکر کے لئے دنیا میں نور ہوتا ہے، اس کی قبر میں بھی نور ہوگا، اور اس کے حشر میں بھی نور بن کر اس کے آگے آگے پل صراط پر چلے گا۔

۳۶۔ چونکہ ذکر ہر حال اور تمام اوقات میں بندے کو میسر رہتا ہے اس لئے وہ اپنے بستر پر لیٹے لیٹے (فضیلت اور خیر میں) غفلت کے ساتھ قیام کرنے والے پر بازی لے جا سکتا ہے اور اس سے آگے بڑھ سکتا ہے۔

۳۷۔ ذکر اللہ عزوجل تک پہنچنے کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ پھر جب دروازہ کھل جائے اور ذاکر اپنے رب کو پالے تو جانو اس نے سب کچھ پالیا۔

۳۸۔ دل میں ایک خلا ہوتا ہے، ایک احتیاج ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کے ذکر کے سوا اس کی ضرورت کسی اور چیز سے پوری نہیں ہوسکتی ہے، پھر جب دل حقیقی ذاکر بن جاتا ہے اور زبان اس کے تابع ہوجاتی ہے تو یہی وہ ذکر ہوتا ہے جس سے وہ خلاء پر ہوجاتا ہے اور وہ محتاجی دور ہوجاتی ہے۔

۳۹۔ ذکر بکھرے ہوؤں کو یکجا کر دیتا ہے اور یکجا ہونے والوں کو بکھیر دیتا ہے، بندے کے قلب، ارادے، افکار، اور عزائم میں جو بکھراؤ ہوتا ہے وہ ان میں یکسوئی و یکجائی پیدا کر دیتا ہے، جن کا یکجا اور یکسو نہ ہونا اور بکھرے بکھرے رہنا عذاب در عذاب ہوتا ہے، جبکہ زندگی کی رعنائیاں اور لطفِ حیات قلب وفکر اور ارادوں اور عزائم کے یکجا و یکسو ہونے میں ہے۔ اور جو غم واندوہ اور رنجیدگیاں اور حسرتیں خوشحالی اور مطالب کے فوت ہوجانے پر یکجا ہوجاتی ہیں وہ انہیں بکھیر دیتا ہے اور دور لے جاتا ہے، نیز بندے پر جو گناہ اور خطائیں، اور بدی کے ڈھیر جمع ہوجاتے ہیں وہ ان سب کو کھدیڑتا ہے یہاں تک کہ وہ گرتے پڑتے بھاگتے ہیں، نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں، فنا ہوجاتے ہیں، مضمحل ہوجاتے ہیں۔ نیز اس کے ساتھ معرکہ آرائی اور حرب وضرب کے لئے جو شیطانی لشکر جمع ہوتے ہیں وہ انہیں بھی بکھیر دیتا ہے اور ان کے چھکے چھڑا دیتا ہے۔

۴۰۔ ذکر دل کو اونگھ سے جگاتا اور نیند سے بیدار کرتا ہے۔

۴۱۔ ذکر ایسا درخت ہے جس کا پھل وہ معارف واحوال ہوتے ہیں جن کے لئے سالکان راہ کمر کس کر اور بازو کھولے رواں دواں رہتے ہیں۔

۴۲۔ ذاکر اپنے مذکور سے قریب ہوتا ہے اور اس کا مذکور اس کے ساتھ ہوتا ہے، اور یہ معیت علم اور احاطہ عامہ کے علاوہ خاص قسم کی معیت ہوتی ہے، یہ معیت قرب اور ولایت ومحبت اور نصرت وتوفیق کی معیت ہوتی ہے۔ ذاکر جیسی معیت کسی اور کو نہیں حاصل ہوتی، یہ معیت محسن اور متقی کو حاصل ہونے والی معیت سے بھی خاص ہوتی ہے، اس کا بیان وصف سے باہر ہے، کوئی بھی عبارت اس کی تعبیر سے قاصر ہے، اس کا پتہ تو بس ذوق سے چلتا ہے اور اگر انسان کے پاس عقیدے کا صحیح علم نہ ہو تو یہ قدم کے بہک جانے کا بھی مقام ہے اور یہیں سے کم علم لوگ حلول واتحاد کی طرف چلے گئے ہیں۔

۴۳۔ ذکر گردن آزاد کرنے، اللہ عزوجل کی راہ میں مال خرچ کرنے، گھوڑے عطا کرنے اور تلوار چلانے

کے برابر قرار پاتا ہے۔

**جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص دن میں سو بار :**

"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"

"نہیں ہے کوئی معبود، سوا اللہ تعالیٰ کے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہت اسی کی ہے۔ اور تمام تعریف اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

پڑھے گا تو وہ اس کے لئے دس گردنیں آزاد کرنے کے برابر ہوگا، اور اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، اس کے سو گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور اس دن شام تک وہ اس کے لئے شیطان سے محفوظ رکھنے کا سبب بن جائے گا، اور اس شخص کے سوا کوئی اس سے افضل کام کرنے والا نہیں ہوگا جو اس سے زیادہ یہ عمل کر لے جائے۔ ①

**اور جو شخص دن میں سو بار :**

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" "میں اللہ کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہوں"۔

کہے گا تو اس کی خطائیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں معاف کر دی جائیں گی۔ ②

۴۴۔ ذکر ہی تو اصل شکر ہے، لہٰذا جس نے اللہ کا ذکر نہیں کیا در حقیقت اس نے اس کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ اسی لئے اماں عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور اسی لئے مسلمانوں کو قضائے حاجت کے لئے جاتے وقت اور اس کے بعد بھی اور جماع سے پہلے بھی ذکر کی تعلیم دی گئی ہے، اور حالت جنابت میں بھی ذکر مشروع ہے۔

۴۵۔ اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سب سے عزیز متقیوں میں سے وہ شخص ہوتا ہے جس کی زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہتی ہو۔

حضرت ابو مسلم خولانی کے متعلق آتا ہے کہ وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے، ایک دن کسی شخص نے انہیں اللہ کے ذکر میں منہمک دیکھا تو کہنے لگا: ارے بھائیو! تمہارا یہ ساتھی مجنون ہے کیا؟ ابو مسلم نے اس کی یہ بات سن لی اور فرمایا کہ نہیں بھتیجے! یہ جنون نہیں ہے، یہ تو جنون کی دوا ہے۔ ③

---

① بخاری : ۳۲۹۳، ۶۴۰۳، مسلم : ۲۶۹۱۔ ② مسلم : ۶۸۴۲۔

③ شعب الایمان للبیهقی : ۵۸۴/۲ ، ابن عساکر فی تاریخ دمشق : ۲۰۸/۲۷۔

④ زوائد الزهد لعبدالله بن احمد : ۲۶۲ ، شعب الایمان للبیهقی : ۵۸۸/۲۔

۴۶۔ بندے کے دل میں ایک ایسی سختی پائی جاتی ہے جسے اللہ کے ذکر کے سوا کوئی چیز گھلا نہیں سکتی ہے، اس لئے دل کی سختی کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ضرور گھلانا چاہیے۔

ایک شخص نے حضرت حسن سے کہا کہ ابوسعید! مجھے سختی قلب کی شکایت ہے تو انھوں نے فرمایا: میاں! اسے ذکر سے گھلادو۔ ④

حقیقت یہ ہے کہ جب جب دل کی غفلت شدید ہوتی ہے اس کی سختی میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو وہ سختی یوں پگھل جاتی ہے جیسے آگ میں ڈالنے پر سیسہ پگھل جاتا ہے۔ ذہن نشین رہے کہ اللہ عزوجل کے ذکر جیسی کوئی بھی چیز دل کی سختی کو گھلانے والی نہیں ہوتی ہے۔

۴۷۔ ذکر دل کی شفاء اور دوا ہے، اور غفلت اس کی بیماری ہے، اور یہ سمجھ لو کہ دل تو سبھی بیمار ہیں، اور ان کی شفاء ودوا اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی میں ہے۔

**حضرت مکحول فرماتے ہیں :**

اللہ تعالیٰ کا ذکر شفاء اور لوگوں کا ذکر بیماری ہے۔

**علامہ ذہبی سیر أعلام النبلاء (۳۶۹/۶) میں اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :**

''ہاں واللہ! تعجب ہے ہم پر اور ہماری جہالت پر کہ ہم کس طرح دوا کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور بیماری کو گلے لگائے پھرتے ہیں؟!''

جی ہاں صاحب! جب یہ دل اس کا ذکر کرتا ہے تو شفا و عافیت پاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو الٹ جاتا ہے جیسا کہ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ :

إِذَا مَرِضْنَا تَدَاوَيْنَا بِذِكْرِكُمُ
فَنَتْرُكُ الذِّكْرَ أَحْيَانًا فَنَنْتَكِسُ

جب ہم بیمار پڑتے ہیں تو آپ کے ذکر سے اس کی دوا کر لیتے ہیں، مگر جب کبھی ہم آپ کا ذکر چھوڑ بیٹھتے ہیں تو اوندھے جا پڑتے ہیں۔

۴۸۔ ذکر ہی اللہ عزوجل کی دوستی کی اصل اور بنیاد ہے اور غفلت اس کی دشمنی کی بنیاد اور اساس ہے، کیونکہ بندہ جب مسلسل اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو وہ اسے دوست بنالیتا ہے، اور جب وہ تسلسل کے ساتھ اس سے غافل

رہنے لگتا ہے تو پھر وہ اس سے نفرت اور دشمنی کرنے لگتا ہے۔

۴۹۔ اللہ عزوجل کی نعمتوں کے حصول اور اس کی سزاؤں سے بچنے کے لئے ذکر جیسی کوئی اور چیز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يُدَٰفِعُ عَنِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ﴾ [الحج:۳۸]۔ ''یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے''۔

اور ایک قراءت میں ہے :

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَدْفَعُ﴾ ''یقیناً اللہ مومنوں سے (مصیبتوں اور آفتوں) کو دفع کرتا ہے''۔

اور یہ جان لو کہ اس کا مومنوں سے دفع کرنا یا ان کا دفاع کرنا ان کی قوت ایمانی، کمال ایمان اور مادۂ ایمان کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور اس میں قوت اللہ کے ذکر سے پیدا ہوتی ہے، لہٰذا جس کا ایمان جتنا کامل ہوگا اور وہ جتنا زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ کا اس کی طرف سے دفاع کرنا بھی اتنا ہی عظیم ہوگا، اور جتنا ادھر نقص ہوگا اتنا ہی ادھر بھی ہوگا، ذکر کے بدلے ذکر اور نسیان کے بدلے نسیان۔

۵۰۔ ذکر اللہ عزوجل اور فرشتوں کے صلاۃ (رحمت اور دعائے رحمت) کا موجب ہے جس سے ذاکر کو نوازا جاتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی صلاۃ حاصل ہو جائے سمجھ لو اس کا بیڑا پار ہے اور اسے ہر طرح سے کامیابی ہی کامیابی نصیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذۡكُرُواْ ٱللَّهَ ذِكۡرٗا كَثِيرٗا ۝٤١ وَسَبِّحُوهُ بُكۡرَةٗ وَأَصِيلًا ۝٤٢ هُوَ ٱلَّذِي يُصَلِّي عَلَيۡكُمۡ وَمَلَٰٓئِكَتُهُۥ لِيُخۡرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِۚ وَكَانَ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَحِيمٗا﴾ [الاحزاب:۴۱-۴۳]۔

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو وہی ہے جو تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جائے اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بہت ہی مہربان ہے''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے صلاۃ ان ذاکروں کو ہی حاصل ہوتی ہے جو کثرت سے ذکر کرنے والے ہوتے ہیں، اور یہ صلاۃ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کا سبب بن جاتی ہے، اور جنہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جایا گیا انہیں کون سا خیر حاصل نہ ہوگا؟ اور کون سا شر ان سے دور نہ ہوگا؟

---

① ترمذی : ۲/۲۶۵ الصحیحة : ۲۵۶۲۔

۵۱۔ جو دنیا ہی میں جنت کے باغیچوں اور چمن زاروں میں بسنا چاہتا ہو وہ ذکر کی مجلسوں میں رہا کرے کیونکہ یہ جنت کے باغات ہیں۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :

''إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا "، قَالُوا: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: " حِلَقُ الذِّكْرِ"''۔

''جب جنت کے باغوں سے گزرو تو چرلیا کرو۔لوگوں نے سوال کیا: اور جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا: ذکر کے حلقے''۔ ①

۵۲۔ ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہوتی ہیں، اور دنیا میں ان مجلسوں کے سوا ان کی کوئی اور مجلس نہیں ہوتی ہے۔

۵۳۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے درمیان ذکر کرنے والوں پر فخر کرتا ہے۔

۵۴۔ ہمہ وقت ذکر کی پابندی کرنے والا ہنستا مسکراتا جنت میں جائے گا، اور اللہ کی نوازشوں سے شاداں و فرحاں ہوگا۔

۵۵۔ ذاکر اس غایت کی تکمیل کرتا ہے جس کی وجہ سے نماز وغیرہ جیسے اعمال مشروع کئے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ﴾ [طہ:۱۴]۔ ''اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ''۔

۵۶۔ اعمال میں کثرت ذکر ذاکر کو ان اعمال کے انجام دینے والے تمام لوگوں میں افضل بنادیتی ہے، لہٰذا روزے داروں میں سب سے افضل وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والا ہوتا ہے، اور صدقہ کرنے والوں میں سب سے افضل وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ ذکر کرتا ہے...

۵۷۔ (قدرت نہ رکھنے والوں کے لئے) ذکر کا دوام نوافل کا قائمقام ہوجاتا ہے اور ان کی نیابت کرتا ہے، خواہ وہ نوافل بدنی ہوں (مثلاً جہاد) یا مالی ہوں (مثلاً: صدقہ) یا بدنی مالی ہوں جیسے نفلی حج وغیرہ۔

۵۸۔ اللہ عزوجل کا ذکر اس کی طاعت وفرمانبرداری کے کاموں میں بہترین معاون ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ بندے کے اندر ان کی محبت پیدا کردیتا ہے، ان کا کرنا اسے آسان لگنے لگتا ہے اور وہ ذکر کی وجہ سے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاتے ہیں۔

۵۹۔ اللہ عزوجل کا ذکر دشواریوں کو سہل، مشکلات کو آسان کرنے والا اور مشقتوں میں تخفیف کردینے والا ہوتا ہے۔چنانچہ جس کسی دشواری پر اللہ کا ذکر کیا گیا وہ ہلکی ہوگئی، جب مشکل پر اسے آزمایا گیا آسان ہوگئی، مشقت میں تخفیف ہوگئی، شدت زائل ہوگئی اور رنج وغم کافور ہوگئے۔

۶۰۔ اللہ عزوجل کا ذکر دل سے سارے خوف اور اندیشے دھوڈالتا ہے۔شدید ترین خوف کی حالت سے

گزرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زیادہ نفع بخش کوئی چیز نہیں ہے، حصول امن وامان میں اس کی تاثیر عجیب ہے۔

٦١۔ ذاکر کو ذکر سے عظیم قوت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ ایسے کام کر گزرتا ہے جن کا اس کے بغیر تصور بھی نہیں ہوتا ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے خادم طلب کرنے پر اپنی بیٹی فاطمہ اور اپنے داماد علی رضی اللہ عنہما کو سوتے وقت ذکر کی خصوصی تعلیم دی تھی۔ ان سے کہا تھا کہ تم دونوں سوتے وقت ٣٣ بار سبحان اللہ، ٣٣ بار الحمد للہ، اور ٣٤ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

٦٢۔ آخرت کے کارکن دوڑ کے میدان میں بھاگے جا رہے ہیں، مقابلہ ہو رہا ہے، مگر دیکھنا ذکر کرنے والے اس دوڑ میں سب سے آگے نکل جائیں گے، آج گرد وغبار کی کثرت کی وجہ سے ان کی سبقت نظر نہیں آتی ہے، مگر جب غبار چھٹے گا تو لوگ دیکھیں گے کہ آگے بڑھ جانے والے اور اول نمبر لانے والے تو وہی ہیں۔

٦٣۔ یہ ذکر رب عزوجل کی طرف سے بندے کی تصدیق کا سبب ہے، کیونکہ ذاکر اللہ تعالیٰ سے متعلق اوصاف کمال اور محاسن جلال کی خبر دیتا ہے، پھر جب بندہ یہ خبر دیتا ہے تو اس کا رب اس کی تصدیق فرماتا ہے، اور جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ فرمادے، اس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ امید ہے کہ اس کا حشر صادقین (سچوں) کے ساتھ ہوگا۔

٦٤۔ ذاکر جب تک اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے فرشتے جنت میں اس کے لئے گھر بناتے رہتے ہیں، پھر جب وہ ذکر سے رک جاتا ہے تو فرشتے بھی تعمیر سے ہاتھ روک لیتے ہیں، جب وہ دوبارہ ذکر میں لگ جاتا ہے تو وہ بھی تعمیر میں لگ جاتے ہیں۔ (اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث بیان نہیں کی ہے البتہ تسبیحات سے جنت میں پودے لگائے جانے والی حدیث صحیح ہے)

٦٥۔ ذکر بندے اور جہنم کے درمیان (اللہ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے) باندھ کا کام کرتا ہے، اگر ذکر دائمی اور پائیدار ہوتا ہے تو باندھ بھی مضبوط اور محکم تیار ہوتا ہے، اس میں کوئی سوراخ نہیں ہوتا ہے، ورنہ جیسا ذکر ہوتا ہے ویسا ہی باندھ بھی ہوتا ہے۔

٦٦۔ فرشتے ویسے ہی ذاکر کے لئے بھی بخشش کی دعا کرتے ہیں جیسے توبہ کرنے والے کے لئے کرتے ہیں۔

٦٧۔ پہاڑ اور چٹیل میدان ذاکروں پر فخر کرتے ہیں اور اپنے اوپر ذکر کرنے والوں سے بڑے خوش ہوتے ہیں۔

٦٨۔ کثرت ذکر نفاق سے امان کا سبب ہے، کیونکہ منافقین اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ :

﴿وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء:۱۴۲]۔

''اور یاد الٰہی تو یوں ہی سی برائے نام کرتے ہیں''۔

۶۹۔ تمام اعمال کے درمیان ذکر میں جو لذت ہوتی ہے وہ کسی اور عمل میں نہیں ہوتی ہے، اس لئے اگر ذاکر کو ثواب میں ذکر سے حاصل ہونے والی لذت اور دل پر گزرنے والی نوازش ہی مل جائے تو وہی کافی ہے، اسی لئے تو ذکر کی مجلسوں کو چمنستان جنت کہا جاتا ہے۔

۷۰۔ دنیا میں ذاکر کے چہرے پر شادابی اور چمک ہوتی ہے اور آخرت میں نور ہوگا۔

۷۱۔ بندہ سفر وحضر میں جس قدر اللہ کا ذکر کرے گا اسے قیامت کے دن اتنے ہی گواہ ملیں گے جو اس کے حق میں گواہی دیں گے۔

۷۲۔ ذکر کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آدمی غیبت، چغلخوری اور دیگر لغویات اور باطل سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ زبان خاموش کب رہتی ہے، یا تو وہ ذکر میں مشغول ہوتی ہے یا پھر فضول باتوں میں وقت گزارتی ہے، اسے ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی مشغلہ درکار ہوتا ہے، لہٰذا اگر آپ نے اپنے نفس کو حق میں مشغول نہ کیا تو وہ آپ کو باطل میں مشغول کردے گا۔

۷۳۔ شیطانوں کی جماعت کو بھگانے کا جو انسانوں کو گھیرے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

ذکر ایک محفوظ ترین قلعہ ہے جہاں انسان خود کو اپنے دشمن شیطان کی رسائی اور ایذا رسانی سے دور کرلیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

**''وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللَّهَ, فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ, كَذَلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللَّه''۔**

''اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو؛ کیونکہ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے دشمن بڑی تیزی کے ساتھ لگا ہو، یہاں تک کہ جب وہ ایک محفوظ قلعے میں آجاتا ہے تو خود کو ان سے بچا لیتا ہے، ایسے ہی بندہ خود کو اللہ کے ذکر کے بغیر شیطانوں سے نہیں بچا سکتا ہے''۔

اگر ذکر میں بس یہی ایک فائدہ ہوتا تو بھی اس لائق تھا کہ بندے کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ تھکتی، اور ہر وقت اس کے ذکر کے ساتھ رواں دواں رہتی، کیونکہ ذکر کے سوا اپنے دشمن سے بچنے کا اس کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے، اور اس کے دشمن کو اس کے پاس آنے کا راستہ غفلت کے دروازے سے ہی ملتا ہے۔

وہ اس کی گھات میں لگا رہتا ہے، اور جیسے ہی اسے غافل پاتا ہے اس پر چھلانگ لگا دیتا ہے اور اسے دھر دبوچتا ہے، اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اللہ کا دشمن پیچھے ہٹ جاتا ہے اور حقیر وذلیل ہو کر مضمحل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ گوریا کے چوزے کی طرح اور مکھی کی طرح ہو جاتا ہے، اسی لئے اسے وسواس وخناس (وسوسہ ڈالنے والا اور پیچھے ہٹ جانے والا) کہا جاتا ہے، یعنی جو دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور سمٹ جاتا ہے۔

**حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :**

''اَلشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ، فَإِذَا سَهَا وَغَفَلَ وَسْوَسَ، فَإِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى خَنَسَ''

''شیطان انسان کے دل پر جما بیٹھا رہتا ہے، پھر جب وہ بھول جاتا ہے اور غافل ہوتا ہے تو وہ وسوسہ ڈالنے لگتا ہے، اور جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے''۔ ①

۴۷- ذکر دعا کو مقبول بنا دیتا ہے۔

## ذکر کی دلالتیں :

**حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

''ذکر سے مراد ان الفاظ کا استعمال کرنا ہے جن کے بولنے اور کثرت سے ان کا ورد کرنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے اور اس کی مثال باقیات صالحات ہے جو حسب ذیل ہیں :

''سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُلِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ''

اور انہیں سے ملحق اذکار:

''بِسْمِ اللهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ''

---

① مصنف ابن ابی شیبة : ۱۳/۳۶۹-۳۷۰ ، المختارة للضیاء : ۱۰/۳۶۷ بسند صحیح۔

اور استغفار اور اسی طرح کی دیگر چیزیں۔ اور دنیا وآخرت کی بھلائی کی دعائیں مانگنا۔

اور ذکر بول کر کسی واجب یا مستحب عمل کی پابندی بھی مراد لی جاتی ہے، مثلاً: تلاوت قرآن، قراءت حدیث، مذاکرۂ علم اور نفل نماز وغیرہ۔ پھر ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے اور بولنے والے کو اس پر اجر ملتا ہے اور اس کے لئے اس کے معنی کے استحضار کی شرط بھی نہیں ہوتی ہے، مگر یہ شرط ضرور ہوتی ہے کہ اس کے معنی کے علاوہ کوئی اور معنی نہ مراد لیا جائے، اگر زبانی ذکر کے ساتھ دل بھی شریک ہوجائے تو وہ زیادہ کامل ہے، اور اگر اس میں ذکر کے معنی کا استحضار بھی شامل ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی جس تعظیم اور نقائص کی نفی پر وہ مشتمل ہے اس کا بھی تصور قائم ہوجائے تو پھر اس کا کمال اور بڑھ جاتا ہے، پھر اگر وہ نماز یا جہاد وغیرہ کسی فرض عمل صالح میں واقع ہو تو اس کے کمال میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ پھر اگر اس میں صحیح توجہ اور اخلاص للہ کا حصول ہوجائے تو کیا کہنا یہ تو انتہائے کمال ہے۔

### اور فخر رازی فرماتے :

''ذکر لسان سے وہ الفاظ مراد ہیں جو تسبیح وتحمید اور تمجید پر دلالت کرتے ہیں''۔

**اور ذکر قلب :** سے یہ مراد ہے کہ ذات وصفات کے دلائل میں اور امر ونہی کی تکالیف کے دلائل میں غور وفکر کیا جائے تاکہ ان کے احکام اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے اسرار کے متعلق آگاہی حاصل ہو۔

**اور اعضاء وجوارح کا ذکر :** یہ ہے کہ وہ نیکیوں اور طاعت کے کاموں میں منہمک ہوجائیں۔ اور یہیں سے اللہ تعالیٰ نے نماز کا نام ذکر رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ :

﴿فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ [الجمعۃ:۹]۔ ''تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو''۔

اور ان میں سے بعض سے منقول ہے کہ فرمایا :

### ذکر سات طرح سے ہوتا ہے :

- آنکھوں کا ذکر رونا ہے۔
- کانوں کا ذکر غور سے سننا ہے۔
- زبان کا ذکر ثنا کرنا ہے۔
- ہاتھوں کا ذکر عطا کرنا ہے۔
- بدن کا ذکر وفا کرنا ہے۔
- دل کا ذکر خوف ورجا (امید وبیم) ہے۔
- اور روح کا ذکر تسلیم ورضا ہے۔[1]

### ذکر کے آداب واحکام :

---

[1] فتح الباری : ۱۱/ ۲۱۲-۲۱۳۔

**امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :**

ذاکر کو چاہیے کہ وہ کامل ترین صفات پر ہو، اگر کسی جگہ بیٹھا ہو تو قبلہ کا استقبال کرے، خشوع وخضوع اور ادب ووقار کے ساتھ بیٹھے اس پر سکون طاری ہو، انکساری کی کیفیت میں ہو، سر جھکائے ہو، اگر ان احوال کے علاوہ پر بھی ذکر کرے تو بھی جائز ہے اور اگر (مذکورہ کیفیات کا ترک) بلا عذر ہو تو پھر افضل کا تارک قرار پائے گا، اور یہ بھی مناسب ہے کہ جس جگہ ذکر کر رہا ہے وہ خالی ہو، صاف ستھری ہو، اسی لئے مساجد میں اور فضیلت والے مقامات میں ذکر کی تعریف کی گئی ہے، اور ابو میسرہ سے وارد ہے کہ اللہ کا ذکر پاکیزہ مقام پر ہی کیا جاتا ہے، ذاکر کو یہ بھی چاہیے کہ وہ اپنا منہ صاف ستھرا رکھے، اگر اس میں کوئی تغیر (اور ناگوار بو) ہو تو مسواک سے اس کا ازالہ کرلے (اسی طرح کا اہتمام کرے)، اور اگر اس میں کوئی نجاست ہو تو پانی سے اس کا ازالہ کرلے، لیکن اگر اسے دور کئے بغیر بھی ذکر کرلے تو وہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے، اور وہ ہر حال میں محبوب ہے، بس وہی حالات اس سے مستثنیٰ ہیں جو شریعت میں وارد ہوئے ہیں : جب قضائے حاجت کے لئے بیٹھے ہوں، بیوی سے ہمبستری کر رہے ہوں، حالت خطبہ میں جسے خطیب کی آواز سنائی دے رہی ہو، نماز میں قیام کے وقت کیونکہ وہاں قراءت کی مشغولیت لازم ہے، اور نیند کی حالت میں۔

اور راستہ چلتے ہوئے اور غسلخانے میں مکروہ نہیں ہے۔ ①

# دعا مومن کا ہتھیار ہے

**دعا کا لغوی معنی :**

طلب کرنا، مانگنا اور پکارنا وغیرہ ہوتا ہے (دع و) کا مادہ اپنے اصل کے اعتبار سے اپنی آواز یا کلام کے ذریعہ کسی کو اپنی طرف مائل کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اور اس اصل کے اعتبار سے دعاء کا معنی اللہ عزوجل کی طرف رغبت کرنا بھی ہوتا ہے۔

**دعا کا اصطلاحی معنی :**

---

① الأذكار النووية : ص۱۷-۱۸ نضرة النعيم، المكتبة الشاملة بعنوان ذكر۔

② فتح الباری : ۱۱/ ۹۴ یہ تعریف دعائے عبادت کی ہے۔

③ التوقيف على مهمات التعريف : ۱۶۶ ، یہ تعریف بشمول ثناء وعبادت دعائے مسئلہ کی ہے۔

**طیبی فرماتے ہیں :** اللہ تعالیٰ کے سامنے غایت درجہ کی انکساری اور محتاجی کا اظہار کرنے اور اس کے آگے جھک جانے کو دعا کہتے ہیں۔[2]

**مناوی فرماتے ہیں :**

''وہ محتاجی اور فقیری کی زبان ہوتی ہے جو بے حالی اور اضطرار کی شرح کرتی ہے، اور کہا گیا : وہ شفیع حاجت ہے اور اس کی کامیابی لجاجت میں ہے۔ اور کہا گیا کہ : وہ دلی تعریف سے مراد کا مانگنا ہے، اور کہا گیا: قسمت کے مقام پر آگاہی کی وجہ سے مصیبتوں کے دور کرنے کا سوال کرنا دعا ہے''۔[3]

**دعا کی اقسام :**

قرآن کریم میں لفظ دعا اور دعوۃ کو دو معنوں میں استعمال کیا گیا ہے :

**اول :** دعائے عبادت کے معنی میں۔ اور **دوم :** دعائے مسئلہ کے معنی میں۔

**دعاء مسئلہ :**

اس دعا کو کہتے ہیں جس میں دعا کرنے والا اپنے لئے فائدے کا سوال کرتا ہے اور نقصان کو دور کر دینے کی مانگ کرتا ہے، اور جو نفع نقصان کا مالک ہے وہی معبود برحق ہے۔ اور وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

**دعاء عبادت :**

اس دعا کو کہتے ہیں جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان اس کی حمد وثنا کرتا ہے جس میں خوف ورجا بھی شامل ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں جب دعا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو کبھی اس سے یہ مراد ہوتی ہے اور کبھی وہ اور کبھی بیک وقت دونوں ہی مراد ہوتی ہیں اور درحقیقت یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم جیسی ہوتی ہیں کیونکہ دعائے مسئلہ میں بندہ حصول منفعت اور دفع مضرت کا طلبگار ہوتا ہے اور دعائے عبادت میں خوف وامید کے ساتھ اپنے رب کو پکارتا ہے، لہٰذا ہر دعائے عبادت دعائے مسئلہ کو مستلزم ہے اور ہر دعائے مسئلہ میں دعائے عبادت شامل ہوتی ہے۔

**خفیہ دعا کی اہمیت اور فوائد :**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعٗا وَخُفۡيَةًۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلۡمُعۡتَدِينَ ۝ وَلَا تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ بَعۡدَ إِصۡلَٰحِهَا وَٱدۡعُوهُ خَوۡفٗا وَطَمَعًاۚ إِنَّ رَحۡمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٞ مِّنَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ﴾ [الاعراف:۵۵-۵۶]۔

''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے، فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے نزدیک ہے''۔

## ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی تلقین کی ہے :

۱۔ اللہ تعالیٰ سے آہ وزاری کے ساتھ اور خفیہ طور پر دعا کی جائے۔

۲۔ دعا میں زیادتی اور سرکشی نہ کی جائے۔

۳۔ اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلایا جائے جو اللہ کی نافرمانی ہی سے پھیلتا ہے۔

۴۔ اس کے عذاب کا خوف بھی دل میں ہو اور ساتھ ہی اس سے ثواب اور نوازشوں کی امید بھی باندھے رکھیں۔

اس طرح سے دعا کرنے والوں کا شمار ان محسنین میں ہے جن سے اللہ کی رحمت قریب ہوتی ہے۔

اس آیت میں دعا اگرچہ دونوں قسم کی دعاؤں کو شامل ہے مگر اس دعائے مسئلہ پر اس کی دلالت زیادہ ظاہر ہے جس کے ساتھ دعائے عبادت بھی لگی ہو۔

## اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خفیہ طور پر دعا مانگنے کی تعلیم دی ہے جس کے فوائد حسب ذیل ہیں :

۱۔ یہ ایمانی عظمت کی دلیل ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندے کو اس بات کا پورا علم ہے کہ اس کا رب اس کی خفیہ دعا کو سنتا ہے۔

۲۔ اس میں ادب و تعظیم زیادہ پائی جاتی ہے۔

۳۔ یہ عمل تضرع اور خشوع وخضوع میں زیادہ بلیغ ہے۔

۴۔ اس کی وجہ سے اخلاص کی بلاغت میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

---

① مسند احمد : ۱۹۵۹۹ ، بخاری : ۲۹۹۲ ، مسلم : ۲۷۰۴ ، الفاظ احمد کے ہیں۔

۵۔ دعا میں اظہار عاجزی وانکسار پر زیادہ دلجمعی پیدا ہوتی ہے۔

۶۔ اس بات کی دلیل ہے کہ داعی اپنے قریب رہنے والے مولی سے قرب رکھتا ہے اور بات بعید سے بعید کے سوال والی نہیں ہے۔ اور بعینہ اسی حقیقت کی طرف رسول اللہ ﷺ نے (صحیح حدیث میں) اشارہ فرمایا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جب ایک سفر میں صحابہ کرام زور زور سے تکبیر کہنے لگے تو آپ نے فرمایا: ''اپنی جانوں پر مہربانی کرو، کیونکہ نہ تو تم کسی بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو، یقیناً تم جسے پکارتے ہو وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے، جسے تم پکارتے ہو وہ تو تم سے اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنا تم میں سے کوئی شخص اپنی سواری کی گردن کے قریب ہوتا ہے''۔ ①

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرۃ:۱۸۶]۔

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں''۔

اور داعی سے اس کا یہ قرب قرب خاص ہوتا ہے، وہ عام قرب نہیں ہوتا جو ہر ایک کے ساتھ رہتا ہے۔ اس لئے یہ بات دل میں بیٹھا لیں کہ اللہ سبحانہ اپنے داعی سے قریب ہوتا ہے، اپنے عابدوں سے قریب ہوتا ہے، اور بندہ سب سے زیادہ اپنے رب سے قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے۔

۷۔ خفیہ طور پر دعا کرنا دوام طلب وسوال کے زیادہ قرین ہے، اس طرح آدمی ہمیشہ اپنے رب سے جڑا رہتا ہے اور جو چاہتا ہے مانگتا رہتا ہے۔

۸۔ اس طرح داعی قواطع دعا اور تشویش میں ڈالنے والی چیزوں سے زیادہ دور رہتا ہے۔

۹۔ اس میں نعمت کا اخفاء پایا جاتا ہے (یعنی بندہ اپنی توجہ اور عبادت گزاری کی نعمت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے) اور حاسدوں کی نگاہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۰۔ دعا ایک طرح کا ذکر ہے جس میں طلب بھی شامل ہوتی ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کے ذریعہ اس کی ثناخوانی بھی ہوتی ہے اس لئے دعا میں ذکر کے ساتھ کچھ مزید بھی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ [الاعراف:۲۰۵]۔

''اور اے شخص! اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ''۔

# دعا سے متعلق کونسی چیزیں منع ہیں؟

- **مطلق طور پر دعا کو ترک کر دینا :**

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدۡعُونِيٓ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِي سَيَدۡخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [غافر:٦٠]۔

''اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے''۔

- **خوشحالی اور سہولتوں کے دور میں دعا کو چھوڑ دینے کی ممانعت :**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَإِذَا مَسَّ ٱلۡإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوۡ قَاعِدًا أَوۡ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمۡ يَدۡعُنَآ إِلَىٰ ضُرّٖ مَّسَّهُۥ﴾ [یونس:١٢]۔

''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے لیٹے بھی، بیٹھے بھی، کھڑے بھی۔ پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اس نے اپنی تکلیف کے لیے جو اسے پہنچی تھی کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا''۔

اور فرمایا :

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فِي ٱلۡبَحۡرِ ضَلَّ مَن تَدۡعُونَ إِلَّآ إِيَّاهُۖ فَلَمَّا نَجَّىٰكُمۡ إِلَى ٱلۡبَرِّ أَعۡرَضۡتُمۡۚ وَكَانَ ٱلۡإِنسَٰنُ كَفُورًا﴾ [الاسراء:٦٧]۔

''اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے۔ پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے''۔

فرمایا :

﴿وَإِذَا غَشِيَهُم مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ﴾ [لقمان:۳۲]۔

''اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ (نہایت) خلوص کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ (باری تعالیٰ) انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں''۔

اسی طرح دیکھیے : (الزمر:۸،۴۹) اور (فصلت:۵۱)

یہ طریقہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی سیرت کے خلاف ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ [الانبیاء:۹۰]۔

''یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے۔ اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے''۔

## • دعا میں عاجزی اور سستی سے ممانعت :

دعا میں سستی کرنے والا حقیقت میں بڑا نادان اور مفلس ہوتا ہے۔ خود کو جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں سے محروم کر لیتا ہے، اور اپنے لئے خیر کا دروازہ اپنے ہاتھوں بند کر دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

''أَعْجَزَ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ الدُّعَاءِ ، وَ إِنَّ أَبْخَلَ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ''

''لوگوں میں سب سے بڑا عاجز وہ ہوتا ہے جو دعا سے عاجز رہ جاتا ہے، اور سب سے بڑا بخیل وہ ہوتا ہے جو سلام میں بخیلی کرتا ہے''۔ ①

## • دعا میں (اعتدا) زیادتی و سرکشی منع ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [الاعراف:۵۵]۔

① ابویعلی ، طبرانی ، ابن حبان دیکھیے : الصحیحۃ : ۶۰۱۔ ② تفسیر القرطبی : ۷/۱۴۴۔

''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں''۔

یہ آیت عمومی طور پر دعا میں ہر قسم کی سرکشی اور زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

## قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''دعا میں اعتدا (زیادتی اور تجاوز) کی مختلف صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنے لئے ایسی چیز مانگے (جس کا وہ مستحق نہ ہو مثلا یہ کہے) کہ مجھے نبی کا رتبہ مل جائے، یا کسی محال چیز کے حصول کی دعا کرے، یا کسی گناہ اور معصیت کا طلبگار ہو، یا ایسی دعائیں کرے جو کتاب وسنت میں نہ ہوں۔ [2]

## اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

دعا میں اعتدا (زیادتی وسرکشی اور حد سے تجاوز) یہ ہے کہ کبھی ایسی چیز مانگے جس کا مانگنا اس کے لئے جائز نہ ہو، مثلاً حرام چیزوں پر معاونت کا سوال کرتا ہو، اور کبھی ایسی چیزوں کا سوال کرے جو اللہ تعالیٰ کیا ہی نہیں کرتا ہے، مثلا اللہ تعالیٰ سے اپنے قیامت تک زندہ رہنے کی دعا کرے، یا اس بات کا طلبگار ہو کہ اس سے بشریت کے تقاضے اٹھا لئے جائیں اور اسے کھانے پینے وغیرہ کی حاجت ہی نہ رہ جائے، اور اسی طرح کی چیزوں کا سوال کرے جن میں ایسا حد سے تجاوز پایا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہ کرتا ہو، اور اس طرح کا سوال کرنے والے کو بھی ناپسند کرتا ہو، اور سب سے بڑے سرکش اور حد سے گزر جانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی پکارتے ہوں، کیونکہ شرک سب سے بڑا ظلم اور حد سے تجاوز ہے، اور یہ بھی ایک طرح کا ظلم وزیادتی ہی ہے کہ آدمی گڑگڑا کر نہ مانگے اور اس کی دعا تضرع سے خالی ہو، جو فقیر ومسکین کی طرح آہ وزاری اور عاجزی وانکساری سے نہ مانگے، ڈرا ڈرا سا نہ لگے وہ درحقیقت سرکش ہی ہے۔ اور یہ بھی ایک سرکشی ہے کہ بندہ اس کی ایسی عبادت کرے جو اس نے مشروع نہ کی ہو، یا ان چیزوں سے اس کی مدح وثنا کرے جن سے اس نے خود کو موصوف نہ فرمایا ہو، نہ اس کی اجازت دی ہو، مثلاً یہ کہنا کہ : نہ وہ اوپر ہے نہ نیچے ہے نہ دائیں ہے نہ بائیں ہے، نہ آگے ہے نہ پیچھے ہے، نہ گوشت ہے نہ ہڈی ہے، نہ پٹھا ہے نہ خون ہے....الخ

آپ تعجب نہ کیجیے کچھ طویل وعریض فہم وخرد والوں نے اس کی یوں ہی تعریف کی ہے۔ کیونکہ یہ بھی اس دعا میں اعتدا اور زیادتی ہے جسے دعائے ثنا وعبادت کہتے ہیں، اور یہ بھی دعائے مسئلہ وطلب میں زیادتی وسرکشی ہی کی

① الفتاویٰ : ۱۷/۲۲-۲۳۔ ② احمد : ۲۵۱۵۱ ، ابوداود : ۱۴۸۲۔

نظیر ہے۔ ①

## دعا میں تفصیل بھی اعتدا اور زیادتی ہے :

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، بیان فرماتی ہیں کہ :

''كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدَعُ مَا سِوَى ذَلِكَ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جامع دعائیں پسند تھیں اور ان کے سوا دیگر دعاؤں کو آپ چھوڑ دیا کرتے تھے''۔ ②

- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دعا مانگتے ہوئے سنا کہ :

''اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا، فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ، سَلِ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطَّهُورِ وَالدُّعَاءِ''

''اے اللہ جب میں جنت میں داخل ہوں تو اس کے داہنی طرف تجھ سے سفید محل کا سوال کرتا ہوں۔ تب انھوں نے فرمایا : میاں صاحبزادے! اللہ سے جنت مانگو اور جہنم سے اس کی پناہ طلب کرو۔ یقین جانو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ : ''اس امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو طہارت اور دعا میں حد سے تجاوز کر جائیں گے''۔ ①

- حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی دعا اور اسے ان کی نصیحت :

- ''اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِيمَهَا وَبَهْجَتَهَا، وَكَذَا، وَكَذَا، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَسَلَاسِلِهَا وَأَغْلَالِهَا، وَكَذَا، وَكَذَا، فَقَالَ: يَا بُنَيَّ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "سَيَكُونُ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الدُّعَاءِ"فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ، إِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَ الْجَنَّةَ أُعْطِيتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ، وَإِنْ أُعِذْتَ مِنَ النَّارِ أُعِذْتَ مِنْهَا وَمَا فِيهَا مِنَ الشَّرِّ''

''سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے اپنے والد۔رضی اللہ عنہ۔ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

---

① احمد : ۲۰۵۵۴ ، ابوداود : ۹۶ ، اور ابن ماجہ : ۳۸۶۴ نے اسے روایت کیا ہے، اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر ۲/۲۲۲ میں فرمایا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

② ابوداود : ۱۴۸۰ ، احمد : ۱۵۸۴۔

میرے ابا نے مجھے یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ اے میرے اللہ میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتیں، اس کی رونقیں اور یہ اور وہ مانگتا ہوں۔ اور جہنم اور اس کی بیڑیوں اور طوقوں سے اور اس سے اور اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو انھوں نے فرمایا: اے میرے بچے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو دعا میں حد سے تجاوز کر جایا کریں گے'' تو دیکھو تم بھی انہیں میں سے نہ ہو جاؤ، اگر تمہیں جنت مل گئی تو اس کے ساتھ اس میں موجود سارا خیر بھی تمہیں ملے گا، اور اگر جہنم سے تمہیں پناہ مل گئی تو جو کچھ اس میں شر ہے ان سب سے تمہیں محفوظ کر دیا جائے گا''۔ ②

## • خود پر اور اپنے بال بچوں پر بددعا کرنے کی ممانعت:

یہ بھی اعتدا اور حد سے تجاوز ہے کہ آدمی خود پر یا اپنے گھر والوں پر بددعا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيَدْعُ ٱلْإِنسَٰنُ بِٱلشَّرِّ دُعَآءَهُۥ بِٱلْخَيْرِ ۖ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ عَجُولًا﴾ [الاسراء:11]۔

''اور انسان برائی کی دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح، انسان ہے ہی بڑا جلد باز''۔

مطلب یہ ہے کہ جھنجلایا ہوا شخص خود پر اور اپنے بچوں پر ٹھیک اسی طرح بددعا کرنے لگتا ہے جیسے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے خیر کی دعائیں مانگا کرتا ہے، اور یہ انسان کی جلد بازی ہے کہ وہ خیر کی طرح شر مانگنے لگتا ہے اور اپنی ہی بربادی کی دعا کرتا ہے۔ یہ بھی سرکشی اور زیادتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے؛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا تَدْعُوا على أنْفُسِكُمْ، وَلا تَدْعُوا على أوْلادِكُمْ، وَلا تَدْعُوا على خَدَمِكُمْ، ولا تَدْعُوا على أمْوَالِكُمْ، لا تُوافِقُوا مِنَ اللَّهِ ساعَةً نِيْلَ فيها عَطاءٌ فَيَسْتَجِيْبَ لَكُمْ''

''نہ خود پر بددعا کرو، نہ اپنی اولاد پر، نہ اپنے خادموں پر، نہ اپنے اموال پر، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی وہ گھڑی ہو جس میں اللہ سے عطا کا سوال کیا جاتا ہو تو وہ اسے قبول کر لیتا ہو، پس وہ تمہاری بھی دعا قبول کر لے۔ ①

## • کسی گناہ اور قطع رحمی (رشتہ داریاں توڑنے) کی دعا کرنے کی ممانعت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

① اسے مسلم: ۳۰۰۹، اور ابوداود: ۱۵۳۲، نے روایت کیا ہے اور اتنا اضافہ کیا ہے کہ: ''اور نہ اپنے خادموں پر بددعا کرو''۔

② مسلم، حدیث نمبر: ۶۹۳۶۔ ③ صحیح الترغیب: ۵۶۳۷، مشکاۃ: ۲۲۵۹۔

" لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ "

''بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہ مانگے (بشرطیکہ) جلد بازی نہ کرے...'' الحدیث۔ ②

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللَّهَ بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهَا أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ، أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَعجَلْ يَقُولُ : قَدْ دَعُوْتُ وَ دَعُوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِيْ''

''روئے زمین کا کوئی بھی مسلم جب کوئی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالی اسے یا تو وہی عطا کر دیتا ہے، یا اسی کے مثل اس سے برائی کو دور فرما دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ کی یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہ کرے، نہ جلد بازی کرتے ہوئے کہے کہ : میں نے دعا کی اور دعا کی مگر میری دعا قبول نہ ہوئی''۔ ③

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: " لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ ". قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الِاسْتِعْجَالُ؟، قَالَ يَقُولُ: " قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيبُ لِي، فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذَلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ ".

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "ہمیشہ بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ گناہ یا رشتہ توڑنے کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے۔" لوگوں نے کہا : اے اللہ کے رسول! جلدی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "یوں کہے : میں نے دعا کی مگر میں نہیں دیکھتا کہ وہ قبول ہوتی ہے، پھر اس وقت وہ (ناامید ہو جائے) اور اکتا کر دعا چھوڑ دے۔" ①

- **دعا کو معلق رکھنے کی ممانعت، اور یہ بھی حد سے تجاوز ہے :**

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمْ الْمَسْأَلَةَ، وَلَا يَقُولَنَّ اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي، فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ ''

---

① صحیح مسلم ، کتاب الرقاق ، حدیث نمبر : ۶۹۳۶۔

② بخاری : ۶۳۳۸ ، مسلم : ۲۸۱۱۔ ③ بخاری : ۶۳۴۰ ، مسلم : ۶۹۳۴۔

''جب تم میں کا کوئی شخص دعا کرے تو قطعیت کے ساتھ سوال کرے اور یہ نہ کہے کہ : ''اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے عطا کر دے کیونکہ اسے مجبور کرنے والا کوئی نہیں ہے''۔ [2]

### • دعا میں جلد بازی کی ممانعت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ يَقُولُ: دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي''۔

''تم میں سے کسی کی بھی دعا قبول ہوتی ہے بشرطیکہ وہ جلد بازی کرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی مگر میری دعا قبول نہ ہوئی''۔ [3]

اس واقعے پر غور فرمایئے کہ صحیحین کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رعل وذکوان پر قنوت نازلہ میں ایک ماہ تک بددعا کرتے رہے تھے، کیا اس واقعے میں اس بات کی نصیحت نہیں ہے کہ دعا کرنے والے کو قبولیت میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے؟ درحقیقت ہمیں قبولیت میں تاخیر کا احساس کیوں نہ ہو جبکہ ہمارے گناہوں نے اس کا راستہ مسدود کر رکھا ہے؟

**ولا حول ولا قوة إلا بالله۔**

### • دعا میں تھکاوٹ اور اکتاہٹ سے ممانعت :

دعا کرتے کرتے انسان کو تھکنا اور اکتانا نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتا ہے :

﴿وَلَهُۥ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَمَنۡ عِندَهُۥ لَا يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِهِۦ وَلَا يَسۡتَحۡسِرُونَ ١٩ يُسَبِّحُونَ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُونَ﴾ [الانبیاء:١٩-٢٠]۔

''آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی اللہ کا ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے''۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ :

''سوال ہوا کہ اے اللہ کے رسول! استعجال (جلد بازی) کیا ہے؟ فرمایا : یہ کہتا ہے کہ : میں نے دعا کی مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی، (بس) یہیں سے اکتا جاتا ہے اور تھک کر دعا ترک کر دیتا ہے''۔

---

① ترمذی وطبرانی ، الصحیحة للالبانی : ۵۹۴۔

## • قلبی غفلت کے ساتھ دعا کرنے کی ممانعت :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''ادْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ''۔

''اللہ سے اس حال میں دعا کرو کہ تمہیں قبولیت کا یقین ہو، اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی غافل اور لاپرواہ دل سے نکلنے والی دعا کو قبول نہیں فرماتا ہے''۔ [1]

## • ماثور دعا میں وارد لفظ کو بدلنے کی ممانعت :

جو دعا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جن الفاظ میں آئی ہو اسے انہیں لفظوں میں ادا کرنا چاہیے کسی لفظ کو اپنی طرف سے بدلنا درست نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء بن عازب کو سوتے وقت کی دعا سکھائی تو اس میں ایک جملہ ان الفاظ میں تھا کہ : ''اللَّهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ''

مگر انھوں نے اسے دہراتے ہوئے ''بِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ'' کے بجائے ''وَرَسُوْلِکَ الَّذِي أَرْسَلْتَ'' کہہ دیا تو آپ نے فرمایا : نہیں، ''وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ'' کہو۔ [1]

## • دنیا میں تعجیل عقوبت (جلد سزا دے دینے) کی دعا کرنے کی ممانعت :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

''أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ؟ " قَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ أَقُولُ اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " سُبْحَانَ اللَّهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ، أَفَلَا قُلْتَ: اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ". قَالَ: فَدَعَا اللَّهَ لَهُ فَشَفَاهُ''

---

① بخاری : ۲۴۷۔ ② مسلم : ۶۸۳۵ ، ترمذی : ۳۴۸۷۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی عیادت کی جو حد سے زیادہ لاغر ہو کر چوزے کی مانند ہو چلا تھا، اسے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تم کسی چیز کی دعا کرتے تھے یا کچھ مانگا کرتے تھے؟ اس نے کہا : ہاں، میں دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ تو جو سزا مجھے آخرت میں دینے والا ہے وہ فوری طور پر دنیا ہی میں دے دے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : سبحان اللہ! (ارے میاں) تمہیں اس کی طاقت نہیں ہے۔ یا : تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے ہو۔ تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ :

''اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ''؟

''اے اللہ تو مجھے دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور مجھے جہنم کے عذاب سے بچالے''۔ بیان کرتے ہیں : پھر آپ نے اللہ سے اس کے لئے دعا کی تو اللہ نے اسے شفا دے دی''۔ ②

## • دعا میں بندش لگانے یا تنگی پیدا کرنے کی ممانعت :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

''قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةٍ وَقُمْنَا مَعَهُ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ: "لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا، يُرِيدُ رَحْمَةَ اللَّهِ''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے، تب ایک اعرابی نے نماز ہی میں کہا : اے اللہ! تو مجھ پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اعرابی سے کہا : تو نے تو ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔ مراد اللہ کی رحمت تھی۔ ''۔ ①

## • ایسی چیز کے متعلق دعا کرنا جس کے بارے میں پہلے ہی فیصلہ کیا جا چکا ہے :

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دعا مانگی کہ اے اللہ تو مجھے میرے شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے والد ابو سفیان اور میرے بھائی معاویہ سے مستفید ہونے دے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا : تم نے اللہ سے مقرر کی ہوئی مدتوں، زندگی کے گنے ہوئے سالوں، اور تقسیم کی ہوئی روزیوں کے متعلق سوال کیا ہے، ان میں سے کسی چیز کا وقت آنے سے پہلے نہ اللہ تعالیٰ انہیں مقدم کرتا ہے، نہ وقت آجانے کے

---

① بخاری : ۶۰۱۰ ، ابوداود : ۸۸۲ ، ترمذی : ۱۴۷۔

② مسلم : ۲۶۶۳۔

بعد ان میں سے کسی چیز کو موخر کرتا ہے۔ ②

- **دعا میں تصنع وتکلف اور مسجع عبارتوں کا استعمال بھی سرکشی اور زیادتی ہے :**

سجع کا مطلب ایک ہی نسق میں پے در پے جملے بولنا اور قافیہ بندی کرنا ہے۔ جب ایک داعی اپنی دعا میں سجع کا اہتمام کرتا ہے اور تکلف سے کام لیتا ہے تو دعا میں مطلوب خشوع جاتا رہتا ہے اور بندہ آہ وزاری اور عاجزی وانکساری کی کیفیت سے محروم ہو جاتا ہے اس لئے اس سے ممانعت کی گئی ہے، مگر وہ سجع جو دعا کرنے والے سے بلا قصد اور تکلف کے بغیر ہی صادر ہونے لگے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ بسا اوقات اس میں زیادہ دلجمعی اور ہم آہنگی کی کیفیت ہوتی ہے جیسا کہ بعض وارد دعاؤں میں پایا جاتا ہے۔

﴿ٱدْعُوا۟ رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ﴾ [الاعراف:۵۵]۔

''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں''۔

کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس کا معنی مسجع عبارتوں کا تکلف ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے شاگرد عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :

''...فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ، فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ". يَعْنِي لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ الِاجْتِنَابَ''

''دیکھنا جو مسجع دعائیں ہیں ان سے گریز کرنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ کو ان سے گریز کرتا ہوا ہی پایا ہے''۔ ①

- **نماز میں داعی کو اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے منع کیا گیا ہے :**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ، عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى السَّمَاءِ، أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ''

---

① بخاری : ۶۳۳۷ ، باب مایکرہ من السجع فی الدعاء۔ ② مسلم : ۹۶۷۔

③ ابوداود : ۱۴۸۶ ، البانی نے صحیح کہا ہے۔ ④ ترمذی : ۳۵۵۷ ، وابوداود عن سعد : ۱۴۹۹۔

''لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں یا پھر ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی''۔ ②

- ہتھیلیوں کی پشت اور دو انگلیوں سے دعا کرنا بھی ممنوع ہے۔

حضرت مالک بن یسار سکونی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

''إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِبُطُونِ أَكُفِّكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا''

''جب تم اللہ سے مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کے باطنی حصے سے مانگو، ہتھیلیوں کی پشت سے نہ مانگو''۔ ③

- ''عن أبی هريرة أن رجلا كان يدعو باصبعيه فقال رسول الله ﷺ : أحد أحد''

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی دو انگلیوں سے دعا کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ایک انگلی استعمال کرو، ایک انگلی سے اشارہ کرو''۔ ④

- **دعا میں آواز بلند کرنے اور جہری طور پر دعا سے روکا گیا ہے :**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا﴾ [الاسراء:۱۱۰]۔

''نہ تو تو اپنی صلاۃ بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کر لے''۔

یہاں صلاۃ سے مراد دعا ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں : یہ آیت دعا کے متعلق نازل ہوئی ہے''۔ ①

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ [الاعراف:۵۵]۔

''تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں''۔

بعض مفسرین نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ : ''مراد حد سے تجاوز کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دعا میں اپنی آوازیں بلند کر کے زیادتی کرتے ہیں۔

ابن جریج اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں : ''یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ آواز بلند کی جائے، ہانک لگائی جائے، اور چیخ و پکار کی جائے، حالانکہ انہیں تضرع وزاری اور انکساری و عاجزی کا حکم دیا گیا ہے''۔

① متفق علیہ۔ ② دیکھئے : تضرة النعيم موضوع: دعا اور تصحيح الدعا لبكرابى زيد۔

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ذکر کے متعلق فرماتا ہے کہ :

﴿وَٱذۡكُر رَّبَّكَ فِي نَفۡسِكَ تَضَرُّعٗا وَخِيفَةٗ وَدُونَ ٱلۡجَهۡرِ مِنَ ٱلۡقَوۡلِ بِٱلۡغُدُوِّ وَٱلۡأٓصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ ٱلۡغَٰفِلِينَ﴾ [الاعراف:۲۰۵]۔

''اور اے شخص! اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں سے مت ہونا''۔ ②

# دعا کی اہمیت وفضیلت

دین ودنیا کے تمام امور میں اپنے مفادات اور مصلحتوں کے حصول اور نقصانات اور مضرتوں کے دفع کرنے میں ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس حقیقت کو صاف صاف بیان کر دیا ہے، فرماتا ہے :

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلۡفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلۡغَنِيُّ ٱلۡحَمِيدُ﴾ [الفاطر:۱۵]۔

''اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے''۔

اور اس کی مزید وضاحت حسب ذیل حدیث رسول سے ہوتی ہے :

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ فرماتا ہے :

'' يَا عِبَادِي: إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا، يَا عِبَادِي: كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ، فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ، يَا عِبَادِي: كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ، فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي: كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِي: إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا، فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِي: إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي، فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي، فَتَنْفَعُونِي، يَا عِبَادِي: لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ، مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَا عِبَادِي: لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ، مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا، يَا

**عِبَادِي: لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي، إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ، يَا عِبَادِي: إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ''۔**

''اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے، اور تمہارے اوپر بھی اسے حرام ٹھہرا دیا ہے، اس لئے تم لوگ ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو، اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر میں جسے ہدایت دے دوں، اس لئے تم لوگ مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جسے میں کھلاؤں، اس لئے تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا دوں گا، اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جسے میں پہناؤں، اس لئے تم سب مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤں گا، اے میرے بندو! تمہاری پہنچ ہرگز میری ضرر رسانی تک نہ ہو سکے گی کہ تم مجھے نقصان پہنچادو، نہ تم میری نفع رسانی تک ہی پہنچ سکو گے کہ مجھے نفع پہنچادو، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول وآخر اور انس وجن سب کسی متقیوں کے متقی شخص کے دل کی روش پر ہوجائیں تو اس سے میرے ملک میں کوئی اضافہ نہ ہوگا، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول وآخر اور انس وجن تم میں سے کسی فاجروں کے فاجر شخص کے دل کی روش پر ہوجائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی، اے میرے بندو! اگر تم میں کے اول وآخر اور انس وجن سب ایک ہی میدان میں جمع ہوکر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کی مانگ پوری کردوں تو اس سے میرے پاس جو کچھ ہے اس میں کوئی کمی نہ واقع ہوگی، بس وہ کمی ایسی ہی ہوگی جیسے سمندر میں سوئی ڈال کے نکال لی گئی ہو، اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اعمال ہیں جنھیں میں تمہارے لئے گن رکھتا ہوں، پھر تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دے دوں گا، اب جسے کوئی فائدہ اور بھلائی ملے وہ اللہ کی حمد وثنا کرے اور جسے اس کے خلاف کچھ ملے تو وہ بس اپنے آپ کو ہی ملامت کرے''۔ ①

اس حدیث سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ اپنے دین ودنیا کے تمام امور میں مفادات کے حصول اور مضرتوں کے دفع کرنے میں ساری مخلوق اللہ کی محتاج ہے اور بندے اپنی ذات کے لئے بھی اس میں سے کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں نہ نفع نقصان کے مالک ہیں، اور جسے اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہدایت اور روزی نہ عطا کرے وہ اس دنیا میں ان دونوں سے محروم ہی رہے گا، اور جس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادے تو آخرت

① مسلم: ۶۵۷۲۔ ② ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم۔ ③ حاکم، الصحیحۃ: ۱۵۷۹۔

میں اس کی خطائیں اسے ہلاکت و بربادی سے دو چار کر کے ہی رہیں گی۔

دعا کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب کا آغاز بھی دعا سے کیا ہے اور اس کا اختتام بھی دعا ہی پر فرمایا ہے۔

دعا کی قدر و منزلت اور علو و رفعت کا جو بیان سنت مطہرہ میں آیا ہے اسے پڑھ جایئے تب آپ کو اس کی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہوگا۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''لَيْسَ شَيْئٌ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ'' ''اللہ تعالیٰ کو دعا سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے''۔ ②

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:
''أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الدُّعَاءُ'' ''سب سے افضل عبادت دعا ہے''۔ ③

۳۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:
''اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ'' ''دعا ہی عبادت ہے''۔

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِى سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [غافر:٦٠]۔

''اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے''۔ ①

-واللہ اعلم- دعا کا رتبہ اتنا عظیم اور اس کی قدر و منزلت ایسی بلند اس لئے ہے کہ اس کے اندر تعبد (عبادت گزاری) کی اتنی قسمیں ایک ساتھ جمع ہوگئی ہیں جو کسی اور عمل میں نہیں پائی جاتی ہیں، اس عبادت میں حضوری قلب، توجہ وقصد، رجاء (امید) وتوکل، اللہ تعالیٰ کے انعامات کی رغبت اور اس کے عذاب کا خوف، یہ ساری کیفیات یکجا طور پر موجود ہوتی ہیں جن کا تعلق قلبی عبادت سے ہے۔

دعا میں لسانی عبادت کے مظاہر تمجید وتحمید، تقدیس وطلب، مانگنے، رونے گڑگڑانے اور آہ زاری وغیرہ کے اعمال پورے طور پر کارفرما نظر آتے ہیں۔

① اسے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے، البانی نے **الصحيحة** میں اس کی اسناد کو صحیح بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی وانکساری اور تذلل میں اعضاء وجوارح بھی اپنی سرگرمیوں کا مظاہرہ کرتے ہیں، نیز استغاثہ اور فریاد کے ذریعہ اپنی طاقت وقوت سے براءت کا اظہار کیا جاتا ہے اسی طرح بدنی عبادت کے تقاضے بھی پورے کئے جاتے ہیں، ان کے علاوہ عبادت کی دیگر انواع بھی ہیں جو دعا کے اندر موجود ہوا کرتی ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم اور محکم کتاب میں فرمایا :

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا﴾ [الفرقان:۷۷]۔

''کہہ دیجئے! اگر تمہاری دعا التجا (پکارنا) نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری مطلق پروانہ کرتا، تم تو جھٹلا چکے اب عنقریب اس کی سزا تمہیں چمٹ جانے والی ہوگی''۔

**مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری عبادتیں نہ ہوتیں جو دونوں قسم کی دعاؤں پر مشتمل ہیں :**

**۱۔ دعاء عبادت :**

جس میں تمام قسم کی ظاہری و باطنی قولی وعملی عبادتیں اور نیات وتروک (مقررہ ومعینہ چیزوں کو ترک کردینے) کی بندگیاں شامل ہیں جن کی وجہ سے قلوب انسانی اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے پر ہوجاتے ہیں۔

**۲۔ دعاء مسئلہ وطلب :**

جس میں بندہ اپنی مرادیں پانے کے لئے اللہ کو پکارتا ہے، اور اپنی دنیا وآخرت کی منفعتوں کے حصول اور مضرتوں سے حفاظت کا سوال کرتا ہے، مصیبتوں کے دور کرنے کی التجا کرتا ہے، عبادت کی اس قسم میں اللہ جل ثناؤہ کے سامنے رغبت اور انکساری کا جذبہ دلوں میں بھرا رہتا ہے اور اسی کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [غافر:۶۰]۔

''اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے''۔

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعائے مسئلہ کو عبادت کہا ہے، اور دوسری آیت میں اسے دین کا نام دیا ہے،

① شرح الإحياء : ۵/۴۔

فرماتا ہے :

﴿وَٱدۡعُوهُ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَۚ﴾ [الاعراف:۲۹]۔ ''عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھو''۔

اور جیسا کہ صحیح حدیث میں گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ'' ''دعا ہی عبادت ہے''۔

اور یہ لفظ عبادت کی کسی بھی دوسری قسم کے متعلق وارد نہیں ہوا ہے [1] اور یہ بھی ''الحج عرفة'' جیسا قول ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حج تو عرفہ ہی ہے۔

اور یہ بات دعا کی عظمت شان اور بلند قدر و منزلت کی وجہ سے ہی کہی گئی ہے، سی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے صلاۃ سے بھی موسوم کیا ہے، فرماتا ہے :

﴿وَمِنَ ٱلۡأَعۡرَابِ مَن يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَٰتٍ عِندَ ٱللَّهِ وَصَلَوَٰتِ ٱلرَّسُولِۚ﴾ [التوبۃ:۹۹]۔

''اور بعض اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں''۔

مراد رسول کی دعائیں ہیں۔ اور فرمایا :

﴿خُذۡ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ صَدَقَةٗ تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٞ لَّهُمۡۗ﴾ [التوبۃ:۱۰۳]۔

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے''۔

اس آیت کریمہ میں صلاۃ سے دعا مراد لی گئی ہے، اور اپنی لغوی حقیقت کے اعتبار سے صلاۃ دعا کے معنی ہی میں آتی ہے۔ اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قول و فعل و اعتقاد بہر اعتبار دعا کی دونوں قسموں : ''دعائے عبادت'' اور ''دعائے طلب'' میں تلازم پایا جاتا ہے۔

اس لئے دونوں میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے صرف کرنا کسی بھی حیثیت سے جائز نہیں ہے، اور جس نے ان میں سے کسی بھی چیز کو غیر اللہ کے لئے صرف کیا تو اس نے غیر اللہ کو پکارا، غیر اللہ کی عبادت کی، غیر اللہ کے لئے نماز پڑھی اور غیر اللہ کے سامنے جھک پڑا اور اس کے تابع ہوگیا۔ اس طرح اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ

---

[1] احمد ، بخاری فی الادب المفرد ، ترمذی اور ابن ماجہ۔

شرک اکبر کیا جو تمام مسلمانوں کے اجماع واتفاق کے ساتھ ملت سے خارج کر دینے والا ہے۔

اور جو شخص شرک باللہ سے گریز کرنے اور دور رہنے کی تلقین کرنے والی آیات کا استقرا اور احاطہ کرے گا اسے واضح طور پر یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ ان میں سے اکثر دعائیں شرک سے بچنے کی تعلیم دیتی ہیں، اور یہیں سے یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ دعا کا تعلق صمیم اعتقاد سے ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت، الوہیت اور اسماء وصفات سے مربوط ہے، اور اس کے متعلق مخالفتوں کا ارتکاب امراض شبہات کا جزء ہے جو شرک اور اس کے وسائل یعنی بدعات ومحدثات کے درمیان گردش کرتے ہیں۔

دعا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو سب سے زیادہ عزیز ہے، اور وہی اللہ کی راہ میں صبر، پناہ طلبی میں صدق، تمام امور کو اسی کے سپرد کر دینے، اسی پر توکل کرنے، عجز اور کسلمندی وسستی سے دور رہنے اور اللہ تعالیٰ کی مناجات سے لطف اندوز ہونے کا کامیاب راستہ ہے۔ اس سے داعی کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے یقین کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی یہ ادا بڑی محبوب ہے کہ وہ اس سے مانگتا رہے، اور نہ مانگنے والے سے وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

''مَنْ لَمْ يَدْعُ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ'' ''جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا وہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے''۔ [1]

اور کسی نے اس معنی کو نظم کر کے یوں کہا کہ :

اَللّٰهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ

وبُنَيُّ آدمَ حِيْنَ يُسْأَلُ يَغْضَبُ

''اگر تم اللہ سے مانگنا چھوڑ دو تو وہ ناراض ہوتا ہے، جبکہ آدمی کا حال یہ ہے کہ اگر تم اس سے مانگو تب وہ ناراض ہوتا ہے''۔

- دعا انتہائی سہل اور آسان عبادت ہے، مطلق ہے، اصلاً کسی بھی زمان یا مکان یا حال سے مقید نہیں ہے، رات یا دن میں، بحر وبر میں، فضاؤں میں، سفر وحضر میں، فقیری وتونگری میں، مرض وصحت میں، خلوت وجلوت میں جہاں کہیں چاہو، جب کبھی چاہو مانگ لو۔
- اللہ کی قسم دعا تو عمر بھر کا وظیفہ اور عمل ہے، یہ تو بندگی کے آغاز، درمیان اور اختتام ہر ہر مقام پر ایک مسلمان کے ساتھ ساتھ ہی چلتی ہے۔ تاکہ بندہ سدا اپنے آقا ومالک سبحانہ وتعالیٰ کے حضور التجا اور محتاجی وفقیری کی حالت میں رہے۔

● دفع بلیات اور بدبختی کے حالات سے باہر آنے میں جس نے دعا کی پابندی کی سمجھو اس نے کامیاب اسباب کا دامن تھام لیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علیہ السلام کے متعلق بتایا کہ انھوں نے فرمایا :

﴿وَأَدْعُواْ رَبِّي عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي شَقِيًّا﴾ [مریم:۴۸]۔

''صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا''۔

اور اپنے نبی زکریا علیہ السلام کے بارے میں خبر دی کہ انھوں نے فرمایا :

﴿وَلَمْ أَكُنۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ [مریم:۴] ''لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا''۔

● اور کتنی بلائیں ہیں جو دعاؤں کے ذریعہ رد ہوئیں، کتنی آزمائشوں اور آفتوں کی گھڑیاں دعاؤں سے ٹالی گئیں، کتنی مصیبتوں کو اللہ تعالیٰ نے دعاؤں سے دفع کیا، کتنی معصیتوں اور گناہوں کو رب نے دعاؤں سے بخش دیا!!! اور یہ دعا ہی تو ہے جو نفس کو شیطان کے پھندوں سے بچاتی ہے اور اس کے تیروں سے بچانے والی ڈھال بن جاتی ہے اور نہ جانے کتنے واروں کو ناکام کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلْيَأْخُذُواْ حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ﴾ [النساء:۱۰۲] ''اور اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں''۔

● کیا کیا ظاہری و باطنی نعمتوں، عزت وغلبہ ونصرت اور دنیا وآخرت میں رفع درجات کا حصول دعاؤں کے سبب سے ہوا! اللہ لگتی کہتے ہیں کہ دعا کی شان عظیم ہے اور اس کی الطاف وعنایات اپنے بندوں پر اس دعا کے ذریعہ بے پایاں ہیں۔

اور یہ سارے فضائل وخیرات انواع واقسام کی قبولیتوں کے مظاہر ہی تو ہیں، اسی لئے یہ دعائے مسئلہ وطلب بجا طور پر اہم ترین واجبات اور عظیم ترین فرائض میں سے ہیں، اسی لئے انبیائے کرام کا وطیرہ ہی بن گئی تھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق سورۂ انبیاء میں بیان فرمایا ہے کہ :

﴿إِنَّهُمْ كَانُواْ يُسَٰرِعُونَ فِي ٱلْخَيْرَٰتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا﴾ [الانبیاء:۹۰]۔

''یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے''۔

دعا کی ترغیب میں شریعت مطہرہ کے نصوص اس قدر کثرت سے وارد ہوئے ہیں کہ مخلوق کے دلوں کو خالق کی طرف مائل کرنے کی انتہا ہوگئی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ دعا واقعی مومن کا ہتھیار اور مسلمان کا مضبوط ترین قلعہ ہے، اپنے دل سے کثرت کے ساتھ رب کی طرف مائل ہونے اور جھکنے والے بندے کے لئے ولایت کا منشور ہے جو اسی کو ملتا ہے جو رابطے میں ہوتا ہے اور جو ضائع کر دیتا ہے وہ معزول کر دیا جاتا ہے۔ اسی لئے اس کے ترک سے دین

پر تہمت لازم آتی ہے اور اسے رب العالمین سے منہ موڑنے کی علامت کے طور پر دیکھا جاتا ہے، اور جو اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے اللہ بھی اس سے رخ پھیر لیتا ہے۔

اس تفصیل سے ایک مومن کی زندگی میں دعا کی عظیم حصولیابیوں اور عظمت شان کا پتہ چلتا ہے جس کا تعلق اس کی دنیاوی زندگی کے ساتھ ساتھ موت کے بعد سے بھی ہے۔ زندگی میں تو مومن خود اپنی دعا سے فائدہ اٹھاتا ہے اور دیگر مسلمانوں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے، حاضر کے ذریعہ غائب کو نفع ملتا ہے جو اس کے غیاب میں کی جانے والی دعا کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اس میں قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ فرشتہ اس کے جواب میں کہتا ہے: ''اور تجھے بھی اسی کے مثل حاصل ہو جائے'' جیسا کہ سنت سے ثابت ہے۔

اور یہ دعا اعداء اور ان کی زیادتیوں، چالوں اور ضرر رسانیوں کے مقابلے میں ایک زبردست حامی بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

پھر یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ذکر و دعا شیطان بھگاتے ہیں، حضرت ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ ''التمہید: ۱۹/ ۴۶'' میں فرماتے ہیں: جہاں تک تلاوت اور ذکر و اذان کے شیطان بھگانے کی بات ہے تو یہ تو متفق علیہ ہے آثار میں مشہور ہے'' انتھی۔

اور یہ دعا موت کے بعد تو ان ہدیوں تحفوں میں شامل ہے جو ایک مسلم دوسرے مسلم کو پیش کرتا ہے:

﴿رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلْإِيمَٰنِ﴾ [حشر:۱۰]۔

اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ: ''أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهُ'' یا وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے (یعنی جن چیزوں کا نفع میت کو مرنے کے بعد بھی ملتا ہے ان میں ایک اس کی نیک اولاد کی دعا بھی ہے)۔

دعا اور میت کی طرف سے صدقہ کا فائدہ میت کو ملتا ہے اس پر تو اجماع ہے۔

# دعا کے آداب

۱۔ دعا اخلاص کے ساتھ مانگی جائے۔

۲۔ قبولیت کے یقین کے ساتھ مانگی جائے۔ فقیروں کی طرح الحاح و اصرار کے ساتھ مانگی جائے اور جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔

۳۔ دعا میں دل زبان کا رفیق ہو ادھر ادھر گردش میں نہ رہے۔ مختلف وادیوں کی سیر کرتا اور بھٹکتا نہ پھرے۔

۴۔ خوشحالی و بدحالی دونوں میں دعا مانگی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ جب خوشگوار زندگی میسر ہو تو آداب بندگی فراموش کر دئے جائیں اور سوال کے لئے دست طلب بڑھانے سے بے نیازی کا مظاہرہ کیا جائے۔

۵۔ مال ومنال، اہل وعیال اور اپنی ہی ذات کو بددعائیں نہ دی جائیں۔ خبردار ایسا کبھی نہ ہونے پائے، جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو ہر حال میں خود پر قابو پالینا ورنہ بڑا خسارہ ہوسکتا ہے۔

۶۔ مانگنا تو صرف تنہا اللہ ہی سے مانگنا کسی اور کو ساجھی نہ بنانا ورنہ بیڑا غرق ہوجائے گا، اس نصیحت کو گرہ سے باندھ لینا، یہ رب کی عطا کردہ انبیائی حکمت ہے۔

۷۔ جب مانگنے لگنا تو دھیمی آواز میں مانگنا، جہر واسرار کے بین بین ہی رہنا۔ چیخ پکار نہ مچانا کہ یہ بے ادبی ہے۔

۸۔ اللہ سے مانگنے لگنا تو اس کے اسمائے حسنی اور صفات علیا کا وسیلہ ضرور لینا، بڑی امید ہے کہ قبولیت سے نوازے جاؤ گے۔

۹۔ دعا مانگتے وقت رب کی نعمتوں کا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرلو کہ یہی آداب بندگی اور فقیروں کے شاہوں کے شاہ سے مانگنے کا قرینہ ہے۔

۱۰۔ دعا میں مقفّیٰ مُسَجَّع عبارتیں لانے کا تکلف نہ کرو۔ سادگی سے جو الفاظ دل سے نکل آئیں بس انہیں پر اکتفا کرو۔

۱۱۔ تضرع سے آہ وزاری سے گڑگڑا گڑگڑا کر خشوع وخضوع کے ساتھ دل لگا کر اور رغبت اور خوف کے ساتھ مانگو۔

۱۲۔ گناہوں سے توبہ کرلو، اگر کسی کا کچھ ہڑپ یا غصب کرلیا ہو، کسی کا حق دبالیا ہو تو اولین فرصت میں اسے واپس لوٹادو۔

۱۳۔ مانگتے وقت اپنی نیکیوں کا حوالہ بھی دے سکتے ہو مگر ادب کے ساتھ، یہ حوالہ اس کے یہاں معتبر ہے۔

۱۴۔ دعا کی ابتدا اللہ تعالی کی حمد وثنا اور رسول گرامی پر صلاۃ وسلام سے کرو اور انہیں پر اسے ختم بھی کرو۔

۱۵۔ کوئی دعا کی جائے تو تین تین بار کرنا بہتر ہے۔

۱۶۔ دعا کے وقت قبلہ رو ہوجانا بھی ایک ادب ہے مگر ضروری نہیں ہے۔

۱۷۔ دعا میں ہاتھوں کو اٹھالینا بھی اس کے آداب میں سے ہے مگر اسے لازم یا واجب نہ سمجھا جائے۔

۱۸- دعا کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے۔

۱۹- خشیت الٰہی سے رو پڑنا بھی دعا کے آداب میں شامل ہے، رب ان آنسوؤں کا بڑا قدر دان ہے۔

۲۰- اپنے رنج وغم اور مصیبتوں کا شکوہ اللہ ہی سے کرو اور یہ ظاہر کرو کہ تم تو اس کے ازلی وابدی فقیر ہو جب اس سے مخاطب ہونے لگو تو سب کچھ اکڑنا اینٹھنا بھول جاؤ بالکل بھکاریوں کی طرح مانگو۔

۲۱- جب دوسروں کے لئے دعا کرنا مقصود ہو تو طلب اپنی ذات سے شروع کی جائے۔ مگر یہ لازم نہیں ہے اس کے بغیر بھی دعا کی جاسکتی ہے۔

۲۲- دعا میں زیادتی اور سرکشی سے گریز کرو۔

۲۳- دعا میں تین طرح کا توسل (وسیلہ لینا) مشروع ہے :

- اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا وسیلہ
- اپنے کسی نیک عمل کا وسیلہ
- کسی نیک آدمی کی دعا کا وسیلہ ( مگر اس نام پر مردوں کو پکارنا یا ان کی قبروں کے پاس دعا کے لئے جانا درست نہیں ہے کیونکہ یہ شرک یا شرک کا وسیلہ ہے )

## قبولیت دعا کے لئے مناسب احوال ومقامات

۱- شب قدر۔ ۲- رات کے آخری پہر، فرض نمازوں کے بعد اور وقت سحر۔ ۳- اذان واقامت کے درمیان۔ ۴- فرض نمازوں کی اذان کے وقت۔ ۵- جب بارش ہو رہی ہو۔ ۶- فی سبیل اللہ میدان کارزار میں جب صفیں نبرد آزمائی کے لئے بڑھ رہی ہوں اور محو پیکار ہوں۔ ۷- رات کی وہ مخصوص گھڑی جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی بھی مسلمان اس وقت دنیا و آخرت کی بھلائی کی کوئی بھی چیز مانگے اللہ اس کی مراد پوری کر دیتا ہے، اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔ ①

۸- جمعہ کی وہ مخصوص گھڑی جو قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، اور اس کے متعلق احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ

---

① مسلم : ۵۲۱/۱۔

② بخاری : ۱۱۵۴ ، ابوداود : ۵۰۶۰ ، ترمذی : ۳۴۱۴ ، ابن ماجہ : ۳۸۷۸۔

③ دیکھئے : ترمذی : ۳۵۰۵۔

وقت عصر کی نماز کے بعد آتا ہے، یا پھر یہ وہ وقت ہوتا ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز کے اختتام تک رہتا ہے۔ ۹۔ زم زم کا پانی پیتے وقت۔ ۱۰۔ سجدوں میں جب بندہ سب سے زیادہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے۔

۱۱۔ کسی مسلمان بھائی کے لئے اس کی غیر موجودگی میں جو دعا کی جائے۔

۱۲۔ جب رات کے وقت بیدار ہوں اور :

'' لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ''

پڑھ کر اللہ سے بخشش مانگیں یا کوئی دعا کریں تو وہ دعا قبول ہوتی ہے، اور اگر وضو کر کے نماز پڑھ لیں تو وہ نماز بھی قبول ہوتی ہے۔ ②

۱۳۔ جب : ''لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ''

''تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے، بیشک میں ہی ظالموں میں سے ہوں''۔

پڑھ کر دعا مانگیں تو بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ ③

۱۴۔ جب مصیبت میں :

''إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا''

''ہم سب اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور ہم سب اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ یا اللہ! مجھے اس مصیبت کا ثواب دے اور اس کے بدلہ میں اس سے اچھی چیز عنایت فرما''۔

پڑھیں تو وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ①

۱۵۔ میت کی روح قبض ہونے کے بعد وہاں موجود لوگوں کی دعا قبول ہونے کی امید ہوتی ہے کیونکہ فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

۱۶۔ جب دعائے استفتاح میں :

'' اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا''

---

① دیکھئے : مسلم : ۲۱۲۶۔ ② دیکھئے : مسلم : ۱۳۵۸۔
③ دیکھئے : مسلم : ۱۳۵۷۔ ④ دیکھئے : بخاری : ۷۹۹۔

''اللہ سب سے بڑا ہے، ساری بڑائی اسی کے واسطے ہے اور بہت تعریف ہے اس کی اور میں صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتا ہوں''۔

پڑھی جائے۔ ②

۱۷۔ جب دعائے استفتاح میں :

**''الْحَمْدُ لِلَّهِ، حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا، مُبَارَكًا فِيهِ''**

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے بہت اور پاک تعریف اور ایسی جس میں برکت دی گئی ہو''۔

پڑھی جائے۔ ③

۱۸۔ جب حضوری قلب کے ساتھ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔

۱۹۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے وقت :

**''رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ''**

''اے ہمارے رب تیرے لیے بہت زیادہ تعریفیں ہیں جو پاکیزہ و بابرکت ہیں''۔

پڑھیں۔ ④

۲۰۔ جب نماز میں سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہی جائے۔

۲۱۔ آخری تشہد میں درود پڑھنے کے بعد۔

۲۲۔ نماز میں سلام سے پہلے یہ دعا :

**''اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا أَللَّهُ بِأَنَّكَ الْوَاحِدُ الأَحَدُ، الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ''**

''اے تنہا و اکیلے اللہ، جو بے نیاز ہے جس کے نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے، میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میرے گناہوں کو بخش دے، بیشک تو بڑا بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے''۔

ایک نماز پڑھنے والے شخص سے جب نبی ﷺ نے یہ دعا سنی تو فرمایا : ''اسے بخش دیا گیا، اسے بخش دیا گیا، اسے بخش دیا گیا، تین بار''۔ ①

---

① احمد ، ابوداؤد ، نسائی وغیرہ ، **تخريج صفة صلاة النبي للالباني**۔

② ابوداؤد ، ابن ماجہ ، ترمذی ، نسائی وغیرہ۔

۲۳۔ اسی طرح جب یہ دعا پڑھیں :

’’ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدَ، لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ وَحْدَكَ لاَ شَرِيكَ لك الْمَنَّانُ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلالِ وَالإِكْرَامِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ، إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ‘‘

’’اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلے سے کہ: ساری حمد تیرے لیے ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں، تو یکتا ہے لاشریک ہے، تو ہی احسان کرنے والا اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، اے جلال اور عطاء و بخشش والے، اے زندہ جاوید، اے آسمانوں اور زمینوں کو تھامنے والے! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے تیری پناہ چاہتا ہوں‘‘۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں ایک شخص کو یہ دعا پڑھتے سنی تو فرمایا: اس نے اللہ کے اس عظیم نام کے واسطے سے دعا کی ہے کہ جب بھی اس کے ذریعہ اس سے دعا کی جاتی ہے وہ اسے قبول کر لیتا ہے، اور جب اس کے ذریعہ اس سے کچھ مانگا جاتا ہے تو عطا کر دیتا ہے۔ ②

۲۴۔ اسی طرح جب یہ دعا پڑھیں :

’’اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَنَّانُ، بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ‘‘

’’اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس وسیلے سے کہ: ساری حمد تیرے لیے ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود برحق نہیں، تو ہی احسان کرنے والا اور آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، اے جلال اور عطاء و بخشش والے، اے زندہ جاوید، اے آسمانوں اور زمینوں کو تھامنے والے!‘‘۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے سنا تو فرمایا: تو نے اللہ عزوجل سے اس کے اسم اعظم کے واسطے سے دعا کی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ تو نے اللہ سے اس کے اس نام کے واسطے سے مانگا ہے کہ جب بھی اس کے واسطے سے اس سے مانگا جاتا ہے وہ عطا کر دیتا ہے، اور جب اس کے واسطے سے دعا کی جاتی ہے تو اسے قبول کر لیتا ہے۔ ①

۲۵۔ جب وضو کے بعد یہ دعا پڑھی جائے :

① ابوداود : ۱۴۹۵۔ ② مسلم : ۵۵۳۔

③ بخاری : ۳۳۰۳ ، مسلم : ۲۷۲۹۔

''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ''

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئے جائیں گے وہ جس سے چاہے گا داخل ہو جائے گا۔②

۲۶۔ عرفہ کے دن کی دعا۔ ۲۷۔ زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر سے پہلے جب آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ ۲۸۔ ماہ رمضان میں۔ ۲۹۔ ذکر کی مجلسوں میں جب مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔

۳۰۔ جب مرغ کی آواز سنی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ، فَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ، فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا، وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِنَّهُ رَأَىٰ شَيْطَانًا''۔

''جب مرغ کو بانگ دیتے سنو تو اللہ سے اس کا فضل مانگ لیا کرو، کیونکہ اس نے فرشتے کو دیکھا ہوتا ہے، اور جب گدھے کو رینکتے سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کر لیا کرو، کیونکہ اس نے کسی شیطان کو دیکھا ہوتا ہے''۔③

۳۱۔ جب اضطراری کیفیت میں دل پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اخلاص سے لبریز ہو۔

اس کی دلیل اصحاب غار کا وہ مشہور واقعہ ہے جن کے غار کے دہانے کو ایک چٹان نے بند کر دیا تھا، مگر جب ان تینوں نے اپنے کسی نہ کسی مخلصانہ عمل کا حوالہ دیکر اللہ سے مدد مانگی تو اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی مصیبت کو دور فرما دیا اور قبولیت دعا کے آثار صاف صاف ظاہر ہوئے۔①

## وہ افراد جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں

### ۳۲۔ مظلوم کی دعا :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

① دیکھئے بخاری : ۲۲۷۲ ، مسلم : ۶۹۴۹۔

② احمد ، ابوداؤد ، الاحاديث الصحيحة : ۶۷ ، صحیح الجامع : ۳۳۷۔ ③ بخاری : ۳۳۰۳ ، مسلم : ۲۷۲۹۔

④ ابن ماجہ : ۳۸۶۲ ، ابوداود : ۱۵۲۶ ، ترمذی : ۱۹۰۵ مگر ان کے الفاظ یہ ہیں کہ: اپنی اولاد پر والد کی بددعا، اور احمد نے : ۸۵۸۰ اور ان کے بھی الفاظ یہی ہیں کہ : اپنی اولاد پر والد کی بددعا ، صحیح الجامع : ۳۰۳۰ اور ۳۰۲۸ ، ۳۰۲۹۔

''دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا فَفُجُوْرُهُ عَلَى نَفْسِهِ''

''مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے گو وہ فاجر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس کے فجور کا وبال خود اس کی ذات پر ہوتا ہے''۔ ②

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو فرمایا:

''اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ''

''مظلوم کی (بد) دعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا ہے''۔ ③

۳۳۔ والد اپنی اولاد کو دعا یا بد دعا دے۔

۳۴۔ مسافر کی دعا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

''ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ''

''تین دعائیں ایسی ہیں جو قبول ہوتی ہیں اور ان کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہے : مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، اور والد کی دعا اپنی اولاد کے حق میں''۔ ④

۳۵۔ روزے دار کی دعا :

''ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ : دَعْوَةُ الصَائِمِ وَ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَ دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ''

''تین دعائیں مقبول ہوتی ہیں : روزے دار کی دعا، مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا''۔ ①

۳۶۔ پریشان حال کی دعا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [النمل:٦٢]۔

---

① ترمذی : ابن ماجہ : شرح السنۃ بغوی مگر ان لوگوں نے مسافر کی جگہ امام عادل کا ذکر کیا ہے ، دیکھئے : الصحیحة للالبانی : ۱۷۹۷ اور صحیح الجامع : ۳۰۳۰ اور حدیث ۳۲۹۔

② مالک نے اس کی تخریج کی ہے ۲۱۷/۱ اور محقق عبدالباقی کہتے ہیں کہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ یہ چیز رائے سے نہیں اخذ کی جاسکتی ہے، اور یہ تو عمدہ سند کے ساتھ بھی وارد ہے۔

③ مسلم : ۴۲۲۳۔

''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو''۔

۳۷۔ والدین کی فرمانبردار اولاد کی دعا :

حضرت سعید بن مسیب فرمایا کرتے تھے کہ :

''إِنَّ الرَّجُلَ لَيُرْفَعُ بِدُعَاءِ وَلَدِهِ مِنْ بَعْدِهِ ، وَقَالَ بِيَدَيْهِ نَحْوَ السَّمَاءِ فَرَفَعَهُمَا''

''آدمی کا درجہ اس کے رخصت ہونے کے بعد اس کی اولاد کی دعا کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور انہیں بلند کیا''۔ ②

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

''إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ''

''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین چیزیں اس سے مستثنیٰ ہیں : صدقۂ جاریہ، یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے''۔ ③

غار والی حدیث بھی اس کی دلیل ہے جس میں تین میں سے ایک شخص اپنے والدین کا فرمانبردار تھا، جب اس نے اپنے اس نیک عمل کا حوالہ دیکر دعا مانگی تو وہ دعا قبول ہوئی۔ ①

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افضل التابعین حضرت اویس قرنی کے متعلق خبر دی تھی کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ضرور ان کی قسم پوری فرمائے گا اور سبب یہ ہے کہ ان کی ایک والدہ ہے جن کے وہ بڑے فرمانبردار ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر ممکن ہو تو ان سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرالینا۔ ②

## وہ مقامات جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں

۳۸۔ رمی جمار کے وقت۔ جمرۂ صغریٰ اور جمرۂ وسطیٰ کے پاس۔

۳۹۔ کعبہ کے اندر اور جو حجر کے اندر نماز پڑھے وہ بیت اللہ ہی کا حصہ ہے۔

۴۰۔ جب صفا اور مروہ کے پاس دعا کی جائے۔

① بخاری و مسلم۔ ② دیکھئے : مسلم باب فضائل اویس القرنی : ۲۵۴۲۔

۴۱۔ جب مشعر حرام کے پاس دعا کی جائے۔(کبھی اس سے مراد پورا مزدلفہ ہوتا ہے اور کبھی مزدلفہ کا وہ پہاڑ ہوتا ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقوف کیا تھا اور اس پر مسجد بنی ہوئی ہے۔

۴۲۔ عرفہ میں دعا کرنا۔

# دعا کی عدم قبولیت کے اسباب

۱۔ جلد بازی کرنا۔

(اس سلسلے میں حدیث گزر چکی ہے)

۲۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللَّهَ بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهَا أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ، أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ "، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: إِذًا نُكْثِرَ، قَالَ: اللَّهُ أَكْثَرُ ''۔

''روئے زمین پر جہاں بھی کوئی مسلم دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وہی مراد پوری کر دیتا ہے، یا اسی جیسی برائی کو اس سے روک دیتا ہے، بس شرط یہی ہے کہ وہ کسی گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہ کرے''، اس پر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: تب تو ہم کثرت سے مانگا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے''۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''جب کوئی مسلمان ایسی دعا کرتا ہے جس میں کسی گناہ یا رشتہ کاٹنے کی طلب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین میں سے ایک چیز عطا کرتا ہے، یا تو جلدی سے اس کی دعا قبول کر لیتا ہے، یا اسے آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے، یا اسی کے مثل کسی برائی کو اس سے دور کر دیتا ہے''، لوگوں نے کہا: تب تو ہم زیادہ مانگا کریں گے، آپ نے فرمایا: ''اللہ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے''۔''[2]

۳۔ کسی گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا کرنا۔

---

① ترمذی: ۳۵۷۳، احمد وغیرہ، دیکھئے: صحیح الجامع: ۵۵۵۴۔

② احمد، حاکم: ۱/۴۹۲، انھوں نے تصحیح کی ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔

③ مسلم: ۲۳۴۶۔

(اس سلسلے میں حدیث گزر چکی ہے)

۴۔ دعا کرنے والے کا کھانا پینا اور لباس حرام کا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

**''...الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ''**

''آدمی لمبا سفر کرتا ہے، اس کے بال غبار آلود اور پراگندہ ہوتے ہیں، وہ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر یارب یارب کہتا ہے، جبکہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام اور اس کا پہنا وا حرام کا ہوتا ہے اور اس کے استعمال میں آنے والی غذا بھی حرام کی ہوتی ہے، تب آخر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی''۔ ③

۵۔ جب دعا میں حتمی سوال نہ کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**''لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ''**

''تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما: اسے قطعیت کے ساتھ سوال کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں ہے''۔ ①

۶۔ جب امر بالمعروف (بھلائی کا حکم دینا) اور نھی عن المنکر (برائی سے روکنا) چھوڑ دیا جائے۔

حضرت حذیفہ بن یمان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

**''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ''**

''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بالیقین تم بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنی سزا بھیج دے گا پھر تم اس سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہ ہوگی''۔ ②

---

① بخاری: ۶۳۳۹، مسلم: ۶۸۱۳۔

② ترمذی: ۲۱۶۹، شرح السنة للبغوی: ۴۱۵۴، صحیح الجامع: ۷۰۶۹۔

③ ترمذی: ۲۹۸۹، الصحیحة للالبانی: ۵۹۴، صحیح الجامع: ۲۴۴۳۔

۷۔ غفلت، شہوت اور نفسانی خواہشات کا غلبہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ [الرعد:۱۱]۔

''کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں''۔

۸۔ نماز میں عدم خشوع اور خوف ورغبت کا نہ پایا جانا۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''... وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ'

''... اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کسی غافل اور غیر متوجہ دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے''۔[3]

۹۔ کچھ مخصوص معصیتوں اور گناہوں کا ارتکاب۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ :

''ثَلَاثَةٌ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ ، رَجُلٌ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ سَيِّئَةُ الْخُلْقِ فَلَمْ يُطَلِّقْهَا ، وَ رَجُلٌ كَانَ لَهُ عَلٰى رَجُلٍ مَالٌ فَلَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ ، وَ رَجُلٌ آتَى سَفِيْهًا مَالَهُ ، وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَلَا تُؤْتُوا۟ ٱلسُّفَهَآءَ أَمْوَٰلَكُمُ﴾

''تین اشخاص ایسے ہیں جو دعا کرتے ہیں مگر ان کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے: ایک وہ شخص جس کی زوجیت میں کوئی برے اخلاق والی عورت ہو مگر وہ اسے طلاق نہ دے۔ایک وہ شخص جس کا کوئی مال کسی شخص کے ذمے ہو مگر وہ اس پر گواہ نہ بنائے۔اور ایک وہ شخص جو کسی نادان کو اپنا مال دے جبکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَلَا تُؤْتُوا۟ ٱلسُّفَهَآءَ أَمْوَٰلَكُمُ﴾ [النساء:۵]۔ ''بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو''۔[1]

# دعا کی عدم قبولیت کے اسباب پر ایک اہم گفتگو

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس سے دعا کیا کریں اور اپنے فضل وکرم اور جودواحسان سے ان کی دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے، ارشاد ہے :

① حاکم:۲/۳۰۲الصحیحة: ۱۸۰۵، صحیح الجامع : ۳۰۷۰ ، تفصیل کے لئے دیکھئے : الدعاء والذکر والعلاج بالرقی للقحطانی۔

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ﴾ [البقرہ:۱۸۶]۔

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں''۔

اور فرمایا :

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ﴾ [غافر:۶۰]۔

''اور تمہارے رب کا فرمان (سرزد ہو چکا ہے) کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا''۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی خلاف ورزی ہرگز نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ اس نے وضاحت کے ساتھ فرمادیا ہے کہ : ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾ [آل عمران:۹]۔ ''یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا''۔

اور اپنے رب پر مومن کے اعتقاد کا اہم جزء اس کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے، اور شرعی نصوص، سلیم فطرتوں، روشن عقلوں اور معزز لوگوں کی عمومی روش کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے تو سب سے اعلیٰ مثال ہے، اور جب کوئی معزز شخص کوئی وعدہ کرتا ہے تو وہ لامحالہ اسے پورا کرتا ہے، پھر سب کریموں کا کریم اور تمام عزت داروں سے معزز ہستی کا معاملہ کیا ہوگا جس کی رحمت کی وسعتوں کے دائرے میں ہر چیز آتی ہے؟؟

جب یہ حقیقت ثابت ہو چکی تو یہاں ایک اہم سوال یہ اٹھتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ دعائیں کرتے ہیں مگر ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں حالانکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اس کی خلاف ورزی کبھی نہیں ہوتی ہے؟

اس سوال کے جواب سے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے اس بات کی معرفت ناگزیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ انسان کی سب دعائیں قبول کی جائیں نہ اس کی سب مرادیں پوری کی جائیں کیونکہ بسا اوقات وہ ایسی دعائیں کرتا ہے جس میں خود اسی کا نقصان ہوتا ہے یا اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے، اور کبھی وہ ایسی چیزوں کی دعائیں کرتا ہے جس میں دوسروں کا نقصان ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسان کی معرفت محدود اور اپنی مصلحتوں کے متعلق اس کا علم کوتاہ ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اگر اس کی ہر مراد پوری کردے اور ہر دعا قبول کرلے تو اس میں خود اسی کا یا دوسروں کا نقصان ہوجائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُم بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ﴾ [یونس:۱۱]۔

''اور اگر اللہ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کردیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لیے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ

کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا''۔

مزید فرمایا تا ہے :

﴿وَيَدْعُ ٱلْإِنسَـٰنُ بِٱلشَّرِّ دُعَآءَهُۥ بِٱلْخَيْرِ ۖ وَكَانَ ٱلْإِنسَـٰنُ عَجُولًا﴾ [الاسراء:١١]۔

''اور انسان برائی کی دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح، انسان ہے ہی بڑا جلد باز''۔

اور فرماتا ہے :

﴿وَلَوِ ٱتَّبَعَ ٱلْحَقُّ أَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ ٱلسَّمَـٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ﴾ [المؤمنون:٧١]۔

''اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے''۔

اور عین مطلوب کے متعلق جو دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمائیں ان کا بیان اس نے اپنی کتاب عزیز میں کر رکھا ہے حالانکہ وہ دعائیں مانگنے والے اس کے انبیاء ورسل کرام تھے، پھر بھی عین مطلوب کے متعلق قبولیت میں تاخر ہو جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ انہیں بتاتا تھا کہ جو کچھ انہوں نے مانگا ہے اس کی قبولیت حکمت الٰہی کے تقاضوں کے خلاف ہے، اور جب ایں ہمہ مرتبہ ومقام اور کرامت وحیثیت کے باوجود جو ان انبیاء ورسل کو عطا کی گئی تھی ان کی دعاؤں کا یہ حال تھا تو پھر ان سے کم رتبہ لوگوں کی دعاؤں کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے؟ اور اس کی کچھ مثالیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واشگاف کیا ہے حسب ذیل ہیں :

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ﴾ [آل عمران:١٢٨]۔

''اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرے یا عذاب دے''۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی ﷺ نے احد کے دن خود کو اذیت سے دوچار کرنے والوں اور اپنے صحابہ کو قتل کرنے والوں پر بددعا کی تھی، اسی پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ①

- اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے اپنا دیدار کرانے کی دعا مانگی تھی کہ :

﴿رَبِّ أَرِنِىٓ أَنظُرْ إِلَيْكَ﴾ [الاعراف:١٤٣]۔

''اے میرے پروردگار! اپنا دیدار مجھ کو کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں''۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا :

﴿لَن تَرَىٰنِى وَلَـٰكِنِ ٱنظُرْ إِلَى ٱلْجَبَلِ﴾ [الاعراف:١٤٣]۔

① بخاری : ٤٠٧٠ ، ترمذی : ٣٠٠٢۔

''ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو''۔

- اور جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا کہ :

﴿رَبِّ إِنَّ ٱبْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ ٱلْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ ٱلْحَٰكِمِينَ﴾ [ھود:۴۵]۔

''میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے، یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے''۔

تو رب نے فرمایا :

﴿قَالَ يَٰنُوحُ إِنَّهُۥ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُۥ عَمَلٌ غَيْرُ صَٰلِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۖ﴾ [ھود:۴۶]۔

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے، اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز وہ چیز نہ مانگنی چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو''۔

اور یہیں سے یہ حقیقت ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ جب بندے کی دعا کی قبولیت ظاہر نہ ہو تو اسے اعتراض نہیں کرنا چاہیے اور یہ سچائی اپنے علم میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوال کرنے والوں کی دعائیں صرف اسی وجہ سے قبول نہیں کرتا کہ سائل اسے عزیز ہوتا ہے بلکہ یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ اس سے کسی حاجت کا طلبگار رہوتا ہے اور وہ اس کی وہ حاجت پوری کر دیتا ہے مگر اس میں اس کی ہلاکت اور بدبختی ہوتی ہے، اور کبھی اس لئے بندے کی دعا قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ اسے عزیز اور محبوب ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے تحفظ اور حمایت وحفاظت کی غرض سے اس کی دعا قبول نہیں کرتا ہے، (معاذ اللہ) اس کے پیچھے کسی قسم کا بخل نہیں کارفرما ہوتا ہے''۔ ①

جب مذکورہ تفصیلات سے یہ حقیقت ہمیں معلوم ہوگئی کہ قبولیت میں تاخر کبھی کبھی ان اسرار اور حکمتوں کی وجہ سے ہوتا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تو پھر اب ہم اس گزشتہ سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں اور اللہ کی توفیق پر اعتماد کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ :

## علماء نے اس سوال کا جواب مختلف طریقوں سے دیا ہے :

۱۔ گزشتہ دونوں آیتوں میں قبولیت بلا کسی قید کے مطلق آئی ہے مگر ایک دوسری آیت میں اسے مقید بیان کیا گیا ہے اور وہ آیت حسب ذیل ہے :

① مدارج السالكين : ۱/۷۹ ، الآداب الشرعية : ۲/۲۹۳ اس ضمن میں ابن جوزی نے صید الخاطر کے متعدد مقامات پر اہم فوائد بیان کئے ہیں۔

﴿قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ۝٤٠ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ﴾ [الانعام:۴۰-۴۱]۔

''آپ کہیے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا کوئی عذاب آ پڑے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔ اگر تم سچے ہو بلکہ خاص اسی کو پکارو گے، پھر جس کے لئے تم پکارو گے اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے''۔

اس آیت میں قبولیت دعا کو مشیئت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، اور یہ بات معروف ومقرر قواعد میں سے ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے، اس لئے قبولیت مشیئت کے ساتھ مقید ہوگی۔

یہ جواب درست ہے مگر ممکن ہے اسے یہ کہہ کر مخدوش کیا جائے کہ مشیئت کے ساتھ قبولیت کو اس لئے مقید نہیں کیا گیا ہے کہ قبولیت کا یقینی وعدہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ قبولیت کو مشیئت کے ساتھ اس لئے مقید کیا گیا ہے کہ سارے امور ہی اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے انجام پاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس جیسے قول میں کہا گیا ہے جس میں فرماتا ہے کہ :

﴿لَتَدْخُلُنَّ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ إِن شَآءَ ٱللَّهُ ءَامِنِينَ﴾ [الفتح:۲۷]۔

''ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوگے''۔

حالانکہ یہ خبر محقق ہے اس کے برخلاف ہونا ممکن نہیں ہے۔

مگر یہ معارضہ کمزور ہے کیونکہ آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مشیئت کی تقیید سے مقصود یہ بتانا ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان تکلیفوں کو نہیں بھی دور کرتا ہے جن کے متعلق وہ دعائیں کرتے ہیں، سیاق سے ظاہر تو یہی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم.

۲- ان دونوں آیتوں کے عموم کا مفاد یہ ہے کہ قبولیت تمام حالات میں اور بلا شرط واقع ہوتی ہے، مگر یہ عموم قضا وقدر کی موافقت سے مخصوص ہے یا اس بات سے اس کی تخصیص ہے کہ جب داعی کے لئے قبولیت میں خیر ہو یا اس وقت قبول ہوگی جب اس میں ساری شرطیں پائی جائیں گی اس طرح اس کا شمار عام مخصوص میں ہے۔

اور یہ دوسری توجیہ پہلی توجیہ کے مقابلے میں زیادہ عام ہے اور اس پر کوئی گرد نہیں ہے کیونکہ بہت سے عام نصوص میں تخصیص جاری ہوئی ہے اور متعدد حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں جو کچھ شرائط کے ساتھ اس عموم کی تخصیص بیان کرنے کے لئے وارد ہوئی ہیں، انہیں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد وہ بھی ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے :

① مسلم : ۲۷۳۵۔ ② مسلم : ۲۸۸۹ ، احمد : ۲۷۸ نیز مسلم : ۲۸۹۰ اور دیگر۔

''بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ کسی گناہ کی یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہیں کرتا ہے بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ کرے...''۔ ①

اس حدیث میں قبولیت دعا کی دو شرطیں رکھی گئی ہیں: گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہ کی جائے اور جلد بازی نہ کی جائے۔ جن کا مفاد یہ ہے کہ عموم قبولیت کی تخصیص ان دونوں شرطوں سے کی گئی ہے... اسی میں سے ایک حدیث حرام چیزوں کا استعمال کرنے والے طویل سفر کے مسافر کی دعا کی عدم قبولیت والی بھی ہے۔

اور وہ حدیث بھی جس میں کہا گیا ہے کہ قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا کرو اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی غافل اور غیر متوجہ دل کی دعا قبول نہیں کرتا ہے پہلی حدیث میں حرام چیزوں سے بچنے کی شرط ہے اور دوسری میں حضوری قلب اور عدم غفلت کی شرط رکھی گئی ہے۔

اسی میں وہ حدیث بھی ہے جس میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے تین چیزوں کی دعا مانگی تھی جن میں دو تو قبول کر لی گئیں مگر تیسری قبول نہیں کی گئی اور فرمایا گیا کہ: ''اے محمد جب ہم کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں تو اسے واپس نہیں لیا جاتا ہے''۔ ②

اور یہ نص اس بابت واضح اور جلی ہے کہ قبولیت اس بات سے مقید ہے کہ مانگی گئی مراد کے متعلق قضا وقدر کے مطابق پہلے سے کوئی فیصلہ نہ ہو چکا ہو۔

اور اس توجیہ کا حاصل یہ قول ہے کہ وہ دونوں آیتیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ دعا کو قبول کرتا ہے ان کا تعلق وعد وعید سے ہے، اور علماء نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ مطلق وعد و وعید کے نصوص مقتضی کے وجود اور منافات رکھنے والے مانع کے عدم وجود سے مقید ہوتے ہیں۔

لہٰذا اس تفصیل کے مطابق قبولیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کا تقاضا کرنے والی ساری شرطیں موجود ہوں اور موانع معدوم ہوں۔

## حلیمی فرماتے ہیں :

''اللہ جل ثناؤہ کے اس قول ''مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا'' کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے متعلق اپنے نقطۂ نظر اور تم پر اپنی رحمت کے اعتبار سے دعا قبول کروں گا نہ یہ کہ تمہاری خواہشات اور آرزوؤں کے مطابق خواہ وہ صحیح ہوں یا فاسد۔ کیونکہ قرآن میں یہ آیت دوسری سے الگ نہیں ہے بلکہ دیگر آیتوں میں اس کا بیان اور

① المنهاج للحليمی : ۱/۵۴۱-۵۴۲۔

وضاحت آئی ہوئی ہے، انہیں میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے :

﴿وَلَوِ ٱتَّبَعَ ٱلۡحَقُّ أَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ﴾ [المؤمنون:۷۱]۔

''اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے''۔

اور یہ ارشاد بھی :

﴿وَيَدۡعُ ٱلۡإِنسَٰنُ بِٱلشَّرِّ دُعَآءَهُۥ بِٱلۡخَيۡرِۖ وَكَانَ ٱلۡإِنسَٰنُ عَجُولٗا﴾ [الاسراء:۱۱]۔

''اور انسان برائی کی دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح، انسان ہے ہی بڑا جلد باز''۔

لہٰذا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی دعائیں قبول کرتا ہے جس میں سب شرطیں پائی جاتی ہوں، جب اسے یہ معلوم ہو کہ داعی نے جو سوال کیا ہے اسی میں اس کی بھلائی ہے، مگر جب اسے یہ معلوم ہو کہ اس میں اس کے لئے فساد یا شر ہے تو وہ اس کی دعا کے ثواب اور اکرام کے طور پر اس کی دعا قبول نہیں کرتا ہے۔ ①

اس قول کی بنیاد پر تو یہی واضح ہوتا ہے کہ آداب اور شرطوں کے مکمل ہونے کے باوجود کبھی کبھی دعا قبول نہیں ہوتی ہے اگر اس میں داعی کا کوئی فائدہ اور مصلحت نہ ہو۔

حاصل بحث یہی ہے کہ اس دوسری توجیہ کے مطابق ان دونوں آیتوں میں تخصیص داخل ہوئی ہے اور وہ اپنے عموم پر باقی نہیں رہی ہیں، اس تفصیل کے مطابق یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ دعائیں ایسی بھی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ہے۔

۳۔ قبولیت کا وعدہ بلاشبہ اپنے عموم پر باقی ہے اس لئے جو بھی شخص دعا کرتا ہے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے، مگر قبولیت میں تنوع پایا جاتا ہے اور وہ مختلف طرح کی ہوتی ہے، اور لازم یہ ہے کہ داعی کو اس کی دعا کا کوئی نہ کوئی عوض ملے مگر یہ شرط نہیں ہے کہ عین مطلوب ہی اسے حاصل ہو جائے، بسا اوقات اسے مطلوب کے مثل حاصل ہوتا ہے، یا اس کے لئے اجر کا ذخیرہ ہو جاتا ہے، یا اس سے بلا ٹال دی جاتی ہے، یا بلا کے تحمل کے لئے اسے شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے اور اس پر صبر کی طاقت مل جاتی ہے، الغرض قبولیت تو لامحالہ حاصل ہی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اپنے متعلق اس کی خبر دی ہے اور خبر منسوخ نہیں ہوتی ہے تاکہ مخبر کو جھوٹ کے ساتھ موصوف نہ کیا جائے، اور جب اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا وعدہ کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ اسی وقت قبول کر لوں گا، اس لئے اگر وہ اس دعا کو

① احمد : ۴۴۸/۲ ہیثمی نے کہا : اس کے رجال ثقہ ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کے متعلق اختلاف ہے۔''المجمع : ۱۴۸/۱۰'' اور منذری فرماتے ہیں کہ اسے احمد نے ایسی سند سے روایت کیا جس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے : الترغیب : ۲۷۲/۲۔

آخرت میں قبول کرے تو وعدہ سچا ہوگا۔

اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ دعا کرنے والے کو کسی معین چیز میں اپنی مصلحت کا یقین ہوتا ہے جبکہ اس میں اس کی کوئی مصلحت نہیں ہوتی ہے، لہٰذا قبولیت اس کے مقصود اصلی کو حاصل ہوتی ہے اور وہ وہی مصلحت کی طلب ہوتی ہے، اور کبھی مصلحت تاخیر میں، یا اس سے روک دینے میں اور داعی کے لئے اجر کے ذخیرہ کر دینے میں یا اس سے بلا کو دور کر دینے میں یا کسی اور چیز میں ہوتی ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس توجیہ پر دلالت بھی کرتی ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

**''مامن مسلم ينصب وجهه لله عزوجل مسألة إلا أعطاه إياها، إما أن يعلجها و إما أن يدخرها له''**

''جو کوئی مسلمان کسی سوال کے لئے اپنا رخ اللہ کی طرف اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری کر دیتا ہے، یا تو فوری طور پر اسے وہی عطا کر دیتا ہے یا اسے اس کے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے''۔ ①

اور عبادہ بن صامت کی مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ :

**''مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُو اللَّهَ بِدَعْوَةٍ إِلَّا آتَاهُ اللَّهُ إِيَّاهَا أَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا مَا لَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ، أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ''**

''روئے زمین پر جو کوئی مسلمان اللہ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا وہ مطلوب اسے عطا کر دیتا ہے، یا اسی کے مثل برائی اس سے دور کر دیتا ہے، بس شرط یہی ہے کہ وہ دعا کسی گناہ یا رشتہ کاٹنے کی نہ ہو''۔ ①

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**''مامن مسلم يدعو دعوة ليس فيها إثم ولا قطيعة رحم إلا أعطاه الله إحدى ثلاث : إما أن يعجل له دعوته، و إما أن يدخرها له في الآخرة، و إما أن يكف عنه من الشر مثلها، قالوا : إذا نكثر، قال : الله اكثر''**

''جو کوئی مسلمان کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں نہ کوئی گناہ ہو نہ رشتہ کاٹنے کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین میں

---

① ترمذی : ۳۵۷۳ ، احمد : ۳۲۹/۵ ، طبرانی فی الدعا : ۸۶ ، اس کے اسناد میں عبدالرحمان بن ثابت بن ثوبان ہیں جن کے متعلق حافظ نے کہا کہ صدوق ہیں خطائیں کرتے ہیں، قدریت سے متہم ہیں، حافظے میں تغیر آ گیا تھا۔

② احمد ، ابن ابی شیبہ ، حاکم ، طبرانی فی الدعا و دیگر حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری :۹۶/۱۱'' میں اسے صحیح کہا ہے۔

③ التمهيد لابن عبدالبر : ۲۶۷/۱۰۔

سے ایک چیز عطا ہی کر دیتا ہے: یا تو اس کی دعا کو فوری طور پر قبول فرما لیتا ہے، یا اسے اس کے لئے آخرت کی خاطر ذخیرہ کر دیتا ہے، یا اسی کے مثل برائی اس سے روک دیتا ہے، لوگوں نے کہا: تب تو ہم زیادہ مانگا کریں گے، آپ نے فرمایا: اللہ اس سے بھی زیادہ دینے والا ہے''۔ ②

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ''اس تفصیل کے مطابق - واللہ اعلم - اللہ عزوجل کے اس قول :

﴿فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ﴾ [الانعام:٤١]۔

''پھر جس کے لئے تم پکارو گے اگر وہ چاہے تو اس کو ہٹا بھی دے''۔

کی تفسیر یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت کے تحت دعا قبول کرتا ہے، اور وہ مجبور نہیں ہے، اور ابوسعید کی حدیث کی تفسیر کے مطابق اللہ عزوجل کا قول :

﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرة:١٨٦]۔

''جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں'' اپنے ظاہر اور عموم پر ہوگی۔ ③

ایک دوسرے مقام پر حضرت ابوسعید کی سابقہ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن عبدالبر مزید فرماتے ہیں کہ: ''اس حدیث کی تخریج اللہ عزوجل کے قول :

﴿ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [غافر:٦٠]۔ ''مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا''۔

کی مسند تفسیر میں کی جاتی ہے، لہٰذا یہ سب قبولیت ہی کے ضمن میں شامل ہے، اور کہتے ہیں کہ: اللہ کے کرم کی حکمتیں بے انتہا ہیں، اسی لئے قبولیت ہر دعا پر نہیں آتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

﴿وَلَوِ ٱتَّبَعَ ٱلْحَقُّ أَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ﴾ [المؤمنون:٧١]۔

''اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے''۔ ①

اس توجیہ پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ وعدہ اگرچہ عام ہے مگر دیگر کچھ ایسے نصوص وارد ہوئے ہیں جو اس کی تخصیص کرتے ہیں، اس لئے انہیں بھی اخذ کرنا لازم ہے، اور رہی قبولیت میں تنوع کی بات تو وہ صحیح ہے مگر یہ تنوع اس دعا کے لئے ہے جس میں سب شرطیں مکمل ہوں، اور اگر شرطیں مکمل نہ ہوں تو ممکن ہے سرے سے دعا قبول ہی نہ ہو۔

اور باجی مالکی شارح موطا حسب ذیل حدیث :

''جو کوئی داعی دعا کرتا ہے وہ تین میں سے ایک کے درمیان ہوتا ہے...''۔

① التمهيد لابن عبدالبر: ٣٤٥/٥۔ ② المنتقیٰ للباجي : ٣٦٠/١۔

پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ اس مسلمان داعی کے متعلق ہے جو جائز چیزوں کی دعا کرتا ہے جن کے متعلق مانگنا اس کے لئے جائز ہوتا ہے تو یہی وہ ہوتا ہے جس کی مانگی ہوئی دعائیں قبولیت سے خالی نہیں ہوتی ہیں، یا پھر اس کے دعا واخلاص، ذکر الٰہی اور اس کی ربوبیت کے اقرار کا اجر اس کے لئے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے، یا پھر اس کے سابقہ گناہوں میں سے کچھ کو معاف کر دیا جاتا ہے''۔ ②

اور یہ چیز دعا ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سارے ہی اعمال صالحہ کی قبولیت کے لئے ان چند امور کی شرط ہے کہ مقتضی موجود ہو اور مانع معدوم ہو، اور اگر مقتضی موجود نہ ہو مثلاً شرطیں مکمل نہ ہوں یا کوئی مانع پایا جاتا ہو تو پھر وہ قبول نہیں ہوتے۔

دعا کا شمار بھی اعمال صالحہ ہی میں ہے، اس لئے اگر اس کی شرطیں پوری نہ ہوں گی یا مانع پایا جائے گا تو عمومی دلائل کے مطابق وہ بھی قبول نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلْمُتَّقِينَ﴾ [المائدة:٢٧] ''اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے''۔

پھر یہاں کچھ ایسے دلائل موجود ہیں جو بعض دعاؤں کی عدم قبولیت پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً حرام چیزوں میں ملوث شخص کی دعا، گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا، یا وہ دعا جس میں دعا کرنے والا جلد بازی کرتا ہے، یا غیر متوجہ و غافل اور تضرع سے خالی شخص کی دعا۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ یہ خبر ہے اور خبروں میں نسخ داخل نہیں ہوتا ہے تو عرض ہے کہ یہ نسخ کے باب سے نہیں ہے بلکہ اس باب سے ہے کہ خود وعدہ ہی جو خبر ہے اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس کا حصول بلا مقتضی کے اور مانع کے پائے جانے کے باوجود ہو جائے گا۔

پھر وہ حدیث جس کے بعض طرق سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے اور وہ حضرت ابوسعید کی حدیث ہے خود اسی کے آخر میں وہ چیز پائی جاتی ہے جو شرط پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ: ''جب تک وہ گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہ کرے بشرطیکہ جلد بازی نہ کرے'' اور یہ دونوں شرطیں معتبر ہیں کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے۔

۴۔ وعدہ اس دعا پر ہے جو عبادت وطاعت کے معنی میں آتی ہے، اور قبولیت ثواب اور اجر کے معنی میں ہے، کیونکہ نبی ﷺ کے وارد قول میں صحیح طور پر ثابت ہے کہ: ''**الدعاء هو العبادة**'' دعا ہی عبادت ہے۔

لہٰذا جس دعا پر قبولیت کا وعدہ ہے وہ عبادت ہے، اس لئے بعض اوقات دعا کی قبولیت کے ظاہر نہ ہونے پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس توجیہ پر اعتراض یہ ہے کہ اگر ہم دعا کو دعائے مسئلہ پر محمول کریں تب جواب کیا ہوگا؟ کیونکہ یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ دعا کا اطلاق دعائے مسئلہ پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ جواب صرف اسی وقت چل سکتا ہے جب دعا کی تفسیر دعائے عبادت سے کی جائے حالانکہ مجموعی اعتبار سے دعا کی تفسیر دعائے مسئلہ سے بھی کرنے پر سبھی کا اتفاق ہے اس لئے اعتراض تو وارد ہی رہے گا، اس طرح ان دونوں آیتوں کے علاوہ کچھ دیگر نصوص بھی ہیں جن میں سے کچھ کا دعائے عبادت پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے، تب پھر ان کے متعلق کیا جواب دیا جائے گا؟

۵۔ قبول کرتا ہوں کا معنی سنتا ہوں ہے، اور کہا جائے گا کہ: اس آیت میں دعا کے قبول کرنے سے زیادہ کچھ نہیں کہا گیا ہے، اب رہی بات مطلوب پورا کرنے کی تو اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، اور کبھی والد اپنی اولاد کی بات سنتا ہے مگر اس کی مراد پوری نہیں کرتا ہے، لہٰذا دعا کرتے ہی قبولیت تو لامحالہ حاصل ہوجاتی ہے۔

اس توجیہ کے متعلق یہی عرض کیا جائے گا کہ مراد پوری کئے بغیر محض سننے کی قبولیت کو دعا قبول کرنا نہیں کہا جاتا ہے کیونکہ ہم یہ بات پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ قبولیت دو طرح کی ہوتی ہے : دعائے مسئلہ کی قبولیت جو عطا کے ذریعہ ہوتی ہے نہ کہ سماع اور مقال (بات) کے ذریعہ کیونکہ اس طرح کی اجابت وقبولیت تو استفہامیہ سوالوں میں ہوتی ہے، اس لئے آیت کے سیاق سے یہ معنی متبادر نہیں ہوتا ہے بلکہ آیت کا سیاق تو عطا کے ذریعہ قبولیت کا اظہار کرتا ہے، پھر والد جو معاملہ اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہے کہ اس کی طلب قبول کر کے اسے عطا سے محروم کر دیتا ہے تو یہ چیز اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں ہے کیونکہ اس میں وعدہ خلافی یا جھوٹ اور فریب پایا جاتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے۔

۶۔ مذکورہ وعدہ سچے اور مخلص ایمان والوں کے ساتھ خاص ہے اور کامل ایمان والوں کی دعائیں رد نہیں ہوتی ہیں۔

اس توجیہ کے حاملین مشہور حدیث ولی سے استدلال کرتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ: ''اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے پناہ دوں گا اور اگر مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں گا'' (بخاری: ۶۵۰۲) کہتے ہیں: جو رتبہ محبت تک پہنچ جاتا ہے اللہ اس کا کان اس کی آنکھ بن جاتا ہے، اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے، اور حسب منشا اس کی مراد پوری کر دی جاتی ہے۔

معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ قبولیت ان مومنوں کے ساتھ خاص ہے جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ :

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَلَمۡ يَلۡبِسُوٓاْ إِيمَٰنَهُم بِظُلۡمٍ﴾ [الانعام: ۸۲]۔

''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان میں ظلم (یعنی شرک) کی آمیزش نہیں کی''۔

کیونکہ کسی انسان کا یہ وصف بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی صفت مدح و تعظیم ہے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جب ہم کسی انسان کی عظمت بیان کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ مستجاب الدعوہ ہے (یعنی اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے) لہٰذا جب یہ دین کا سب سے عظیم منصب ہے، اور فاسق کی توہین دین میں واجب ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ یہ وصف صرف اسی کے حق میں پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے جس کا ایمان فسق سے آلودہ نہ ہو، ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی فاسق کی طلب بعینہ پوری کر دیتا ہے، مگر اسے دعا کی قبولیت نہیں کہا جاتا ہے بلکہ قضائے حاجت کہا جاتا ہے۔

## مومن صالح اور فاسق کے درمیان دعا کی قبولیت میں یہ تفریق چند امور کی وجہ سے صحیح نہیں ہے :

۱- اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر اس بات کا احسان جتایا ہے کہ اضطرار اور پریشان حالی کے وقت وہی ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ارشاد ہے :

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [النمل:۶۲]۔

''بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو''۔

آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خطاب مشرکوں سے کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ ان امور کے معترف ہونے کے باوجود توحید عبادت میں اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور افراد کے قائل نہیں ہیں۔

۲- دعا کی قبولیت ربوبیت کے تقاضوں میں داخل ہے اور مومن و کافر تمام مخلوق کو شامل ہے، چنانچہ وہی انہیں اپنی نعمتوں سے پالتا ہے، اور دعا کی قبولیت، پریشان حال کی فریادرسی، درد کے ماروں کی اعانت، مصیبتوں اور آفتوں کا ازالہ، اور رنج ومحن سے نجات بھی اسی کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿يَسْـَٔلُهُۥ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِى شَأْنٍ﴾ [الرحمان:۲۹]۔

''سب آسمان وزمین والے اسی سے مانگتے ہیں۔ ہر روز وہ ایک شان میں ہے''۔

۳- پھر اللہ تعالیٰ نے تو اپنی بدترین مخلوق ابلیس کی دعا بھی قبول فرمائی تھی، حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ

فرماتے ہیں: اپنے متعلق معلومات کسی کو دعا سے باز نہ رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی بدترین مخلوق ابلیس کی دعا بھی قبول فرمالی تھی۔

۴- پھر یہاں دعا کی قبولیت اور قضائے حاجت کے درمیان کوئی لغوی یا شرعی فرق بھی نہیں ہے کیونکہ دونوں کا مآل ایک ہی ہے۔

۵- پھر یہ اللہ تعالیٰ کے مطلق بیان کی تقیید اور اس کی تخصیص کے بغیر عموم کی تخصیص ہے جو مذموم تاویل کے زمرے میں آتی ہے۔

۶- پھر یہ کہنا کہ کاملوں کی دعا بعینہ قبول ہوجاتی ہے اس کا نقض ان قطعی واقعات میں موجود ہے جو اس کے سراسر مخالف ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض رسولوں بلکہ ان میں سے اولوالعزم (اصحاب عزیمت) رسولوں کی دعا بھی رد کردی ہے:

أ- ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اپنے بیٹے کے حق میں نوح علیہ السلام کی دعا قبول نہیں فرمائی بلکہ اس پر انہیں عتاب بھی کیا اور فرمایا:

﴿فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ﴾ [ھود:۴۶] ''تجھے ہرگز وہ چیز نہ مانگنی چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو''۔

ب- اور ایک یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے والد کے متعلق ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول نہیں فرمائی، انھوں نے دعا مانگی تھی:

﴿وَٱغْفِرْ لِأَبِىٓ إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلضَّآلِّينَ﴾ [الشعراء:۸۶]

''اور میرے باپ کو بخش دے یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا''۔

ج- اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی ﷺ کی دعائے مغفرت بھی قبول نہیں فرمائی جو انھوں نے حضرت ابوطالب کے حق میں کی تھی، نیز عبداللہ بن أبی بن سلول کی آپ نے جو نماز جنازہ پڑھائی تھی وہ بھی غیر مقبول ٹھہری۔

د- اور نبی ﷺ نے صراحت کے ساتھ یہ بات بھی بتائی تھی کہ انھوں نے اپنی امت کے لئے تین دعائیں مانگیں تھیں جن میں سے دو کو تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا تھا مگر تیسری کو قبول نہیں فرمایا۔

لہٰذا مذکورہ حقائق کی روشنی میں ہمارا سوال یہ ہے کہ آخر ان اصحاب عزیمت رسولوں سے بڑھ کر اللہ کی محبت کسے

حاصل ہوگی اوران سے اوپر کون سا کمال ہوسکتا ہے؟

تب اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور جس کی چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے دعا قبول فرماتا ہے، وہ عین مطلوب بھی عطا کر دیا کرتا ہے اور اس کے فضل وکرم اور احسان سے زیادہ تر اور بیشتر حالات میں یہی ہوتا ہے۔

اور کبھی کچھ اسرار اور حکمتوں کی وجہ سے عین مطلوب کے متعلق دعا قبول نہیں فرماتا ہے، ممکن ہے اس میں داعی ہی کی کوئی مصلحت ہو یا غیر کا کوئی فائدہ ہو جس کی وجہ سے قبولیت دعا کو روک دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿وَلَوِ ٱتَّبَعَ ٱلْحَقُّ أَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ﴾ [المومنون:۷۱]۔

''اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہو جائے تو زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہو جائے''۔

**یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان لوگوں پر اعتراض کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ :**

''انبیاء کی سب دعائیں قبول کرلی جاتی ہیں'' حافظ صاحب فرماتے ہیں : ''انھوں نے حتمی طور پر جو یہ بات کہی ہے کہ ان کی سب دعائیں قبول ہوجاتی ہیں تو اس میں حدیث صحیح سے غفلت پائی جاتی ہے :

''سَأَلْتُ رَبِّيْ ثَلَاثًا فَأَعْطَانِيْ اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِيْ وَاحِدَةً''

''میں نے اللہ سے تین چیزیں مانگیں، دو تو اس نے مجھے عطا کر دیں اور ایک مجھے نہیں دی''۔ ①

مگر ایک دوسرے مقام پر انھوں نے جو فرمایا ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ مومن کی دعا مطلق رد نہیں کی جاتی ہے البتہ قبولیت میں تنوع ہوتا ہے۔ ②

ہر دعا کی عدم قبولیت سے متعلق جو سوال اٹھتا ہے اس کا یہ آخری جواب ہے۔ ③

❁ ❁ ❁

① فتح الباری : ۱۱/۹۷۔

② دیکھیے : فتح الباری : ۱۱/۹۵-۹۶ ، ۱۴۱۔

③ دیکھیے : الدعا ومنزلته من العقيدة الاسلامية : ۲۲۲-۲۳۴۔

# ہماری اہم مطبوعات

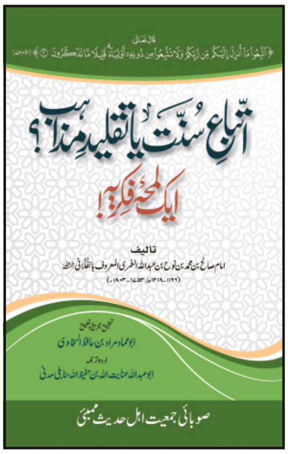


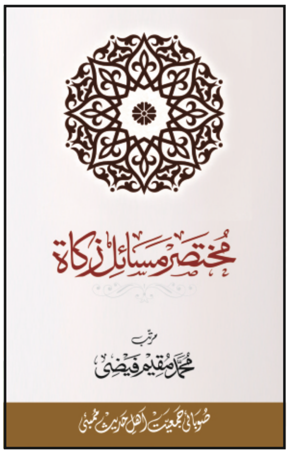


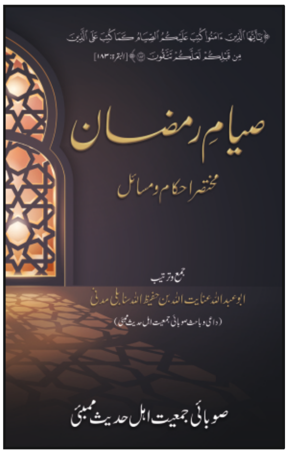


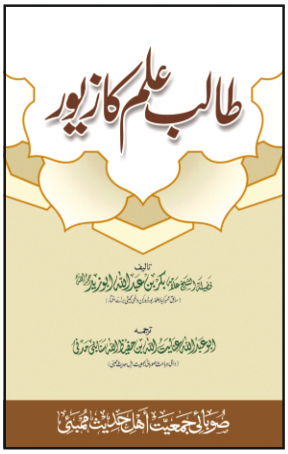


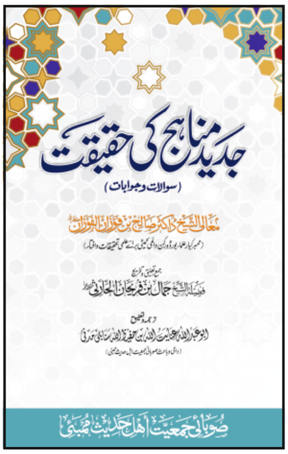

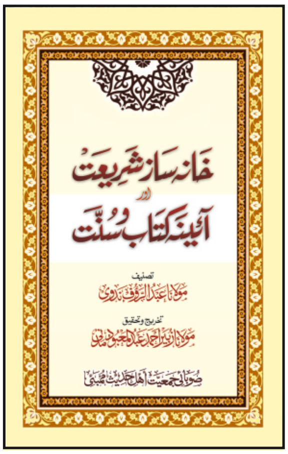


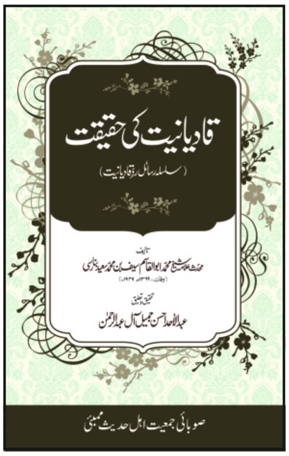

**SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI**
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070
Phone : 022-26520077 ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
**www.ahlehadeesmumbai.org**